مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (رواہ مسلم)

جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا



مطالع المسرات

شرح

دلائل الخیرات

امام علامہ محمد مہدی فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم

شرف الملت شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

مکتبہ فقیہ ملت دہلی

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (رَوَاہُ مُسْلِم)

جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا

مہر چرخ نبوت پہ روشن درود — گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام

مطالع المسرات

شرح

دلائل الخیرات

امام علامہ محمد مہدی فاسی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

شرف اہلسنت شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبہ فقیہ ملت

۲/۵۲۲ - وحید کتب مارکیٹ مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ہر زمانے میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام ہوتا رہا مگر وقت کے ساتھ اس کے وسائل تبدیل ہوتے گئے ہر دور کے لحاظ سے مسلمان بھی قرآن و سنت کے پیغام کو عام کرنے کیلئے جدید عصری تقاضوں کو بروئے کار لاتے رہے۔ایک وقت وہ تھا کہ آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کی حفاظت و صیانت کیلئے چمڑے، درخت کے پتے، پتھر اور ہڈیوں کے ٹکڑوں کو استعمال کیا جاتا رہا اس طرح قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اسے تحریری شکل میں محفوظ کیا یا پھر یہ آیات و احادیث حفظ کے ذریعہ مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہوتی رہیں۔ پھر جب کاغذ پر کتابت کا آغاز ہوا تو مسلمانوں نے اس اہم ذریعہ کو دین کی اشاعت کیلئے اختیار کیا اور قرآن و سنت کے ساتھ اسلامی علوم و فنون اور علما کی تحقیقات و تدقیقات کو حیطۂ تحریر میں لانے کا کام انجام دیا، آج بھی دنیا کی لائبریریوں اور کتب خانوں میں اکابر علما کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

پھر جب دنیا نے ترقی کی، چھاپا خانے، پرنٹنگ پریس قائم ہوئے تو مسلمان بھی اس نئی ایجاد کی طرف متوجہ ہوئے اور دینی کتابیں کاغذوں پر پرنٹ ہو کر منظر عام پر آنے لگیں اس طرح دین کی نشر و اشاعت کا کام تیز تر تیز ہوتا گیا اور اسلاف کے قلمی نسخے ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر پورے عالم اسلام میں پہونچنے لگے اور اس طرح دین پوری دنیا میں عام ہونے لگا۔ اور لوگ علما، فقہا، محدثین و مفکرین کی بیش قدر کاوشوں سے مستفیض ہونے لگے۔

برصغیر ہند و پاک میں بھی بہت سے علمائے کرام نے یہ عظیم، مفید اور کارآمد کارنامہ انجام دیا۔ ان میں والد ماجد استاذ الفقہا حضور فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شامل ہیں آپ نے اپنے مشفق و کرم فرما استاذ قائد اہلسنت رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ سے دینی علوم و فنون کے حصول کے بعد جب حضور شعیب الاولیاء قدس سرہٗ کی قائم کردہ مشرقی یوپی کی عظیم مرکزی دینی درسگاہ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف میں رہ کر درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کا کام شروع کیا تو

آپ نے دین کی اشاعت کیلئے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ طباعت و پرنٹ کے ذریعے نہایت ہی سادہ اور آسان لب و لہجے میں اسلامی عقائد و نظریات کو عوام اہلسنت تک پہونچانے کی ضرورت کو محسوس کیا اور اسے کماحقہٗ پورا کرنے کی کوشش بھی کی۔ اسی مقصد کے لئے آپ نے تصنیف و تالیف کا کام شروع فرمایا اور دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف میں قیام کے دوران ہی اسلامی کتب کی اشاعت کے لئے ''مکتب خانہ امجدیہ'' قائم فرمایا جس کے ذریعے اپنی تصنیفات کو زیور طبع سے آراستہ فرما کر دنیائے سنیت تک پہونچاتے رہے۔

والد ماجد حضور فقیہ ملّت قدس سرہٗ کے اس دنیائے فانی سے رخصت فرمانے کے بعد اس ناچیز نے ان کی ذات بابرکات سے اکتساب فیض کرتے ہوئے بنام ''مکتبہ فقیہ ملّت'' ایک ادارہ بتاریخ یکم دسمبر ۲۰۰۱ء اسلامی کتب کی اشاعت کے لئے قائم کیا جس سے جملہ تصنیفات فقیہ ملّت کے علاوہ درجنوں نایاب اور اہم کتابیں اس مختصر سے وقت میں طبع ہو چکی ہیں اسی کی ایک کڑی ''مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات'' تصنیف: حضرت علامہ مہدی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ و تشریح: شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ بھی ہے، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب پہلی بار طباعت کی جملہ خوبیوں کے ساتھ ''مکتبہ نوریہ رضویہ'' پاکستان سے طبع ہوئی، پھر دوسری بار ''المجمع المصباحی'' مبارکپور اعظم گڑھ سے شائع ہوئی، اب یہ سعادت ''مکتبہ فقیہ ملّت'' کو حاصل ہو رہی ہے۔

ہم رب تعالیٰ کے حضور شکر گزار ہیں کہ اس نے ہم کو اس کام کی توفیق بخشی اور دست بہ دعا ہیں کہ ہماری تمام تر کوتاہیوں کو درگزر فرمائے اور دین کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ وعلیہم اجمعین۔

محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
مہتمم اعلیٰ مرکز تربیت افتا اوجھاگنج، بستی (یوپی)
وبانی جامعہ برکات امجدی، شہر بستی (یوپی)

۱۳ر ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ
۳۰ر اکتوبر ۲۰۱۲ء

فہرست مضامین

امام علامہ قطب زمانہ ابو عبد اللہ سید محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہ

دلائل الخیرات اور صاحب دلائل

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تقدیس و تنزیہ جس طرح حضور نبی اکرم سرور دو عالم ﷺ نے بیان کی' وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ مخلوق خدا میں سے کوئی شخصیت اس مقام کو نہیں پہنچی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم شفیع معظم ﷺ کی عظمت شان کا چرچا کرنے کا جو اہتمام کیا ہے' وہ بھی آپ ہی کا خاصہ ہے' کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہے۔ آپ کا اسم مبارک احمد اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ آپ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثناء کرنے والے ہیں' جبکہ آپ کا اسم گرامی محمد اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ہی وہ ہستی ہیں' جن کی اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ تعریف کی ہے۔ (ﷺ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح ۹۴/۴)

"اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا"

کلمہ طیبہ' اذان' خطبہ' تشہد' غرض جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے' اس کے حبیب مکرم ﷺ کا بھی ذکر ہے۔ مولانا جمیل الرحمٰن قادری کہتے ہیں:

اذانوں میں خطبوں میں شادی و غم میں غرض ذکر ہوتا ہے ہر جا تمہارا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہمارے پاس جبریل امین تشریف لائے' اور کہنے لگے: میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے: آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا؟ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيْ۔ "جب میرا ذکر کیا جائے گا' تو میرے ساتھ تمہارا ذکر بھی کیا جائے گا" [1]

قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم ﷺ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کے ذکر جمیل کو فروغ دینے کا اہتمام یہ فرمایا کہ اہل ایمان کو آپ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[1] عیاض بن موسیٰ اندلسی' امام قاضی الشفاء (طبع ملتان) ج ۱' ص ۱۲

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

(الاحزاب ۵۶/۳۳)

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں' اس غیب بتانے والے (نبی) پر' اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو"

سرکار دوعالم ﷺ کے ذکر کی رفعت کے لئے درود شریف کے حکم کے علاوہ اور کوئی صورت نہ بھی ہوتی' تو بھی کائنات میں ہر سو آپ کے ذکر کا چرچا ہوتا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر — بول بالا ہے تیرا' ذکر ہے اونچا تیرا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ایک دفعہ ہم پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے۔
(نسائی شریف' مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) میں آپ پر بکثرت درود شریف بھیجتا ہوں' میں آپ پر کتنا درود شریف بھیجوں؟ فرمایا: جتنا چاہو۔ عرض کیا (فرائض و واجبات ادا کرنے کے بعد) چوتھائی وقت درود بھیجوں؟ فرمایا: جتنا چاہو' اگر اس سے زیادہ وقت صرف کرو' تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ عرض کیا: نصف وقت؟ فرمایا: جیسے تمہاری مرضی' اگر اس سے زیادہ ہو' تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ عرض کیا: دو تہائی وقت؟ فرمایا: جیسے چاہو' اگر اس سے زیادہ ہو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں تمام وقت آپ پر درود شریف بھیجوں گا' فرمایا: تب تو تمہارے مقاصد پورے کئے جائیں گے اور گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (ترمذی شریف' مشکوٰۃ شریف ص:۸۶)

حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"دعا زمین و آسمان کے درمیان موقوف رہتی ہے' مقام قبولیت تک نہیں پہنچتی' یہاں تک کہ تم نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو۔" (ترمذی شریف' مشکوٰۃ شریف ص:۸۷)

اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں اہل ایمان و محبت پورے اخلاص و کمال ذوق و شوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام کے تحفے اور ہدیئے پیش کرتے ہیں اور دنیا و آخرت کی سعادتیں' برکتیں اور نعمتیں حاصل کرتے ہیں۔ درود و سلام پیش کرنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارے درود و سلام کی بدولت حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے مراتب و درجات بلند ہوں' کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ کا عظیم فضل ہے: وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۝ (النساء ۱۱۳/۴) آپ کے درجات تو ہر لحظہ روبترقی ہیں۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (الضحیٰ

۴/۹۳) بعد والی حالت آپ کے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے'

بلکہ مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رحمتیں اور برکتیں اور فیوض' حضور سید عالم ﷺ پر وارد ہوتے ہیں۔ آپ کے وسیلہ جلیلہ سے ہم فقیروں اور بے نواؤں پر بھی وارد ہوں اور ہم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے مستحق ہوں۔

یاد رہے کہ درود و سلام پیش کرنے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ کچھ مخصوص کلمات ہی ادا کئے جائیں۔ ملت اسلامیہ کے علماء اور اولیاء مختلف کلمات اور صیغوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم ﷺ کی بارگاہ ناز میں عقیدت و محبت کے گلدستے پیش کرتے رہے ہیں اور قیامت تک پیش کرتے رہیں گے۔

درود شریف کے فضائل پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح درود پاک کے مختلف کلمات اور صیغوں کے مجموعے بھی کثیر تعداد میں مرتب کئے گئے ہیں' ان میں سب سے زیادہ جسے مقبولیت حاصل ہوئی' وہ دلائل الخیرات ہے۔ آئندہ سطور میں پہلے صاحب دلائل الخیرات کا مختصر تذکرہ پیش کیا جائے گا' پھر دلائل الخیرات کا تعارف پیش کیا جائے گا۔

صاحب دلائل الخیرات رحمہ اللہ تعالیٰ

امام علامہ قطب زمانہ ابو عبد اللہ سید محمد بن سلیمان جزولی سملالی حسنی رحمہ اللہ تعالیٰ ۸۰۷ھ / ۱۴۰۴ء[1] میں بقام سوس اقصیٰ (مراکش) میں پیدا ہوئے۔ آپ حسنی سادات میں سے تھے اور بربر قوم کے قبیلہ جزولہ کی شاخ سملالہ سے تعلق رکھتے تھے۔ کچھ عرصہ وطن میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد فاس چلے گئے اور مدرسۃ الصفارین میں داخل ہو گئے' جہاں ان کا رہائشی حجرہ آج بھی محفوظ ہے۔[2] کہتے ہیں کہ انہوں نے فاس ہی میں کتاب مبارک دلائل الخیرات لکھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جامع قرویین (فاس) کے کتب خانہ کی کتابوں سے استفادہ کر کے یہ کتاب ترتیب دی۔

پھر فاس سے ساحل تشریف لائے' تو یکتائے زمانہ شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ امغار الصغیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور چودہ سال تک خلوت گزینی اختیار کر کے عبادت و ریاضت اور منازل سلوک طے کرنے میں مصروف رہے۔ پھر آسفی میں خلق خدا کی رہنمائی اور مریدین کی تربیت کا کام شروع کیا۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ آپ کا چرچا دور دراز تک پہنچا۔ حیرت انگیز خوارق اور بڑی بڑی کرامات ظاہر ہوئیں۔ مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے تجاوز کر گئی۔[3]

---

[1] خیر الدین زرکلی: الاعلام (طبع بیروت) ج ۶' ص ۱۵۱

[2] محمد بن شنب: دائرۃ المعارف (پنجاب یونیورسٹی' لاہور) ج ۷' ص ۳۲۷

[3] یوسف بن اسمٰعیل نبہانی' علامہ: جامع کرامات الاولیاء (مصطفیٰ البابی' مصر) ج ۱' ص ۲۷۶

حضرت شیخ' احکام الہیہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر سختی سے کاربند تھے' کثرت سے اوراد و وظائف ادا کرتے تھے' عوام الناس کے بے پناہ ہجوم کو خطرہ محسوس کرتے ہوئے حاکم وقت نے انہیں آسفی سے نکال دیا' چنانچہ آپ آفرغال تشریف لے گئے' اور رشد و ہدایت کا کام شروع کر دیا۔

علامہ فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آپ کی برکت سے انوار جگمگا اٹھے' اسرار آشکارا ہونے لگے' فقراء ہر طرف پھیل گئے' بلاد مغرب میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام کے نغمے گونجنے لگے۔ بندگان خدا اور شہروں کو نئی زندگی مل گئی۔ مغرب میں طریقت کے آثار مٹ چکے تھے اور انوار ماند پڑ چکے تھے۔ آپ نے طریقت کی تجدید فرمائی اور بہت سے مشائخ کو خلافت سے نوازا۔ [1]

حضرت شیخ دعوت دین اور رشد و ہدایت کے لئے اپنے خلفاء کو مختلف شہروں میں بھیجتے تھے' جو اپنے مریدین اور معتقدین کے ہمراہ جگہ جگہ تشریف لے جاتے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت اور ذکر الٰہی کی دعوت دیتے۔ آپ کے کثیر التعداد خلفاء سے صرف دو حضرات کے نام ملتے ہیں۔

۱۔ شیخ (ابو عبد اللہ محمد الصغیر السہلی۔

۲۔ شیخ ابو محمد عبد الکریم المنذاری رحمہما اللہ تعالیٰ

حضرت شیخ جزولی مذہباً مالکی تھے۔ [2] انہیں فقہ مالکی کی مشہور کتاب المدونۃ زبانی یاد تھی' طریقتاً شاذلی تھے۔ [3]

آپ کی تصانیف میں درج ذیل کتب کے نام ملتے ہیں:

۱۔ **دلائل الخیرات و شوارق الانوار فی ذکر الصلوٰۃ علی النبی المختار:** یہ کتاب سینٹ پیٹربرگ میں ۱۸۴۲ء میں چھپی۔ کئی بار قاہرہ اور قسطنطنیہ میں چھپ چکی ہے۔ (پاک و ہند میں بے شمار مرتبہ چھپ چکی ہے)

۲۔ **حزب الفلاح:** بابرکت دعا اس کا مخطوطہ برلن (۳۸۸۶) گوتھا (عدد ۸۲۰) اور لائڈن (عدد ۲۲۰۰۳) میں موجود ہے۔

۳۔ **حزب الجزولی:** جو آجکل حزب سبحان الدائم لایزول کہلاتی ہے اور شاذلیوں میں متداول ہے اور مقامی زبان میں ہے۔ [4]

---

[1] محمد مہدی فاسی' علامہ: مطالع المسرات (الطبعۃ التازیۃ) ص ۳

[2] اسماعیل' پاشا بغدادی: ہدیۃ العارفین (مکتبۃ المثنیٰ' بغداد) ج ۲' ص ۲۰۲

[3] خیر الدین زرکلی: اعلام (طبع بیروت) ج ۶' ص ۱۵۱

[4] محمد بن شنب: دائرۃ المعارف (پنجاب یونیورسٹی' لاہور) ج ۷' ص ۲۲۸

آسفی کے حاکم نے یہ خیال کر کے کہ یہ وہی فاطمی ہیں، جن کا انتظار کیا جا رہا ہے، یعنی امام مہدی ہیں آپ کو زہر دے دیا۔ ۱ چنانچہ ۱۶ ربیع الاول ۸۷۰ھ / ۱۴۶۵ء کو آفرغال میں صبح کی نماز کی پہلی رکعت کے دوسرے سجدے یا دو رکعت کے پہلے سجدے میں آپ کا وصال ہوا۔ اسی دن نماز ظہر کے وقت آپ کی تعمیر کردہ مسجد کے وسط میں آپ کو دفن کیا رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کی اولاد نہیں تھی۔ ۲

آپ کے وصال کے ۷۷ سال بعد سلطان ابوالعباس احمد المعروف بہ الاعرج مراکش میں داخل ہوا، تو اس آپ کے جسد مبارک کو لے جا کر مراکش کے قبرستان ریاض العروس میں دفن کیا اور اس پر گنبد تعمیر کیا، یہ مقبرہ آج بھی ہے۔ ۳

جب آپ کا جسد خاکی نکالا گیا، تو طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وصال سے پہلے آپ نے حجامت بنوائی تھی، اس کا اثر بدستور موجود تھا۔ ایک شخص نے آپ کے چہرے پر انگلی رکھی، تو اس کی کی انتہا نہ رہی، اس جگہ سے خون ہٹ گیا اور جب انگلی اٹھائی، تو پھر اپنی جگہ لوٹ آیا جیسے کہ زندوں میں ہوتا ہے۔ مراکش میں آپ کے مزار اقدس پر عظیم ہیبت و جلالت پائی جاتی ہے۔ لوگ بڑی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں اور دلائل الخیرات پڑھتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بکثرت درود و سلام پیش کرنے کی برکت سے آپ کی قبر انور سے کستوری کی خوشبو ہے۔

دلائل الخیرات

اس کتاب کا پورا نام ہے: دَلَائِلُ الْخَيْرَاتِ وَشَوَارِقُ الْأَنْوَارِ فِي ذِكْرِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ حاجی خلیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

> یہ کتاب حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام پر مشتمل ہے اور (آيَةٌ مِّنْ آيَاتِ اللّٰهِ) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ مشرق و مغرب اور خاص طور پر روم کے شہروں میں باقاعدگی سے پڑھی جاتی ہے۔ ۴

---

۱ محمد بن شنب: دائرۃ المعارف (پنجاب یونیورسٹی، لاہور) ج ۷، ص ۲۲۸

۲ محمد مہدی الفاسی، علامہ: مطالع المسرات، ص ۳

۳ محمد بن شنب: دائرۃ المعارف (پنجاب یونیورسٹی، لاہور) ج ۷، ص ۲۲۸

۴ محمد مہدی الفاسی، علامہ: مطالع المسرات، ص ۴

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ' مطالع المسرات کے حوالے سے شیخ جزولی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ جزولی اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ' اسی لئے سیدنا محمد حبیب مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کی طرح' ہر علاقے اور ہر زمانے میں امت محمدیہ' ان کی اس کتاب' دلائل الخیرات کی طرف متوجہ اور متفق ہے۔[1]

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ میں نے درود شریف کے موضوع پر کئی کتابیں لکھی ہیں' تاہم:

"بہت ہی ضروری ایک کام رہ گیا اور وہ ہے دلائل الخیرات کی خدمت' کیونکہ یہ کتاب درود شریف کے موضوع پر بہت ہی مشہور اور کثیر الاشاعت ہے' اس کی ترتیب بہت عمدہ اور اس کا نفع بہت عظیم ہے۔"[2]

حضرت مصنف کے زمانے سے لے کر آج تک بڑے بڑے علماء نے اس کی شرحیں اور حواشی لکھے ہیں۔ خصوصاً امام فاسی نے کئی جلدوں میں اس کی شرح لکھی۔ پھر ایک ہی جلد میں اس کی تلخیص کی' جو چھپ چکی ہے۔

سبب تالیف

عارف باللہ شیخ احمد صاوی مصری نے صلوات الشیخ الدردیر کی شرح میں بیان کیا' اور علامہ نبہانی کے شیخ' علامہ حسن عدوی نے دلائل الخیرات کے حاشیہ میں اسے نقل کیا کہ امام جزولی نے فاس میں دلائل الخیرات لکھی' اور تالیف کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن نماز کا وقت ہو گیا' امام جزولی وضو کرنے کے لئے اٹھے تو کنوئیں سے پانی نکالنے کے لئے کوئی چیز میسر نہ تھی۔ شیخ پریشان تھے کہ کیا کریں؟ اتنے میں ایک بلند مکان سے بچی نے دیکھا تو کہنے لگی: آپ وہی شخصیت ہیں جن کی نیکی کی بڑی تعریف کی جاتی ہے' اس کے باوجود آپ پریشان ہیں کہ کنوئیں سے پانی کس چیز کے ذریعے نکالیں اس لڑکی نے کنوئیں میں تھوک دیا۔ کنوئیں کا پانی ابل کر باہر آ گیا اور زمین پر بہنے لگا شیخ نے وضو کرنے کے بعد اسے کہا' کہ میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم نے یہ مرتبہ کیسے حاصل کیا؟ اس نے کہا:

---

[1] یوسف بن اسمٰعیل نبہانی' علامہ: الدلالات الواضحات (مصطفیٰ البابی' مصر' طبع ثانیہ) ص ۲۲

[2] ایضاً: ص ۳

بِكَثْرَةِ الصَّلَاةِ عَلٰى مَنْ كَانَ إِذَا مَشٰى فِي الْبَرِّ الْأَقْفَرِ تَعَلَّقَتِ الْوُحُوْشُ بِأَذْيَالِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1]

اس ذات اقدس پر کثرت سے درود بھیجنے کی بدولت جو جنگل میں چلتے تو وحشی جانور ان کے دامن سے لپٹ جاتے۔ (ﷺ)

یہ سن کر شیخ نے قسم کھائی کہ میں دربار رسالت میں پیش کرنے کے لئے درود و سلام کی کتاب ضرور لکھوں گا۔

مشائخ عظام نہ صرف دلائل الخیرات کو بطور ورد پڑھتے رہے ہیں' بلکہ اپنے مشائخ سے باقاعدہ اجازت بھی حاصل کرتے رہے ہیں۔ علامہ نبہانی کے شیخ' علامہ حسن عدوی مصری اپنے حاشیہ "بلوغ المسرات علی دلائل الخیرات" میں فرماتے ہیں کہ اس کتاب کی فضیلت و شرافت کے لئے یہ امر کافی ہے کہ اس کی مقبولیت اور افادیت حیرت انگیز ہے اور بعض عارفین نے اسے حضور سید المرسلین ﷺ سے حاصل کیا ہے۔ چنانچہ سیدی محمد مغربی تلمسانی اور سیدی محمد اندلسی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے دلائل الخیرات حاصل کی۔[2]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دلائل الخیرات کی سند حضرت شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی۔[3]

حرمین شریفین میں علمی اور عملی کمالات کے جامع ایسے حضرات ہوئے ہیں جو نہ صرف دلائل الخیرات کے باقاعدہ عامل ہوتے تھے' بلکہ اہل محبت و معرفت ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے نسخوں کی تصحیح کرتے تھے اور ان سے اجازت بھی لیتے تھے' ایسے حضرات شیخ الدلائل کے محترم لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔

مولانا علامہ عبد الحی لکھنوی قدس سرہ ۱۲۸۱ھ میں دلائل کی تصحیح کے لئے مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل علی بن یوسف ملک الباشلی الحریری المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔[4]

---

[1] یوسف بن اسمٰعیل نبہانی' علامہ: الدلالات الواضحات ص ۱۰

[2] ایضاً ص ۸-۷

[3] احمد بن عبد الرحیم' شاہ ولی اللہ: الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ (طبع فیصل آباد) ص ۱۳۳

[4] عبد الحی لکھنوی' علامہ: نفع المفتی والسائل (مجتبائی' لاہور) ص ۱۱۷

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی قدس سرہ نے ۱۳۲۲ھ میں مسجد نبوی شریف کے امام شیخ الدلائل سید محمد سعید مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کو تین نشستوں میں باریک بینی سے دلائل الخیرات پڑھ کر سنائی اور تحریری اجازت حاصل کی۔ ۱ے

شیخ الدلائل مولانا عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲۸۳ھ میں حرمین شریفین پہنچے اور پچاس سال تک طالبان علم و عرفان کو سیراب کرتے رہے۔ ۲ے

۱۳۲۳ھ میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی حرمین شریفین حاضر ہوئے تو شیخ الدلائل سید امین ابن رضوان قدس سرہ سے اجازت و خلافت حاصل کی۔ ۳ے

۱۳۲۴ھ میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو شیخ الدلائل سید محمد سعید ابن علامہ سید محمد مغربی قدس سرہما نے آپ سے حدیث مسلسل بالاولیۃ سنی اور ان تمام علوم و فنون اور سلاسل کے اجازت و خلافت حاصل کی جن کی امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو اپنے مشائخ سے اجازت حاصل تھی۔ ۴ے یاد رہے کہ یہی وہ شیخ الدلائل ہیں جن سے علامہ نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۲۲ھ میں دلائل الخیرات کی اجازت حاصل کی تھی جیسے کہ چند سطور پہلے ذکر ہوا۔

نسخوں کا اختلاف

امام جزولی رحمہ اللہ تعالیٰ دلائل الخیرات کی تالیف کے بعد مسلسل نظر و فکر کرتے رہے، جونہی انہیں کوئی لفظ بہتر نظر آیا، انہوں نے پہلے لفظ کی جگہ وہ لکھ دیا، چونکہ لوگ کثرت سے نقلیں حاصل کیا کرتے تھے۔ کسی نے تبدیلی سے پہلے نقل حاصل کی اور کسی نے بعد میں، اس دلائل کے نسخے مختلف ہو گئے۔ تاہم معاملہ آسان ہے۔ ایک نسخہ بہتر ہے، تو دوسرا بہترین ہے۔ تاہم سب سے زیادہ قابل اعتماد نسخہ حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر خلیفہ ابو عبد اللہ محمد الصغیر السہلی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے، جو حضرت مصنف کے وصال سے آٹھ سال پہلے ۶ ربیع الاول ۸۶۲ھ/۱۴۵۸ء بروز جمعہ شریف مکمل ہوا، ۵ے اور اس پر حضرت مصنف کے دستخط بھی تھے۔ ۶ے علامہ فاسی اس نسخے کا حوالہ دیتے ہوئے العتیقہ (قدیمہ) السہلیہ اور کبھی المعتمدہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

۱ے یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ: الدلالات الواضحات ص ۵

۲ے محمود احمد قادری، مولانا شاہ: تذکرہ علمائے اہل سنت (سنی دار الاشاعت، فیصل آباد) ص ۱۷۸

۳ے ایضاً ص ۱۷۳

۴ے احمد رضا خاں بریلوی، امام: الاجازات المتینہ، رسائل رضویہ (طبع لاہور) ج ۱، ص ۳۳۳

۵ے محمد المہدی الفاسی، علامہ: مطالع المسرات ص ۹، ۱۰

۶ے یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ: الدلالات الواضحات ص ۱۳

شروح

دلائل الخیرات کی کئی شرحیں اور حواشی لکھے گئے ہیں، لیکن بقول حاجی خلیفہ علیہ الرحمہ معتبر ترین شرح فاسی کی ہے۔[1] چند شروح اور حواشی کے نام درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ **مطالع المسرات:** فاس، مراکش کے رہنے والے امام علامہ محمد المہدی الفاسی م ۱۰۵۲ھ نے پہلے کئی جلدوں میں عربی شرح لکھی، ایک جلد میں اس کا اختصار کیا۔ راقم نے اس کا اردو ترجمہ شروع کیا تھا نصف تک پہنچا تھا کہ اشعۃ اللمعات کے ترجمہ کا کام ذمے لگ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا عظیم کرم اور احسان ہے کہ اس نے اس فقیر کو مطالع المسرات کا ترجمہ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اشعۃ اللمعات کا ترجمہ محمد خان قادری زید مجدہ کی معاونت سے مکمل ہو گیا ہے۔

۲۔ **بلوغ المسرات علیٰ دلائل الخیرات:** علامہ نبہانی کے شیخ، علامہ حسن عدوی مصری رحمہما اللہ تعالیٰ کا حاشیہ ہے، بزبان عربی۔

۳۔ **شرح شیخ زروق مغربی رحمہ اللہ تعالیٰ** عربی ہے۔

۴۔ **مزرع الحسنات:** (فارسی)

۵۔ **الدلالات الواضحات:** علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی سابق رئیس **محکمۃ الحقوق**، بیروت نے دلائل پر مختصر حاشیہ لکھا ہے، جس میں مشکل الفاظ کے معانی اور نسخوں کا اختلاف بیان کیا ہے۔ ابتدا میں پندرہ فوائد پر مشتمل بہت ہی مفید مقدمہ لکھا ہے[2] جس میں ایمان افروز اکانوے خوابیں بیان کی ہیں اور سب سے آخر میں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ مبارکہ قواعد العقائد بھی شامل کر دیا ہے۔

پاک و ہند میں اس کے کئی تراجم بزبان اردو چھپے ہوئے ہیں۔[3] راقم نے بھی دلائل الخیرات کا اردو ترجمہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے امید ہے کہ اس مقدمہ کے ساتھ شائع ہو جائے گا۔ فقیر کو مرشد کریم مفتی اعظم پاکستان ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ اور جانشین مفتی اعظم مولانا اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی نے دلائل الخیرات کی اجازت عطا فرمائی تھی، اللہ تعالیٰ مجھے باقاعدگی کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۱۔ حاجی خلیفہ: کشف الظنون ج ۱، ص ۷۶۰
۲۔ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ: الدلالات الواضحات ص ۷
۳۔ عطاء الرحمٰن شروانی: ابتدائیہ دلائل الخیرات (مدینہ بک ڈپو، دہلی) ص ۲

ترتیب کتاب اور پڑھنے کا طریقہ

امام جزولی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ شریف اور خطبہ کے بعد مقصد تالیف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:
"اس کتاب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود پاک اور اس کے فضائل کا بیان کرنا مقصود ہے۔
ہم انہیں سندوں کا ذکر کئے بغیر بیان کریں گے تاکہ پڑھنے والے کے لئے یاد کرنا آسان ہو' اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنے والے کے لئے یہ اہم ترین مقاصد میں سے ہیں۔"

اس کے بعد ایک فصل میں درود پاک کے فضائل بیان کئے ہیں' جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں' کچھ فضائل اس مقالے کی ابتداء میں بیان کئے گئے ہیں۔

اسی فصل کے آخر میں امام جزولی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ جو حضرات آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہیں اور جو آپ کے بعد آئیں گے' وہ آپ کی بارگاہ میں درود شریف پیش کریں گے' تو آپ کے ہاں ان کا کیا حال ہوگا؟ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا:

أَسْمَعُ صَلَاةَ أَهْلِ مَحَبَّتِيْ وَأَعْرِفُهُمْ وَتُعْرَضُ عَلَيَّ صَلَاةُ غَيْرِهِمْ عَرْضًا۔

"ہم اپنی محبت والوں کا درود شریف سنتے ہیں اور انہیں پہچانتے ہیں اور دوسروں کا درود شریف ہم پر پیش کیا جاتا ہے۔"

اللہ اللہ! کیا خوش قسمتی ہے' ان محبین کی' جن کا درود پاک سرور دوعالم ﷺ بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں' اگر وہ اس مقصد کے لئے اپنا سب کچھ بھی لٹا دیں تو ہیچ ہے۔ حافظ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

جاں می دہم در آرزو' اے قاصد آخر باز گو　　در مجلس آں نازنیں حرفے کہ از ما می رسد

میں اس آرزو میں جان دیتا ہوں' اے قاصد! ہمیں اتنا تو بتا دے کہ اس بارگاہ ناز میں ہماری کونسی بات پہنچتی ہے۔

اس کے بعد امام جزولی نے حضور نبی اکرم ﷺ کے دو سو ایک اسماء مبارکہ بیان کئے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہر اسم مبارک سے پہلے سیدنا کا اضافہ کیا جائے اور ہر اسم مبارک کے ساتھ درود شریف پڑھا جائے۔ اس مسئلے پر علامہ نبہانی نے الدلالات الواضحات میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔

علامہ شیخ ابو عمران زناتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تلاش اور جستجو کے بعد دو سو ایک اسماء مبارکہ جمع کئے۔ وہی اسماء مبارکہ اسی ترتیب کے ساتھ حضرت فاضل مصنف نے نقل کر دیئے ہیں۔ یہ مبارک نام پوری کتاب میں متفرق مقامات پر مذکور ہیں' ابتداء میں یکجا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی عظمت و جلالت کا پتا چلے' آپ کی محبت و تعظیم کو جلا ملے اور بارگاہ رسالت میں بکثرت درود شریف پیش کرنے کا شوق پیدا ہو۔ امام سخاوی نے القول البدیع

میں ساڑھے چار سو سے زیادہ' امام سیوطی نے' تقریباً پانچ سو' امام زرقانی نے شرح مواہب میں آٹھ سو سے زیادہ اور علامہ نبہانی نے ایک قصیدے میں آٹھ سو تیس اسماء شریفہ بیان کئے ہیں۔ [1] جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء و رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اسماء مبارکہ کے بعد بیت اللہ شریف اور روضۂ مبارکہ کی تصویر ہے' تاکہ ان کی زیارت سے آنکھیں لطف اندوز ہوں اور ان کا تصور نظروں میں جمایا جا سکے۔

اس کے بعد کتاب آٹھ حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ ہر حصے کو حزب کا نام دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے' تو ہر روز پوری دلائل الخیرات پڑھی جائے' نہیں تو دو دن یا چار دن میں پڑھی جائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ہفتے میں مکمل کی جائے۔ پیر کے دن کَیْفِیَّۃُ فَضْلِ الصَّلَاۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے شروع کی جائے' آئندہ پیر کو آٹھواں حزب پڑھ کر اسی دن پہلا حزب پڑھا جائے درود شریف کے فضائل اور اسماء مبارکہ ہر روز پڑھے جائیں تو بہتر' ورنہ کبھی کبھی پڑھ لیں تاکہ ذوق و شوق میں ترقی ہو۔

آداب

بندۂ مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرائض و واجبات' تلاوت قرآن کریم' ذکر الٰہی اور اتباع سنت کے بعد سب سے زیادہ اہم وظیفہ درود پاک ہے' جس کے دنیاوی اور اخروی بے شمار فوائد ہیں۔ دلائل الخیرات کی برکتیں حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان' اللہ تعالیٰ کے احکام بجالائے۔ سرکار دوعالم ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہو' بندوں کے حقوق ادا کرے' مسواک کے ساتھ وضو کرے' پاک صاف کپڑے پہنے' خوشبو لگائے' قبلہ رخ بیٹھ کر پورے دھیان اور اخلاص کے ساتھ دلائل الخیرات شریف پڑھے۔

دلائل الخیرات کے بعض قدیم نسخوں میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود شریف پیش کرنے والے کا مقصد' اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل' حضور نبی کریم ﷺ کی تصدیق' آپ کی محبت' آپ کے دیدار کا شوق اور آپ کے عظیم مرتبہ کی تعظیم ہونا چاہیے اور یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ آپ ان تمام امور کے مستحق ہیں۔ [2]

---

[1] یوسف بن اسمٰعیل نبہانی' علامہ: الدلالات الواضحات ص ۱۵ - ۲۱

[2] محمد المہدی الفاسی' علامہ: مطالع المسرات ص ۱۵۵

درود شریف کا فائدہ صرف پڑھنے والے کو ملتا ہے یا نبی اکرم ﷺ کو بھی فائدہ ہوتا ہے؟ اس بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت علامہ عبد الرحمٰن بن محمد الفاسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں بڑی عمدہ بات کہی ہے' وہ فرماتے ہیں:

"ادب یہ ہے کہ انسان یہ ارادہ کرے کہ صرف مجھے ہی فائدہ ہے' جہاں تک اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا تعلق ہے تو اس کی کوئی حد نہیں ہے۔" [۱]

(اس طرح علماء کے اقوال میں اختلاف نہیں رہے گا۔)

شیخ محقق' برکۃ المصطفیٰ فی الہند' شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"اگر تمہیں خواب میں حضور سرور عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے' تو درود پاک پڑھتے وقت آپ کی بے مثل صورتِ مقدسہ کا تصور کرو اور اگر یہ سعادت حاصل نہیں ہے تو یہ تصور کرو کہ گویا حضور سید عالم ﷺ اپنی حیات ظاہرہ میں تشریف فرما ہیں' اور میں تمام تر تعظیم و اجلال' ہیبت اور حیاء کے ساتھ آپ کی زیارت کرتے ہوئے درود شریف پیش کر رہا ہوں۔

یاد رہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ دیکھ رہے ہیں' اور تمہارا کلام سن رہے ہیں' کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ موصوف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ (جو میرا ذکر کرتا ہے' میں اس کے قریب ہوتا ہوں) حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے اس صفت سے کامل حصہ ہے۔ اور اگر یہ کیفیت بھی پیدا نہیں ہوتی اور تم نے روضۂ مبارکہ کی زیارت کی ہوئی ہے' تو اس کا تصور کر کے یہ خیال کرو کہ میں حضور سید عالم ﷺ کے سینۂ اقدس کے سامنے کھڑا ہوں' اور اگر روضۂ شریفہ کی زیارت بھی نہیں کی' تو اس تصور کے ساتھ ہمیشہ درود پڑھتے رہو کہ آپ سن رہے ہیں اور پورے حضور قلب کے ساتھ درود شریف پڑھو' کیونکہ حضور قلب کے بغیر عمل کی وہ حیثیت ہے' جو بے روح جسم کی ہوتی ہے۔ (ملخصاً) [۲]

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے حبیب اکرم ﷺ کی سچی محبت' اطاعت اور یاد کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری دین و دنیا کی حاجتیں بر لائے۔ آمین!

---

[۱] محمد المہدی الفاسی' علامہ: مطالع المسرات ص: ۱۵۵

[۲] عبد الحق محدث دہلوی' شیخ محقق: مدارج النبوت فارسی (طبع سکھر) ج ۲' ص ۶۲۲ - ۶۲۱

شارح دلائل الخیرات

دلائل الخیرات صلوٰۃ و سلام کا ایسا مجموعہ ہے جسے دنیا بھر کے اہل محبت بطور وظیفہ پڑھتے ہیں' بعض حضرات کو تو اس سے اتنا شغف ہے کہ انہوں نے پوری دلائل الخیرات حفظ کر رکھی ہے۔

حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں صلوٰۃ و سلام کے سلسلے میں یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں سے ایک آیت ہے (آیَۃٌ مِّنْ آیَاتِ اللّٰہِ) مشرق و مغرب' خصوصاً روم کے شہروں میں اسے باقاعدہ پڑھا جاتا ہے [۱]

چونکہ حضرت مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ سے بہت لوگوں نے اسے روایت کیا' اس لئے اس کے نسخوں میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے' علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الدلالات الواضحات" میں دلائل الخیرات کے حاشیہ میں نسخوں کا اختلاف بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے' نیز انہوں نے مبسوط مقدمہ بھی لکھا ہے۔ دلائل الخیرات کے نامور شارح علامہ محمد مہدی فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اپنی شرح میں جا بجا نسخوں کا اہتمام کرتے ہیں' معتبر ترین نسخہ وہ ہے جسے شیخ ابو عبد اللہ محمد صغیر سہلی نے روایت کیا ہے' وہ صاحب دلائل حضرت شیخ محمد بن سلیمان جزولی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اکابر شاگردوں میں سے تھے' حضرت شیخ جزولی نے اپنی وفات سے آٹھ سال پہلے ۴ ربیع الاول ۸۶۲ھ بروز جمعہ صبح چاشت کے وقت اس نسخے کی تصحیح مکمل کی تھی [۲] شارح علامہ مطالع المسرات میں جگہ جگہ نسخہ سہلیہ کا حوالہ دیتے ہیں' اس سے یہی نسخہ مراد ہے۔ دلائل الخیرات کے مطبوعہ نسخوں کا شمار کرنا بہت مشکل ہے' اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں' ان میں سے معتمد ترین شرح یہی ہے جس کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

امام علامہ محمد مہدی بن احمد بن علی بن یوسف الفاسی القصوی [۳] المالکی ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰۹ھ / ۹۸-۱۶۹۷ء میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے [۴] زرکلی نے بھی علامہ فاسی کی تاریخ وفات ۱۱۰۹ھ لکھی ہے [۵] حاجی

۱۔ حاجی خلیفہ: کشف الظنون (طبع بغداد شریف) ج ۱ ص ۷۵۹

۲۔ حاجی خلیفہ: کشف الظنون (طبع بغداد شریف) ج ۱ ص ۶۰-۷۵۹

۳۔ حاجی خلیفہ: کشف الظنون (طبع بغداد شریف) ج ۱ ص ۷۵۹

۴۔ خیر الدین زرکلی: الاعلام (طبع بیروت) ج ۷ ص ۳۱۱

۵۔ اسماعیل پاشا بغدادی: ھدیۃ العارفین (طبع بغداد) ج ۲ ص ۲۸۵

خلیفہ نے ان کی تاریخ وفات ۱۰۵۲ھ لکھی ہے ۔[1] یہ تاریخ صحیح معلوم نہیں ہوتی' اس کے مطابق علامہ محمد مہدی فاسی کی عمر صرف انیس سال بنتی ہے' جب کہ ان کی کتاب مطالع المسرات ان کے تبحر علمی پر شاہد ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عمر کہیں زیادہ تھی۔ عمر رضا کحالہ نے ان کی تاریخ وفات ۸۷۹ھ / ۱۴۸۴ء لکھی ہے ۔[2] یہ ان کی پیدائش سے بھی پہلے کی تاریخ ہے' پھر اس بیان کے مطابق سن ہجری اور عیسوی میں بھی موافقت نہیں ہے' سن ۸۷۹ھ کے مقابل سن عیسوی ۱۴۷۴ء اور ۱۴۷۵ء ہے' دیکھئے جوہر تقویم ۔[3]

حضرت علامہ کی دو نسبتیں ہیں (۱) فاسی علامہ سمعانی نے لکھا ہے کہ فاس مغرب کے اخیر میں ایک شہر ہے جو سبتہ کے قریب ہے' یہ بڑا شہر ہے جس میں نیک لوگ رہتے ہیں اور اکثر و بیشتر حافظ قرآن ہیں' یہ لوگ امام مالک کے مذہب پر ہیں۔ یہ شہر اندلس کے کنارے پر واقع ہے ۔[3]

دوسری نسبت قصری ہے' اس کے متعلق علامہ سمعانی کا بیان ہے کہ یہ سمندر کے کنارے پر حیفا اور قیساریہ کے درمیان ایک جگہ ہے ۔[5]

حضرت علامہ فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات زندگی کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکے' تاہم مطالع المسرات کے مطالعہ سے ان کے تبحر علمی' وسعت مطالعہ اور صرف و نحو' لغت' حدیث و تفسیر اور تاریخ پر ان کی وسیع نظر کا پتا چلتا ہے' نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ علمی خاندان کے فرد فرید تھے' اس شرح میں اپنے نانا شیخ ابوالعباس احمد بن شیخ ابوالمحاسن یوسف الفاسی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حوالہ دیتے ہیں (دیکھئے مطالع المسرات عربی ص ۲۹۶ اور ص ۳۲۹)

دلائل الخیرات کی شرح کرتے ہوئے ان کے سامنے اس کے متعدد نسخے تھے' ایک جگہ نسخہ سہلیہ کا حوالہ دینے کے بعد سات نسخوں کا حوالہ دیتے ہیں (مطالع المسرات عربی ص ۳۸۵)

حضرت علامہ فاسی نے پہلے دلائل الخیرات کی مبسوط شرح لکھی تھی' پھر کچھ حضرات کے مطالبے پر مختصر شرح لکھی ۔[6] جب کہ اسماعیل پاشا بغدادی کے مطابق انہوں نے تین شرحیں لکھی تھیں' مبسوط' متوسط اور مختصر ۔[7]

---

[1] حاجی خلیفہ:	کشف الظنون ج ۱' ص ۷۵۹
[2] عمر رضا کحالہ:	معجم المؤلفین (طبع بغداد) ج ۱۳' ص ۳۶
[3] عبد الکریم بن محمد سمعانی' امام:	الانساب (طبع دکن) ج ۱۰' ص ۱۳۲ - ۱۳۱
[4] ایضاً:	ج ۱۰' ص ۴۳۱
[5] ضیاء الدین لاہوری:	جوہر تقویم (طبع لاہور) ص ۶۶
[6] محمد مہدی فاسی' علامہ:	مطالع المسرات عربی (طبع فیصل آباد) ص ۲
[7] اسماعیل پاشا بغدادی:	ہدیۃ العارفین ج ۲' ص ۲۸۵

ان کی تصانیف کے اسماء حسب ذیل ہیں:

۱۔ شرح دلائل الخیرات (مبسوط)

۲۔ شرح دلائل الخیرات (متوسط)

۳۔ شرح دلائل الخیرات (مختصر) غالباً ہمارے پیش نظر متوسط شرح ہے۔

۴۔ **ممتع الاسماع فی مناقب الجزولی و من له من الاتباع**: صاحب دلائل حضرت شیخ محمد بن سلیمان جزولی' ان کے مریدین اور شاگردوں کا تذکرہ

۵۔ **الالماع بعض من لم یذکر فی ممتع الاسماع**: حضرت شیخ جزولی کے ان شاگردوں اور مریدوں کا تذکرہ جن کا ذکر **ممتع الاسماع** میں نہیں آیا۔

۶۔ **تحفة اهل الصديقية فی الطائفة الجزولية والزروقية**

۷۔ **تحفة الناسک بالمهم من المناسک**

۸۔ **الجواهر الصفية فی المحاسن اليوسفية**

۹۔ **داعی الضرب فی انساب العرب**

۱۰۔ **الدرة الغرّاء فی وقف القراء**

۱۱۔ **الرضاعة الطبية فی الذب عن اهل الفحفية**

۱۲۔ **روضة المحاسن الزهية بمآثر الشيخ ابی المحاسن البهية**

۱۳۔ **سمط الجواهر الفاخر من مفاخر النبی الاول والآخر**

۱۴۔ **سيرة النبوية (صغرٰی)**

۱۵۔ **سيرة النبوية (اوسط)**

۱۶۔ **سيرة النبوية (كبرٰی)**

۱۷۔ **شفاء العلة من انتشاع السحابة عن حكم السكران**

۱۸۔ **اول الملة فی تنزيه الصحابة**

۱۹۔ **عوارف المنة فی عوارف سيدی محمد بن عبد الله محيی السنة**

۲۰۔ **اللمعة الخطيرة فی مسئلة خلق افعال العباد المشيرة**

۲۱۔ **معونة الناسک بالضرور المناسک**[1]

---

[1] اسماعیل پاشا بغدادی: ہدیۃ العارفین۔ ج ۲' ص ۳۸۵ ۔ ۳۸۳

مطالع المسرات سے چند اقتباسات

علامہ فاسی علم کا بحر ناپیدا کنار ہیں، جس موضوع پر گفتگو فرماتے ہیں آمد ہی آمد ہے، آورد کا نشان نہیں ہے، چند حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی یکتائی

دلائل الخیرات کے ایک جملے کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تیری بارگاہ میں میری دعا ہے کہ مجھے وہ نور بصیرت عطا فرما کہ میں گواہی دوں کہ تو اپنی بادشاہی میں یکتا ہے، میں جان لوں کہ تو ہی عبادت کے لائق ہے، تجھ ہی سے امید رکھنا چاہیے، تجھ ہی سے ڈرنا چاہیے، تیری نافرمانی نہیں بلکہ تیری ہی اطاعت کی جانی چاہیے، تجھے فراموش نہیں کرنا چاہیے، بلکہ تیرا ہی ذکر کرنا چاہیے، تیرے ماسوا ہر شے باطل ہے (فی حد ذاتہٖ معدوم ہے) مجھے یا تیری مخلوق میں سے کسی بھی فرد کو جو بھی نعمت ملی وہ صرف تیری طرف سے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم تیرے غیر سے نہ ڈریں، تیرے غیر سے امید نہ رکھیں، تیرے غیر سے محبت نہ رکھیں، تیرے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کریں، تیرے سوا کسی کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوں، تیرا شکر ادا کریں، تیرے ناشکر گزار نہ بنیں اور ہر حال میں تجھ سے راضی رہیں[1]

آفتاب نبوت و رسالت

وَشَمْسُ النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ کی شرح میں فرماتے ہیں:

وہ ذات اقدس جن کی نبوت و رسالت سورج کی طرح ہے، اس سلسلے میں سورج کے ساتھ تشبیہ دینے کی دو وجہیں ہیں:

(ا) سورج میں نور قوی ہے، نبی اکرم ﷺ نوروں کے نور، رازوں کے راز، دنیا و آخرت میں خلیفہ اعظم ہیں، آپ ہی کے علم کا فیض تمام مخلوق کو ملا ہے، آپ ہی کے اخلاق سے سب مخلوق مستفید ہوئی

---

[1] محمد مہدی فاسی، امام: مطالع المسرات عربی، ص ۳۵۰

ہے۔ آپ تمام انبیاء و رسل کے سردار، تمام مخلوق کے امام اور تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں، آپ ہی وسیلہ، بلند درجہ اور مقام محمود کے مالک ہیں، آپ ہی کو تمام نعمتیں عطا کی گئیں، آپ ہی کو جود و کرم کے حلے پہنائے گئے، محبت عظمیٰ کا مقام آپ کے ساتھ مخصوص ہے، آپ ہی تمام مخلوق کے لئے رسول مطلق ہیں، لہٰذا آپ ہی نورانیت کے آفتاب ہیں اور آپ ہی کی چمک دمک کا غلبہ ہے۔

(۲) ستارے جو بندوں کے ہدایت پانے اور آسمان دنیا کی زینت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، وہ اسی آفتاب نبوت سے فیض یاب ہیں اور اسی سے نور کی بھیک لیتے ہیں، اور جتنے بھی باکمال مرکز انوار و اسرار، ہدایت کے نشان اور وجود کی زینت ہیں، وہ سب نبی اکرم ﷺ سے مدد لیتے ہیں اور آپ ہی کے نور اور علم و حکمت سے اکتساب فیض کرتے ہیں، قصیدہ بردہ کے دو شعر پڑھے، جن کا ترجمہ ہے:

رسولان گرامی جتنے معجزے لائے، وہ آپ ہی کے نور سے انہیں ملے، وہ سب رسول اللہ سے طلب کرتے ہیں، سمندر کا ایک چلو یا تیز بارش کا ایک چھینٹا، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کی نسبت دوسرے انبیاء و مرسلین کے ساتھ وہی ہے جو سورج کو دوسرے ستاروں سے ہے، لہٰذا آپ نبوت و رسالت کا آفتاب ہیں اور دوسرے انبیاء ستارے ہیں [1]

نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت

علامہ فاسی فرماتے ہیں:

اکرم ﷺ کی خصوصیت کو حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے نہیں جانا، اس کی طرف متوجہ کرتے ے سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، مجھے حقیقتاً میرے رب کے سوا کسی نے نہیں پہچانا، اسی فضیلت کی بنا پر اولوالعزم رسولوں مثلاً حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ ہمیں اپنے حبیب ﷺ کی امت میں سے بنادے [2]

[1] محمد مہدی فاسی، امام: مطالع المسرات عربی، ص ۴۳

[2] ایضاً: ص ۱۲۹

اول خلق

چند احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

یہ احادیث نبی اکرم ﷺ کے اول (علی الاطلاق) اور تمام مخلوقات سے پہلے ہونے پر دلالت کرتی ہیں [۱]

قاسم نعمت ﷺ

مستدرک حاکم کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے: "اَللّٰهُ يُعْطِيْ وَاَنَا اَقْسِمُ" اس کے بعد فرماتے ہیں:

آپ تمام عالم میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں، اس کی بارگاہ کا واسطہ ہیں اور اس کے انعامات اور عطیات کے تقسیم کرنے والے ہیں، پس جسے بھی عالم وجود میں رحمت حاصل ہوئی یا جسے بھی دنیا و آخرت، ظاہرو باطن، علوم و معارف اور طاعتوں کا رزق ملا، وہ آپ ہی کے ہاتھوں اور آپ ہی کے واسطے سے ملا، آپ ہی جنتیوں میں جنت تقسیم فرمائیں گے، اسی لئے نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے علماء نے یہ خصوصیت شمار کی ہے کہ آپ کو خزانوں کی چابیاں دی گئیں [۲]

دیدار مصطفیٰ ﷺ

حضرت شیخ جزولی نے ایک جگہ دعا کی ہے: "وَلَا تُفَرِّقْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهٗ" علامہ فاسی فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں قیامت میں اپنے حبیب ﷺ کا ایسا قرب عطا فرما کہ جدائی نہ ہو۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

سیاق کلام سے یہی معنی فہم کے قریب ہے، بعض اوقات اس کا یہ مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ دنیا و آخرت میں ہمیں قرب اور اتصال عطا فرما، دنیا میں روح اور بصیرت (دل کی بینائی) کے ساتھ اور آخرت میں جسم و جان اور ظاہر و باطن کی بصارت و بصیرت کے ساتھ [۳]

۱۔ محمد مہدی فاسی، امام — مطالع المسرات عربی، ص ۳۳۱ - ص ۳۳۵
۲۔ ایضاً — ص ۳۳۶
۳۔ ایضاً — ص ۳۴۳

اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ کے دیدار کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی ہے، جو لائق مطالعہ ہے۔

مختصر یہ کہ علامہ فاسی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کی محبت سے سرشار اور علم و فضل کا قلزم ذخار تھے، ان کے قلم کی جولانیوں کو دیکھ کر اہل محبت و عقیدت پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ دلائل الخیرات ایسے ارمغانِ عشق و مستی کی شرح کرنے کے لئے ایسے ہی شارح کی ضرورت تھی، یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ مقبولیت بھی اسی شرح کو حاصل ہوئی۔

کچھ ترجمہ کے بارے میں

پندرہ سولہ سال پہلے بعض احباب کے اصرار پر راقم الحروف نے مطالع المسرات کا ترجمہ شروع کیا، مجھے اعتراف ہے کہ اس کتاب کے ترجمہ کے لئے جس پائے کا صاحب علم و قلم اور صاحب حال مترجم ہونا چاہئے تھا، راقم اس معیار کا حامل نہیں ہے، لیکن یہ سوچتے ہوئے کام شروع کر دیا کہ اسی بہانے درود و سلام کے ساتھ ایک گونہ تعلق رہے گا، نیز بہت سے اصحاب عشق و محبت اور دلائل الخیرات شریف کا باقاعدہ ورد رکھنے والے صاحبان حال کی دعائیں میسر ہوں گی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ترجمہ شروع کر دیا ابھی نصف کتاب کا ترجمہ کیا تھا کہ مشکوٰۃ شریف کی شرح اشعۃ اللمعات کے مترجم حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ سابق خطیب داتا دربار، لاہور رحلت فرما گئے، فرید بک سٹال، لاہور کے مالک اور اہل سنت و جماعت کے بہت بڑے ناشر جناب سید اعجاز احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا محمد منشا تابش قصوری، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے تقاضے اور اصرار پر اشعۃ اللمعات کا ترجمہ شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اردو ترجمہ کی چوتھی اور پانچویں جلد مکمل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اشعۃ اللمعات کے ترجمہ کی چھٹی جلد کا کام مولانا مفتی محمد خان قادری، ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ، رفیع روڈ، لاہور کے سپرد کیا، اس پر نظر ثانی کا کام مولانا حافظ محمد شاہد اقبال اور راقم الحروف نے کیا، الحمد للہ! چھٹی جلد بھی چھپ گئی ہے، ساتویں اور آخری جلد کا کام جاری ہے۔ اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے "البریلویۃ" کے جواب میں عربی کتاب "من عقائد اہل السنہ" مکمل کی اور اسے شائع کیا، نیز امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے عربی دیوان کی پروف ریڈنگ اور اشاعت دو سال کی محنت شاقہ کے ساتھ کی، یہ دیوان جامعہ ازہر کے فاضل استاذ جناب سید حازم محمد احمد المحفوظ نے ترتیب دیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ اسی دوران مخدومی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور جناب یمین الدین حقی (ماڈل ٹاؤن، لاہور) کی فرمائش پر حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی بابرکت کتاب "تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف" عربی کا اردو ترجمہ کیا، افسوس کہ یہ عربی کتاب تاہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

عزیز القدر ممتاز احمد سدیدی جامعہ ازہر شریف جانے سے پہلے مکتبہ نوریہ رضویہ' لاہور کے مالک جناب سید شجاعت رسول قادری کو مشورہ دیتے گئے کہ آپ مطالع المسرات کا ترجمہ مکمل کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً والد صاحب سے تقاضا کرتے رہیں' شاہ صاحب نے ایسا ہی کیا' آتے جاتے جہاں ملاقات ہوتی یاد دہانی کراتے رہتے' چنانچہ راقم نے اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد پر بھروسہ کرتے ہوئے سالہا سال کے وقفے کے بعد پھر ترجمہ شروع کر دیا' اللہ تعالیٰ کے فضل خاص اور سرکار دوعالم ﷺ کی توجہات عالیہ کی بدولت یہ ترجمہ ۲۷ رمضان ۲۹ جنوری ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۹ء کو مکمل ہو گیا' اس پر یہ فقیر اپنے رب کریم جل شانہ کا جتنا بھی شکریہ ادا کرے کم ہے۔

حضرت شارح جگہ جگہ صرفی اور نحوی بحثیں بکثرت لاتے ہیں' ابتدا میں تو راقم ان ابحاث کو غیر ضروری خیال کرتے ہوئے ترک کرتا رہا' کیونکہ قارئین کو ان ابحاث سے زیادہ دلچسپی نہیں ہو گی' لیکن آخری نصف کا ترجمہ کرتے ہوئے ان ابحاث کا بھی ترجمہ کرتا گیا۔

مولانا حافظ محمد شاہد اقبال امام و خطیب جامع مسجد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ' اندرون بھاٹی دروازہ' لاہور نے بڑی محنت کے ساتھ اس کی پروف ریڈنگ کی اور فہرست تیار کی' اس طرح یہ مبارک کتاب مکتبہ نوریہ رضویہ' لاہور اور مکتبہ قادریہ' لاہور کے تعاون سے شائع ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے' اللہ تعالیٰ اس کار خیر میں تعاون کرنے والے تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

صلوٰۃ البیر

حضرت مولانا صوفی محمد فاروق رحمانی رحمہ اللہ تعالیٰ (کراچی) نے ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء میں دلائل الخیرات کا ایک نسخہ بہت عمدہ خط کے ساتھ چھپوایا تھا' اس نسخہ میں منزل ہفتم' بروز پیر ص ۲۹۳ پر صلوٰۃ بیر کی نشاندہی کی گئی ہے' اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ سید سلیمان جزولی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب دلائل وضو کرنے کے لئے ایک کنوئیں پر تشریف لے گئے' لیکن یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے کہ وہاں نہ ڈول ہے اور نہ رسی' اتنے میں قریب کے مکان سے ایک لڑکی نے آ کر کنوئیں میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا' کنوئیں کا پانی جوش مارتا ہوا باہر ابل پڑا' حضرت شیخ نے وضو کیا اور اس لڑکی سے اس کرامت کا راز پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں یہ درود شریف پڑھا کرتی ہوں' وہ درود شریف یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً دَائِمَةً مَّقْبُوْلَةً تُؤَدِّيْ بِهَا عَنَّا حَقَّهُ الْعَظِيْمَ۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَ نَبِیِّہٖ وَ مَظْہَرِ اِسْمِہِ الْاَعْظَمِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ عِتْرَتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّہٗ

۳۔ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

۱۸۔ جون ۱۹۹۹ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

خادم حدیث شریف

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تعارف مترجم مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات

نام — محمد عبد الحکیم شرف قادری

ولدیت — مولوی اللہ دتا ابن صوفی نور بخش رحمہما اللہ تعالیٰ

مسلک و مذہب — اہل سنت و جماعت، حنفی، ماتریدی

مشرب — قادری [1]

تاریخ پیدائش — ۲۴/ شعبان ۱۳۶۳ھ ـ ۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء

جائے پیدائش — مرزا پور، ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب، انڈیا)

تعلیم:

پرائمری — ۱۹۵۰ء ـ ۱۹۵۵ء

ابتدائی کتب علوم دینیہ — ۱۹۵۵ء ـ ۱۹۵۷ء جامعہ رضویہ، فیصل آباد

متوسط کتب درس نظامی — ۱۹۵۸ء ـ ۱۹۶۱ء جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

منتہی کتب درس نظامی — ۱۹۶۱ء ـ ۱۹۶۳ء جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال (ضلع خوشاب)

جامعہ امدادیہ مظہریہ میں مندرجہ ذیل علوم کی تحصیل کی:

فقہ ... اصول فقہ ... منطق ... فلسفہ ... ہیئت ... ہندسہ ... نحو ... عقائد ... تفسیر ... حدیث ...

اسی دوران ۱۹۶۳ء میں تین ماہ دار العلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف میں "سراجی، حماسہ اور شرح وقایہ" پڑھیں۔

آئندہ سطور میں ہم حضرت موصوف کے جلیل القدر اساتذہ کی مختصر فہرست پیش کرتے ہیں:

- ☆ استاذ الاساتذہ ملک المدرسین حضرت علامہ مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ
- ☆ استاذ العلماء، شارح بخاری حضرت مولانا علامہ غلام رسول رضوی مدظلہ العالی
- ☆ مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی
- ☆ حضرت علامہ مولانا حافظ احسان الحق رحمہ اللہ تعالیٰ
- ☆ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی مدظلہ العالی
- ☆ حضرت علامہ مولانا سید منصور حسین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ
- ☆ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امین نقشبندی مدظلہ العالی
- ☆ حضرت علامہ مولانا محمد شمس الزماں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

---

[1] سلسلہ عالیہ قادریہ میں مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ (حمزہ قادری)

علمی خدمات:

صاحب تذکرہ نے متعدد علمی، تاریخی اور ادبی موضوعات پر معرکۃ الآرا، تصانیف قلمبند کی ہیں۔ مثلاً:
عقائد۔ حدیث۔ اخلاق۔ سیرت و فضائل۔ افتاء۔ نحو۔ منطق۔ تاریخ۔ تنقید اور تاریخ اسلام کی عظیم الشان شخصیات، تذکرہ اور مختلف تصانیف۔

علاوہ ازیں اردو میں نہایت دل پسند اور عام فہم تراجم بھی تحریر فرمائے ہیں:

☆ علامہ نبہانی کی کتاب "الشرف المؤبد" کا ترجمہ "برکات آلِ رسول"

☆ علامہ عبد الغنی نابلسی کے رسالہ مبارکہ "کشف النور عن اصحاب القبور" کا ترجمہ "مزارات اولیاء پر چادر چڑھانا"

☆ حضرت علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی (کویت) مدظلہ العالی کی تصنیف "ادلۃ اہل السنۃ والجماعۃ" کا ترجمہ "اسلامی عقائد"۔

☆ شیخ محقق علامہ عبد الحق محدث دہلوی کی تصنیف "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ" فارسی کے اردو ترجمہ کی جلد چہارم، پنجم، ششم اور ہفتم --- حضرت شیخ ہی کی غیر مطبوعہ تصنیف "تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ و التصوف" کا اردو ترجمہ کیا۔

☆ حضرت شیخ محمد صالح فرفور (دمشق) رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف لطیف "من نفحات الخلود" عربی کا اردو ترجمہ "زندۂ جاوید خوشبوئیں" کیا۔

☆ حضرت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی کی تصنیف مبارک "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الصغویٰ" فارسی کا اردو ترجمہ "شفاعت مصطفیٰ ﷺ" کے نام سے کیا۔ نیز آپ نے علامہ فضل حق امام خیر آبادی کی منطق میں مشہور درسی کتاب "المرقاۃ" پر "الرضاۃ" کے نام سے عربی میں حاشیہ لکھا۔ ان کے علاوہ فقہ اور اخلاق سے متعلق فارسی کی بعض کتابوں پر اردو میں حواشی لکھے:

☆ سید یوسف حسینی راجا کی کتاب "تحفہ نصائح"

☆ شیخ علی رضا کی کتاب "بدائع منظوم"

☆ شیخ سعدی شیرازی کی کتاب "کریما"

☆ شیخ شرف الدین کی کتاب "نام حق"

☆ میر سید شریف جرجانی کی کتاب "نحو میر" (نحو کی مشہور کتاب)

ان تمام کتب پر آپ نے گراں قدر حواشی لکھے۔

"من عقائد اھل السنۃ" کا اردو ترجمہ "عقائد و نظریات" کے نام سے کیا ہے۔

مشہور غیر مقلد احسان الٰہی ظہیر نے "البریلویہ" لکھ کر اہل سنت و جماعت کی کردار کشی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور غیر ملکی امداد کی بناء پر "البریلویہ" کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی۔

ہمارے ممدوح حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے اس کے جواب میں اردو تصنیف "اندھیرے سے اجالے تک" لکھی جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ علیہ پر لگائے گئے اتہامات کا علمی اور تحقیقی انداز میں جواب دیا۔ "شیشے کے گھر" لکھ کر بتایا کہ غیر مقلدین کے اکابر کس طرح انگریز نوازی میں غرق تھے۔ اور بعد میں ان دونوں کتابوں کو یکجا کر کے "البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ" کے نئے نام سے شائع کیا۔

کتاب "من عقائد اہل السنۃ" (عربی) لکھ کر اہل سنت و جماعت کے ان عقائد کو قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے ارشادات کی روشنی میں مدلل طور پر بیان کیا ہے، جن کو احسان الٰہی ظہیر نے "البریلویہ" میں تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔ اس کتاب "من عقائد اہل السنۃ" کا اردو ترجمہ چھپ چکا ہے۔ اللہ رب العزت اسے عوام و خواص کے لئے باعث نفع اور مخالفین کے لئے باعث ہدایت بنائے، روشن اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین!)

پیش نظر کتاب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات اسلامی لٹریچر میں وہ اہم کتاب ہے جسے سرکار دوعالم ﷺ کے محبین آنکھوں سے لگاتے ہیں، علامہ شرف قادری نے طویل عرصہ پہلے اس کا اردو ترجمہ شروع کیا تھا، پھر اشعۃ اللمعات (فارسی) کے ترجمہ (چوتھی جلد سے آخر تک) کا کام شروع ہو گیا، "من عقائد اہل سنۃ" عربی کی تالیف اور اشاعت کا کام درمیان میں آ گیا، اور مطالع المسرات کا ترجمہ جو آدھا ہو چکا تھا، رک گیا، میں جامعہ ازہر، قاہرہ جاتے ہوئے، سید شجاعت رسول قادری، مالک نوریہ رضویہ پبلیکیشنز، لاہور کو مشورہ دے آیا تھا کہ آپ علامہ شرف قادری سے تقاضا کرتے رہیں گے تو یہ ترجمہ مکمل ہو جائے گا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، الحمد للہ! کہ سید صاحب نے اس نسخے پر عمل کیا اور اس کا خاطر خواہ فائدہ ہوا، جو آپ کے سامنے ہے۔

آپ محدث، محقق، مدرس و مصنف اور شارح کی بلند مسند پر فائز ہیں۔ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ آخر میں اہل سنت و جماعت کے عظیم الشان دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لے آئے۔ آپ عرصہ ۳۳ سال سے درس و تدریس میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اس طویل عرصہ میں حدیث، تفسیر، فقہ، عقائد، اصول فقہ، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، ہیئت، بلاغت، قدیم ادب عربی، اور فارسی پڑھانے میں مصروف رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی علمی، عملی، ادبی اور مجاہدانہ خدمات سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کا سایہ صحت و تندرستی کے ساتھ ہمارے سروں پر دراز فرمائے۔ آمین! و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد و علی آلہ و اصحابہ و سلم۔

آپ کے دریائے علم سے فیض پانے والے

ممتاز احمد سدیدی / محمد حمزہ شرف قادری

۱۸/ شوال ۱۴۲۰ھ

۲۶/ جنوری ۲۰۰۰ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

کلمہ ابتداء

اللہ تعالیٰ کی معافی اور مغفرت کا امیدوار محمد مہدی بن احمد بن علی بن یوسف' مسکن کے اعتبار سے فاسی اور پیدائش کے لحاظ سے قصری کہتا ہے۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی خالص محبت سے مختص فرمایا تو آپ تمام مخلوق سے زیادہ اپنے رب کریم کی بارگاہ میں مقرب ہوئے' اور آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کو اپنی رضاء و قرب حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا' جو شخص کثرت سے بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرتا ہے' وہ بارگاہ خداوندی کا بہت ہی مقرب' نوازش و فیضان کا بہت حق دار' مقاصد کے پورا کرنے' گناہوں کی مغفرت' سیرت کی پاکیزگی اور دل کی نورانیت کا بہت ہی مستحق ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ' آپ کی آل پاک' اصحاب کرام' ازواج مطہرات' اولاد' معاونین' انصار' متبعین' محبین اور تمام امت پر رحمتیں نازل فرمائے۔

سبب تالیف

میں نے اس سے پہلے "دلائل الخیرات" کی شرح لکھی تھی جس میں اس کے الفاظ کی شرح اور مطالب کی تفسیر کی تھی' میرے پاس اس کی جتنی شرحیں اور جتنے حواشی تھے' میں نے اس شرح میں جمع کر دیئے' جو نصوص اور بہترین فوائد مجھے مستحضر تھے وہ میں نے اس میں سمو دیئے' پھر متعدد حضرات نے اس شرح کو طویل قرار دیا اور خواہش ظاہر کی کہ اس سے مختصر شرح لکھی جائے۔ جو فوائد کی جامع اور بیان مقاصد پر مشتمل ہو' غیر ضروری باتیں حذف کر دی جائیں۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ سے امداد کی درخواست کی اور یہ شرح لکھنا شروع کی۔ اس میں ضروری اور مفید امور پر اکتفا کیا اور بعض ایسی چیزوں کا اضافہ کیا جو پہلی شرح میں نہ تھیں' میں نے اس میں پورا متن ذکر کیا ہے اور جس امر کی تحقیق ایک دفعہ بیان کر دی۔ دوبارہ اس پر کلام نہیں کیا۔ اس کا نام

مَطَالِعُ الْمَسَرَّاتِ بِجَلَاءِ دَلَائِلِ الْخَيْرَاتِ

(دلائل الخیرات کی شرح میں مسرتوں کے طلوع ہونے کے مقامات) رکھا۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے اور دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم سے اسے درستی عطا فرمائے۔

تذکرہ حضرت مصنف قدس سرہ العزیز

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے حضرت مصنف کا مختصر تذکرہ کردیں' اور وہ ہیں امام و مقتداء' عالم باعمل' ولی کبیر' عارف کامل' محقق واصل' اپنے زمانے کے قطب اور یکتا سید ابو عبد اللہ محمد ابن سلیمان جزولی سملالی' سید حسنی رحمۃ اللہ علیہ' آپ کا تعلق قبیلہ جزولہ کی ایک شاخ سملالہ سے ہے اور یہ السوس الاقصیٰ میں بربر کا ایک خاندان ہے' آپ نے فاس میں علم حاصل کیا اور کہا جاتا ہے کہ وہیں دلائل الخیرات شریف لکھی' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے فاس کی جامع قرویین کے کتب خانہ کی کتابوں کی مدد سے دلائل الخیرات مرتب فرمائی' پھر فاس سے ساحل تشریف لے گئے اور وہاں یکتائے زمان ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ امغار الصغیر سے ملے جن کا تعلق

ان سے دکالہ کے شہروں میں ملاقات کی اور ان سے استفادہ کیا'

پھر حضرت شیخ جزولی (مصنف دلائل) چودہ سال تک خلوت میں مصروف عبادت رہے' پھر خلق خدا کو فیض پہنچانے کے لئے گوشہ نشینی سے باہر تشریف لائے اور آسفی کی سرحد پر قیام کیا' مریدین کی تربیت کا آغاز کیا' کثیر افراد آپ کے دست مبارک پر تائب ہوئے' آپ کا چرچا چار دانگ عالم میں پھیل گیا' آپ سے بڑے بڑے خوارق' عظیم کرامات اور فضائل جلیلہ کا ظہور ہوا' جن سے بڑے بڑے عالی دماغ حیرت زدہ رہ گئے اور عقول صافیہ ان کے سامنے بے بس رہ گئیں' حضرت شیخ احکام الٰہیہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل پیرا تھے اور اوراد کثرت سے ادا کرتے تھے۔

پھر آسفی کے حاکم نے حکم دیا کہ آپ وہاں سے چلے جائیں' چنانچہ آپ مطرازہ کے شہر آفرغال چلے گئے اور وہاں مریدین کی تربیت اور راہ ہدایت کی طرف راہنمائی کا سلسلہ شروع کیا' آپ کی برکت سے انہیں انوار و اسرار حاصل ہوئے۔ اہل فقر کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کے نغمے بلاد مغرب میں پھیل گئے۔ آپ کا شہرہ دور دراز تک پہنچا۔ آپ کے پیرو ہر جانب پھیل گئے۔ آپ کی بدولت بندگان خدا اور شہروں کو نئی زندگی ملی۔ مغرب میں طریقت کے آثار مٹ چکے تھے اور انوار ماند پڑ چکے تھے۔ آپ نے از سر نو اس کی تجدید کی۔

مریدین کی تعداد

آپ نے بہت سے مشائخ کو خلعت خلافت سے نوازا۔ آپ کی نصرت و امداد کا فیض عام تھا اور آپ کی برکات کثرت سے لوگوں تک پہنچیں۔ آپ اپنے مریدین کو مختلف شہروں میں بھیجتے تھے' ان میں سے شیخ ابو عبد اللہ صغیر سہلی اور شیخ ابو محمد عبد الکریم المنذاری اپنے احباب کی ایک جماعت کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے اور راہ خداوندی کی دعوت دیتے

تھے۔ چنانچہ لوگ بڑی کثرت سے آپ کے سلسلے میں داخل ہوئے اور مریدین کا ہجوم آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ معتقدین ہر جانب سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' یہاں تک کہ بعض حضرات نے بیان کیا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے قرب اور ثواب کے طلبگاروں کی تعداد بارہ ہزار چھ سو پینسٹھ (۱۲۶۶۵) تک پہنچ گئی۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے مرتبے اور شیخ کے قرب کے مطابق خیر عظیم حاصل کی۔

۱۶ ربیع الاول ۸۷۰ھ / کو آفرغال میں زہر کے اثر سے صبح کی پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں یا دوسری رکعت کے پہلے سجدے میں آپ کا وصال ہوا۔ اس دن ظہر کے وقت ایک مسجد کے وسط میں دفن کئے گئے۔ جس کا سنگ بنیاد آپ ہی نے رکھا تھا۔ بعض حضرات کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی' وصال کے ۷۷ سال بعد آپ کا جسد عنصری سوس سے مراکش منتقل کیا گیا اور ریاض العروس میں دفن کیا گیا۔ آپ کے مزار انور پر ایک مکان تعمیر کیا گیا۔ جب لوگوں نے آپ کا جسد مبارک قبر سے نکالا تو وہ اسی طرح تھا جیسا کہ دفن کے دن تھا۔ نہ تو مٹی نے اسے نقصان پہنچایا تھا اور نہ ہی طویل مدت گزرنے سے کوئی تغیر پیدا ہوا تھا۔ وصال سے کچھ پہلے آپ نے سر اور داڑھی کے زائد بال منڈوائے تھے۔ مونڈے کا اثر جوں کا توں تھا۔

بعد وصال زندوں کی طرح خون لوٹ آیا

بعض حاضرین نے آپ کے چہرہ انور پر انگلی رکھ کر دبائی تو اس کے نیچے سے خون سمٹ گیا اور جب انگلی اٹھائی تو خون دوبارہ لوٹ آیا' جیسا کہ زندوں میں ہوتا ہے۔ آپ کا مزار مبارک مراکش میں ہے۔ بارعب' پر ہیبت اور پر جلال' وہاں زائرین کا ہجوم ہوتا ہے اور لوگ کثرت سے دلائل الخیرات شریف پڑھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود پاک پڑھنے کی برکت سے آپ کے مزار شریف سے کستوری کی خوشبو آتی ہے۔ آپ کا طریقہ شاذلیہ ہے' اس طریقے کے بارے میں آپ کے بہت سے ارشادات لوگوں نے قلم بند کئے ہوئے ہیں' جو متفرق طور پر لوگوں کے پاس پائے جاتے ہیں۔

تصوف میں آپ کی ایک تالیف ہے اس کے علاوہ حزب الفلاح اور ایک حزب جس کا نام " حِزْبُ سُبْحَانَ الدَّائِمِ لَا یَزَالُ " ہے اور ایک یہ تصنیف (دلائل الخیرات) ہے' جس کی ہم شرح کر رہے ہیں۔ اس کی ابتدا تمام نسخوں میں بسم اللہ شریف سے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع جو بہت ہی مہربان نہایت رحم والا ہے۔

آئمہ مصنفین کا معمول

یہ آئمہ مصنفین کا طریقہ اور معمول بن چکا ہے کہ کتب علمیہ کی ابتدا بسم اللہ شریف سے کرتے ہیں۔ جیسے کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا' اسی طرح اکثر رسائل کا بھی یہی انداز ہے' اس سے پہلا مقصد قرآن کریم کی پیروی ہے' کیونکہ علماء کا اتفاق ہے کہ نماز کے علاوہ قرآن کریم کی ابتدا میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا مستحب ہے' اگرچہ امام مالک کے نزدیک بسم اللہ شریف قرآن پاک کی آیت نہیں ہے' لیکن قرآن شریف سے پہلے بسم اللہ شریف لکھنے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے' دوسرا مقصد نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر عمل ہے۔ "كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَهُوَ أَبْتَرُ" (جس ذی شان کام کی ابتدا بسم اللہ شریف سے نہ کی جائے' وہ بے برکت ہے) خطیب نے کتاب الجامع میں یہ حدیث ان الفاظ سے روایت کی ہے۔ ایک روایت میں "أَبْتَرُ" کی جگہ "أَقْطَعُ" ہے ایک اور روایت میں "أَجْذَمُ" ہے اور یہ تشبیہ بلیغ کے ذریعے قابل نفرت عیب کا اظہار ہے۔ ان تمام الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ وہ کام اگرچہ بظاہر مکمل ہے لیکن در حقیقت ناتمام اور بے برکت ہے' ذی بال کا معنی ذی شان ہے۔

بسم اللہ شریف سے ابتداء کا مقصد

بسم اللہ شریف سے ابتدا کا مطلب' ذات باری تعالیٰ سے استعانت ہے' کیونکہ لفظ اسم زائد ہے یا اسم سے مراد مسمی ہے یا اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرنا ہے' اس وقت بسم اللہ میں باء آلہ کے لئے ہے اور یہی باء استعانت ہے یا ملابست اور معیت بقصد تبرک کے لئے ہے۔ اسم سُمُوٌّ سے مشتق ہے اور یہ بلندی کے معنی میں آتا ہے یا سِمَةٌ سے مشتق ہے اور اس کا معنی علامت ہے۔ اسم جلالت (اللہ) ذات باری تعالیٰ کا نام ہے' اسی کے ساتھ خاص ہے' کسی دوسرے پر اس کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا یہ تمام اسماء سے زیادہ خاص ہے۔ یہ اسم سب سے زیادہ معرفہ اور سب سے بڑا اسم ہے' کیونکہ یہ اس ذات پر دلالت کرتا ہے جو تمام صفات الوہیت سے موصوف ہے۔ لہٰذا یہ تمام اسماء حسنٰی کے معانی کا جامع ہے' اس کے علاوہ دوسرے اسماء کسی ایک معنی کے ساتھ خاص ہیں۔ اسی لئے تمام اسماء اس نام کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور یہ کسی کی طرف مضاف نہیں ہوتا (یعنی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے' لیکن یہ نہیں کہتے رحیم اللہ ہے) باقی تمام اسماء تَخَلُّق کے لئے ہیں (یعنی انسان اپنی حیثیت کے مطابق ان کے معانی سے موصوف ہو) لیکن یہ اسم صرف تعلق کے لئے ہے' اور اس میں بندے کا حصہ محویت اور تمام تر توجہات کو ذات باری تعالیٰ پر اس طرح مرکوز کر دینا ہے' کہ اس کے سوا نہ کوئی دکھائی دے اور نہ کسی کی طرف دھیان جائے' اکثر کے نزدیک یہ عربی ہے اور یہی حق ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ مرتجل ہے یا مشتق' مشہور اور

مختار یہ ہے کہ موضع تحل ہے اور مشتق نہیں ہے۔ رحمٰن و رحیم' رحمت سے مشتق صفت کے صیغے ہیں' جو مبالغہ پر دلالت کرتے
ہیں۔ ۹ بسم باء جارہ کے سبب اور اسم جلالت (اللہ) مضاف کے سبب مجرور ہے۔ رحمٰن و رحیم بھی مجرور ہیں۔ رحمٰن صیغہ صفت
ہو تو اسم جلالت کی صفت ہے اور اگر علم ہو تو اس سے بدل ہے یا عطف بیان اور رحیم پہلی صورت میں اسم جلالت کی صفت
ہے اور دوسری صورت میں رحمٰن کی صفت ہے کیونکہ بدل اور عطف بیان صفت سے پہلے نہیں آتے۔ اس جملہ کو بعض نے
جملہ خبریہ قرار دیا ہے اور بعض نے جملہ انشائیہ اور احتمال دونوں کا موجود ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ[1]

اللہ تعالیٰ رحمت و سلامتی نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر

[1] یہ بھی تمام نسخوں میں ثابت ہے۔ شفاء شریف میں ہے کہ رسائل کی ابتدا میں بسم اللہ شریف کے بعد نبی اکرم ﷺ
اور آپ کی آل پاک کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے درود پاک کا لکھنا بغیر کسی انکار کے امت مسلمہ میں رائج ہے۔ صدر اول
(زمانہ صحابہ) میں یہ طریقہ جاری نہیں تھا۔ بلکہ بنو ہاشم کی خلافت میں جاری ہوا' پھر دنیا بھر کے مسلمانوں نے اسے اپنا لیا۔ بعض
حضرات کتاب کا اختتام بھی درود شریف پر کرتے ہیں۔ شیخ یوسف بن عمر فرماتے ہیں' پھر اس پر اجماع ہو گیا کہ جو بھی کتاب لکھی
جائے گی' اس میں بسم اللہ شریف کے بعد درود شریف لکھا جائے گا۔

درود پاک سے ابتداء کا مقصد

درود پاک سے مقصد (۱) نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے برکت حاصل کرنا ہے' فرمایا: جس کلام میں اللہ
تعالیٰ کا ذکر اور اس کے بعد مجھ پر درود شریف نہ ہو' وہ ہر برکت سے محروم ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو اہم کام اللہ
تعالیٰ کے ذکر اور پھر مجھ پر درود شریف بھیجے بغیر شروع کیا جائے' بے برکت ہے۔ (۲) درود پاک کی کثرت کو غنیمت جاننا۔ (۳) اللہ
تعالیٰ کے ارشاد "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" (اے حبیب! ہم نے تمہارا ذکر بلند کیا) کے مطابق ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفیٰ ﷺ
جمع کرنا۔ ایک جماعت حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اے حبیب! جب بھی میرا ذکر کیا
جائے' میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے۔ (۴) نبی اکرم ﷺ کا کسی قدر حق ادا کرنا' کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے
درمیان تمام نعمتوں کے ان تک پہنچنے کا واسطہ ہیں اور سب سے بڑی نعمت یعنی اسلام کی ہدایت' آپ ہی کی برکت اور آپ ہی
کے ہاتھوں بندوں تک پہنچی۔ حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد ہے جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ (۵)
اصل جس چیز کی نفی کو چاہتا ہے اس کی طرف رجوع کر کے حق بندگی ادا کرنا' لہٰذا اس میں زیادہ فرمانبرداری ہے۔ اسی لئے بار گاہ
رسالت میں درود شریف پیش کرنے کو ہر عمل پر فضیلت حاصل ہے' اور اصل جس چیز کی نفی کو چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ بندہ
مخلوق کے حق میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرے' کیونکہ درود پاک میں نبی اکرم ﷺ کے حق کے ساتھ

مشغولیت ہے اور عبادات میں اصل یہ ہے' کہ اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی سے ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے بارگاہ رسالت میں درود شریف پیش کیا جاتا ہے' اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی زیادہ تعمیل ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا' کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں' تو ان کی بزرگی یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور ابلیس ملعون نے چونکہ حکم کی خلاف ورزی کی' اس لئے ذلیل ہوا' درود پاک میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

اے ایمان والو! میرے حبیب ﷺ پر درود و سلام بھیجو

قاضی ابوبکر بن بکیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مخلوق پر فرض کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجیں' اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں فرمایا' آدمی پر لازم ہے کہ بکثرت درود و سلام بھیجے اور اس سے غافل نہ ہو۔ صلوٰۃ و سلام کے ثواب کا بیان کتاب (دلائل الخیرات شریف) میں آئے گا۔

جملہ صلی اللہ تعالیٰ لفظاً خبریہ اور معنی دعائیہ (انشائیہ) ہے۔ بسم اللہ شریف پر واؤ کے ساتھ اس جملہ کے عطف میں اختلاف ہے' چونکہ انشاء کا عطف خبر پر ممنوع ہے' اس بنا پر بعض نے اس عطف کو ممنوع قرار دیا' کیونکہ بسم اللہ شریف جملہ خبریہ ہے (اور صلی اللہ تعالیٰ جملہ انشائیہ ہے) بعض نے اسے جائز قرار دیا یا تو اس بنا پر کہ اس جگہ لفظ قول (کہتا) محذوف ہے اصل عبارت اس طرح ہے: "میں کہتا ہوں و صلی اللہ تعالیٰ" لفظ قول کلام عرب میں بکثرت محذوف ہوتا ہے' اور نحوی بہت سے مقامات میں اسے اختیار کرتے ہیں' یا اس بنا پر کہ انشاء کا عطف خبر پر جائز ہے اور یا اس بنا پر کہ بسم اللہ شریف بھی جملہ انشائیہ ہے اور یہی رائج ہے اور مختار یہ ہے کہ واؤ ذکر کی جائے' کیونکہ شیخ ابو عبد اللہ خروبی اپنی کتاب: "کفایہ المرید اور حلیہ العبید" میں اپنے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن منصور الحلی سے بیان کرتے ہیں' کہ انہوں نے اپنے شیخ ابو زید ثعالبی سے اور انہوں نے اپنے شیخ ابو جمعہ المقری سے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں خواب میں واؤ ذکر کرنے کا حکم دیا اور یہ مسئلہ ایسا ہے جو خواب میں معلوم ہو سکتا ہے' اللہ تعالیٰ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔

صلوٰۃ کو علی سے اس لئے متعدی کیا کہ وہ رحمت و عنایت اور مہربانی کے معنی میں ہے' کیونکہ صلوٰۃ اصل میں میلان کا نام ہے۔

لفظ سید کی لغوی و صرفی تحقیق

سید کا اصل سَیْوِدٌ ہے' کیونکہ یہ بالاتفاق سَادَ یَسُوْدُ سے ماخوذ ہے۔ اس میں واؤ اور یاء یکجا ہیں اور پہلی ساکن ہے' اس لئے واؤ کو یا کیا اور ایک جیسے دو حرف جمع ہونے پر پہلی کا دوسری میں ادغام کر دیا۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ جس کا ادغام کیا جائے' اسے

اس حرف کی جنس میں تبدیل کیا جاتا ہے' جس میں ادغام کیا گیا ہے۔ لیکن یاء واؤ سے زیادہ خفیف ہے اس لئے واؤ کو مطلق یاء سے تبدیل کیا جاتا ہے (خواہ واؤ پہلے ہو یا پیچھے) اس کے وزن میں تین قول ہیں (۱) فَیْعِلٌ عین مکسور ہے (۲) فَیْعَلٌ عین مفتوح ہے' بعد ازاں فتحہ کو کسرہ سے تبدیل کر دیا (۳) فَیْعِلٌ ظَوِیْلٌ کی طرح' پہلا قول سب سے زیادہ مشہور ہے اور بعض نے تیسرے قول کو ترجیح دی' کیونکہ اس کی جمع فَعَائِلُ آتی ہے' ہمزہ کے ساتھ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے

تسمیہ کے بعد حمد ذکر کرنے کی وجوہات

۱؎ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بسم اللہ شریف کے بعد حمد کا ذکر کیا ہے' تاکہ اللہ تعالیٰ کی واجب حمد و ثنا کا کچھ حق ادا کیا جائے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اوصاف کاملہ بیان کئے ہیں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا ہے' جن میں سے سب سے بڑی نعمت ایمان و اسلام کی ہدایت ہے اور ایک نعمت اس کتاب کی تالیف ہے' تسمیہ کے بعد حمد کو ذکر کرنے میں قرآن عزیز اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے' کیونکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام خطبے (بسم اللہ شریف کے بعد) حمد سے شروع فرماتے تھے۔ اسی طرح سابق حدیث کی تمام روایات پر بھی عمل ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَاُ فِیْہِ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ (جو ذی شان کام اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع نہ کیا جائے' وہ بے برکت ہے) ایک روایت میں "بِحَمْدِ اللّٰہِ" ہے' ایک روایت میں ہے۔ "کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَاُ فِیْہِ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ فَھُوَ اَجْذَمُ" ایک روایت میں: "بِحَمْدِ اللّٰہِ" ہے' ایک روایت میں ہے۔ "کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَاُ فِیْہِ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَھُوَ اَقْطَعُ" ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: "کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُفْتَتَحُ بِذِکْرِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبْتَرُ وَقَالَ اَقْطَعُ عَلَی اللّٰہِ التردد" آخری روایت بسم اللہ شریف کے بارے میں صریح ہے۔ پہلی حدیثیں جن میں بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رفع کے ساتھ ہے۔ وہ حمد کے بارے میں صریح ہیں' جن روایات میں: "بِالْحَمْدِ لِلّٰہِ" جر کے ساتھ ہے یا: "بِحَمْدِ اللّٰہِ" ہے ان میں احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کے الفاظ سے ابتدا کی جائے اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ الفاظ حمد سے ابتداء ہو' اگرچہ بعینہ یہ الفاظ نہ ہوں' حتیٰ کہ اگر کسی نے کہا "حَمِدْتُ اللّٰہَ" (ماضی کے صیغہ سے) یا کہا "اَحْمَدُہٗ" (مضارع کے صیغہ سے) تو اس کے لئے کافی ہو گا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تعریف و ثنا مراد ہو' حتیٰ کہ اگر کوئی شخص بسم اللہ شریف سے ابتداء کرتا ہے تو اس کے لئے یہی کافی ہے (کیونکہ اس میں بھی ثنا موجود ہے) اس صورت میں اس روایت اور "بذکر اللہ" کی روایت کا ایک ہی مطلب ہو گا۔ بسم اللہ شریف اور حمد کی روایات بظاہر متعارض ہیں' کیونکہ ایک سے ابتداء ہوئی تو دوسری سے ابتداء نہ ہو سکے گی' لیکن ان میں تطبیق ممکن ہے کہ ایک کو پہلے لایا جائے تو اس کے ساتھ حقیقۃً ابتداء ہو گی اور دوسری کے ساتھ باقی امور کے اعتبار سے ابتداء ہو جائے گی۔ اس لئے مصنف نے دونوں کو ذکر کیا ہے اور بسم اللہ شریف پہلے لائے ہیں۔ وہ تقدیم ہی کے لائق ہے' کیونکہ اس کی حدیث (سند کے اعتبار سے) زیادہ قوی ہے اور اسی میں قرآن کریم کی ابتداء

ہے' کیونکہ قرآن پاک میں بسم اللہ شریف پہلے ہے۔ پھر حضرت مصنف نے حمد کا ذکر کیا کیونکہ (حدیث حمد میں) ابتداء عرفی مراد ہے (یعنی کسی چیز کو مقصد سے پہلے لانا) اور ابتداء عرفی میں خطبہ کی ابتداء سے مقصد میں شروع ہونے تک وسعت ہے۔

حمد کی لغوی تحقیق

لغت میں حمد کا معنی ہے بہ طور تعظیم کسی کے اوصاف جمیلہ بیان کرنا۔ عام ازیں کہ اس کے مقابل نعمت ہو یا نہ' حضرت شیخ (مصنف) رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ اسمیہ اختیار کیا' کوئی اور جملہ نہیں لائے' اس میں قرآن پاک کی اقتداء ہے اور یہ بھی پیش نظر ہے کہ جملہ اسمیہ ثبوت پر دلالت کرتا ہے (یعنی حمد کسی ایک زمانے کے ساتھ مختص نہیں ہے)

اس میں اختلاف ہے' کہ یہ جملہ لفظاً اور معنی خبریہ ہے یا لفظاً خبریہ اور معنی انشائیہ ہے' پہلی صورت میں معنی یہ ہو گا کہ اوصاف جمیلہ کا بیان ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے لئے' دوسری صورت میں یہ اَحْمَدُ اللّٰہَ کا متبادل ہے۔ (یعنی میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں)

الحمد کے الف لام میں اختلاف ہے بعض نے کہا: کہ یہ جنسی ہے (یعنی حقیقت حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے) صاحب کشاف کا یہی مذہب ہے' بعض محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ بعض نے کہا: کہ یہ استغراقی ہے۔ (یعنی تمام افراد حمد مراد ہیں) یہی جمہور علماء کا قول ہے' بعض نے کہا' یہ لام عہد ذہنی ہے' اس میں پھر اختلاف ہے کہ اس کا اشارہ کس طرف ہے' بعض نے کہا: وہ حمد مراد ہے جو بندوں میں معروف ہے۔ بعض نے کہا: مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی تعریف فرمائی اور اس کے بندوں اور انبیاء و اولیاء نے اس کی تعریف کی' وہ اللہ تعالیٰ سے مختص ہے۔ بعض نے کہا وہ تعریف مراد ہے جو ازل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے فرمائی۔

شیخ زروق قدس سرہ نے فرمایا: اس میں تین احتمال ہیں۔ (۱) الف لام جنسی ہے (۲) عہد کے لئے ہے۔ (۳) انشاء کے لئے ہے۔ پہلی صورت میں معنی یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہے کہ وہ تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو اس نے ازل میں اپنے لئے فرمائی۔ تیسری صورت میں معنی یہ ہے کہ میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں' یہ مطلب نہیں کہ میں آئندہ اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا۔

ابن فاکہانی نے فرمایا: اس میں منافاۃ نہیں ہے' کہ انشاء کے ساتھ ساتھ استغراق مراد ہو' بلکہ استغراق انشاء کے ضمن میں آ جاتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی تمام تعریفیں فرمائی ہیں اور وہ تمام تعریفوں کا عالم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں وہ بھی جنہیں میں نے جانا اور وہ بھی جنہیں میں نے نہیں جانا۔ البتہ! انشاء اور عہد متنافی ہیں' کیونکہ معہود قدیم ہے اور انشاء حادث ہے' اس لئے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی جا رہی ہے اور یہ حادث ہے اور معہود وہ تعریفیں ہیں جو ازل میں واقع ہوئیں۔ واللہ اعلم۔

للّٰہ میں مشہور یہ ہے کہ لام اختصاص کے لئے ہے' بعض نے کہا: استحقاق کے لئے اور بعض نے کہا: ملک کے لئے ہے۔

اَلَّذِیْ ۱ هَدَانَا ۲ لِلْاِیْمَانِ ۳ وَالْاِسْلَامِ

جس نے ہمیں ایمان اور اسلام کی ہدایت فرمائی

۱ الذی اسم موصول ہے۔ وضع کے اعتبار سے کلی اور استعمال کے لحاظ سے جزئی ہے' اس کی ساخت اس مقصد کے لئے ہے کہ جملہ کو معرفہ کی صفت بنایا جا سکے۔ اس کے ساتھ جو جملہ ملایا جاتا ہے وہ ایسا ہونا چاہئے کہ الذی سے جس کی طرف متکلم کے ذہن میں اشارہ ہے' اس جملہ کی نسبت اس کی طرف مخاطب کو معلوم ہو' یہ اس جگہ اسم جلالت کی صفت ہے جو مدح کے لئے اور اس غرض کو پختہ کرنے کے لئے لائی گئی جس کے لئے کلام کیا جا رہا ہے اور وہ غرض یہ ہے کہ اللہ تعالی مستحق حمد ہے اور اس استحقاق میں منفرد ہے اور ان نعمتوں کا بیان کرنا مقصود ہے جو اللہ تعالی کی حمد کو واجب کرنے والی ہیں' کیونکہ اللہ تعالی نے منعم کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

۲ ھدانا یعنی ہمیں صاحب رشد و ہدایت بنایا۔ ہدایت کا معنی ارشاد ہے اور اللہ تعالی کے ناموں میں ہادی کا معنی مرشد ہے۔ مخلوق کے لئے اللہ تعالی کا ارشاد کبھی تو حکم اور بیان سے ہوتا ہے اور کبھی ایمان کی قدرت پیدا فرما کر۔ عام طور پر استعمالات میں دوسرا معنی ہی مراد ہوتا ہے اور یہی اس جگہ مراد ہے۔ ھدانا میں ضمیر بارز سے متکلم مع الغیر مراد ہے اور یہ صیغہ اس لئے استعمال کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ نعمت بہت بڑی اور عام ہے۔ نیز ظہور سے بچنے کے لئے ہدایت یافتگان کے گروہ میں داخل ہونا مقصود ہے' کیونکہ افراد سے اختصاص مقصود ہوتا ہے (اگر مفرد کا صیغہ لایا جاتا تو معنی یہ ہوتا کہ صرف مجھے ہدایت دی ہے)۔

۳ للایمان میں لام تعدیہ کے لئے ہے۔ ہدایت کبھی تو بلاواسطہ متعدی ہوتی ہے اور کبھی لام اور الی کے واسطے سے۔

ایمان تصدیق کا نام

ایمان لغت میں تصدیق کو کہتے ہیں اور شریعت میں دل سے ان امور کی تصدیق کرنے کو کہتے ہیں جن کے متعلق بداہتا معلوم ہو کہ رسولان کرام' وہ امور اللہ تعالی کی طرف سے لائے ہیں یعنی مان لینا اور انہیں قبول کر لینا۔ یہ تصدیق اس وقت تک معتبر نہیں ہوتی جب تک کہ خضوع' دل کا جھکاؤ اور احکام اسلامیہ کو قبول کرنا نہ پایا جائے' اور کمال تصدیق صرف اس وقت حاصل ہوگی جب ان احکام پر عمل پایا جائے اور اسلام عجز و انکساری اور فرمانبرداری کا نام ہے اور یہ صرف اس وقت پایا جائے گا جب ظاہری اعمال کو قبول کیا جائے گا اور اعمال کو قبول کرنا اس وقت ظاہر ہو گا جب ان پر عمل کیا جائے گا۔ اسی لئے شرعاً اسلام کی تفسیر اعمال و عبادات سے کی جاتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالی کی وحدانیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار اور نماز و زکوۃ وغیرہ' اگر کوئی شخص احکام شرعیہ کو قبول نہیں کرتا اور ان کے لازم ہونے کا انکار کرتا ہے' تو وہ نہ تو الوہیت کے سامنے جھکا ہے' نہ فرمانبردار ہے اور نہ ہی اس کی تدبیر اور احکام کو تسلیم کرتا ہے۔ لہذا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اعمال مذکورہ' تصدیق مذکور کے ساتھ ہی معتبر ہیں' جسے ایمان کہا جاتا ہے۔ لہذا ایمان اسلام کے ساتھ اور اسلام ایمان کے ساتھ ہی صحیح ہو گا۔ پس یہ آپس میں

لازم و ملزوم ہیں اور شرعاً ایمان و اسلام متحد ہیں' شریعت میں مومن مسلم ہے اور مسلم مومن ہے۔ لہذا یہ مصداق کے اعتبار سے متساوی ہیں' اگرچہ مفہوم کے لحاظ سے متغایر ہیں۔

ایمان و اسلام مفہوم کے اعتبار سے متغائر ہیں

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان و اسلام کی حقیقت اور مفہوم کا اعتبار کرتے ہوئے دونوں کا ذکر کیا ہے' کیونکہ یہ مقام حمد ہے' ایسے مقام پر تفصیل اور بکثرت نعمتوں کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے' اس میں شک نہیں کہ ایمان و اسلام مفہوم اور تعلیم کے اعتبار سے متغایر ہیں' کیونکہ تصدیق کا محل دل ہے۔ اقرار اور اعمال صالحہ کی نعمت کا محل ظاہری اعضاء ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ متعدد ہیں۔ علاوہ ازیں ایمان شرعی طور پر مشترک ہے' کبھی تو اس سے مراد صرف دل کا عمل (تصدیق) ہوتا ہے اور کبھی دل کی تصدیق' زبانی اقرار کے ساتھ مراد ہوتی ہے اور اقرار ایمان کی جز ہے یا شرط اور کبھی عبادات مراد ہوتی ہیں' خواہ بدنی ہوں یا قلبی۔ خلاصہ یہ ہے کہ کبھی ایمان کا استعمال نجات کی بنیاد (تصدیق) اور مطلق سعادت کی شرط (اقرار) میں ہوتا ہے اور کبھی اخلاق و عبادات سے حاصل ہونے والے کمال میں جو ذریعہ نجات اور کمال سعادت کی شرط ہے۔

اسلام کے دو استعمال ہیں' ایک مجموع دین اور یہ تینوں مقامات ظاہر' باطن اور احسان کو شامل ہے' دوسرا دین کی جز' جس کا اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس کا بھی ایک مفہوم ہے' یعنی خضوع' فرمانبرداری اور تسلیم اور ایک مظہر ہے' یعنی اعمال ظاہرہ' حضرت مصنف نے (ایمان و اسلام) دونوں لفظ ذکر کئے ہیں' تاکہ ان کے تمام استعمالات اور ظاہر و باطن کو شامل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حمد کو ان دونوں سے خاص کیا ہے' حالانکہ بندے پر اللہ تعالیٰ کے انعامات بے شمار ہیں' کیونکہ یہ دونوں دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں سے بڑی نعمتیں اور تمام نعمتوں کی بنیاد ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ نیز ایمان کی بندوں کی طرف نسبت سے جو وہم پیدا ہوتا ہے (کہ یہ انسان کی اپنی کوشش سے ہے) اس سے براءت اور علیحدگی کا اظہار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ" (بلکہ اللہ تعالیٰ تمہیں احسان جتلاتا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت دی) نیز فرمایا: "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ" (لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب اور تمہارے دلوں میں مزین بنایا) نیز فرمایا: "وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ" (ان لوگوں نے کہا جنہیں علم اور ایمان دیا گیا) نیز فرمایا: "كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ" (تمہارے دلوں میں ایمان لکھ دیا) نیز فرمایا: "اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" (کیا وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا' تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے) اس کے علاوہ دوسری آیات اور احادیث جو دلالت کرتی ہیں' کہ ایمان کی ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

شیخ ابوطالب مکی "قوت القلوب" میں فرماتے ہیں۔ یہ دعویٰ کرنا کہ ایمان عقل کوشش اور قوت و طاقت سے ہے' نعمت کی ناشکری ہے۔ جو شخص یہ وہم کرتا ہے مجھے خوف ہے کہ اس کا ایمان سلب کر لیا جائے گا' کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کے

شکر کو ناشکری سے بدل دیا ہے۔

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ نَّبِيِّهِ الَّذِی اسْتَنْقَذَنَا بِهٖ مِنْ

اور صلوٰۃ و سلام ہو اللہ تعالیٰ کے نبی محمد ﷺ پر جن کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے

عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَالْاَصْنَامِ

ہمیں بت پرستی سے بچایا

تمام اہم امور سے پہلے درود پاک پڑھنا

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، مستحب یہ ہے کہ انسان خطبہ اور ہر امر مطلوب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لائے اور رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود و سلام پیش کرے۔ امام فاکہانی نے شرح رسالہ میں اہل علم سے نقل کیا کہ ہر مصنف، درس دینے والے مدرس، خطیب، پیغام نکاح دینے والے، شادی کرنے والے اور نکاح پڑھانے والے کے لئے اور تمام اہم امور سے پہلے مستحب یہ ہے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور بارگاہ رسالت میں ہدیہ درود و سلام پیش کرے، حضرت مصنف قدس سرہ اگرچہ بسم اللہ شریف کے ساتھ درود شریف لکھ چکے ہیں۔ لیکن اب دوبارہ ذکر کیا ہے کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ درود پاک کثرت سے پڑھا جائے اور اس کی فضیلت حاصل کی جائے۔ نیز ابتداء سابق میں یہ بھی احتمال تھا کہ بطور خبر ذکر کیا ہو۔ (اس صورت میں کہ اس سے پہلے قول مقدر ہو) اور اس جگہ بہ طریق انشاء ہی ذکر ہے، جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہوا کہ درود شریف کے ساتھ ابتداء مقصود ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد ہونا چاہئے۔ چونکہ حمد کے ساتھ دوبارہ ابتدا کی ہے، اس لئے درود پاک کو بھی دوبارہ ذکر کیا ہے۔

اکثر نسخوں میں اس جگہ صرف صلوٰۃ کا ذکر ہے سلام کا ذکر نہیں ہے۔ نسخہ سہلیہ جس کی تصحیح خود حضرت مصنف نے کی ہے اور اس کی پشت اور حواشی پر ان کی تحریرات موجود ہیں، اس میں بھی اسی طرح ہے، یہ نسخہ حضرت مصنف کے عظیم شاگرد شیخ ابو عبداللہ محمد الصغیر السہلی کا ہے، اور مصنف کے وصال سے آٹھ سال پہلے لکھا گیا ہے۔ اس کا اندازہ اس طرح ہوتا ہے کہ ناقل نے اس میں لکھا ہے کہ میں نے یہ نسخہ چھ ربیع الاول ۸۶۲ھ جمعہ کی صبح کو مکمل کیا، بعض نسخوں میں صلوٰۃ و سلام دونوں کا ذکر ہے، اور بعض نسخوں میں اس جگہ سلام کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ! آخر میں "و بعد" سے پہلے ان الفاظ میں ذکر ہے۔ "وَسَلَّمَ كَثِيْرًا اَثِيْرًا" علماء نے صرف صلوٰۃ یا صرف سلام کے ذکر کرنے کو مکروہ کہا ہے اور اس کی تائید میں کئی خوابیں ذکر کی ہیں، لیکن علامہ ابن حجر نے فرمایا: کہ صرف صلوٰۃ کا لانا اس وقت مکروہ ہے کہ سلام بالکل ہی نہ ہو، لیکن اگر ایک وقت درود شریف پڑھا اور دوسرے وقت سلام پڑھا تو تعمیل ارشاد ہو جائے گی اور اس جگہ بھی اسی طرح ہے، کیونکہ اگرچہ معتمد نسخوں میں اس جگہ سلام نہیں ہے۔ لیکن کتاب اس سے پر ہے اور صلوٰۃ و سلام ہی کے لئے لکھی گئی ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت مصنف نے

زبانی پڑھ لیا ہو اور سہواً لکھنا رہ گیا ہو۔

۲؎ نسخہ سہلیہ اور دوسرے نسخوں میں اسم رسالت "محمد" پہلے ہے اور بعض نسخوں میں نَبِیِّہٖ پہلے ہے' پہلے نسخے کے مطابق نَبِیِّہٖ اسم رسالت (محمد) کی صفت ہے اور دوسرے نسخے کے مطابق اسم رسالت (محمد) نبیہ سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ جملہ صلوٰۃ لفظاً خبریہ ہے اور اس سے مقصود بارگاہ رسالت میں درود شریف پیش کرنا ہے۔

۳؎ اَلَّذِی اسْتَنْقَذَنَا یہ صفت مدح کے لئے لائی گئی ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کے لئے اس عظیم نعمت اور احسان کا اعتراف ہے جس کے سامنے ہر نعمت اور احسان ہیچ ہے۔ اِسْتَنْقَذَنَا کا معنی ہے چھڑایا' نجات دی اور بچایا' اِسْتَنْقَذَ کا معنی وہی ہے جو اَنْقَذَ کا ہے۔ زائد حروف مبالغہ کے لئے ہیں' اس جگہ ضمیر ظاہر (نا) میں وہی گفتگو ہے جو ھَدَانَا کی ضمیر میں گزر چکی ہے۔ (یعنی متکلم مع الغیر کی ضمیر اس نعمت کی عظمت ظاہر کرنے اور بت پرستی سے نجات پانے والوں کے گروہ میں شمولیت کے لئے لائی گئی ہے۔ بہ میں باء سببیہ اور ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے۔

۴؎ عبادت' (انتہائی) عاجزی' انکساری اور اپنے آپ کو کم مرتبہ جانتے ہوئے خدمت و اطاعت کو کہتے ہیں۔

اوثان و اصنام کا معنی

۵؎ اَلْاَوْثَانِ وَالْاَصْنَامِ دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ الگ الگ ہیں' وثن وہ مجسمہ ہے جو پتھر' گچ یا لکڑی وغیرہ اجسام ارضیہ کو تراش کر بنایا گیا ہو اور صنم وہ تصویر ہے جس کا اپنا کوئی جسم نہ ہو (جیسے فوٹو) بعض نے کہا' کہ صنم انسانی مجسمے کو کہتے ہیں اور وثن غیر انسانی مجسمے کو کہا جاتا ہے' بعض نے کہا' وثن پتھر وغیرہ کا مجسمہ ہے اور صنم سونے' چاندی یا تانبے کا مجسمہ ہے۔ بعض نے اس کے برعکس کہا ہے' آگ' ستاروں اور دیگر معبودات کا ذکر نہیں کیا' صرف بتوں کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں انہی کی عبادت ہوتی تھی' حضرت مصنف کا نسب بھی عربوں سے ملتا ہے اور نبی اکرم ﷺ بھی انہی میں مبعوث ہوئے اور آپ نے ان تمام کو بتوں کی عبادت سے بچایا' چنانچہ جزیرۂ عرب میں صرف ایک دین' دین اسلام ہی باقی رہا' رہے دوسرے معبودات تو وہ اب تک باقی ہیں' دوسری وجہ یہ ہے کہ بت ادنیٰ ترین معبود ہیں' کیونکہ وہ ہاتھوں سے بنائے جاتے ہیں' ان میں شکست و ریخت اور کمی' زیادتی کا عمل جاری رہتا ہے' پھر یہ کہ زمین کی جنس سے ہیں۔ ان میں نورانیت برائے نام بھی نہیں ہے' خاص طور پر ان کے ذکر میں بہت بڑے احسان اور انعام کا اعتراف ہے' کہ نبی اکرم ﷺ نے انسان کو انتہائی پستی اور بت پرستی کے آخری درجے کی ذلت سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ غالب و جبار اور رحمٰن و رحیم کی عبادت کی عظیم بلندی پر پہنچا دیا۔

وَعَلٰی اٰلِهٖ ۱؎ وَاَصْحَابِهٖ ۲؎ النُّجَبَاءِ ۳؎ الْبَرَرَةِ الْكِرَامِ ۴؎

اور آپ کے نجیب' متقی اور کریم اہل بیت اور صحابہ پر

آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کون کون شامل ہیں

۱؎ آل کہتے ہیں اہل و عیال کو' اس کا اطلاق متبعین پر بھی کیا جاتا ہے' جوہری کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ کی آل میں اختلاف ہے' اس میں بہت سے اقوال ہیں' ہمارے اصحاب مالکیہ کے اس میں سات قول ہیں' مشہور قول یہ ہیں۔ کہ وہ بنو ہاشم اور ان کی اولاد ہیں۔ یہ ابن قاسم' امام مالک اور ان کے اصحاب کا قول ہے' بعض نے کہا: کہ وہ بنو مطلب ہیں' ہمارے مذہب میں یہ قوی قول ہے۔

۲؎ وَاَصْحَابِهٖ اصحاب کا ذکر اکثر نسخوں میں ہے اور بعض میں نہیں ہے' روایت کے اعتبار سے ہر دو نسخے صحیح ہیں' نبوسلیہ میں صحابہ کرام کا ذکر نہیں ہے' ممکن ہے کہ حضرت مصنف نے آل پاک پر دوبارہ درود شریف اس لئے بھیجا ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے جو درود پاک کا طریقہ بتایا' اس میں آل پاک کا ذکر ہے' ایک روایت میں حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد اس طرح وارد ہے' کہ مجھ پر دم بریدہ درود نہ بھیجو' صحابہ کرام نے عرض کیا' وہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ یہ ہے کہ تم اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہہ کر رک جاؤ' بلکہ یوں کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ (اے اللہ! اپنے حبیب اکرم ﷺ اور آپ کی آل پاک پر رحمتیں نازل فرما) مطلب یہ ہے کہ آل پاک کا بھی ذکر کرو صحابہ کرام پر درود بھیجنے کا حکم اس طرح وارد نہیں ہے' آل پاک پر قیاس کرتے ہوئے ان پر بھی درود شریف بھیجا جاتا ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں صحابہ پر درود شریف بھیج چکے ہیں (و علی آلہ و صحبہ و سلم) اسی پر اکتفا کر لیا ہو۔

ہر متقی پرہیزگار حضور علیہ السلام کی آل ہے

یہ بھی ممکن ہے کہ آل سے مراد ہر متقی ہو' جیسے کہ علماء کی ایک جماعت کا مختار ہے۔ حضرت مصنف نے آیندہ ایک حدیث کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آل پاک وہ اہل صفاء و وفا ہیں جو آپ پر مخلصانہ ایمان لائے۔ بعض حضرات نے تمام امت مسلمہ کو آل میں داخل قرار دیا ہے۔ ابن عربی فرماتے ہیں' امام مالک کا اسی طرف میلان ہے' دمامینی نے کہا: یہ قول امام مالک سے منقول ہے۔ اسی طرح امام سبکی نے علامہ بیضاوی کی تصنیف منہاج کی شرح میں کہا۔ علامہ عبد الحق نے تہذیب میں کہا کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کی آل پاک آپ کے دین کے پیروکار ہیں۔ جیسے کہ فرعون کے متبعین کو آل فرعون کہا جاتا ہے۔ ازہری وغیرہ محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ ابو عبد اللہ ہروی نے ابن عرفہ سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ کی آل پاک وہ لوگ ہیں جن کا دین و مذہب یا نسب کے اعتبار سے آپ سے تعلق ہے۔ یہ بعینہٖ پہلا قول ہے یا اس کے قریب ہے۔ ان اقوال کے مطابق لفظ آل اپنے عموم کی بنا پر اصحاب پر بھی منطبق ہو گا۔

۳؎ اَلنُّجَبَاء نجیب کی جمع ہے کریم اور بلند اخلاق "اَلْبَرَرَة" بارٌ کی جمع ہے' نیک کام کرنے والا اور برائیوں سے اجتناب کرنے والا۔ برٌّ ایک ایسا اسم ہے جو بھلائی۔ اطاعت اور سچائی سب کو شامل ہے۔

کریم کا معنی

؎ اَلْکِرَام کریم کی جمع ہے۔ کریم کا معنی ہے شرافت کی تمام قسموں اور تمام اوصاف کمال کا جامع' یا ایسی صفت سے متصف ہے جس کی بنا پر سخاوت وغیرہ امور آسانی سے صادر ہوں' یا شریف اصل والا' یا وہ شخص جسے حکم الٰہی سے دوسروں پر فضیلت دی گئی ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آل پاک کو یہ اعزاز بخشا کہ ان کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف ہے اور وہ آپ کے نسب سے متعلق ہیں' اور صحابہ کرام کو یہ شرف بخشا کہ انہیں اپنے نبی ﷺ کی صحبت' دین متین کی امداد' اعلاء کلمۃ اللہ' ملت کی حفاظت' امت کو احکام رسانی' حضور ﷺ کی اطاعت کے التزام اور اس سلسلے میں انتہائی کوشش اور قدرت سے جانوں کی قربانی کی سعادت عطا فرمائی۔

حضرت مصنف کا یہ خطبہ قاضی ابوالولید ابن رشد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب المقدمات کے شروع سے معمولی تصرف کے ساتھ ماخوذ ہے' کیونکہ مقدمات کا خطبہ یہ ہے۔

اما بعد! حمدِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَلَّذِیْ هَدَانَا لِلْاِیْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ الَّذِیْ اسْتَنْقَذَنَا بِہٖ مِنْ عِبَادَۃِ الْاَوْثَانِ وَالْاَصْنَامِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَصَحَابَتِہٖ النُّجَبَاءِ الْبَرَرَۃِ الْکِرَامِ

وَبَعْدُ[۱] هٰذَا فَالْغَرَضُ[۲] فِیْ هٰذَا الْکِتَابِ[۳] ذِکْرُ الصَّلٰوۃِ[۴] عَلَی النَّبِیِّ[۵]

اس کے بعد اس کتاب میں مقصود نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ اور

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفَضَائِلُهَا[۶]

اس کے فضائل کا ذکر ہے۔

۱؎ وَبَعْدُ هٰذَا۔ نسخہ سہلیہ میں اس طرح ہے کہ مضاف الیہ مذکور ہے اور بعد فعل شرط محذوف کا معمول ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ اصل عبارت اس طرح تھی مَھْمَا یَکُنْ مِنْ شَیْءٍ بَعْدَ حَمْدِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃِ عَلٰی رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ فَالْغَرَضُ (اللہ تعالیٰ کی تعریف اور نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر درود شریف بھیجنے کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ یہ غرض ہے)

بجائی نے شرح لامیہ میں کہا کہ ثعلب کی تقریر کے مطابق یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا عامل اُخْرُجْ (تو نکل) ہو کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کام سے فارغ ہو کر دوسرا کام شروع کر۔ گویا مصنف فرماتے ہیں کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد غرض کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اِفْهَمْ مقدر کے متعلق ہو' یعنی حمد و صلوٰۃ کے بعد جو میں کہتا ہوں اسے سمجھ' ھذا کا اشارہ حمد و صلوٰۃ کی طرف ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ دوسرے نسخوں میں مضاف الیہ کا ذکر نہیں ہے' لہٰذا بعد مبنی بر ضم ہو گا' کیونکہ اس کا مضاف الیہ اگرچہ لفظاً محذوف ہے لیکن نیت میں معتبر ہے' اور یہ مذکورہ افعال کا معمول ہے' بعد تلفظ کے

کریم کا معنی

[7] اَلْکِرَام کریم کی جمع ہے۔ کریم کا معنی ہے شرافت کی تمام قسموں اور تمام اوصاف کمال کا جامع' یا ایسی صفت سے متصف ہے جس کی بنا پر سخاوت وغیرہ امور آسانی سے صادر ہوں' یا شریف اصل والا' یا وہ شخص جسے حکم الٰہی سے دوسروں پر فضیلت دی گئی ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آل پاک کو یہ اعزاز بخشا کہ ان کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف ہے اور وہ آپ کے نسب سے متعلق ہیں' اور صحابہ کرام کو یہ شرف بخشا کہ انہیں اپنے نبی ﷺ کی صحبت' دین متین کی امداد' اعلاء کلمۃ اللہ' ملت کی حفاظت' امت کو احکام رسانی' حضور ﷺ کی اطاعت کے التزام اور اس سلسلے میں انتہائی کوشش اور قدرت سے جانوں کی قربانی کی سعادت عطا فرمائی۔

حضرت مصنف کا یہ خطبہ قاضی ابوالولید ابن رشد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب المقدمات کے شروع سے معمولی تصرف کے ساتھ ماخوذ ہے' کیونکہ مقدمات کا خطبہ یہ ہے۔

اما بعد! حمدِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَلَّذِیْ ھَدَانَا لِلْاِیْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہِ الَّذِیْ اسْتَنْقَذَنَابِہٖ مِنْ عِبَادَۃِ الْاَوْثَانِ وَالْاَصْنَامِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَصَحَابَتِہِ النُّجَبَاءِ الْبَرَرَۃِ الْکِرَام

وَبَعْدُ[1] هٰذَا فَالْغَرَضُ[2] فِیْ هٰذَا الْکِتَابِ[3] ذِکْرُ الصَّلٰوۃِ[4] عَلَی النَّبِیِّ[5]

اس کے بعد اس کتاب میں مقصود نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ اور

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفَضَائِلُھَا[6]

اس کے فضائل کا ذکر ہے۔

[1] وَبَعْدَ هٰذَا۔ نسخہ سہلیہ میں اس طرح ہے کہ مضاف الیہ مذکور ہے اور بعد فعل شرط محذوف کا معمول ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ اصل عبارت اس طرح تھی مَھْمَا یَکُنْ مِنْ شَیْءٍ بَعْدَ حَمْدِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃِ عَلٰی رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ فَالْغَرَضُ (اللہ تعالیٰ کی تعریف اور نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر درود شریف بھیجنے کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ یہ غرض ہے)

بجائی نے شرح لامیہ میں کہا کہ ثعلب کی تقریر کے مطابق یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا عامل اُخْرُجْ (تو نکل) ہو کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کام سے فارغ ہو کر دوسرا کام شروع کر۔ گویا مصنف فرماتے ہیں کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد غرض کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اِفْھَمْ مقدر کے متعلق ہو' یعنی حمد و صلوٰۃ کے بعد جو میں کہتا ہوں اسے سمجھ' ھذا کا اشارہ حمد و صلوٰۃ کی طرف ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ دوسرے نسخوں میں مضاف الیہ کا ذکر نہیں ہے' لہٰذا بعد مبنی بر ضم ہو گا' کیونکہ اس کا مضاف الیہ اگرچہ لفظاً محذوف ہے لیکن نیت میں معتبر ہے' اور یہ مذکورہ افعال کا معمول ہے' بعد تلفظ کے

اعتبار سے ظرف زمان اور تحریر کے لحاظ سے ظرف مکان ہے۔

۲ فَالْغَرَضُ یہ فاء بَعْدُ کا جواب ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ بعد متضمن ہے۔ اَمَّالَوْ کو اور اَمَّا مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ کے معنی پر مشتمل ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ لفظ ھذا کو ذکر کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ کہیں یہ وہم نہ ہو کہ بَعْدُ ما بعد کی طرف مضاف ہے۔ الغرض! غین مفتوح ہے' یعنی اس کتاب کی تالیف کا باعث اور مقصد آیندہ عبارت میں ذکر کیا جائے گا' کہنا یہ ہے کہ میرا مقصد یہ ہے۔

۳ هٰذَا الْكِتَابُ یعنی جس کتاب کو میں نے شروع کیا ہے اور جسے میں لکھ رہا ہوں اور اس کا کچھ حصہ یعنی خطبہ سامنے آچکا ہے۔ لہٰذا یہ کتاب کے ایک حصے یا اس کی جگہ کی طرف اشارہ ہے' یہ بھی ممکن ہے کہ خطبہ بعد میں لکھا ہو یا یہ مقصود ہو کہ کتاب لکھنے کے بعد اس لفظ سے اس کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔ آخری دو صورتوں میں بعد از وجود تمام کتاب کی طرف اشارہ ہو گا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصنف کے ذہن میں حاضر مطالب کی طرف (مجازاً) اشارہ ہو (یہ تمام گفتگو اس سوال کا جواب ہے کہ ھذا کا اشارہ تو اس چیز کی طرف ہوتا ہے جو دکھائی دے' حالانکہ کتاب ابھی لکھی ہی نہیں گئی)۔

کتاب بمعنی مکتوب (لکھا ہوا) ہے وثیقہ (اسٹام) وغیرہ کو مکتوب کہتے ہیں' اور جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے' اسے بھی مکتوب کہہ دیتے ہیں۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ وثیقہ لکھا گیا ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ گفتگو لکھی گئی ہے۔

۴ ذِكْرُ الصَّلٰوةِ یہ اضافت الی المفعول یعنی میرا اس کتاب میں صلوٰۃ کو ذکر کرنا اور لکھنا اور اس کے مختلف طریقوں کا بیان کرنا جیسا کہ کیفیت صلوٰۃ کی فصل میں بیان کریں گے۔

۵ النبی اس سے مراد ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور النبی بطور غلبہ آپ کا علم بن چکا ہے۔

۶ وفضائلها فضیلت کی جمع ہے' یعنی جو چیزیں درود پاک کی بزرگی' اس کے پڑھنے والے کے ثواب اور اس کے سبب سے حاصل ہونے والے امور پر دلالت کریں۔

فضائلها نسخہ سہلیہ اور دیگر معتمد نسخوں میں مرفوع ہے' بعض نے اسے مجرور اور بعض نے اسے منصوب قرار دیا ہے' رفع اس لئے کہ یہ مبتدا ہے اور آیندہ جملہ (نذکرھا) اس کی خبر ہے' یا اس لئے کہ اسے مضاف (ذکر) کے قائم مقام کیا گیا ہے' اور جر اس لئے کہ ذکر مذکور یا مقدر اس کی طرف مضاف ہے اور نصب اس لئے کہ اس کا صلوٰۃ کے محل پر عطف ہے (کیونکہ صلوٰۃ مفعول بہ ہے) یا اس لئے کہ بعد والا فعل ضمیر میں مشغول ہے' اس لئے ویسا ہی عامل اس جگہ مقدر ہے' مرفوع یا منصوب پڑھنے کی صورت میں یہ جملہ مستانفہ ہے اور مجرور پڑھنے کی صورت میں ذکر کی غرض میں داخل ہو گا۔

نَذْكُرُهَا[۱] مَحْذُوْفَةَ[۲] الْاَسَانِيْدِ لِيَسْهُلَ حِفْظُهَا[۳] عَلَى الْقَارِي

ہم یہ فضائل سندوں کو حذف کر کے ذکر کریں گے تاکہ پڑھنے والے کو یاد کرنے میں آسانی ہو۔

۱ نذکرھا نسخہ سہلیہ میں نون کے ساتھ ہے (متکلم مع الغیر کا صیغہ) دوسرے نسخوں میں الف کے ساتھ (واحد متکلم کا

صیغہ) ہے۔ ضمیر مفعول (ھا) صلوٰۃ اور اس کے فضائل دونوں کی طرف راجع ہے' یا صرف فضائل کی طرف' کیونکہ وہ ذکر کے اعتبار سے قریب ہے' یا صرف صلوٰۃ کی طرف' کیونکہ وہ مقصود بالذات اور ذکر اور خبر دینے میں مقدم ہے' اگر ذِکْرُ الصَّلٰوۃِ جملہ مستانفہ نہ ہو تو جملہ نَذْکُرُھَا حالیہ ہے' یا مستانفہ ہے یا ذکر سے بدل ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ مَحْذُوفَةُ الْاَسَانِیْدِ یہ اس طرح ہے جیسے شیخ ابو محمد جبر ابن محمد ابن جبر ابن ہشام قرطبی نے فرمایا: کہ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کی سند اس لئے بیان نہیں کی کہ وہ آسانی سے یاد ہو سکے اور جس بندہ خدا کے لئے اللہ تعالیٰ چاہے' اس کے استعمال میں سہولت ہو۔

اسانید اسناد کی جمع ہے اور وہ محدثین کے نزدیک متن حدیث تک پہنچانے والے طریقے کو بیان کرتا ہے اور سند خود وہ طریقہ ہے۔ بعض اوقات اسناد' سند کے معنی میں استعمال ہو جاتا ہے' محدثین کرام عام طور پر اسی معنی میں استعمال کرتے ہیں' ممکن ہے کہ اس جگہ اسناد سے مراد بیان کرنے والے (مثلاً امام بخاری و مسلم) کی طرف حدیث کی نسبت کرنا ہے' یا وہ شخص مراد ہو جس کی کتاب میں حدیث ملی ہے۔ اس صورت میں اسناد کا استعمال نسبت اور شخص کے معنی میں ہو گا' یا مراد اس راوی کا ذکر ہے جس تک سند پہنچی ہے۔ مثلاً صحابی اور تابعی اور وہ بزرگ جنہوں نے درود شریف کے کلمات لکھے ہیں۔ آخری دو احتمالوں میں سے ایک ظاہر' بلکہ متعین ہے۔

لِیَسْھَلَ یہ سبب ہے اسانید کے ذکر نہ کرنے کا۔

۳ حفظھا یعنی زبانی یاد کرنا اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اسے حاصل کرنا آسان ہو' کیونکہ اسانید حذف کرنے کی صورت میں اسے مسلسل پڑھنا اور بطور ورد پڑھنے کے لئے اس کے حصے مقرر کرنا آسان ہو گا' ورنہ مشکل پیش آئے گی۔ علاوہ ازیں درود پاک کا ورد کرنے کے لئے یہ جاننا ضروری نہیں کہ یہ کس نے لکھا ہے اور نہ ہی یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ صحیح روایت سے نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے' دین میں درود شریف کی فضیلت و منزلت ثابت ہے اور اس کی شرافت معلوم و مشہور ہے' یہ وجہ ہے جس کی بناپر اسانید کا حذف کرنا آسان ہے' ورنہ اسناد کی دینی حیثیت مسلم ہے۔

عَلٰی' یسھل کے متعلق ہے' القاری اصل عبارت اس طرح ہے القَارِیُٔ لَھَا (درود شریف پڑھنے والے کے لئے) یا دراصل قَارِئُھَا تھا ضمیر حذف کرکے الف لام اس کے بدلے لایا گیا ہے۔

وَهِیَ ۱ مِنْ اَهَمِّ الْمُهِمَّاتِ لِمَنْ ۲ یُّرِیْدُ الْقُرْبَ ۳ مِنْ رَّبِّ الْاَرْبَابِ ۴

اور درود شریف اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنے والے کے لئے اہم مقاصد میں سے ہے۔

۱ ھی یعنی درود شریف مُھِمَّات مُھِمَّۃ کی جمع ہے' وہ چیز جس کی شدید حاجت اور عام افادیت کے پیش نظر طالب اور مرید کوشش کرے' مِنْ تبعیضیہ اس لئے لائے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرنے والے امور بہت سے ہیں' جیسے کہ مخفی نہیں اور وہ تمام اہم ہیں' بعض بعض سے زیادہ اہم اور رتبے اور لازم ہونے میں اعلیٰ ہیں' اس جگہ اَھَمّ اسم تفضیل ہے جو فعل

ثلاثی سے بنا ہے۔ کہا جاتا ہے هَمَّهُ الْأَمْرُ وَاَهَمَّهُ ثلاثی مجرد اور مزید دونوں سے مستعمل ہے' اس کا معنی ہے فلاں شخص کو فکر کیا۔

ے لِمَنْ يُّرِيْدُ یا اَعْنِیْ فعل مقدر کے متعلق ہے یا اِرَادَتِیْ کے (مطلب یہ ہے کہ میرا ارادہ اس شخص کے لئے ہے جو چاہے) اس صورت میں لام بیان کے لئے ہے' یا لام فی کے معنی میں ہے' اور مضاف مقدر ہے' یعنی فِیْ حَقِّ مَنْ يُّرِيْدُ (اس شخص کے حق میں جو چاہے) ایک صورت یہ بھی ہے کہ اسم تفضیل (اَهَم) انفع وغیرہ کے معنی پر مشتمل ہو' لام کا عند کے معنی میں ہونا اگرچہ محتمل ہے' لیکن معنوی اعتبار سے پہلی صورتیں زیادہ قریب اور بہتر ہیں اور وہی قرین قیاس ہیں' کیونکہ حضرت شیخ اس کلام سے درود شریف کی اہمیت کی طرف مرید کی راہنمائی فرما رہے ہیں' یہ خبر دینا مقصد نہیں ہے کہ درود پاک مرید کے نزدیک اہم ہے۔

علامات قرب

ے اَلْقُرْبَ اس سے مراد عزت و کرامت کی نزدیکی ہے' یعنی اللہ تعالیٰ بندے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا فرماتا ہے' اور اپنی عنایت سے اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے' یہاں تک کہ بندہ اللہ کے قرب اور اس کی قدرت کے احاطے کا مشاہدہ کر لیتا ہے' لہٰذا اسی سے محبت رکھتا ہے' کسی دوسرے سے نہیں اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے رب کی اس قدر تعظیم کرے کہ اس نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے' ان پر عمل کرے اور جن امور سے روکا ہے' ان سے باز رہے۔

لفظ رب کا اطلاق

ے رَبِّ الْأَرْبَابِ یعنی اللہ تعالیٰ جو مالکوں کا مالک اور آقاؤں کا آقا ہے' رب کے کئی معانی ہیں۔ مالک' سردار' معبود' بادشاہ' خالق' مربی' معاملات کی نگہداشت کرنے والا' بگڑے ہوئے کاموں کو سنوارنے والا' کسی شے کا مستحق اور اس کا صاحب' ابو عطیہ فرماتے ہیں' یہ استعمالات بعض اوقات مجتمع ہو جاتے ہیں' ہر اعتبار سے اور بغیر کسی قید کے' تمام مالکوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کے لئے اس کا استعمال صرف اس وقت ہو گا جب یہ مضاف ہو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّهٗ رَبِّیْ اَحْسَنَ مَثْوَایَ (بے شک وہ میری پرورش کرنے والا ہے اس نے میرے قیام کا اچھا انتظام کیا ہے) یہ بھی فرمایا اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ (اپنے بادشاہ کے پاس جاؤ) الف اور لام کے ساتھ (الرب) اللہ تعالیٰ کے ماسوا کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا۔

درود پاک پڑھنے کی اہمیت

جو شخص اپنے مولائے کریم جل مجدہ کا قرب چاہتا ہے' اس کے لئے درود پاک چند وجہ سے اہم ہے۔ (۱) اس میں اللہ تعالیٰ کے حبیب اور برگزیدہ ہستی کے ذریعے بارگاہ خداوندی میں وسیلہ حاصل کرنا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (تم

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ طلب کرو) اللہ تعالیٰ کے رسول اکرم ﷺ سے زیادہ قریب اور زیادہ بڑا وسیلہ بارگاہ الٰہی میں کوئی نہیں ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی شرافت و کرامت' فضیلت و عظمت کا اظہار فرمانے کے لئے ہمیں درود پاک کا حکم دیا اور ہمیں رغبت دلائی ہے' درود شریف پڑھنے والے کے لئے حسن انجام اور عظیم ثواب کے عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے' لہٰذا یہ کامیاب ترین اعمال' بہترین اقوال' نہایت پاکیزہ احوال' بہت ہی فائدہ مند عبادات اور عام ترین برکات میں سے ہے' اسی کی بدولت رب رحمٰن کی رضا' سعادت اور خوشنودی حاصل کی جا سکتی ہے' اسی کے سبب برکتیں ظاہر ہوتی ہیں' دعائیں قبول ہوتی ہیں' بلند ترین درجات تک رسائی ہوتی ہے' دلوں کی شگفتگی دور ہوتی ہے اور بڑے بڑے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ! (علیہ السلام) کیا تم چاہتے ہو کہ جس قدر تمہارا کلام تمہاری زبان کے نزدیک ہے' تمہارے خیالات تمہارے دل کے قریب ہیں' تمہاری روح تمہارے بدن کے قریب ہے' تمہاری بینائی کا نور تمہاری آنکھ کے قریب ہے' میں اس سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہو جاؤں؟ عرض کیا' ہاں! فرمایا: پھر محمد مصطفیٰ ﷺ پر کثرت سے درود شریف بھیجو۔

محبوب خدا کی محبت واجب ہے

(۳) نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور اس کی بارگاہ میں عظیم المرتبت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں' لہٰذا محبوب کی محبت واجب ہے اور آپ کی محبت و تعظیم اور آپ کے حق کی ادائیگی میں مشغول ہونا' آپ پر درود شریف بھیجنا' اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی اقتدا لازم ہے۔

(۴) درود پاک کی فضیلت میں وارد ارشادات اور اس پر عظیم اجر اور جلیل القدر ذکر کا وعدہ اور درود پاک پڑھنے والے کے لئے رضائے الٰہی کا حصول اور دنیا و آخرت کی حاجتوں کا بر آنا۔

حضور علیہ السلام انعامات الٰہیہ کا واسطہ ہیں

(۵) وہ ذات کریم جو انعامات الٰہیہ میں واسطہ ہیں' جن کے شکر کا ہمیں حکم دیا گیا ہے' درود شریف میں اس واسطہ عظمیٰ کا شکریہ ہے' اللہ تعالیٰ کی تمام سابقہ اور لاحقہ نعمتیں مثلاً عطائے وجود اور دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں' ان کے ہم تک پہنچنے کا وسیلہ نبی اکرم ﷺ ہی ہیں' ہم پر آپ کے احسانات' احسانات الٰہیہ کے تابع ہیں' اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو حد و حساب سے باہر ہیں جیسے کہ ارشاد فرمایا: وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو' تو شمار نہ کر سکو گے) لہٰذا ہم پر آپ کا حق لازم ہے اور ہم پر واجب ہے کہ سانس کی آمد و رفت کے ساتھ درود شریف کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔

(۶) اس میں طریق بندگی کی ادائیگی ہے' جیسے کہ بسم اللہ شریف کے ساتھ درود شریف پڑھنے کے سلسلے میں گزر چکا ہے۔

درود پاک کے اثرات

(۷) درود پاک کے اثرات' دل کو منور کرنے اور ہمت کو بلند کرنے پر تجربہ شاہد ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے (کہ جسے مرشد نہ ملے' وہ درود پاک بکثرت پڑھے) یہ شیخ طریقت کا کام دے گا اور اس کے قائم مقام ہو گا' جیسے کہ شیخ سنوسی نے شرح صغریٰ میں' شیخ زروق نے اور شیخ ابوالعباس احمد بن موسیٰ المشرع الیمنی نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔

درود بھیجنے میں ذکر خدا و ذکر مصطفیٰ ہے

(۸) درود پاک روح اعتدال اور بندے کے کمال اور تکمیل کا جامع ہے' نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر ہے اور رسول اکرم ﷺ کا بھی ذکر ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر نہیں ہے' اسی لیے اذکار کی مداومت کی بدولت معاصی سے اجتناب حاصل ہوتا ہے' اور ایسی نورانیت میسر آتی ہے' جو اوصاف ذمیمہ کو جلا دیتی ہے اور طبیعت میں گرمی اور حرارت پیدا کرتی ہے اور نبی اکرم ﷺ پر درود پاک بھیجنے سے طبیعت کی حرارت دور ہوتی ہے اور نفوس کو قوت حاصل ہوتی ہے' کیونکہ یہ پانی کی طرح ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے بھی یہ تربیت کرنے والے شیخ کا کام دیتا ہے۔

درود پاک کی دس کرامتیں

ابن فرحون قرطبی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں' نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے میں دس کرامتیں ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی رحمت۔ (۲) نبی مختار ﷺ کی شفاعت۔ (۳) ملائکہ کرام کی اقتداء۔ (۴) منافقین اور کفار کی مخالفت۔ (۵) جرائم اور گناہوں کی معافی۔ (۶) ضرورتوں اور حاجتوں کا بر آنا۔ (۷) ظاہر و باطن کی نورانیت۔ (۸) جہنم سے نجات۔ (۹) جنت کا داخلہ۔ (۱۰) رب رحیم و غفار جل مجدہ کا سلام' پھر انہوں نے ان سب کی تفصیل بیان کی اور ان کے دلائل دیئے۔

درود پاک بھیجنے کے فوائد و ثمرات

حدائق الانوار فی الصلوٰۃ والسلام علی النبی المختار ﷺ میں پانچواں حدیقہ ان فوائد و ثمرات کے بیان میں ہے' جو نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود پاک پیش کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجو۔ (۲) نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی موافقت۔ (۳) فرشتوں کی موافقت۔ (۴) بارگاہ رسالت میں ایک دفعہ درود شریف پیش کرنے والے کو دس رحمتوں کا ملنا۔ (۵) اس کے دس درجوں کا بلند کرنا۔ (۶) اس کے حق میں دس نیکیوں کا لکھا جانا۔ (۷) دس گناہوں کا معاف کیا جانا۔ (۸) دعا کے مقبول ہونے کی امید۔ (۹) درود پاک نبی اکرم ﷺ

کی شفاعت کا ذریعہ ہے- (۱۰) گناہوں کی بخشش اور عیوب کی پردہ پوشی کا سبب ہے- (۱۱) مقاصد کے پورا ہونے کا سبب ہے- (۱۲) نبی اکرم ﷺ کے تقرب کا ذریعہ ہے- (۱۳) یہ صدقہ کے قائم مقام ہے- (۱۴) حوائج کے بر آنے کا سبب ہے- (۱۵) بندے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے درود بھیجنے کا سبب ہے- (۱۶) درود شریف پڑھنے والے کی طہارت اور پاکیزگی کا سبب ہے- (۱۷) موت سے پہلے جنت کی بشارت ملنے کا سبب ہے- (۱۸) روز قیامت کی ہولناکیوں سے نجات کا سبب ہے- (۱۹) بارگاہ رسالت سے جواب ملنے کا سبب ہے- (۲۰) بھولی ہوئی چیزوں کے یاد آنے کا سبب ہے- (۲۱) مجلس کی پاکیزگی اور قیامت کے دن اس مجلس کے باعث حسرت نہ ہونے کا سبب ہے- (۲۲) خاتمۂ فقر کا سبب ہے- (۲۳) نبی اکرم ﷺ کے ذکر شریف کے وقت درود شریف پڑھنے سے تہمت بخل سے بچ جائے گا- (۲۴) آپ کا ذکر شریف سن کر درود شریف نہ پڑھنے والے کے لئے جو آپ نے خائب و خاسر ہونے کی دعا فرمائی ہے' اس سے بچ جائے گا- (۲۵) درود شریف پڑھنے والے کو درود پاک جنت کے راستے پر لے آئیگا اور ترک کرنے والے کو اس سے دور کردے گا- (۲۶) درود پاک کی بدولت مجلس کے اس تعفن سے محفوظ رہے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کا ذکر نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے- (۲۷) درود پاک اس کلام کی تکمیل کا سامان ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے سے شروع کیا جائے- (۲۸) پل صراط پر سے بخیریت گزر جانے کا سبب ہے- (۲۹) درود پاک پڑھنے سے آدمی جفا کاری کی حدود سے نکل جاتا ہے- (۳۰) اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ درود شریف پڑھنے والے کی عمدہ تعریف زمین و آسمان کے درمیان القا فرماتا ہے- (۳۱) اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب ہے- (۳۲) برکت کا سبب ہے- (۳۳) نبی اکرم ﷺ کی محبت کی زیادتی اور دوام کا سبب ہے اور یہ وہ امر ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا- (۳۴) درود شریف پڑھنے والے کے لئے نبی اکرم ﷺ کی محبت کا سبب ہے- (۳۵) بندے کی ہدایت اور دل کی حیات کا سبب ہے- (۳۶) بارگاہ رسالت میں درود شریف پڑھنے والے کی پیشی کا سبب ہے- (۳۷) ثابت قدمی کا سبب ہے- (۳۸) نبی اکرم ﷺ کے حق کی معمولی ادائیگی اور نعمت ہیہ کے ادنیٰ شکر ادا کرنے کا ذریعہ ہے- (۳۹) اللہ تعالیٰ کے ذکر و شکر اور اس کے احسان کی معرفت پر مشتمل ہے- (۴۰) درود پاک بندے کی طرف سے بارگاہ الٰہی میں دعا اور سوال ہے' کبھی تو نبی اکرم ﷺ کے لئے دعا کرتا ہے اور کبھی اپنے لئے' اس میں بندے کی جو فضیلت ہے وہ مخفی نہیں ہے- (۴۱) درود پاک کا بڑا فائدہ اور عظیم ثمرہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی صورت مبارکہ دل و دماغ میں نقش ہو جاتی ہے- (۴۲) درود پاک کی کثرت تربیت کرنے والے شیخ کے قائم مقام ہے-

دلائل الخیرات میں آئے گا کہ درود پاک حور و قصور ملنے کا سبب ہے' یہ حدیث بھی آئے گی کہ درود شریف پڑھنے کا ثواب غلام آزاد کرنے کے برابر ہے- واللہ اعلم-

وَسَمَّيْتُهٗ بِكِتَابِ دَلَائِلِ الْخَيْرَاتِ وَشَوَارِقِ الْأَنْوَارِ
فِيْ ذِكْرِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ

اور میں نے اس کا نام دلائل الخیرات و شوارق الانوار فی ذکر الصلوٰۃ علی النبی المختار رکھا

لے وَسَمَّیْتُہٗ' یہ تسمیہ سے ماخوذ ہے' تمیز کے لئے جوہر اور عرض کا نام رکھنا' اسم علامت کو کہتے ہیں' باب تفصیل سے کہا جاتا ہے سَمَّاہُ اور باب افعال سے کہا جاتا ہے اَسْمَاہُ یہ دونوں بلا واسطہ بھی متعدی ہوتے ہیں اور باء کے واسطے سے بھی' جیسے کہ اس جگہ فرمایا: وَسَمَّیْتُہٗ بِکِتَابِ' کتاب (لکھنا) اصل میں مصدر ہے' پھر ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو لکھی گئی ہو' پھر اس میں اضافت سے تخصیص کی جاتی ہے' یہ اضافت خَاتَمُ حَدِیْدٍ (لوہے کی انگوٹھی) اور بَابُ سَاجٍ (ساگوان کا دروازہ) کی طرح اضافت بیانیہ ہے (یعنی مضاف الیہ مضاف کا عین ہے)-

لفظ دلیل کا معنی

ے دَلَائِلُ' دلیل کی جمع ہے' وہ چیز جو مطلوب تک پہنچائے اور اس کی طرف راہنمائی کرے' اس کا استعمال محسوسات میں بھی ہوتا ہے اور غیر محسوس معانی میں بھی' راہبر (گائیڈ) کو اسی معنی کے لحاظ سے دلیل کہا جاتا ہے- اس جگہ دلائل سے مراد وہ مختلف درود پاک ہیں جو کتاب میں بیان کئے گئے ہیں اور خیرات سے مراد ان کی برکات اور ثواب ہے- ان میں سے ہر درود پاک اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول' اس کی رضا تک رسائی' جنت میں داخل ہونے اور اس سے کچھ پہلے ذکر کی ہوئی برکتوں کا ذریعہ ہے' نیز درود شریف اپنی نورانیت کی برکت سے راہ سلوک اور بارگاہ الٰہی تک پہنچنے کے لئے راہبر ہے-

خیرات کا معنی و مفہوم

خَیْرَاتٌ ہر فضیلت والی چیز اور وہ اوصاف حسنہ جو جمال سے بڑھ کر ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرَاتُ (یہ لوگ ان کے لئے بھلائیاں ہیں) درود پاک سے حاصل ہونے والے تمام ثمرات و برکات انتہائی حسین و جمیل ہیں اور وہ ہیں انوار' اسرار مقامات' احوال' علوم و معارف' اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کا قرب اور ان کے علاوہ دنیا و آخرت کی بھلائیاں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خیرات سے مراد خود مختلف درود شریف ہوں' اور دلائل سے مراد ان کے فضائل ہوں' کیونکہ یہ فضائل ان کے پڑھنے کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور رغبت دلاتے ہیں- اس صورت میں دلائل سے مراد فضائل اور شوارق الانوار میں شوارق سے مراد درود شریف کے طریقے ہوں گے- حضرت مصنف نے اس نام سے اشارہ کیا ہے کہ ان کی کتاب درود پاک کے طریقوں اور فضائل پر مشتمل ہے' اور نام ہی سے اشارہ ہے کہ کتاب دو فصلوں فصل اول فضائل اور فصل دوم کیفیات پر مشتمل ہے-

سے شَوَارِقُ' شارق کی جمع ہے- شَرَقَ يَشْرُقُ (از باب نصر) شُرُوْقًا' طلوع ہونا' شوارق الانوار کا معنی ہو گا طلوع ہونے والے انوار' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شارق بمعنی مشرق متعدی (باب افعال سے اسم فاعل) ہو' یعنی درود شریف پڑھنے والوں کے دلوں کو روشن کرنے والے' اس جگہ شوارق سے مراد وہ درود شریف ہیں جو کتاب میں بیان کئے گئے ہیں- شوارق الانوار میں اضافت بیانیہ ہے اور اگر شارق بمعنی مشرق ہو تو اضافت الی المفعول ہے' شوارق کا عطف دلائل پر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ

خیرات پر عطف ہو۔ انوار نور کی جمع ہے' شیخ زروق نے فرمایا: نور کسی اسم یا صفت کے معنی سے دل میں واقع ہونے والا وہ عکس ہے جو بغیر کسی تردد کے حکم کے مطابق چلنے کا تقاضا کرے' اسی کو وارد بھی کہتے ہیں' یہ بھی فرمایا: کہ انوار وہ تجلیات معرفت اور واردات الہیہ ہیں جن کی تجلی کے وقت حق و باطل جدا جدا ہو جاتے ہیں اور قلوب و ارواح بارگاہ الٰہی کی طرف چل دیتے ہیں۔

ے اَلنَّبِیُّ الْمُخْتَارِ ظاہر ہے کہ وہ ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں' کیونکہ آپ ہی تمام مخلوق میں سے برگزیدہ اور چنے ہوئے ہیں۔ ہمیں درود شریف کی عبادت کا حکم دیا ہے' تو صرف نبی اکرم ﷺ کے لئے حکم دیا ہے۔ کیا امم سابقہ بھی اپنے انبیاء پر درود شریف بھیج کر عبادت کرتی تھیں؟ علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں فرمایا: ہم تک ایسی کوئی روایت نہیں پہنچی' لیکن عدم روایت سے عدم وقوع لازم نہیں ہے۔

اِبْتِغَاءً[1] لِمَرْضَاةِ[2] اللّٰہِ تَعَالٰی[3] وَمَحَبَّةً[4] فِیْ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ مُحَمَّدٍ[5] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا[6]

اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنے اور اس کے رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کے لئے

رضائے الٰہی

ل اِبْتِغَاءً" ای طلب کرنے کے لئے' یہ مفعول لہ' شیخ ابو عبد اللہ عربی فاسی نے اس کتاب کی شرح میں فرمایا: اسے نکرہ اس لئے لائے ہیں کہ حضرت مصنف یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہتے کہ میری طلب کامل ہے' جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے مطلوب ہے وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (انہیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' خالص اس کی اطاعت کرتے ہوئے) مُخْلِصِیْنَ حال ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امر کا اس میں حصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ (بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو خریدتے ہیں) اور یہ بھی ارشاد ہے اِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِھَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِیْ (اگر تم میرے راستے میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کے لئے نکلے ہو) ان ارشادات میں چونکہ موقع اور محل حصر کا تقاضا نہیں کرتا' اس لئے ابتغاء کو مضاف کر کے معرفہ بنایا گیا ہے۔ ان دونوں آیتوں میں طلب کامل اور ثابت مراد ہے' کیونکہ اضافت کی اصل وضع اس لئے ہے کہ معین کی طرف اشارہ ہو' اس جگہ یہ بات نہیں ہے' کیونکہ اس جگہ طلب کامل نہیں پائی گئی' مطلق طلب پائی گئی ہے۔

حضرت شیخ ابو عبد اللہ کا یہ فرمانا کہ حال میں حصر کیا گیا ہے۔ محل کلام ہے' کیونکہ حصر تو لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ (عبادت) میں کیا گیا ہے اور حال اس کے لئے قید ہے۔

ایک نسخے میں اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ اضافت کے ساتھ ہے۔ لفظ اِبْتِغَاءً' اَلَّفْتُ وغیرہ فعل محذوف کا معمول ہے یعنی میں نے

یہ کتاب رضائے الٰہی طلب کرنے کے لئے تالیف کی۔

۲ لِمَرْضَاتِ اللّٰہِ' یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے' ابو حیان نے نہر میں کہا' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے اور میرے ساتھ وہ معاملہ فرمائے جو راضی ہونے والا اس شخص سے کرتا ہے جس سے وہ راضی ہوا ہے۔ یعنی خیر و برکت پہنچائے۔ رضیٰ ناراضگی کی ضد ہے۔ کہتے ہیں رَضِیَ الشَّیْءَ وَ بِہٖ وَ عَنْہُ وَ عَلَیْہِ (یعنی یہ بلاواسطہ اور با' عن اور علیٰ کے واسطہ سے متعدی ہوتا ہے) رِضَیً رِضْوَانًا وَ مَرْضَاۃً' مَرْضَاۃٌ مصدر میمی مبنی ہوتا ہے' جیسے مَرْعَاۃٌ قیاس یہ چاہتا ہے کہ تاء سے خالی ہو اور جب اس پر وقف کرتے ہیں تو تا بھی پڑھی جاتی ہے اور ہا بھی۔

۳ تَعَالٰی' بلند ہے' یہ جملہ معترضہ یا حالیہ ہے' تعظیم و تمیز کے لئے' تَعَالٰی' تَبَارَکَ' عَزَّوَجَلَّ اور اس قسم کے دیگر الفاظ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں' کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی علامت بن چکے ہیں۔

۴ مَحَبَّۃً' منصوب ہے اور اس کا عطف اِبْتِغَاءً پر ہے' ابو عبد اللہ عربی نے فرمایا: اسے نکرہ لانے کی وجہ وہی ہے جو اِبْتِغَاءً میں گزر چکی ہے۔

۵ مُحَمَّدٍ' یہ اسم شریف رَسُوْلِہٖ کا عطف بیان ہے' یا اس سے بدل ہے۔ رسولہ اور الکریم اصل میں تو نبی اکرم ﷺ کی دو صفتیں ہیں۔ جب انہیں آپ کے اسم شریف پر مقدم کیا گیا تو رسولہ کو عامل کے مطابق اعراب دیا گیا اور یہ متبوع ہوا' الکریم اس کی صفت ہے۔ اور مُحَمَّدٍ تابع ہے' بدل یا عطف بیان' صفت عطف بیان یا بدل سے پہلے اس لئے لائی گئی ہے کہ تسہیل (نحو کی کتاب) میں تصریح ہے کہ جب متعدد توابع جمع ہو جائیں تو پہلے صفت لائی جائے گی' پھر عطف بیان' پھر تاکید اور پھر بدل لائی جائے گی۔

۶ تَسْلِیْمًا' ابن عرفہ نے ارشاد ربانی وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کی تفسیر میں اپنے شیخ عبد السلام سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے والا تَسْلِیْمًا کی تاکید نہیں لائے گا۔ صرف اس قدر کہے گا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ اور اس کے لئے اتنا کافی ہے' کیونکہ دراصل غیر کو خبر دینا مقصود نہیں ہے' بلکہ یہ انشاء ہے' اخبار نہیں ہے۔ ان کے معاصر زہرانی فرمایا کرتے تھے' کہ تَسْلِیْمًا کا اضافہ کرنا چاہئے' جیسے کہ آیت مبارکہ میں ہے۔

وَاللّٰہُ[۱] الْمَسْئُوْلُ اَنْ یَجْعَلَنَا لِسُنَّتِہٖ مِنَ التَّابِعِیْنَ[۲] وَلِذَاتِہِ[۳] الْکَامِلَۃِ مِنَ الْمُحِبِّیْنَ

اللہ تعالیٰ ہی سے دعا ہے کہ ہمیں آپ کی سنت کی پیروی کرنے والا اور آپ کی ذات کاملہ کا محب بنائے

۱ وَاللّٰہُ الْمَسْئُوْلُ' اللہ تعالیٰ ہی سے دعا ہے' نہ کہ اس کے غیر سے' کیونکہ اس کے سوا کسی سے توقع نہیں' اسی سے خیر کی امید ہے اور اس کے سوا کوئی رحم کرنے والا نہیں۔

۲ اَنْ یَّجْعَلَنَا' یعنی مجھے بنا دے یا یہ مطلب ہے کہ مجھے اور میرے خاص احباب کو بنا دے (یعنی متکلم مع الغیر کا صیغہ صرف اپنے لئے استعمال کیا ہے' یا اپنے لئے اور اپنے احباب کے لئے)

سنت کسے کہتے ہیں؟

لِسُنَّتِهٖ' سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام تھے' اس میں عقائد' اقوال' افعال' اخلاق اور احوال بھی داخل ہیں' لام کا تعلق یا تَوْاَغْنِیْ (میں ارادہ کرتا ہوں) فعل مقدر سے ہے یا تَابِعِیْنَ محذوف سے ہے جس پر تَابِعِیْنَ مذکور دلالت کرتا ہے' آئندہ تابعین مذکور سے تعلق صحیح نہیں ہے' کیونکہ (التابعین میں الف لام موصولہ ہے اور) صلہ موصول سے مقدم معمول میں عمل نہیں کرتا۔

سنت کی پیروی کرنے والے

کے لِتَابِعِیْنَ' یعنی سنت کی پیروی کرنے والے اور طریق سنت پر چلنے والے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کا مقام اگرچہ بلند ہے' اس کا مرتبہ بڑا ہے اور دین میں اس کی حیثیت معلوم ہے' لیکن درحقیقت درود شریف بھیجنے والا وہ ہے جو سنت پر عمل پیرا ہو اور بدعت کو چھوڑ دے' سنت کی پیروی کرنے والا' اگرچہ زبان سے درود پاک نہ پڑھے' تاہم وہ درود شریف پڑھنے والا ہے' اور تنگی اور وسعت ہر حال میں درود شریف پڑھنے والا اگر تارک سنت ہے تو وہ حقیقتاً دورد پاک پڑھنے والا نہیں ہے' اگرچہ اس کی برکت کی پھر بھی امید ہے۔

کے وَلِذَاتِهٖ' ذات شے' خود شی اور اس کی حقیقت کو کہتے ہیں' لِسُنَّتِهٖ کی طرح یہ لام بھی فعل مقدر اعنی سے متعلق ہے یا مُحِبِّیْنَ محذوف سے متعلق ہے۔

الْكَامِلَةِ' یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ماسوا سے کنارہ کشی میں کامل ذات' ذات کاملہ وہ ذات ہے۔ جو ظاہری اور باطنی حسن کی جامع ہو' الْکَامِلَۃ مونث کا صیغہ اس لئے لائے ہیں کہ یہ ذات کی صفت ہے' ذات کا مصداق اگر مذکر ہو تو اسے بطور مذکر بھی استعمال کر سکتے ہیں' اور چونکہ اس کی دلالت حقیقت پر ہے' اس لئے بطور مونث بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

محبت رسول ﷺ دین وایمان کی بنیاد ہے

الْمُحِبِّیْنَ' کیونکہ محبت دین کی بنیاد ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ جس کے دل میں محبت نہیں ہے' وہ کوڑی کا نہیں ہے۔ محبت ہی سے اعمال کی پاکیزگی اور احوال کا حسن حاصل ہوتا ہے۔ حضرت مصنف کو اگرچہ محبت حاصل ہے' جیسے کہ ان کے قول وَ مَحَبَّۃ لِیْ رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ سے معلوم ہوتا ہے اور اصل محبت تو ہر مسلمان کو حاصل ہے' لیکن محبت کی کوئی حد نہیں ہے اور نبی اکرم ﷺ کے حقوق واجبہ کو کوئی انسان پورا نہیں کر سکتا۔ کوئی ایماندار اپنے لئے یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی خاص بھلائی پر اکتفا کرے' کیونکہ اس سے اوپر بھی بھلائی کے بے شمار مراتب ہیں۔ اسی طرح محبت کے بے انتہا درجات ہیں اور محبت میں لوگ مختلف مقامات پر فائز ہیں۔ محبت تو تمام بھلائیوں کی بنیاد ہے۔ نیز جو محبت حاصل ہے' حضرت مصنف کو اس پر قبضہ وقدرت

حاصل نہیں ہے' اس لئے انہیں اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہئے کہ اپنے فضل سے اس پر ثابت قدمی عطا فرمائے' اور جو حاصل نہیں ہے' اسے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے' اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بے پایاں ہے۔

فَإِنَّهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرٌ[1] لَآ إِلٰهَ[2] غَيْرُهُ وَلَا خَيْرَ[3] إِلَّا خَيْرُهُ وَهُوَ[4] نِعْمَ الْمَوْلٰى

کیونکہ وہ اس پر قادر ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' بھلائی وہی ہے جو اس کی طرف سے ہو' وہ بہترین

وَنِعْمَ النَّصِيْرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

ناصر و مددگار ہے' گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی تائید ہی سے ہے۔

۱ "قَدِيْرٌ" کیونکہ حضور ﷺ کا پیرو اور محب بنانا ممکن ہے اور کوئی ممکن اس کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں اور نہ ہی کائنات میں اس پر کوئی پابندی ہے' وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے' فَإِنَّهُ میں فاء تعلیلیہ ہے' یعنی میں نے اس سے یہ سوال اس لئے کیا ہے کہ وہ اس پر قادر ہے۔

۲ "لَآ إِلٰهَ" اس کے سوا کوئی معبود نہیں' جو اس کے ملک میں شریک ہو یا اس کے حکم میں رکاوٹ ڈال سکے' یا اس کے تصرفات پر پابندی لگا سکے' بلکہ کوئی اس کے حکم کو نہ ٹال سکتا ہے اور نہ موخر کر سکتا ہے' یہ گویا دعوائے سابقہ پر دلیل ہے' یعنی اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے' کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

۳ "وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُهُ" ہر وہ نعمت جو ہمیں' یا دیگر مخلوقات کو ملی ہے' خواہ وہ عطائے معبود ہو' یا دنیا اور آخرت کی ظاہری و باطنی امداد ہو' وہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی طرف سے ہی ہے۔ جس طرح اس نے ہم پر طلب کے بغیر احسان کیا' دعا ہے کہ اسی طرح اس کے بعد بھی ہم پر احسان فرمائے اور جس طرح اس نے ہمیں ابتداء بغیر کسی اہلیت و استحقاق کے اپنی نعمتوں سے نوازا' دعا ہے اسی طرح ہم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل فرمائے۔

۴ وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰى' مولیٰ کا معنی مددگار' نصیر کا معنی مدد کرنے والا' فعل کا صیغہ مبالغہ کے لئے ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نفس امارہ کے خلاف ہماری امداد فرمائے اور ایک لحظہ اور اس سے کم وقت کے لئے بھی ہمیں ہمارے نفس امارہ کے خلاف ہماری امداد فرمائے اور ایک لحظہ اور اس سے کم وقت کے لئے بھی ہمیں ہمارے نفس کے سپرد نہ کرے۔ کیونکہ وہ بندے اور محبت اور اتباع ان کے علاوہ ہر خیر کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

"وَلَا حَوْلَ" اللہ کی نافرمانی سے قرار اور جنبش اس کی حفاظت' توفیق اور رحمت کے بغیر ممکن نہیں "وَلَا قُوَّةَ" اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر پابندی اور ثابت قدمی نہیں ہو سکتی' إِلَّا بِاللّٰهِ' مگر اللہ تعالیٰ کے ارادے' محبت اور امداد سے الْعَلِيِّ' اپنے جلال اور کبریائی میں بے نہایت بلند اور تمام مخلوق پر قہر اور غلبے میں فائق الْعَظِيْمِ' سب سے بڑا جس کا تمام صفات کمال سے موصوف ہونا ضروری اور وہم و خیال میں آنے والے ہر نقص سے پاک ہونا لازمی ہے۔

فَصْلٌ فِيْ فَضْلِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَ

یہ فصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجنے کی فضیلت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' بے شک

جَلَّ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔

فصل کا معنیٰ و مفہوم

لہ فَصْلٌ' دو چیزوں کے درمیان حائل کو کہتے ہیں۔ اس کا معنیٰ قطع کرنا بھی ہے' کہا جاتا ہے فَصَلْتُ الشَّيْءَ فَانْفَصَلَ میں نے فلاں چیز کو کاٹا تو وہ کٹ گئی۔ اور کہتے ہیں ھٰذَا فَطْعٌ جس چیز کو کاٹا گیا ہے اور مابعد سے الگ کر دیا گیا ہے۔ اصل عبارت اس طرح تھی' ھٰذَا فَصْلٌ (یعنی مبتدا محذوف ہے) فِيْ اجلیہ ہے یعنی یہ فصل ہے درود شریف کی فضیلت کے لئے یا فصل بمعنیٰ مفعول ہے' یعنی یہ کلام ماقبل سے جدا کیا گیا ہے درود شریف کی فضیلت میں اگر فصل کا معنیٰ قطع کرنا ہے' تو اس سے مراد اس جگہ معنیٰ مصدری ہے اور جسے قطع کیا گیا ہے' وہ یہی لفظ عنوان (فصل) ہے اور اگر اس سے مراد حائل ہے تو بھی اس سے مراد یہی عنوان ہے' اور اگر مفعول کے معنیٰ میں ہے تو اس سے مراد وہ فضائل ہیں' جو اس فصل میں ذکر کئے گئے ہیں۔

فَضْلِ الصَّلٰوۃِ" سے مراد وہ فضیلت ہے جو درود شریف کے بارے میں وارد ہے' مثلاً اس کے ثواب کا بیان' اس کا حکم یا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا۔

یہ فصل ابتداء سے حدیث پاک "مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِيْ كِتَابٍ" تک حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احیاء العلوم سے منقول ہے' لیکن اس کا عنوان ہے "فَضِيْلَةُ الصَّلٰوةِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَضِيْلَتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اور اس میں یہ حدیث مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ (جس نے مجھ پر درود بھیجا' فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں) پہلے ہے اور یہ حدیث اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً (میرے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتے ہوں گے) بعد میں ہے۔

درود شریف کے موضوع پر لکھنے والے بعض حضرات ترغیب کے فضائل پہلے ذکر کر دیتے ہیں اور بعض اس کا طریقہ پہلے بیان کر دیتے ہیں' کیونکہ مقصود بالذات یہی ہے۔ جیسے کہ بعض مفسرین فضائل سورتوں کی ابتدا میں بیان کر دیتے ہیں اور بعض آخر میں۔

فضیلت درود پاک کے شرافت کے لحاظ سے تین مرتبے ہیں۔ (۱) ثواب کا بیان (۲) امر کا وارد ہونا' اس پر عمل پہلے کی نسبت زیادہ بلند ہے' کیونکہ اس میں حظ نفس نہیں ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے درود پاک کا بیان' تاکہ ان کی اقتداء کی جائے اور یہ پہلے دونوں مرتبوں سے اعلیٰ ہے' کیونکہ اس صورت میں درود پاک اقتداء کے ارادے سے واقع ہو گا یا محبت و

تعظیم کے طریقے پر موافقت کے ارادے سے ہو گا۔

فضیلت کے درجات

پھر اس فضیلت کے نقل کے اعتبار سے بھی کئی درجے ہیں (۱) سب سے اعلیٰ متواتر (۲) حدیث صحیح (۳) حدیث حسن (۔
حدیث ضعیف اور اس کے کئی مرتبے ہیں' متواتر میں سے اجل و اعلیٰ قرآن پاک ہے' چونکہ آیت کریمہ ہر اعتبار سے بلندی ا
رفعت پر مشتمل ہے اور اس میں شرافت کی چاروں وجہیں پائی جاتی ہیں' اس لئے یہ پہلے ذکر کرنے کی مستحق ہے' لہٰ
مصنف نے حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت میں آیت پہلے ذکر کی ہے۔

ع عَزَّ' عزت سے بنا ہے' یہ ایسی صفت ہے جو وحدانیت' غنائے مطلق' کمال قدرت اور مخلوق کی عقلوں سے شان ک
بلند ہونے کو شامل ہے' یہ جملہ معترضہ ہے یا تمیز و تعظیم کے لئے حالیہ ہے۔

وَجَلَّ' جلال سے بنا ہے اور یہ ان صفات سے ہے جو غنائے مطلق' دائمی ملک محیط' ہر نقص سے پاک ہونے' کمال علم ا
قدرت اور باقی صفات کاملہ کو شامل ہے۔ یہ جملہ پہلے جملے پر معطوف' لہٰذا اس کا بھی وہی حکم ہے جو پہلے جملے کا حکم ہے۔ (معترض
ہے یا حالیہ)

ع یُصَلُّوْنَ' اظہار محبت کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اور فرشتے استغفار سے۔

ع عَلَى النَّبِيِّ' یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ابن عبد اللہ جن سے نبوت مطلقہ کلیہ (بغیر کسی قید کے اور تمام مخلوق کے لئے نب
مختص ہے۔ نہ اس میں کوئی آپ کے ساتھ شریک ہے' اور نہ اس کے مشتق کے اطلاق میں' الف لام عہد ذہنی کے لئے
ہے (کسی خاص ذات کی طرف اشارہ نہیں ہے) بعض حضرات نے کہا کہ الف لام عہد حضوری کے لئے ہے' یعنی وہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم جو اس وقت مخاطبین میں تشریف فرما ہیں۔

سب سے بڑا اعزاز

ابو عثمان واعظ فرماتے ہیں' میں نے حضرت سہل بن محمد سے سنا کہ یہ اعزاز جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں' اس اعزاز سے بڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لئے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا' کیونکہ سجدہ صرف فرشتوں نے کیا تھا' لیکن درود بھیجنے والا اعزاز تو اللہ تعالیٰ سے صادر ہے' اس لئے یہ اعزاز بڑا ہے۔ حضرت ابو اللیث سمرقندی نے فرمایا: کہ اگر تم معلوم کرنا چاہو کہ درود شریف باقی عبادات سے افضل ہے تو اس آیت میں غور کرو' باقی عبادات کا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا اور درود شریف پہلے خود بھیجا' پھر فرشتوں کو اس کا حکم دیا' پھر تمام ایمانداروں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کا حکم دیا۔

حضور علیہ السلام کا بلند مقام

پہلے یہ بتا کر کہ میں اور میرے فرشتے حبیب کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں' پھر ایمانداروں کو درود شریف بھیجنے کا حکم دیا' اس میں اشارہ ہے کہ جب تمہارا رب اپنے حبیب کریم ﷺ پر درود بھیجتا ہے' تو تم بھی اس کی اقتداء میں درود شریف بھیجو اور نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ عالیہ کا اعلان ہے اور تنبیہہ ہے کہ اگر درود شریف نہ بھیجو گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کے مرتکب ہو گے اور یہ بھی بتا دیا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود شریف بھیجتے ہیں' تو آپ دوسروں کے درود سے بے نیاز اور مستغنی ہیں۔ جیسے کہ ارشاد فرمایا: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ۔ اگر تم آپ (نبی) کی امداد نہیں کرو گے' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی امداد فرما دی ہے' اللہ تعالیٰ کی اقتداء کرنے والے کو طبعاً بھی درود پاک میں سبقت کرنی چاہئے۔

اس آیت مبارکہ میں تاکید کے لئے جملہ اسمیہ ذکر کیا ہے' ابتدا میں مزید تاکید کے لئے کلمہ تاکید اِنَّ ذکر فرمایا ہے۔ فعل مضارع کو جملہ کی خبر بنایا ہے' تاکہ استمرار تجددی (ہمیشہ وقتاً فوقتاً درود بھیجنے) کا فائدہ دے۔ بعض حضرات نے فرمایا: یہ ایسی فضیلت ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی۔ یہ ایسی فضیلت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدہ کرنے سے بڑی ہے' فرشتوں نے ایک دفعہ سجدہ کیا' پھر وہ سجدہ ختم ہو گیا۔

صلوٰۃ کا معنیٰ و مفہوم اور آئمہ کے نظریات

صلاۃ کے معنیٰ میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و رضا ہے۔ فرشتوں اور انسانوں کی طرف سے دعا و استغفار ہے۔ بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ مغفرت ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اس کی رحمت ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ برکت کی دعا ہے۔ ایک قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اس کی رحمت ہے جو تعظیم کے ساتھ مقرون ہے' فرشتوں سے اس کا معنیٰ استغفار اور انسانوں سے دعا اور عاجزی ہے' بعض حضرات نے کہا' اللہ تعالیٰ کی انبیاء پر صلوٰۃ ثنا و تعظیم ہے اور دوسروں پر صلوٰۃ بمعنیٰ رحمت ہے۔ بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ کی نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ عزت افزائی اور زیادہ تکریم ہے اور غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجنے میں یہی فرق کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ رحمت کا وہ مرتبہ جو نبی اکرم ﷺ کے لائق ہے' کہیں ارفع و اعلیٰ ہے اس مرتبے سے جو دوسروں کے لائق ہے' اس پر اجماع ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی جو تعظیم و تکریم اس آیت مبارکہ میں ہے کسی دوسری میں نہیں ہے۔

امام حلیمی نے شعب میں فرمایا: نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ کا معنیٰ تعظیم ہے لہٰذا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔ کا معنیٰ یہ ہے' اے اللہ! اپنے حبیب کریم ﷺ کی عظمتوں میں اضافہ فرما' دنیا میں آپ کا ذکر بلند کرنے' دین کو غالب کرنے اور شریعت کو باقی رکھنے سے اور آخرت میں کثرت ثواب' امت میں شفیع بنانے اور مقام محمود سے فضیلت ظاہر کرنے سے' اس بنا پر صَلُّوْا عَلَيْهِ کا معنیٰ ہے اپنے رب سے دعا مانگو کہ اپنے حبیب اقدس ﷺ پر صلوٰۃ بھیجے۔

اعتراض نہیں ہو سکتا کہ آل پاک' ازواج مطہرات اور ذریت طاہرہ کا نبی اکرم
بعض حضرات نے کہا: کہ اس تقریر پر یہ
ﷺ پر عطف کیا جاتا ہے' کیونکہ ان کے لئے تعظیم کی دعا کرنا ممنوع نہیں ہے' کیونکہ ہر ایک کی تعظیم اس کے مقام کے
مناسب ہی ہو گی (ان کا کلام ختم ہوا) بالخصوص جب وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہیں اور یہ دعا ان کے لئے بالتبع ہے۔
ابو العالیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی اپنے نبی ﷺ پر صلوٰۃ' فرشتوں کے سامنے آپ کی تعریف ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ دعا
ہے' علامہ ابن حجر نے فرمایا: یہ سب سے بہتر قول ہے' پس اللہ تعالیٰ کی نبی پاک ﷺ پر صلوٰۃ کا معنی ثناء و تعظیم ہو گا' فرشتوں
اور دوسری مخلوق کی صلوٰۃ کا مطلب اس ثناء و تعظیم کا طلب کرنا ہے' اور مطلوب نفس ثناء و تعظیم نہیں' بلکہ اس کی زیادتی
مطلوب ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا: صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ جس ہستی پر صلوٰۃ بھیجی گئی ہے اس کی شان کا اہتمام کرنا اور اس
کے لئے بھلائی کا ارادہ کرنا' اسی کو امام غزالی نے پسند کیا اور امام زرکشی نے جمع الجوامع کی شرح میں مستحسن قرار دیا' کیونکہ یہ
سب میں مشترک ہے۔ صلوٰۃ کے لفظ سے جس دعا کا بندے کو حکم دیا گیا ہے' انبیاء کرام کی تعظیم کے پیش نظر ان کے ساتھ

خاص ہے۔
صلوٰۃ کا استعمال اسم کے طور پر بھی ہوتا ہے اور اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض اوقات اس کا استعمال معنی مصدری
صدور صلوٰۃ میں بھی ہوتا ہے' اسی لئے صاحب صحاح اور صاحب قاموس نے ان میں فرق کیا اور کہا' صلوٰۃ کا معنی ہے دعا'
رحمت' استغفار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول کریم ﷺ کی بہترین تعریف اور وہ عبادت (نماز) جس میں رکوع اور
سجدہ ہے' اور صلوٰۃ ایسا اسم ہے جو مصدر کے قائم مقام ہوتا ہے۔ صَلّٰی صَلٰوۃً کہا جاتا ہے' تصلیہ نہیں کہا جاتا (قاموس)
شیخ ابو عبد اللہ خطاب نے شرح مختصر خلیل میں بعض متاخرین سے نقل کیا کہ انہوں صلوٰۃ کی جگہ تصلیہ کے استعمال سے
منع کیا اور کہا کہ غور کیا جائے تو اس میں کفر کا خوف ہے' کیونکہ تصلیہ کا معنی جلانا ہے۔ بعض دیگر حضرات سے یہ بھی نقل کیا
کہ دعا یا نماز یا درود شریف میں عرب کبھی یوں نہیں کہتے صَلّٰی تَصْلِیَہ بلکہ یہ کہتے ہیں صَلّٰی صَلٰوۃً' اس سے پہلے انہوں نے
نسائی اور ابن مقری سے نقل کیا کہ ان کے کلام میں تصلیہ واقع ہے۔
علامہ شہاب آفندی خفاجی نے تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں ثعلب اور ابن عبدربہ سے نقل کیا کہ انہوں نے تصلیہ'
استعمال کیا اور اس پر شاہد بھی پیش کیا جو مجھے اس وقت مستحضر نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ صاحب قاموس نے اس سلسلے
میں جوہری کی پیروی کی' لغت والوں نے اسے اس لئے ذکر نہیں کیا کہ ان کی عادت ہے کہ مصادر قیاسیہ ذکر نہیں کرتے۔ انہوں
نے یہ تقریر سورہ بقرہ کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ" کے تحت کی ہے' صلوٰۃ کا اصل معنی میلان
اور جھکنا ہے اور یہ صَلَوَیْن سے ماخوذ ہے۔ یہ پشت کی جانب دو رگیں ہیں جو سرین سے ہوتی ہوئی رانوں کی طرف جاتی ہیں اور
دو ہڈیاں ہیں جو رکوع اور سجدے میں جھک جاتی ہیں' اہل علم کہتے ہیں' اسی لئے قرآن پاک میں لفظ صلوٰۃ واؤ سے لکھا گیا ہے'

لفظ صلوٰۃ کس سے مشتق ہے

امام نووی نے فرمایا: صلوٰۃ کے اشتقاق میں بہت سے اقوال ہیں' ان میں سے اکثر باطل ہیں' اس سلسلے میں حضرت قاضی عیاض نے تنبیہات میں متعدد اقوال نقل کئے ہیں' حضرت خطاب نے شرح مختصر میں ان کا کلام نقل کیا ہے۔ امام سہیلی نے یہ قول نقل کیا کہ صَلٰوۃ صَلَوَیْن سے ماخوذ ہے' اس کے بعد فرمایا: عرب کہتے ہیں صَلَّیْنَا عَلَیْہِ یعنی ہم رحمت و شفقت سے اس کی طرف مائل ہوئے۔ انہوں نے مبالغے کے ارادے سے رحمت پر حُنُوٌّ اور صَلٰوۃ کا اطلاق کیا۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ میں رحمت و رافت کے لحاظ سے رَحِمَ اللّٰہُ مُحَمَّدًا سے زیادہ مبالغہ ہے' صلوٰۃ کا اصل استعمال محسوسات میں ہے' پھر اسے مبالغہ اور تاکید کے لئے معانی (غیر محسوسات) میں استعمال کیا گیا' جیسا کہ شاعر نے کہا

فَمَازِلْتُ فِیْ لِیْنِیْ لَہٗ وَتَعَطُّفِیْ   عَلَیْہِ کَمَا تَحْنُوْ عَلَی الْوَلَدِ الْاُمّ

میں اس سے نرمی اور محبت کا معاملہ کرتا رہا' جیسے کہ ماں اپنے بچے سے پیش آتی ہے۔

اسی سے ہے صَلَّیْتُ عَلَی الْمَیِّتِ یعنی میں نے اس کے لئے ایک محب جیسی دعا کی' اسی لئے صلوٰۃ مطلقاً دعا کے معنی میں نہیں ہے' لہٰذا یہ نہیں کہا جاتا ۔صَلَّیْتُ عَلٰی عَدُوِّیْ۔ میں نے اپنے دشمن کے لئے بد دعا کی' ۔صَلَّیْتُ عَلَیْہِ۔ کہا جاتا ہے جس کا معنی میلان' رحمت اور محبت ہے کیونکہ صلوٰۃ کا اصل معنی میلان ہے' یہی وجہ ہے کہ اسے لفظ علیٰ سے متعدی کیا گیا ہے۔ ۔صَلَّیْتُ عَلَیْہِ۔ کا معنی ہے ۔حَنَوْتُ عَلَیْہِ۔ میں اس کی طرف مائل ہوا۔ لفظ دعا صرف لام سے متعدی ہوتا کہا جاتا ہے ۔دَعَوْتُ لَہٗ۔ (میں نے اس کے لئے دعا کی) ہاں! اگر بد دعا مقصود ہو تو کہا جائے گا۔ ۔دَعَوْتُ عَلٰی عَدُوِّیْ۔ (میں نے اپنے دشمن کے لئے بد دعا کی) اسی سبب سے صلوٰۃ اور دعا میں قرب ہے اور اہل لغت ان میں فرق نہیں کرتے اور مطلقاً کہہ دیتے ہیں کہ صلوٰۃ بمعنی دعا ہے۔ کسی حال کی تفریق نہیں کرتے اور نہ ہی لفظ علیٰ یا لام سے متعدی ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں' حالانکہ قید لگانے کی ضرورت ہے جیسے کہ ہم نے بیان کیا (علامہ خفاجی کا کلام ختم ہوا)

صلوٰۃ کا ایک معنی محبت و میلان ہے

ابن ہشام نے مغنی میں فرمایا: میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ لغت میں صلوٰۃ کا ایک ہی معنی ہے' اور وہ ہے محبت اور میلان' یہ محبت اللہ تعالیٰ کی نسبت سے رحمت ہے' فرشتوں کی نسبت سے استغفار اور انسانوں کی نسبت سے ایک دوسرے کے لئے دعا ہے۔ نیز فرمایا: کہ علماء نحو فرماتے ہیں کہ ایک قراءت میں مَلٰٓئِکَتُہٗ مرفوع ہے (اصل عبارت اس طرح ہو گی اِنَّ اللّٰہَ یُصَلِّیْ وَ مَلٰٓئِکَتُہٗ یُصَلُّوْنَ اس صورت میں صلوٰۃ مذکورہ (یُصَلُّوْنَ) استغفار کے معنی میں ہے اور صلوٰۃ محذوفہ (یُصَلِّیْ) رحمت کے معنی میں ہے اور جس قراءت میں مَلٰٓئِکَتَہٗ منصوب ہے اس میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا ذکر ایک ضمیر میں جمع کر دیا گیا ہے۔ ایسی

عبارات پر کسی دوسرے مقام پر گفتگو کی جائے گی۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور سلام بھیجو سلام بھیجنا

۱۔ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" اس خطاب میں نبی اکرم ﷺ کی عزت کے طفیل اس امت کی عزت افزائی ہے' کہ ا
وصف ایمان کے ساتھ پکارا گیا اور ان کا فعل ان کی طرف منسوب اور ان کے لئے ثابت کیا گیا۔ پہلی امتوں کو ان کی کتابوں
یٰاَیُّهَا الْمَسَاکِیْنُ (اے مسکینو!) سے پکارا گیا۔ ان دونوں خطابوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے' اس خطاب سے تمام ایمان
انسان اور غیر انسان داخل ہیں' جو آپ کی ملت میں داخل ہونے کے پابند ہیں۔

۲۔ "صَلُّوْا عَلَیْهِ" اس حکم میں بھی اس امت کا اعزاز ہے کہ پہلے انہیں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کر
ﷺ پر درود بھیجتے ہیں' پھر انہیں حکم دیا کہ تم بھی درود بھیجو اور اس میں حصہ دار بن جاؤ اور ان کے ساتھ مل کر تم بھی نبی
پاک ﷺ پر درود بھیجو۔

صَلُّوْا کا امر وجوب کے لئے ہے

علماء نے اس امر کو وجوب پر محمول کیا ہے۔ حافظ ابو عمرو بن عبد البر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے' صرف ابن جریر طبری کی
رائے ہے کہ یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ حضرت قاضی عیاض وغیرہ نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ ممکن ہے ان کی مراد یہ
ہو کہ ایک دفعہ سے زائد مستحب ہے' ورنہ انہوں نے خود اجماع کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ فی الجملہ (خواہ ایک دفعہ ہو) اس کے
واجب پر ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے (ختم شد کلام ابن عبد البر) یہ بھی ممکن ہے کہ استحباب سے مطلق طلب صادق مراد ہو' جو
وجوب اور استحباب دونوں کو شامل ہے (یعنی استحباب کا معروف معنی مراد نہیں جو وجوب کے مقابل ہے' بلکہ عام معنی مراد ہے
جو وجوب کو بھی شامل ہے)

درود شریف کے واجب ہونے میں اقوال

درود شریف کے واجب ہونے میں نو (۹) قول ہیں (۱) فی الجملہ واجب ہے' تعداد متعین نہیں ہے' کم از کم ایک دفعہ پڑھنے
سے واجب ادا ہو جائے گا۔ یہ قاضی ابو الحسن بن قصار مالکی کا قول ہے۔ (۲) درود شریف کی کثرت۔ بغیر کسی معین مقدار کے
واجب ہے' یہ قاضی ابوبکر بن بکیر مالکی کا قول ہے۔ (۳) جب بھی نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا جائے' درود پاک واجب ہے یہ امام
طحاوی اور احناف کی ایک جماعت' امام حلیمی اور شافعیہ کی ایک جماعت کا قول ہے۔ امام لخمی مالکی اور ابن بطہ حنبلی کا یہی قول
ہے۔ ابن عربی مالکی نے فرمایا: اس قول میں بہت ہی احتیاط ہے۔ (۴) ہر مجلس میں ایک دفعہ واجب ہے: اگرچہ آپ کا کئی دفعہ ذکر

ہو- یہ قول امام ابو عیسیٰ ترمذی نے بعض اہل علم سے نقل کیا- (۵) ہر دعا میں واجب- (۶) کلمہ توحید کی طرح عمر بھر میں ایک دفعہ واجب ہے' نماز میں ہو یا نماز سے باہر' یہ ابو بکر رازی حنفی کا قول ہے- (۷) نماز میں جگہ کی تعیین کے بغیر واجب ہے' یہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے- (۸) التحیات میں واجب ہے' یہ امام شعبی اور اسحٰق بن راہویہ سے منقول ہے- (۹) نماز کے قعدہ اخیر میں تشہد اور سلام کے درمیان واجب ہے' یہ حضرت امام شافعی اور ان کے متبعین کا قول ہے' ابن المواز مالکی کا بھی یہی قول ہے- ابن عربی نے احکام میں اسے صحیح قرار دیا- لیکن ابو محمد بن ابی زید نے فرمایا: کہ غالباً ابن المواز کا مذہب یہ ہے کہ فی الجملہ واجب ہے' بالخصوص نماز میں واجب نہیں- حضرت ابن المواز سے یہ بھی روایت ہے کہ نماز میں سنت ہے- ابن عربی نے سراج المریدین میں اور ابن حاجب نے مختصر الاصول میں اسی کو صحیح قرار دیا- پھر قدر واجب سے زائد مستحب شدید الاستحباب ہے- لہٰذا درود پاک تعداد کے تعین کے بغیر کثرت سے پڑھنا چاہئے-

حضرت ابن عطیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت درود بھیجنا واجب کے قریب ان موکدہ سنتوں سے ہے جن کے ترک کی گنجائش نہیں' اور جن سے وہی شخص غفلت برتے گا جو خیر سے خالی ہو-

بعض مواقع میں درود بھیجنا مستحب ہے

بعض مواقع ایسے ہیں جن میں درود پاک کے مستحب ہونے کے بارے میں نص وارد ہے' ان میں سے چند یہ ہیں- جمعہ کا دن اور جمعہ کی رات' بعض نے ہفتہ' اتوار اور جمعرات کا اضافہ کیا' کہ ان تینوں کے بارے میں نص وارد ہے- صبح اور شام کے وقت- مسجد میں داخل اور خارج ہوتے وقت- روضۂ مبارکہ کی زیارت کے وقت- صفا اور مروہ پر- پہلے التحیات میں کیونکہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے' لہٰذا درود پاک مستحب ہے یا واجب- حضرات شافعیہ نے اس کی تصریح کی ہے- اور مالکیہ کے نزدیک آخری التحیات میں دعا سے پہلے- خطبۂ جمعہ اور دوسرے خطبوں میں- موذن کی اجابت (موذن کے ساتھ وہی کلمات کہنے) کے بعد' اقامت کے وقت' دعا کی ابتدا' درمیان اور آخر میں' شافعیہ کے نزدیک دعاء قنوت کے بعد اور تکبیرات عیدین کے درمیان' نماز جنازہ میں' تلبیہ سے فارغ ہو کر' ملاقات کے وقت' رخصت ہوتے وقت' وضو کے وقت' جب کان بجنے لگیں' جب کوئی چیز بھول جائے' ایک قول کے مطابق چھینک آنے پر' وعظ اور تبلیغ علم کے وقت' حدیث شریف پڑھنے سے پہلے اور بعد میں' استفتاء اور اس کا جواب لکھتے وقت' ہر مصنف' مدرس' درس دینے والے' خطیب' پیغام نکاح دینے والے' شادی کرنے والے اور نکاح پڑھانے والے کے لئے' رسائل میں' بسم اللہ شریف کے بعد' بعض حضرات کتاب کو ختم بھی درود شریف پر ہی کرتے ہیں' تمام اہم امور سے پہلے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے یا ذکر شریف سننے کے وقت یا لکھنے کے وقت' ان حضرات کے نزدیک جو اس وقت واجب قرار نہیں دیتے' حضرت امام حسن بصری' امام شعبی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک نفلی نماز میں آپ کا ذکر شریف ہو تو درود پاک مستحب ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف کے وقت درود شریف پڑھنے کے بارے میں بہت حدیثیں وارد ہیں' امام سخاوی نے کہا' اظہر یہ ہے کہ واجب ہے' کواشی نے فرمایا: کہ ادب اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ جب بھی

نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا جائے تو درود پاک پڑھا جائے۔

درود پاک عبادت، ثواب اور تعظیم کی نیت سے پڑھا جائے

نبی اکرم ﷺ پر عبادت اور ثواب کی نیت اور ارادہ تعظیم سے درود شریف پڑھا جائے گا۔ اسی لئے علماء نے سات مقا
پر درود شریف پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے (۱) جماع (۲) قضاء حاجت (۳) سامان فروخت کی تشہیر (۴) لغزش کے وقت (۵) تعجب
وقت (۶) ذبح کے وقت (۷) چھینک کے وقت، آخری تین میں اختلاف ہے (بعض کے نزدیک مکروہ نہیں) شیخ یوسف بن عم
نمبر۳ کی جگہ کھانے کا ذکر کیا، رصاع نے اس پر اضافہ کیا کہ شادی بیاہ کے وہ مواقع جہاں عوام الناس درود پاک کے ذر
دکھلاوے کے لئے اپنے افعال کی تشہیر کرتے ہیں۔ وہاں نہ ادب ہوتا ہے، نہ احترام، بلکہ ہنسی مزاح اور کھیل کود کا ماحول ہ
ہے۔ پھر انہوں نے فرمایا: کہ نجاست اور غلاظت والے مقامات میں درود شریف پڑھنا ممنوع ہے۔

ﷺ "وَسَلِّمُوْا" چونکہ آیت مبارکہ میں صلوٰۃ اور سلام دونوں کا حکم یکساں ہے، اس لئے سلام کے واجب ہونے اور مقدا
واجب سے زائد کے مستحب ہونے میں سلام کا وہی حکم ہے جو صلوٰۃ کا ہے۔

سلام کے معنی

سلام کے معنی میں تین احتمال ہیں (۱) مصدر ہو سلامتی کے معنی میں، یعنی نقائص اور آفات سے سلامتی آپ کے لئے اور
آپ کی معیت میں ثابت ہے۔ (۲) سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہو، یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی حفاظت و رعایت فرمانے والا اور کارساز
ہے۔ آپ کا معاملہ کسی دوسرے کے سپرد نہیں فرماتا۔ (۳) سلام کا معنی ہے موافقت اور فرماں برداری، جیسے کہ آیت مبارکہ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا میں ہے۔ اصول فقہ میں حضرات مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ لفظ مشترک بیک وقت تمام معانی
میں استعمال کیا جاسکتا ہے، اس اعتبار سے جائز ہے کہ نبی اکرم ﷺ سلام کے تمام معانی کا ارادہ فرمائیں۔

ﷺ تَسْلِيْمًا مفعول مطلق ہے جو اپنے فعل کی تاکید کر رہا ہے۔ بعض حضرات نے کہا، سلام کی تاکید لائی گئی ہے، نہ کہ صلوٰ
ۃ کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدا میں خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، اس خبر نے درود پاک کی
فضیلت ظاہر کر دی ہے، اور تاکید سے بے نیاز کر دیا ہے۔

وَيُرْوٰى ﮯ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ ﮯ يَوْمٍ وَالْبُشْرٰى ﮯ

اور مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، مسرت کے آثار آپ کے چہرہ انور

تُرٰى فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّهٗ جَاءَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اَمَا تَرْضٰى

میں دکھائی دے رہے تھے، تو آپ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا، یا رسول اللہ!

يَا مُحَمَّدُ اَنْ لَّا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا

کیا آپ اس سے راضی نہیں کہ آپ کا جو امتی آپ پر درود بھیجے گا' میں اس پر دس دفعہ درود بھیجوں گا

وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا

اور آپ کا جو امتی آپ پر سلام بھیجے گا' میں اس پر دس دفعہ سلام بھیجوں گا

اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں درود بھیجنے والے پر

۱؎ علامہ عراقی نے فرمایا: یہ حدیث امام نسائی اور ابن حبان نے بروایت حضرت ابو طلحہ' جید سند سے روایت کی (ختم شد) نیز ابن مبارک نے دقائق میں ابن ابی شیبہ نے مصنف میں' امام دارمی' امام احمد اور حاکم نے اور امام بیہقی نے شعب میں سند صحیح سے یہ حدیث روایت کی- اگرچہ ان کے الفاظ مختلف ہیں' لیکن ان سب کا مضمون یہی ہے- کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ پر ایک دفعہ درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے- اللہ تعالیٰ کی یہ خبر نبی اکرم ﷺ کی محبوبیت کاملہ اور بارگاہ الٰہی میں آپ کے عظیم مرتبے کی طرف اشارہ کر رہی ہے' یہاں تک کہ اس کے اثرات آپ کی برکت سے آپ کی امت کو بھی میسر ہوئے' کیونکہ جو امتی آپ پر ایک دفعہ درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اسے یہ جزا دیتا ہے کہ خود اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے- اگر ایک رحمت ہوتی تو کوئی چیز اس کا بدل نہ بن سکتی' چہ جائیکہ ہر ایک درود پاک پر دس رحمتیں ہوں- کونسا عمل ہے اور کونسا حیلہ و سبب ہے جس کے ذریعے یہاں تک رسائی ہو سکتی ہے- بندہ حقیر و ذلیل کی کیا حیثیت ہے' کہ اس پر رب عزیز و جلیل صلوٰۃ و رحمت بھیجے' اگر اس کے آقا و مولانبی کریم ﷺ کی عنایت اور بارگاہ خداوندی میں آپ کی بے پایاں عزت و کرامت نہ ہو-

شاید کہ اس خبر سے نبی اکرم ﷺ کے قلب اطہر پر حسن و جمال کی روح جلوہ گر ہوئی' اس سبب سے آپ کے چہرہ انور پر مسرت کے آثار نمایاں ہوئے' کیونکہ جو کچھ دل میں ہوتا ہے اس کا اثر چہرے پر ظاہر ہوتا ہے اور معروف ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ مسرور ہوتے تو آپ کا رخ انور جگمگا اٹھتا' نبی اکرم ﷺ کو حقیقی خوشی اور مسرت اور بشاشت اسی چیز سے حاصل ہوتی تھی' جو آپ کو رب کریم کی جناب سے ملتی تھی اور آپ کو اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی بشارت سے مسرور اور شادمان ہونا بھی چاہیے-

اب ہم الفاظ حدیث کی طرف لوٹتے ہیں-

وَبُزْوَیَ' اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے- میں نے ایک معتبر نسخہ میں دیکھا 'وَذُوِیَ- احیاء العلوم میں اسی طرح ہے' اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ یہ حدیث سند جید صحیح سے مروی ہے-

۲؎ "ذَاتَ یَوْمٍ' جَاءَ" کے متعلق ہے اور ظرفیت کی بنا پر منصوب کیونکہ یوم کی طرف مضاف ہے- ایک روایت میں یہی

الفاظ ہیں جو دلائل الخیرات میں ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک حجرے سے تشریف لا رہے تھے' تو حضرت ابو طلحہ آپ سے ملے۔ ایک روایت میں ہے ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے (راوی کو شک ہے) یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو حضرت ابو طلحہ نے آپ سے عرض کیا یہ بھی راوی نے تردد سے کہا کہ) آپ حضرت ابو طلحہ کے پاس تشریف لائے' تو انہوں نے عرض کیا۔ ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو طلحہ نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے لئے مسجد میں تشریف لائے' اس وقت آپ ایک حجرے سے باہر تشریف لا رہے تھے۔ حضرت ابو طلحہ حاضر ہوئے اور آپ سے ملے اور حضور اقدس ﷺ حجرہ مبارکہ سے مسجد میں تشریف لا رہے تھے۔

۳۔ "وَالبُشْرٰی" بشر کا مصدر ہے' خوش کن خبر دینا تُرٰی فِیْ وَجْھِہٖ۔ یعنی بشارت کا اثر دکھائی دے رہا تھا' کیونکہ خوشخبری خود دکھائی نہیں دیتی جسے خوشخبری دی جاتی ہے اس کی ظاہری جلد پر آثار دکھائی دیتے ہیں' بشارت کا اثر بِشْرٌ (باء کے کسرہ اور شین کے سکون کے ساتھ) چہرے کی روشنی اور تازگی۔ ایک روایت میں ہے وَالسُّرُوْرُ یُرٰی مِنْ وَّجْھِہٖ سرور وہ خوشی ہے جو خوشخبری سے دل میں پیدا ہوتی ہے' اور اس سے ظاہری جلد متاثر ہوتی ہے' اس صورت میں سبب کو مسبب کے قائم مقام رکھا گیا ہے۔ پہلی روایت کے مطابق۔

"فَقَالَ اِنَّہٗ" یہ ضمیر شان ہے' یعنی شان یہ تھی کہ جَآءَنِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ (میرے پاس جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے) مصنف نے جو دوسری روایات بیان کی ہیں کہ میرے پاس فرشتہ آیا یا آنے والا آیا' یہ روایت ان کی وضاحت کر رہی ہے۔ فرشتے سے مراد وہ معین فرشتہ ہے جس کی آمدورفت آپ کے پاس رہتی تھی۔ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام' وہی آپ کے پاس آتے جاتے تھے اور فرشتوں میں سے آپ کے مصاحب تھے۔

"فَقَالَ اَمَا تَرْضٰی" یہ ہمزہ انکار و ابطال کے لئے ہے اور ما نافیہ ہے' چونکہ یہ ہمزہ مابعد کی نفی کا فائدہ دیتا ہے' اس لئے اگر مابعد منفی ہو تو مثبت ہو جائے گا' جیسے کہ پیش نظر عبارت میں ہے' کیونکہ نفی کی نفی اثبات ہے' اسی طریقے پر ہے "اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ" (کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے) یعنی کافی ہے اور "اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ" (کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا) یعنی کھول دیا۔ اور اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا (کیا تمہیں یتیم نہیں پایا) اور اسی قسم کی دوسری آیات اور اس جگہ معنی یہ ہے کہ یا رسول اللہ! آپ راضی ہیں۔ بعض نسخوں میں ہمزہ محذوف ہے اور بعض نسخوں میں فَقَالَ لِیْ ہے لی کے اضافے کے ساتھ۔

اسم محمد کی خصوصیات

۱۔ "یَا مُحَمَّدُ" یہ اسم کریم و شریف نبی اکرم ﷺ کا انتہائی مشہور و معروف اور خاص نام ہے' اسی نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یاد فرمایا ہے اور دنیا و آخرت میں آپ کا یہی نام رکھا ہے۔ یہ اسم مبارک کلمہ توحید کے ساتھ خاص ہے' اسی نام پاک کی نسبت سے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی کنیت (ابو محمد) رکھی' اسی کے وسیلے سے انہوں نے دعا مانگی' حضرت حواء

کے صرمیں اسی نام اقدس سے درود شریف پڑھا۔ نبی اکرم ﷺ اپنا نام اطہر یہی لیتے تھے۔ فرماتے: میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اور فرماتے فاطمہ بنت محمد اور لکھواتے "محمد رسول اللہ کی طرف سے" درود پاک کی کیفیت کی تعلیم میں یہی نام پاک ہے (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ) درود پاک پڑھنے والے یہی نام اقدس لیتے ہیں۔ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کا یہی نام پاک لیں گے' جب تمام مخلوق کی شفاعت کے لئے آپ کی طرف راہنمائی کریں گے۔ حدیث معراج وغیرہ میں حضرت جبریل علیہ السلام یہی نام لیتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حدیث معراج میں آپ کا یہی اسم مبارک لیا۔ آپ کی ولادت باسعادت کے وقت آپ کے جد امجد حضرت عبد المطلب نے یہی نام رکھا۔ آپ کی قوم آپ کو اسی نام سے پکارتی تھی۔ پہاڑوں کے فرشتوں نے آپ کو اسی نام سے پکارا۔ آپ کے وصال کے وقت جب حضرت ملک الموت آسمانوں کی جانب تشریف لے گئے تو یہی نام لے کر کہہ رہے تھے "وَامُحَمَّدَاهُ" خازن جنت سے جنت کا دروازہ کھلوانے کے لئے بھی آپ اپنا یہی نام لیں گے' چنانچہ دروازہ کھول دیا جائے گا' اس کے علاوہ کئی مقامات جو مجھے اس وقت مستحضر نہیں ہیں۔

۵ "اَنْ لَّا یُصَلِّیَ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ" یعنی آپ کے متبعین میں سے جو ایک دفعہ درود پاک پڑھے گا۔ "اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا" میں اس پر دس مرتبہ درود بھیجوں گا۔ "وَلَا یُسَلِّمُ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ" اور آپ کا جو امتی ایک دفعہ آپ پر سلام بھیجے گا "اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا" میں اس کے بدلے اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں گا۔

ایک روایت میں یہی ہے کہ درود بھیجنے والے حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں' ایک اور روایت میں ہے "اَمَا یُرْضِیْكَ اَنَّ رَبَّكَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ" آپ کو یہ پسند نہیں ہے کہ آپ کا رب کریم ارشاد فرماتا ہے کہ آپ کا جو امتی آپ پر درود بھیجے گا' میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماؤں گا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجے گا' میں اس پر دس گنا رحمتیں نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا' اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھے گا اور دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا اور فرشتے اس پر سات مرتبہ درود بھیجیں گے۔ متعدد حدیثوں میں آیا ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ یہ حدیثیں امام مسلم' امام ابو داؤد' امام ترمذی' امام نسائی' امام احمد' ابن حبان اور طبرانی وغیرھم نے حضرت ابوہریرہ' حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص' حضرت عمر بن خطاب' حضرت عمار بن یاسر' حضرت انس بن مالک اور حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہیں۔

حضرت قاضی عیاض نے مسلم شریف کی شرح اکمال میں اور شیخ سنوسی سے اس کے تکملہ میں مسلم شریف کی روایت میں واقع لفظ صلوٰۃ کی تفسیر رحمت سے کی ہے۔ پھر انہوں نے فرمایا: ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے درود شریف بھیجنے والے کی تعریف فرماتا ہو۔ حضرت قاضی عیاض نے تصریح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ کا ظاہری معنی مراد ہو' یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں میں اس کی تعریف اور عزت افزائی فرماتا ہے' جیسے کہ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ جماعت میں

میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔

اسی طرح شیخ ابو عبد اللہ الرصاع نے بندے پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ کا معنی رحمت بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: رحمت کا اطلاق انعام پر کیا جاتا ہے' مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یکے بعد دیگرے انعام عطا فرماتا ہے اور اس کے انعامات دنیا میں بھی ہیں اور آخرت میں بھی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت دنیاء و مافیہا سے بہتر ہے

قاضی ابو عبد اللہ سکاکی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ رحمت ہے' اس کی ایک رحمت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے تو اس کی دس رحمتوں کا کیا عالم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے کتنی بلاؤں اور مصیبتوں کو دور فرمائے گا اور ان کی برکت سے کتنے لطف و احسانات حاصل ہوں گے۔

شیخ ابن عطاء اللہ نے فرمایا: جس شخص پر اللہ تعالیٰ ایک صلوٰۃ بھیجے گا اس کے دنیا و آخرت کے غموں کے لئے کفایت کرے گا اس شخص کا کیا حال ہو گا۔ جس پر دس مرتبہ صلوٰۃ بھیجے گا۔

اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ بندے کی اطاعت پر بھاری ہے

ابن شافع نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ آپ پر درود شریف بھیجنے والا اس مقام عظیم پر فائز ہو گیا ورنہ تمہیں یہ پایہ کب حاصل ہوتا؟ کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر صلوٰۃ بھیجتا' اگر تو زندگی بھر اطاعت بجالاتا رہے' پھر اللہ تعالیٰ تجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجے تو وہ ایک صلوٰۃ تیری عمر بھر کی اطاعتوں پر بھاری رہے گی' کیونکہ تو اپنی وسعت کے مطابق اطاعت کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت کے مطابق رحمت نازل فرمائے گا' یہ اس وقت ہے جب ایک صلوٰۃ ہو جب اللہ تعالیٰ ہر درود کے بدلے دس رحمتیں بھیجے گا تو کیا عالم ہو گا۔

حضرت قاضی عیاض نے اکمال میں بعض محققین سے نقل کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے' کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا' اس شخص کے بارے میں ہے جو آپ کی محبت و تعظیم اور خلوص سے آپ کا حق ادا کرنے کی نیت سے درود شریف پڑھے گا' اس شخص کے لئے نہیں جس کا مقصد نفس ثواب یا دعا کی قبولیت ہو۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں' یہ صحیح نہیں ہے۔

وَقَالَ[۱] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمام لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہو گا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا'

وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى[۲] عَلَيَّ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ

یہ بھی فرمایا: جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا جب تک درود پڑھتا رہے گا' فرشتے اس پر

مَا دَامَ يُصَلِّيْ عَلَيَّ[1] فَلْيُقَلِّلْ عِنْدَ ذَالِكَ اَوْلِيُكْثِرْ وَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

درود بھیجتے رہیں گے' اب چاہے وہ درود شریف کم بھیجے یا زیادہ' یہ بھی فرمایا: آدمی کے بخیل ہونے کے لئے یہ کافی ہے

بِحَسْبِ[1] الْمَرْءِ مِنَ الْبُخْلِ اَنْ اُذْكَرَ عِنْدَهُ وَلَا يُصَلِّيَ عَلَيَّ

کہ اس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

[1] "قَالَ" "صل" حضرت مصنف نے مسند الیہ یعنی رسول اللہ ﷺ کا ذکر تعظیم کے پیش نظر نہیں کیا' نیز صلوٰۃ و سلام اور مضمون حدیث کے قرینے پر اکتفا کیا ہے اور دو دلیلوں عقل اور لفظ سے قوی دلیل کی طرف رجوع کیا ہے۔

"اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ" وَلِيٌّ (لام ساکن) سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ مشارق میں کہا' اولیٰ کا معنی ہے میرے بہت زیادہ قریب اور خاص ترین آدمی۔ "اَكْثَرُهُمْ" اِنَّ کی خبر ہے اور ضمیر ناس کی طرف راجع ہے' عَلَيَّ ضمیر نبی اکرم ﷺ کے لئے ہے اور حرف جر (علی) صَلَاةً کے متعلق ہے صَلَاةً تمیز کی بنا پر منصوب ہے۔ باوجودیکہ یہ مصدر ہے' اس کا معمول اس سے مقدم ہو گیا ہے' کیونکہ یہ اَنْ مع الفعل کی تقدیر میں نہیں ہے' اور قول صحیح کے مطابق معمول اس وقت مقدم نہیں ہو سکتا جب مصدر اَنْ مع الفعل کی تقدیر میں ہو۔ کیونکہ اس وقت معمول ان کا صلہ ہو گا' لہٰذا مقدم نہیں ہو سکے گا۔ علاوہ ازیں ظرف اور مجرور کے لئے فعل کی بو (اثر ضعیف) ہی کافی ہوتی ہے' لہٰذا انہیں مطلقاً مقدم کیا جا سکتا ہے۔ جیسے کہ شارح رضی نے شرح کافیہ میں اور علامہ تفتازانی نے مطول میں تصریح کی ہے اور یہی تحقیق ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا" اور فرمایا "وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ" اور فرمایا "فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ" وَ غَيْرِ ذَالِكَ (ان آیات میں مصدر کا معمول ظرف اور مجرور مقدم ہے)

حضرت مصنف نے جو الفاظ نقل کئے ہیں احیاء العلوم میں بھی اسی طرح ہیں۔ حدیث شریف میں ہے "اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب) میں نے جتنی کتابیں دیکھی ہیں' ان میں یہی الفاظ ہیں۔ امام ترمذی' ابن حبان اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود کی روایت کے ایک ہی طرح کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن اور غریب ہے' ابن حبان نے کہا: صحیح ہے۔ امام احمد نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔

کثرت سے درود پاک پڑھنے والا مقام قرب میں

پھر کثرت سے درود شریف پڑھنے والا نبی اکرم ﷺ کے بہت ہی قریب اس لئے ہو گا کہ اس نے درود شریف پڑھ کر آپ کا قرب حاصل کیا' اور آپ کی ایک خدمت کی ہے۔ جیسے کہ آپ نے حضرت علی بن موفق کو فرمایا: انہوں نے جب آپ کی طرف سے حج کیا تو آپ کو خواب میں دیکھا' آپ نے فرمایا: یہ تمہاری ایک خدمت ہے' میں قیامت کے دن تمہیں اس کا بدلہ

دوں گا جب لوگ حساب کی پریشانی میں مبتلا ہوں گے تو میں میدان محشر میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں جنت میں داخل کر... دوسری وجہ یہ ہے کہ درود پاک کی کثرت نبی اکرم ﷺ کی شدید محبت پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ جسے کسی سے محبت ہو... ذکر کثرت سے کرتا ہے۔ اور آدمی اس کے ساتھ ہو گا۔ جس کے ساتھ اسے محبت ہو گی' اور حضور ﷺ کی شدید محبت... قوی متابعت پر دلالت کرتی ہے۔ "اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ" محب اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوتا ہے' جو شخص درود... کی کثرت' محبت اور متابعت کے اس مقام پر ہو گا' اس کی روح کو نبی اکرم ﷺ کی روح انور کا قرب حاصل ہو گا' دونوں... شناسائی' الفت' تعلق اور مناسبت حاصل ہو گی۔ لہٰذا وہ نبی اکرم ﷺ کے بہت ہی قریب ہو گا' اور بالخصوص اسے بارگاہ رسالت سے نورانیت حاصل ہو گی اور آپ کی صورت مبارکہ اس کے دل میں منقش ہو جائے گی۔

درود پاک پڑھنے کا عظیم فائدہ

پھر بغیتہ السالک میں شیخ ابو عبد اللہ ساحلی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد میری نظر سے گزرا' وہ فرماتے ہیں: درود پاک پڑھنے کا عظیم اور جلیل فائدہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی صورۃ مبارکہ دل میں بکمال و تمام نقش ہو جاتی ہے' یہ فائدہ اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ نیت خالصہ اور شروط و آداب کی رعایت اور معانی میں غور و فکر کے ساتھ نبی اکرم ﷺ پر ہمیشہ درود پاک پڑھا جائے حتی کہ نبی اکرم ﷺ کی محبت تمام تر سچائی اور خلوص کے ساتھ دل میں راسخ ہو جائے' ذکر کرنے والے اور نبی اکرم ﷺ کی ذات شریفہ میں رابطہ پیدا ہو جائے اور جتنی محبت راسخ ہو' صفائی اور قرب کے لحاظ سے اتنا ہی تعلق قائم ہو جائے' کیونکہ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے۔ محبت' محبوب کی پیروی کا تقاضا کرتی ہے اور پیروی مرتبہ وصال تک پہنچاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ اور یہ بہترین دوست ہیں۔

روحیں منظم لشکر ہیں' ان میں سے جن میں تعارف ہوتا ہے آپس میں الفت کرتی ہیں اور جو ناشناسا ہوں وہ الگ تھلگ رہتی ہیں۔ (بقدر ضرورت کلام ختم ہوا)

۲۔ "مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ" یہ حدیث امام ابن ماجہ نے سند ضعیف سے روایت کی' طبرانی نے اوسط میں سند حسن سے روایت کی' امام احمد' سعید بن منصور اور ابو نعیم نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی' ابن مبارک نے رقائق میں روایت کی' ضیاء مقدسی نے حضرت اشجعی سے روایت کی' امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ پر درود شریف بھیجے گا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر (۷۰) مرتبہ اس پر درود بھیجتے

ہیں' پس بندہ اس میں کمی کرے یا زیادتی' اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔

"مَادَامَ يُصَلِّيْ عَلَيَّ" معتمد نسخوں میں اسی طرح ہے' بعض نسخوں میں ہے "مَا صَلّٰى عَلَيَّ" ما ظرفیہ مصدریہ ہے' یعنی جب تک مجھ پر ہمیشہ درود بھیجتا رہے گا۔ (بعض نسخوں کے مطابق معنی یہ ہو گا کہ) جب تک مجھ پر درود بھیجتا رہے گا اور یہ ظاہر ہے۔

ے "فَلْيُقَلِّلْ عِنْدَ ذَالِكَ اَوْلِيُكَثِّرْ" يُقَلِّلْ اور يُكَثِّرْ میں ضمیر مَنْ کی طرف راجع ہے' اور دونوں فعلوں میں معتمد نسخوں کے مطابق عین کلمہ مشدد ہے' عند اس جگہ ظرف زمان ہے اور ذالک یہ درود شریف پڑھنے والے پر' جب تک وہ درود پڑھتا ہے فرشتوں کے درود بھیجنے کی مدت کی طرف اشارہ ہے۔ یا اس کے درود شریف پڑھنے کی مدت کی طرف اشارہ ہے' یعنی درود شریف پڑھنے کے وقت کم پڑھے یا زیادہ یا ان احادیث کی طرف اشارہ ہے' یعنی یہ احادیث سن لینے اور ان کا مطلب جان لینے کے وقت کم پڑھے یا زیادہ' پس قریب کی طرف بعید کے صیغہ سے اشارہ کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ عطف تخییر (اختیار دینے) کے لئے ہے اور فاء فصیحیہ (جو شرط محذوف کے جواب میں آئے) ہے' یعنی جب تو نے درود شریف کے دوام اور فائدے کو جان لیا' تو اب تمہاری مرضی ہے کہ زیادہ پڑھو اور زیادہ فائدہ حاصل کرو' یا کم پڑھنے پر اکتفا کرو۔ دراصل یہ زیادہ پڑھنے کی ترغیب ہے' کیونکہ عمل کرنے والا جہاں تک ہو سکے خیر کثیر کو ترک نہیں کرتا۔ اسی لئے مواہب لدنیہ میں فرمایا: جس چیز میں اختیار دیا گیا ہے اس کی فضیلت بیان کرنے کے بعد اختیار دینا اس بات کی علامت ہے کہ اس میں کمی کرنے سے منع کیا گیا ہے' اور یہ وعید کے قریب ہے' بعض دیگر حضرات نے کہا' اس میں وہ بلاغت ہے جو مخفی نہیں ہے۔

بخیل کی علامت

ے "بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْبُخْلِ" الحدیث' یہ حدیث ابن مبارک نے اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت حسن بصری سے مرسلاً (صحابی کے ذکر کے بغیر) روایت کی' عراقی نے فرمایا: یہ حدیث قاسم بن اصبغ نے امام حسن بن علی سے روایت کی' امام نسائی' ابن ماجہ اور ابن حبان نے امام حسین سے ان الفاظ میں روایت کی۔ "اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ" (بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا' مگر اس نے مجھ پر درود شریف نہیں پڑھا) امام ترمذی نے یہ حدیث حضرت امام حسین بن علی سے روایت کی' انہوں نے اپنے والد ماجد سے روایت کی' امام ترمذی نے کہا' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ تخریج اس نسخے سے ماخوذ ہے جو مصنف پر پڑھا گیا اور اس پر مصنف کی تحریرات ہیں۔ اس میں پہلا لفظ حسن بغیر یاء کے ہے اور دوسرا لفظ یاء کے ساتھ حسین) ہے۔

"بِحَسْبِ الْمَرْءِ" اس میں سین ساکن ہے' حسب فعل (یکفیه کے معنی میں ہے یا اسم فاعل (کَافِيْهِ) کے معنی میں ہے' مِنَ الْبُخْلِ یعنی بخل کی اتنی مقدار کافی ہے' اگر بخل دلچسپی کی چیز ہو' یا برائی اور مذمت کے حصول کے لئے اتنا بخل ہی کافی ہے

کسی اور پر موقوف نہیں ہے۔ بِحَسْبِ میں باء زائدہ ہے۔ یہ خبر مقدم ہے اور اَنْ اُذْكَرَ بتاویل مصدر مبتدا موخر ہے۔ بعض معتمد نسخوں میں "بِحَسْبِ الْمَرْءِ" اور بعض نسخوں میں "بِحَسْبِ الْمُؤْمِنِ" ہے' پہلا نسخہ جزراور رصاع کے پاس ہے' اور دوسرا نسخہ ابن ودداعہ کے پاس ہے' واللہ تعالیٰ اعلم

اَلْمَرْءُ عورت کے مقابل مرد کے لئے موضوع ہے' لیکن اس جگہ مجازاً عام معنی (مثلاً انسان) میں استعمال کیا گیا ہے' دونوں کو شامل ہے' یا مطلب یہ ہے کہ گفتگو مرد میں ہے اور عورت کا حکم واضح ہے' کیونکہ اس مسئلے میں عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بعض نسخوں میں حسب مرفوع ہے اور باء ساقط کر دی گئی ہے اور صحیح پہلا نسخہ (بحسب المرء) ہی ہے' بخل میں تین صورتیں ہیں (۱) باء مضموم اور خاء ساکن (۲) دونوں مفتوح (۳) باء کی موافقت میں خاء بھی مضموم' یہ مصدر ہے' اس کی ماضی میں خاء مکسور اور مضارع میں مفتوح ہے۔ (از باب سمع)

"وَلَا يُصَلِّيَ عَلَيَّ" واؤ عاطفہ ہے اور جبر کے نسخے میں واؤ کی جگہ ثُمَّ ہے' لہٰذا بعد میں جو فعل واقع ہے منصوب ہے' واللہ تعالیٰ اعلم' ایک نسخے میں فَلَا ہے ایک میں وَلَمْ اور ایک میں فَلَمْ ہے۔

امت پر حضور علیہ السلام کے ان گنت احسانات ہیں

شخص مذکور بخیل بلکہ بخیلوں کا سردار اس لئے ہے کہ بخل زائد چیز کا روکنا اور ایسی چیز کا خرچ نہ کرنا ہے' جسے شریعت یا مروت کی رو سے خرچ کرنا چاہئے' شریعت تو درود شریف پڑھنے کا تقاضا کرتی ہے' کیونکہ اس نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے' اسی طرح مروت' کیونکہ اس کا تقاضا ہے کہ جس ہستی نے یہ انعام و احسان کیا ہے اس کی تعریف کی جائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر دین' دنیا اور آخرت کے اعتبار سے ان گنت عظیم و جلیل احسانات ہیں' جن میں ہم تیر رہے ہیں' اور ظاہری اور باطنی طور پر ان سے مالا مال ہیں' مخلوق میں آپ جیسا کوئی محسن نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ہر خیر اور ہم تک پہنچنے والی ہر نعمت میں واسطہ ہیں اور آپ سب سے زیادہ ہماری ہدایت و نجات کے خواہاں ہیں' اور آپ دنیا و آخرت میں ہماری فکر فرمانے والے ہیں۔ اگر ہم اپنی زندگیاں اور اپنے شب و روز آپ پر درود شریف بھیجنے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد آپ کے ذکر میں دل کو مشغول کرنے میں گزار دیں' تو آپ کا جو حق ہم پر واجب ہے' ادا نہیں ہو گا اور آپ کے حسن اور احسان کی محبت کا تقاضا پورا نہیں ہو گا۔ ایمان اور احسان کی بنا پر ہم سے مطالبہ ہے اور ہم پر واجب ہے کہ آپ کو فراموش نہ کریں اور نہ ہی آپ سے غافل ہوں۔ پھر اس شخص نے صرف اتنا ہی بخل نہیں کیا کہ از خود ابتداء درود پاک کی کثرت نہیں کی' بلکہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف سننے اور یاد دہانی ہونے کے باوجود بخل کیا اور اپنے ہونٹ نہیں ہلائے' حالانکہ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے میں کونسی مشقت تھی' لہٰذا اس سے بڑا بخیل اور جفا کار کوئی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کرم سے ہدایت عطا فرمائے اور اپنے فضل سے نفس کے بخل سے محفوظ رکھے۔

وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا[1] الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

یہ بھی فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو'

وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ اُمَّتِيْ كُتِبَتْ لَهٗ

یہ بھی فرمایا میرے جس امتی نے مجھ پر درود بھیجا اس کی دس نیکیاں لکھی گئیں

عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ

اور دس گناہ مٹائے گئے۔

[1] "اَكْثِرُوْا الصَّلٰوةَ"۔ نسخہ سلیمہ میں اسی طرح ہے' بعض دوسرے نسخوں میں "مِنَ الصَّلٰوةِ" ہے' "من" زائدہ کے ساتھ۔

جمعہ کے دن درود بھیجنے کی فضیلت

"عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ" ابن ماجہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اس طرح یہ حدیث روایت کی ہے۔ "اَكْثِرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ" جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو' کیونکہ وہ یوم مشہود ہے' اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جائے' حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں' میں نے عرض کیا' وفات کے بعد بھی' فرمایا: ہاں! وفات کے بعد بھی' اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجساد مبارکہ کا کھانا حرام کیا ہے' علامہ دمیری نے کہا' اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی' مجھ پر ہر جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف بھیجو' جو شخص مجھ پر زیادہ درود پاک بھیجے گا اس کا مقام مجھ سے زیادہ قریب ہو گا' ابن کثیر نے کہا' اس کی سند میں ضعف ہے' علامہ ابن حجر نے فرمایا: اس کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جمعہ افضل ترین دن ہے

امام ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے اسانید صحیح سے روایت کی' ابن حبان اور حاکم نے حضرت اوس بن اوس ثقفی سے روایت کی اور حاکم نے فرمایا: کہ یہ امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ تمہارا افضل ترین دن جمعہ کا دن ہے' اسی دن آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی' اسی دن ان کا وصال ہوا' اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن صعقہ (تمام مخلوق بے ہوش ہو گی) ہو گا' لہٰذا اس دن مجھ پر بکثرت درود بھیجو' کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا' صحابہ کرام نے عرض کیا' یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا؟ حالانکہ (عام تصور کے مطابق) آپ کا جسد انور اپنی اصل حالت پر نہیں ہو گا' فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام کے اجسام طیبہ کو کھائے' ابن خزیمہ' ابن حبان اور دار قطنی نے اسے صحیح قرار دیا' ابن ابی حاتم نے اسے عدل میں ذکر کیا اور اپنے والد سے نقل کیا کہ یہ حدیث منکر ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر بکثرت درود بھیجو' جو اس طرح کرے گا قیامت کے دن میں اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا' شیخ ابو طالب مکی نے فرمایا: کم از کم تین سو مرتبہ پڑھنا چاہئے' خاص طور پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پاک بھیجنے کی ترغیب دی گئی ہے' کیونکہ یہ فضیلت والا دن ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ درود شریف پڑھنے والے کا درود شریف بارگاہ اقدس میں پیش کیا جاتا ہے' اس دن میں قبولیت کی ایک گھڑی ہے اس کے علاوہ بہت سے فضائل ہیں۔ ابن قیم نے کہا کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سید الانام ہیں' اور جمعہ کا دن سید الایام ہے۔ لہٰذا اس دن بارگاہ اقدس میں درود شریف پیش کرنے کی وہ فضیلت ہے' جو دوسرے دن میں نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ایک حکمت یہ ہے کہ امت مسلمہ کو دنیا و آخرت میں جو نعمت بھی ملی ہے' وہ آپ کے دست اقدس سے ہی ملی۔ پس آپ دنیا میں ان کے لئے عید ہیں اور قیامت کے دن سب سے بڑی عزت جو انہیں آخرت میں حاصل ہو گی' وہ جمعہ کے دن حاصل ہو گی۔

جمعہ کی رات نور مکرم بطن سیدہ آمنہ میں منتقل ہوا

بعض دیگر حضرات نے کہا کہ جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ جمعہ کی رات نور مکرم حضرت آمنہ مکرمہ کے بطن اطہر میں منتقل ہوا۔ لہٰذا جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے نسبت حاصل ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر خوشی منانے اور تعظیم کے لئے اس دن کو عید بنانا چاہئے اور بارگاہ اقدس میں بکثرت درود شریف پیش کرنا چاہئے۔

متن میں یوم الجُمُعَةِ کا تعلق اَکثِرُوا سے ہے۔

۲۔ "مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ اُمَّتِيْ" یعنی میرے جس امتی نے مجھ پر ایک دفعہ درود پاک پڑھا "كُتِبَتْ لَهٗ" اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں' یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے واجب ہیں' یا ثابت ہے' یا اس کے لئے دس نیکیوں کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ "عَشْرُ حَسَنَاتٍ" حَسَنَةٌ کی جمع ہے۔ حَسَنَةٌ صفت مشبہ ہے اور حَسَنٌ قبیح کی ضد ہے' یہ دراصل وصف ہے' پھر اس کا استعمال بطور اسم ہر اس خصلت میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق اور اس کی رضا و ثواب کی سبب ہے۔ وَ مُحِيَتْ یعنی دور کر دی جائیں گی یا زائل کر دی جائیں گی۔ "عَنْهُ" اس کے نامہ اعمال سے "عَشْرُ سَيِّئَاتٍ" دس برائیاں' یا مطلب یہ ہے کہ ان اثر یعنی ان پر مواخذہ یعنی اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ان پر مواخذہ نہیں ہو گا۔ سَيِّئَاتٌ جمع ہے سَيِّئَةٌ کی' اور سُوْءٌ وہ خصلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مخالف ہو اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے عقاب میں واقع کرے۔

درود پاک پڑھنے کے فضائل

علامہ عراقی نے فرمایا: یہ حدیث امام نسائی نے "عَمَلُ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَة" میں حضرت عمیر بن دینار سے روایت کی، لیکن اس میں یہ اضافہ ہے "مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَرَفَعَهُ بِهَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ" (جو شخص خلوص دل سے ایک مرتبہ درود شریف پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس درجے بلند فرمائے گا) امام نسائی نے سنن میں اور ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت بیان کی ہے، لیکن اس میں خلوص قلب اور گناہوں کے معاف کرنے کا ذکر نہیں ہے، اور ابن حبان نے رفع درجات کا بھی ذکر نہیں کیا۔

دوسرے حضرات نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے، اس میں دس گناہوں کے معاف کرنے کا بھی ذکر ہے، اس روایت کو انہوں نے امام نسائی کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ یہ ان کے الفاظ ہیں۔ حاکم نے مستدرک میں کہا کہ اس کا اسناد صحیح ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں، طبرانی نے کبیر میں، بزار امام احمد اور ابو یعلیٰ نے یہ حدیث بیان کی، امام بیہقی نے شعب میں، یہ حدیث بیان کی، لیکن اس میں نیکیوں کا ذکر نہیں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے صرف اللہ تعالیٰ کے دس رحمتیں نازل کرنے اور دس درجے بلند کرنے کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عمیر بن دینار انصاری کی روایت امام نسائی اور امام احمد نے بیان کی، ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا اور کہا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، ابو نعیم نے یہ حدیث حلیۃ الاولیاء میں سند ضعیف سے روایت کی۔ لیکن اس میں رفع درجات کا ذکر نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے راوی میں اختلاف ہے، بعض نے ان کا نام عمر (بغیر تصغیر کے) ابو سعید انصاری بدری کہا ہے اور یہ حدیث ان کے صاحبزادے حضرت سعید سے روایت کی ہے۔ بعض نے عمیر (تصغیر کے ساتھ) ابن دینار انصاری کہا، اور ان سے ان کے صاحبزادے سعید نے روایت کی، اور بعض نے کہا کہ وہ بردہ ابن دینار کے بھائی ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ حدیث سعید بن عمیر نے اپنے چچا سے روایت کی۔ بعض نے کہا کہ سعید بن عمیر بن دینار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ابن عاصم نے حضرت براء کی حدیث، روایت مذکورہ کے مطابق۔ حضرت براء کے مولیٰ کے واسطے سے اس کا نام لئے بغیر روایت کی، لیکن اس میں صلوات کا ذکر نہیں ہے، مگر یہ اضافہ ہے کہ یہ صلوٰۃ دس غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے۔

وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْاَذَانَ

اور یہ بھی فرمایا جو شخص اذان اور اقامت سن کر کہے،

وَالْاِقَامَةَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ

اے اللہ! اس فائدہ مند دعا و اذان)

الدَّعْوَةِ النَّافِعَةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَ

اور قائم ہونے والی نماز کے رب! حضرت محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما

ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَه

اور آپ کو مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے آپ سے وعدہ کیا ہے' قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہو گی۔

لے من قال الحدیث نسخہ سلیمہ اور اس کے علاوہ معتمد نسخوں میں اسی طرح ہے' بعض نسخوں میں وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ کے بعد ہے صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ بعض نسخوں میں وَالْفَضِيْلَةَ کے بعد ہے وَالدَّرَجَةَ الْعَالِيَةَ الرَّفِيْعَةَ' بعض نسخوں میں اَلْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ معرف باللام ہے۔

احیاء العلوم میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالشَّفَاعَةَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

عراقی نے فرمایا: یہ حدیث امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی' لیکن اس میں اقامت' شفاعت اور درود شریف کا ذکر نہیں ہے' بلکہ فرمایا: "حِیْنَ یَسْمَعُ النِّدَاءَ" امام مستغفری نے الدعوات میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں "حِیْنَ یَسْمَعُ الدُّعَاءَ لِلصَّلٰوةِ" ابن وہب نے سند ضعیف سے صلوٰۃ اور شفاعت کا ذکر کیا ہے' حضرت حسن بن علی عمری نے عمل الیوم واللیلہ میں حضرت ابو الدرداء کی روایت بیان کی اس میں صلوٰۃ کا اضافہ ہے' حضرت حسن نے اور امام مستغفری نے الدعوات میں سند ضعیف سے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی' کہ جب رسول اللہ ﷺ اذان سنتے' اس کے بعد حدیث بیان کی' اس میں ہے کہ جب مؤذن قَدْقَامَتِ الصَّلٰوةُ کہتا تو آپ کہتے "اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ" الحدیث اور اس میں اضافہ کیا "تَقَبَّلْ شَفَاعَتَهٗ لِیْ اُمَّتِهٖ" (آپ کی شفاعت امت کے حق میں قبول کی جائے گی)۔

دعائے وسیلہ مانگنے کے لئے شفاعت

امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو کی روایت بیان کی کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو' تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے' پھر مجھ پر درود بھیجو' پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو' اس روایت میں ہے کہ جس نے میرے لئے وسیلے کی دعا کی اس کے لئے شفاعت ثابت ہو گئی۔ (عراقی کا کلام ختم ہوا)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت امام بخاری' اصحاب سنن اربعہ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ) امام احمد اور ابن حبان نے نقل کی ہے' جس حدیث میں صلوٰۃ کا ذکر زائد ہے' امام طبرانی نے حضرت ابو الدرداء سے بھی روایت کی ہے۔

"حِیْنَ یَسْمَعُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ" میں واؤ بمعنی اَوْ ہے۔ امام بخاری کی روایت میں "یَسْمَعُ النِّدَاءَ" ہے' اس کی تفسیر اذان

سے کی گئی ہے۔ اس میں اقامت کا ذکر نہیں ہے۔ اقامت کا ذکر صرف اس روایت میں ہے' جو عراقی نے مستغفری سے حضرت ابو رافع کی حدیث روایت کی ہے۔ حافظ ابو عبد اللہ نمیری نے حضرت حسن سے اور دینوری اور ابن عبد البر نے حضرت یوسف بن اسباط سے روایت کی' اس میں بھی اقامت کا ذکر ہے۔

ۓ "اَللّٰهُمَّ" اس میں نحویوں کے دو مذہب ہیں' فراء اور کوفیوں نے کہا کہ اس کا اصل یَا اَللّٰهُ ہے' جب اسم جلالت حرف ندا کے بغیر استعمال کیا گیا تو اس کے بدلے میم مشدد لایا گیا۔ ہاء کا ضمہ وہی ہے جو منادیٰ مفرد معرفہ کے آخر میں آتا ہے۔ دو حرف (یا' حذف کر دیئے گئے تو دو حرف (میم مشدد) اس کے عوض لائے گئے۔ اور میم مفتوح ہے' کیونکہ یہ میم ساکن ہے اور پہلا میم بھی ساکن ہے۔ چونکہ اصل اور بدل کا اجتماع جائز نہیں ہے' اس لئے یَا اَللّٰهُمَّ نہیں کہا جائے گا۔ البتہ! شعر میں سنا گیا ہے (جیسے فَقُلْتُ یَا اَللّٰهُمَّ یَا اَللّٰهُمَّ) زجاج نے اس کا انکار کیا ہے (دوسرا قول یہ ہے کہ دراصل "یَا اللّٰهُ اُمَّنَا بِخَیْرٍ" تھا' اے اللہ! ہماری بھلائی کا ارادہ فرما)

رَبَّ اصل میں "یَا رَبِّ" تھا "هٰذِهِ الدَّعْوَةِ" دال مفتوح ہے' امام بیہقی نے یہ الفاظ روایت کئے ہیں: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَ لُكَ بِحَقِّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ" اس سے مراد دعوت توحید ہے یا اذان' کیونکہ اذان میں بھی توحید کا اعلان ہے۔ "لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ" سے یہی مراد ہے اور اگر اس سے مراد اذان ہو تو یہ جزء کا کل پر اطلاق ہو گا' جب کہ علامہ ابن حجر نے فرمایا: النّافِعَه بخاری شریف میں التّامّه ہے' میں نے النّافِعَه کا لفظ کہیں نہیں دیکھا' صرف ابن جزری نے امام احمد اور طبرانی کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ الدَّعْوَةِ وَالصَّلٰوةِ النَّافِعَةِ اس دعا کا دنیا و آخرت میں نافع ہونا ظاہر ہے۔

امام بخاری کی روایت کے مطابق التّامّه کا معنی یہ ہے کہ یہ دعا اس لئے تام ہے کہ اس میں تغیر اور تبدل واقع نہیں ہو گا' بلکہ قیامت تک اسی طرح باقی رہے گی' یا اس لئے کہ شرک نقص ہے (اور اذان میں توحید کا اعلان ہے اس لئے تام ہے) یا اس لئے کہ تمام و کمال کی یہی مستحق ہے' اس کے علاوہ جو کچھ ہے معرض فساد میں ہے۔ ابن التین نے کہا: اسے تامہ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ مکمل ترین قول لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر مشتمل ہے۔ علامہ طیبی نے کہا: اذان کی ابتدا سے محمد الرسول اللہ تک دعوت تامہ ہے۔

"وَالصَّلٰوةِ" وہ نماز جس کی طرف بلایا گیا ہے جو عنقریب قائم کی جائے گی' علامہ طیبی نے کہا' "یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ" کے مطابق صلاۃ قائمہ "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ" ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نماز مراد ہو جس کے لئے لوگ کھڑے ہوں گے عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ کی طرح (جس میں صفت مبنی للفاعل کا اسناد مفعول کی طرف کیا گیا ہے۔ آتِ ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ' یعنی عطا فرما' مُحَمَّدَنِ وَسِیْلَه حدیث شریف میں ہے کہ یہ جنت میں بلند ترین درجہ ہے۔ ابن عساکر حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا وسیلہ تمہارے لئے شفاعت ہے' بعض نے کہا' وسیلہ سے مراد قرب ہے' شیخ ابو محمد عبد الجلیل قصری نے شعب الایمان میں فرمایا: نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ یہ ہے کہ آپ کو جنت میں اللہ تعالیٰ کا وہ قرب حاصل ہو گا' جو تمثیل وزیر کو بادشاہ سے حاصل ہوتا ہے' جس شخص کو بھی کوئی نعمت ملے گی آپ کے واسطے سے ہی ملے گی۔ (شعب الایمان

کی عبارت ختم) اس سے پہلے وسیلے کی تفسیر جو امت کے لئے شفاعت سے کی گئی ہے۔ یہ تفسیر اس کے مطابق ہے' بلندی کی یہ تفسیر کہ وہ جنت میں بلند درجہ ہے معنوی بلندی ہے۔ ابن کثیر کے کلام سے حسی بلندی معلوم ہوتی ہے' وہ کہتے ہیں وسیلہ جنت میں بلند ترین مقام کا نام ہے' یہ نبی اکرم ﷺ کا مقام اور آپ کی منزل ہے اور یہ جنت کا عرش کے قریب ترین مقام ہے۔ دونوں مطلب صحیح ہیں۔ وَالْفَضِیْلَة وہ درجہ کہ فضیلت میں بلند ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا: کہ ممکن ہے یہ اور مقام ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وسیلہ کی تفسیر ہو۔ بعض نسخوں میں اس جگہ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَة زائد ہے' حافظ سخاوی نے فرمایا: یہ اضافہ مجھے کسی روایت میں دکھائی نہیں دیا۔

ہے "وَابْعَثْهُ" یہ فعل دعا ہے' باب فتح سے' کسی حالت یا وصف یا حکم مثلاً نیند یا موت یا کوئی بھی وصف یا حالت ہو' اس میں پر سکون کو ابھارنا' اور ایک حالت یا وصف کو تبدیل کرنا مثلاً بیدار کرنا' زندہ کرنا اور کھڑا کرنا۔

"مقامًا" قیام کا اسم مصدر ہے یا اسم مکان ہے' پہلی صورت میں مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ بعث' اثارت اور اقامت کا ایک ہی معنی ہے' دوسری صورت میں بعض نے کہا کہ یہ ظرفیت کی بنا پر منصوب ہے' اصل عبارت اس طرح ہے' آپ کو قیامت کے دن اٹھا اور مقام محمود میں قائم فرما۔ اس جگہ قیام کا معنی وقوف (کھڑا ہونا) ہے یا اِبْعَثْهُ متضمن ہے اَقِمْهُ کے معنی کو' اور دونوں صورتوں میں مفعول بہ ہونے کی بنا پر بھی منصوب ہو سکتا ہے' اس اعتبار سے کہ اِبْعَثْهُ متضمن ہے اَعْطِہٖ کے معنی پر' یہ بھی جائز ہے کہ حال ہو یعنی آپ کو اٹھا' اس حال میں کہ آپ صاحب مقام ہوں۔

"محمودًا" مقام کی صفت ہے' یہ نسبت مجازیہ ہے' یعنی وہ مقام کہ اس کا صاحب محمود ہو' یا اس میں قیام فرمانے والے' یعنی نبی اکرم ﷺ محمود ہوں' کیونکہ حمد صرف اہل علم کی صفت واقع ہوتی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ اولین و آخرین اس مقام میں نبی اکرم ﷺ کی تعریف کریں گے۔ علامہ طیبی نے فرمایا: کہ مقام کو نکرہ اس لئے لایا گیا ہے کہ اس میں بہت زیادہ تعظیم و تکریم ہے' یعنی وہ مقام کہ ہر زبان اس کی تعریف کرے گی۔ یہ مطلق ہے اور تمام باعث حمد فضیلتوں کو شامل ہے۔ لیکن علماء نے اس کی تخصیص فیصلے کے وقت شفاعت سے کی ہے' اس وقت اولین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے اور اس پر انہوں نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ احادیث صحیح صریح اور صحابہ و تابعین کے آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

ہے "اَلَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ" علامہ طیبی نے فرمایا: اس کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف ہے۔

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز فرما دے۔

اور اس پر وعدے کا اطلاق اس لئے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں عَسٰی یقینی وقوع پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہ ابن عیینہ وغیرہ سے ثابت ہے۔

اسم موصول (الذی) بدل ہے یا عطف بیان یا مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ نکرہ (مقامًا) کی صفت نہیں ہے' کیونکہ صفت موصوف سے زیادہ معرفہ نہیں ہوتی۔ لیکن علامہ سیوطی نے نکت میں تعلیق ابن ہشام کے حوالے سے نقل کیا کہ نحوی کہتے

ہیں کہ عطف بیان کی شرط یہ ہے کہ تابع متبوع سے زیادہ مشہور ہو اور مقرب میں ہے' تابع متبوع سے زیادہ مشہور ہو یا اس کی مثل ہو۔ پھر ابن ہشام نے کہا' کہ اگر تم یہ سوال اٹھاؤ کہ جس طرح ابن عصفور' زمخشری اور جرجانی نے شرط لگائی ہے کہ عطف بیان کو زیادہ واضح اور زیادہ خاص ہونا چاہئے' تم نے یہ شرط کیوں لگائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عطف بیان صفت کی طرح ہے اور صفت کے متعلق نحوی کہتے ہیں' کہ اسے موصوف سے وضاحت میں کم ہونا چاہئے۔ اگر تم کہو کہ جو تابع متبوع سے وضاحت میں کم ہو' وہ متبوع کو کس طرح واضح کر سکے گا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ تعریف اور وضاحت صرف تابع سے حاصل نہیں ہوتی' بلکہ متبوع کے ساتھ ملنے سے حاصل ہوتی ہے۔ (ابن ہشام کی عبارت ختم ہوئی) ابن مالک کی عبارت بھی اسی طرف مشیر ہے' کہ عطف بیان کے متبوع کو زیادہ واضح ہونا چاہئے۔

جس روایت میں مقام محمود معرفہ ہے' اس کے مطابق موصول اس کی صفت ہو گا اور یہ امام نسائی' ابن خزیمہ' ابن حبان' طبرانی اور بیہقی کی روایت ہے' ابن وجبون نے کہا' یہ امام بخاری سے روایت ہے' امام بیہقی نے اپنی روایت میں اضافہ کیا "اِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ" (بے شک تو وعدے کا خلاف نہیں فرماتا) جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بارے میں خبر دی ہے' کیونکہ اس کا کلام سچا ہی ہے۔

۵ "حَلَّتْ لَهٗ" اس کے لئے شفاعت کا استحقاق ثابت ہے اور شفاعت واجب ہے' اس کی تائید امام طحاوی کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے "وَجَبَتْ لَهٗ" یا "حَلَّتْ لَهٗ" کا معنی یہ ہے کہ شفاعت اسے ڈھانپ لے گی اور اس پر نازل ہو گی حَلَّ يَحُلُّ کا معنی نازل ہونا ہے۔ اور لام علیٰ کے معنی میں ہے' اس کی تائید امام مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے "حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ" اس سے مراد جنس شفاعت ہے' حضرت قاضی عیاض نے اس کا اور اس جیسے دیگر ارشادات شریعت کا مطلب یہ بیان کیا کہ یہ ہر ایک کے حق میں اس کے حسب حال ہے۔ مطیع کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا' یا حساب میں تخفیف کی جائے گی' یا درجات بلند کئے جائیں گے اور عاصی کو یا تو جہنم سے نجات دلائی جائے گی۔ یا جہنم میں اس کے قیام کی مدت کم کر دی جائے گی۔ اگر اس کے حق میں وعید جاری ہو گئی۔

قیامت کی وجہ تسمیہ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ یہ حَلَّتْ کا معمول (مفعول فیہ) ہے' اس دن کا نام یوم قیامت اس لئے رکھا گیا کہ اس میں قیامت قائم ہو گی۔ تمام مخلوق اپنی قبروں سے اٹھے گی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جب تک اسے منظور ہو گا کھڑی ہو گی' تمام لوگ حساب کے لئے کھڑے ہوں گے' ان کے موافق اور مخالف حجت قائم ہو گی' قیامت کے تقریباً ایک سو نام ہیں' اگر چاہو تو البدور السافرہ اور احیاء العلوم میں دیکھ سکتے ہو' قیامت کی ابتداء صور پھونکنے سے ہو گی۔ یہاں تک کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں۔

وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى[1] عَلَيَّ فِيْ كِتَابٍ لَمْ تَزَلِ[2] الْمَلَائِكَةُ

یہ بھی فرمایا کہ جس نے کتاب میں مجھ پر درود بھیجا' فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے

تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَادَامَ[3] اِسْمِيْ فِيْ ذٰلِكَ الْكِتَابِ وَقَالَ اَبُوْسُلَيْمَانَ[4] الدَّارَانِيُّ مَنْ

جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا' حضرت ابو سلیمان دارانی نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ

اَرَادَ اَنْ يَّسْأَلَ اللّٰهَ حَاجَتَهٗ فَلْيُكْثِرْ بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ[5] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے حاجت مانگنا چاہے' اسے چاہئے کہ نبی اکرم ﷺ پر بکثرت درود شریف بھیجے'

ثُمَّ يَسْأَلُ اللّٰهَ حَاجَتَهٗ وَلْيَخْتِمْ بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے' آخر میں بھی نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے' کیونکہ اللہ تعالیٰ

فَاِنَّ اللّٰهَ[6] يَقْبَلُ الصَّلَاتَيْنِ وَهُوَ اَكْرَمُ مِنْ اَنْ يَّدَعَ مَابَيْنَهُمَا

اول و آخر درود شریف قبول فرمائے گا اور اس کے کرم سے بعید ہے کہ ان کے درمیان دعا قبول نہ فرمائے

۱۔ "مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِيْ كِتَابٍ" عراقی نے فرمایا: امام طبرانی نے یہ حدیث معجم اوسط میں' ابو الشیخ نے الثواب میں اور مستغفری نے الدعوات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث سند ضعیف سے روایت کی (کلام عراقی ختم شد) بعض نے اس پر اضافہ کیا' خطیب نے "شرف اصحاب الحدیث" میں اور صاحب ترغیب اصبہانی نے روایت کی' ابن جوزی نے موضوعات میں ذکر کی' ابن کثیر نے کہا کہ حد صحت کو نہیں پہنچی' علامہ منذری نے ترغیب میں کہا کہ حضرت جعفر بن محمد کا قول نقل کیا گیا ہے' اور یہی راجح ہے۔ شیخ زروق نے فرمایا: کہ ہو سکتا ہے کہ درود شریف کا لکھنا مراد ہو' کتاب تالیف اور رسالہ وغیرہ کو شامل ہے' واللہ اعلم' اور یہی اظہر ہے یا لکھے ہوئے درود شریف کا پڑھنا مراد ہو' اور اس میں زیادہ وسعت اور امید ہے' خطابی نے فرمایا: میں نے بعض مشائخ سے سنا کہ ثواب مذکور کے حاصل ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ لکھتے وقت درود شریف پڑھا بھی جائے' ان کے علاوہ میں نے اور کسی سے نہیں سنا' ظاہر حدیث اور کلام علماء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرط نہیں ہے' پھر حافظ سخاوی کا کلام نقل کیا' جس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ "لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ" نسخہ سہلیہ اور دیگر معتمد نسخوں میں اسی طرح ہے' ابن فرحون نے اپنی کتاب الطاہر میں اور ضیاء الدین دمشقی نے اپنی کتاب "نزہۃ الاحداق فی مکارم الاخلاق" وغیرہما میں یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ کا معنی ہے فرشتے اس کے لئے استغفار اور دعا کرتے ہیں۔ بعض نسخوں میں اس کی جگہ تَسْتَغْفِرُ لَهٗ ہے' شفاء وغیرہ میں یہی الفاظ ہیں' گویا یہ روایت پہلی روایت کی تفسیر ہے۔ امام غزالی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ "لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ" ابن وداعہ

نے بیک وقت دونوں روایتیں ذکر کی ہیں 'تُصَلِّیْ عَلَیْهِ وَتَسْتَغْفِرُلَهٗ'

درود پاک لکھنے والے پر فرشتوں کی صلوٰۃ

۳ "مَادَامَ اِسْمِیْ فِیْ ذَالِكَ الْكِتَابِ" اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف کا لکھنا مراد ہے اور چونکہ حضور ﷺ پر درود شریف بھیجنے والے نے آپ کا اسم شریف اور درود پاک کتاب میں لکھا ہے' اس لئے، دیر تک اس میں ثابت رہے گا۔ اسے یہ جزا دی گئی کہ فرشتے دیر تک اس پر صلوٰۃ بھیجتے رہیں گے۔ استاذ ابو محمد جبر کے کلام سے ہی ظاہر ہے' کیونکہ انہوں نے عنوان قائم کیا ہے: بارگاہ رسالت میں درود پاک لکھنے کا ثواب اور سب سے پہلے یہی حدیث لائے' جس میں گفتگو جاری ہے۔ پھر اس کے بعد متعدد حدیثیں اور خوابیں بیان کیں' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف کا لکھنا ہی مراد ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ خادم حدیث کو اگر یہی فائدہ ہو کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف لکھتا ہے' تو یہی بہت بڑا فائدہ ہے' کیونکہ جب تک درود پاک کتاب میں رہے گا' اس پر درود بھیجا جاتا رہے گا۔

۴ "اَبُوْسُلَیْمَانَ الدَّارَانِیُّ" ان کا اسم شریف عبد الرحمٰن بن عطیہ ہے اور بعض نے کہا' عبد الرحمٰن بن احمد بن عطیہ ہے' اَلدَّارَانِیُّ دال کے بعد بھی الف ہے اور راء کے بعد بھی' ایک نسخے میں دال کے بعد الف ہے راء کے بعد نہیں۔ (دارنی) اور ایک نسخے میں راء کے بعد ہے اور دال کے بعد نہیں ہے (درانی) داران یا داریا (یاء کی تشدید کے ساتھ) شام میں دمشق کا ایک گاؤں ہے' لیکن داریا کی طرف نسبت ہو تو (اسے دارانی پڑھنا) خلاف قیاس ہے۔ حضرت ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ عنسی قبیلہ سے تعلق رکھنے والے' طریقت کے اکابر مشائخ میں سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ ۲۰۵ھ اور بعض نے کہا ۲۱۵ھ میں فوت ہوئے۔ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّسْاَلَ اللّٰهَ حَاجَتَهٗ' نسخہ سلیمہ اور دیگر متعدد معتمد نسخوں میں ضمیر موجود ہے اور مَنْ کی طرف راجع ہے اور بعض نسخوں میں ضمیر نہیں ہے (صرف حاجۃ ہے)

فَلْیَبْتَدِءْ باب افعال سے فعل مضارع ہے۔ (فَلْیَبْدَءْ) امام ابو سلیمان دارانی کا کلام بہت سے حضرات نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ اس کا مفعول محذوف ہے' یعنی اسے اپنا سوال شروع کرنا چاہئے۔ فَلْیَبْتَدِءْ (لام کے ساتھ) مجھے نہیں ملا' ممکن ہے حضرت مصنف اس کی نقل پر مطلع ہوئے ہوں یا انہوں نے یادداشت سے اس طرح نقل کر دیا ہو۔

"بِالصَّلٰوةِ" یہ باء تاکید کے لئے مفعول میں زائد لائی گئی ہے اور ممکن ہے کہ اس کا تعلق محذوف سے ہو' یعنی فَلْیَبْتَدِءْ اَللّٰهُمَّ بِالصَّلٰوةِ (چاہئے کہ کثرت سے درود پاک پڑھے) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فَلْیَبْتَدِءْ متضمن ہو' فَلْیَلْهَجْ کے معنی کو۔

۵ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ' امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی' امام نسائی' ابن خزیمہ' ابن حبان' حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا' کہ حضرت فضالہ ابن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابی کو نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے بغیر دعا مانگتے ہوئے سنا تو فرمایا: اس شخص نے جلدی کی' پھر انہیں بلایا اور فرمایا: کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے ابتدا کرے' پھر نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے' پھر جو چاہے دعا مانگے۔

دعا کے آداب

حصن حصین میں ہے آداب دعا میں سے یہ ہے کہ اول و آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے' کبیر میں اس کی نسبت امام ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن حبان اور حاکم کی طرف کی' امام نووی فرماتے ہیں۔ علماء کا اتفاق ہے کہ دعا کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنی چاہئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجنا چاہئے' اسی طرح ان دونوں پر دعا ختم کرنی چاہئے۔ اس بارے میں بہت سے ارشادات معروف ہیں۔ بعض دیگر حضرات نے فرمایا: کہ دعا کے درمیان میں بھی درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ امام احمد' بزار' ابو یعلی اور امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ساتھ سوار کے پیالے والا معاملہ نہ کرو' سوار اپنا پیالہ بھر کر رکھ دیتا ہے اور اپنا سامان اٹھا لیتا ہے' اب اگر اسے پانی پینے کی ضرورت ہو تو پی لیتا ہے یا وضو کی حاجت ہو تو وضو کر لیتا ہے' ورنہ اسے انڈیل دیتا ہے' تم دعا کی ابتداء' وسط اور آخر میں میرا ذکر کرو (اور مجھ پر درود شریف بھیجو)

"وَلْيَخْتِمْ" یعنی اپنی دعا کو ختم کرے ایک نسخے میں وَلْيَخْتِمْ کی بجائے وَلْيَتِمَّ واقع ہے۔

"بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" درود شریف ہر دعا کو ختم کرنے سے متعلق حدیث شریف اس سے پہلے نقل ہو چکی ہے۔

ف "فَإِنَّ" یہ فاء تعلیلیہ ہے اور إِنَّ خبر کی تاکید کے لئے ہے' تاکہ اس کا یقین اور وثوق کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

درود پاک کی برکت سے قبولیت دعاء

"فَإِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ الصَّلَاتَيْنِ" اللہ تعالیٰ دعا سے پہلے اور بعد والے ہر دو درود شریف کو قبول فرماتا ہے' امام باجی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو دعا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجو' کیونکہ درود شریف بارگاہ خداوندی میں مقبول ہے' اور اس کی شان اس سے بلند ہے کہ کچھ قبول فرمائے اور کچھ رد فرما دے' سخاوی فرماتے ہیں' میں اس کی اصل پر واقف نہیں ہوا' قبول کا معنی یہ ہے کہ شے سے جو غرض مطلوب ہو' وہ اس پر مرتب ہو جائے' جیسے نیکی پر ثواب کا مرتب ہونا' طلب کرنے والوں کا مطلب پورا کرنا اور سائل کو خوش کرنا۔

"وَهُوَ اَكْرَمُ اَنْزَهُ" (بہت ہی بلند) وغیرہ کو متضمن ہے۔

مِنْ نسخہ سقیمہ وغیرہ میں مِنْ موجود ہے' بعض نسخوں میں موجود نہیں ہے' اس کا تعلق اَكْرَمُ سے ہے' کیونکہ وہ نزاہت کے معنی پر متضمن ہے اور یہ مِنْ مفعول کو جر نہیں دے رہا' بلکہ وہ اس اسم تفضیل کے ساتھ دائمی طور پر قصد تعظیم کی بناء پر محذوف ہے۔

ان یدع یعنی ترک کر دے مابینھما یعنی دوسری چیزوں کی نسبت دو درودوں کی درمیانی دعا کو چھوڑ دینا اس کی شان سے بہت بعید ہے۔ یہ ابعد منھما مفضل علیہ ہے اسے حذف کر دیا گیا ہے۔ یا اس جگہ افعل اسم فاعل کے معنی میں ہے اور مبالغہ کے لیے اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے' مطلب یہ ہے کہ اس کی شان سے بعید ہے کہ درمیانی دعا کو رد فرمادے۔

حضرت ابو سلیمان کا باقی کلام بعض نے نقل کیا ہے' کہ ہر قسم کا عمل مقبول بھی ہوتا ہے اور مردود بھی' لیکن نبی اکرم ﷺ پر بھیجا جانے والا درود پاک مقبول ہی ہوتا ہے مردود نہیں ہوتا۔

امام باجی کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی روایت اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے۔ حضرت شیخ ابو طالب مکی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو تو ابتداء درود شریف سے کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے بعید ہے کہ اس سے دو مقصد طلب کیے جائیں اور وہ ایک پورا فرمادے اور دوسرا رد کر دے۔ یہ حدیث امام غزالی نے احیاء العلوم میں بیان کی' عراقی نے کہا کہ میں نے اسے مرفوع (نبی اکرم ﷺ کا فرمان) نہیں پایا' البتہ! حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

کونسی دعا قبول ہوتی ہے؟

شفاء شریف میں ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جس دعا کے اول و آخر مجھ پر درود شریف بھیجا گیا ہو' وہ رد نہیں کی جاتی۔ حضرت جبر نے فرمایا: یہ حدیث کتاب "شرف المصطفیٰ" میں ہے۔ حضرت عبد الرزاق' طبرانی اور ابن ابی الدنیا سند صحیح سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے راوی ہیں کہ جب تم میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگنا چاہے' تو اسے چاہیے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے شایان شان طریقے سے اس کی حمد و ثناء کرے' پھر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے' پھر دعا مانگے تو وہ قبولیت کے لائق ہے۔ اسد بن بشکوال حضرت عبد اللہ بن بسر سے مرفوعا راوی ہیں' کہ تمام دعائیں نامقبول ہیں' یہاں تک کہ اس کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجا جائے' پھر دعا مانگی جائے تو مقبول ہو گی۔ امام دیلمی مسند الفردوس میں حضرت انس سے' طبرانی اوسط میں' ابو الشیخ ثواب میں اور بیہقی شعب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفا راوی ہیں اور بعض نے اسے مرفوعا روایت کیا کہ ہر دعا نامقبول ہے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جائے۔ منذری نے کہا' موقوف زیادہ صحیح ہے اور سب کے الفاظ قریب قریب ہیں۔

دعاء کا پَر درود پاک ہے

امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' اور اسدی حضرت سعید بن مسیب سے' انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے موقوفا روایت کی کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے اوپر نہیں جاتی' یہاں تک کہ تو اپنے نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجے۔ شفا میں حدیث شریف کے یہ الفاظ ہیں' ہر دعا رد کی جاتی ہے' جب مجھ پر درود شریف بھیجا جائے تو اوپر چلی

جاتی ہے۔ ابو محمد جبر نے کہا: یہ حدیث اسحٰق ابن ابراہیم نے بیان کی' ابوالشیخ النصائح میں فرماتے ہیں۔ صاحب "شرف المصطفیٰ"

نے فرمایا: درود پاک دعا کا پر ہے جس کی وجہ سے دعا اوپر جاتی ہے اور قبولیت کی امید کی جاتی ہے۔

ابن عطاء اللہ فرماتے ہیں' دعا کے کچھ ارکان' بازو' اسباب اور اوقات ہیں' اگر دعا ارکان کے مطابق ہو تو قوی ہو گی' پروں کے موافق ہو تو آسمان میں پہنچ جائے گی' اگر اوقات کے موافق ہو تو کامیاب ہو گی' اور اگر اسباب کے موافق ہو تو مقبول ہو گی۔

دعا کے ارکان یہ ہیں۔ حضور قلب' رقت' خضوع و خشوع' دل کا اللہ تعالیٰ سے متعلق ہونا

اسباب سے دل کا منقطع ہونا۔ اس کا پر سچائی ہے۔ اس کا وقت سحری ہے۔ اس کی قبولیت کا سبب نبی اکرم ﷺ پر درود پاک ہے۔

شیخ الشائخ ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد فاسی قدس سرہ حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ طلب حاجت کے وقت درود شریف پڑھنے کا راز یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا واسطہ قبولیت اور وسیلہ اجابت ہونا پیش نظر ہے۔ اور "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہو۔ واللہ اعلم۔

ابن شافع فرماتے ہیں جب تو اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگے' تو دعا سے پہلے اور بعد نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجے' تیری مثال اس تاجر کی ہو گی جو اس حال میں دروازے سے داخل ہو کہ اس کے دائیں اور بائیں دو امیر حفاظت کر رہے ہوں تو کیا کوئی شخص اس سے تعرض کر سکے گا؟ بلکہ ان کے مقام سے اسے بھی آسانی حاصل ہو گی۔

وَرُوِيَ عَنْهُ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ[1] صَلّٰى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

اور نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ جس شخص نے جمعہ کے دن مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجا

مِائَةَ مَرَّةٍ غُفِرَتْ لَهٗ خَطِيْئَتُهٗ ثَمَانِيْنَ سَنَةً وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْمُصَلِّيْ عَلَيَّ نُوْرٌ

سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود بھیجنے والے کے لئے پل صراط پر

عَلَى الصِّرَاطِ وَمَنْ كَانَ عَلَى الصِّرَاطِ مِنْ اَهْلِ النُّوْرِ لَمْ يَكُنْ مِنْ اَهْلِ النَّارِ

ایک نور ہو گا اور جو پل صراط پر نور والا ہو گا' وہ جہنمی نہیں ہو گا۔

[1] "مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ" الحدیث یہ حدیث امام دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی' اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن کسی وقت بھی درود شریف پڑھا جائے۔ آئندہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر کے بعد پڑھا

جائے۔

مَانَهٗ مَرَّةً اس روایت میں اسی طرح ہے۔ شیخ ابو طالب مکی کی کتاب "قوت القلوب" میں ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی مرتبہ درود شریف بھیجے گا' اللہ تعالیٰ اس کے اسی سال کے گناہ معاف فرماوے گا' عرض کیا گیا' یا رسول اللہ! آپ پر درود شریف کس طرح بھیجا جائے؟ فرمایا: یہ الفاظ کہو اور اسے ایک شمار کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

جیسے بھی درود شریف پڑھے' بشرطیکہ لفظ صلوٰۃ کا ذکر ہو تو وہ درود شریف ہے' مشہور درود پاک وہ ہے جو التحیات میں پڑھا جاتا ہے۔ (قوت القلوب کی عبارت ختم)

درود شریف پل صراط کے لئے نور ہے

"احیاء العلوم" میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی مرتبہ درود شریف پڑھے گا جیسے قوت القلوب میں ہے۔ عراقی نے کہا' یہ حدیث دار قطنی نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی۔ دار قطنی کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ حدیث غریب ہے۔ ابن نعمان نے کہا' حسن ہے۔ جامع صغیر میں ہے مجھ پر درود شریف پل صراط کا نور ہے۔ جس نے جمعہ کے دن مجھ پر اسی مرتبہ درود شریف بھیجا' اس کے اسی سال کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ ازدی نے یہ حدیث الضعفاء میں اور دار قطنی نے افراد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ دار قطنی کی روایت میں ضعف ہے۔ اس سے بھی بہ ظاہر اطلاق معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن کسی وقت بھی درود شریف پڑھا جائے۔ شیخ ابو عبد اللہ بن ثابت نے کفایہ میں عصر کے مابعد قید لگائی اور فرمایا: جمعہ کی عصر کے بعد درود شریف پڑھے اور وہی روایت بیان کی جو قوت القلوب اور احیاء العلوم میں ہے۔ روایت صحیحہ عنقریب آئے گی۔ ایک روایت میں فرمایا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّمْ

یہ دوسری روایت ابن وداعہ نے حضرت سہل بن عبد اللہ سے روایت کی اور فرمایا: یہ درود پاک جمعہ کی عصر کے بعد پڑھا جائے گا۔ ابو العباس بن مندیل نے تحفۃ القاصد میں حضرت سہل کا کلام نقل کیا اور اس میں اصحاب کا بھی ذکر ہے۔

اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف

حضرت جبر کی کتاب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھے اور اپنی مجلس سے اٹھنے سے پہلے اسی (۸۰) مرتبہ پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا اس کے اسی (۸۰) سال گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' یہ حدیث ابو القاسم نے کتاب ظفریہ میں بیان کی۔ حافظ ابو القاسم

بن بشکوال کی حضرت ابو ہریرہ سے اس روایت میں عصر کے بعد کی قید صراحتاً موجود ہے۔ صاحب قوت القلوب کی تصریح گزر چکی ہے کہ درود پاک میں وسعت ہے، کسی بھی طریقے سے پڑھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح صاحب احیاء العلوم نے فرمایا: علامہ یہ ہے کہ جس درود شریف میں لفظ صلوٰۃ کا ذکر ہو اگرچہ وہ درود ہو جو التحیات میں پڑھا جاتا ہے، اس سے فضیلت درود شریف حاصل ہو جائے گی۔

۲ غفرت، ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ غَفْرٌ اور غُفْرَانٌ کا معنی ڈھانپنا ہے، خود کو مِغْفَر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سر کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس جگہ غفران کا معنی اللہ تعالیٰ کا بندے کے گناہوں کو ڈھانپنا، معاف کرنا، درگزر کرنا اور مٹا دینا ہے۔ جب گناہ مٹا دیئے جائیں اور ان پر مواخذہ نہ ہو تو گویا وہ ڈھانپ دیئے گئے ہیں۔

"خَطِيْئَةُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً" نسخہ سہلیہ میں خطیئتہ لفظ مفرد ہے اور اس سے مراد جنس گناہ ہے۔ بعض نسخوں میں جمع سالم کا صیغہ (خطیئات) ہے۔ خطا صواب کے مقابل ہے۔ خطیئہ فعلیہ کا وزن ہے، باب سَمِعَ سے، خطا خاء کے کسرہ اور طاء کے سکون کے ساتھ، جان بوجھ کر گناہ کرنا، جمع خطایا اور خطیئات ہے۔ اَخْطَأَ (باب افعال ہے) کا معنی ہے کہ صواب کو نہیں پہنچا یا بغیر ارادہ کے گناہ کیا، اس کا مصدر اِخْطَاءٌ ہے اور اسم خَطَاءٌ ہے۔ خَاطِی کا معنی نامناسب کام عمداً کرنے والا اور مُخْطِی وہ شخص جس نے صحیح کام کا ارادہ کیا، لیکن غلط کام کر بیٹھا۔ عام طور پر یہی معنی مراد ہوتا ہے، لیکن لغت میں دونوں کا معنی ایک ہی ہے، یعنی بغیر ارادہ کے کوئی غلط کام کرنا۔

ابی ھریرہ کی وجہ تسمیہ

۳ "وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ" ان کے نام اور ان کے والد کے نام میں تیس (۳۰) یا اس سے زیادہ اقوال ہیں۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ دور جاہلیت میں ان کا نام عبد شمس تھا اور اسلام میں عبد الرحمٰن بن صخر، انہوں نے ایک بلی پال رکھی تھی، اس کی نسبت سے آپ کی کنیت ابو ہریرہ ہوئی، آپ کا تعلق قبیلہ دوس سے تھا۔ فتح خیبر کے بعد حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے ہمراہ اسلام لا کر ہجرت کر کے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور پھر نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہی رہے۔ حضرت ابو ہریرہ اصحاب صفہ میں سے تھے، انہوں نے بارگاہ رسالت سے کثیر تعداد میں احادیث مبارکہ یاد کیں، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے (کہ جب آپ نے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو) حضور ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے کوئی چیز (حافظہ) ان کی چادر میں انڈیلی، جس قدر حدیثیں ان سے مروی ہیں کسی صحابی سے مروی نہیں، ان سے پانچ ہزار یا اس سے زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔ ان سے آٹھ سو حضرات صحابہ و تابعین نے حدیثیں روایت کیں۔ یہ مقام کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں ہوا، آپ کی وفات میں مختلف اقوال ہیں، سن ۵۵، ۵۸ اور ۸۹ ھجری۔

۴ "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ" یہ جملہ لفظاً خبریہ اور معنی دعائیہ (انشائیہ) ہے۔ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا یا انعام کا ارادہ فرمایا۔ یہ مبتدا اور خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے، کیونکہ صحابہ اور دیگر بزرگوں کے نام کے ساتھ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

کہنا مستحب ہے۔

۵: "لِلْمُصَلِّیْ عَلَیَّ نُوْرٌ" یہ حدیث اور آئندہ دو حدیثیں ابن فرحون کی کتاب "الزہد" سے ماخوذ ہیں' ان کے الفاظ اور ترتیب اور ان پر کلام بھی وہی ہے۔ ابو محمد جبر' ابن وداعہ' ابن فاکہانی اور ابن سبع نے حضرت انس' حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر سے متعدد حدیثیں بیان کی ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پل صراط کا نور ہے' علامہ سیوطی کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ یہ حدیث ازدی نے الضعفاء میں اور دار قطنی نے افراد میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ امام دیلمی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ ابو محمد جبر نے "شرف المصطفیٰ" کے حوالے سے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ پھر کہا کہ ایک اور روایت میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "مجھ پر درود پڑھنا پل صراط پر نور ہے جس شخص نے مجھ پر دن رات میں اسی (۸۰) مرتبہ درود بھیجا' اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ نے حضرت انس سے روایت کی۔ پھر حضرت جبر نے حضرت ابن عمر کی روایت سے ایک اور حدیث بیان کی۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ مختلف ہوں گے' بعض اندھیروں میں ہوں گے اور بعض روشنی میں' بعض دیگر احادیث میں یہ بات صراحۃً موجود ہے۔ سعد الدین فرغانی نے فرمایا: نور اسے کہتے ہیں جو شے کو منکشف کرے اور اس کا استعمال اس پھیلی ہوئی روشنی میں ہوتا ہے جو دیکھنے میں مدد دے۔

۶: "لَمْ یَکُنْ مِنْ اَهْلِ النَّارِ" یہ اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ آگ اسے کہے گی کہ اے مومن! تو گزر جا کہ تیرے نور ایمان نے میرے شعلے سرد کر دیئے ہیں۔

یہ الفاظ جو متن میں ہیں ابن فرحون کی روایت میں بھی اسی طرح ہیں۔ عزفی کی کتاب "الدرالمنظم" میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود بھیجنا پل صراط پر نور ہے اور جو پل صراط پر اہل نور میں سے ہوگا' وہ اہل نار میں سے نہ ہوگا۔ متن کے اکثر نسخوں میں ابن فرحون کی روایت کے مطابق "لَمْ یَکُنْ" ہے اور بعض نسخوں میں "فَلَا یَکُوْنُ" ہے جیسے کہ عزفی کی روایت میں ہے۔

قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ[۱] نَسِيَ الصَّلٰوةَ عَلَيَّ فَقَدْ[۲] اَخْطَاءَ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ

اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا' بے شک وہ جنت کے راستے سے ہٹ گیا

وَاِنَّمَا[۳] اَرَادَ بِالنِّسْيَانِ التَّرْكَ وَاِذَا كَانَ التَّارِكُ يُخْطِىءُ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ

بھولنے سے آپ کی مراد چھوڑنا ہے' اور جب چھوڑنے والا راہ جنت سے ہٹ گیا ہے

كَانَ الْمُصَلِّيْ عَلَيْهِ سَالِكًا اِلَى الْجَنَّةِ وَفِيْ رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ[۴] بْنِ عَوْفٍ

تو آپ پر درود بھیجنے والا جنت کی راہ پر چلنے والا ہے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَنِیْ جِبْرِیْلُ

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل امین علیہ السلام

عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَا یُصَلِّیْ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ

آئے۔ انہوں نے کہا، یا رسول اللہ! آپ کا جو امتی آپ پر درود بھیجے گا اس پر

سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ وَّمَنْ صَلَّتْ عَلَیْہِ الْمَلٰئِكَۃُ كَانَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ

ستر فرشتے درود بھیجیں گے اور جس پر فرشتے درود بھیجیں وہ جنتی ہو گا۔

وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُكُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اَكْثَرُكُمْ اَزْوَاجًا فِی الْجَنَّۃِ

اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو مجھ پر بہت درود بھیجے گا جنت میں اس کی بہت بیویاں ہوں گی۔

راہ جنت سے ہٹنے والا شخص

۱۔ "مَنْ نَسِیَ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ" ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سند حسن سے نقل کی ہے: جو مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا، وہ راہ جنت سے ہٹ گیا۔ یہی الفاظ حافظ ابو نعیم نے حضرت ابن عباس اور ابو جعفر امام باقر رضی اللہ عنہما سے روایت کئے ہیں۔ ابن ابی حاتم نے یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی۔ امام طبرانی نے کبیر میں سند حسن سے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَہٗ فَاَخْطَاءَ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ اَخْطَاءَ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ (جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور وہ مجھ پر درود بھیجنے سے الگ رہا تو وہ جنت کی راہ سے الگ ہو گیا) امام بیہقی نے شعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں مَنْ نَسِیَ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ نَسِیَ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ (جو مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا وہ جنت کی راہ بھول گیا۔ اسی میں حضرت ابو جعفر امام باقر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اَخْطَاءَ بِہٖ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ (جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا تو اس نے مجھ پر درود شریف نہیں بھیجا، وہ جنت کی راہ سے ہٹ گیا) حضرت ابو محمد جبر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا ہی جنت کی راہ ہے۔

۲۔ فَقَدْ اَخْطَاءَ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ یہ ابن فرحون اور سمرقندی کے الفاظ ہیں۔ میرے علم کے مطابق ان کے علاوہ کسی نے لفظ فقد ذکر نہیں کیا۔ ابن فرحون نے اس سے پہلے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ مَنْ نَسِیَ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ (جو مجھ پر درود بھیجنا بھول گیا وہ جنت کی راہ بھول گیا) جیسے کہ حضرت قاضی عیاض نے شفا میں اور امام بیہقی نے شعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے۔

فَقَدْ اَخْطَاءَ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ ہو سکتا ہے اس جگہ راہ جنت سے مراد درود پاک ہو۔ جیسے کہ حضرت جبر کے حوالے سے حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزرا ہے۔ جس شخص نے درود پاک کو ترک کیا' اس نے درحقیقت راہ جنت کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ جنت کا حصول اور اس کا داخلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کے بغیر نہیں ہو گا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت میں جنت کا محسوس راستہ مراد ہو اور جس شخص نے دنیا میں درود پاک کو ترک کیا' وہ آخرت میں راہ جنت سے بھٹک جائے گا اور دور ہو جائے گا' اور اسے اس راستے کا نہ تو علم ہو گا اور نہ کوئی راہنما ملے گا۔

چونکہ یہ امر یقینی ہے اس کے وقوع کی تاکید کے لئے لفظ قدْ اور فعل ماضی استعمال کیا گیا ہے گویا کہ جو امر آیندہ ہونے والا ہے' وہ واقع ہو چکا ہے۔

شے کے ترک پر وعید' وجوب کی دلیل ہے

متن کی حدیث کے ہم معنی وہ حدیثیں ہیں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف کے وقت درود شریف ترک کرنے والے کے لئے دور کرنے۔ ناک کے خاک آلود ہونے اور بد بختی کی دعا ہے اور اسے بخل اور جفا سے موصوف قرار دیا گیا ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں جن حضرات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر دفعہ ذکر شریف کے وقت درود شریف کو واجب قرار دیا ہے انہوں نے احادیث صحیحہ مذکورہ سے استدلال کیا ہے' کیونکہ ان میں وعید ہے اور کسی شے کے ترک پر وعید' اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کا حکم اس لئے ہے کہ آپ کے احسان کا شکریہ ادا کیا جائے اور آپ کا احسان تو دائمی ہے (لہٰذا شکریہ بھی دائمی ہونا چاہیے)

کے "وَاِنَّمَا اَرَادَ" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالنسیان حدیث شریف "مَنْ نَسِیَ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ" میں نسیان سے اَلتَّرْكَ ترک کا ارادہ فرمایا' یہ ابن فرحون کے الفاظ ہیں۔ نسیان سے ترک مراد لینے کی وجہ شیخ الشائخ ابو محمد عبد الرحمٰن نے اس کتاب کے حاشیہ میں یہ بیان فرمائی کہ ترک ارادے سے ہوتا ہے' برخلاف نسیان کے جس کا معنی غفلت ہے (وہ ارادے سے نہیں ہوتا) اس پر مواخذہ نہیں ہے' بلکہ جو شخص کار خیر کا ارادہ رکھتا ہو' پھر اسے کوئی رکاوٹ پیش آگئی یا بھول گیا' تو وہ اس کی برکت سے محروم نہیں ہو گا۔ بلکہ اسے اس کی فضیلت حاصل ہو گی' مثلاً ایک شخص سو گیا یا بیماری اور سفر کی وجہ سے وظیفہ نہیں پڑھ سکا' اسی طرح جو شخص کوتاہی اور کاہلی کے بغیر جماعت میں شریک نہیں ہو سکا' واللہ اعلم۔ علاوہ ازیں نسیان (بھول جانا) دائمی عادت نہیں ہوتا۔ بلکہ کبھی کبھار ہوتا ہے اور اس میں گفتگو نہیں ہے' ورنہ دین میں حرج پیدا ہو جائے گا "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ" (اللہ تعالیٰ نے دین میں تم پر حرج نہیں رکھا)

"نَسِیَ" بمعنی ترک (چھوڑ دیا) ہے اور اس کا معنی لغت میں مشہور ہے۔ جیسے "مشارق" میں ہے' لہٰذا اس کی تقویت کی ضرورت نہیں۔ زمخشری نے "اساس البلاغہ" میں اسے مجاز قرار دیا' علامہ ابن حجر نے فرمایا: اس جگہ ملزوم کا ذکر ہے اور مراد لازم ہے' کیونکہ بھولنے کو چھوڑنا لازم ہے' چھوڑنے کو بھولنا لازم نہیں ہے۔

درود پاک بھولنے کا مطلب؟

پھر درود پاک کو بھولنے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ تمام عمر میں ایک دفعہ بھی درود شریف نہ پڑھے' حالانکہ یہ بالاتفاق واجب ہے۔ شیخ زروق شرح وغلیسہ میں فرماتے ہیں کہ اگر قدرت کے باوجود درود پاک ترک کیا اور تکبر مانع نہیں تو وہ مجرم گنہگار مرا' اور اگر تکبر مانع ہے تو وہ کافر مرا' یا یہ مطلب ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود نہیں بھیجا' بلکہ ایک دو دفعہ پر اکتفا کیا ہے۔ جس قول کے مطابق تکثیر واجب ہے اس پر کوئی اشکال نہیں ہے' کیونکہ ترک تکثیر کا وہی حکم ہو گا جو ایک دفعہ بھی نہ بھیجنے کا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق اگرچہ تکثیر واجب نہیں ہے' تاہم ترک تکثیر دینداری کی کمی' ایمان کی انتہائی کمزوری' نبی اکرم ﷺ کی محبت کی کمی اور اس کے دین کے ناقابل رشک ہونے کی دلیل ہے' جو شخص اس طرح ہو' وہ راہ راست اور صراط مستقیم پر نہیں چلے گا اور جو کچھ بھی کرے گا اس کی پروا نہیں کرے گا۔ پھر وہ حوادث اور شکوک کے پیش آنے اور امتحان کے زلزلوں کے وقت تذبذب کا شکار ہو سکتا ہے' بلکہ ممکن ہے کہ برگشتہ ہو جائے' اس کا معاملہ سخت خطرے کی زد میں ہے۔ اے اللہ! حفاظت و سلامتی عطا فرما۔ ایسا شخص لازماً راہ جنت سے بھٹک گیا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرنے یا ذکر سننے کے وقت درود شریف چھوڑ دے' اس حدیث میں اس پر وعید ہے۔ احادیث مبارکہ جن کی دلالت دور کرنے اور بدبختی پر ہے ان سے اس بات کو تقویت ملتی ہے اور یہ واجب ہونے کی دلیل ہے' جیسے اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

"اِذَا کَانَ التَّارِکُ" اور جب درود پاک کو ترک کرنے والا یُخْطِیءُ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ راہ جنت سے دور ہو گا اور اسے نہیں پائے گا۔

"کَانَ الْمُصَلِّیْ عَلَیْہِ سَالِکًا اِلَی الْجَنَّۃِ" (حضور ﷺ پر درود بھیجنے والا جنت کی طرف چلنے والا ہو گا) کیونکہ جب آپ نے یہ خبر دی ہے کہ درود پاک کا ترک کرنے والا راہ جنت سے دور ہو گا اور وہاں دو قسم کے افراد ہی ہوں گے' درود شریف پڑھنے والے اور اسے ترک کرنے والے' اور دار بھی دو ہی ہوں گے جنت یا دوزخ' اور اس سے چارہ نہیں کہ جنت میں داخل ہو گا یا دوزخ میں' اور درود بھیجنے والے کا حکم تارک کے برعکس ہو گا' لہٰذا معلوم ہوا کہ درود شریف بھیجنے والا تارک کے برعکس اللہ تعالیٰ کے فضل اور حکم سے جنت کی راہ پر چلے گا۔ یہ قیاس عکس شریعت کے ان دلائل سے ہے جو علم اصول میں ثابت ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا نسب

"عبدالرحمٰن بن عوف" ان کا نام و نسب یہ ہے ابو محمد عبد الرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن عبدالحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر' قریشی زہری' سابقین اولین مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک حواری (خادم خاص) ہیں۔ بدر اور دیگر تمام معرکوں میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے

ہیں' جن کے جنتی ہونے کی بشارت نبی اکرم ﷺ نے دی' اور مجلس شوریٰ نے کے ایک فرد ہیں' جن کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی' کہ خلیفہ انہیں میں سے ہو گا اور خبر دی تھی کہ نبی اکرم ﷺ وصال کے وقت ان سے راضی تھے' مجلس شوریٰ' یہ معاملہ آپ کے سپرد کیا آپ نے غور فکر فرما کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی' پھر دیگر حضرات نے بھی ان کی بیعت کی' ۳۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

"قَالَ" یعنی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے فرمایا: بعض نسخوں میں یہ لفظ موجود ہے۔ نسخہ سہلیہ میں نہیں ہے۔

ۂ "سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ" ابن فرحون نے یہ حدیث انہی الفاظ سے بیان کی' شیخ ابو محمد جبر نے فرمایا: یہ حدیث صاحب اشرف نے روایت کی ہے' بعض دیگر روایات مثلاً حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ روایت میں ہے کہ جس نے مجھ پر درود بھیجا اس پر فرشتے درود بھیجیں گے۔ ان روایات میں عام فرشتوں کا ذکر ہے' اگر متن میں مذکور حدیث پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو یہ مخصص ہو گی اور فرشتوں سے مراد وہ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو درود بھیجنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں' یہ بھی ممکن ہے کہ تخصیص مراد نہ ہو' بلکہ نبی اکرم ﷺ نے پہلے یہ خبر دی کہ ستر ہزار فرشتے درود بھیجتے ہیں' پھر عام فرشتوں کے بارے میں خبر دی۔ اور یہ فرق درود بھیجنے والوں کے اخلاص' محبت' شوق اور تعظیم کے مختلف ہونے سے ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے لئے سجدۂ شکر

ایک اور حدیث میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل امین علیہ السلام نے خوشخبری دی اور کہا' آپ کا رب تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر درود بھیجوں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا' لہذا میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے شکر کا سجدہ کیا۔ یہ حدیث امام حاکم نے روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا۔ امام بیہقی نے شعب میں اور امام احمد نے مسند میں روایت کی۔

غالباً نبی اکرم ﷺ کو ملنے والی یہ پہلی بشارت ہے کہ آپ پر درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے' اسی لئے اس کے سبب سے حضور انور ﷺ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ نیز اس میں اللہ تعالیٰ کے مطلق درود بھیجنے کا ذکر ہے' دس مرتبہ یا اس سے زیادہ درود بھیجنے کا ذکر نہیں ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

نسخہ سہلیہ اور اکثر نسخوں میں لفظ ماضی ہے "اِلاَّ صَلَّى عَلَيْهِ" بعض نسخوں میں فعل مضارع اور اس سے پہلے واؤ ہے۔ اِلاَّ وَيُصَلِّيْ

ۂ "وَمَنْ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَة" نسخہ سہلیہ اور دیگر اکثر نسخوں میں یہی الفاظ ہیں۔ ابن فرحون کی کتاب میں بھی یہی الفاظ ہیں' اور غالباً یہ ان کا کلام ہے' بعض نسخوں میں ہے "وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهِ الْمَلَكُ" الخ' واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس پر فرشتے درود بھیجیں وہ اہل جنت سے اس لئے ہو گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حامل' فرماں بردار اور معصیت سے پاک ہیں' وہ جو کچھ کہتے ہیں' اسی کے حکم کے مطابق کہتے ہیں' اپنے آپ کچھ نہیں کہتے' وہ خود تصرف نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ

کے تصرف کے تابع ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کے لئے بھلائی اور رحمت کا ارادہ فرماتا ہے' اس کے لئے فرشتوں کی زبان پر دعا ور حمت اور استغفار جاری فرمادیتا ہے۔ لہٰذا ان کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور اس شخص سے رحمت و مغفرت کا معاملہ فرماتا ہے۔

ع "اَكْثَرُكُمْ اَزْوَاجًا فِي الْجَنَّةِ" ابن ودامہ نے حدیث شریف کے یہ الفاظ ذکر کئے' لیکن ان کا حوالہ نہیں دیا' امام سخاوی نے الدرّ المنظم کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی۔

درود پاک پڑھنے کا فائدہ

نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا نیکیوں کے حصول' گناہوں کی معافی' درجات کی بلندی اور جنت میں محلات کی تعمیر کا سبب ہے جیسے کہ آیندہ آئے گا۔ اور محلات کی جان حوروں کے حصول کا ذریعہ ہے' جس شخص پر اللہ تعالیٰ درود بھیجے وہ اس لائق ہے کہ ان تمام نعمتوں کو حاصل کرے' اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے' وہ اس بات کا اہل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر خیر کو حلال فرمادے اور عطا فرمادے' متن کی حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ ایک جنتی کی متعدد بیویاں ہوں گی' اور جنتی اس سلسلے میں مختلف ہوں گے۔ یہ بات احادیث کثیرہ سے ثابت ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ کے ثواب میں جنتی بیویاں عطا کی جائیں گی' اس بارے میں بھی بہت حدیثیں وارد ہیں۔

وَرُوِيَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ[1] صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً تَعْظِيْمًا

اور نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے میرے حق کی تعظیم کے لئے مجھ پر درود بھیجا

لِحَقِّيْ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ[2] مِنْ ذٰلِكَ الْقَوْلِ مَلَكًا[3] لَهٗ جَنَاحٌ م بِالْمَشْرِقِ وَالْاٰخَرُ

اللہ تعالیٰ اس قول سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے' جس کا ایک پر مشرق میں ہے اور دوسرا

بِالْمَغْرِبِ وَرِجْلَاهُ مَقْرُوْرَتَانِ فِي الْاَرْضِ[4] السَّابِعَةِ السُّفْلٰى وَ عُنُقُهٗ مُلْتَوِيَةٌ

مغرب میں اور اس کے پاؤں سب سے نچلی ساتویں زمین میں ٹھہرے ہوئے ہیں' اور اس کی گردن عرش کے نیچے

تَحْتَ الْعَرْشِ يَقُوْلُ[5] اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ صَلِّ عَلٰى عَبْدِيْ كَمَا صَلّٰى عَلٰى نَبِيِّيْ

لپٹی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے فرماتا ہے' میرے بندے پر درود بھیج جس طرح اس نے میرے نبی پر درود بھیجا ہے۔

فَهُوَ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَرُوِيَ[6] عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ

پس وہ اس بندے پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا' اور نبی مکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ الْحَوْضَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَقْوَامٌ مَّا اَعْرِفُهُمْ اِلَّا بِكَثْرَةِ الصَّلٰوةِ

میرے پاس حوض کوثر پر کئی ایسی جماعتیں آئیں گی جن کی پہچان مجھے صرف اس لئے ہوگی کہ وہ مجھ پر بکثرت درود

عَلَیَّ ○ وَرُوِیَ عَنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ[۱] صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّةً

بھیجتے تھے' اور نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا

وَاحِدَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرَ مَرَّاتٍ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عَشْرَ مَرَّاتٍ صَلَّی اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا اور جس نے مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اس پر

عَلَیْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِائَةَ مَرَّةٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ اَلْفَ مَرَّةٍ

سو مرتبہ درود بھیجے گا اور جس نے مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجے گا

وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ اَلْفَ مَرَّةٍ حَرَّمَ اللّٰهُ جَسَدَهٗ عَلَی النَّارِ وَثَبَّتَهٗ بِالْقَوْلِ

اور جس نے مجھ پر ہزار مرتبہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اس کا جسم آگ پر حرام فرما دے گا اور اس کو دنیا میں

الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ عِنْدَ الْمَسْئَلَةِ وَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ

اور آخرت میں سوال کے وقت قولِ ثابت کے ساتھ ثابت رکھے گا اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا

وَجَاءَتْ صَلٰوتُهٗ عَلَیَّ نُوْرًا لَّهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلَی الصِّرَاطِ مَسِیْرَةَ خَمْسِمِائَةِ

اور قیامت کے دن مجھ پر بھیجا ہوا اس کا درود اس حال میں آئے گا کہ اس کا نور پل صراط پر پانچ سو سال کی

عَامٍ وَاَعْطَاهُ اللّٰهُ بِكُلِّ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا عَلَیَّ قَصْرًا فِی الْجَنَّةِ قَلَّ ذٰلِكَ اَوْ كَثُرَ

مسافت تک ہو گا اور اللہ تعالیٰ اسے ہر درود کے بدلے جنت میں ایک محل عطا کرے گا' یہ درود کم ہو یا زیادہ

[۱] "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ" یہ حدیث ابن سبع نے بیان کی' لیکن انہوں نے نہ تو صحابہ کا ذکر کیا اور نہ حوالہ دیا۔ ابن حجر اور ابن وداعہ نے حضرت انس ؓ سے بیان کی مگر حوالہ نہیں دیا۔ ابن بشکوال نے حضرت انس سے بیان کی' لیکن ان کی روایت میں "وَرِجْلَاهُ مَغْرُوْزَتَانِ" سے "تَحْتَ الْعَرْشِ" تک کے الفاظ نہیں ہیں۔ ابن فاکہانی کے ظاہر کلام سے اس حدیث کی نسبت امام ترمذی کی طرف ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' دیکھئے ترمذی شریف' انہوں نے حضرت انس کی روایت بھی ذکر کی۔

"صَلَاةً" ظاہر یہ ہے کہ یہ اس جگہ اسم ہے مصدر نہیں ہے' اس کا معنی درود شریف ہے۔ (درود بھیجنا نہیں) لیکن یہ مفعول مطلق ہے' کیونکہ یہ اپنے فعل سے مقدم نہیں ہوتا' اور مفعول مطلق کے طور پر اس کا استعمال "خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ" کی نسبت زیادہ ہے۔

"تَعْظِیْمًا" یہ باب تفعیل کا مصدر ہے' یعنی اس نے حضور انور ﷺ کی عظمت اور کمال کا اعتقاد کیا ہے' جو بلندی کے لحاظ سے آنکھوں کو اور ہیبت کے اعتبار سے دل کو بھر دیتا ہے' اور اس کا اطلاق ایسے فعل پر بھی کیا جاتا ہے جو اعتقاد عظمت پر

دلالت کرے' یہ مفعول لہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے' یا فاعل سے حال ہونے کی بنا پر۔ اس صورت میں مضاف مقدر ہو گا' یعنی اس حال میں کہ وہ صاحب تعظیم (تعظیم کرنے والا) ہے' یا یہ معنی ہے کہ اس حال میں کہ اس کا درود تعظیم ہے' مبالغہ کے لئے یہ دعویٰ کر دیا' کہ درود ہی تعظیم ہے' یا یہ صَلٰوۃً کی صفت ہے' اگر اسے مصدر قرار دیا جائے تو یہ نوع کے لئے ہے' بہر حال! یہ صلوٰۃ کی قید ہے' جس پر آئندہ حکم مرتب ہے۔

"لِحَقِّیْ" یعنی میری شان اور میرے مرتبے کی تعظیم کے لئے' یا میرے لازم اور واجب حق کے لئے۔ لام عامل کی تقویت کے لئے ہے۔

ے "مِنْ ذٰلِكَ الْقَوْلِ" مِنْ ابتدائیہ ہے یا تعلیلیہ مَلَکًا' یہ مفعول بہ ہے' یا مفعول مطلق جیسے کہ "خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ" میں اختلاف ہے' مفعول مطلق ہونے کی صورت میں عبارت اس طرح ہو گی۔ خَلَقَ اللّٰهُ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ

فرشتوں کے اوصاف

"مَلَکٌ" (فرشتہ) اس کی جمع مَلَائِکَۃ ہے۔ وہ بسیط' نورانی' قدسی اور خواہشات کی تاریکیوں سے پاک جواہر ہیں ان کا کھانا پینا اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس ہے' ان کی محبت و فرحت اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ان کا ٹھکانا اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ' قرب اور وحی کے سننے کا میدان ہے' فرمانبرداری ان کی فطرت اور سرشت میں داخل ہے' ان سے نافرمانی سرزد ہی نہیں ہوتی' کیونکہ وہ محض نور ہیں' ان میں نہ ترکیب ہے نہ مختلف قسم کی صفات اور افعال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی صفت پر پیدا فرمایا ہے کہ وہ مختلف صورتوں سے موصوف ہو سکتے ہیں' جیسے کہ ہمیں ایسی ہیات پر پیدا فرمایا کہ اس کے سبب ہم سے مختلف حرکتیں صادر ہوتی ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ فرشتے متحیز ہیں' ان کے لئے مکان ہے۔ وہ اتصال و انفصال' چڑھنے اور اترنے اور ایسی ہی دوسری صفات سے متصف ہیں' یا وہ ارواح مجردہ ہیں اور متحیز نہیں ہیں۔ دلائل سمعیہ (قرآن و حدیث) کے ظاہر سے پہلی شق معلوم ہوتی ہے' اہل کشف دوسری شق کے قائل ہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے "معیار العلوم" میں فلاسفہ کے مذہب پر فرشتے کی یہ تعریف کی ہے' کہ وہ جوہر بسیط ہے جو زندگی' گویائی اور عقل رکھتا ہے' فنا پذیر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اور ارضی اجسام کے درمیان واسطہ ہے' ان میں سے بعض عقلی ہیں اور بعض نفسی۔

فرشتوں کی پیدائش کا سبب؟

متن میں جو حدیث ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے بعض اعمال سے یا ان کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اعمال صالحہ سے پیدا ہونے والے فرشتے یکدم پیدا نہیں کئے گئے اور یہ بات بعض اعمال کے بارے میں وارد ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن سورۂ بقرہ اور آل عمران اپنے صاحب کی طرف سے جھگڑا کرتے ہوئے آئیں گی۔

امام قرطبی تذکرہ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ثواب سے ایسے فرشتے پیدا فرما دے گا' جو اس شخص کی طرف سے جھگڑا کریں گے جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے' جس نے یہ آیہ کریمہ پڑھی "شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے پیدا فرمادے گا جو اس کے لئے قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے۔

شیخ ولی الدین عراقی کے پاس مکہ مکرمہ سے چند سوالات آئے' ان میں ایک سوال یہ تھا کہ کیا ملائکہ علیہم السلام یکدم پیدا کئے گئے ہیں اور کیا ان کی موت بھی اسی طرح ہوگی؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ محض احتمال کی بنا پر اس مسئلے میں پیش قدمی نہیں کرنی چاہئے' نظر و فکر اور قیاس کو اس میں دخل نہیں ہے' یہ روایت کہ اللہ تعالیٰ بعض اعمال صالحہ کے سبب ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے' جو مصروف تسبیح رہتا ہے اور اس کی تسبیح اس عمل والے کے لئے ہوتی ہے۔ ثابت نہیں ہے' بلکہ باطل اور بے اصل ہے۔ (شیخ عراقی کا کلام ختم)

حضرت جبریل نہر حیات میں غوطہ زن

لیکن ابن حجر' ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم نے سند ضعیف سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ساتویں آسمان پر بیت اللہ شریف کے محاذی بیت المعمور ہے اور آسمان میں نہر حیات ہے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام اس میں ہر دن ایک غوطہ لگاتے ہیں' پھر باہر نکل کر اپنے آپ کو جھاڑتے ہیں' تو ان سے ستر ہزار قطرے گرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے' انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ بیت المعمور میں جا کر نماز پڑھیں' وہ نماز پڑھ کر باہر نکلتے ہیں تو ان کی کبھی واپسی نہیں ہوتی' ان میں سے ایک فرشتہ ان پر امیر بنایا جاتا ہے' اسے حکم دیا جاتا ہے کہ ان فرشتوں کے ساتھ آسمان کے ایک مقام پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں' چنانچہ وہ قیامت تک تسبیح بیان کرتے رہیں گے۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہونے کے باوجود اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتے یک دم پیدا نہیں کئے گئے۔

خوف خدا سے کانپنے والے فرشتے

امام بیہقی نے "کتاب الرویہ" میں ایسی ہی ایک حدیث علی بن ارطاۃ کے واسطے سے ایک صحابی سے روایت کی ہے' کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ فرشتے ایسے ہیں کہ خوف خدا سے ان کے پٹھے کانپتے رہتے ہیں' ان کی آنکھ سے گرنے والا ہر آنسو فرشتہ بن جاتا ہے جو تسبیح کرتا ہے۔ متن کی روایت میں اگر مِنْ ابتدائیہ ہو تو اس سے بھی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لفظ فرشتے کا مادہ ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ معانی متجسم ہو جاتے ہیں' اس سلسلے میں مزید گفتگو آئندہ آئے گی' انشاء اللہ تعالیٰ۔

گ "لَهٗ جَنَاحٌ بِالْمَشْرِقِ" نسخہ سلیمہ اور دیگر معتمد نسخوں میں اسی طرح ہے' ایک نسخے میں ہے "جَنَاحُهٗ بِالْمَشْرِقِ" دونوں صورتوں میں مبتدا اور خبر سے مرکب جملہ مَلَکٌ کی صفت ہے' مشرق سورج کے طلوع ہونے کی جانب کو کہتے ہیں۔

"وَالْاٰخَرُ بِالْمَغْرِبِ" دوسرا پر سورج کے غروب ہونے کی جانب میں ہے' اس عبارت میں مجموعی طور پر دونوں جانبوں کی طرف اشارہ ہے۔

"وَرِجْلَاهُ مَغْرُوْزَتَانِ" ۔ نسخہ سلیمہ اور اکثر دوسرے معتمد نسخوں میں قاف اور دو راؤں کے ساتھ ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے دونوں پاؤں ثابت ہیں۔ قَرَّ (ثابت ہوا) سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ سوال: یہ تو لازم ہے جو اپنے فاعل پر اکتفا کرتا ہے لہٰذا اس سے اسم مفعول نہیں بنانا چاہئے۔ فعل کے مطابق قَارَّتَانِ اسم فاعل کا صیغہ آنا چاہئے تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اسم مفعول اسم فاعل کے معنی میں ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد۔ "حِجَابًا مَّسْتُوْرًا" اور "اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا" میں اسم مفعول اسم فاعل ساترا اور آتیا کے معنی میں ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ یہ ثلاثی مجرد ہے' لیکن ثلاثی مزید (مُفْعَلٌ) کے معنی میں ہے "اَقَرَّ يُقِرُّ" کا معنی ہے ثابت کرنا اب معنی یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دونوں قدم ثابت کئے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں کہ مسعود کا معنی ہے "اَسْعَدَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى" اللہ تعالیٰ نے اسے نیک بخت کیا' تسہیل (نحو کی ایک کتاب) میں ہے کہ بعض اوقات مُفْعَلٌ کی جگہ مفعول کو استعمال کر دیا جاتا ہے۔ خواہ اس کا ثلاثی مستعمل ہو یا نہ ہو' اور بعض اوقات فاعل کو مفعول کی جگہ اور مفعول کو فاعل کی جگہ استعمال کر دیتے ہیں۔

بعض نسخوں میں مَغْرُوْزَتَانِ ہے' یعنی ثابت ہیں۔ یہ ماخوذ ہے غَرَزَ الشَّيْءَ فِي الْاَرْضِ سے (پہلے غین پھر راء بغیر نقطہ والی) یعنی فلاں شے کو گاڑ دیا اور ثابت کر دیا۔ بعض نسخوں میں مَقْرُوْنَتَانِ ہے' یعنی جمع کئے ہوئے ہیں۔ یہ ماخوذ ہے قَرَنَ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ سے' دو چیزوں کو جمع کر دیا۔ کہا جاتا ہے قَرَنْتُ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ قِرَانًا میں نے حج اور عمرہ کو جمع کر دیا۔

"فِي الْاَرْضِ" ارض پر نچلی چیز کو کہتے ہیں' یہ اسم جنس ہے۔

زمینیں سات ہیں

"السَّابِعَة" (ساتویں زمین)' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی یہی ظاہر ہے۔ "اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ" (جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمینیں ان کی مثل) حضرت مجاہد (تابعی) نے فرمایا: ساتویں آسمان اور ساتویں زمین کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے۔ یہی نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کے زیادہ قریب ہے۔ حدیث صحیح میں ہے' جس نے ایک بالشت زمین غصب کی' اللہ تعالیٰ ساتوں زمینوں سے اتنی مقدار اس کے گلے کا طوق بنا دے گا۔ اس سے بھی زیادہ ظاہر' حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے الفاظ ہیں: اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔ احادیث کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمینیں سات ہیں' حتیٰ کہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ اہل سنت کا مذہب ہے' ملاحظہ ہو امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی اللہ عنہ کی تصنیف لطیف الہیئۃ السنیہ۔

السُّفْلٰى یہ اَسْفَل کی مونث ہے اور سفول (پستی) سے ماخوذ ہے' اس کے مقابل علو ہے جس کا معنی بلندی ہے۔

زَغْلَفَۃٌ عین اور نون دونوں مضموم ہیں' بعض اوقات نون ساکن کر دیا جاتا ہے' یہ معروف عضو (گردن) ہے اسے مذکر اور مونث ہر دو طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مَلْتَوِیَۃٌ معتمد نسخوں میں مونث کا صیغہ ہے' بعض نسخوں میں مذکر کا صیغہ مَلْتَوٍ ہے' اس فرشتے کی گردن عرش کے نیچے اس لئے لپٹی ہوئی ہے کہ وہ فرشتہ اتنا لمبا ہے کہ عرش سے لے کر ساتویں زمین تک نہیں سما سکتا ہے' لہٰذا اس نے اپنی گردن لپٹا لی ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

عرش مجید کی بناوٹ

"تَحْتَ الْعَرْشِ" یہ عرش مجید ہے جس کے بارے میں ایک روایت میں وارد ہے کہ وہ سرخ یاقوت کا ہے' دوسری روایت میں ہے کہ سبز زمرد کا ہے اور اس کے چار پائے سرخ یاقوت کے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے اور وہ اتنا بڑا ہے کہ اس کی مقدار کو اس کا بنانے والا ہی جانتا ہے اور یہ (جسمانی طور پر) اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی مخلوق ہے۔

۵ یَقُوْلُ اللّٰہُ یہ جملہ حال ہے یا صفت ہے' کیونکہ اس کا موصوف نکرہ ہے۔ مضارع اس لئے لایا گیا ہے کہ یہ اس حال کی حکایت ہے جس میں فرشتہ یہ خطاب سنتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معراج شریف کی حدیث صحیح میں ہے۔ "اَوَلَمْ تَسْمَعِ اللّٰہَ یَقُوْلُ" (کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔)

امام نووی (شارح مسلم شریف) فرماتے ہیں' اس سے مطرف بن شخیر کا یہ قول رد ہو جاتا ہے کہ "یَقُوْلُ اللّٰہُ" کہنا ممنوع ہے' کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ "یَقُوْلُ اللّٰہُ" (صیغہ مضارع سے) نہ کہو' بلکہ "قَالَ اللّٰہُ" (صیغہ ماضی سے) کہو۔ امام نووی فرماتے ہیں' صحیح ہے کہ "یَقُوْلُ اللّٰہُ" کہنا جائز ہے۔

لَہٗ یہ ضمیر فرشتے کی طرف راجع ہے۔

"صَلِّ عَلٰی عَبْدِیْ" اس اضافت میں معین بندے کی طرف اشارہ ہے' یعنی میرے اس بندے پر درود بھیج جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔ فرشتے کو اس بندے پر درود بھیجنے کا حکم دیا اور اس بندے کی اپنی طرف اضافت کی' یہ اس بندے کا بہت بڑا اعزاز اور اللہ تعالیٰ کا خاص لطف ہے۔

"کَمَا" یہ کاف تعلیلیہ ہے (یعنی اس لئے کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔) جیسے کہ وَاذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدٰکُمْ (تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو' کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے) میں ہے یا یہ کاف تشبیہ کے لئے ہے۔ (یعنی جیسے کہ اس بندے نے درود بھیجا ہے) یہ تشبیہ صرف درود کے موجود ہونے میں ہے' اور مَا مصدریہ ہے۔

"عَلٰی نَبِیِّیْ" وہ موجود اور متعین نبی کہ یہ بندہ جس پر درود بھیجا جا رہا ہے' ان کی ملت پر ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف ذکر کئے بغیر اس اضافت میں اختصاص ہو یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق ہے' اور جنہیں وہ خاص نبوت عطا کی گئی ہے جو کسی دوسرے کو نہیں دی گئی۔

بعض نسخوں میں عبارت اس طرح ہے عَلٰی نَبِیِّیْ مُحَمَّدٍ اس میں اسم شریف کا ذکر ہے۔

"فَهُوَ" یہ فاء سببیہ ہے۔

"يُصَلِّيْ عَلَيْهِ" وہ فرشتہ اس بندے پر اپنی پیدائش سے "اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَة" قیامت تک درود بھیجتا رہے گا' اور قیامت اس کے درود بھیجنے کی انتہا ہے' کیونکہ اس وقت بندے کے اپنے اچھے اور برے اعمال ختم ہو جائیں گے اور بندوں کے لئے دوسروں کے اعمال دعا وغیرہ بھی ختم ہو جائیں گے' اس وقت صرف جزا ہو گی' اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے ساتھ مہربانی کا معاملہ فرمائے' اور اپنے احسان اور کرم اور رحمت سے نوازے۔ آمین! یا رب العالمین۔

"وَرُوِيَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" یہ حدیث حضرت قاضی عیاض نے شفاء شریف میں بیان کی ہے۔ علامہ ملا علی سیوطی نے اس کے لئے جگہ خالی چھوڑ دی اور اس کا ماخذ بیان نہیں کیا۔ يَرِدُ فعل مضارع ہے' اس پر لام قسم (قسم محذوف کے جواب میں) داخل ہے اور آخر میں نون تاکید لاحق ہے' لہٰذا مضارع مبنی بر فتحہ ہے۔ یہ ورود سے مشتق ہے' ورود کا معنی پانی کی طرف جانا اور اس تک پہنچنا ہے۔ معنی یہ ہے کہ کئی قومیں آئیں گی اور پہنچیں گی۔

عَلَيَّ حرف جار (علیٰ) ضمیر متکلم پر داخل ہے۔

الْحَوْضَ يَرِدُ کا مفعول ہے' اس میں الف لام عہد کے لئے ہے اور اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کا حوض ہے۔ یا یہ الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے' اصل میں حَوْضِيْ تھا۔

"اَقْوَامٌ" قوم کی جمع ہے' اور قوم اسم جمع ہے اس کی جمع لانے میں کثرت کی طرف اشارہ ہے۔

"مَا اَعْرِفُهُمْ اِلَّا بِكَثْرَةِ الصَّلٰوةِ عَلَيَّ" نسخہ سہلیہ اور دیگر معتمد نسخوں میں اور حضرت جبر کے نسخے میں اسی طرح ہے۔ بعض دیگر صحیح نسخوں میں صَلَاتِهِمْ اضافت کے ساتھ ہے۔ شفا شریف میں بھی اسی طرح ہے۔ ابن وداعہ نے یہ روایت دو مقامات پر دونوں طرح نقل کی ہے' پہلے نسخے کا معنی بھی یہی ہے۔ کیونکہ الف لام ضمیر کے بدلے میں ہے' مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو دنیاوی زندگی میں ان کی پہچان نہیں تھی' پھر ہو سکتا ہے کہ آپ نے انہیں قیامت سے پہلے برزخ میں پہچان لیا ہو۔ کیونکہ ان کا درود شریف آپ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے' فرشتے ان کا نام اور تعارف عرض کرتے ہیں اور ان کی روحوں کو نبی اکرم ﷺ کی روح انور سے محبت کا تعلق حاصل ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ انہیں قیامت کے دن ہی پہچانیں' یا تو درود پاک کی نورانیت کی بدولت' یا اس لئے کہ ان سے درود پاک کی خوشبوئیں آئیں گی' یا اس کے علاوہ درود شریف کی کوئی علامت ہو گی یا اور کوئی نشانی ہو گی' جو ہمارے علم میں نہیں ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں موجود نہ ہوں اور اگر یہ لوگ یا ان میں سے بعض اس وقت موجود تھے' لیکن کسی عذر کی بنا پر نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے' تو ممکن ہے کہ آپ نے انہیں عالم ملکوت اور آسمان ارواح میں درود شریف کے سبب پہچانا ہو۔

درود پاک پڑھنے والے کے جسم کو آگ نہیں چھوئے گی

ے "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً" حضرت جبر نے اس حدیث کا ایک حصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس جگہ تک ذکر کیا ہے۔ "جس نے مجھ پر ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا' اللہ تعالیٰ اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں آگ پر حرام فرما دے گا" ابن وداعہ نے بغیر کسی حوالے کے پوری حدیث بیان کی ہے۔ ابن بشکوال نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا' کہ درود شریف تینوں کو سنایا جاتا ہے۔ جنت سنتی ہے۔ آگ سنتی ہے اور میرے سر کے پاس فرشتہ سنتا ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجتا ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں اور جو شخص مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر سو درود بھیجتے ہیں اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجتے ہیں' اور اس کے جسم کو آگ نہیں چھوئے گی۔

حضرت ابو موسیٰ مدینی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اس پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جس نے مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جس نے ازراہ شوق و محبت اس سے زیادہ درود بھیجا' میں قیامت کے دن اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا' حافظ مغلطائی نے فرمایا: اس کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے۔

درود پاک پڑھنے والے کا اعزاز

ابو الربیع ابن سبع کی تصنیف شفاء الصدور میں ہے' کہ حضرت ابن عباس اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جس نے مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اس پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جس نے مجھ پر ہزار مرتبہ درود بھیجا' جنت کے دروازے پر اس کا کندھا میرے کندھے کے ساتھ ہو گا۔

۵ "اَلْفِ مَرَّۃٍ" ابن بشکوال کے حوالے سے یہ حدیث گزر چکی ہے' کہ دس مرتبہ درود شریف بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سو مرتبہ اور سو مرتبہ درود بھیجنے والے پر ہزار مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔

اہلسنت کا عقیدہ

"حَرَّمَ اللّٰہُ جَسَدَہٗ عَلَی النَّارِ" نار سے جہنم کی آگ مراد ہے' یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کے جسم کو آگ پر حرام کر دیتا ہے' لہٰذا آتش دوزخ کے لئے اس کے جلانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو جہنم کی آگ سے کامل نجات حاصل ہو جائے گی اور اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ بخش دیئے جائیں گے' اعمال صالحہ کے بارے میں

احادیث کثیرہ وارد ہیں، جن سے یہی معلوم ہوتا ہے مثلاً حج سے متعلق متعدد احادیث ثابت ہیں، کہ وہ صغیرہ و کبیرہ گناہوں کے کفارہ کا باعث ہے۔ علماء کا اختلاف ہے، بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ حدیث صحیح میں کبائر سے اجتناب کی شرط ہے اس لئے یہ تمام حدیثیں صغیرہ گناہوں کی بخشش کے متعلق ہیں۔ حضرت شیخ ابو عبد اللہ ابن مرزوق فرماتے ہیں، اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کو توبہ یا اللہ تعالیٰ کا فضل ہی محو کر سکتا ہے۔ یہ ہمارے تمام ائمہ متکلمین کی تصریح ہے، مثلاً باجی، ابن عبد البر، ابن عربی، قاضی عیاض، ابن بطال اور دیگر بے شمار علماء جن کا ذکر باعث طوالت ہو گا، پھر فرمایا: جس نے علوم شرعیہ کا ایک حصہ اچھی طرح حاصل کیا اور سنت مبارکہ کے فیوض سے اس کی تربیت کی گئی ہے۔ اس پر مخفی نہیں ہے کہ یہ احادیث کریمہ صرف صغائر کے بارے میں ہیں، ان احادیث میں مطلق گناہوں کو مقید (صغیرہ) پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ بعض دیگر احادیث میں یہ قید ہے کہ جب تک کبائر سے اجتناب کیا جائے، کبائر کا کفارہ توبہ سے ہے، یا اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ معتزلی کہتا ہے کہ اعمال کو تولا جائے گا اور گناہ محو کر دیئے جائیں گے۔ ان احادیث کو اطلاق پر وہ شخص محمول کرے گا جسے اپنے عقیدے کا علم نہیں ہے، اور اس نے مستند اہل علم سے علم حاصل نہیں کیا اور اس کا علم صرف ان کتابوں تک محدود ہے، جن پر فروعی مسائل میں اعتماد قابل مذمت ہے اور اس کی بنا پر سزا اور طویل قید ہونی چاہئے، جیسے کہ حضرت سحنون وغیرہ حضرات نے تصریح کی ہے۔ اصول اور عقائد کے معاملے میں ان کتابوں کا کیا حال ہو گا۔

گناہ کبیرہ کی معافی توبہ سے ہے

علامہ ابن حجر نے فرمایا: جمہور اہل سنت کے نزدیک احادیث مبارکہ میں گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا ادا کرنا درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے جب تک کبائر سے اجتناب کیا جائے، اس حدیث کی بنا پر مطلق گناہ کو مقید (صغیرہ) پر محمول کیا جائے گا، علامہ ابن حجر نے ابن عبدالبر کے بعض معاصرین سے نقل کیا کہ نیکیاں تمام گناہوں کا کفارہ ہیں اور انہوں نے آیت مبارکہ "إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" (نیکیاں گناہوں کو لے جاتی ہیں) اور دیگر آیات سے استدلال کیا۔ ابن عبد البر نے ان پر سخت رد کیا اور کہا، کہ متعدد آیات میں توبہ پر ابھارا گیا ہے، اگر نیکیاں تمام گناہوں کا کفارہ ہوں تو توبہ کی ضرورت نہ رہے گی۔ حضرت ابی نے اپنی کتاب میں ایک جگہ یہی مذہب اختیار کیا ہے اور فرمایا: گناہ کبیرہ کی معافی صرف توبہ سے ہے، یا اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ ابن عربی وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، کہ کبیرہ گناہوں کی معافی توبہ ہی سے ہے۔

ابن دقیق العید نے فرمایا: اس میں کلام ہے، شیخ زروق نے بھی قول مذکور نقل کر کے فرمایا: اس میں اعتراض ہے نیز فرمایا: کہ ظاہر احادیث کا مقتضیٰ اس کے خلاف ہے، خصوصاً یہ حدیث کہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرفات کو بخش دیا اور ان کی کوتاہیوں کی ضمانت دی، یہ حدیث صحیح ہے۔

دیگر حضرات نے بھی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جائز ہے کہ اعمال صالحہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا کفارہ بن

جائیں۔ امام ولی الدین عراقی نے اپنے والد ماجد کی شرح تقریب کے تکملہ میں ابن منذر کا یہی قول نقل کیا۔ ترمذی شریف میں یہ حدیث ہے۔ "جس شخص نے کہا "أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ أَتُوْبُ إِلَيْهِ" (میں اللہ تعالیٰ حی و قیوم سے بخشش چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں) اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ میدان جنگ سے بھاگا ہو۔" علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اس حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے ابو نعیم اصبہانی کا بھی یہی قول نقل کیا اور کتاب "الوضی من فتح الباری" میں یہی مذہب اختیار کیا' اسی طرح علامہ سیوطی نے مسلم شریف کی حدیث "مَنْ قَتَلَ كَافِرًا ثُمَّ سَدَّدَ" (جس نے کافر کو قتل کیا پھر اچھے کام کئے) کے تحت کہا' امام ابی نے شرح مسلم میں حدیث تامین (آمین کہنے) کی شرح میں' قاضی عیاض نے اکمال میں یہی بات فرمائی۔ شیخ ابو زید ثعالبی نے اپنی کتاب "جامع الفوائد" قاضی عیاض کا کلام نقل کیا اور اس کی تحسین کی اور کہا کہ قرآن و حدیث میں جو بھی اس قسم کا وعدہ آیا ہے' کہ جس نے یہ کام کیا' اس کے لئے جنت ہے اس کے بارے میں یہ قاعدہ عظیم ہے' جیسے کہ شیخ ابو زید نے اپنی تفسیر اور کتاب "العلوم الفاخرة فی امور الآخرة" میں امام رازی کا ایسا ہی کلام نقل کیا۔

امام قرطبی بھی مفہم میں اس کے قائل ہیں' حضرت ابی نے ان کا کلام نقل کیا' پھر اس کے بعد حضرت ابن عربی کا قول اس کے مخالف نقل کیا اور اسے ضعیف قرار دیا' پھر ابن بزیزہ کا قول نقل کیا' کہ نیکیاں کبائر کا کفارہ ہوتی ہیں اور ان کی دلیل بھی نقل کی' پھر فرمایا: "میں کہتا ہوں حضرات اشعریہ کے نزدیک توبہ کے بغیر کبائر کی مغفرت ہو سکتی ہے' اس کی تائید یہ ہے کہ حج ان کے لئے کفارہ بن سکتا ہے۔ حدیث شریف کے یہ الفاظ "مَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ" (جب تک کبائر سے اجتناب کیا جائے) مؤول ہیں' یہ قول شیخ سنوسی نے اکمال الاکمال کے تکملہ میں' ابن التین صفاقسی نے شرح بخاری میں' علامہ بدر الدمامینی نے اس کے حواشی میں نقل کیا۔ سید شریف سلوی اور بسیلی نے اپنی تفسیر میں ابن عرفہ کا یہی قول نقل کیا۔

شیخ ابو العباس احمد بابا اقیت نے اس مسئلہ میں ایک کتاب لکھی اور اس میں ان تمام مسلمانوں اور دیگر حضرات کی تصریحات نقل کیں' پھر فرمایا: میں کہتا ہوں کہ ظاہر اور عام فہم قول ثانی ہے' کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعض اعمال مقبولہ کی بدولت صغائر کی طرح کبائر کی مغفرت بھی جائز ہے اور اس کی چند وجہیں ہیں۔

(۱) اہل سنت کے قواعد و اصول میں یہ ہے' کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے گناہ جب چاہے گا توبہ کے بغیر معاف فرما دے گا' تو اس میں کون مانع ہے' کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے جس گناہگار بندے کے لئے چاہے' کسی اچھے عمل یا پاکیزہ قول یا کسی قسم کی نیکی کو نجات کا سبب بنا دے' خصوصاً وہ نیکیاں جن کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ وہ کفارۂ ذنوب ہیں۔

(۲) ائمہ کرام نے فرمایا ہے آراء اور اقوال کے اختلاف کے وقت راہ راست وہی ہے جو شریعت مبارکہ کے ظاہر سے ثابت ہو' بشرطیکہ وہ دلائل عقلیہ (قطعیہ) کے خلاف نہ ہو' اور اس میں شک نہیں کہ بے شمار احادیث میں آیا ہے کہ اعمال صالحہ کفارۂ ذنوب ہیں۔ پھر انہوں نے حفاظ متاخرین کی ایک جماعت کا ذکر کیا جنہوں نے گزشتہ اور آئندہ گناہوں کا کفارہ بننے والی خصلتوں کے موضوع پر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ پھر فرمایا: اس حدیث "مَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ" کے پیش نظر ان تمام احادیث کو نہ تو

رد کیا جا سکتا ہے، اور نہ انہیں مقید قرار دیا جا سکتا ہے۔ خاص طور پر وہ حدیثیں جنہیں مقید نہیں کیا جا سکتا، پھر انہوں نے ایسی احادیث کثیرہ بیان کیں جنہیں مقید نہیں کیا جا سکتا۔ پھر فرمایا: اس کے علاوہ بہت سی صحیح اور ضعیف حدیثیں ہیں کہ اگر ان کا تتبع کیا جائے تو کئی ورق پر ہو جائیں اور ان کو حدیث شریف "مَا اجْتَنَبْتَ الْكَبَائِرَ" سے مقید نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ احادیث کبائر کی معافی میں صریح اور ناقابل تقیید ہیں۔

خوابیں احکام شرعیہ کی دلیل نہیں ہوتی

پھر حدیث شریف: "مَا اجْتَنَبْتَ الْكَبَائِرَ" کی تاویل بیان کی اور قول ثانی کی تائید میں متعدد دلائل دیئے، ان میں سے پانچویں دلیل میں کہا کہ اولیاء کرام سے بہت سی روایات ہیں اور تواتر سے ثابت ہے کہ انہوں نے کئی لوگوں کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا، ان میں سے ہر ایک نے بیان کیا کہ میری مغفرت فلاں خاص عمل کے سبب سے ہوئی ہے، حالانکہ اس کی موت توبہ کے بغیر واقع ہوئی تھی، پھر شیخ ابو العباس نے چند واقعات بیان کئے اور فرمایا اس کے علاوہ اور بہت سے واقعات ہیں، اور یہ خوابیں جیسا کہ محققین نے فرمایا: اگرچہ احکام شرعیہ کی دلیل نہیں بن سکتیں، اسی لئے اہل تحقیق نے احکام میں ابو الاصبغ ابن سہل کی بہت سی ایسی دلیلوں پر رد کیا ہے۔ جیسے کہ امام محقق، منتخب العلماء ابو اسحاق شاطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے موافقات میں اور ان سے پہلے عزالدین بن سلام نے اپنے فتاویٰ میں اور شیخ بیلی نے نکت التفسیر میں فرمایا، لیکن ان خوابوں سے تائید اور تقویت حاصل کی جا سکتی ہے، تاکہ گنہگار ان کی بنا پر امید باندھے، اور ان کے مطابق عمل کرے، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کے سبب اسے بھی ایسا ہی فائدہ حاصل ہو جائے۔

نیکیاں کبائر کے لئے کفارہ ہیں

ظاہر یہ ہے کہ ان حضرات کا اختلاف ایک صورت میں نہیں ہے۔ جو حضرات کہتے ہیں کہ نیکیاں کبائر کے لئے کفارہ نہیں ہیں ان کی مراد مطلق نیکیاں ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ارشاد "إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" اور ایسے ہی دیگر ارشادات میں ہے، جن میں کفارہ سیئات کا ذکر ہے، لیکن کبائر کی تصریح نہیں ہے اور نہ ہی یہ تصریح ہے کہ وہ شخص پیدائش کے دن کی طرح پاک صاف ہو جاتا ہے۔ یہی اہل سنت کے اس قاعدہ کا مقتضا ہے کہ اعمال میں موازنہ اور معافی لازم نہیں ہے، اور جن حضرات کے نزدیک اعمال صالحہ کی برکت سے کبائر کی معافی جائز ہے ان کی مراد وہ اعمال ہیں جن کے متعلق تصریح ہے کہ" کبائر کے لئے کفارہ ہیں یا وہ اعمال مراد ہیں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ کسی شخص کے تمام گناہ معاف کرنے کا ارادہ فرمائے گا اور اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا اپنے فضل سے توبہ کے بغیر بخش دے گا، اور یہ بھی اس کی رحمت ہے کہ اپنے فضل سے بندے کا کوئی عمل قبول فرمالے اور اس کے ذریعے اس کی بخشش فرمادے، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور وہی اپنے فضل سے حق کی توفیق اور ہدایت دینے والا ہے۔

۹ "جَسَدُهٗ" حشر جسمانی جو ضروریات دین سے ہے اور اصل حقیقت بیان کرنے کے لئے جسم کا ذکر کیا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں اور دوزخ کی آگ جسم ہی کے لئے ہے اور جسم ہی کا حصہ ہے اور یہ جسم ہی کے لئے تیار کی گئی ہیں' روح کی نعمت بارگاہ الٰہی کا قرب ہے اور اس کا عذاب دربار خداوندی سے دوری ہے۔

۱۰ "وَثَبَّتَهٗ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ" اللہ تعالیٰ اسے قول ثابت پر قائم رکھے گا' یعنی نہ تو اسے بھولے گا' نہ اس سے برگشتہ ہو گا' نہ ڈگمگائے گا اور نہ اس کے بارے میں مضطرب ہو گا۔

قول ثابت سے مراد کلمہ طیبہ ہے' توحید کا ثبوت اتنا قوی ہے کہ عقل اس کی نفی کا تصور نہیں کر سکتی' اور وہ منسوخ بھی نہیں ہو سکتی' اور نبوت بھی اللہ تعالیٰ کے ثابت کرنے سے ثابت ہے۔

"فِي الْبَيْتِ" کے متعلق ہے اَلْحَيَاةِ الدُّنْيَا (دنیاوی زندگی میں) فتنے کے وقت پھسلے گا نہیں۔ وَفِي الْآخِرَةِ عِنْدَ الْمَسْئَلَةِ (اور آخرت میں سوال کے وقت) یعنی جب قبر میں فرشتے رب' دین اور نبی کے بارے میں سوال کریں گے۔ جیسے کہ امام بخاری و مسلم کی روایت میں ہے۔ عِنْدَ الْمَسْئَلَةِ' فِي الْآخِرَةِ سے بدل البعض ہے (کیونکہ آخرت میں سوال قبر کے علاوہ بے شمار امور ہو نگے) وَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ یعنی اللہ تعالیٰ اسے ابتدائی گروہوں کے ساتھ برے اعمال کی جزا اور حساب کے بغیر جنت میں داخل فرمائے گا۔ وَجَاءَتْ صَلَوَاتُهٗ معتمد نسخوں میں جمع کا صیغہ (صَلَوَاتُهٗ) ہے اور ابن ودواعہ کے نسخہ میں مفرد (صَلٰوتُهٗ) ہے' عَلٰی نُوْرٍ متعدد معتمد نسخوں میں لفظ نور الف لام کے بغیر ہے' اور لَهٗ سے پہلے کی ضمیر درود بھیجنے والے کی طرف راجع ہے۔ بعض نسخوں میں مونث کی ضمیر (لَهَا) ہے اور نُوْرٌ سے پہلے ہے۔ (لَهَا نُوْرٌ) اس وقت ضمیر صلوٰۃ کی طرف راجع ہو گی۔ تین نسخوں میں نُوْرًا الف تنوین کے ساتھ ہے اور جار مجرور (لَهٗ) موخر ہے جیسے کہ پہلے نسخے میں موخر ہے' نسخہ مشہورہ کے مطابق قریب ترین توجیہ یہ ہے کہ لفظ نور منصوب ہو' اس کا الف تنوین حذف کر دیا گیا ہو' اور صلوات سے حال ہونے کی بنا پر منصوب ہو' اس توجیہ کے مطابق یہ نسخہ ان نسخوں کے مطابق ہو گا جن میں الف موجود ہے۔

لَهٗ نُوْرٌ کی صفت مخصصہ ہے اور ضمیر درود بھیجنے والے کی طرف راجع ہے' جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا "يَوْمَ الْقِيَامَةِ" جَاءَتْ کے متعلق ہے "عَلَى الصِّرَاطِ" نور کی دوسری صفت ہے' یا اس سے حال ہے۔ اس صورت میں یہ حال متداخلہ (حال سے حال) ہو گا۔ مَسِيْرَةُ یعنی مسافت' اصل میں مصدر ہے اور اس کا معنی چلنا ہے' مضاف الیہ سے ظرفیت حاصل کرنے کے سبب منصوب علی الظرفیت ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مبتدا موخر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو' اور لَهٗ خبر مقدم ہو' ضمیر نور کی طرف راجع ہو اور جملہ نور کی صفت ہو۔

پل صراط کی مسافت

"خَمْسِمِائَةِ عَامٍ" اس کے آگے دنیا کے سالوں کے حساب سے پانچ سو سال کی مسافت' اس سے پل صراط کی لمبائی کا پتا چلتا ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ اس کی لمبائی تین ہزار سال کی مسافت ہے' ایک ہزار سال کی مسافت چڑھائی' ایک ہزار سال کی مسافت سیدھا اور ایک ہزار سال کی مسافت اترائی ہو گی۔ ابن عساکر حضرت فضیل بن عیاض سے راوی ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ پل صراط کی مسافت پندرہ ہزار سال کی راہ ہے۔ پانچ ہزار سال چڑھائی' پانچ ہزار سال اترائی اور پانچ ہزار سال سیدھا ہے' بال سے زیادہ باریک' تلوار سے زیادہ تیز اور جہنم کی پشت پر ہے' اسے وہی طے کر سکے گا جو خوف خداوندی سے دبلا پتلا ہو گا۔

درود شریف نور بن جائے گا

ممکن ہے کہ حدیث شریف سے کوئی ایسا لفظ رہ گیا ہو جو لفظ نور کے رفع کا مقتضی ہو' اور وہ اسی طرح مرفوع رہ گیا ہو۔ ابن وداعہ کی روایت میں ہے "وَجَاءَتْهُ صَلٰوتُهٗ قَدْ عَلَاهَا نُوْرٌ" الحدیث! درود شریف پڑھنے والے کے پاس اس کا درود آئے گا اس پر ایسا نور چھایا ہوا ہو گا جس سے پل صراط کی پانچ سو سال کی مسافت روشن ہو گی' اور اس نے مجھ پر جتنے درود بھیجے ہوں گے' ان میں سے ہر ایک کے عوض اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل تیار فرمائے گا" اس روایت میں نور لفظ علاؑ کا فاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے۔ نیز اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف خود آئے گا اور نور اس کا حال اور اس پر زائد ہو گا۔ یہ نہیں کہ درود شریف خود نور بن جائے گا' اس سے پہلے احادیث گزر چکی ہیں' جن سے معلوم ہوتا ہے' کہ درود شریف اس حال میں آئے گا کہ پڑھنے والے کے لئے پل صراط پر نور ہو گا۔

عجیب واقعہ

حضرت علی بن عبد العزیز اپنی سند میں اور امام دار قطنی حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: رات میں نے عجیب واقعہ دیکھا' میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ پل صراط پر گھسٹ رہا ہے' کبھی سرین کے بل چل رہا ہے اور کبھی چمٹ جاتا ہے' اتنے میں مجھ پر بھیجا ہوا درود شریف آیا اور اسے پل صراط پر کھڑا کر دیا' چنانچہ وہ گزر گیا۔ یہ حدیث امام طبرانی نے معجم کبیر میں' حضرت حکیم ترمذی نے' حضرت قضاعی نے کتاب الاعداد میں اور ابن عبد البر نے روایت کی۔

ابن وداعہ کی روایت میں علی الصراط' یضیئ ء سے متعلق ہے اور متن (دلائل الخیرات) کے الفاظ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ان کی روایت میں نہیں ہیں اور مَسِیْرَۃً' یضیئ ء کا مفعول فیہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔

"بِکُلِّ صَلٰوۃٍ" میں باء مقابلہ کے لئے ہے۔ (یعنی ہر درود شریف کے مقابل)

"صَلاًّ هَا قَصْرًا" معتمد نسخوں میں لفظ عَلَیَّ نہیں ہے' بعض نسخوں میں موجود ہے' معنی کے اعتبار سے یہ لفظ ہونا چاہئے' یہ ضمیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

"قصر" وہ منزل ہے جو متعدد مضبوط کمروں پر مشتمل ہو۔

"فی الجنۃ" کائن کے متعلق ہو کر قصر کی صفت ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اَعطی کے متعلق ہو۔ "قَلَّ ذَالِكَ" یہ جملہ حال ہے یا صفت یا بیان کے لئے الگ جملہ ہے' گویا کہ کسی نے سوال کیا کہ کیا یہ اجر قلت یا کثرت سے مقید ہے' تو اس کا جواب دیا کہ وہ امر مذکور (درود شریف) کم ہو اَوْ کَثُرَ جملہ سابقہ پر معطوف ہے' یعنی کم ہو یا زیادہ' اس شخص کو ہر درود شریف کے مقابل ایک محل دیا جائے گا۔ جتنا بھی اس نے درود شریف پڑھا ہو' اس حدیث سے جس میں گفتگو ہو رہی ہے' معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے محلات' مساکن' کمرے اور اس کے بالا خانے اعمال صالحہ کی بنا پر حاصل ہوں گے۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں:

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ[1] عَبْدٍ صَلّٰی عَلَیَّ اِلَّا خَرَجَتِ

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود تیزی سے اس کے منہ

الصَّلَاۃُ مُسْرِعَۃً مِّنْ فِیْہِ فَلَا یَبْقٰی بَرٌّ وَّلَا بَحْرٌ وَلَا شَرْقٌ وَّلَا غَرْبٌ اِلَّا وَ

سے نکلتا ہے' پھر کوئی جنگل اور دریا' مشرق اور مغرب باقی نہیں رہتا' مگر وہ درود وہاں

تَمُرُّ بِہٖ وَتَقُوْلُ اَنَا صَلَاۃُ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدِنِ الْمُخْتَارِ خَیْرِ خَلْقِ

گزرتا ہے اور کہتا ہے میں فلاں ابن فلاں کا درود ہوں جسے اس نے اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے افضل حضرت محمد مختار پر

اللّٰہِ فَلَا یَبْقٰی شَیْءٌ اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ وَیُخْلَقُ مِنْ تِلْكَ الصَّلَاۃِ طَائِرٌ لَّہٗ سَبْعُوْنَ

بھیجا ہے' پس ہر چیز آپ پر درود بھیجتی ہے' اور اس درود سے ایک پرندہ پیدا کیا جاتا ہے جس کے ستر ہزار

اَلْفَ جَنَاحٍ فِیْ کُلِّ جَنَاحٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ رِیْشَۃٍ فِیْ کُلِّ رِیْشَۃٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ وَجْہٍ

بازو ہیں' ہر بازو میں ستر ہزار پر ہیں ہر پر میں ستر ہزار چہرے ہیں

فِیْ کُلِّ وَجْہٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ فَمٍ' فِیْ کُلِّ فَمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ لِسَانٍ' کُلُّ لِسَانٍ

ہر چہرے میں ستر ہزار منہ' ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں' ہر زبان

یُسَبِّحُ اللّٰہَ تَعَالٰی بِسَبْعِیْنَ اَلْفَ لُغَاتٍ وَیَکْتُبُ اللّٰہُ لَہٗ ثَوَابَ ذٰلِكَ کُلِّہٖ

ستر ہزار لغات سے اللہ تعالیٰ تسبیح کرتی ہے' اور سب کا ثواب اس شخص کے لئے لکھا جاتا ہے۔

[1] "وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ صَلّٰی عَلَیَّ" یہ روایت مجھے نہیں ملی' بعض نسخوں میں اس کی ابتداء میں واؤ موجود ہے' بعض میں نہیں ہے۔ لفظ النبی نسخہ صحیح میں موجود ہے اور بعض نسخوں میں نہیں ہے' میں نے ایک نسخہ کے

حاشیہ میں یہ نوٹ پڑھا کہ ایک نسخہ میں النبی ہمزہ کے ساتھ ہے اور یہ ایسا نسخہ ہے جس میں مصنف کی اپنی تحریر موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر مجھے نسخہ سلیمہ کی نسبت معلوم ہوا کہ اس میں بھی ہمزہ موجود ہے اور واؤ نہیں ہے۔

عبد کا معنی

عبد انسان کو کہتے ہیں' خواہ آزاد ہو یا غلام' کیونکہ وہ اپنے خالق کا مملوک ہے' محکم میں یہ بات لکھنے کے بعد کہا کہ سیبویہ کہتے ہیں عبد اصل میں صفت ہے لیکن اس کا استعمال اسماء کی طرح کیا جاتا ہے۔ (یعنی اصل میں ہر اس شخص کو عبد کہیں گے جو وصف عبودیت سے موصوف ہو' لیکن بعد میں اس کا استعمال ہر انسان کے لئے کر دیا گیا ہے) اس جگہ وسعت کے طور پر عبد سے مراد ہر مرد و زن ہے' یا اس سے مراد مذکر ہے' اس کی شرافت کے پیش نظر صرف اس کا ذکر کیا گیا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ عام طور پر مرد ہی حاضر ہوتے ہیں اور ان ہی سے خطاب کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس معاملے میں مرد و زن کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

"اِلاَّ خَرَجَتِ الصَّلَاۃُ مُسْرِعَۃً" درود شریف جلدی اور تیزی سے نکلتا ہے' سرعت یہ ہے کہ حرکت طویل مسافت کو مختصر وقت میں طے کرے۔

"مِنْ فِیْہِ' خَرَجَتْ" کے متعلق ہے' اس حدیث میں درود کو نکلنے' تیزی گزرنے اور بات کہنے سے موصوف کیا گیا ہے جیسے کہ اس سے پہلی حدیث میں آنے سے موصوف کیا گیا ہے۔ حالانکہ صلوٰۃ معانی میں سے ایک معنی ہے۔ حالانکہ یہ امور (آنا جانا وغیرہ) ذوات کی صفت بنتے ہیں' نہ کہ معانی کی۔ لیکن قرآن پاک' احادیث صحیحہ اور دیگر کلاموں میں اس کی نظیریں بکثرت صراحت کے ساتھ واقع ہیں۔ ان کی شہرت کی بنا پر ان کا ذکر کر کے ہم کلام کو طول دینا نہیں چاہتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معانی یا تو اپنی حقیقت کے اعتبار سے جوہر ہیں' یا بعد میں جسم بن جاتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں قائم بذاتہا ہوں گے' متکلمین اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے محال قرار دیتے ہیں' اس لئے اس کی تاویل کرتے ہیں' محدثین اور صوفیاء اسے جائز اور قابل تسلیم قرار دیتے ہیں اور اسے اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔

عارف ابن ابی جمرہ نے فرمایا: ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جن مخلوقات کی حقیقت تک حواس کے ادراک کی رسائی نہیں ہے اور نہ ہی بارگاہ نبوت سے ان کے بارے میں کوئی اطلاع ہے ان کی حقیقت کے متعلق صرف غالب گمان ہی سے کچھ کہا جا سکتا ہے' یقین سے نہیں' کیونکہ جن ارباب عقول کو تائید ایزدی حاصل ہے' ان کا اتفاق ہے کہ عقل کی رسائی ایک حد تک ہے' اس سے آگے اس کی پرواز نہیں ہے۔ یہ اور ایسے ہی دوسرے امور بھی اسی قبیلے سے ہیں۔ محدثین اور صوفیاء نے ان اعراض میں گفتگو کی ہے۔ جو شارع علیہ السلام کے بیان کے مطابق ان جواہر سے صادر ہوئے ہیں۔ مثلاً درود شریف کا نکلنا اور گزرنا' نبی اکرم ﷺ نے جس حقیقت کی خبر دی ہے اس تک عقل کی رسائی نہیں ہے۔ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جو کچھ متکلمین نے کہا ہے' حق ہے کہ درود شریف جوہر سے صادر ہے۔ (لہٰذا عرض ہے نہ کہ جوہر) عقل سے یہی کچھ معلوم کیا جا

ہے اور حقیقت وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ نے حدیث شریف میں بیان کی ہے۔ متکلمین اور ارشادات نبوت کے درمیان اس فرق کی بہت مثالیں ہیں اور ان کے درمیان تطبیق کا طریقہ وہ ہے جو ہم نے بیان کیا یا اس سے ملتا جلتا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ پھر عارف ابن ابی جمرہ نے موت کو سیاہ و سفید دنبے کی صورت میں لانے کی مثال پیش کی۔ اسی طرح اذکار اور تلاوت کو لانے کی مثال پیش کی اور فرمایا: کہ دنیا میں ظاہر یہ ہے کہ یہ امور معانی اور اعراض ہیں' لیکن قیامت کے دن ان کو جواہر محسوسہ کی صورت میں لایا جائے گا' کیونکہ ان کا وزن کیا جائے گا اور ترازو میں تو جواہر ہی تولے جاتے ہیں۔

ع "فَلَا" یہ فاء عاطفہ ہے اور ممکن ہے کہ عطف اور سببیت دونوں کے لئے ہو' "یَبْقٰی" وہ درود شریف زمین کے کسی حصے کو نہیں چھوڑتا۔

"بَرٌّ" زمین کا وہ حصہ جو پانی سے خالی ہے "وَلَا بَحْرٌ" دریا یا سمندر "وَلَا شَرْقٌ" وہ جانب جدھر سے سورج نکلتا ہے "وَلَا غَرْبٌ" سورج غروب ہونے کی جانب "اِلَّا وَتَمُرُّ بِهٖ" درود شریف ہر جگہ مشرق و مغرب' دریا و صحراء سے گزرتا ہے "بِهٖ" میں باء ظرفیت کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور اتصال کے لئے بھی' "وَتَقُوْلُ اَنَا صَلَاةٌ" صَلَاةٌ اس جگہ مفعول کے معنی میں ہے' یعنی میں فلاں کا بھیجا ہوا درود ہوں۔ "فُلَانٍ" فلاں مرد اور فلانہ عورت کے نام سے کنایہ ہوتا ہے' ابن فلان درود شریف بھیجنے والے کی تعیین کے لئے ولدیت کا ذکر کیا گیا ہے۔

"صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ الْمُخْتَارِ" یہ نیا جملہ بیان کے لئے لایا گیا ہے' کیونکہ اس بات میں اجمال تھا کہ میں فلاں ابن فلاں کا درود شریف ہوں' کوئی پوچھ سکتا تھا کہ کس پر بھیجا گیا ہے' تو بتایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھیجا گیا ہے "خَيْرِ خَلْقِ اللّٰهِ" نسخہ سلیمہ میں لفظ خیر تابع (صفت) ہونے کی وجہ سے مجرور ہے' دوسرے نسخوں میں تینوں صورتیں ہیں' جر تابع ہونے کے سبب رفع اور نصب نعت متبوع ہونے کی وجہ سے اور یہ ظاہر ہے۔ درود شریف زمین کے جس حصے سے گزرتا ہے انہیں اطلاع دینے کے لئے یہ کہتا ہے۔ فَلَا یہ فاء سببیت کے لئے بھی ہو سکتی اور عطف کے لئے بھی "یَبْقٰی شَیْءٌ" وہ درود شریف تمام زمین پر جن جمادات اور بے عقل حیوانوں پر گزرتا ہے' ان میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ "اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ" مگر ان میں سے کوئی چیز بھی نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے سے پیچھے نہیں رہتی۔ یہ جملہ حالیہ ماضویہ اِلَّا کے بعد واقع ہے' اس میں عام طور پر واؤ واقع نہیں ہوتی' قرآن شریف کی متعدد آیتیں اسی طرح واقع ہیں۔ ابن مالک اور ابن ہشام نے کہا: اس جملہ کا واؤ کے ساتھ ہونا ممنوع ہے۔ دوسرے نحویوں کے نزدیک واؤ کا ذکر اور ترک دونوں جائز ہیں۔ چنانچہ اس شعر میں واؤ مذکور ہے۔

نعم امْرَءٌ هَرَمٌ لَمْ تَعْرِ نَائِبَةٌ   اِلَّا وَكَانَ لِمُرْتَاعٍ بِهَا وَزَرًا

ذکر کے اعتبار سے قریب اور ظاہر یہ ہے کہ علیہ کی ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ درود شریف پڑھنے والے کی طرف راجع ہو' اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہر شے درود بھیجنے والے کے لئے دعا و استغفار کرتی ہے۔

"وَيُخْلَقُ مِنْ تِلْكَ الصَّلَاةِ طَائِرٌ" نسخہ سلیمہ اور دیگر معتمد نسخوں میں يُخْلَقُ فعل مجہول ہے۔ بعض نسخوں میں يَخْلُقُ اللّٰهُ مِنْ تِلْكَ الصَّلَاةِ طَائِرًا صیغہ معروف کے ساتھ ہے اور فاعل اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی مذکور ہے "مِنْ" ابتدائیہ ہے' یا تعلیلیہ ہے

الله تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے مخلوق میں اضافہ فرماتا ہے "لِیْ
کہ ایسی ہی دوسری عبارتوں میں مذکور ہوا "لَهُ سَبْعُوْنَ اَلْفَ جَنَاحٍ" سَبْعُوْنَ اَلْفَ وَجْهٍ فِیْ كُلِّ وَجْهٍ" سَبْعُوْنَ اَلْفَ فَمٍ فِیْ كُلِّ فَمٍ" سَبْعُوْنَ اَلْفَ
كُلِّ جَنَاحٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ رِيْشَةٍ فِیْ كُلِّ رِيْشَةٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ وَجْهٍ فِیْ كُلِّ وَجْهٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ فَمٍ فِیْ كُلِّ فَمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ
لِسَانٍ" (ترجمہ متن کے نیچے آچکا ہے) پاک ہے وہ ذات جس کی پاکیزگی بیان کرنے میں ہر زبان مصروف ہے۔ اس کا ایک حال
دوسرے حال سے مانع نہیں' اس کا علم ہر شے اور اس کی تعداد کو محیط ہے "كُلُّ لِسَانٍ يُسَبِّحُ اللّٰهَ تَعَالٰى بِسَبْعِيْنَ اَلْفَ لُغَاتٍ"
نسخہ سلیمہ اور دیگر نسخوں میں لغات جمع کا صیغہ ہے۔ قواعد عربیت کے لحاظ سے مفرد کا صیغہ صحیح ہے' جیسے کہ بعض نسخوں میں
ہے کیونکہ مائۃ اور الف (سو اور ہزار) کی تمیز مفرد اور اضافت کی بنا پر مجرور ہوتی ہے' شاذ (قلیل) طور پر جمع بھی آجاتی ہے۔
"سَبْعُ لُغَاتِهِمْ" (فتح تاء کے ساتھ) کی مثل ہیں۔ فارسی نے کہا کہ یہ مفرد ہے اور اس کا لام کلمہ محذوف تھا جسے دوبارہ ذکر کر
دیا گیا ہے (اصل میں واؤ تھی جسے الف سے تبدیل کر دیا گیا)
"وَيَكْتُبُ اللّٰهُ لَهُ" الله تعالیٰ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے والے کے لئے لکھ دیتا ہے' "ثَوَابَ ذَالِكَ" ثواب کا معنی جزاء
ہے' ذالک کا اشارہ ممکن ہے' صرف تسبیح کی طرف ہو یا تسبیح اور صلوٰۃ دونوں کی طرف۔ صلوٰۃ کا ذکر اس قول میں آچکا ہے "فَلَا
يَبْقٰى شَيْءٌ اِلَّا وَصَلّٰى عَلَيْهِ" اگر "عَلَيْهِ" کی ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے' والله تعالیٰ اعلم۔ کلہ اسے اگر مضاف کی
تاکید بنایا جائے تو منصوب پڑھنا صحیح ہے اور اگر مضاف الیہ کی تاکید ہو تو مجرور پڑھنا جائز ہے' لیکن میں نے اسے مضاف الیہ کی
تاکید ہونے کی حیثیت سے مجرور ہی پایا ہے' والله تعالیٰ اعلم۔

؛ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول الله ﷺ نے فرمایا:

وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَیَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِائَةَ مَرَّةٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَعَهُ

جس نے جمعہ کے دن مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجا' وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے ساتھ

نُوْرٌ لَوْ قُسِمَ ذَالِكَ النُّوْرُ بَيْنَ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ لَوَسِعَهُمْ ذُكِرَ فِیْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ

ایسا نور ہوگا کہ اگر وہ نور تمام مخلوق میں تقسیم کر دیا جائے' تو ان کے لئے کافی ہو' بعض روایات میں ہے:

مَكْتُوْبٌ عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ مَنِ اشْتَاقَ اِلَیَّ رَحِمْتُهُ وَمَنْ سَاَلَنِیْ

کہ عرش عظیم کے پائے پر لکھا ہے جو میرا مشتاق ہو میں اس پر رحم کروں گا اور جو مجھ سے مانگے گا

اَعْطَيْتُهُ وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ بِالصَّلَاةِ عَلٰى مُحَمَّدٍ غَفَرْتُ لَهُ ذُنُوْبَهُ وَ

میں اسے عطا کروں گا اور جو میرے حبیب پر درود بھیج کر میرا قرب چاہے گا' میں اس کے گناہ بخش دوں گا

لَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ وَرُوِیَ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ

اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں، بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے:

اَجْمَعِيْنَ اَنَّهٗ قَالَ مَامِنْ مَّجْلِسٍ يُّصَلّٰى فِيْهِ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

جس مجلس میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جاتا ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَامَتْ مِنْهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ حَتّٰى تَبْلُغَ عَنَانَ السَّمَاءِ

اس سے پاکیزہ خوشبو اٹھتی ہے، یہاں تک کہ آسمان کی بلندی تک پہنچتی ہے، تو فرشتے کہتے ہیں

فَتَقُوْلُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا مَجْلِسٌ صُلِّيَ فِيْهِ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ وہ مجلس ہے جس میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا گیا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل

لے امیرالمومنین ابوالحسن علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب ابن عبد مناف ابن عبد المطلب حضور سید عالم ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد جن کے لئے حضور ﷺ نے گواہی دی کہ وہ خدا و رسول سے محبت رکھتے ہیں، اور خدا و رسول (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان سے محبت رکھتے ہیں اور فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، اور فرمایا: جس کا میں محبوب ہوں علی مرتضیٰ اس کے محبوب ہیں، ایک روایت میں ہے مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهٗ فَعَلِيٌّ وَلِيُّهٗ (اس کا ترجمہ وہی ہے جو سابقہ روایت کا ہے) صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کے قول کے مطابق آپ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے ایمان لائے، لے اس پر اتفاق ہے کہ آپ نے دونوں قبلوں (بیت المقدس اور بیت اللہ شریف) کی طرف نماز پڑھی، تبوک کے علاوہ تمام جنگوں میں شریک ہوئے، (مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ نے اپنا نائب مقرر فرمایا) اس موقع پر آپ عظیم مقام پر فائز ہوئے۔ بدر، احد، خندق اور خیبر میں بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔

آپ کے فضائل میں احادیث کثیرہ وارد ہیں، بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے[۲] کہ کسی کے حق میں اتنی حدیثیں وارد نہیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ نبی اکرم ﷺ کی ذریت طاہرہ آپ کی پشت سے ظاہر فرمائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے معاملات میں آپ سے مشورہ کیا کرتے تھے اور مہمات میں آپ کی رائے طلب کیا کرتے تھے اور اس مشکل سے پناہ مانگتے تھے جس کے لئے ابوالحسن (حضرت علی) نہ ہوں، ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو آپ شہید ہوئے، اس وقت آپ کی عمر شریف ایک قول کے مطابق تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

امام اعظم کی تطبیق

لے علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں مختلف روایات میں تطبیق یہ دی گئی کہ سب سے پہلے مردوں میں حضرت ابوبکر، عورتوں

میں حضرت خدیجہ، بچوں میں حضرت علی اور غلاموں میں حضرت زید رضی اللہ عنہما ایمان لائے (الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مصر ص ۷۶)

علامہ سیوطی نے فرمایا: اب سے پہلے یہ تطبیق حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے دی۔

یہ یہ قول حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کا ہے، بعض متاخرین اہل بیت نے فرمایا: اس کا سبب یہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ان واقعات سے آگاہ فرما دیا جو آپ کے بعد حضرت علی کو پیش آئے اور خلیفہ بننے پر جو مخالفتیں آپ کو پیش آئیں، امت کی خیر خواہی کا تقاضا یہ تھا کہ ان کے فضائل کی تشہیر کی جائے، تاکہ جو ان فضائل کی بنا پر آپ کا دامن تھامے نجات پا جائے، پھر جب وہ اختلاف رونما ہوا اور خوارج نے مخالفت کی، تو صحابہ کرام نے ان فضائل کی خوب تشہیر کی، پھر جب بعض بنو امیہ نے بر سر منبر آپ کی مخالفت اور تنقیص شروع کی اور خوارج نے ان کی ہمنوائی کی، تو اہل سنت حفاظ حدیث نے ان فضائل کی بھرپور اشاعت کی۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۲۱)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت

متن میں روایت کردہ حدیث امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت امام زین العابدین سے، انہوں نے اپنے والد حضرت امام حسین سے، انہوں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے، جس نے جمعہ کے دن نبی اکرم ﷺ پر سو مرتبہ درود شریف بھیجا، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر نور ہو گا۔ نور سے مراد ظاہر و باہر اور عظیم نور ہے، تاکہ متن کی روایت کے موافق ہو جائے۔

یہ بعض نسخوں میں ہے "اِنَّہٗ" لیکن نسخہ سلیمہ میں نہیں ہے۔

"مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ" ظاہر یہ ہے کہ مطلق ہے کسی وقت کی تعیین نہیں ہے۔ "جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَعَہٗ" یعنی اس کے چہرے پر نور ہو گا تاکہ امام بیہقی کی روایت کے مطابق ہو جائے "نُوْرٌ" ایسا طاقتور نور ہو گا کہ اگر تمام مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو ان کے لئے کافی ہو گا۔

"لَوْ قُسِمَ ذٰلِکَ النُّوْرُ" اگر یہ جملہ نور کی صفت ہو تو اس میں ضمیر مستتر کی جگہ اسم ظاہر رکھا گیا ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نور اس جملہ کے ساتھ موصوف نہ ہو، جیسے کہ امام بیہقی کی روایت میں ہے۔ اس وقت تنوین تعظیم کے لئے ہو گی اور جملہ مستانفہ ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

"بَیْنَ الْخَلْقِ" مخلوق سے مراد یا تو انسان، جن اور فرشتے ہیں، یا صرف انسان اور جن یا صرف انسان "کُلِّہِمْ" یہ تاکید ہے لہٰذا خلق سے جو بھی مراد ہو، اس کا کوئی فرد خارج نہیں ہو گا۔ بعض نسخوں میں "کُلِّہِمْ" نہیں ہے "لَوَسِعَہُمْ" یعنی تمام کو لے گا اور تمام کو شامل اور کافی ہو گا۔

سے "ذُکِرَ لِیْ بَعْضُ الْاَخْبَارِ" اخبار خبر کی جمع ہے، اس جگہ خبر عام ہے، خواہ نبی اکرم ﷺ کی خبر ہو یا تاریخ و تفسیر یا ان کے علاوہ کتابوں کی اور عام ازیں کہ اہل کتاب میں سے اسلام لانے والوں کی خبر ہو یا ان کے ماسوا کی، یہ خبر ابن سبع نے ذکر کی

ہے۔ "مَكْتُوْبٌ" رفع کے ساتھ مبتدا ہے' کیونکہ یہ مابعد میں عمل کر رہی ہے یا خبر ہے۔

عرش کے پاؤں کی تعداد؟

"عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ" مکتوب کے متعلق ہے' عرش کی ساق اس کا پایہ ہے' کہتے ہیں کہ عرش کے تین سو ساٹھ پائے ہیں' ہر پائے کی چوڑائی دنیا کی چوڑائی سے ستر ہزار گنا زیادہ ہے' ہر دو پایوں کے درمیان ساٹھ ہزار صحراء ہیں' ہر صحراء میں ساٹھ ہزار جہان ہیں اور ہر جہان جن و انس کے برابر ہے۔

"مَنِ اشْتَاقَ" اشتیاق محبوب کی طرف ایسے میلان کو کہتے ہیں جس کے سبب محب کا باطن اس طرح جل جاتا ہے کہ ملاقات سے بھی سکون پذیر نہیں ہوتا۔

یہ مکتوب کی خبر ہے یا یہ مبتدا ہے اور "مَكْتُوْبٌ عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ" ذکر کا نائب فاعل ہے' کیونکہ اس جملہ سے اس کا لفظ مراد ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "مَكْتُوْبٌ" ذکر کا نائب فاعل ہو اور "مَنِ اشْتَاقَ" اس سے بدل ہو یا اس کی تفسیر ہو' ایک احتمال یہ ہے کہ مبتدا محذوف کی خبر ہو' یعنی "هُوَ مَنِ اشْتَاقَ" الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ابن سبع کے الفاظ یہ ہیں۔ "وَرُوِیَ اَنَّهٗ مَكْتُوْبٌ عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ" الخ

"اِلَیَّ" ضمیر متکلم پر الی جارہ داخل ہے۔ نسخہ سہلیہ وغیرہ میں اسی طرح ہے' بعض نسخوں میں ہے "اِلٰى رَحْمَتِیْ" ابن سبع کی روایت میں یہی لفظ ہے "مَنِ اشْتَاقَ اِلَیَّ" کا معنی یہ ہے کہ جو شخص میری ملاقات کا شوق رکھتا ہے اور اس کی محبت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مشتاق

"رَحْمَتِیْ" کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی محبت رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کی محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے اس پر رحم فرماتا ہے۔ دوسرے نسخہ (الی رحمتی) کی تائید امام ابو نعیم کی اس روایت سے ہوتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میرے بندے کے نامۂ اعمال میں دیکھو جسے تم دیکھو کہ اس نے جنت کا سوال کیا ہے' میں اسے جنت دوں گا اور جس نے جہنم سے میری پناہ مانگی' میں اسے پناہ دوں گا اور جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ" میری رحمت یعنی جنت ہر شے کو وسیع ہے اور حدیث قدسی میں جنت کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد ہے' تو میری رحمت ہے' تیرے ذریعے جس پر چاہوں گا رحمت کروں گا۔ امام ترمذی اور ابن حبان کی روایت میں ہے' جو شخص اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت کا سوال کرتا ہے' جنت کہتی ہے یا اللہ! اسے جنت میں داخل فرما اور جو شخص تین مرتبہ جہنم سے پناہ مانگے' جہنم کہتا ہے یا اللہ! اسے آگ سے محفوظ

گرے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ نیز فرماتا ہے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو فرمادو کہ میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں' امام ترمذی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں' جو بندہ دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کا مطلب عطا فرماتا ہے۔ یا اس کی مثل اس سے برائی روک دیتا ہے۔ بشرطیکہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔ حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے' ان کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حاضرین میں سے ایک صحابی نے کہا' تب تو ہم بکثرت دعا کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ دعا کو قبول فرمانے والا ہے۔ امام نسائی نے یہ حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

دعا کی مقبولیت تین صورتیں

امام مالک نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کی' امام نسائی نے مرفوعا حضرت ابو سعید خدری سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی' کہ جو شخص بھی دعا مانگتا ہے اس کی دعا کی تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہوتی ہے۔ (۱) یا تو اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ (۲) یا اس کے لئے ذخیرہ آخرت بنا دی جاتی ہے۔ (۳) یا اس کی بخشش کا ذریعہ بنا دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ امام مالک امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی' امام احمد' امام ابن حبان اور ابن ابی شیبہ کی روایات بھی ہیں۔

ے "وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِالصَّلٰوةِ عَلٰى مُحَمَّدٍ غَفَرْتُ لَهُ ذُنُوبَهُ" نسخہ سلیہ وغیرہ معتبر نسخوں میں اسی طرح ہے کہ یہ ماقبل سے متصل ہے' ان نسخوں میں بِالصَّلٰوةِ عَلٰى مُحَمَّدٍ ہے' درود شریف صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں ہے اور غَفَرْتُ کے بعد لَهُ موجود ہے۔ بعض نسخوں میں درود شریف ہے اور لَهُ نہیں ہے۔ ایک نسخہ میں یہ اضافہ ہے "وَمَنْ لَمْ يَسْأَلْنِي لَمْ أُوئِسْهُ وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ" الخ جو شخص مجھ سے نہیں مانگتا میں اسے مایوس نہیں کرتا۔ یہ الفاظ ابن سبع کی روایت میں موجود ہیں' ایک نسخہ میں ہے "بِالصَّلٰوةِ عَلٰى حَبِيبِي مُحَمَّدٍ" ایک نسخہ میں ہے' بِقَدْرِ مُحَمَّدٍ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ ایک نسخہ میں بِقَدْرِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ ہے' بعض نسخوں میں صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم (درود شریف) کا اضافہ ہے۔ ابن کی روایت میں ہے۔ بِقَدْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بعض نسخوں میں لَهُ ساقط ہے۔ ابن سبع کی روایت میں بھی موجود

نہیں ہے۔

درود پاک پڑھنے کی برکت سے غم دور کئے جائیں گے

نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے گناہوں کی مغفرت کا ذکر اس کے علاوہ دوسری حدیثوں میں بھی آیا ہے۔ امام ترمذی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں' میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! میں آپ پر بکثرت درود بھیجتا ہوں' یہ فرمایئے کہ میں آپ پر کتنی دیر درود شریف بھیجا کروں' فرمایا: جتنی دیر تم چاہو' میں نے عرض کیا (فرائض اور حوائج کے علاوہ) چوتھائی وقت پڑھوں' فرمایا: جتنا تم چاہو اگر اس سے زیادہ پڑھو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا' نصف وقت پڑھوں' فرمایا: جیسے چاہو اس سے زیادہ پڑھو تو بہتر ہے' میں نے عرض کیا' میں تمام اوقات آپ پر درود بھیجا کروں گا' فرمایا: تب تو تمہارے غم دور کئے جائیں گے اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے' ایک روایت کے متعلق فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت رسول کریم ﷺ کی اتباع میں ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ" اے حبیب! تم فرمادو' اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو' اللہ تمہیں محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا' درود پاک اور وہ بھی بکثرت نبی اکرم ﷺ کی واضح ترین پیروی ہے اور درود شریف پڑھنے والے کی نبی اکرم ﷺ سے محبت اور آپ کی اتباع کی نمایاں دلیل ہے' خصوصاً اگر کثرت کا یہ معنی لیا جائے کہ ظاہر و باطن درود بھیجنے میں مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا" تم اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرو' اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ ذکر کثیر ذکر قلبی ہے' واللہ تعالیٰ اعلم

اس مقام پر یہ جاننا ضروری ہے کہ جس عمل پر اخروی وعدہ یا وعید فرمائی گئی ہے' اس کا حصول کسی معین شخص کے لئے اسی وقت یقینی ہے جب کہ شارع علیہ السلام کسی شخص کی تعیین فرمادیں' جیسے حدیث مذکور میں حضرت ابی بن کعب کی تخصیص کی گئی ہے' ورنہ نہیں (کیونکہ ممکن ہے کہ نیک عمل درجہ قبول ہی حاصل نہ کرے اور گناہگار کا گناہ بخش دیا جائے)

"وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ" اگرچہ گناہ کثرت' پے در پے ہونے اور ہر جانب کا احاطہ کرنے میں سمندر کی جھاگ کے برابر ہو' زبد (زاء اور باء دونوں مفتوح ہیں) وہ پتے وغیرہ ہیں جو سمندر کی سطح پر تیرتے ہیں اور بوسیدہ اور سیاہ ہو جاتے ہیں۔

۵ بعض الصحابہ یہ صحابی (یا نسبت کے ساتھ) کی جمع ہے' عرف میں صحابی نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کے لئے خاص ہے۔

"رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ" یہ جملہ لفظاً خبریہ اور معنی دعائیہ ہے' رَضِیَ 'عَنْ' سے متعدی ہوتا ہے اور علی سے بھی قیمت عامری عقیل نے کہا:

لَعَمْرُ بِاللّٰهِ اَعْجَبَنِیْ رِضَا ھَا　　اِذَا رَضِیَتْ عَلَیَّ بَنُوْ قُشَیْرٍ

جب بنو قشیر مجھ سے راضی ہوں تو خدا کی قسم! مجھے ان کی رضا تعجب میں ڈالتی ہے

عَلَیَّ عَنِّیْ کے معنی میں ہے۔ ابن ہشام نے کہا' ممکن ہے کہ عَطَفَ (مائل ہونا) کے معنی کو متضمن ہو۔ اس لئے علی سے متعدی ہو۔ امام کسائی نے فرمایا: جس طرح لفظ کو اس کی نظیر پر محمول کیا جاتا ہے' اسی طرح بعض اوقات نقیض پر بھی محمول کیا جاتا ہے۔ رَضِیَ کو سَخِطَ پر محمول کر کے علی سے متعدی کیا گیا ہے۔ ابن جنی کہتے ہیں' ابو علی کسائی کے قول کو پسند کرتے تھے۔ سیبویہ نے بہت سے مصادر میں یہی راہ اختیار کی ہے۔ ابوعبیدہ وغیرہ نے کہا کہ یہ اس لئے جائز ہے کہ رضا کا معنی یہ ہے "اَحْبَبْتُهٗ وَ اَقْبَلْتُ عَلَیْهِ" میں نے اسے محبوب رکھا اور محبت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ شیخ ابو عبد اللہ عربی فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ عرب عام طور پر دعا میں مصدر کے ساتھ لفظ علی ذکر کر دیتے ہیں' خواہ وہ بنفسہ متعدی ہو جیسے رحمت اور لعنت یا لفظ علی کے علاوہ کسی اور حرف سے متعدی ہو جیسے رضوان' گویا انہوں نے اس بات کی رعایت کی ہے کہ جس چیز کی دعا کی گئی ہے' وہ اس شخص پر واقع ہے جس کے لئے یا جس کے خلاف دعا کی گئی ہے۔

اَجْمَعِیْنَ یہ تاکید ہے اور اس کے ساتھ ہر اس چیز کی تاکید کی جاتی ہے جس کی تاکید لفظ کل سے کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ موکدہ کے تمام افراد کو محیط ہے۔

مَامِنْ مَجْلِسٍ مجلس گھروں میں ٹھہرنے کی جگہ اور محل اجتماع کو کہتے ہیں۔

درود پاک پڑھنے کی جگہ سے خوشبو اٹھتی ہے

یُصَلّٰی فِیْهِ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ شیخ ابو جعفر بن وداعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حدیث شریف میں بعض صحابہ سے مروی ہے کہ جس جگہ نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہوتا ہے یا آپ پر درود شریف پڑھا جاتا ہے' اس سے ایک خوشبو اٹھتی ہے۔ جو ساتوں آسمانوں کو چیرتے ہوئے عرش مجید تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کی خوشبو جن و انس کے علاوہ زمین کی ہر مخلوق محسوس کرتی ہے۔ انسان اور جن اگر اس کی خوشبو کو محسوس کر لیں تو اس کی لذت میں محو ہو جائیں اور امور زندگی سے بے خبر ہو جائیں۔ جو فرشتہ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس خوشبو کو محسوس کرتی ہے۔ اس مجلس والوں کے لئے استغفار کرتی ہے اور اس مخلوق کے برابر ان کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اتنے ہی ان کے درجے بلند کئے جاتے ہیں۔ اس مجلس میں ایک شخص ہو یا ایک لاکھ ان کو اتنی مقدار میں درجہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اجر بہتر اور بہت بڑا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے جس مجلس میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے اس سے ایک پاکیزہ خوشبو مہکتی ہے جو آسمان کی بلندی تک پہنچتی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں' یہ اس مجلس کی خوشبو ہے جس میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھا گیا ہے۔

روح پرور حکایت

اسی مناسبت میں چند حکایات ملاحظہ ہوں۔ استاذ ابو محمد جبر بن ہشام' محمد بن سعید بن مطرف خیاط' مرد صالح سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ہر رات سوتے وقت اپنے اوپر لازم کیا تھا کہ بستر پر لیٹ کر ایک معین مقدار میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھا کروں گا۔ ایک رات جب میں نے وہ تعداد پوری کر لی تو مجھے نیند آ گئی۔ میں اس وقت بالا خانہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ناگہ کیا دیکھتا ہوں کہ بالا خانے کے دروازے سے نبی اکرم ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کی تشریف آوری سے بالا خانہ روشن ہو گیا۔ پھر حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: یہ منہ ادھر کرو جو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے تاکہ میں اسے بوسہ دوں' مجھے اس سے حیا آئی تو میں نے اپنا منہ ایک طرف کیا تو آپ نے میرے رخسار پر بوسہ دیا۔ اسی وقت گھبراہٹ سے میری آنکھ کھل گئی' میں نے پاس سوئی ہوئی بیوی کو جگایا' پورا گھر آپ کی خوشبو سے مہک رہا تھا' تقریباً آٹھ روز تک میرے رخسار سے کستوری کی خوشبو آتی رہی' میری بیوی ہر دن اور رات اس خوشبو کو محسوس کرتی رہی' استاذ جبر نے یہ حکایت سند کے بغیر ذکر کی اور ابن مندیل نے کہا کہ ابن بشکوال نے یہ حکایت اس طرح بیان کی کہ ہمیں محمد بن سعید خیاط مرد صالح نے بیان کیا۔

مردار کی بدبو

ابن وداعہ نے یہ حکایت بیان کرنے کے بعد فرمایا: اگر تم اس بات کی حقیقت جاننا چاہو تو نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان دیکھو کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے اور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے بغیر متفرق ہو گئے تو وہ مردار کی بدبو سے زیادہ بری بو پر جدا ہوئے۔ اس سے تمہیں معلوم ہو گا کہ جن مجلسوں میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے یا آپ پر درود شریف پڑھا جاتا ہے' ان مجلسوں میں معطر خوشبوئیں اور کستوری کی لپٹیں پائی جاتی ہیں۔

چونکہ حضور ﷺ الطیب الطیبین اور اطہر الطاہرین ہیں اور آپ کی خصوصیت شریفہ جو جنتیوں کی صفات میں سے آپ کو دنیا میں عطا کی گئی تھی' یہ تھی کہ آپ جس راہ سے گزر جاتے۔ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور جسے اپنا دست مبارک یا جسم اقدس کا کوئی حصہ لگا دیتے تو اس میں کستوری ایسی خوشبو باقی رہتی۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام اس خوشبو کے ذریعے وہ راہ پہچان لیتے تھے۔ جہاں سے آپ کا گزر ہوا ہو' اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے یہ عزت و کرامت باقی رکھی کہ جب کسی جگہ آپ کا ذکر کیا جائے یا درود شریف پڑھا جائے' وہ جگہ معطر ہو جاتی ہے اور وہاں سے پاکیزہ خوشبوئیں اٹھتی ہیں۔ (جنہیں ارباب بصیرت کی قوت شامہ ہی محسوس کر سکتی ہے) اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ اور آپ کی آل پر ایسی صلوٰۃ نازل فرمائے جس کی بدولت ذکر کی مجلسیں مہک اٹھیں اور بڑے بڑے گناہ بخش دیئے جائیں۔

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

گزرے جس راہ سے سید والا ہو کر　　　رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

اس جگہ ایک واقعہ کا ذکر مناسب ہے جسے شیخ ابو عبد اللہ ساحلی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا' وہ فرماتے ہیں' مجھے شیخ ابوالقاسم المرید رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ جب شیخ ابو عمران البردی مالقہ میں تشریف لائے تو ان کی ملاقات شیخ ابو علی خراز سے ہوئی' شیخ ابو القاسم فرماتے ہیں' میں نے ان پر دو حضرات کی دعوت کی' ہم تینوں (شیخ ابو القاسم' شیخ ابو عمران اور شیخ ابو علی خراز) اکٹھے ہوئے' میرے والد ماجد بھی موجود تھے' انہیں دائمی زکام نے سونگھنے کی قوت سے محروم کر دیا تھا' شیخ ابو عمران نے شیخ ابو علی سے کہا: آپ کو آٹھ سال ہو گئے۔ درود شریف پڑھنے کا تمہارے اندر کوئی اثر نہیں ہوا۔ انہوں نے فرمایا: حضرت! مجھے یہ یہ فائدہ حاصل ہوا ہے۔ شیخ ابو عمران نے فرمایا: یہ فوائد تو بچوں کو بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ایسے نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا: شیخ ابو القاسم کے والد کے ہاتھ میں پھونک ماریے۔ چنانچہ شیخ ابو علی نے میرے والد کے ہاتھ میں پھونک ماری تو کستوری کی ہلکی سی خوشبو محسوس ہوئی۔ پھر شیخ ابو عمران نے میرے والد کے ہاتھ میں پھونک ماری۔ شیخ ابو القاسم فرماتے ہیں' بخدا! کستوری کی تیز ترین خوشبو نے میرے والد کے نتھنوں کو چیر دیا اور ان کی ناک سے خون بہہ نکلا اور کستوری کی خوشبو نہ صرف میرے گھر میں پھیل گئی' بلکہ پڑوسیوں تک پہنچ گئی۔ پھر شیخ ابو عمران نے فرمایا: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا خیال شریف یہ ہے کہ صرف وہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و نزہت سے مالا مال ہوئے ہیں' ہمیں یہ دولت میسر نہیں ہوئی۔ بخدا! ہم بھی اس نعمت میں ان کے ساتھ شریک ہوں گے حتیٰ کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے پیچھے باکمال مردوں کو چھوڑا ہے۔

اس سے پہلے حضرت شیخ ابو عبد اللہ الجزولی رحمۃ اللہ علیہ مولف دلائل الخیرات شریف کے متعلق گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں کثرت سے درود شریف پیش کرنے کی بدولت ان کی قبر سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔

"اِلَّا فَاحَتْ مِنْهُ" نسخہ سہلیہ اور دیگر قدیم نسخوں میں یہی الفاظ ہیں' بعض نسخوں میں ان کی جگہ "اِلَّا تَنَارَجَ" ہے جیسے کہ ابن وداعہ کی روایت میں اس سے پہلے گزرا' معنی دونوں کا ایک ہے تَنَارَجُ کا معنی یہ ہے کہ مہکتی ہے اور قوت سے پھیلتی ہے۔

"حَتّٰی تَبْلُغَ" اسے استقبال کی تاویل کی بنا پر منصوب پڑھنا جائز ہے' کیونکہ بلوغ ماقبل یعنی قیام اور تارج کے اعتبار سے مستقبل ہے' اسے مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے' یعنی یہاں تک کہ پاکیزہ خوشبو آسمان کی بلندی تک پہنچ جاتی ہے۔

لفظ عنان کے معانی

"عَنَانَ السَّمَاءِ" لفظ عنان کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے' وسط (درمیان) وہ حصہ جو دیکھنے میں ظاہر و باہر ہو اطراف و جوانب' مطلق بادل یا وہ بادل جو پانی اٹھائے ہوئے ہو۔ اس صورت میں پہلا حرف مفتوح ہی ہے۔ پہلی دو صورتوں میں بعض نے کہا' مفتوح ہے اور بعض نے کہا' مکسور ہے۔ حدیث شریف میں ہو سکتا ہے کہ آسمان کا وسط مراد ہو یا وہ حصہ جو ہمارے سامنے ہے یا اس کے اطراف مراد ہوں اور یہ زیادہ مناسب ہے۔ اساس میں ہے۔ "وَبَلَغَ عَنَانَ السَّمَاءِ" فلاں چیز آسمان کے اطراف تک پہنچی' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بادل مراد ہو۔ بہر صورت سماء سے مراد آسمان ہے جو چھت کی صورت میں زمین پر سایہ فگن ہے۔ پہلی صورتوں میں سماء کی طرف عنان کی اضافت میں کوئی اشکال نہیں۔ جب عنان سے مراد بادل ہو تو (اس کی آسمان کی

طرف اضافت اس سبب سے ہے کہ) وہ آسمان کی طرف واقع ہے۔ اضافت معمولی نسبت کی بنا پر بھی کر دی جاتی ہے' فرشتے آسمانوں میں رہتے ہیں جیسے بادلوں میں بھی ہوتے ہیں۔ لفظ سماء جو اس جگہ مذکور ہے مونث ہے' اسے مذکر قرار دینا بھی صحیح ہے۔ اس کی جمع سَمٰوٰتٌ ہے۔

"فَتَقُوْلُ الْمَلَآئِكَةُ" میں نے جو نسخے دیکھے ہیں' ان میں تاء کے ساتھ ہے' قواعد عربیہ کے لحاظ سے یاء بھی ہو سکتی ہے' کیونکہ اس کا اسناد اسم ظاہر جمع مذکر مکسر کی طرف ہے اور ایسی صورت میں بغیر کسی اشکال کے تذکیر و تانیث جائز ہے۔

"هٰذَا مَجْلِسٌ" (ایک نسخہ میں اسم اشارہ برائے مذکر مبتدا اور مجلس اس کی خبر ہے جیسا کہ شارح کی آئندہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲۔ شرف) نسخہ سلیمہ میں ھذہ اسم اشارہ برائے مونث مبتدا (شرح میں بتذکیر الاشارۃ ہے' اس صورت میں یہی بعینہٖ آئندہ نسخہ ہو گا) اور رائحہ مضاف مجلس مضاف الیہ خبر مبتدا یہ نسخہ ابن وداعہ کی سابقہ روایت کے مطابق ہے۔ ایک نسخہ میں ہے هٰذَا رَائِحَةُ مجلس اسم اشارہ مذکر اور رائحہ اس کی خبر ہے' یہ نسخہ روایت کے لحاظ سے سب سے ضعیف ہے۔ پہلے نسخہ کے مطابق معنی اس طرح ہو گا' ہذا یعنی اس خوشبو کا منشا اور سبب' یہ مبتدا ہے اور مجلس اس کی خبر ہے اس صورت میں اسم اشارہ برائے قریب اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ وہ خوشبو قریب ہے جو سونگھی گئی ہے' یا معنی یہ ہو گا ھذا یہ خوشبو جو سونگھی گئی ہے مجلس اس مجلس کی خوشبو ہے یعنی مضاف محذوف ہو گا۔ (مبتدا کی طرف یا خبر کی طرف) دوسرے نسخہ کے مطابق اصل عبارت اس طرح ہو گی هٰذِهِ الرَّائِحَةُ الْمَشْمُوْمَةُ رَائِحَةُ مَجْلِسٍ یہ خوشبو جو سونگھی گئی ہے۔ اس مجلس کی خوشبو ہے' تیسرے نسخہ کے مطابق مطلب یہ ہو گا هٰذَا الْمَشْمُوْمُ رَائِحَةُ مَجْلِسٍ یہ جسے سونگھا گیا ہے اس مجلس کی خوشبو ہے یا رائحہ نے مضاف الیہ سے تذکیر حاصل کر لی ہے۔ (اس لئے اسم اشارہ مذکر کا لایا گیا ہے)

فرشتے خوشبو سے معلوم کر لیتے ہیں

"صُلِّيَ فِيْهِ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ" یعنی جب فرشتے اس پاکیزہ خوشبو کو سونگھتے ہیں تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اس مجلس کی خوشبو ہے جس میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھا گیا ہے۔ یہ بات یا تو وہ اپنے آپ سے کہتے ہیں یعنی ان پر یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ اسے جان لیتے ہیں' اپنے آپ سے جو بات کی جائے اس کے لئے قول کا استعمال صحیح ہے یا جب وہ یہ خوشبو محسوس کرتے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات کہتے ہیں۔

ذُكِرَ فِىْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ اَنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اَوِ الْاَمَةَ الْمُؤْمِنَةَ اِذَا بَدَءَ

بعض روایات میں ذکر کیا گیا ہے کہ ایماندار مرد یا عورت جب نبی اکرم

بِالصَّلٰوةِ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُتِحَتْ لَهٗ

ﷺ پر درود شریف شروع کرتے ہیں تو ان کے لئے

اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَالسُّرَادِقَاتِ حَتّٰی اِلَی الْعَرْشِ

آسمانوں اور پردوں کے دروازے عرش تک کھول دیے جاتے ہیں

فَلَایَبْقٰی مَلَكٌ فِی السَّمٰوَاتِ اِلَّا صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِذَالِكَ الْعَبْدِ

آسمان کا ہر فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ پر درود بھیجتا ہے اور اس مرد یا عورت کے لئے

اَوِالْاَمَةِ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَسُرَتْ[٢] عَلَيْهِ حَاجَةٌ

دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ جس قدر اللہ کو منظور ہوتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: جس کے لئے کسی حاجت کا حصول مشکل

فَلْيُكْثِرْ بِالصَّلٰوةِ عَلَیَّ فَاِنَّهَا تَكْشِفُ الْهُمُوْمَ وَالْغُمُوْمَ وَالْكُرُوْبَ وَ

ہو جائے اسے مجھ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہئے۔ کیونکہ درود پاک غم و آلام اور تکالیف کو دور کر دیتا ہے اور

تُكَثِّرُ الْاَرْزَاقَ وَتَقْضِی الْحَوَائِجَ وَعَنْ بَعْضِ الصَّالِحِيْنَ[٣] اَنَّهُ قَالَ كَانَ لِیْ

رزق کی کثرت اور حاجتوں کے پورا ہونے کا سبب ہے۔ بعض صالحین سے مروی ہے کہ میرا ایک پڑوسی

جَارٌ نَسَّاخٌ فَمَاتَ فَرَاَيْتُهٗ فِی الْمَنَامِ فَقُلْتُ لَهٗ مَافَعَلَ اللّٰهُ بِكَ فَقَالَ

کاتب تھا' وہ فوت ہو گیا تو میں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا' اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے

غَفَرَلِیْ فَقُلْتُ فَبِمَ ذَالِكَ فَقَالَ كُنْتُ اِذَا كَتَبْتُ اِسْمَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ

کہا: مجھے بخش دیا۔ میں نے پوچھا کس سبب سے؟ اس نے کہا کہ میں جب بھی کسی کتاب میں نبی اکرم ﷺ

وَسَلَّمَ فِیْ كِتَابٍ اِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ فَاَعْطَانِیْ رَبِّیْ مَالَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ

کا اسم پاک لکھتا تھا تو اس پر درود شریف لکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی نعمتیں دیں جو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھیں نہ

سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ

کسی کان نے سنیں اور نہ ان کا تصور کسی انسانی دل پر گزرا

ع "اَوِالْاَمَةِ الْمُؤْمِنَةِ" عورت کو اَمَہ کہا جاتا ہے جیسے مرد کو عَبْدٌ کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں "اَمَۃُ اللّٰہِ" اللہ تعالیٰ کی بندی اور "اَلنِّسَاءُ اِمَاءُ اللّٰهِ" عورتیں اللہ تعالیٰ کی بندیاں ہیں۔ عبد غلام کو اور اَمَہ کنیز کو کہا جاتا ہے۔ زمین اور آسمانوں کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی ملک ہے۔ حدیث پر ابن وداعہ کا کلام اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی کا کلام مجھے نہیں ملا۔ "اَوِالْاَمَةِ" میں او تنویع کے لئے ہے۔

"اِذَا بَدَءَ" نسخہ سلیمہ میں ہمزہ کے ساتھ ہے۔ اکثر نسخوں میں ضمیر مفرد کے ساتھ ہے' (بَدَا) بعض نسخوں میں بَدَأَ اَخَذَهُ

ہے' فاعل اسم ظاہر ہے اور ضمیر تثنیہ کی طرف مضاف ہے۔ ایک نسخہ میں بَدَءَ فاعل کی ضمیر تثنیہ کے ساتھ ہے۔ پہلے مشہور نسخے پر ضمیر مفرد اس لئے لائی گئی ہے کہ عطف اَوْ کے ساتھ ہے اور نحوی کہتے ہیں کہ او کے ساتھ عطف ہو تو ضمیر تثنیہ نہیں' ضمیر واحد لائی جائے گی' کہا جائے گا زَیْدٌ اَوْ عَمْرٌو لِصٌّ' لِصَّانِ نہیں کہا جائے گا (زید یا عمرو چور ہے (دو چور ہیں' نہیں کہیں گے) ضمیر مذکر اس لئے لائی گئی ہے کہ مذکر کو اس کی شرافت کی بنا پر غلبہ دیا گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ معطوف علیہ مذکر ہے' لہٰذا کلام کی بنا اسی پر ہونی چاہئے۔ لیکن مغنی میں ہے کہ اَوْ جو تنویع کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس کا حکم مطابقت کے ضروری ہونے میں وہی ہے جو واؤ کا حکم ہے۔ آمدی نے اس کی تصریح کی ہے اور یہی حق ہے۔ لہٰذا ضمیر تثنیہ والی روایت صحیح ہو گی۔

"بالصلاۃ" لفظ صلوٰۃ یا تو بَدَءَ کا مفعول ہے اور باء زائدہ ہے یا معنی یہ ہے کہ درود شریف کو شروع کرے اس صورت میں باء ظرفیت کے لئے ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مفعول محذوف ہو' یعنی اپنے کلام یا دعا یا اپنے مقصد کو صلوٰۃ سے شروع کرے۔

فُتِحَتْ متعدد نسخوں میں صیغہ مجہول اور تخفیف کے ساتھ اسے مشدد پڑھنا بھی صحیح ہے' جن آیات میں یہ لفظ وارد ہے وہ دونوں طرح پڑھی گئی ہیں۔

"اَبْوَابُ السَّمَاءِ" اَبْوَابٌ جمع ہے بَابٌ کی' کسی چیز کے راستے اور اس تک پہنچانے والے کو باب کہتے ہیں' اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) حسی حقیقی جیسے ہذا (مشار الیہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے) اور گھر کا دروازہ (۲) معنوی مجازی مثلاً ہر وہ سبب جو کسی امر تک پہنچائے' اسی طرح ابواب کتب کے عنوانات۔

اہل حق کا مذہب

قرآن پاک میں دروازوں کی نسبت آسمان کی طرف واقع ہے' اس بارے میں احادیث کثیرہ وارد ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ فلاسفہ اور مبتدعین کا یہ کہنا غلط ہے کہ آسمان خرق والتیام (پھٹنے اور جڑ جانے) کے قابل نہیں ہیں' اسی بنا پر انہوں نے معجزہ شق القمر اور شب معراج آسمانی دروازوں کے کھلنے کا انکار کیا ہے' اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ آسمانوں کا پھٹ جانا جائز ہے۔ افلاک اور عناصر اس بات میں مماثلت رکھتے ہیں کہ ایک جیسے جواہر فردہ سے مرکب ہیں' لہٰذا جو چیز ان میں سے ایک کے لئے جائز ہے دوسرے کے لئے بھی جائز ہو گی۔ مماثلت مذکورہ کا لازمی تقاضا یہی ہے۔ جب عناصر کا پھٹنا ممکن ہے تو افلاک کے لئے بھی ممکن ہو گا۔ اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہے لہٰذا افلاک اور چاند وغیرہ کے چیرنے پر بھی قادر ہو گا۔ دلائل سمعیہ (قرآن و حدیث) اس بارے میں بکثرت وارد ہیں' لہٰذا ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ سماء سے مراد جنس آسمان ہے۔

"السُّرَادِقَاتُ" متعدد نسخوں میں سماء پر عطف کی بنا پر مجرور ہے اور ابواب پر عطف کی بنا پر مرفوع ہے۔ سُرادقات سین مضموم کے ساتھ۔ سرادق کی جمع ہے جو کسی شے کا احاطہ کرے' خواہ پردہ یا خیمہ ہو یا عمارت مثلاً فصیل شہر اور دیوار۔ مروی ہے کہ عرش کے چھ لاکھ پردے ہیں' غالباً انہی کو دوسری کتابوں میں حجب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

"فَلَا یَبْقٰی مَلَکٌ فِی السَّمٰوٰتِ" سمٰوٰت سے مراد یا تو سات آسمان ہیں یا ساتواں آسمان، حجابات اور عرش سب ہی مراد ہیں، کیونکہ ان کی بلندی کی بنا پر ان سب پر سماء کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ آسمانوں اور حجابات کے فرشتے، عرش کے حاملین اور جو اس کے گرد ہیں سب مراد ہیں۔ اور کھولنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ سب کھول دیئے جاتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

"اِلَّا صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ" فرشتے حضور ﷺ کا ذکر سن کر اور اسے معلوم کر کے درود شریف بھیجتے ہیں۔ بعض نسخوں میں یہ اضافہ ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

درود پاک حاجت روائی کے لئے اکسیر

- "مَنْ عَسُرَتْ" مجھے حدیث شریف کے یہ الفاظ نہیں ملے، متعدد حدیثوں میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے سے حاجتیں بر آتی ہیں، فقر دور ہو جاتا ہے، مشکلات اور پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ امام مستغفری حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر ہر دن رات میں سو مرتبہ درود شریف بھیجا، اس کی سو حاجتیں پوری کی جائیں گی تیس دنیا کی اور باقی آخرت کی۔

روضۂ رسول ﷺ کے سامنے درود پاک پڑھنے والا

امام بیہقی ابن ابی فدیک سے راوی ہیں، انہوں نے مدینہ طیبہ کے بعض علماء سے روایت کی جن سے امام شافعی نے روایت کی ہے۔ بعض علماء مدینہ نے فرمایا: میں نے بعض علماء سے سنا جن سے میری ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا: ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مبارکہ کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے۔ "اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ" پھر کہے "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ" ستر مرتبہ اس طرح کہے تو فرشتہ اسے ندا کرتا ہے، اے فلاں! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے اور اس کی کوئی حاجت ناتمام نہیں رہتی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ان سب کے مطابق ہے کہ تب تو تمہارے غم دور کر دیئے جائیں گے۔

"عسرت" سین پر ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں۔ یعنی حاجت کا حصول مشکل ہو جائے۔

"عَلَیْهِ حَاجَتُهٗ" کوئی بھی حاجت ہو جس کی اسے ضرورت ہے اور جس کے حصول میں وہ دلچسپی رکھتا ہے۔ خواہ اس کا تعلق امور دینیہ سے ہو یا دنیاویہ سے۔ اسی طرح خواہ اس کا تعلق فوائد کے حصول سے ہو یا مصائب کے دفع سے۔

"تَكْشِيْفُ الْهُمُوْمِ وَالْغُمُوْمِ وَالْكُرُوْبِ" یہ تینوں لفظ قریب المعنی ہیں، وہ چیز جو دل کو ہمیشہ غم و الم سے دو چار کر دے اور مصائب و بلیات کے خوف کے سبب بوجھ بن جائے۔

رزق کا معنی و مفہوم

"وَتَكْثُرُ الْأَرْزَاقُ" ارزاق رزق کی جمع ہے' رزق وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ حیوان تک پہنچائے تو وہ اسے کھائے۔ بعض علماء نے کہا کہ رزق وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ حیوان تک پہنچائے اور حیوان اس سے بطور غذا یا اس کے علاوہ نفع حاصل کرے۔ اس تعریف پر عاریہ (مانگی ہوئی چیز) سے اعتراض کیا گیا ہے۔ (کیونکہ وہ بھی رزق ہے اور اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے لیکن وہ چیز دوسرے شخص کو دے نہیں دی) اس کا جواب یہ ہے کہ عاریہ میں رزق اس شئے سے نفع حاصل کرنا ہے جتنا نفع حاصل کرے گا وہی اس کے لئے رزق ہے' لہٰذا اعتراض اٹھ گیا۔ عاریہ سے نفع حاصل کرنا یقینی اور محسوس ہے۔

پیش نظر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اسباب کی بدولت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں قولی اور فعلی احادیث بکثرت وارد ہیں۔ جنہیں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مستقل تصنیف "حصول الرفق باصول الرزق" میں جمع کیا ہے۔

"وَتُقْضَى الْحَوَائِجُ" حوائج خلاف قیاس حاجۃ کی جمع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا اللہ تعالیٰ کے اذن' اس کے پیدا کرنے اور فضل و کرم سے امور مذکورہ (غموں کی دوری' رزق کی کثرت وغیرہ) کا سبب ہے۔

۵۔ "عَنْ بَعْضِ الصَّالِحِيْنَ" صالحین جمع ہے صالح کی' صلح سے اسم فاعل کا صیغہ' جس کے وہ افعال اور احوال درست ہوں جس کا تعلق خالق سے ہے یا مخلوق سے۔ وہ کام کرے جو کرنے چاہییں اور ان کاموں سے بچے جن سے بچنا چاہیے۔

ایک کاتب کی بخشش کا سبب

بعض صالحین سے مراد حضرت عبید اللہ بن عمر القواریری ہیں۔ آپ ان ائمہ حدیث میں سے ہیں جنہوں نے راویوں کی ترتیب کے مطابق سند لکھی۔ آپ امام احمد بن حنبل' اسحٰق بن راہویہ اور ابن خیثمہ کے طبقہ کے محدث ہیں۔ ان کی یہ حکایت متعدد حضرات ابن سبع' ابن بشکوال' استاذ جبر' ابن وداعہ اور ابن فاکہانی نے بیان کی۔ حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں ہمارا ایک پڑوسی کاتب تھا' وہ فوت ہو گیا تو میں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا' مجھے بخش دیا۔ میں نے پوچھا: کس سبب سے؟ اس نے کہا: میں جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف لکھتا تھا صلی اللہ علیہ وسلم لکھتا تھا۔

اس کے قریب ابو عمر سے مروی ہے' فرماتے ہیں' مجھے ایک صوفی نے بتایا کہ میں نے ایک دوست کو اس کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے کہا' مجھے بخش دیا' میں نے پوچھا کس سبب سے؟ اس نے کہا' میں حدیث شریف لکھا کرتا تھا' جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو میں ثواب کی نیت سے صلی اللہ علیہ وسلم لکھتا تھا۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ اسی سے ملتا جلتا حافظ ابو عبد اللہ نمیری نے اپنی سند سے سفیان بن عیینہ سے روایت کیا' انہوں نے فرمایا: ہمیں خلف صاحب الخلقان نے بیان کیا کہ میرا ایک دوست میرے ساتھ حدیث پڑھتا تھا' وہ فوت ہو گیا تو میں نے

اسے خواب میں دیکھا کہ وہ نئے سبز کپڑے پہنے پھر رہا ہے' میں نے پوچھا' کیا تو میرا وہ ساتھی نہیں ہے جو میرے ساتھ حدیث پڑھا کرتا تھا' یہ نعمتیں کیسی ہیں جو میں دیکھ رہا ہوں؟ اس نے کہا' میں تمہارے ساتھ حدیث لکھا کرتا تھا' جب بھی میرے سامنے وہ حدیث آتی جس میں نبی اکرم ﷺ کا ذکر ہوتا تو میں ﷺ لکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی یہ جزا دی ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ یہ روایت ابن وداعہ نے نقل کی' یہ حکایت ابن سبع۔ ابن بشکوال' استاذ جبر' ابن وداعہ اور ابن مندیل نے محمد ابو سلیمان سے روایت کی کہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا اور پوچھا' ابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے کہا' مجھے بخش دیا' میں نے پوچھا کس سبب سے؟ انہوں نے فرمایا: اس سبب سے کہ میں ہر حدیث میں درود شریف لکھتا تھا۔

استاذ جبر نے یہ حکایت ابن بشکوال کی تصنیف کتاب القربہ کے حوالے سے بیان کی۔

ابو صالح عبد اللہ بن الصوفی فرماتے ہیں' ایک محدث کو خواب میں دیکھا گیا' ان سے پوچھا گیا' اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے کہا' مجھے بخش دیا' پوچھا گیا' کس سبب سے؟ انہوں نے فرمایا: اس سبب سے کہ میں نے اپنی کتاب میں درود پاک لکھا تھا۔

"اَنَّهٗ قَالَ كَانَ لِىْ جَارٌ" جارٌ پڑوسی کو کہتے ہیں' خواہ اس کا گھر متصل ہو یا قریب ہو۔ نَسَّاخٌ۔ کاتب کو نساخ کہتے ہیں' کیونکہ وہ ایک کتاب کو دوسری جگہ نقل کرتا ہے۔ مبالغہ کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ یہ اس کا فن بن گیا ہے۔ اسی کو وراق کہتے ہیں کیونکہ وہ کتابوں کے اوراق لکھتا ہے زمخشری نے اساس میں کہا' کہ ورق باریک کھال کو کہتے ہیں (ابتدائی دور میں کھالوں پر لکھائی کرتے تھے)۔

"فَمَاتَ" موت زندہ سے حیات کے جدا ہونے کو کہتے ہیں' یا موت ایسی صفت ہے جس کا پایا جانا حیات کی ضد ہے۔

خواب میں صورت مثالیہ دکھائی دیتی ہے

"فرأيته" یعنی میں نے اس کی صورت مثالیہ کو دیکھا' کیونکہ خواب میں مثال ہی دکھائی دیتی ہے۔ مثال کے دیکھنے کی صورت میں یہ کہنا کہ فلاں شخص کو دیکھا ہے عقلاً نقلاً صحیح ہے۔ پھر خواب دو قسم ہے۔ (۱) حقیقت واقعیہ دکھائی دیتی ہے' لہٰذا اس کی تعبیر کی ضرورت نہیں۔ (۲) ایک فرشتہ مقرر ہے جو روح پر معانی کا القاء محسوسات متخیلہ کی صورت میں کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس فرشتے کے واسطہ سے مثالوں کو پیدا فرماتا ہے' یہ صور مثالیہ ان معانی کی دلیل ہوں گی جیسے آوازیں' حروف اور نقوش حسی طور پر معانی کی دلیل ہیں' ایسی خوابیں تعبیر کی محتاج ہوتی ہیں۔

شیخ المشائخ میرے والدین کے دادا کے چچا ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد الفاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معانی کو صور محسوسہ کے قالب میں ڈھالنے کی حکمت یہ ہے کہ نفس میں محسوسات خیالیہ پائے جاتے ہیں اور وہ محسوسات سے متصف ہے اس کی موافقت کو ملحوظ رکھا گیا ہے' اگر نفس مقام تجرد پر فائز ہو جائے اور قید محسوسات سے رہائی پا جائے تو اس کے لئے حقائق اور معانی بغیر کسی مثال کے منکشف ہو جائیں گے' اسی لئے ابتداء وحی میں حقائق خوابوں کے ذریعے منکشف کئے گئے' پھر یہ کیفیت

ہوئی کہ حقائق و معانی نیند اور بیداری میں منکشف ہوتے رہے' ایسا ہی حال ان اولیاء کرام کا ہوتا ہے' جنہیں نبی اکرم ﷺ کی وراثت سے حصہ ملا ہوتا ہے۔

"فِی الْمَنَامِ"۔ مَنَامٌ نَامَ یَنَامُ نَوْمًا کا اسم مصدر ہے۔

منام کا معنی

سدیدالدین کازرونی نے فرمایا: منام کا معنی یہ ہے کہ حرارت طبعیہ پختگی کے لئے باطن کی طرف رجوع کرتی ہے اسی لئے روح نفسانی اور اس کے قویٰ اس کی پیروی کرتے ہیں' تاکہ یہ عمل مکمل ہو جائے۔ دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ وہ ایک حال ہے جو جسم سے اسرکی طرف اٹھنے والے بخارات کی رطوبتوں کے سبب دماغ کے ڈھیلا پن سے حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت ظاہری حواس احساس سے بالکل عاری ہو جاتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ معدہ سے دماغ کی طرف ہر وقت بخارات چڑھتے رہتے ہیں' جب دماغ میں کمزوری یا بے بسی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے تو یہ بخارات اس پر غالب ہو جاتے ہیں اور دماغ چونکہ حس اور حرکت کا مرکز ہے' اس لئے اس میں کمزوری آ جاتی ہے' اسے اونگھ کہتے ہیں' اور اگر یہ غلبہ آنکھوں پر چھا جائے تو یہ ہلکی نیند ہے' اسے غَفْوَۃٌ اور نُعَاسٌ کہتے ہیں' اس وقت آدمی گہری نیند اور بیداری کے درمیان ہوتا ہے۔ اور اگر یہ غلبہ تمام جسم پر حاوی ہو جائے اور دل تک پہنچ جائے اور قوۃ و عقل کو زائل کر دے تو یہ گہری نیند ہے۔ استاذ ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں' کہ خواب اس وقت دکھائی دیتی ہے جب نیند تمام حواس پر حاوی نہیں ہوتی۔

"فَقُلْتُ لَہٗ" میں نے اس مثال کو کہا جو کہ ذی مثال کی ترجمان تھی۔

"مَافَعَلَ اللّٰہُ بِکَ" اس وقت پوچھنے والے کے پیش نظر یہ بات ہے کہ یہ شخص فوت ہو چکا ہے اور میں اسے وفات اور جزا پانے کے بعد دیکھ رہا ہوں۔

"فَقَالَ غَفَرَلِیْ" کیونکہ جو شخص فوت ہو گیا اس کے لئے قیامت قائم ہو چکی ہے' اسے اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے۔ جنت یا جہنم کی بشارت دے دی جاتی ہے' وہم اور غفلت کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور اس کی روح نعمت میں رہتی ہے یا زحمت میں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ اپنے فضل و کرم اور رحمت و جود کا معاملہ فرمائے۔

"فَقُلْتُ لَہٗ فَبِمَ ذَالِکَ" یہ اشارہ ہے مغفرت کی طرف' جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ فَبِمَ میں باء سبب ما استفہامیہ پر داخل ہے' پھر ما استفہامیہ کا الف حذف کر دیا گیا۔

فائدہ

سوال کا مطلب یہ ہے کہ مغفرت کیسے حاصل ہوئی؟ کیا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے یا فضل کے ساتھ ساتھ کسی سبب کا بھی دخل ہے' اگر کسی سبب کا دخل ہے تو وہ کونسا سبب ہے؟ پہلے سوال کا سبب یہ ہے کہ انسان فطری طور پر حقائق اور حالات

ے کے معلوم کرنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ (اس لئے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟) دوسرے سوال کا مقصد یہ ہے کہ اگر بخشش میں کسی فعل کا دخل ہے تو اس فعل پر رشک کرنا اور اس میں دلچسپی کا اظہار ہے، اور اگر محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے تو امید کو مضبوط کرنا، اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھنا اور محبت و تعلق کا صرف اس سے وابستہ کرنا ہے۔

"فَقَالَ كُنْتُ" تو انہوں نے کہا کہ میں جب دنیا میں کتابیں لکھا کرتا تھا۔

"إِذَا كَتَبْتُ إِسْمَ مُحَمَّدٍ ﷺ" جب میں حضور ﷺ کا اسم گرامی محمد لکھا کرتا تھا۔ اس سے پہلے روایت گزر چکی ہے "إِذَا كَتَبْتُ إِسْمَ النَّبِيِّ" اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب میں لفظ نبی لکھتا تھا یا آپ کا اسم مبارک محمد لکھتا تھا اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب میں آپ کا کوئی بھی نام اقدس لکھتا تھا۔

"فِيْ كِتَابٍ" یہ لفظ عام ہے، کہ وہ اپنی تصنیف و تالیف میں حضور اقدس ﷺ کا نام نامی لکھتے تھے یا کسی دوسرے کی تصنیف میں، لیکن چونکہ وہ کاتب تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کی تصنیف میں نام اقدس لکھتے تھے۔

"صَلَّيْتُ عَلَيْهِ" اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) درود شریف لکھتے تھے۔ (۲) زبان سے پڑھتے تھے۔ لیکن ایک روایت اس سے پہلے مذکور ہو چکی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف لکھتے تھے۔

"وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ" بشر سے مراد انسان ہے (اس کا خاص طور پر ذکر اس لئے کیا کہ) اس کے تصورات اور تخیلات کا دائرہ بہت وسیع ہے، لیکن امور آخرت اس عقل حسی کے طریقے اور احاطے سے باہر ہیں اور ان کا جہان ہی دوسرا ہے۔ اشیاء مذکورہ (وہ نعمتیں جو نہ دیکھیں نہ سنیں) کے دینے کا سبب اللہ تعالیٰ کے فضل سے مغفرت ہے، ان دو میں سے ایک کا ذکر کیا ہے تو دوسری چیز کا تصور لازمی طور پر ہو گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ جب بندے کو بخش دے گا تو اسے اپنے فضل سے مذکورہ نعمتیں عطا فرمائے گا اور یہ نعمتیں اسے ہی دی جائیں گی جس کی مغفرت ہو گی، یہ نعمتیں قیامت سے پہلے اس طرح دی جائیں گی کہ اسے یہ نعمتیں۔ جنت میں اس کا مقام اور جنت میں اس کے لئے تیار کی گئی نعمتیں دکھا دی جائیں گی اور وہ انہیں دیکھ کر خوش ہو گا، جنت کی نعمتیں کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا گزر ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ" کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک مخفی رکھی گئی ہے، حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بیان فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ ان کا کسی انسانی دل پر گزر ہوا۔

حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل میں یہ خواب پیش کی ہے اس کے مقتضا کو ثابت کرنے اور اس میں رغبت دلانے کے لئے۔ کیونکہ یہ خواب حق ہے، خواب و خیال یا شیطانی وسوسہ نہیں ہے۔ نہ ہی نفسانی خیالات میں سے ہے اور نہ ہی طبائع اربعہ (صفراء، سوداء، بلغم اور خون) کے اثرات سے ہے، اس کا مضمون نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت شریعت سے ثابت ہے، حضرت مصنف نے پہلے درود پاک کے فضائل میں احادیث و روایات بیان کی ہیں، پھر ان کی تائید و تاکید کے لئے اس خواب کا ذکر کیا ہے اور یہ خواب بھی کس کا ہے مرد صالح (ولی) کا؟ جیسے کہ حضرت مصنف نے ان کے وصف کا ذکر کیا؟

(عن بعض الصالحین) لہذا یہ خواب اجزاء نبوت سے ہے' یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خواب دیکھنے والے کا نام ذکر نہیں کیا' بلکہ وصف صلاح ذکر کیا ہے' یہ خواب چونکہ صریح حقیقت ہے تمثیل نہیں ہے' اس لئے اس کی تعبیر کی ضرورت نہیں ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ [1] اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایماندار

اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ وَمَالِهٖ وَوَلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ

نہیں ہو گا یہاں تک کہ میں اسکے نزدیک اس کی جان' مال' اولاد' والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ وَفِيْ حَدِيْثِ [2] عُمَرَ اَنْتَ اَحَبُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

ہو جاؤں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے' یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر شے سے زیادہ

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا نَفْسِيَ الَّتِيْ بَيْنَ جَنْبَيَّ فَقَالَ لَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ

محبوب ہیں' سوائے میری جان کے جو میرے دو پہلوؤں کے درمیان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں

وَالسَّلَامُ لَا تَكُوْنُ مُؤْمِنًا حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ نَّفْسِكَ

فرمایا: تم اس وقت تک مومن نہیں ہو گے جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے زیادہ محبوب نہیں ہو جاؤں گا

فَقَالَ عُمَرُ وَالَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ

حضرت عمر نے عرض کیا: اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ پر قرآن اتارا! آپ میرے نزدیک میری جان سے بھی

نَفْسِيَ الَّتِيْ بَيْنَ جَنْبَيَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰنَ

زیادہ محبوب ہیں۔ جو میرے دو پہلوؤں کے درمیان ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر اب تمہارا ایمان مکمل

يَا عُمَرُ تَمَّ اِيْمَانُكَ ○ وَقِيْلَ [3] لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى

ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ میں کب مومن

اَكُوْنُ مُؤْمِنًا وَفِيْ لَفْظٍ آخَرَ مُؤْمِنًا صَادِقًا قَالَ اِذَا اَحْبَبْتَ

ہوں گا؟ ایک روایت میں ہے میں مومن صادق کب ہوں گا؟ فرمایا: جب تو اللہ تعالیٰ سے

اللّٰهَ فَقِيْلَ مَتٰى اُحِبُّ اللّٰهَ قَالَ اِذَا اَحْبَبْتَ رَسُوْلَهٗ فَقِيْلَ

محبت رکھے گا' عرض کیا گیا' میں اللہ تعالیٰ سے کب محبت رکھوں گا؟ فرمایا: جب تو اس کے رسول سے محبت رکھے گا۔ عرض کیا گیا

وَمَتٰی اُحِبُّ رَسُوْلَهٗ قَالَ اِذَا اتَّبَعْتَ طَرِيْقَتَهٗ وَاسْتَعْمَلْتَ بِسُنَّتِهٖ

اور اس کے رسول سے کب محبت رکھوں گا؟ فرمایا: جب تو ان کے طریقے کی پیروی کرے۔ ان کی سنت پر عمل کرے،

وَاَحْبَبْتَ بِحُبِّهٖ وَاَبْغَضْتَ بِبُغْضِهٖ وَوَالَيْتَ بِوِلَايَتِهٖ وَعَادَيْتَ

ان کی محبت کو محبوب جانے' ان کے بغض سے نفرت رکھے' ان کی دوستی سے پیار کرے' اور ان کی دشمنی

بِعَدَاوَتِهٖ وَيَتَفَاوَتُ النَّاسُ فِي الْاِيْمَانِ عَلٰی قَدْرِ تَفَاوُتِهِمْ

سے دشمنی رکھے اور لوگ ایمان میں اتنے ہی مختلف ہوں گے جس قدر وہ میری محبت میں مختلف

فِيْ مَحَبَّتِيْ وَيَتَفَاوَتُوْنَ فِي الْكُفْرِ عَلٰی قَدْرِ تَفَاوُتِهِمْ فِيْ بُغْضِيْ ○

ہوں گے اور کفر میں اتنے ہی مختلف ہوں گے جس قدر میرے بغض میں مختلف ہوں گے۔

اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهٗ ○ اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهٗ ○

خبردار! اس کا ایمان نہیں جسے محبت نہیں۔ خبردار! اس کا ایمان نہیں جسے محبت نہیں۔

اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهٗ

خبردار! اس کا ایمان نہیں جسے محبت نہیں۔

ل "وعن انس" یہ حدیث امام بخاری و امام مسلم' امام احمد' امام نسائی اور ابن ماجہ کے نزدیک ثابت ہے۔

حضرت انس بن مالک خادم خاص

حضرت ابو حمزہ' انس بن مالک بن النضر انصاری خزرجی بخاری' رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص' انہوں نے نو یا دس سال آپ کی خدمت کی۔ ان کے سن وصال میں مختلف اقوال ہیں۔ ۹۰ھ' ۹۱ھ' ۹۲ھ' ۹۳ھ اس وقت ان کی عمر شریف ایک سو تین سال تھی۔ بعض نے کہا کہ سو سال سے کم تھی۔ بعض نے اس سے مختلف بیان کی۔

"لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ" یعنی تم میں سے کوئی حقیقت ایمان تک نہیں پہنچے گا یا مومن ایمان سے موصوف نہیں ہو گا جس کی طرف ایمان کی نسبت صحیح ہو۔ مراد وہ ایمان صادق حقیقی ہے کہ مومن اس کی حلاوت پائے۔ "حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ" اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ" اپنی جانوں میں مصروف ہو کر آپ کی ذات کریم سے غافل نہ ہو جائیں۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس میں تین خصلتیں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پا لے گا' پہلی یہ ہے کہ اس کے نزدیک خدا اور رسول (جل و علا و ﷺ) ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ ماسوا میں جان و مال اور اہل و عیال سب ہی آ جاتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت و حکومت

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' جو شخص ہر حال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت و حکومت کا عقیدہ نہیں رکھتا اور اپنی جان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں نہیں جانتا' وہ سنت کی مٹھاس نہیں چکھے گا' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہیں ہو گا جب تک میں اسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان پر ترجیح دیئے بغیر ایمان اس لئے مکمل نہیں ہوتا کہ جسے کسی سے محبت ہو وہ اسے اور اس کی موافقت کو ترجیح دے گا۔ جو ہر حال میں اس کا پابند ہو گا اس کی محبت کامل ہے اور جو بعض امور میں مخالفت کرے گا اس کی محبت ناقص ہے۔ اگرچہ محبت کی سرے سے نفی نہیں ہو گی' اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک صحابی کو شراب کی حد لگائی گئی' ایک صحابی نے ان پر لعنت کی' اور کہا: یہ کتنی شراب پیتے ہیں (باز نہیں آتے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان پر لعنت نہ بھیجو' کیونکہ وہ اللہ و رسول (جل وعلا و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت رکھتے ہیں۔

سب سے پہلے جان کا ذکر کیا' کیونکہ ظاہر ہے کہ جان سب سے مقدم ہے' پھر مال کا ذکر کیا۔ وَمَالِہٖ۔ کیونکہ اس کی محبت ہر کسی کو معلوم ہے۔ اولاد اور والد سے بھی اسے پہلے ذکر کیا' کیونکہ کچھ مال جان کے باقی رہنے اور تکلیف کے دور کرنے کے لئے ضروری ہے' مثلاً اتنی خوراک جس سے آدمی زندہ رہ سکے۔ تن ڈھانپنے کے لئے کپڑے اور سر چھپانے کے لئے مکان وغیر ذالک۔ پھر فرمایا۔ وَ وَلَدِہٖ وَ وَالِدِہٖ۔ والد سے مراد جنس ہے۔ (جو والد اور والدہ کو شامل ہے) نسخہ سہیلیہ وغیرہ صحیح نسخوں میں اسی طرح ہے' بعض نسخوں میں۔ وَ وَالِدَیْہِ۔ ہے' امام نسائی کی روایت میں ولد کا ذکر والد سے پہلے ہے' کیونکہ اولاد کی شفقت و محبت زیادہ ہوتی ہے' امام بخاری کی روایت میں والد کا ذکر ولد سے پہلے ہے۔ کیونکہ والد اس کی اصل ہے اور اولاد اس کی فرع ہے' اصول فروع سے پہلے ہوتے ہیں' یوں بھی والد کی اکثریت ہے' والد تو ہر ایک کا ہوتا ہے' اولاد ہر کسی کی نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا: "وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے' کیونکہ انسان مذکورہ رشتہ داروں کے ماسوا رشتہ داروں شناساؤں' پڑوسیوں اور دوستوں وغیرہم کی محبت سے خالی نہیں ہوتا' بلکہ بعض اوقات کسی امر دینی یا دنیاوی مثلاً احسان وغیرہ یا جمال و کمال کی چاہت کے سبب دوسروں کی محبت زیادہ ہوتی ہے۔

مال' جان اور اولاد سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو گا جب تک میں اسے والد' اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ صحیح ابن خزیمہ میں وَالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ کی جگہ اَھْلِہٖ وَ مَالِہٖ ہے' یعنی جب تک میں اس کے نزدیک اہل و مال سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں' اس روایت میں تمام ان چیزوں کو جمع کر دیا ہے جو ایک انسان کو عزیز ہو سکتی ہیں' کیونکہ اہل خود اس کو اولاد اور والد وغیرہ کو شامل ہے اور مال کی محبت بھی بداہتاً معلوم ہے' جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا۔ امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت

کرتے ہیں' اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو گا جب تک میں اس کے والد اور اولاد یعنی اصل اور فرع سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

"وَلَهٗ حَدِيْثُ عُمَرَ" امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے۔ روضۂ مبارکہ کے ذکر میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات بیان کئے جائیں گے۔

انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا "اَلْاَنَ اَحَبُّ اِلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَّا نَفْسِیْ" نسخہ سہیلیہ وغیرہ میں اسی طرح ہے' بعض نسخوں میں "اِلَّا مِنْ نَفْسِیْ" امام بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ "لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَّا نَفْسِیْ" آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ سوائے میری روح کے "اَلَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیَّ جَنْبُ" (پہلو) کا تثنیہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مفرد ہو اور اس سے مراد جنس ہو' یہ تاکید ہے' اس کا مطلب یہ بیان کرنا ہے کہ نَفْسِیْ کا حقیقی معنی مراد ہے' نیز لفظ نفس کئی چیزوں پر بولا جاتا ہے' اس لئے باقی معانی کی نفی مقصود ہے۔

کمال ایمان کے لئے کمال محبت شرط ہے

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا تَکُوْنُ مُؤْمِنًا" یعنی تم مومن کامل نہیں ہو گے جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ نَفْسِکَ۔ یہاں تک کہ میں تمہیں تمہاری جان سے زیادہ محبوب ہو جاؤں' ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے پہلے بھی مومن تھے۔ ان پر ایمان کا حکم جاری تھا' انہوں نے جو کچھ عرض کیا اس کی بنیاد ان کا ایمان اور صدق ہی تھا گویا انہوں نے سمجھا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کمال کو نہیں پہنچا اور آپ کے حق واجب کو کما حقہ ادا نہیں کر سکا۔ دراصل انہوں نے آپ کے مرتبہ و مقام کی عظمت و جلالت کو محسوس کیا اور طلب زیارت کا موقع پایا' اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ مل گیا' ان کی پیاس بڑھ گئی اور بلند ہمتی تقاضا کرنے لگی تو انہوں نے عرض کیا' جو کچھ کہ اس سے پہلے مذکور ہوا۔ لہٰذا اصل ایمان کے لئے اصل محبت شرط ہے اور کمال ایمان کے لئے کمال محبت شرط ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایمان کے سلسلے میں محبت سے مراد طبعی محبت نہیں' بلکہ خدا واسطے کی محبت ہے کیونکہ طبعی محبت کا کوئی اعتبار نہیں ہے؟ امام خطابی کی مراد اختیاری محبت سے بھی یہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں اس جگہ محبت سے مراد اختیاری محبت ہے نہ کہ طبعی۔ کیونکہ اختیاری محبت پہلے معدوم ہوتی ہے بعد میں حاصل ہوتی ہے۔ اسی کی شرعاً تکلیف دی جاتی ہے اور یہی کسب سے حاصل کی جاتی ہے' اسی لئے اسے اختیاری کہا جاتا ہے' لیکن یہ بات ابتدائی طور پر حاصل کرتے وقت ہوتی ہے' بعد میں غیر اختیاری ہو جاتی ہے' اس سے علیحدگی نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور فطرت کو بدلا نہیں جا سکتا' اس کا رنگ زائل نہیں ہو سکتا اس کا لکھا ہوا مٹایا نہیں جا سکتا اور اللہ تعالیٰ نے جو دل کو اپنی محبت پر پیدا کیا ہے اس سے جدائی نہیں ہو سکتی۔ مزید بر آں یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جو احسان فرماتا ہے اس سے رجوع نہیں فرماتا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حقیقت حال بیان کی

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکمل کر حقیقت بیان کر دی اور اپنے حال کی بارگاہ رسالت میں شکایت پیش کی اور اپنے اہم امر دینی میں آپ کی طرف رجوع کیا اور سائلانہ درخواست کی' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہ جواب دیا جو اس سے پہلے بیان ہوا' آپ نے مذکورہ بات ارشاد فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے انہیں حکم دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے اور وہ نعت بیان کی جو انہیں اسی وقت حاصل ہوئی تھی' یہ اللہ تعالیٰ کی نعت کا بیان تھا۔ خدا و رسول۔ جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم) کا شکریہ تھا اور اپنے حال پر اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف تھا۔ جس طرح انہوں نے اپنی پہلی حالت کی خبر دی تھی جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا تھا اور آپ اس پر غمگین ہوئے تھے' اسی طرح انہوں نے پسند کیا کہ اپنی دوسری حالت کی خبر دیں تاکہ آپ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں' عرض کیا' حضور! مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ پر قرآن پاک نازل کیا' آپ مجھے جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں' جب انہوں نے یہ صورت حال عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں کمال ایمان کی شہادت دی اور فرمایا: "اَلْآنَ یَا عُمَرُ تَمَّ اِیْمَانُكَ" اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔

امام بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ اِلَّا نَفْسِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْكَ مِنْ نَّفْسِكَ' فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ فَاِنَّهُ الْآنَ وَ اللّٰهِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْآنَ یَا عُمَرُ

حضور! آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے نہیں۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! یہاں تک کہ میں تمہاری جان سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔ حضرت عمر نے عرض کیا' حضور! بخدا! اس وقت آپ مجھے جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہے۔

۳ "وَقِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم" یہ حدیث اور اس فصل کی دوسری حدیثوں کو میں نے کسی کتاب میں نہیں پایا۔ (حضرت صاحب دلائل کا انہیں روایت کرنا اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے) ان میں سے اکثر خدا و رسول (جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت پر دلالت کرتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا درود پاک کی کثرت ہے۔

"فَتٰی اَكُوْنَ مُؤْمِنًا" ایک روایت میں اس کی جگہ "مُؤْمِنًا صَادِقًا" ہے۔

صدق کا معنی

صدق کا معنی یہ ہے کہ اقوال' افعال اور احوال' باہم مطابق ہوں' ظاہر و باطن برابر ہو۔ اس طرح کہ تمام دینی اور دنیاوی

مقامات میں بندہ کا ظاہر و باطن سوافق ہو جو اس کے دل میں اس کا حال اس کی تصدیق کرے' اس کی گفتگو اس کے حال کی تصدیق کرے اور اس کے افعال اس کے اقوال کی تصدیق کریں۔ اگر اس صفت سے موصوف ہو گا تو صفت نفاق سے محفوظ ہو گا' جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید ترین وصف ہے' نفاق ظاہر و باطن کی مخالفت کا نام' منافق اچھے وصف کو ظاہر کرتا ہے اور برے وصف کو پوشیدہ رکھتا ہے اور نفاق چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید ترین صفت ہے' لہٰذا اس سے بھاگنا اور اس کی ضد یعنی صدق سے موصوف ہونا ہر مسلمان کے لئے انتہائی لازمی ہو گا۔

صدق فی الایمان

صدق فی الایمان یہ ہے کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کے مقتضا پر عمل کرے' اللہ تعالیٰ کے ماسوا کو ترک کر دے' اس کے ماسوا کو مستحق عبادت نہ جانے۔ اقوال' افعال' اخلاق' مقامات' احوال اور ظاہر و باطن میں رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہو۔ اس کا عمل فریضہ بندگی اور حقوق خداوندی ادا کرنے کے لئے ہو' مخلوق کی طرف سے تعریف اور اللہ تعالیٰ کی جزا کا طلب گار نہ ہو اور ان تمام امور میں نیت' عقل اور عمل میں مخلصانہ کوشش کرنے والا ہو۔

"قَالَ اِذَا اَحْبَبْتَ اللّٰہَ" ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت شرط ہے' نفس ایمان کے لئے نفس محبت اور کمال ایمان کے لئے کمال محبت شرط ہے۔

محبت ایک روحانی میلان ہے

محبت ایک روحانی میلان ہے جو الفت اور چاہت کا سبب اور دوری کو ختم کرنے والا ہے۔ اس کی تعریف میں بہت سے اختلافات ہیں' بعض حضرات نے کہا کہ محبت کی تعریف میں اگرچہ مختلف عبارات ہیں لیکن یہ درحقیقت اختلاف احوال ہے' اختلاف اقوال نہیں' اور اکثر تعریفات حقیقت محبت کو بیان نہیں کرتیں' اس کے ثمرات کو واضح کرتی ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا: محبت ان معلومات میں سے ہے جن کی حقیقی تعریف نہیں کی جا سکتی' وہی شخص اسے وجدان سے پہچان سکتا ہے' جسے حاصل ہو جائے' لیکن اسے بیان نہیں کر سکتا' اس کی ایسی تعریف نہیں کی جا سکتی جو اس سے زیادہ واضح ہو۔

قریب ترین تعریف وہ ہے جو شیخ زروق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے' کہ محبت یہ ہے کہ محبوب کا جمال دل کی گہرائی میں گھر کر جائے' یہاں تک کہ اس کے ماسوا کی طرف التفات کی گنجائش نہ رہے۔ محب کے لئے نہ تو محبوب کی جدائی ممکن ہو' نہ اس کی مراد کی مخالفت اور اسے اپنے اوپر اختیار بھی نہ رہے' کیونکہ حسن ایسا جابر بادشاہ ہے کہ جس پر جلوہ گر ہوتا ہے اسے نہ اختیار رہتا ہے نہ مہلت' بلکہ اس کے لئے رویت (دیکھنا) بھی لازم نہیں ہے' حسن کی کشش غیر شعوری اور گرفت طاقت سے باہر ہوتی ہے' یہ کس سبب سے پیدا ہوتی ہے' اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ عزتوں اور غرضوں کو ختم کر دیتی ہے اور حقائق و اغراض کو فنا کر دیتی ہے' لہٰذا محبوب کے بغیر قرار نہیں رہتا اور اس کے ماسوا کے ساتھ رہنے کا اختیار نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامات

اللہ تعالیٰ کی محبت کی بہت سی علامتیں ہیں ان میں سے چند یہ ہیں' اس کے حکم کو خواہش نفس پر مقدم رکھنا۔ حدود شریعت کی رعایت' تقویٰ و پرہیز گاری کو لازم پکڑنا' اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق رکھنا' اس کی قضاء پر راضی ہونا' اس کے کلام سے محبت رکھنا' اس کی تلاوت سے لطف اندوز ہونا' اس کا ذکر یا اسم شریف سن کر خوش ہونا' اس کے بغیر چین نہ آنا' اور رسول اللہ ﷺ کی محبت و اتباع۔

عرض کیا گیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے محبت کب ہو گی؟ فرمایا: "اِذَا اَحْبَبْتَ رَسُوْلَهٗ" معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے رسول اللہ ﷺ کی محبت شرط ہے۔ عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے محبت کب ہو گی؟ تو فرمایا: جب تم ان کے طریقے کی پیروی کرو گے۔ "وَاسْتَعْمَلْتَ سُنَّتَهٗ" اور تم ان کی سنت پر عمل کرو گے اور اسے اپنے تمام امور میں جاری کرو گے۔ "وَاَحْبَبْتَ بِحُبِّهٖ" اور تمہیں جس چیز سے بھی محبت ہو گی وہ آپ کی محبت کے سبب اور آپ کی اقتداء میں ہی ہو گی' تم اس چیز کو محبوب رکھو گے جسے آپ نے محبوب رکھا ہو۔

حضور اقدس ﷺ کی محبت کا اثر

حضور اقدس ﷺ کی محبت کا اثر آپ کی سنت کی پیروی اور آپ کے طریقہ کو اپنانے سے ظاہر ہو گا۔ اس کے علاوہ اس محبت کی بہت سی علامتیں ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔ ۱۔ تمہاری محبت کا سبب آپ کی محبت اور تمہاری ناپسندیدگی کا سبب آپ کی ناپسندیگی ہو' لہٰذا تم اسی چیز کو محبوب رکھو جسے آپ نے محبوب رکھا اور اسی چیز کو ناپسند رکھو جسے آپ نے ناپسند فرمایا۔ تمہاری خواہش آپ کے تابع ہو اور ان احکام کے تابع ہو جنہیں آپ لائے ہیں' ۲۔ تمہاری دوستی کا سبب آپ کی دوستی اور تمہاری دشمنی کا سبب آپ کی دشمنی ہو' کیونکہ محبوب کی محبت اور محبوب دونوں ہی محبوب ہوتے ہیں اور محبوب کی دشمنی اور دشمن دونوں ہی دشمن ہوتے ہیں' آپ کی محبت کی علامتوں میں آئندہ یہ علامت بھی آئے گی ۳۔ کہ آپ کی محبت کو ہر محبوب پر ترجیح دی جائے اور ۴۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد باطن آپ کے ذکر کے ساتھ مشغول ہو' ۵۔ اور آپ پر بکثرت درود شریف بھیجا جائے ۶۔ آپ کی زیارت کا شوق' چاہے سب کچھ لٹانا ہی کیوں نہ پڑے' بلکہ اگر اس کی ملک میں تمام دنیا کا مال و زر ہو اور وہ بھی لٹانا پڑے تو لٹا دے' ۷۔ آپ کے اخلاق سے متصف ہونا' ۸۔ آپ کی صفات جمیلہ مثلاً جود و ایثار' اعمال آخرت کی طرف توجہ۔ صالحین کی نزدیکی' فقراء کی محبت' انہیں سینے سے لگانا' ان سے قریب ہونا' زیادہ تر ان کے پاس بیٹھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دنیا داروں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ پھر علم۔ دین۔ نیکی اور زہد والوں سے خدا واسطے کی محبت رکھنا۔ ظالموں بدعتیوں۔ فاسقوں اور کھلم کھلا معصیت کاروں سے خدا واسطے کا بغض رکھنا وغیرہ' آداب مبارکہ اپنانا ۹۔ اور مقامات یقین مثلاً خوف و رجاء' شکر و حیاء' تسلیم اور توکل' شوق اور محبت' اللہ عزوجل کی محبت کے لئے دل کا خالی کرنا' تمام تر توجہ اسی کی طرف لگانا' اس کے ذکر سے

اطمینان محسوس کرنا اس کے جاری کردہ احکام پر راضی ہونا' یہاں تک کہ اس کے فیصلے پر کسی قسم کا ملال محسوس نہ کرنا وغیر ذالک' میں آپ کی پیروی کرنا' ۱۰ آپ کی سنت کی پیروی سے آپ کے دین کی خدمت کرنا' ۱۱ آپ کی سنت پر عقیدہ رکھنا اور اسے اپنی رائے' خواہش پر ترجیح دینا' ۱۲ تمام بدعتوں سے اجتناب کرنا' ۱۳ آپ کی شریعت کی حمایت کرنا' ۱۴ مصائب کے وقت آپ کے حالات شریفہ اور آپ کی محبت میں محو رہنا اور یہ سوچ کر تسلی حاصل کرنا کہ آپ نے کتنی تکلیفیں برداشت کیں' ۱۵ آپ کے ذکر کے وقت آپ کی تعظیم کرنا' آپ کی ملاقات کا بے پناہ شوق رکھنا' ۱۶ کیونکہ ہر محب اپنے محبوب کی ملاقات کا شوق رکھتا ہے' ۱۷ قرآن سے محبت رکھنا جسے آپ لائے ہیں' ۱۸ آپ کے ذکر سے لطف اندوز ہونا' ۱۹ آپ کا اسم مبارک سن کر فرحت محسوس کرنا۔

جو شخص ان علامات سے متصف ہے اسے اس آیت مبارکہ سے بہت بڑا حصہ ہے "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" حضور ﷺ کی بہترین اتباع کی جزا اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنا محبوب بنالے گا اور دراصل آپ کی پیروی تبھی میسر ہو گی جب اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھے گا' اور دوسروں سے ممتاز فرما دے گا۔

"وَيَتَفَاوَتُ النَّاسُ فِي الْاِيْمَانِ" اور مومن ایمان کی قوت اور ضعف میں مختلف ہوں گے "عَلٰى قَدْرِ تَفَاوُتِهِمْ فِيْ مَحَبَّتِيْ" جس قدر قوت و ضعف کے اعتبار سے میری محبت میں مختلف ہوں گے' جو میری محبت میں زیادہ ہو گا اس کا ایمان بلند مرتبہ ہو گا' اور جسے آپ کی محبت نہیں' اس کا ایمان ہی نہیں ہے' معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی محبت رکن ایمان ہے جس کے بغیر کسی کا ایمان نہ تو مستحق ہو سکتا ہے نہ مقبول۔

"وَيَتَفَاوَتُوْنَ فِي الْكُفْرِ" اور کفار کفر کی شدت اور خفت میں مختلف ہوں گے "عَلٰى قَدْرِ تَفَاوُتِهِمْ فِيْ بُغْضِيْ" جس قدر کہ وہ میرے بغض میں مختلف ہوں گے یعنی جتنا ان کا بغض شدید ہو گا اتنا ہی ان کا کفر شدید ہو گا' ما قبل سے جو بات سمجھی جا رہی ہے' تاکید میں مبالغہ کے لئے اسے صراحۃً ذکر کر دیا "اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّةَ لَهٗ" (تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا) اس حدیث اور آئندہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان دو قسم ہے (۱) حقیقی جو آمیزش سے پاک ہے۔ (۲) رسمی جس میں نور کا فقدان ہے اور اس کے ساتھ غلط فہمی موجود ہے' نیز لوگ ایمان میں مختلف ہیں کسی کا ایمان قوی اور کسی کا ضعیف اور وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے زائد اور ناقص ہوتا ہے جیسے کہ صحیح مذہب ہے۔

۱؎ سلف صالحین کی ایک جماعت قائل ہے کہ ایمان زائد اور ناقص ہوتا ہے' کیونکہ ان کے نزدیک عمل جزء ایمان ہے' لیکن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور اہل سنت متکلمین کے نزدیک ایمان قابل زیادتی و نقصان نہیں ہے' کیونکہ ایمان تصدیق یقینی کا نام ہے اور اس میں کمی زیادتی نہیں ہو سکتی۔ ۱۲ شرف قادری۔

وَقِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَرٰى مُؤْمِنًا يَخْشَعُ وَمُؤْمِنًا[1] لَا

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ہم دیکھتے ہیں ایک ایمان دار خشوع والا ہے اور ایک نہیں ہے

يَخْشَعُ مَا السَّبَبُ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَنْ وَّجَدَ لِاِيْمَانِهٖ حَلَاوَةً خَشَعَ وَمَنْ لَّمْ

اس کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: جو اپنے ایمان کی مٹھاس پاتا ہے خشوع کرتا ہے اور جو نہیں پاتا

يَجِدْهَا لَمْ يَخْشَعْ فَقِيْلَ بِمَ تُوْجَدُ اَوْ بِمَ تُنَالُ وَتُكْسَبُ قَالَ بِصِدْقِ الْحُبِّ

نہیں کرتا۔ عرض کیا گیا' وہ چاشنی کس سبب سے پائی جاتی ہے یا حاصل کی جاتی ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی سچی محبت سے

فِي اللّٰهِ فَقِيْلَ وَبِمَ يُوْجَدُ حُبُّ اللّٰهِ اَوْ بِمَ يُكْتَسَبُ فَقَالَ بِحُبِّ رَسُوْلِهٖ

عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی سچی محبت کس سبب سے پائی جاتی ہے یا حاصل کی جاتی ہے؟ فرمایا: اس کے رسول کی محبت سے

فَالْتَمِسُوْا رِضَاءَ اللّٰهِ وَرِضَاءَ رَسُوْلِهٖ فِيْ حُبِّهِمَا ۝ وَقِيْلَ

لہٰذا تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا ان کی محبت میں تلاش کرو' اور رسول اللہ

لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰلُ مُحَمَّدِ نِ الَّذِيْنَ اُمِرْنَا

صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آل محمد کون ہیں جن کی محبت' تعظیم اور

بِحُبِّهِمْ وَاِكْرَامِهِمْ[2] وَالْبُرُوْرِ بِهِمْ فَقَالَ اَهْلُ الصَّفَاءِ وَالْوَفَاءِ مَنْ

خدمت کا ہمیں حکم دیا گیا؟ فرمایا: صاف دل' باوفا جو مجھ پر

اٰمَنَ بِيْ وَاَخْلَصَ فَقِيْلَ لَهٗ وَمَا عَلَامَاتُهُمْ فَقَالَ اِيْثَارُ مَحَبَّتِيْ

مخلصانہ ایمان لائے۔ عرض کیا گیا کہ ان کی علامتیں کیا ہیں؟ فرمایا: میری محبت کو ہر محبوب پر

عَلٰى كُلِّ مَحْبُوْبٍ وَاشْتِغَالُ الْبَاطِنِ بِذِكْرِيْ بَعْدَ ذِكْرِ اللّٰهِ ۝ وَفِيْ

ترجیح دینا اور دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد میرے ذکر سے مشغول رکھنا' ایک اور

اُخْرٰى عَلَامَتُهُمْ اِدْمَانُ ذِكْرِيْ وَالْاِكْثَارُ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَيَّ ۝

روایت میں ہے ان کی علامت یہ ہے کہ ہمیشہ میرا ذکر کرتے ہیں اور مجھ پر بکثرت درود بھیجتے ہیں۔

---

[1] "وَمُؤْمِنًا لَّا يَخْشَعُ"۔ خشوع خضوع ہی ہے یا اس کے قریب ہے' البتہ! یہ فرق ہے کہ خشوع کا عام استعمال گردن اور بدن میں ہوتا ہے اور خضوع عموماً دل اور بدن میں استعمال ہوتا ہے' یعنی بارگاہ خداوندی میں دل کا عجز و انکسار اور خوف سے

متصف ہوتا ہے اور خضوع کا اثر خوف کے سبب ظاہری اعضاء کا پر سکون ہونا' آواز کا پست ہونا اور نگاہ کا نیچی ہونا اور صرف زمین کی طرف دیکھنا ہے۔

"فَمَا السَّبَبُ فِيْ ذَالِكَ" یعنی کس سبب سے ان دونوں میں مختلف آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ "فَقَالَ مَنْ وَّجَدَ لِاِيْمَانِهٖ حَلَاوَةً خَشَعَ" آپ نے فرمایا: جو شخص اپنے ایمان کی چاشنی دلی طور پر پائے گا خشوع کرے گا' ایمان کی حلاوت یہ ہے کہ اس سے لطف اندوز ہو' اس پر رشک کرے اور خوشی محسوس کرے' جیسے ایک دوسری حدیث میں "طَعْمَ الْاِيْمَانِ" (ایمان کے ذائقہ) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث شریف یہ ہے "ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ" الحدیث' اس شخص نے ایمان کا ذائقہ پایا جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے پر' اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوا' اسی کو صوفیاء کی اصطلاح میں احوال۔ مواجید اور اذواق سے تعبیر کرتے ہیں۔

تین خصلتیں

صاحب مدارج السالکین نے فرمایا: کہ حدیث شریف "ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ" میں یہ خبر دی گئی ہے کہ ایمان کا ایک ذائقہ ہے جسے دل چکھتا ہے جیسے منہ کھانے اور پینے کی چیزوں کا ذائقہ چکھتا ہے' نبی اکرم ﷺ نے ایمان اور احسان کی حقیقت کے پا لینے' دل کے لئے اس کے حاصل ہونے اور دل کے اس سے متصف ہونے کو کبھی ذوق سے کبھی طعام اور مشروب سے اور کبھی حلاوت سے تعبیر فرمایا ہے۔ جیسے فرمایا: "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ" جس میں تین خصلتیں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پالے گا' اور جب صحابہ کرام کو صوم وصال (رات دن مسلسل روزہ رکھنے) سے منع فرمایا: تو انہوں نے عرض کیا آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں' فرمایا: میں تم جیسا نہیں ہوں' مجھے تو کھلایا پلایا جاتا ہے' اس شخص کی غفلت کا پردہ دبیز ہے جس نے کہا کہ یہ محسوس کھانا پینا ہے جو منہ سے کھایا جاتا ہے۔

ایمان کی چاشنی

پھر صاحب مدارج السالکین نے فرمایا: مقصد یہ ہے کہ ایمان کی چاشنی کا چکھنا ایسا امر ہے کہ دل اسے ایسے ہی محسوس کرتا ہے جیسے طعام کی مٹھاس منہ کو محسوس ہوتی ہے اور جماع کی لذت محسوس کی جاتی ہے' جیسے حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے بطور حلالہ دوسرے شوہر سے نکاح کیا تھا' تو اسی کے پاس رہے گی) یہاں تک کہ تو اس کی لذت چکھے اور وہ تمہاری لذت چکھے' ایمان کی ایک چاشنی اور ذائقہ ہے جس کا ادراک کیا جاتا ہے۔ اس بارے میں شکوک و شبہات اس وقت دور ہوں گے جب انسان اس حال کو پہنچ جائے گا اور ایمان مکمل طور پر اس کی گہرائی میں پہنچ جائے گا' پھر اس کا ذائقہ چکھے گا اور اس کی مٹھاس محسوس کرے گا۔

متن کی حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ظاہر کا عجز و انکسار باطن کی آبادی اور ایمان کی حلاوت پانے کی دلیل ہے' قرآن

پاک کی آیات اور احادیث مبارکہ اس بارے میں معلوم و مشہور ہیں۔

"ومن لم یجدها لم یخشع" اور جو اس حلاوت کو نہیں پاتا وہ خشوع نہیں کرتا' جس کے دل میں عاجزی نہ ہو گی' اس کے ظاہری اعضاء میں بھی ظاہر نہ ہو گی۔

"یصدق المحب فی اللہ" حب صادق وہ خالص محبت ہے جس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش نہ ہو اور نفسانیت اور ہوا اس کی بقاء اسے مکدر نہ کرے۔

اللہ کی محبت اتباع رسول ﷺ میں

"فلان یحب رسوله" فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت سے یعنی آپ کی سچی پیروی سے' معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت رسول اللہ ﷺ کی سچی متابعت سے حاصل ہوتی ہے' جب بندہ خدا اور رسول (جل وعلا و ﷺ) کی محبت سے متصف ہو جائے اور آپ کے امر و نہی کی سچے دل سے پیروی کرے' وہ عجز و انکسار کو اختیار کرے گا اور اس کا ظاہر و باطن با ادب ہو جائے گا' کیونکہ ظاہر و باطن میں تعلق کی بنا پر جو کچھ باطن میں ہوتا ہے اس کا اثر ظاہر پر نمودار ہوتا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اصل اور معتبر انسان کا باطن ہی ہے' صلاح و فساد کا دارومدار اسی پر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: سنو! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے' وہ درست ہو تو تمام جسم درست ہو گا اور جب وہ بگڑ جائے' تو تمام جسم بگڑ جائے گا' خبردار! وہ دل ہے۔

خشوع کا معنی

اگر خشوع کا معنی خوف ہو تو اس حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ خوف محبت کا نتیجہ ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کیونکہ یقین کے مقامات ایک دوسرے سے متعلق ہیں' جسے محبت حاصل ہو گی اسے خوف' رجاء اور حیاء وغیرہ کے مقامات اور احوال حاصل ہو جائیں گے۔ جیسے کہ ائمہ صوفیاء نے تصریح کی ہے۔

محبت کسب اور کوشش سے حاصل کی جا سکتی ہے

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محبت کسب اور کوشش سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ واقعہ بھی یہی ہے کیونکہ محبت دو قسم کی ہے (۱) وہبی (۲) کسبی' کسبی کے دو ذریعے ہیں (۱) احسان (۲) جمال اور یہ اعلیٰ ہے۔ احسان جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی نعمتیں کامل طور پر عطا فرمائیں۔ جو شخص اپنے آپ میں اور قرآن پاک میں ان نعمتوں میں غور کرے گا اسے محبت حاصل ہو جائے گی' اللہ تعالیٰ کے جمال ایسا کسی کا جمال نہیں' کیونکہ ہر جمال اسی کے حسن کا اثر اور فرع ہے۔ لہٰذا جمال صرف اسی کا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی صحیح پیروی پائی گئی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے باطن کی پاکیزگی' بصیرت کی نورانیت اور طبیعت کا اعتدال حاصل ہو جائے گا' اور اللہ تعالیٰ کے احسان اور جمال کا دیدار میسر ہو گا' تو اس بنا پر خالص محبت اور پاکیزہ الفت حاصل

ہو جائے گی۔

برا خطیب

"فَالْتَمِسُوْا رِضَاءَ اللّٰهِ وَ رِضَاءَ رَسُوْلِهٖ فِیْ خُبْثِهِمَا" اس عبارت (فِیْ خُبْثِهِمَا) میں اللہ و رسول (جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر ایک ضمیر میں جمع کر دیا گیا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ الفاظ حضرت مصنف یا کسی اور کے ہیں۔ حدیث میں نہیں ہیں، ممکن ہے کہ یہ الفاظ حدیث شریف میں ہوں، امام نووی وغیرہ نے فرمایا: کہ تثنیہ کی ضمیر لانے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں خطبہ دیا اور کہا، جس نے اللہ و رسول (جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی اس نے ہدایت پائی "وَ مَنْ یَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰی" اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو برا خطیب ہے، اس کا اس سلسلے سے تعلق نہیں ہے۔ ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ اس خطیب نے تفصیل اور وضاحت کے مقام پر اختصار سے کام لیا تھا، خطبے وعظ و تعلیم کے لئے ہوتے ہیں۔ درس میں تفصیل ہونی چاہئے، لہٰذا خطیب کو یہ کہنا چاہئے تھا "وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ" بعض حضرات نے فرمایا: ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ اس نے وَمَنْ یَّعْصِهِمَا پر وقف کیا تھا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ذکر کو ناپسند فرمایا: یعنی اسے کہنا چاہئے تھا وَمَنْ یَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰی اور وقف آخر میں کرنا چاہئے تھا) ابن عبد السلام وغیرہ نے فرمایا: کہ یہ جمع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ دوسرے کے لئے جائز نہیں، حالانکہ متعدد حدیثوں میں خدا و رسول (جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر ایک ضمیر سے کیا گیا ہے۔

۲۔ "وَاِکْرَامِهِمْ" ان پر احسان کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ "وَالْبِرُّ بِهِمْ" اور ان کی خدمت، ان پر احسان کرنے اور ان کے حقوق پورے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ حکم اس آیت مبارکہ میں ہے۔ "قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی" تم فرما دو کہ میں تم سے تبلیغ دین پر کوئی اجر نہیں مانگتا، البتہ! تمہیں اپنے رشتہ داروں کی محبت کا حکم دیتا ہوں، بہت سی حدیثوں میں اہل بیت کرام کے متعلق خصوصی تاکید کا ذکر ہے۔ علامہ سیوطی نے یہ حدیثیں اپنے رسالہ "اِحْیَاءُ الْمَیْتِ بِفَضَائِلِ اَهْلِ الْبَیْتِ" وغیرہ میں جمع کر دی ہیں۔

"فَقَالَ اَهْلُ الصَّفَاءِ" صفاء کا معنی خلوص ہے "وَالْوَفَاءِ" وفاء عہد، وعدہ پورا کرنے اور اس کی حفاظت کو کہتے ہیں۔ مراد وہ لوگ ہیں جن کا باطن اغیار کی کدورت اور مخلوقات کے تعلق سے صاف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت گزاری پر قائم ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو عہد الست اور اس کی ربوبیت کی شہادت کے عہد پر کسی تبدیلی کے بغیر قائم ہیں۔

ہر متقی حضور علیہ السلام کی آل ہے

یہ اس حدیث کے مماثل ہے جو امام طبرانی نے معجم اوسط میں سند ضعیف سے روایت کی۔ دیلمی، ابن مردویہ اور عقیلی نے ضعفاء میں، حاکم نے تاریخ میں، بیہقی نے سنن میں روایت کی اور سب نے اسے ضعیف قرار دیا کہ حضرت انس مرفوعاً روایت

کرتے ہیں "آلُ مُحَمَّدٍ کُلُّ تَقِیٍّ"۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل ہر متقی ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا یہی مختار ہے کہ آپ کی آل آپ کی امت کے متقی ہیں۔ قیاس بھی یہی کہتا ہے کہ جب کوئی فوت ہو جائے اور ترکہ چھوڑ جائے تو اس کے قریبی رشتہ دار وراثت کے مستحق ہوتے ہیں اور حضور ﷺ نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا' بلکہ علم' تقویٰ اور استقامت ورثے میں دی' لہٰذا جسے ان امور میں سے کچھ حصہ ملا' اس نے آپ کے ورثہ سے حصہ پایا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہی آپ کے ورثے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ اہل تقویٰ کو مجازاً آل قرار دیا گیا ہے' جیسے حضور ﷺ کا ارشاد ہے' "سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ" سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو پاک رکھا اور ان سے مغفرت ذنوب کا وعدہ فرمایا' لہٰذا آل کا اطلاق مجازاً ہر اس متقی پر کیا جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی اور گناہ بخش دیے۔ یہ مجاز کلام عرب میں معروف ہے جیسے کہتے ہیں "اَخٌ لَّكَ لَمْ تَلِدْهُ اُمُّكَ" تمہارے بہت سے ایسے بھائی ہیں جنہیں تمہاری ماں نے نہیں جنا (ایسے دوستوں کو مجازاً بھائی کہا گیا ہے)

اخلاص کا معنیٰ

"مَنْ آمَنَ بِيْ وَ اَخْلَصَ" جو مجھ پر ایمان لایا اور مخلص ہوا یعنی ایمان میں یا ایمان اور اعمال میں۔ اخلاص خلوص سے ماخوذ ہے اور وہ صفائی ہے۔ اصل میں اس کا استعمال محسوسات میں ہوتا ہے' پھر مجازاً ایمان میں استعمال کیا گیا' اخلاص ایک جماعت کے نزدیک مخلوق کا خالق کے معاملہ سے بری الذمہ ہونا ہے' بعض نے کہا کہ مخلوقات سے پوشیدہ اور دنیاوی تعلقات سے پاک ہونا ہے' بعض نے فرمایا: کہ بارگاہ خداوندی کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنا اور تمام خطوط نفسانیہ کو فراموش کر دینا ہے' بعض نے فرمایا: اعمال کو کدورتوں سے صاف کرنا ہے' بعض نے فرمایا: کہ انسان اپنے عمل پر دنیا و آخرت میں کسی عوض کا طالب نہ ہو' اس کے علاوہ بھی کچھ اقوال ہیں۔

"فَقِيْلَ لَهٗ وَ مَا عَلَامَاتُهُمْ" عرض کیا گیا کہ ان کی علامات کیا ہیں؟ کیونکہ ہر شے کی کوئی نہ کوئی علامت ہوتی ہے۔ دل میں جو چیز مخفی ہوتی ہے اس کے آثار ظاہر میں دکھائی دیتے ہیں' کیونکہ ظاہر باطن کا آئینہ ہے۔

وَ مَهْمَا يَكُنْ عِنْدَ امْرِءٍ مِّنْ خَلِيْقَه　　وَاِنْ خَالَهَا تَخْفٰى عَلَى النَّاسِ تَعْلَم

آدمی کی جو بھی خصلت ہو اس کا پتا چل ہی جاتا ہے' اگرچہ اس کے خیال میں وہ لوگوں سے مخفی ہو۔

جو شخص کسی خصلت کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کی چادر پہنا دیتا ہے۔ (یعنی ظاہر کر دیتا ہے)

"فَقَالَ اِيْثَارُ مَحَبَّتِيْ عَلٰى كُلِّ مَحْبُوْبٍ" فرمایا کہ میری محبت کو ترجیح دینا اور ہر محبوب یعنی جان و مال اور اولاد پر مقدم رکھنا' اس وقت آپ کے حکم کی تعمیل کرے گا' اس کا دل آپ کے ذکر میں اور زبان آپ پر درود و سلام بھیجنے میں مصروف رہے گی اور آپ کی محبت کے آثار اس پر ظاہر ہوں گے۔

"وَاشْتِغَالُ الْبَاطِنِ بِذِكْرِیْ" اور دل کا میری یاد اور میری بارگاہ کی حاضری میں مشغول ہونا۔

"بَعْدَ ذِكْرِ اللّٰهِ" بعدیت سے مراد تبعیت ہے' یعنی حضور ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے تابع ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی محبت اصل ہے اور اس کے محبوب بندوں' انبیاء' اولیاء اور فرشتوں کا ذکر اور محبت تابع ہے' کیونکہ ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔

"وَفِیْ اُخْرٰی عَلَامَتُهُمْ اِدْمَانُ ذِكْرِیْ" ایک روایت میں ہے کہ ان کی علامت ہمیشہ میرا ذکر کرنا اور اسے لازم پکڑنا ہے' اس ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے یا لسانی یا دونوں۔

"وَالْاِكْثَارُ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَیَّ" محبت کی زیادتی کی دلیل صرف درود شریف پڑھنا نہیں' بلکہ کثرت سے درود شریف پڑھنا ہے' ہمیشہ اور کثرت سے درود پڑھنا نبی اکرم ﷺ کی محبت کی علامت اس لئے ہے کہ جسے کسی سے محبت ہو اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے' اسے اس کے حقوق کی ادائیگی اور اس کے قرب کا حصول ہر ماسوا سے غافل کر دیتا ہے اور تمام توجہات کا مرکز وہی بن جاتا ہے۔

وَقِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ الْقَوِيُّ فِي الْاِيْمَانِ

اور رسول ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کون ہے جو آپ پر ایمان لانے

بِكَ فَقَالَ آمَنَ بِیْ وَلَمْ يَرَنِیْ فَاِنَّهٗ مُؤْمِنٌ بِیْ عَلٰى شَوْقٍ مِّنْهُ

میں قوی ہے؟ فرمایا: جو مجھ پر دیکھے بغیر ایمان لایا۔ بے شک وہ اپنے شوق اور میری محبت میں سچائی

وَصِدْقٍ فِیْ مَحَبَّتِیْ وَعَلَامَةُ ذٰلِكَ مِنْهُ اَنَّهٗ يَوَدُّ رُؤْيَتِیْ بِجَمِيْعِ

کے ساتھ ایمان لایا اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ میری زیارت کی آرزو رکھتا ہے' چاہے سب

مَا يَمْلِكُ ○ وَفِیْ اُخْرٰی مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا ذٰلِكَ الْمُؤْمِنُ بِیْ

قربان کیوں نہ کرنا پڑے' ایک دوسری روایت میں ہے کہ چاہے تمام زمین کا سونا خرچ کرنا پڑے۔ وہ مجھ پر

حَقًّا وَالْمُخْلِصُ فِیْ مَحَبَّتِیْ صِدْقًا ○ وَقِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

پختہ ایمان رکھتا اور سچ میری محبت میں مخلص ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ صَلٰوةَ الْمُصَلِّيْنَ عَلَيْكَ مِمَّنْ

کہ آپ کی بارگاہ سے جو غائب ہیں اور جو آپ کے بعد آئیں گے' ان کے

غَابَ عَنْكَ وَمَنْ يَّاْتِیْ بَعْدَكَ مَا حَالُهُمَا عِنْدَكَ فَقَالَ اَسْمَعُ

درود شریف کے متعلق فرمائیے' آپ کے نزدیک ان کا کیا حال ہے؟ فرمایا: میں اپنی

صَلٰوةَ اَهْلِ مَحَبَّتِیْ وَاَعْرِفُهُمْ وَتُعْرَضُ صَلٰوةُ غَيْرِهِمْ عَرْضًا

محبت والوں کا درود سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا ہوں اور دوسروں کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

لِمَنِ الْقَوِیُّ فِی الْاِیْمَانِ بِکَ۔ آپ پر ایمان لانے میں قوی کون ہے؟ یہ سوال اس لئے ہے کہ مومن ایمان کے قوی اور ضعیف ہونے میں مختلف ہیں جیسے کہ حدیث شریف میں ہے' مسلم شریف میں ہے کہ مومن قوی بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ضعیف سے زیادہ محبوب ہے۔

ایمان کے اعتبار سے کون افضل ہے؟

"فَقَالَ مَنْ اٰمَنَ بِیْ وَلَمْ یَرَنِیْ" فرمایا کہ جو مجھ پر دیکھے بغیر ایمان لایا' ابو داؤد طیالسی مسند میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں' کہ میں ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: کونسی مخلوق ایمان کے لحاظ سے افضل ہے؟ ہم نے عرض کیا فرشتے' تو آپ نے فرمایا: یہ بات ان کے لئے حق ہے' لیکن میری مراد کچھ اور ہے' ہم نے عرض کیا انبیاء' فرمایا: یہ بات ان کے لئے حق ہے' لیکن میری مراد کچھ اور لوگ ہیں۔ مخلوق سے ایمان کے اعتبار سے افضل وہ لوگ ہیں جو ابھی آباء کی پشتوں میں ہیں' وہ مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے' وہ ہیں جو مخلوق سے ایمان کے اعتبار سے افضل ہیں۔

زبان نبوت سے آخری زمانہ میں آنے والے لوگوں کی تعریف

امام احمد' دارمی اور طبرانی سند حسن سے راوی ہیں کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو تمہارے بعد ہوں گے' وہ مجھ پر ایمان لائیں گے' حالانکہ انہوں نے میری زیارت نہیں کی ہو گی۔ ایک اور روایت میں ہے' کیا ہم سے کوئی بہتر ہے؟ فرمایا: وہ ایسے لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ قرآن پاک کو دو تختیوں (جلد) کے درمیان پائیں گے' وہ اس کے ارشادات اور مجھ پر ایمان لائیں گے' حالانکہ انہوں نے میری زیارت نہیں کی ہو گی' جو احکام میں لایا ہوں ان کی تصدیق کریں گے' اور ان پر عمل کریں گے۔ وہ تم سے بہتر ہوں گے۔ ابو عمرو نے کہا: اس کے تمام راوی معتبر اور مستند ہیں۔ (یہ جزئی فضیلت ہے' ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والے صحابہ کے مقام کو کوئی امتی نہیں پہنچ سکتا۔ شرف۔ ۱۲) امام احمد سند حسن سے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرتے ہیں کہ میری امت میں سے میرے ساتھ شدید محبت رکھنے والے میرے بعد وہ لوگ ہوں گے جو میری زیارت کی آرزو رکھیں گے' چاہے انہیں اپنے اہل و مال سے دست بردار ہونا پڑے۔ امام مسلم اور حاکم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں' کہ میری امت میں سے میری شدید محبت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے کہ وہ میری زیارت کی آرزو رکھیں

ے اگرچہ اہل وصال کے عوض ہو۔

شوق کا معنی

فراق کی حالت میں محب کا دل محبوب کی ملاقات کی طرف کھنچے۔ یہ بہترین
"فَإِنَّهُ مُؤْمِنٌ بِيْ عَلٰى شَوْقٍ" شوق یہ ہے کہ غلبہ محبت کی تیز ہوائیں چلیں اور تمام تر شدت کے ساتھ محب
احوال اور بلند مقامات سے ہے۔ بعض نے فرمایا: شوق یہ ہے کہ جب محبت راسخ ہو جائے تو وہ شوق ہے' پھر محب ہمیشہ مشتاق
کو محبوب کے ساتھ ملانا چاہیں۔ لہٰذا شوق محبت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ تفسیر شوق پر ڈالا گیا ہے۔
لئے محبت کی سچائی کا عطف بطور
رہتا ہے' محبت سچی ہوگی تو شوق لازما ہو گا' اسی عمل کرتا ہے' یہی شوق ہے اور یہی اشتیاق ہے۔ البتہ
شوق محبت کا ایک وصف زائد ہے جس پر عمل کرنا محبت خالصہ پر
فرق یہ ہے کہ جس وقت محب کو محبوب سے روک دیا جائے' اس وقت محبت کی شدت کو شوق کہتے ہیں اور محبوب کے وصل
کے وقت جدائی کے خوف کے پیش نظر غلبہ محبت کو اشتیاق کہتے ہیں' شوق ملاقات اور دیکھ لینے سے سکون پذیر ہو جاتا ہے'
لیکن اشتیاق وصال کے باوجود ختم نہیں ہوتا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اشتیاق شوق سے اعلیٰ ہے' کیونکہ وہ محبوب کی ملاقات کے
باوجود ماند نہیں پڑتا۔ حضرت شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' شوق کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جو اس وقت تک ماند نہیں پڑتا
جب تک محبوب کی ملاقات نہ ہو۔ یہ نفوس کا شوق ہے۔ (۲) ارواح کا شوق جو حاضری اور دیدار کے باوجود برقرار رہتا ہے (ان کی
عبارت ختم) غالبا انہوں نے شوق ارواح اسی کا نام رکھا ہے جسے دوسروں نے اشتیاق کا نام دیا ہے۔ پس محب کی توجہ ہمیشہ
محبوب کی شان کی طرف مبذول رہتی ہے۔ جیسے کہ اس کی طرف شیخ ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

وَمَا بَيْنَ شَوْقٍ وَّاشْتِيَاقٍ فَنِيْتُ فِيْ۔ تَوَلٍّ بِحَظْرٍ اَوْ تَجَلٍّ بِحَضْرَةٍ

میں شوق و اشتیاق کے درمیان فنا ہو گیا یا تو روکے جانے کا ڈر ہے یا حاضری کی جلوہ ریزی ہے۔

سچی محبت کی علامت

"وَصِدْقِ فِيْ مَحَبَّتِيْ" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت یہ ہے کہ محب آپ کو ہر چیز پر ترجیح دے' یہاں تک کہ اپنی جان پر'
آپ کی سنت اور آپ کے لائے ہوئے احکام پر عمل پیرا ہو اور اپنی خواہش پر ترجیح دے' آپ کی ہدایت پر کاربند' آپ کے
آداب' اخلاق اور شمائل کے ساتھ متصف ہو' آپ کے حالات کا پورے خلوص کے ساتھ متلاشی ہو' نیت' ارادہ' علم اور عمل
سب صحیح ہوں۔

"وَعَلَامَتُهُ ذَالِكَ مِنْهُ" مطلب یہ ہے کہ جب بندہ یہ علامت اپنے اندر پائے تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کا میرے اوپر خاص
کرم ہے اور میرا فعل اس کی بارگاہ میں مقبول ہے' لہٰذا اس کے ہدایت اور بھلائی عطا فرمانے پر حمد و شکر بجا لائے۔
"اَنَّهُ يَوَدُّ رُؤْيَتِيْ بِجَمِيْعِ مَا يَمْلِكُ" بِجَمِيْعِ میں باء عوض کے لئے ہے' مطلب یہ ہے کہ وہ میری زیارت کی آرزو رکھتا

ہے اگرچہ اس کی تمام ملکیت کے عوض ہو۔
"وَلِیْ اُخْرٰی مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا" مِلْءُ پہلے حرف کے کسرہ کے ساتھ یعنی اتنا سونا جو تمام زمین کو بھر دے۔
"ذٰلِکَ الْمُؤْمِنُ بِیْ حَقًّا" صفات مذکورہ کے ساتھ متصف شخص مجھ پر پختہ ایمان لانے والا ہے وہ کسی شک و شبہ میں جتلا نہیں' اس کا یقین قوی اور اسے مشاہدہ حاصل ہے۔

صدق اخلاص کا مطلب

"وَالْمُخْلِصُ فِیْ مَحَبَّتِیْ صِدْقًا" صدق اخلاص مطلق اخلاص سے خاص ہے اور یہ ایسا وصف ہے جو اخلاص کو صحیح بناتا ہے' یہ مقربین کا اخلاص ہے کیونکہ اعمال میں ہر بندہ کا اخلاص اس کے رتبہ و مقام کے مطابق ہے۔ عوام اور نیکوں کا اخلاص یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ میں مخلوق ان کے پیش نظر نہیں ہوتی۔ لیکن ان کے نفوس ان کی نظر میں ہوتے ہیں اور وہ عمل کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں اگرچہ اس کے سوا ان کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ مقربین اس مقام سے گزر چکے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے عمل اور اخلاص میں اپنی ذوات کو بھی سامنے نہیں رکھتے' ان کے پیش نظر حرکت و سکون کے عطا کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے' اپنی ذات کا اس میں کچھ دخل نہیں جانتے' چہ جائیکہ وہ دنیاوی یا اخروی نفسانی فائدہ کے لئے کوئی کام کریں۔
"اَرَاَیْتَ صَلَاةَ الْمُصَلِّیْنَ عَلَیْکَ مِمَّنْ غَابَ عَنْکَ" ان لوگوں کے متعلق خبر دیجئے جو آپ پر درود شریف بھیجتے ہیں اور آپ سے غائب ہیں' یعنی آپ کی حیات مبارکہ میں "وَمَنْ یَّاتِیْ بَعْدَکَ" اور ان لوگوں کے متعلق جو آپ کے بعد ہوں گے یعنی آپ کے وصال کے بعد۔

اہل محبت کا درود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا واسطہ سنتے ہیں

"فَقَالَ اَسْمَعُ صَلَاةَ اَهْلِ مَحَبَّتِیْ" فرمایا: کہ میں اپنی محبت والوں کا درود شریف بلا واسطہ سنتا ہوں' جو میری محبت۔ شوق اور تعظیم کی بنا پر مجھ پر درود بھیجتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ کا محب روضہ مبارکہ کے قریب درود شریف پڑھے یا دور (بہر صورت آپ بلا واسطہ سنتے ہیں) [1] وَ اَعْرِفُهُمْ اور میں انہیں پہچانتا ہوں' کیونکہ ان کی روحوں کو آپ کی روح مبارک سے الفت اور محبت کے واسطہ سے معرفت حاصل ہے۔ روحیں مجتمع لشکر ہیں جن میں (عالم ارواح میں) تعارف ہوتا ہے' وہ ایک دوسری سے الفت رکھتی ہیں اور جو ناشناسا ہوتی ہیں مختلف ہوتی ہیں' دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ بار بار اور بکثرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر محبت سے درود بھیجتے ہیں۔

[1] ابن قیم نے امام طبرانی کے حوالہ سے ایک روایت بیان کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ حَیْثُ کَانَ (جلاء الافہام ص ۶۳) جو بندہ بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے' وہ جہاں بھی ہو ۱۲۔ شرف قادری)

فرشتے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں درود پہنچاتے ہیں

"وَ تُعْرَضُ عَلَیَّ صَلَاۃُ غَیْرِھِمْ عَرْضًا" اہل محبت کے علاوہ درود بھیجنے والوں کا درود شریف فرشتوں کے واسطہ سے پیش کیا جاتا ہے' اس سے مراد وہ سننا نہیں جو محب کی خصوصیت ہے۔ اس حدیث میں اہل محبت کی بہت بڑی خصوصیت اور شرافت ہے (کہ اس کا درود آپ بنفس نفیس سماعت فرماتے ہیں' امت کا درود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے' آپ اسے سماعت فرماتے ہیں اور فرشتوں کے واسطہ سے پہنچایا جاتا ہے' اس سلسلے میں اتنی حدیثیں ہیں کہ ان کا بیان طویل ہو جائے گا۔

نسخہ سلیمہ وغیرہ میں یہ فصل یہیں ختم ہو جاتی ہے' بعض نسخوں میں یہ اضافہ بھی ہے

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ اِمَامِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

یَا اَللّٰہُ

ترجمہ: اسم ذات ہے۔ یعنی الف دور کر دو تو للّٰہ خدا کے معنی ہیں اگر لام دور کر دو تو بھی خدا کے معنی نکلتے ہیں اگر دوسرا لام گرا دو تو یعنی ہ خدا کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔

خاصیت: جو کوئی اس کو ہزار بار پڑھے گا صاحب یقین ہو گا۔ جو ہر نماز کے بعد روز سو سو بار پڑھ لیا کرے گا صاحب کشف ہو گا اور جو کوئی چالیس دن تک تین ہزار ایک سو پچیس (3125) بار روزانہ اس نام کو لکھ کر پھر ہر نام کی آٹے میں گولیاں باندھ کر دریا میں ڈالے گا' مقصد پائے گا' جو کوئی تین یا سات کا چلہ کر کے عشاء کی نماز کے بعد اَللّٰہُ الصَّمَدُ چار لاکھ بار پڑھے گا جو سخت مہم رکھتا ہو گا تو بھی پورا ہو گا' جو چالیس (40) یا اکیس (21) دن میں سوا لاکھ مثلث یا مربع نقش لکھ کر آٹے میں گولیاں باندھ کر دریا میں ڈالے گا تاکہ مچھلیاں کھالیں حاجت پوری ہو گی' اگر تپ کی دفع کو اَللّٰہُ کا مربع نقش پڑ کر لے' صحت ہو گی۔ جو ایک وقت مقرر کر کے یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ○ پانچ سو (500) بار پڑھ لیا کرے گا اس پر دو روزی کشادہ ہو گا اور دعا مستجاب ہو گی' جو یَا اَللّٰہُ یَا لَطِیْفُ یَا فَتَّاحُ یَا بَاسِطُ یَا رَزَّاقُ یَا غَنِیُّ یَا مُغْنِیْ یَا مُنْعِمُ تہجد کی نماز کے بعد پانچ سو (500) دفعہ تین تین دفعہ اول و آخر درود شریف کے ساتھ مداومت کرے یا چلہ بھر پڑھے کشائش رزق میں بہت فائدہ پائے گا' جو ذکر پاس انفاس کرے گا یعنی ہر سانس پر جو اندر جاتا ہے اَللّٰہُ اور جو باہر نکلے ھُوْ اس کے ختم پر قلب سے جاری رکھے' یہ افضل الاعمال ہے جو مع اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف کے صبح و شام تین سو بار یَا اَللّٰہُ پڑھا کرے خدائے تعالیٰ کا ذوق و شوق روزی ہو گا' جو کسی حاجت براری کو جمعہ یا نوچندی جمعرات کو یا جماعت عصر کی نماز پڑھ کر ایک گوشہ میں مغرب تک یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ پڑھے گا' اسی طرح تین جمعہ پورے کرے مقصد پائے گا۔

دیربی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مجربات میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض خواص اسم اللہ سے یہ ہے کہ واسطے شفائے جملہ امراض کے ہے کہ اگر اس کو موافق اس کے عدد کے 66 مرتبہ لکھیں اور اس کو دھو کر مریض کو پلا دیں تو وہ شفا پائے گا' باذن اللہ تعالیٰ اور برائے جملہ گزند رسیدہ اور آسیب زدہ کے بھی یہی اسم لکھ کر اور دھو کر پلا دیں اور اگر واسطے حبس اور باز اشت جن کے ارادہ کریں تو اس اسم کے حرفوں کو جن زدہ کے انگشتان دست پر لکھ دیں تو وہ محبس ہو جائے گا یعنی وہ شخص جن سے محفوظ اور جن اس سے باز استادہ رہے گا اور اگر ارادہ حرق جن کا کریں یعنی اس کے جلانے کا ارادہ رکھتے ہوں تو حروف اسم اللہ کو ایک نیلے کپڑے میں لکھیں اور ایک سرے سے اس کو جلا دیں اور جن زدہ کو سونگھا دیں' اس صورت میں اگر ارادہ اسکے مار ڈالنے کا یا جلا دینے کا رکھتے ہوں یا اس کو گویا کرنا چاہتے ہوں تو یہ سب باتیں اس سے حاصل ہوں گی۔

اور بعض علمائے سلف نے ذکر کیا ہے کہ جو کوئی اسم اللہ کو کسی ظرف میں بلا تعداد جس قدر اس ظرف میں گنجائش ہو لکھ کر اور دھو کر اس کا پانی مصروع یعنی آسیب زدہ پر چھڑک دیوے تو شیطان اس کا جل جاوے گا۔

اور یونی نے کہا کہ میں نے بھی یہ عمل ایک شخص کو بتایا کہ اس کا لڑکا تیس برس سے مصروع یعنی آسیب زدہ تھا اور اس امر نے اس کو درماندہ اور عاجز کر دیا تھا' چنانچہ وہ شخص تین روز اس عمل پر آمادہ رہا اور آرام ہو گیا اور جو شخص محبت خدا کی وجہ سے اس کو پڑھے گا اور شک بالکل نہ کرے گا تو وہ صدیقوں میں ہو گا۔ جو ہر نماز کے بعد سات بار هُوَ اللّٰهُ الرَّحِيْمُ پڑھتا رہے گا اس کا ایمان سلب نہ ہو گا اور شر شیطان سے محفوظ رہے گا۔

يَا رَحْمٰنُ

ترجمہ: اے بہت بخشنے والے دنیا اور آخرت میں

خاصیت: جو کوئی صبح کی نماز کے بعد دو سو اٹھانوے (298) بار پڑھے گا خدا اس پر بہت رحم کرے گا۔ جو ہر نماز کے بعد الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ کا سو (100) بار وظیفہ کرے گا اللہ جل جلالہ غفلت اور نسیان اور قساوت اسکے دل سے اٹھا دے گا اور نور کی روشنی سے اسے بھر دے گا' دشمن سے نجات پانے کو خواہ پڑھے یا کوئی اس کا نقش لکھے تو عجب لطف دیکھے گا يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَيَا رَحِيْمَهُمَا اکتالیس (41) اکتالیس (41) بار اکتالیس (41) دن تک پڑھے گا اس کی ضروری حاجت بر آئے گی جو معشوق عاشق سے موافقت نہ کرے اور نہ دیکھ سکے اور منکر و مردم آزار ہو اس عزیمت کو يَا رَحْمٰنَ كُلِّ شَيْءٍ وَرَحِيْمَهُ کو سفید حریر کے کاغذ پر چار آدمیوں کے نام۔ عاشق اور اس کی ولدیت معشوق اور اسکی ولدیت سمیت مشک اور زعفران سے لکھ کر جس جگہ رہتا ہے اس جگہ دفن کر دے جو پاک جگہ نہ دفن کرے گا ناپاک جگہ کرے گا خود ہلاک ہو جائے گا' پھر جو کچھ عاشق کہے گا وہ سنے گا' مجرب ہے۔ اور جو شخص اکتالیس (41) دن تک پیاز و لہسن کے پرہیز سے یعنی ترک حیوانات جلالی کے ساتھ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ مع اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے پانچ سو (500) بار روزانہ پڑھے گا' خدا اسے بہت دوست رکھے گا اور محتاج نہ رہے گا۔ جو کسی حاکم کے سامنے يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَرَحِيْمَ الْآخِرَةِ بِحَقِّ يَا بَدُّوْحُ پڑھتا جائے اور دم کرتا جائے وہ حاکم سختی نہ کرے گا۔

يَا رَحِيْمُ

ترجمہ: اے بہت مہربان بخشنے والے

خاصیت: جو کوئی ہر روز اس اسم کو پانچ سو (500) بار پڑھے گا دولت پائے گا اور خلق اللہ مہربان اور شفیق ہو گی۔ جو کوئی صبح کی نماز کے بعد سو (100) بار پڑھے تمام خلق اللہ اس پر شفقت اور مہربانی کرے گی۔ جو اور وقت بھی روز سو (100) بار پڑھتا رہے اس کو تمام خلقت عزیز رکھے اور آخرت میں درجہ پاوے جو اعداد کے موافق دو سو اٹھاون (258) تک کوئی سا نقش پڑ کر کے آٹے میں گولیاں باندھ کر مچھلیوں کو کھلائے فتح و نصرت پاوے' جو لوہے کے نگینہ پر يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ جمعہ کے دن منقش

کرے کچھ بھی کبھی دکھ نہ پاوے اور ہمیشہ مظفر و منصور رہے۔ 555 بار پڑھنے والا صبح کی نماز ہر حاجت سے غنی رہا کرتا ہے۔

یَا مَلِكُ

ترجمہ: اے بادشاہ ظاہر و باطن

خاصیت: جو کوئی شخص اَلْقُدُّوْسُ سمیت اس اسم کو اپنے وظیفہ میں رکھے جو مال و ملک والا ہو اللہ اس کے مال و ملک کو قائم و دائم رکھے گا جو ملک نہ رکھتا ہو تو اس کا نفس اس کی اطاعت میں رہے گا اور خلق میں محترم رہے گا۔ حضرت شاہ عبد الرحمن نے اپنے تجربہ سے لکھا ہے کہ نوے (90) بار جو کوئی روز اس کو پڑھے گا' تونگر ہو گا۔ جو نوے (90) دن تک روز نوے (90) نقش بھرتا رہے ہرگز خالی نہ رہے جو سورج نکلنے کے وقت تین ہزار (3000) بار پڑھے گا جو مراد مانگے گا' حاصل ہو گی۔

یَا قُدُّوْسُ

ترجمہ: اے بہت پاک!

خاصیت: جو کوئی ہزار بار اس اسم کو پڑھے گا سب سے بے پرواہ ہو گا' جو جمعہ کی نماز کے بعد اسم سُبُّوْحٌ سمیت اس کو روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھاتا رہے فرشتہ صفت ہو جو دشمن سے بچنے کو بھاگتے وقت جس قدر ہو سکے پڑھے' محفوظ رہے جو سفر میں اس کی مداومت کرے' کبھی نہ تھکے جو کوئی ہر روز زوال کے نزدیک سو (100) بار پڑھا کرے اس کا دل صاف ہو جو تین سو انیس (319) بار شیرینی پر پڑھ کر دشمن کو کھلاوے' دشمن مہربان ہو جو کوئی سا نقش اس کا ایک سو ستر (170) مرتبہ روز ہمیشہ یا ایک سو ستر (170) دن تک لکھ کر روز گولیوں میں مچھلیوں کو کھلایا کرے' کسی کا محتاج نہ رہے۔

یَا سَلَامُ

ترجمہ: اے سلامت رکھنے والے!

خاصیت: جو ہمیشہ صبح کی نماز کے بعد ہزار (1000) بار اس اسم کو پڑھے گا علم زیادہ ہو گا جو ایک سو اکتیس (131) بار یا ایک سو اکسٹھ (161) بار پڑھ کر بیمار پر دم کرے گا بیمار صحت پاوے گا۔ جو اس کا وظیفہ رکھے یا پاس رکھے دشمن سے نڈر رہے گا۔ جو ایک سو گیارہ (111) بار پڑھ کر دم کرے بیمار شفایاب ہووے گا اور خوف سے بچے گا جو ایک سو اکتیس (131) نقش ایک سو اکتیس (131) دن تک بھرے گا ہر حاجت۔ سلامت پائے گا' جو چھ سو نوے بار شیرینی پر پڑھ کر دشمن کو کھلاوے دشمن مہربان ہو۔

یَا مُؤْمِنُ

ترجمہ: اے امن دینے والے!

خاصیت: جو کوئی صاحب ہر روز تین بار پڑھے گا خوف سے نڈر رہے گا اور جو پڑھے گا اور اپنے ساتھ رکھے گا خدا اس کو مع اس کے تمام مال کے شر شیطان سے امن میں رکھے گا کہ کوئی اس پر قدرت نہ پاوے' ہر آئینہ ظاہر و باطن اللہ کی امان میں رہے' جو کوئی بہت اس کا ورد کرے خلقت اس کی مطیع و معتقد ہو ایمان کے قیام کو یہ بزرگ عمل ہے جو ایک سو پندرہ (115) بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے گا' تندرستی پائے گا۔

یَا مُھَیْمِنُ

ترجمہ: اے نگہبان!

خاصیت: جو کوئی اسے انتیس (29) بار پڑھے گا غم نہ پائے گا جو ہمیشہ پڑھتا رہے تمام بلاؤں سے محفوظ رہے گا جو کوئی غسل کر کے اس اسم کو ایک سو پندرہ (115) بار یا ایک سو (100) بار پڑھے گا باطن اور غیبوں سے واقف اور پرنور ہو جائے گا اور بہشتیوں کی جماعت میں شمار ہو گا' جو مربع یا مثلث ایک سو پینتالیس (145) دن تک اس اسم کے اعداد کے موافق لکھے یا پڑھے محترم رہے گا۔

یَا عَزِیْزُ

ترجمہ: اے غالب اور بے مانند!

خاصیت: اگر آخر شب میں خلقت جمع ہو کر دو دو ہزار (2000,2000) بار پڑھے' پانی برسے گا۔ جو کوئی پڑھے معزز ہو گا اور دشمن پر غالب ہو گا۔ جو یا عَزِیْزُ مِنْ کُلِّ عَزِیْزٍ بِحَقِّ یَا عَزِیْزُ کہے تمام خلق میں عزیز ہو گا جو چلہ بھر فجر کی نماز کے بعد اکتالیس (41) روز یا فجر کے فرض اور سنت کے بیچ میں پڑھے دنیا اور عقبیٰ میں کسی کا محتاج نہ ہو گا' اس اسم میں عجیب و غریب خواص ہیں' جو چورانوے (94) دن تک چورانوے (94) مرتبہ روز پڑھ لیا کرے معزز و کامران رہے' جو چار سو گیارہ (411) دن تک مع اول و آخر دو دو سو (200,200) بار درود کے پڑھے' اس کے سب کام بر آویں جو اکتالیس (41) بار صبح کو روز حاکم کے پاس جانے کے وقت یا عزیز پڑھ لیا کرے حاکم مہربان رہے' جو چاندی کی انگوٹھی میں چاندی کے نگینہ پر شرف قمر کے وقت جو ہر مہینے ہوتا ہے اور یہ نجومیوں کو معلوم ہوتا ہے مربع نقش ذیل کندہ کرا کر معطر۔معطر کر کے احتیاط سے رکھ لے' عدالت میں حاکم کے حضور جاتے وقت داہنی چھنگلی میں پہن کر جاوے مسخر رہے گا' جو بعد عشاء دو ہزار (2000) نہ ہو سکے تو دو سو (200) بار یا عَزِیْزُ یَا عَزِیْزُ مِنْ کُلِّ عَزِیْزٍ اَذِعْزُ بِلُطْفِكَ یا عزیز پڑھ لیا کرے' خدا اسکی طرف رجوع کرے گا۔

یَا جَبَّارُ

اے پورا کرنے والے نقصان کے!

خاصیت: جو کوئی صاحب مسبعات عشر کے بعد اکیس (21) بار یہ اسم پڑھتا رہے' ظالموں کے شر سے بچے جو کوئی اس کی مداومت کرے غیبت اور بدگوئی خلق سے نڈر ہو۔ اور دولتمند ہو جو انگوٹھی پر نقش کرا کر پہنے خلق کے دل میں اس کی دہشت اور شوکت پیدا ہو گی' جو دو سو چھ (206) نقش دو سو چھ (206) دن تک لکھے سلطنت پائے گا۔

یَا مُتَکَبِّرُ

ترجمہ: اے بزرگ و بے مانند!

خاصیت: جو کوئی اپنے حلال بستر میں داخل ہونے سے پہلے دس بار پڑھے' اللہ جل شانہ اسے پرہیزگار اور نیک فرزند عطا کرے گا۔ جو ہر کام کے ابتدا میں بہت پڑھے گا اس کا کام نہ رکے' جو اکیس (21) بار پڑھے خواب میں نہ ڈرے' جو چھ سو باسٹھ (662) دن تک چھ سو باسٹھ (662) روز نقش بھرے یا پڑھے صاحب صولت اور سیاست ہو گا۔

یَا خَالِقُ

ترجمہ: اے سب چیز کے پیدا کرنے والے!

خاصیت: حضرت شاہ عبد الرحمٰن نے لکھا ہے کہ جو کوئی رات کو بہت اَلْخَالِقُ پڑھے گا' بخشا جائے گا۔ اور اس کا دل اور منہ روشن ہو گا اور تمام کاموں پر قادر ہو گا' جو کوئی اس کی مواظبت کرے گا حق تعالیٰ اسکے لئے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے تو وہ قیامت تک اس بندہ کے لئے عبادت کرے اور اس کا دل اور منہ روشن کرا دے' جو کوئی لڑائی میں تین سو (300) بار پڑھے دشمن اس کا مغلوب ہو گا۔

یَا بَارِئُ

ترجمہ: اے خلق کے پیدا کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی ہفتہ میں اسے سو (100) بار پڑھے' اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں نہ چھوڑے گا اور ریاض فردوس کی طرف لے جائے گا' جو جمعہ کے دن دس بار ورد کرے گا خدا اس کو فرزند عطا فرمائے گا' اگر طبیب اس کی مواظبت کرے گا اس کے ہاتھ میں شفا ہو گی۔

یَا مُصَوِّرُ

ترجمہ: اے خلقت کی صورت بنانے والے!

خاصیت: جو بانجھ عورت سات روز روزہ رکھے اور افطار کے وقت اکیس (21) بار اَلْمُصَوِّرُ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کرے' حق تعالیٰ اس کو نیک اور نرینہ فرزند عطا کرے گا۔ جو اس کے پڑھنے کی کثرت کرے اس کے تمام مشکل کام آسان ہوں گے جو اسے پانی پر پڑھ کر دم کرے اور پی لے اعلیٰ مرتبہ پائے گا۔

یَا غَفَّارُ

ترجمہ: اے بندوں کے گناہ بخشنے والے!

خاصیت: جو کوئی یَا غَفَّارُ اِغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ سو (100) بار جمعہ کی نماز کے بعد پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور آخرت میں فراواں مغفرت اور بے پایاں لطف کا امیدوار گردانے گا' جو یَا غَفَّارُ کی مداومت کرے گا اس کے تمام گناہ عفو ہوں گے اور اس کے نفس کی خواہشات بد دور ہوں گی' جو اسے پڑھا کرے گا ایمان کامل پائے گا۔

یَا قَھَّارُ

اے ہر چیز پر غالب!

خاصیت: جو کوئی اسے بہت پڑھے گا اللہ جل جلالہ دنیا کی محبت اسکے دل سے دور کرے گا تاکہ وہ اس کی رسوائی سے بچے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو اور خدا کا شوق اور محبت اس کے دل میں جگہ پاوے' جو کسی مشکل کے واسطے سو (100) بار پڑھے مشکل حل ہو' جو سو (100) بار فرض و سنت کے درمیان دشمن کی مقہوری کی نیت سے پڑھے گا دشمن مغلوب ہو گا۔

یَا وَھَّابُ

ترجمہ: اے بغیر عوض بہت دینے والے!

خاصیت: جو کوئی فقر و فاقہ سے رنجیدہ ہو کر اس کی مداومت کرے خدائے برحق اس کو ایسی راحت دے گا کہ حیرت میں رہ جائے گا جو چاشت کی نماز کے بعد سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدے میں سر رکھ کر سات بار اَلْوَھَّابُ پڑھے گا خلقت سے بے پرواہ ہو گا۔ جو اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا ایسا ہی نیک پھل پائے گا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اس کو اپنا مجرب عمل فرماتے ہیں کہ جو کوئی رزق کی فراخی کو چاشت کے وقت چار رکعت پڑھے' پھر سلام کے بعد سجدے میں جا کر اَلْوَھَّابُ ایک سو چار (104) بار جو فرصت نہ ہو تو پچاس (50) بار پڑھے' تونگر ہو جو کسی حاجت کو آدھی رات کے وقت گھر یا مسجد کے صحن میں

تین بار سجدہ کر کے ہاتھ اٹھا کر سو (100) بار پڑھے' تین یا سات رات برابر اس کی حاجت روائی ہو۔ جو بعد عشا ساڑھے گیارہ سو (1150) بار پڑھے' مقروض نہ رہے۔ جو سات بار روز پڑھے گا مستجاب الدعوات ہو گا' جو بعد عشاء کے چودہ سو (1400) چودہ (14) بار پڑھے گا فراخ رزق ہو گا اور بعد عشاء کے کسی کام یا جمعیت خاطر کو گیارہ ہزار یا گیارہ سو یا تین ہزار یا تین سو یا ایک سو گیارہ بار پڑھا کرے ہر حاجت کی تکمیل کے لئے جو اسکو عشا کے بعد چار رکعت کے بعد کہ ہر رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی گیارہ یا پندرہ بار اور سورۂ اخلاص پچیس (25) بار بعد سلام یَا وَهَّابُ ایک ہزار اکتالیس (1041) بار پڑھے مجرب ہے' خاص کر مالداری کے لئے۔

یَا رَزَّاقُ

ترجمہ: اے کل مخلوق کے بہت روزی دینے والے!

خاصیت: جو کوئی صبح صادق کے بعد نماز سے پہلے گھر کے چاروں کونوں میں دس دس (10, 10) بار یا دو دو سو (200, 200) بار اس کو پڑھا کرے تو اس گھر میں رنج اور مفلسی نہ ہو گی' لیکن داہنے کونے سے شروع کرے اور منہ قبلہ کی طرف سے نہ پھیرے' جو ایک سو (100) دفعہ روز پڑھ لیا کرے گا محتاج نہ رہے گا' جو فجر کے فرض و سنت کے درمیان اکتالیس (41) دن تک ساڑھے پانچ سو (550) بار روز پڑھے گا دولت مند ہو گا' مگر بلاناغہ فجر کی نماز کے ساتھ وقت سے پڑھ کر پڑھے' ورنہ پھر شروع سے پڑھنا پڑے گا اور اس کے اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھ لیا کرے' جو عشاء کی نماز کے بعد ننگا سر کر کے یَا رَزَّاقُ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ یَا رَزَّاقُ گیارہ گیارہ (11, 11) بار اول و آخر درود شریف کے ساتھ اکتالیس (41) بار روز پڑھا کرے گا فتوح رزق پائے گا' جو اسے بہت پڑھے فراخ روزی ہو گی۔ جو کوئی اس کو پانچ سو سینتالیس (547) بار روز پڑھے گا' رزق اس بندہ کا کشادہ ہو اور کوئی دشواری اور درماندگی نہ آئے گی اور جو ہزار (1000) بار روز تنہائی میں پڑھا کرے تو خضر علیہ السلام سے ملاقات حاصل ہو گی' مگر اکل حلال شرط ہے۔

یَا فَتَّاحُ

ترجمہ: اے بہت نیک کاموں کے کھولنے والے!

خاصیت: جو کوئی فجر کی نماز کے بعد دونوں ہاتھ سینہ پر رکھ کر اس کو ستر (70) بار پڑھے گا اس کے دل سے زنگ جاتا رہے گا اور صفائی ارزانی ہو گی۔ جو کوئی اس کا ورد کرے بالکل کدورت دور ہو جائے اور فتوح کے ابواب اس پر کھل جائیں گے۔ جو اسے سات بار پڑھے دل کی تاریکی جاتی رہے۔

یَا قَابِضُ

اے دل و روزی کے تنگ کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی اسے چالیس (40) دن تک ہر روز چار یا چالیس نوالوں پر لکھ کر کھالیا کرے گا بھوک اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا' جو ہر روز تیس (30) بار پڑھا کرے' دشمن پر فتح پائے گا۔

یَا عَلِیْمُ

اے جاننے والے ہر چیز کے!

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسکو معرفت دین و دنیا عطا فرمائے گا' جو کوئی نماز کے بعد سو (100) بار یَا عَالِمَ الْغَیْبِ کہے' اللہ تعالیٰ اس کو صاحب کشف بنا دے گا' جو پوشیدہ حال سے آگاہی یعنی استخارہ کرنا چاہے شب جمعہ کو نماز کے بعد سو (100) بار مسجد میں پڑھ کر سو رہے' مطلوبہ حال سے آگاہی پالے گا' جو کچھ نامعلوم امر دریافت کرنا چاہے اول دو رکعت نماز پڑھے پھر درود شریف پھر سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ ستر بار پڑھ کر یَا عَلِیْمُ عَلِّمْنِیْ یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ یَا مُبِیْنُ بَیِّنْ لِیْ سو سو (100, 100) بار پڑھ کر اپنا مطلب تصور کر کے لیٹ رہے' جو نیند نہ آئے' اٹھ کر کسی مجمع میں چلا جائے' وہاں لوگوں کی باتوں سے بطریق اشارہ مطلب معلوم کرے۔

یَا بَاسِطُ

ترجمہ: اے بندوں کے دل اور روزی کھولنے والے!

خاصیت: جو کوئی سحر کے وقت یَا بَاسِطُ بحق یَا جِبْرَئِیْلُ دس (10) بار ہاتھ اٹھا کر پڑھے گا اور ہاتھ منہ پر پھیرے گا اسکو کسی سے کچھ مانگنے کی حاجت نہ پڑے گی۔ جو چالیس (40) بار پڑھے خلق سے بے پرواہ ہو گا اگر سحر کو بدستور آنکھیں بند کر کے گیارہ بار پڑھ کر ہاتھ پر دم کر کے ہاتھ منہ میں پھیرے اور پہلے آنکھ کھول کر انہیں ہاتھوں کو دیکھے اس دن بھوکا نہ رہے گا مجرب ہے مگر بہتر (72) بار پڑھ کر یہ بھی کہے اَللّٰھُمَّ زِدْ ثُمَّ زِدْ وَلَا تَنْقُصْ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ جو کوئی تین رات میں سوا لاکھ یَا بَاسِطُ ختم کرے اور اول و آخر سو سو بار درود شریف پڑھے' امید ہے کہ چار تکے روز دست غیب سے پائے گا' پھر سو بار روز پڑھ لیا کرے' جو اکتالیس (41) دن تک گیارہ سو بار اس طرح پڑھا کرے کہ فجر کی نماز کے بعد برہنہ سر کھڑا رہ کر قبلہ کی طرف سو بار پڑھ کر پھونکے پھر تیرت یعنی مغربی و جنوبی گوشہ میں' پھر دکھن ہراگنی یعنی مشرقی و جنوبی گوشہ میں پھر مشرق' پھر ایسان یعنی مشرقی و شمالی گوشہ میں' پھر بائب یعنی شمال و غروب میں' پھر ایک سو بار زمین کی طرف' پھر

آسمان پر' پھر اپنے اوپر پڑھ کر دم کرے تو نگر ہو گا۔ ہر مہم کو ہر نماز کے بعد ایک سو چالیس (140) بار روز کا ورد رکھے۔ کشائش کے لئے بہتر (72) دن تک بارہ ہزار روز یہ اسم پڑھے یا سات ہزار (7000) روز مفید ہے۔

یَا خَافِضُ

اے کافروں کے پست و خوار کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی تین روزے رکھے اور پھر چوتھے دن ایک مجلس میں چند آدمی ستر ہزار (70,000) بار پڑھ لیں دشمن پر فتح پائے گا جو کوئی اسے پانچ سو (500) بار پڑھ لے دشمن کے صدمہ سے امان میں رہے گا اور حفاظت الٰہی اس کی شامل حال رہے گی۔

یَا رَافِعُ

ترجمہ: اے بلند درجہ کرنے والے

خاصیت: جو کوئی صاحب اسے آدھی رات یا دوپہر کو سو بار پڑھے گا' حق تعالیٰ اس کو تمام خلق میں برگزیدہ کرے گا اور تونگر اور بے نیاز ہو گا' جو کوئی ہر روز بیس بار پڑھے گا' مراد پائے گا۔

یَا مُعِزُّ

ترجمہ: اے دونوں جہان میں بندوں کو عزت دینے والے!

خاصیت: جو کوئی شخص اسے بعد نماز عشاء مع سنت شب دوشنبہ یا شب جمعہ ایک سو چالیس (140) بار پڑھے' خلقت کی نظر میں اس کے لئے ایک ہیبت اور حرمت ظاہر ہو گی اور خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے' اسی کی پناہ میں رہے گا۔

یَا مُذِلُّ

ترجمہ: اے ذلیل کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی کسی ظالم یا حاسد سے ڈرتا ہو پچھتر (75) بار یا اکیس (21) بار اَلْمُذِلُّ بلا یا پڑھ کر سجدہ کرے اور کہے یا الٰہی فلانے ظالم کے شر سے مجھے محفوظ رکھ' حق تعالیٰ امان دے گا اور اپنی حفاظت میں رکھے گا' جو سات سو ستر (770) بار روز کوئی وقت معین کرکے "یَامُذِلُّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ بِقَھْرِ عَزِیْزِ سُلْطَانِكَ" پڑھ لیا کرے' دشمن دفع ہو گا' جو اسے روپوش تصور کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

یَا بَصِیْرُ

ترجمہ: اے دیکھنے والے!

خاصیت: جو کوئی اَلْبَصِیْرُ درست اعتقاد سے فجر کے فرض و سنت کے درمیان ایک سو ایک (101) بار پڑھے گا حق تعالیٰ کی نظر عنایت کے ساتھ مخصوص ہو گا' جو کوئی ہر روز عصر کے وقت سات بار پڑھ لیا کرے گا ناگہانی موت سے امن میں رہے گا جو جمعہ کے خطبہ سے پہلے سو بار پڑھ لیا کرے گا منظور نظرالٰہی ہو گا۔

یَا سَمِیْعُ

ترجمہ: اے سننے والے!

خاصیت: جو کوئی جمعرات کے دن چاشت کی نماز کے بعد پانچ سو (500) بار اَلسَّمِیْعُ پڑھے گا اور بموجب ایک قول کے ہر روز سو بار پڑھا کرے گا اور پڑھنے کے وقت کلام نہ کرے اور پڑھ کر دعا مانگے جو مانگے گا پائے گا۔

یَا حَکِیْمُ

ترجمہ: اے حکمت والے!

خاصیت: جو کوئی اس کو جمعہ کی شب اور ایک روایت کے مطابق آدھی رات میں اتنا پڑھے کہ بیہوش ہو جاوے حق تعالیٰ اسکے باطن کو خزانہ اسرار بنا دے گا۔ جو پانچوں وقت ہر نماز کے بعد اسی (80) بار پڑھ لیا کرے گا کسی کا محتاج نہ ہو گا۔

یَا عَدْلُ

ترجمہ: اے انصاف کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی اَلْعَدْلُ ہر شب جمعہ میں روٹی کے بیس (20) لقموں پر لکھ کر کھائے گا' حق تعالیٰ تمام خلق کو اس کے لئے مسخر کر دے گا۔ جو کوئی مغرب کی نماز کے بعد ہزار (1000) بار پڑھے گا آسمانی بلاؤں سے نجات پائے گا۔

یَا لَطِیْفُ

ترجمہ: اے باریک میں نزدیک و دور کے دیکھنے والے!

خاصیت: جو کوئی فقر و فاقہ میں تنگ ہو یا مسافری میں بے یار و غمزار یا بیماری میں گرفتار ہو کہ کوئی اس کی بیمار داری اور مددگاری نہ کرتا ہو یا بیٹی رکھتا ہو کہ کوئی اس سے نکاح کی درخواست نہیں کرتا' اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے جس واسطے چاہے دل میں نیت کر کے دوگانہ کے بعد سو بار پڑھے' اللہ تعالیٰ اسکی مشکل آسان کر دے گا۔ بیٹیوں کے نصیب کھلنے اور امراض سے صحت اور مہمات کی کفایت کو ہر روز تحیۃ الوضوء کے بعد سو بار پڑھ لیا کرے' پیران اخوانیہ رحمۃ اللہ علیہم کا یہ عمل ہے کہ ہر دینی اور دنیوی مہم کے لئے خالی جگہ پر دعا کی شرائط کے ساتھ سولہ ہزار تین سو اکتالیس (16341) بار پڑھنے کو

بتاتے ہیں اور پڑھنے والے کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔

یَا خَبِیْرُ

ترجمہ: اے ہر چیز سے خبردار!

خاصیت: جو کوئی نفس امارہ کے ہاتھ گرفتار ہو اَلْخَبِیْرُ بہت یعنی ہر روز وظیفہ کر لیا کرے نجات پائے گا۔ استخارہ کے واسطے یا خبیرُ اخبرنِی پہلے تین سو یا ایک سو ایک یا اکیس بار روز اکتالیس دن تک پڑھ لے' پھر جب ضرورت پڑے تین سو بار پڑھ کر سو رہے' نیک و بد حال سے اطلاع ہو گی۔

یَا حَلِیْمُ

ترجمہ: اے بردباری و نرمی کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی اس کو کاغذ پر لکھ کر پھر اس کو دھو دے اور اپنی کھیتی پر چھڑک دے' زراعت ہر آفت سے حفاظت میں رہے گی اور کمال کو پہنچے گی اور اس میں برکت ہو گی' جو کوئی ہر روز ظہر کی نماز کے بعد نو دفعہ پڑھا کرے گا تمام خلقت میں سرخرو رہے گا' جو دشمن یا مدعی یا حاکم کے سامنے ہوتے ہی پانی سے ہاتھ بھگو کر گیارہ دفعہ یَا حَلِیْمُ پڑھ کر منہ پر مل لیا کرے دشمن سختی نہ کر سکے گا اور حاکم نرمی و مہربانی سے پیش آئے گا اور جو ہر وقت ورد رکھے فتح مند رہے گا' ہر آفت سے بچے گا۔

یَا عَظِیْمُ

ترجمہ: اے بزرگ و برتر ذات و صفات میں!

خاصیت: جو کوئی ہر روز اس کی دل یا زبان سے مداومت کرے گا خلق کی نظر میں عزیز و مکرم ہو گا' جو سات دفعہ پانی پر پڑھ کر دم کر کے پانی پی لیوے اسکے پیٹ میں درد نہ ہو۔

یَا غَفُوْرُ

ترجمہ: اے بخشنے والے!

خاصیت: جو تپ اور درد سر وغیرہ کا مریض یا کوئی غمگین اس اسم کو کاغذ پر لکھ کر روٹی پر اسکا نقش جذب کر کے کھالے حق تعالیٰ اس کو شفا اور خلاصی بخشے گا' جو بہت پڑھے گا اس کے دل سے سیاہی گھٹے گی اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی سجدہ کرے اور سجدہ میں یا رَبِّ اغْفِرْلِیْ تین بار کہے گا اللہ جل جلالہ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا۔ جس کو درد سر یا کوئی بیماری یا غم پیش آ جائے تین بار یا غَفُوْرُ کی مقطعات لکھ کر کھالے' شفا پائے گا۔

یَا شَکُوْرُ

ترجمہ: اے شکر کرنے والوں کے قدردان!

خاصیت: جو کوئی معاش کی تنگی یا دل یا آنکھ کی تاریکی میں مبتلا ہو اکتالیس (41) بار اس کو پڑھ کر پانی پر دم کرے اور پانی پی لے اور آنکھ پر ملے شفا پائے گا' جو کشائش رزق کے لئے پڑھے گا تونگر ہو جائے گا' جو کوئی پانچ ہزار (5000) بار روز پڑھا کرے گا قیامت کے دن بلند مرتبہ ہو گا۔

یَا عَلِیُّ

ترجمہ: اے بلند مرتبے والے!

خاصیت: جو کوئی اس اسم پر مداومت کرے گا یا اپنے پاس رکھے گا اگر خوار و بے قدر ہو گا بزرگ ہو جائے گا۔ اگر فقیر ہو گا تونگر بنے گا' جو مسافرت میں مبتلا ہو گا پھر وطن مالوف میں پہنچے گا' جو ورم یعنی سوجن پر تین بار پڑھ کر پھونکا کرے گا صحت پائے گا۔

یَا کَبِیْرُ

ترجمہ: اے سب سے بزرگ!

خاصیت: جو کوئی اسکو بہت پڑھے گا عالی قدر ہو گا' اگر حاکم یا بادشاہ اس اسم کی مداومت کرے اسکا رعب بڑھے گا' مہمات بخوبی سرانجام پائیں گے' جو نو دفعہ کسی بیمار پر پڑھ کر دم کرے بیمار تندرست ہو جائے گا اور جو سو بار پڑھے گا خلق میں عزیز رہے گا۔

یَا حَفِیْظُ

ترجمہ: اے کل عالم کو ہر آفت سے نگاہ رکھنے والے!

خاصیت: جو کوئی اس کو لکھ کر دائیں بازو پر باندھے گا ڈوبنے اور جلنے اور دیو اور پری اور بد نظر سے نڈر ہو گا' جو کسی بیمار پر چالیس (40) ہفتہ تک ستر ستر (70,70) بار روز پڑھ کر دم کرے تندرست ہو گا' جس عورت یا گائے یا بھینس یا بھیڑ بکری حیوان کے دودھ کم ہو یا نہ آتا ہو' تیسرا نقش دو تین دن لکھ کر پلاوے اور دن میں دو دو تین تین بار پلاوے اور ایک بازو پر لکھ کر باندھے' بہت دودھ ہو جائے گا۔ جو سولہ بار ہر روز پڑھے ہر طرح نڈر رہے' جو کسی شہر یا گاؤں میں جا کر غیب سے رزق چاہے مغرب کے بعد یَا حَافِظُ یَا حَفِیْظُ یَا رَقِیْبُ یَا مُجِیْبُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ قبلہ کو ہاتھ کر کے پڑھے گا' انشاء اللہ تعالیٰ روزی

نب سے حاصل ہو گی (اکتالیس (41) بار پڑھے)

یَا مُقِیْتُ

ترجمہ: اے روح اور بدن کی قوت دینے والے!

خاصیت: جس کی آنکھ سرخ ہو اور درد کرے دس بار پڑھ کر دم کرے' جو کسی کو غریب دیکھے یا خود اس کو غریبی پیش آوے یا کوئی لڑکا بد خوئی کرے یا بہت روئے سات بار خالی آب خورہ وغیرہ پر پڑھ کر دم کر کے اس میں پانی ڈالے خود پیوے اور دوسرے کو پینے کو دیوے' اگر روزہ دار کو ہلاکت کا خوف ہو' سو بار پھول پر پڑھ کر سونگھے قوت پائے گا اور ہر روز روزہ رکھ سکے گا۔

یَا حَسِیْبُ

ترجمہ: اے دنیا میں کفایت اور آخرت میں حساب لینے والے!

خاصیت: جو کوئی چور یا حاسد یا ہمسایہ یا دشمن یا چشم زخم یا بد نظر سے ڈرتا ہو' ایک ہفتہ تک ہر صبح و شام حَسْبِیَ اللّٰہُ الْحَسِیْبُ ستر ستر (70,70) بار پڑھے اور پنجشنبہ سے اس کی ابتدا کرے' اللہ تعالیٰ ان کے شر سے حفاظت میں رکھے گا' ہنوز ہفتہ نہ گزرے گا کہ تمام کام کی درستی ہو جائے گی' جو روز اسی طرح کرے گا ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

یَا جَلِیْلُ

ترجمہ: اے بزرگ قدرت اور بے پرواہ!

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو مشک و زعفران سے لکھ کر اپنے پاس رکھے یا دھو کر پیوے تمام خلائق اس کی تعظیم و توقیر کریں' جو دس بار اپنے اسباب پر پڑھے چوری سے محفوظ و سلامت رہے۔

یَا کَرِیْمُ

ترجمہ: اے بخشش کرنے والے' اے کرم کرنے والے!

خاصیت: اگر اپنے بستر میں اس اسم کو بہت پڑھے گا یہاں تک کہ سو جائے فرشتے دعا کریں گے اور کہیں گے کہ خدا تجھ کو دنیا و آخرت میں عزت اور بزرگی عطا فرمائے اور معزز فرمائے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس اسم کو بہت پڑھتے تھے' صحیح یہی ہے کہ اسی سبب سے ان کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔

يَا شَكُورُ

ترجمہ: اے شکر کرنے والوں کے قدردان!

خاصیت: جو کوئی معاش کی تنگی یا دل یا آنکھ کی تاریکی میں مبتلا ہو اکتالیس (41) بار اس کو پڑھ کر پانی پر دم کرے اور پانی پی لے اور آنکھ پر ملے شفا پائے گا' جو کشائش رزق کے لئے پڑھے گا تونگر ہو جائے گا' جو کوئی پانچ ہزار (5000) بار روز پڑھا کرے گا قیامت کے دن بلند مرتبہ ہو گا۔

يَا عَلِيُّ

ترجمہ: اے بلند مرتبے والے!

خاصیت: جو کوئی اس اسم پر مداومت کرے گا یا اپنے پاس رکھے گا اگر خوار و بے قدر ہو گا بزرگ ہو جائے گا۔ اگر فقیر ہو گا تونگر بنے گا' جو مسافرت میں مبتلا ہو گا پھر وطن مالوف میں پہنچے گا' جو ورم یعنی سوجن پر تین بار پڑھ کر پھونکا کرے گا صحت پائے گا۔

يَا كَبِيرُ

ترجمہ: اے سب سے بزرگ!

خاصیت: جو کوئی اسکو بہت پڑھے گا عالی قدر ہو گا' اگر حاکم یا بادشاہ اس اسم کی مداومت کرے اسکا رعب بڑھے گا' مہمات بخوبی سرانجام پائیں گے' جو نو دفعہ کسی بیمار پر پڑھ کر دم کرے بیمار تندرست ہو جائے گا اور جو سو بار پڑھے گا خلق میں عزیز رہے گا۔

يَا حَفِيظُ

ترجمہ: اے کل عالم کو ہر آفت سے نگاہ رکھنے والے!

خاصیت: جو کوئی اس کو لکھ کر دائیں بازو پر باندھے گا ڈوبنے اور جلنے اور دیو اور پری اور بد نظر سے نڈر ہو گا' جو کسی بیمار پر چالیس (40) ہفتہ تک ستر ستر (70,70) بار روز پڑھ کر دم کرے تندرست ہو گا' جس عورت یا گائے یا بھینس یا بھیڑ بکری حیوان کے دودھ کم ہو یا نہ آتا ہو' تیرا نقش دو تین دن لکھ کر پلاوے اور دن میں دو دو تین تین بار پلاوے اور ایک بازو پر لکھ کر باندھے' بہت دودھ ہو جائے گا۔ جو سولہ بار ہر روز پڑھے ہر طرح نڈر رہے' جو کسی شہر یا گاؤں میں جا کر غیب سے رزق چاہے مغرب کے بعد یا حافظ یا حفیظ یا رقیب یا مجیب یا اللہ یا اللہ قبلہ کو ہاتھ کر کے پڑھے گا' انشاء اللہ تعالیٰ روزی

نیب سے حاصل ہو گی (اکتالیس (41) بار پڑھے)

یَا مُقِیْتُ

ترجمہ: اے روح اور بدن کی قوت دینے والے!

خاصیت: جس کی آنکھ سرخ ہو اور درد کرے دس بار پڑھ کر دم کرے، جو کسی کو غریب دیکھے یا خود اس کو غریبی پیش آوے یا کوئی لڑکا بدخوئی کرے یا بہت روئے سات بار خالی آب خورہ وغیرہ پر پڑھ کر دم کرکے اس میں پانی ڈالے خود پیوے اور دوسرے کو پینے کو دیوے، اگر روزہ دار کو ہلاکت کا خوف ہو، سو بار پھول پر پڑھ کر سونگھے قوت پائے گا اور ہر روز روزہ رکھ سکے گا۔

یَا حَسِیْبُ

ترجمہ: اے دنیا میں کفایت اور آخرت میں حساب لینے والے!

خاصیت: جو کوئی چور یا حاسد یا ہمسایہ یا دشمن یا چشم زخم یا بد نظر سے ڈرتا ہو، ایک ہفتہ تک ہر صبح و شام حَسْبِیَ اللّٰہُ الْحَسِیْبُ ستر ستر (70,70) بار پڑھے اور پنجشنبہ سے اس کی ابتدا کرے، اللہ تعالیٰ ان کے شر سے حفاظت میں رکھے گا، ہنوز ہفتہ نہ گزرے گا کہ تمام کام کی درستی ہو جائے گی، جو روز اسی طرح کرے گا ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

یَا جَلِیْلُ

ترجمہ: اے بزرگ قدرت اور بے پرواہ!

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو مشک و زعفران سے لکھ کر اپنے پاس رکھے یا دھو کر پیوے تمام خلائق اس کی تعظیم و توقیر کریں، جو دس بار اپنے اسباب پر پڑھے چوری سے محفوظ و سلامت رہے۔

یَا کَرِیْمُ

ترجمہ: اے بخشش کرنے والے، اے کرم کرنے والے!

خاصیت: اگر اپنے بستر میں اس اسم کو بہت پڑھے گا یہاں تک کہ سو جائے فرشتے دعا کریں گے اور کہیں گے کہ خدا تجھ کو دنیا و آخرت میں عزت اور بزرگی عطا فرمائے اور معزز فرمائے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس اسم کو بہت پڑھتے تھے، صحیح یہی ہے کہ اسی سبب سے ان کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔

يَا رَقِيْبُ

ترجمہ: اے ہر چیز کے نگاہ رکھنے والے، اے بندوں کے حال جاننے والے!

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو سات بار یا ستر(70) بار اپنی بیوی اور فرزند اور مال پر پڑھ کر ان کے گرد دم کرے، دنیا بھ
اور تمام دشمنوں اور آفتوں سے نڈر ہوگا اور رعب اس کا بڑھے گا۔ جو کوئی پھوڑے پھنسی پر تین بار پڑھ کر پھونک دے گا شف
حاصل ہوگی۔

يَا مُجِيْبُ

ترجمہ: اے دعاؤں کے قبول کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو پڑھے اور دعا کرے جلدی قبول ہوگی مشکل آسان ہوگی۔ جو اپنے پاس لکھ کر رکھے ا
خدائے تعالیٰ کی امان میں رہے گا، جو کوئی درد سر کے دفعیہ کو تین بار پڑھ کر دم کرے گا درد سر دور ہوگا اَلسِّرَاجُ الْمُجِیْبُ
اجابت کی اکسیر ہے۔

يَا وَاسِعُ

ترجمہ: اے ہر طرح کی وسعت والے!

خاصیت: جس کو بچھو کاٹ لے وہ ستر(70) بار پڑھ کر دم کرے زہر اثر نہ کرے گا، جو کوئی اس اسم کی مداوت کرے ا
حق تعالیٰ اسے دولت قناعت سے مالا مال کر دے گا اور مراد کو پہنچے گا، جو کشائش کے واسطے جتنا ورد بڑھا دے، اتنا تونگر ہوگا

يَا حَكِيْمُ

ترجمہ: اے استوار کار دانا!

خاصیت: جس کو کوئی ایسا کام پیش آئے کہ اس سے اس کا کام سرانجام نہ ہو سکتا ہو اس اسم کی مداومت کرے اس کا
کام انجام پائے گی، جو ظہر کی نماز کے بعد نوے (90) بار پڑھ لیا کرے، تمام خلق میں سرخرو رہے گا۔

يَا وَدُوْدُ

ترجمہ: اے بہت دوست رکھنے والے، اے بہت محبوب!

خاصیت: جو مربع نقش بالا دوم کو عورت اپنے بازو پر باندھے تو مرد اس کا تابعدار ہوگا۔ جو مرد اپنے بازو پر باندھے ت
عورت اس کی فرمانبردار ہوگی۔ اگر میاں بیوی میں ناموافقت ہو اور دشمنی پڑے اس اسم اَلْوَدُوْدُ کو ایک ہزار بار طعام پر پڑھ کر

جس جانب سے ناموافقت ہو اسے کھلا دیں' دونوں میں محبت و الفت ہو جائے گی۔ جس کا فرزند بد راہ ہو جمعہ کے بعد ایک ہزار ایک بار معطر و لطیف شیرینی پر پڑھ کر دم کرے اور رو بقبلہ ہو کر دو رکعت نماز ادا کرے اور وہ شیرینی اس کو کھلا دے' انشاء اللہ تعالی صلاحیت پکڑے گا۔ جو کوئی تسخیر کے لئے زکوۃ دینی چاہے وتر اور فرض کے بیچ میں اول دن سو (100) بار دوسرے دن سو (100) بار اسی طرح گیارہ دن تک ایک ایک تسبیح یا دو دو کا اضافہ کرے' گیارہ دن کے بعد اکتالیس دن تک گیارہ سو بار روز پڑھ کرے بعد اسکے سو بار روز کا ورد رکھے جس دن کسی کو اپنا مطیع کرنا چاہے پڑھ کر دم کرلے کامیاب ہو گا۔ یعنی ادائے زکات کے بعد مطلب کے لئے صرف سو بار پڑھنا کافی ہے۔

يَا مَجِيْدُ

ترجمہ: اے بزرگ!

خاصیت: جس کو آبلہ یا سوزاک یا جذام یا برص ہو' ایام بیض میں روزے رکھے اور افطار کے وقت یہ اسم بہت پڑھے اور پانی پر دم کرکے پیوے شفا پائے گا۔ جس کو اپنے ہم جنسوں میں عزت و حرمت نہ ہو' ہر صبح کو ننانوے (99) بار پڑھ کر اپنے اوپر پھونکے عزت و حرمت حاصل ہوگی' جو اس اسم پر مداومت کرے بزرگ و برخوردار ہو گا' جو گرمیوں میں اسے پڑھے گا تشنگی سے مامون رہے گا۔

يَا بَاعِثُ

ترجمہ: اے خواب غفلت اور قبروں سے اٹھانے والے!

خاصیت: جو کوئی سات بار پڑھ کر اپنے اوپر پھونکے اور حاکم کے روبرو جاوے حاکم مہربان ہو۔ جو کوئی چاہے کہ اس کا دل زندہ ہو جائے' سوتے وقت سینہ پر ہاتھ رکھ کر اس اسم کو ایک سو بار پڑھے' اللہ جل شانہ اس کا مردہ دل زندہ کردے گا اور دل میں روشنی بخشے گا جو اس کا ورد کرے خوف الہی اس پر غلبہ کرے گا۔

يَا شَهِيْدُ

ترجمہ: اے ظاہر و باطن کے واقف!

خاصیت: جس کا بیٹا نافرمان ہو یا بیٹی غیر صالح ہو صبح کے وقت اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر آسمان کی طرف منہ کرکے اکیس (21) بار یا شَہِیْدُ کہے' حق تعالی اس کو صالح کردے گا۔ جو اس اسم پر مواظبت کرے گا گناہوں سے پرہیزگاری نصیب ہوگی۔

يَا حَقُّ

ترجمہ: اے شہنشاہی اور خدائی کے لائق حقدار!

خاصیت: جس کا اسباب جاتا رہا ہو' ایک کاغذ کے چاروں کونوں پر یہ اسم لکھے اور کاغذ کے بیچ میں اس گم شدہ اسباب کا نام لکھے اور آدھی رات کو ہتھیلی پر رکھ کر آسمان کی طرف نظر کر کے اس کا واسطہ دے' گم شدہ اسباب پا جائے گا یا اس میں سے کچھ پا جائے گا۔ اگر قیدی آدھی رات کو ننگا سر کر کے ایک سو آٹھ (108) بار پڑھے گا' قید سے خلاصی پائے گا۔

يَا وَكِيْلُ

ترجمہ: اے بندوں کے کارساز!

خاصیت: اگر بجلی یا آگ یا پانی یا تند ہوا سے خوف ہو اس اسم کو اپنا ورد کرے امان پائے گا۔ اگر خوف کی جگہ بہت پڑھے نڈر ہو گا' جو کوئی ہر روز عصر کے وقت سات بار پڑھے گا پناہ میں رہے گا' جو اسے بہت پڑھے گا اللہ تعالیٰ بالکل اس کے کاموں کا ذمہ دار ہو گا اور اس کو اس کی خواہشوں پر نہ چھوڑے گا' جو برے کاموں سے بچ سکے دس بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے اور لکھ کر پانی میں بھوئے' برے کام سے نجات ہو گی۔

يَا قَوِيُّ

ترجمہ: اے قوت والے!

خاصیت: جس کا دشمن قوی ہو کہ اسکے دفع سے عاجز ہو' تھوڑا خمیری آٹا لے کر اس کی ایک ہزار ایک سو (1100) چنے کے برابر یا کم زیادہ گولیاں بنا کر ایک ایک گولی پر یَا قَوِیُّ کہہ کر دشمن کے دفع کی نیت سے مرغ کے آگے ڈالے' یہاں تک کہ سب اسی طرح ختم کر دے' حق تعالیٰ اس کے دشمن کو مقہور کر دے گا۔ اگر جمعہ کی دوسری ساعت میں بہت پڑھے گا نسیان جاتا رہے گا۔

يَا مُبِيْنُ

ترجمہ: اے استوار!

خاصیت: جس نے بچہ کا دودھ چھڑایا ہو اور وہ بچہ صبر نہ کر سکے یا دودھ پلانے والی کے دودھ میں نقصان ہو' چاہیئے کہ یہ لکھ کر اس بچہ کو پلا دے اور دودھ والی کو بھی پلا دے تاکہ بچہ صبر کرے اور دودھ والی کا دودھ زیادہ ہو' اگر کوئی بھلی اشغال و اعمال میں سے کچھ چاہے اتوار کے دن اول ساعت میں اس نیت سے تین سو ساٹھ (360) بار پڑھے' وہ منصب پائے گا جو بہت

پڑھنے کا سخت مشکل آسان ہو گی۔

یَا وَلِیُّ

ترجمہ: اے مددگار مومنوں کے دوست رکھنے والے!

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھے کا خلق کے دل کی باتوں پر آگاہ رہے گا اور خدا کا ولی ہو گا۔ جس کی لونڈی یا بی بی کہ اس کی سیرت سے خوش نہ ہو جس وقت اس کے آگے جانا چاہے یا نزدیک ہو اس اسم کو بہت پڑھے' حق تعالیٰ اس کو صلاحیت دے گا۔

یَا حَمِیْدُ

ترجمہ: اے ہر بات میں قابل تعریف!

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھے گا پسندیدہ افعال ہو گا جس پر فحش و بد زبانی غالب آئے اور اس سے نہ بچ سکے اَلْحَمِیْدُ پیالہ پر لکھے' بعضوں نے فرمایا ہے 90 بار پیالہ پر پڑھے اور ہمیشہ اس پیالہ میں پانی پیا کرے' فحش گوئی سے امان پائے گا۔

یَا مُحْصِیُ

ترجمہ: اے ہر چیز کے گھیرنے والے!

خاصیت: جو کوئی جمعہ کی شب کو ایک ہزار بار پڑھے' قبر اور قیامت کے عذاب سے بے خوف رہے۔ جو کوئی دس بار پڑھا کرے اللہ کی حفاظت اور پناہ میں رہے۔

یَا مُبْدِئُ

ترجمہ: اے پیدا کرنے والے!

خاصیت: جس کی بیوی کو حمل ہو اور اسقاط حمل سے ڈرتا ہو یا دیر تک حمل رہتا ہے' چاہیئے کہ اس کا خاوند سحر کے وقت نوے بار پڑھ کر شہادت کی انگلی پیٹ کے گرد یا شکم پر پھرا دے' حمل ساقط نہ ہو' اور خلاصی پائے گا کچھ ضرر نہ پہنچے جو کوئی اس پر مداومت کرے جو کچھ اس کی زبان پر جاری ہو بصدق و صواب ہو۔

یَا مُعِیْدُ

ترجمہ: اے دوبارہ پیدا کرنے والے!

خاصیت: جو اپنے غائب کی خبر چاہے یا اس کا آنا چاہے جس وقت اس کے گھر کے لوگ سوتے ہوں اس اسم کو گھر کے چاروں کونوں میں ستر ستر بار پڑھ کر کہے یا مُعِیدُ فلانے کو مجھ پر پھیر' سات دن نہ گزریں گے کہ غائب آجاوے گا' اس کی خبر آوے گی اگر کچھ جاتا رہے اس اسم کو بہت پڑھے مل جائے گا۔

یَا مُحْیِیُ

ترجمہ: اے زندہ کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی درد اور رنج یا کسی عضو کے ضائع ہونے سے خائف ہو اسم یا مُحْیِیُ سات بار پڑھے' حق تعالیٰ محفوظ اور عذر رکھے گا جو ہفت اندام کے درد کے دفع کے واسطے سات روز تک سات سات بار پڑھ کر دم کرے گا تندرست ہو جائے گا۔ جو اس کی ایک ہزار ایک بار مداومت کرے گا اس کا دل زندہ ہو جائے گا اور بدن میں تقویت پیدا ہو گی۔

یَا مُمِیْتُ

ترجمہ: اے مارنے والے!

خاصیت: جو کوئی نفس پر قادر نہ ہو کہ متابعت میں غلبہ کرے سوتے وقت سینہ پر ہاتھ رکھ کر اسم اَلْمُمِیْتُ کو یہاں تک پڑھے کہ سو جائے' حق تعالیٰ اس کے نفس کو فرمانبردار کر دے گا۔ جو سات بار پڑھ کر دم کرے گا تو جادو اثر نہ کرے گا۔

یَا حَیُّ

ترجمہ: اے سب سے پہلے اور پیچھے تک زندہ و قائم!

خاصیت: جو کوئی بیمار ہو اس اسم کو بہت یا ہزار بار پڑھے' صحت پائے گا۔ جو کوئی اور شخص بیمار پر پڑھے گا اس کی عمر دراز ہو گی اور قوت روحانیہ اس میں زیادہ ہو گی۔ جو اور کسی سخت حاجت برآری کو اپنے نام کے اعداد کے موافق مع اول و آخر درود شریف کے ایک وقت مقرر کر کے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ پڑھا کرے' محروم نہ رہے جو کوئی دنیاوی اہم مہم خاطرخواہ حل ہونے کو تین روزہ رکھے بہتر' ورنہ خیر اور تین دن بلاناغہ روز ایک ہزار بار سفید کاغذ پر یَا حَیُّ لکھ کر ہر ایک اسم موصوف کے جدا جدا کر کے گیہوں کے آٹے میں گولیاں باندھ کر تین دن تک روز مچھلیوں کو کھلا دیا کرے کامیاب ہو گا۔

یَا قَیُّوْمُ

ترجمہ: اے قائم رہنے والے اور قائم رکھنے والے!

خاصیت: سحر کے وقت جو کوئی بہت بلند آواز سے اس کو پڑھے گا اس کا تصرف دلوں میں ظاہر ہو گا' یعنی لوگ اس کو

دوست رکھیں گے، جو بہت پڑھے گا اس کی مہمات حسب دلخواہ پوری ہوں گی، جو اکتالیس بار روز یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا اس کا مردہ دل زندہ ہو گا۔

یَا وَاجِدُ

ترجمہ: اے غنی بے پرواہ!

خاصیت: جو کوئی کھانا کھانے کے وقت ہر نوالے کے ساتھ اس کو پڑھے گا وہ کھانا پیٹ میں نور ہو گا اور بیماری دور ہو گی۔ جو کوئی تنہائی یعنی خلوت میں اس کو پڑھے گا تونگر ہو گا، جس کو ایک بار پانی میں دم کر کے پلاوے وہ محبت کرے گا، جو اسے بہت پڑھے گا اس کا دل غنی ہو گا۔

یَا مَاجِدُ

ترجمہ: اے صاحب بزرگی!

خاصیت: جو کوئی خلوت میں اس کو اتنا پڑھے کہ بے ہوش ہو جائے، انوار الٰہی اس کے دل پر ظاہر ہوں گے، اگر بہت پڑھے خلق کی آنکھ میں عزیز و بزرگ ہو گا، جو دس بار شربت پر پڑھ کر پی لیا کرے تو بیمار نہ ہو گا۔

یَا وَاحِدُ

ترجمہ: اے اپنی ذات و صفات میں یکتا!

خاصیت: جو تنہائی سے کوئی ہراسان ہو اکیلا ایک ہزار ایک بار اس اسم کو پڑھے گا، اس کے دل سے خوف جاتا رہے گا اور خدا کا مقرب اور عزیز ہو گا، اگر فرزند کا طلبگار ہو یہ اسم لکھ کر اپنے ساتھ رکھے، فرزند پیدا ہو گا۔

یَا اَحَدُ

ترجمہ: اے ایک!

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو نو مرتبہ پڑھ کر حاکم کے آگے جائے، عزت اور سرفرازی پائے گا۔ اگر سانپ کے کاٹے پر ایک سو ایک بار اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ پڑھ کر دم کرے سانپ کا کاٹا ہوا مریض تندرست ہو جائے گا، جو تنہا اسے ہزار بار پڑھے گا فرشتہ خصلت ہو جائے گا۔

یَا صَمَدُ

ترجمہ: اے بے پرواہ!

خاصیت: جو کوئی سحریا آدھی رات کو سجدہ کرکے اور ایک سو پندرہ بار اس اسم کو پڑھے صادق الحال و القال ہوگا اور کسی ظالم کے ہاتھ میں گرفتار نہ ہوگا' اگر بہت پڑھے گا بھوکا نہ رہے گا۔ اگر وضو سے پڑھا کرے گا بے پرواہ رہے گا۔ جو اسے ہزار بار پڑھا کرے گا دشمن پر فتح پائے گا۔

یَا قَادِرُ

ترجمہ: اے ہر چیز پر قدرت رکھنے والے

خاصیت: اگر وضو کے وقت ہر عضو کو دھوتے وقت اسم اَلْقَادِرُ پڑھتا جائے' کسی ظالم کے ہاتھ میں گرفتار نہ ہوگا' کوئی دشمن اس پر فتح نہ پائے گا۔ اگر کوئی مشکل پیش آئے اکتالیس بار پڑھے وہ کام درستی پاکر آسان ہو جائے گا۔

یَا مُقْتَدِرُ

ترجمہ: اے قدرت ظاہر کرنے والے!

خاصیت: اگر اس نام کو ہوشیاری کے ساتھ اکثر پڑھتا رہے تو اس کی غفلت دور ہوگی' جو سونے سے اٹھتے وقت اسم اَلْمُقْتَدِرُ کو بیس بار روز پڑھے گا تو اس کے سب کام میں خدا کی مدد شامل ہوگی۔ اور جو اس کا روزانہ بیس مرتبہ ورد رکھے گا رحمت الٰہی میں رہے گا۔

یَا مُقَدِّمُ

ترجمہ: اے آگے کرنے والے دوستوں کو ساتھ عزت دینے کے!

خاصیت: جو جنگ کے معرکہ میں اس کو پڑھے گا یا اپنے پاس رکھے گا اس کو کچھ زخم و رنج نہ پہنچے گا' جو بہت پڑھے گا اطاعت الٰہی میں اس کا نفس فرمانبردار ہوگا' جو اس کو نو دفعہ شیرنی پر پڑھ کر کسی کو کھلاوے تو وہ اس سے محبت کرے گا۔

یَا مُؤَخِّرُ

ترجمہ: اے دشمنوں کے پیچھے ڈالنے والے!

خاصیت: جو اس نام کو کسی نماز کے بعد سو بار پڑھے گا محبت حق کے سوا اس کا دل آرام نہ پکڑے گا' جو ہر روز سو بار پڑھتا رہے اسکے سب کام بانجام پہنچیں گے' جو اکتالیس (41) بار پڑھے گا اس کا نفس مطیع ہوگا' جو بہت پڑھے گا اس کا دشمن مقہور ہوگا' جو اڑتالیس (48) دن تک روز تین ہزار بار پڑھ لیا کرے گا جو چاہے گا پائے گا۔

یَا اَوَّلُ

ترجمہ: اے سب سے پہلے!

خاصیت: اگر کسی کے فرزند نہ ہوتا ہو چالیس (40) بار روز اکتالیس (41) دن تک بعد از نماز عشاء پڑھے مراد پوری ہو گی۔ فرزند یا غائب ہو یا تونگری یا کسی طرح کی حاجت کے لئے چاہے تو چالیس شب جمعہ ہر شب کو بعد از نماز عشاء ہزار بار پڑھے تمام حاجتیں پوری ہوں گی' جو ہر روز گیارہ بار پڑھے گا تمام خلقت اس پر مہربانی کرے گی' جو سو بار پڑھا کرے گا اس کی بیوی اس سے محبت کرے گی۔

یَا آخِرُ

ترجمہ: اے سب سے پیچھے!

خاصیت: جس کی عمر آخر کو پہنچی اور نیک اعمال نہ رکھتا ہو اس عمل کا ورد کرے حق تعالیٰ اس کی عاقبت بخیر کرے گا۔ اور جو کوئی کسی جگہ جائے اور اس اسم کو پڑھ لے' وہاں عزت اور توقیر پائے گا جو دفع دشمن کے لئے پڑھے گا' کامیاب ہو گا۔

یَا ظَاھِرُ

ترجمہ: اے اپنی صفتوں کے ساتھ آشکارا!

خاصیت: جو اس کو پانچ سو بار اشراق کی نماز کے بعد پڑھے گا حق تعالیٰ اس کی آنکھیں روشن کر دے گا' اگر مینہ وغیرہ کا خوف ہو تو بہت پڑھے امان پائے گا۔ اگر گھر کی دیوار پر لکھے دیوار سلامت رہے گی' جو سرمہ پر گیارہ بار پڑھ کر سرمہ آنکھوں میں لگائے لوگ اس پر مہربانی کریں گے' جو جمعہ کے دن پانچ سو بار پڑھے گا اس کا اندورن پر نور ہو گا اور دشمن مغلوب ہو گا۔

یَا بَاطِنُ

ترجمہ: اے باعتبار اپنی ذات کے وہم و خیال سے پوشیدہ!

خاصیت: جو کوئی تینتیس (33) بار پڑھے گا صاحبان اسرار الٰہی سے ہو گا۔ اگر اس کی مداومت کرے یعنی ہر نماز کے بعد پڑھے 33 بار تو جو اس کو دیکھے گا محبت کرے گا' جو کوئی اپنے دل میں یا زبان سے تین سو ساٹھ (360) بار اس کا ورد عشاء یا صبح یا کسی نماز کے بعد روزانہ کرے گا صاحب باطن اور واقف اسرار الٰہی ہو گا اور جو کسی کے پاس امانت سونپے یا زمین میں دفن کرے یا اس اَلْبَاطِنُ اس شے کے ساتھ رکھ دے' کوئی اس میں خیانت نہ کر سکے گا۔ جو روز اسی (80) بار کسی نماز کے بعد اس کو پڑھے گا واقف اسرار الٰہی ہو گا۔

یَاوَالِی

ترجمہ: اے کارساز و مالک!

خاصیت: جو کوئی اپنا یا اور کسی کا گھر ہو یا مینہ یا اور کسی آفت سے محفوظ رکھنا چاہے اسم اَلْوَالِیُ ایسے آبخورے پر کہ جو پانی سے استعمال شدہ نہ ہو اور کورا ہو اس پر لکھے یا پڑھے، پھر اس میں پانی بھر کے در و دیوار پر چھڑک دے، وہ گھر سلامت رہے گا۔ اگر کسی کو تسخیر کرنے کی نیت سے گیارہ بار پڑھے گا وہ آدمی اس کا مطیع و منقاد ہو گا۔ جو کوئی اپنا یا اور کسی کا گھر بربادی سے بچانا چاہے تین سو بار اسم اَلْوَالِیُ پڑھے، وہ گھر محفوظ رہے گا۔

یَامُتَعَالِی

ترجمہ: اے بہت بلند!

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھے گا جو دشواری رکھتا ہو گا آسان ہو گی۔ بعض کا ارشاد ہے کہ جو بدفعل عورت ایام کی حالت میں اس اسم کو بہت پڑھے گی، تو وہ اپنی بدفعلی سے نجات پائے گی، جو شخص یکشنبہ کی شب کے وقت غسل کر کے آسمان کو منہ کر کے اس کو تین بار پڑھ کر دعا مانگے قبول ہو گی۔

یَابُدُّوْحُ

ترجمہ: اے نہایت احسان کرنے والے!

خاصیت: جو اس کو ہوا وغیرہ آفتوں کے ڈر سے پڑھے امن میں رہے۔ جو کوئی ایک سانس میں سات بار اپنے لڑکے پر پڑھ کر اس طفل کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کر دے بلوغت تک امن میں رہے گا۔ بعض کا فرمان ہے کہ جو کوئی شرابخواری اور زنا میں مبتلا ہو ہر روز سات بار یہ اسم پڑھے اس کا دل اس سے سرد ہو گا، جو اسے بہت پڑھے گا مظہر احسان حق جل و علا ہو گا۔

یَاتَوَّابُ

ترجمہ: اے توبہ کے قبول کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی صاحب چاشت کی نماز کے بعد تین سو ساٹھ بار اس کو پڑھے گا حق تعالیٰ اس کو توبہ نصوح عطا فرمائے گا۔ جو اس کو بہت پڑھے گا اس کے سب کام اصلاح پذیر ہوں گے اور نفس طاعت میں آرام پکڑے گا یعنی توبہ کے قبول ہونے کی قوی امید رکھے، جو کوئی چاشت کی نماز کے بعد اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ کہے اس کے گناہ بخشے جائیں گے، جو اکتالیس دن تک آٹھ سو بار روز پڑھے گا ظاہر و باطن کی نعمت سے غنی ہو گا۔

یَا مُنْعِمُ

ترجمہ: اے نعمت دینے والے!

خاصیت: جو کوئی اسم اَلْمُنْعِمُ کی مداومت کرے گا ہرگز کسی کا محتاج نہ ہوگا۔

یَا مُنْتَقِمُ

ترجمہ: اے کافروں اور سرکشوں کو ہلاک کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی دشمن کا ظلم نہ اٹھا سکے تین جمعوں تک اس کی مداومت کرے دشمن مغلوب یا دوست بن جائے گا۔ جو کوئی آدمی رات کو کسی نیت سے پڑھے گا' وہ کام سرانجام پائے گا۔ جو شخص اس کے ساتھ مندرجہ ذیل نام ملا کر یعنی یَا قَہَّارُ یَا مُذِلُّ یَا مُنْتَقِمُ بعد نماز عشا یا صبح چالیس (40) یوم تک روزانہ ایک ہزار ایک بار پڑھے گا' ظالم ہلاک ہو جائے گا' جو اسے بہت پڑھا کرے گا اس کی آنکھ ہرگز نہ دکھے گی۔

یَا عَفُوُّ

ترجمہ: اے گناہوں اور تقصیروں کے معاف کرنے والے!

خاصیت: جو بہت گنہگار ہو یعنی جس کے بہت گناہ ہوں اس اسم کا ورد کرے حق تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دے گا' جو اسے تین ہفتہ اپنا ورد کرے گا سب دشمن اس کے دوست بن جائیں گے اور لوگوں میں معزز ہوگا۔

یَا رَؤُفُ

ترجمہ: اے بہت مہربان!

خاصیت: جو کسی مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے چھڑانا چاہے یَا رَؤُفُ دس بار پڑھے' وہ ظالم اس کی شفاعت قبول کرے گا۔ جو کوئی اس پر مداومت کرے گا ظالم کا دل اس پر مہربان ہوگا اور سب لوگ اس کو دوست رکھیں گے اور اس پر مہربان ہوں گے۔

یَا مَالِكَ الْمُلْكِ

ترجمہ: اے سارے جہان کے بادشاہ!

خاصیت: جو اس اسم پر بہت مداومت کرے گا تونگر ہوگا اور اس کے دونوں جہان کی حاجات و مہمات بدرستی انجام پائیں گے۔ عمال فرماتے ہیں کہ جو یَا مَالِكَ الْمُلْكِ وَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَام بہت پڑھے گا' اگر فقیر ہوگا تو غنی ہو جائے گا مگر یہ اسم کمال جلال رکھتا ہے۔

يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَام

ترجمہ: اے بزرگی و بخشش کے صاحب!

خاصیت: بعض اس کو اسم اعظم کہتے ہیں جو شخص یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام بِيَدِكَ الْخَيْرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سو بار پڑھ کر پانی پر دم کرے گا اور وہ پانی بیمار کو پلائے گا بیمار شفا پائے گا۔ اگر دل محزون ہو اس عمل سے مسرور ہو گا۔

يَا رَبِّ

ترجمہ: اے پرورش کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھے گا خداوند کریم کے الطاف میں محفوظ ہو گا۔ جو کسی کا فرزند اور قرابتی کہیں گرفتار ہوں گھر کے گرد ایک خط کھینچے اور ہر روز ایک سو تیس (130) بار پڑھے' تاکہ وہ خلاصی پائیں۔

يَا مُقْسِطُ

ترجمہ: اے انصاف کرنے والے

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو سو بار پڑھے گا شیطان کے شر اور وسوسہ سے نڈر ہو گا' جو سات سو (700) بار پڑھے گا جو مقصود کہ رکھتا ہو حاصل ہو گا' جو کسی رنج میں مبتلا ہو ہر روز ستر (70) بار پڑھے رنج سے نجات پائے گا' جو اسے لکھ کر کھایا کرے شر شیطان سے بچ جائے گا۔

يَا جَامِعُ

ترجمہ: اے قیامت کے دن لوگوں کے اکٹھا کرنے والے!

خاصیت: جس کے اہل و اقارب اور تابعدار پراگندہ اور متفرق ہو گئے ہوں' چاشت کے وقت غسل کرکے آسمان کی طرف منہ کرکے اور دس بار اس اسم کو پڑھے اور ہر بار میں ایک انگلی بند کرتا جائے پھر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرے تھوڑے عرصہ میں سب جمع ہو جائیں گے اور جس شخص کی کچھ چیز جاتی رہے یَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اجْمَعْ عَلَيَّ حَاجَتِيْ پڑھا کرے وہ چیز مل جائے گی۔

يَا غَنِيُّ

ترجمہ: اے ہر چیز سے بے پرواہ!

خاصیت: جو کوئی طمع کی بلا میں مبتلا ہو اسم الغنی کو اپنے ہر عضو پر پڑھے اور ہاتھ نیچے کو لائے حق تعالیٰ اس کی بلا دفع کرے گا' جو کوئی ہر روز ستر بار پڑھے گا اس کے مال میں برکت ہو گی اور وہ کبھی محتاج نہ ہو گا۔ جو کوئی جمعرات کے دن ہزار بار پڑھے گا دولت پائے گا جو اس کا ورد کرے گا اس کے اعضا کا درد جاتا رہے گا۔

یَا مُغْنِیُ

ترجمہ: اے بے پرواہ کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی دس جمعوں تک ہر جمعہ کو ہزار بار بقول بعض صوفیاء کرام دس بار یہ اسم پڑھے گا' خلق سے بے پرواہ ہو گا۔ جو کوئی نزدیکی کے وقت ستر بار پڑھ لے بہت امساک ہو گا' جو بہت مفلس ہو فجر کے وقت فرض و سنت کے درمیان دو سو بار اور دو سو بار ظہر اور دو سو بار عصر اور دو سو بار مغرب اور تین سو بار عشا کی نماز کے بعد روز پڑھا کرے غنی ہو گا۔ روزگار کو یہ احسن طریقہ ہے' جو گیارہ سو بار روز پڑھا کرے صفائی قلب حاصل ہو گی' جو کشائش رزق کے واسطے سو بار یا مُغْنِیُ اور باتسمیہ گیارہ سو بار لَاحَوْلَ اور بے تسمیہ سو بار درود شریف اور دو دفعہ سورہ مزمل پڑھا کرے از حد نفع پائے گا مجرب ہے' سینہ بسینہ مولوی سید علی احمد خلیفہ مولوی نصیر الدین دہلوی سے ہے' جو کسی جگہ دکھ ہو یہ اسم پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے اس جگہ پر ملے تندرست ہو جائے گا۔

یَا مُعْطِیُ

ترجمہ: اے عطا کرنے والے!

خاصیت: جو کوئی اَلْمُعْطِیُ کو اپنا ورد کرے یا یَا مُعْطِیَ السَّائِلِیْنَ کو بہت پڑھے گا کسی کا محتاج نہ ہو گا۔ جو کسی سے اپنا مال نہ مل سکے تو عشاء کی نماز کے بعد ایک ہفتہ تک اکتالیس (41) بار روز یَا مُعْطِیْ کُلِّ شَیْءٍ پڑھے گا اور پھر دعا کرے گا تو وہ مال مل جائے گا۔

یَا مَانِعُ

ترجمہ: اے دین و دنیا میں ہلاکت سے بچانے والے!

خاصیت: جب میاں بیوی میں خفگی اور نزاع واقع ہو جس وقت بچھونے پر جائے' بیس (20) بار اس کو پڑھے' حق تعالیٰ اس غصہ کو دفع کر دے گا محبت بڑھے گی' جو دس جمعہ برابر پڑھے گا تونگر ہو جائے گا۔

یَا ضَآرُّ

ترجمہ: اے ضرر پہنچانے والے!

خاصیت: جس کو ایک حال و مقام میسر ہو سو بار جمعہ کی شبوں میں اس اسم کو پڑھے حق تعالیٰ اس کو اس مقام میں ثابت رکھے گا اور اہل قرب کے مرتبہ میں پہنچاوے گا' اس مرتبہ کے آگے ظاہری کمال کی کچھ اصل نہیں۔ جس کی عزت کم ہو ہر شب جمعہ اور ایام بیض میں سو بار بعد نماز عشاء پڑھا کرے' محترم رہے گا۔

یَا نَافِعُ

ترجمہ: اے نفع پہنچانے والے!

خاصیت: جو کوئی کشتی میں بیٹھے اور اس اَلنَّافِعُ پر مداومت کرے اس کو کوئی آفت نہ پہنچے گی' جو ہر کام کے شروع میں اکتالیس بار پڑھ لیا کرے سب کام اس کے حسب دلخواہ انجام پائیں گے' جو ماہ رجب میں اس کا ورد کرے اسرار الٰہی سے آگاہ ہو گا۔ جو چار روز جہاں تک ہو سکے پڑھے کا بھی کسی غم میں نہ پھنسے گا' جو سفر حج میں اسے پڑھا کرے بخیر گھر واپس آئے گا۔

یَا نُوْرُ

ترجمہ: اے روشنی والے!

خاصیت: جو کوئی جمعہ کی شب میں سات سو بار سورۂ نور اور پھر ایک ہزار بار یہ اسم پڑھے گا اس کے دل میں نور پیدا ہو گا' جو مدام صبح کے وقت ملازمت کرے گا اس کا دل روشن ہو گا۔

یَا هَادِیُ

ترجمہ: اے راہ دکھانے والے!

خاصیت: جو کوئی آسمان کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھا کر اس اسم کو بہت پڑھے گا اور پھر وہ ہاتھ اپنے منہ اور آنکھوں پر پھیرے گا اہل معرفت کا مرتبہ پائے گا' اسرار الٰہی اس پر کھلیں گے' جو کوئی گیارہ سو بار یا ھَادِیُ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ عشاء کی نماز کے بعد پڑھ لیا کرے وہ کسی حاجت میں محتاج نہ رہے گا۔

یَا بَدِیْعُ

ترجمہ: اے بے نمونہ عالم کو بنانے والے!

خاصیت: جس کو کوئی غم یا مہم پیش آئے ستر ہزار بار پڑھے اور ایک روایت میں ہے اگر ہزار بار بقولے ستر بار یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پڑھے گا وہ مہم سرانجام پائے گا' جو باوضو قبلہ کی طرف منہ کرکے اتنی بار پڑھے گا کہ سو جائے جو کچھ دیکھنا چاہے خواب میں دیکھ لے گا' تمام معاملات درویش دینی و دنیوی فوائد و کمالات کے لیے بارہ سو' بارہ روز یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ پڑھ لیا کرے۔ محبت کو عروج ماہ میں مصری منہ میں رکھ کر عشاء کے بعد وتر سے پہلے بتصور صورت ایک ہی جگہ روز چھ سو بارہ مرتبہ پڑھے یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعَ ہلاکی دشمن کے لئے ترشی منہ میں رکھ کر اسی طرح پڑھا کرے اور یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالطَّرْقِ بھی آیا ہے' خواہ اس طرح پڑھا کرے سب میں باوضو ہونا چاہئے اور وقت کا معین کرنا اپنے اختیار پر ہے۔

یَا بَاقِیُ

ترجمہ: اے ہمیشہ رہنے والے!

خاصیت: جو کوئی جمعہ کی شب بعد نماز عشاء سو بار یہ اسم پڑھے گا اس کے تمام عمل قبول ہونگے اور کسی سے اس کو رنج نہ پہنچے گا اگر ہفتہ کے دن دشمن کی مغلوبی کی نیت سے مداومت کی شرط پر کسی وقت باوضو بعد دو رکعت نفل یا بعد نماز ظہر سو بار پڑھے گا دشمن اسکے مطیع و فرمانبردار ہوں گے' جو سورج نکلنے سے پہلے سو بار روز پڑھے گا تا مرگ کچھ دکھ نہ پائے گا اور عاقبت میں بخشا جائے گا۔

یَا وَارِثُ

ترجمہ: اے مالک اور فنا کے بعد سب کے وارث!

خاصیت: جو سورج نکلتے وقت سو بار پڑھے گا اسکو کچھ رنج نہ پہنچے گا' جو اس کو بہت پڑھے گا اس کے سب کام بر آئیں گے اور امن میں رہے گا۔ جو اس کا ورد کرے گا اس کی عمر دراز ہو گی۔

یَا رَشِیْدُ

ترجمہ: اے سب کے رہنما!

خاصیت: جو کوئی اپنے کام کی تدبیر نہ جانے یہ اسم شام اور عشاء کی نماز کے بعد ہزار بار پڑھے' جو کچھ تدبیر ٹھیک ہو گی وہ اس پر ظاہر ہو گی اور باطن منور ہو گا اگر مداومت کرے گا بے سعی اس کی مہمات سرانجام پائیں گے اور کل کام درست ہوں گے۔

يَا صَبُوْرُ

ترجمہ: اے بردبار!

خاصیت: جس کو درد یا رنج یا مصیبت پیش آئے تینتیس (33) بار اس اسم کو پڑھے، اطمینان حاصل ہو گا۔ اگر آدمی رات کو یا دوپہر کو مداومت کرے گا دشمنوں کی زبان بندی اور خوشنودی اور بادشاہ کی رضا مندی حاصل ہو گی اور دلوں کے غضب اور رنج و غم دور کرنے کی خاصیت رکھتا ہے، جو کسی تردد یا فکر میں ہو ہزار بار پڑھے، خلاصی پائے گا۔

يَا صَادِقُ

ترجمہ: اے راست گوینده!

خاصیت: جو اس اسم پر مداومت کرے گا اگر جھوٹ بولنے کی عادت ہے تو یہ عادت جاتی رہے گی اور اگر راست گو ہے تو غیب کی سچی باتیں ظاہر کرے گا۔

يَا سَتَّارُ

ترجمہ: اے گناہگاروں کے گناہ چھپانے والے!

خاصیت: جو سو بار کسی نماز کے بعد پڑھتا رہے، اس کی عیب پوشی ہو گی۔

اَسْمَاءُ[1] سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا و مولا اور نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسماء طیبہ

مِائَتَانِ وَوَاحِدٌ وَّهِيَ[2] هٰذِهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰى

دو سو ایک ہیں اور وہ یہ ہیں۔ اے اللہ! درود سلام اور برکت نازل فرما اس ذات کریم پر

مَنِ اسْمُهٗ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ ﷺ سَيِّدُنَا اَحْمَدُ ﷺ

جن کا نام پاک ہمارے آقا محمد (جن کی بیحد تعریف کی گئی) ﷺ ہمارے آقا احمد (اللہ تعالیٰ کی زیادہ تعریف کرنے والے) ﷺ

سَيِّدُنَا حَامِدٌ[3] ﷺ سَيِّدُنَا مَحْمُوْدٌ ﷺ

ہمارے آقا اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے ﷺ ہمارے آقا جن کی تعریف کی گئی ﷺ،

سَيِّدُنَا اَحِيْدٌ[4] ﷺ سَيِّدُنَا وَحِيْدٌ[5] ﷺ

ہمارے آقا امت سے جہنم کی آگ دور کرنے والے ﷺ ہمارے آقا یکتائے عالم ﷺ

سَيِّدُنَا مَاحٍ[6] ﷺ سَيِّدُنَا حَاشِرٌ[7] ﷺ

ہمارے آقا کفر کو مٹانے والے ﷺ، ہمارے آقا قیامت کے دن سب سے پہلے ﷺ

سَيِّدُنَا عَاقِبٌ[8] ﷺ سَيِّدُنَا طٰهٰ[9] ﷺ سَيِّدُنَا يٰسٓ[10] ﷺ

ہمارے آقا تمام انبیاء سے زمانے میں آخر ﷺ، ہمارے سردار طاہر ﷺ ہمارے سردار سب کے آقا ﷺ

سَيِّدُنَا طَاهِرٌ[11] ﷺ سَيِّدُنَا مُطَهَّرٌ[12] ﷺ سَيِّدُنَا طَيِّبٌ[13] ﷺ

ہمارے آقا پاک ﷺ ہمارے آقا پاک پیدا کیے ہوئے ﷺ ہمارے آقا پاکیزہ ﷺ

سَيِّدُنَا سَيِّدٌ[14] ﷺ سَيِّدُنَا رَسُوْلٌ[15] ﷺ سَيِّدُنَا نَبِيٌّ[16] ﷺ

ہمارے آقا کل جہان کے سردار ﷺ ہمارے آقا رسول ﷺ ہمارے آقا نبی ﷺ

سَيِّدُنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ[17] ﷺ سَيِّدُنَا قَيِّمٌ[18] ﷺ

ہمارے آقا رحمت کے رسول ﷺ ہمارے آقا سب کے کام بنانے والے ﷺ

اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] "اَسْمَاءُ سَيِّدِنَا" حضور انور ﷺ کے اسماء شریفہ کا ذکر آپ کے فضائل و مناقب کا تمہ ہے۔ اسماء مبارکہ آپ ذات

اَسْمَاءُ[١] سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا و مولا اور نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسماء طیبہ

مِائَتَانِ وَوَاحِدٌ وَّهِيَ[٢] هٰذِهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى

دو سو ایک ہیں اور وہ یہ ہیں۔ اے اللہ! درود سلام اور برکت نازل فرما اس ذات کریم پر

مَنِ اسْمُهٗ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ ﷺ سَيِّدُنَا اَحْمَدُ ﷺ

جن کا نام پاک ہمارے آقا محمد (جن کی بیحد تعریف کی گئی) ﷺ ہمارے آقا احمد (اللہ تعالیٰ کی زیادہ تعریف کرنے والے) ﷺ

سَيِّدُنَا حَامِدٌ[٣] ﷺ سَيِّدُنَا مَحْمُوْدٌ[٤] ﷺ

ہمارے آقا اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے ﷺ ہمارے آقا جن کی تعریف کی گئی ﷺ

سَيِّدُنَا اَحِيْدٌ ﷺ سَيِّدُنَا وَحِيْدٌ[٥] ﷺ

ہمارے آقا امت سے جہنم کی آگ دور کرنے والے ﷺ ہمارے آقا یکتائے عالم ﷺ

سَيِّدُنَا مَاحٍ[٦] ﷺ سَيِّدُنَا حَاشِرٌ[٧] ﷺ

ہمارے آقا کفر کو مٹانے والے ﷺ، ہمارے آقا قیامت کے دن سب سے پہلے ﷺ

سَيِّدُنَا عَاقِبٌ[٨] ﷺ سَيِّدُنَا طٰهٰ[٩] ﷺ سَيِّدُنَا يٰسٓ[١٠] ﷺ

ہمارے آقا تمام انبیاء سے زمانے میں آخر ﷺ، ہمارے سردار طاہر ﷺ ہمارے سردار سب کے آقا ﷺ

سَيِّدُنَا طَاهِرٌ[١١] ﷺ سَيِّدُنَا مُطَهَّرٌ[١٢] ﷺ سَيِّدُنَا طَيِّبٌ[١٣] ﷺ

ہمارے آقا پاک ﷺ ہمارے آقا پاک پیدا کئے ہوئے ﷺ ہمارے آقا پاکیزہ ﷺ

سَيِّدُنَا سَيِّدٌ[١٤] ﷺ سَيِّدُنَا رَسُوْلٌ[١٥] ﷺ سَيِّدُنَا نَبِيٌّ[١٦] ﷺ

ہمارے آقا کل جہان کے سردار ﷺ ہمارے آقا رسول ﷺ ہمارے آقا نبی ﷺ

سَيِّدُنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ[١٧] ﷺ سَيِّدُنَا قَيِّمٌ[١٨] ﷺ

ہمارے آقا رحمت کے رسول ﷺ ہمارے آقا سب کے کام بنانے والے ﷺ

اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[١] "اَسْمَاءُ سَيِّدِنَا" حضور انور ﷺ کے اسماء شریفہ کا ذکر آپ کے فضائل و مناقب کا تتمہ ہے۔ اسماء مبارکہ آپ ذات

اقدس کی تعیین، ماسوا سے امتیاز اور معرفت تامہ کا فائدہ دیتے ہیں۔ آپ کے اسماء طیبہ' صفات طاہرہ اور بارگاہ خداوندی میں آپ کے عظیم مرتبے کے ذکر سے آپ کا شکریہ ادا کیا گیا ہے۔ شفا شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو خصوصیات عطا فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے اسماء مقدسہ میں آپ کی تعریف رکھی ہے اور آپ کے ذکر کے دوران اجزائے عظیم بیان فرمائی ہے' حضور ﷺ کی معرفت خود مقصود ہے' جب یہ معلوم ہو گا کہ آپ کے بہت سے اسماء ہیں تو اس سے آپ کی عظمت کا پتا چلے گا' آپ کی تعظیم حاصل ہو گی اور آپ کی محبت میں اضافہ ہو گا اور جب یہ اسماء تفصیلا معلوم ہوں گے تو محبت و تعظیم میں مزید اضافہ ہو گا اور یہ باعث ہو گا درود و سلام کی کثرت کا۔

ان اسماء مبارکہ میں سے بہت سے وہ ہیں جو دلائل الخیرات میں درود پاک کا طریقہ بیان کرتے ہوئے مختلف مقامات پر مذکور ہیں۔ ابتداء اس جگہ اس لئے بیان کر دیئے گئے ہیں کہ درود پاک کے طریقے کو پڑھنے والا پہلے ان اوصاف کو جان لے جو نبی اکرم ﷺ کے لئے ذکر کئے جائیں گے اور اسے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ آپ کے اسماء طیبہ ہیں۔ شیخ ابن فاکہانی نے اپنی کتاب "الفجر المنیر" میں اور شیخ ابو الخیر سخاوی نے "القول البدیع" میں نبی اکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ کے بیان کے لئے ایک باب قائم کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اور دیگر کتب سماویہ میں' اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانوں پر' احادیث مبارکہ میں اور امت مسلمہ کے مشہور و مقبول استعمالات میں اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بہت سے نام رکھے ہیں اور اسماء کی کثرت مسمی کی شرافت پر دلالت کرتی ہے' خصوصاً جبکہ وہ اسماء ایسے اوصاف ہوں جو اپنے معانی کے اعتبار سے مدح پر دلالت کرتے ہوں۔

اسم گرامی "محمد"

حضور انور ﷺ کا مشہور ترین اسم گرامی "محمد" ہے' یہ نام آپ کے جد امجد حضرت عبد المطلب نے رکھا' جب انہوں نے آپ کا یہ نام رکھا تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ نام کیوں رکھا ہے' حالانکہ آپ کے آباء و اجداد میں کسی کا یہ نام نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ زمین و آسمان والے آپ کی تعریف کریں گے' ابو طالب کا بیان ہے کہ حضرت عبد المطلب نے یہ نام ایک خواب کی بنا پر رکھا' انہوں نے دیکھا کہ چاندی کی ایک زنجیر ان کی پشت سے نکلی جس کا ایک کنارہ آسمان میں اور دوسرا زمین میں' ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں ہے اور لوگ اس سے چمٹ رہے ہیں' انہوں نے اس کی تعبیر دریافت کی تو بتایا گیا کہ ان کی پشت سے ایک بچہ پیدا ہو گا جس سے مشرق و مغرب کے لوگ متعلق ہوں گے اور زمین و آسمان والے اس کی تعریف کریں گے۔

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی کسی کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا' کہ تمہارے شکم مبارک میں اس امت کے سردار ہیں' جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھنا' ایک اور خواب میں انہیں حکم دیا گیا کہ ان کا نام احمد رکھیں' اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام بلکہ تمام مخلوق کے پیدا کرنے سے بیس لاکھ سال پہلے آپ کا نام محمد رکھا' آپ سے پہلے یہ

نام کسی کا نہیں رکھا گیا۔ البتہ! جب آپ کا زمانہ قریب ہوا اور اہل کتاب نے آپ کے زمانہ کے قرب کی خبر دی تو نبوت کی امید میں کچھ لوگوں نے اپنی اولاد کا یہ نام رکھا جن کی تعداد پندرہ ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کسے رسالت عطا فرمائے۔ امام مسلم' امام احمد اور نوادر الاصول میں حکیم ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ سے پہلے کسی کا نام احمد نہیں رکھا گیا۔

ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ کے اسماء شریفہ کی گنتی کی کوشش کی ہے' بعض نے زیادہ بیان کئے' بعض نے کم۔ ہر ایک نے اپنی طاقت اور اطلاع کے مطابق بیان کئے اور کوشش کی کہ صرف وہی بیان کئے جائیں جنہیں انہوں نے اسماء سمجھا ہے' اوصاف بیان نہیں کئے' دوسرے گروہ نے تمام وہ الفاظ گنوا دیئے جو آپ کے لئے استعمال کئے گئے۔ اگرچہ وہ وصف ہی ہوں۔ بعض صوفیائے کرام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے بھی ایک ہزار نام ہیں۔ یہ قول ابن عربی نے عارضۃ الاحوذی میں نقل کیا۔ ابن فارس سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اسماء شریفہ دو ہزار اور بیس (۲۰۲۰) ہیں۔ حضرت مصنف (صاحب دلائل الخیرات) رحمۃ اللہ علیہ نے وہی بیان کئے ہیں جو شیخ ابو عمران الزناتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمع کئے ہیں۔ ترتیب بھی وہی ہے اور الفاظ بھی وہی ہیں۔ شیخ ابو عمران رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں نے اپنی سابقہ عمر میں آرزوؤں اور دعاؤں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے اسماء طیبہ جمع کرنے میں پوری کوشش' محنت اور غور فکر کو صرف کیا۔ میں نے متقدمین کی کتابوں اور متقدم علماء کی روایت کردہ حدیثوں کا مطالعہ کیا تو میرے پاس جدوجہد اور نشیب و فراز طے کرنے کے بعد دو سو ایک اسماء شریفہ جمع ہوئے۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب علم و فضل اور وسیع معلومات رکھنے والا اس سے زائد تعداد کو پالے جس سے اس کا مقام نہ پانے والے کی نسبت بلند ہو جائے اور اس سعی کی بنا پر تعریفوں اور درود پاک پڑھنے والوں کی دعاؤں کا مستحق ہو جائے۔

لفظ حمد سے ماخوذ اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

پھر حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابو عمران کی ترتیب اور ان کے الفاظ کے مطابق اسماء شریفہ ذکر کئے اور فرمایا "وَھِیَ ھٰذِہٖ" اور وہ یہ ہیں' جن کا ذکر اس کے بعد آ رہا ہے۔ پھر ابتدا میں نبی اکرم ﷺ کے وہ اسماء گرامی ذکر کئے جو حمد سے ماخوذ ہیں۔ یہ آپ کے ذاتی اسماء ہیں۔ باقی اوصاف انہی کی طرف راجع ہیں' یہ معنی کے لحاظ سے ایک اور اشتقاق کے اعتبار سے دو صیغے ہیں۔ (۱) احمد ہے جو افعل کے وزن پر ہے اور حامد ہونے میں مبالغہ پر دلالت کرتا ہے' اس کا مفاد یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے میں اس حد پر فائز ہیں کہ اس کے بعد (کسی انسان کے لئے) کوئی حد نہیں۔ (۲) اسم گرامی محمد ہے' یہ ایسا صیغہ ہے جو محمود ہونے میں مبالغہ اور اس حد تک کثرت پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی گنتی نہیں ہو سکتی۔

ان دو ناموں میں اسم محمد بہت ہی مشہور ہے۔ اسی کا کلمہ توحید میں ذکر ہے' کیونکہ آپ کے مقام محبوبیت کے یہی زیادہ مناسب ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا: کہ یہ اسم مبارک تمام جہانوں میں سب سے زیادہ مشہور' سننے والوں کے لئے سب سے زیادہ پر لطف اور حضور سید المرسلین ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کے شوق کا سب سے بڑا سبب ہے۔

اسم محمد کا معنی

حضرت مصنف نے اسی کا پہلے ذکر کیا ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کا اسم ذاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" یہ دراصل باب تفعیل کا اسم مفعول اور صیغہ صفت ہے' پھر اسے نقل کر کے نام بنا دیا گیا' یہ مبالغہ کا صیغہ ہے' محمد کا معنی ہے "اَلَّذِیْ یُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ" وہ ذات جس کی بار بار تعریف کی جائے۔ یہ نام آپ کی ذات کریمہ کے مطابق ہے' کیونکہ تمام جہانوں کی زبانوں پر' ہر طرح آپ کی حقیقت۔ اوصاف' صورت و سیرت' اعمال' احوال' علوم اور احکام کی تعریف کی گئی ہے۔ تمام جہان آپ کے آگے پست اور آپ ہی کی بدولت ظہور پذیر ہیں۔ لہٰذا! آپ زمین و آسمان اور دنیا و آخرت میں محمود ہیں' دنیا میں تو ہدایت عطا فرمانے اور علم و حکمت تقسیم کرنے کے لحاظ سے محمود ہیں اور آخرت میں شفاعت کے اعتبار سے' پس اسم کے تقاضے کے مطابق حمد کا معنی مکرر پایا گیا۔

حضور حامد ہیں

اس کے باوجود آپ ہی حامد ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حمد جس نے بھی کی ہے آپ ہی کی تعلیم سے کی ہے۔ اس لئے کہ خالق و مخلوق کے درمیان آپ ہی واسطہ عظمیٰ ہیں' لہٰذا آپ ہی حامد ہیں' باندازِ دگریوں بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ علی الاطلاق اور بالتخصیص آپ ہی اللہ تعالیٰ کے حامد ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف بندوں کی زبان پر جاری کر دی۔ لہٰذا آپ حامد بھی ہیں اور محمود بھی' لیکن امر کے نازل ہونے اور فاعلیت کی ابتدا کے لحاظ سے آپ کو احمد کے نام سے مختص کیا گیا' حکم کے پہنچنے اور مفعولیت کی انتہاء کے اعتبار سے آپ کو اسم محمود سے خاص کیا گیا' اسی لئے آپ کا اسم شریف آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ لہٰذا! حضور ﷺ حمد کرنے والوں میں بھی سب سے بہتر ہیں اور جن کی حمد کی گئی ان سب سے بھی افضل ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مخلوق میں سے اگر کسی نے تعریف کی ہے۔ یا کسی کی تعریف کی گئی ہے وہ آپ ہی کی ذات ہے اور کیوں نہ ہو قیامت کے دن لواء الحمد آپ ہی کے دست اقدس میں ہو گا' آپ ہی صاحب مقام محمود ہیں' جہاں اولین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے (اس گفتگو کا اکثر حصہ شیخ ابو عبد اللہ مکی کی شرح حابیہ سے ماخوذ ہے)۔

حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ پہلے احمد اور پھر محمد ہوئے' کیونکہ آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی' پھر لوگوں نے آپ کی تعریف کی' وجود میں بھی یہی صورت تھی' کیونکہ آپ کا نام احمد پہلی کتابوں میں اور محمد قرآن پاک میں رکھا گیا۔

اسم احمد کا معنی

نیز اسم احمد اس صفت (اسم تفضیل) سے منقول ہے جو فضیلت اور زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ احمد کا معنی ہوا اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ مقام محمود میں آپ کو ایسی تعریفیں القاء کی جائیں گی جو کسی کو نہیں

دی گئیں' آپ ان تعریفوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے' اسی طرح آپ کو لواء الحمد عطا کیا جائے گا' شفاء شریف میں ہے آپ کے اسم احمد میں تعریف کرنے کے لحاظ سے مبالغہ ہے اور اسم محمد میں تعریف کئے جانے کی کثرت ہے اور حضور ﷺ تعریف کرنے والوں میں سب سے زیادہ بزرگ اور جن کی تعریف کی گئی ان سب سے افضل ہیں' حمد میں آپ سب سے زیادہ ہیں' لہٰذا آپ تمام حامدین اور محمودین کے سردار ہیں' قیامت کے دن آپ کے پاس ہی لواء الحمد ہو گا' تاکہ آپ کے کمال حمد کی تکمیل ہو جائے اور ان میدانوں میں صفت حمد کے ساتھ آپ کی شہرت ہو جائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا' جہاں آپ تمام لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے اور اولین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے' اس مقام میں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مشیت کے مطابق ایسی تعریفیں عطا فرمائے گا جو کسی کو نہیں دی گئیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ مجھے اپنی وہ تعریفیں القاء فرمائے گا جو چاہے گا' انبیاء سابقین کی کتابوں میں آپ کی امت کا نام حمادین (بہت حمد کرنے والے) رکھا گیا ہے' اس لئے بھی آپ کا حق ہے کہ آپ کا نام محمد و احمد رکھا جائے۔ ﷺ (شفاء شریف کی عبارت تمام ہوئی)۔

اسم محمد میں لطیف اشارات

شیخ ابو عبد اللہ مکی فرماتے ہیں' اس اسم کریم یعنی محمد ﷺ میں اس کے حروف اور صورت کے اعتبار سے لطیف اشارے ہیں۔ حروف کے لحاظ سے تو یوں کہ یہ اسم گرامی ملکوت اعلیٰ کے میم۔ حیات اور حفظ جس کی بدولت قلم نے لکھا' کی حاء۔ ملک ظاہر و باطن کی میم اور انقطاع و انفصال کے وہم کو ختم کرنے والے دوام و اتصال کی دال پر مشتمل ہے' صورت کے اعتبار سے اس طرح کہ یہ اسم شریف صورت انسانی پر واقع ہوا ہے۔ پہلا میم سر۔ حاء دو بازو۔ دوسرا میم پیٹ اور دال دونوں ٹانگوں کی جگہ ہے' صوفیاء کی اصطلاح میں انسان ایک صغیر ہے اور ایک کبیر (یہ نام انسان صغیر کا نقشہ ہے)۔

اللہ تعالیٰ حمید اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمود ہیں

"سَیِّدُنَا حَامِدٌ سَیِّدُنَا مَحْمُوْدٌ" ﷺ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ایک حَمِیْدٌ ہے' اس کا معنیٰ محمود ہے' کیونکہ اس نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے اور بندوں نے اس کی تعریف کی ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کا نام محمد و احمد رکھا' محمد کا معنیٰ محمود ہے۔ کیونکہ دونوں اسم مفعول کے صیغے ہیں' اسم محمد مبالغہ کے ساتھ محمود ہونے پر دلالت کرتا ہے اور احمد کا معنیٰ ہے سب سے بڑے تعریف کرنے والے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور میں آپ کا نام محمود واقع ہوا ہے اور تورات سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ عزفی اور رصاع نے ذکر کیا کہ آسمانوں میں آپ کا اسم شریف محمود ہے۔

تورات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک

۴۔ "اُحِیْدُ" ﷺ "تورات میں آپ کا یہ اسم مبارک ذکر کیا گیا ہے۔ مشہور اور محفوظ یہ ہے کہ ہمزہ مفتوح، حاء ساکن، یاء مفتوح اور اس کے بعد دال ہے (اَحْیَدُ) یہ غیر عربی اسم ہے۔ شفاء شریف کے بعض معتمد نسخوں میں اس کا اس طرح ضبط ہے، ہمزہ مضموم، حاء مکسور، اور یاء ساکن (اُحِیْدُ) دلائل الخیرات کے بعض نسخوں میں بھی اسی طرح ضبط پایا گیا ہے، بعض حضرات نے فرمایا: ہمزہ مضموم، حاء مفتوح اور یاء ساکن ہے (اُحَیْدُ) ابن عدی کامل میں اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا نام قرآن پاک میں محمد، انجیل میں احمد اور تورات میں احید ہے، میرا نام احید اس لئے رکھا گیا کہ میں جہنم کی آگ کو اپنی امت سے دور کروں گا۔

وحید کا معنی

۵۔ "وحید" ﷺ "اس کا معنی منفرد ہے، نبی اکرم ﷺ اپنے مقام، حال، علوم، اسرار، انوار، اخلاق، سیرت، شمائل و فضائل، حسن و احسان، معراج اور اس مقام تک پہنچنے میں جہاں تک کوئی دوسرا نہیں پہنچا۔ شریعت، عقل، مرتبہ اور تمام مخلوق کے ساتھ تعلق میں آپ کا کوئی بھی ثانی نہیں ہے۔ آپ اول مخلوق ہیں، اس لحاظ سے بھی آپ یکتا ہیں، مخلوق کی پیدائش سے پہلے آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے ذریعے کفر مٹانے والا ہے

۶۔ "ماحی" ﷺ "حدیث میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ہی کے ذریعے کفر کو مٹانے والا ہے، کفر کو مٹانے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) حقیقتہً ختم کر دینا مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، بلاد عرب اور زمین کے تمام وہ خطے جو آپ کو دکھائے گئے اور آپ سے وعدہ کیا گیا کہ ان جگہوں تک آپ کی امت کی حکومت پہنچے گی۔ (۲) کفر کا حکماً مٹانا مقصود ہے یعنی دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ عطا کیا جائے گا، جیسے ارشاد ربانی ہے "لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ" (تاکہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب فرما دے)

اس نام پاک کی تفسیر حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہے کہ آپ ہی کی بدولت آپ پر ایمان لانے والوں کی برائیاں محو کر دی جائیں گی، چنانچہ کفر اور حالت کفر میں کئے جانے والے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں، یہ مطلب اس آیت کے مطابق ہے: "قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ" (اے حبیب! کافروں سے فرما دو، اگر وہ کفر سے باز آ جائیں تو ان کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے)۔

پہلا معنی مراد لیا جائے تو یہ اسم پاک نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کی بدولت کفر کو مٹایا کسی کے ذریعے نہیں مٹایا، کیونکہ آپ کی بعثت کے وقت زمین کے تمام باشندے کافر تھے (اکا دکا افراد کی بات

اور ہے) تمام انسان بت پرست' یہودی' عیسائی' ستارہ پرست' مجوسی (آتش پرست) دہریہ' جو نہ اللہ تعالیٰ کو جانتے تھے نہ آخرت کو۔ یا فلاسفہ تھے' جو نہ تو انبیاء کی شریعتوں کو جانتے تھے نہ مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی بدولت سب کو ملیامیٹ کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کا دین تمام دینوں پر غالب ہوا اور اس جگہ تک پہنچا جہاں تک دن رات کی رسائی ہے' آپ کی دعوت اطراف عالم میں سورج کی رفتار سے پہنچی' سمندر میل کچیل دور کرتے ہیں' سمندروں میں آپ کا اسم پاک ماحی ہے۔

سیدی شیخ عبد الجلیل قصری رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں فرمایا: یہ اسم بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ یہ اسم گرامی انتہائی تعریف پر مشتمل اور آپ کی عظیم فضیلت اور بارگاہ خداوندی میں مکرم ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے اور یہ اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کفر کو دنیاوی وجود سے مٹانے کے لئے بھیجے گئے۔ بعض حضرات تو کفر کو مٹا نہ سکے اور کسی نبی علیہ السلام نے بھی اس حد تک نہ مٹایا کہ دین حق کو تمام ادیان پر غالب کر دیں' اور ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا: میں ماحی ہوں میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا "یمحو" کی دلالت دوام و استمرار پر ہے۔ کفر کو مٹانے کی ابتدا آپ کی بعثت کے وقت آپ کی ذات فاضلہ کے ظہور سے ہوئی' پھر آپ تمام عمر کفر کو مٹاتے رہے' پھر آپ کو مولائے کریم کی ملاقات کا شوق ہوا اور بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو گئے' لیکن آپ کی ذات کا نور امت میں باقی رہا' وہ نور کفر کو مٹاتا رہے گا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو غالب فرمائے گا اور آخری زمانے میں ابلیس کے دین کو بالکل مٹا دے گا' اگر حضور سید عالم ﷺ انبیاء سے پہلے دنیا میں مبعوث ہوتے تو تمام کفر آپ کے اسم ماحی کی بدولت ختم ہو جاتا اور آپ کی بعثت سے نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو جاتا۔ کیونکہ جب کفر ہی نہ ہوتا تو انبیاء کی بعثت کی حکمت کیا رہتی؟ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کو پہلے بھیجا اور آپ کو ان کے بعد بھیجا' تاکہ آپ کی فضیلت ظاہر ہو اور اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے تمام انبیاء پر فخر فرمائے' انہیں زبان حال و قال سے کہا جائے گا' اس ذات کریم کو دیکھو جن کا نام ماحی ہے' میں نے انہیں آخر میں ان کے زمانے میں تن تنہا تمام مخلوق کی طرف بھیجا اور تمہیں ان سے پہلے زمانوں میں ایک وقت میں جماعت جماعت کی صورت میں بعض لوگوں کی طرف بھیجا تو تم وہ کچھ نہ کر سکے جو انہوں نے کر دکھایا اور وہ تنہا کفر کے مٹانے میں آخری حدوں تک پہنچ گئے' اور تنہا اس مقام پر فائز ہوئے جہاں تمام نہیں پہنچے' بلکہ ظاہری وسائل کی کمی اور تنہائی کے باوجود سب سے سبقت لے گئے' یہ ایسی فضیلت ہے کہ کوئی دوسری فضیلت اسے نہیں پہنچ سکتی۔

شیخ عبد الجلیل قصری نے مزید فرمایا کہ آخری زمانہ میں تمام لوگ کفر کی طرف لوٹ جائیں گے' یہاں تک کہ زمین میں کوئی کلمہ گو باقی نہ رہے گا' اس کا سبب یہ ہو گا کہ حضور سید عالم ماحی ﷺ کا نور قبض کر لیا جائے گا اور قیامت قائم کرنے کے لئے عرش کے نیچے سے ایک ایسی ہوا بھیجی جائے گی جو تمام دنیا سے اولیاء کو قبض کر لے گی۔ نیز فرمایا: کہ جب آپ کے نور نے آخرت کی طرف توجہ کی تو ایک عظیم حکمت یعنی کفر کو سرے سے ختم کر دینے کے لئے دنیا سے توجہ پھیر لی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیامت قائم کرنے کے لئے قبض فرمایا۔ اس وقت کفر باقی نہیں رہے گا اور ہر ذی روح ایمان لے آئے گا۔ جب کہ اس

وت کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا' اس طرح کفر بالکل مٹ جائے گا اور اس کا نشان بھی نہ رہے گا۔

حاشر کا معنیٰ

"حَاشِرُ ﷺ" اس اسم اقدس کی تفسیر حدیث شریف میں اس طرح کی گئی ہے۔ "بِأَنَّهُ الَّذِي يَحْشُرُ النَّاسَ عَلٰى قَدَمِهٖ" اس حدیث کے کئی مطالب ہیں۔

(۱) جو لوگوں سے آگے ہوں گے اور لوگ ان سے پیچھے ہوں گے۔

(۲) دوسری امتیں آپ سے پہلے بھیجی جائیں گی قَدَمٌ تَقَدُّمٌ (آگے ہونا) کا ہم معنی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ" (ان کے لئے اپنے رب کی بارگاہ میں سچائی اور رضا کی سبقت ہے)۔

(۳) لوگ جن کے بعد اور نقش قدم پر بھیجے جائیں گے یعنی آپ کی نبوت کے بعد' کیونکہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ" لہذا! آپ آخری نبی ہیں' آپ کے بعد قیامت ہے۔

(۴) قیامت کے دن لوگ جن کے آگے اور آس پاس جمع ہوں گے۔

(۵) لوگ جن کی سنت پر بھیجے جائیں گے حدیث شریف میں ہے "میں وہ حاشر ہوں کہ لوگ جن کے پیچھے اور ان کی ملت پر بھیجے جائیں گے' نہ کہ کسی اور ملت پر"۔

(۶) جن کے سامنے لوگ جمع کئے جائیں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا" تاکہ تم (اے امت مسلمہ!) لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ۔

(۷) یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ قبر انور سے آپ سب سے پہلے اٹھائے جائیں گے' کیونکہ سب سے پہلے آپ ہی سے زمین کھلے گی' لوگ آپ کے بعد اٹھائے جائیں گے۔

بعض علماء نے کہا' کہ آپ نے اہل کتاب کو ان کے قلعوں اور شہروں سے نکال دیا' حاشر کا یہی مطلب ہے' اہل علم نے کہا کہ یہ عقلا اور نقلا ضعیف ہے۔

شیخ عبد الجلیل قصری شعب الایمان میں فرماتے ہیں کہ یہ اسم نبی اکرم ﷺ کے عظیم فضل اور اس کی ذاتی و فعلی کرم پر دلالت کرتا ہے جس کے برابر کوئی کرم نہیں ہے' حشر کا معنی ہے۔ مختلف مقامات سے میدان محشر میں، جمع ہونا' ایسا اجتماع کسی عظیم شخصیت کے پاس اور بہت ہی اہم کام کے لئے ہوتا ہے۔ حاشر کا معنی ہوا مخلوق کو اپنے پاس جمع کرنے والا' الحاشر میں الف لام اس عظیم دن اور وسیع میدان محشر میں آپ کی تعیین کے لئے ہے' جبکہ ہر شخص مشغول اور اپنی فکر میں مبتلا ہو گا' اس لئے کہ جرات نہیں ہو گی کہ لوگوں کو اپنے گرد جمع کرے۔ حضور ﷺ اپنے مقام' فضیلت اور ناز کی بنا پر لوگوں کو اپنے گرد جمع فرمائیں گے۔ کیونکہ لوگوں کو آپ کے سوا اور کوئی ہستی نہیں ملے گی جس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فریاد کریں' اس لئے تمام لوگ ہر جگہ سے آپ کی بارگاہ ناز میں حاضر ہوں گے' آپ کو مولائے کریم جل مجدہ العظیم جود و کرم کی خلعتیں عطا فرمائے گا اور اسرار

سے آگاہ فرمائے گا' لوگ ہر جگہ سے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے' آپ کے سایہ رحمت کے طلبگار ہوں گے اور آپ کی پناہ لیں گے' بادشاہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ رحمت ہوتا ہے[1]' آپ اس عظیم دن کے بادشاہ ہوں گے' اس دن تمام مخلوق آپ کی طرف کھینچی آئے گی' حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ' آپ ہی کے دست اقدس میں لواء الحمد ہو گا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام لوگ[2] ہوں گے۔

قیامت کے دن لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہونگے

حدیث شریف میں ہے "یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ" اس کا معنی یہ ہے کہ مجتمع ہو کر ہجوم کرتے ہوئے میری بارگاہ اور میرے قدموں میں حاضر ہوں گے اور انہیں اژدہام میں بھی لطف آئے گا' اسی طرح آج دنیا میں لوگ آپ کے نقش قدم پر جمع کئے جائیں گے' برزخ میں اول سے آخر تک سب لوگ جمع ہوں گے' یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور آپ کی تمام امت آئے گی' پھر آپ کے پیچھے پیچھے تمام لوگوں کو میدان محشر کی طرف لے جایا جائے گا' سب پابند ہوں گے' یہاں تک کہ آپ آگے ہوں گے اور سب آپ کے پیچھے' میدان محشر کی طرف جائیں گے۔ یہ آپ کا کمال ذاتی ہے کہ بے انداز مخلوق آپ کے لئے رکی رہے گی' کوئی کمال اس فضیلت و شرافت کے برابر نہیں ہو سکتا' ان سب کو ایک ذات کریمہ کے لئے اللہ تعالیٰ ہی روکے رکھے گا' اسی طرح سب لوگ جنت میں جانے اور ثواب کی زیادتی میں آپ کے پیچھے ہوں گے' اس دن آپ ہی سب کو لے جائیں گے' آپ ہی کی پیروی کی جائے گی اور آپ ہی کی بارگاہ میں حاضری دی جائے گی' اس لئے ہر طرح اور ہر معنی کے اعتبار سے آپ ہی حاشر ہوں گے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں فنا کے مقامات میں' سب سے پہلے آپ ہی اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے۔ پھر آپ کے بعد دوسرے لوگ زیارت کریں گے۔

سب انبیاء کے بعد تشریف لانے والے نبی

۵ "عَاقِبْ صلی اللہ علیہ وسلم" اس کا معنی ہے انبیاء کے بعد تشریف لانے والے' لہذا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے' کیونکہ عاقب کہتے ہیں آخر کو اور کسی کے پیچھے آنے والے کو۔ اسی لئے بیٹے کو عقب کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ آخری زمانے میں آسمان سے اتریں گے' نبوت سے متصف ہوں گے' آپ کی نبوت قائم ہو گی' لیکن آپ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کریں گے اور اسی کے مطابق حکم کریں گے' آپ کا زمانہ نبوت ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

---

[1] امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

بادشا تو کیا کہ خلیل جلیل کو ... کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

[2] امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

جس کے زیر لواء آدم و من سوا ... اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

نبوت سے پہلے ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا: کہ آگ میں آپ کا نام عاقب- آپ کی شفاعت کی برکت سے جب یہ نام لے گا تو آگ ٹھنڈی اور پر سکون ہو جائے گی' جیسے کہ مروی ہے کہ کچھ حافظ قرآن آگ میں داخل ہوں گے' تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حبیب کریم ﷺ کا اسم شریف بھلا دے گا' پھر (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) حضرت جبریل امین علیہ السلام انہیں یاد دلائیں گے' جب وہ آپ کا نام پاک لیں گے تو آگ ٹھنڈی ہو جائے گی اور ان سے دور ہٹ جائے گی۔

حضور علیہ السلام کا معزز ترین نام

شیخ عبد الجلیل قصری اسم مبارک عاقبؐ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا معزز ترین اور عظیم ترین وصف ہے اور آپ کی عظیم فضیلت پر واضح دلالت کرتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مخلوق کو پیدا کیا اور ان کی طرف رسول بھیجے جو انہیں اچھی عاقبت اور دین و دنیا اور آخرت کے ان امور کی طرف بلاتے تھے جن کا انجام بھلائی ہو۔ بعض حضرات کی تبلیغ سے ایک آدمی بھی بھلائی کی طرف نہ آیا' بعض کی تبلیغ سے ایک' دو' تین یا چند افراد راہ راست پر آئے' جن حضرات کے متبعین کثرت سے ہوئے وہ بھی نبی عاقب ﷺ کی بعثت کے قرب سے ہوئے' جو ہر بھلائی لائے تو آپ کے اسم پاک کی برکت کا اثر میں ظہور ہوا۔

پھر نبی اکرم ﷺ اپنے اسم اقدس (عاقب) کی موافقت میں تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام امتوں کی طرف مبعوث ہوئے تو دعوت کو طاقت اور نبوت کو قوت ملی۔ پس حضور ﷺ آخر میں ہر بھلائی کے لانے والے ہیں' آپ کے اسم مبارک کے معنی کا فیضان ہوا' آپ نے ہر ایسا کام کیا جس کا انجام بہتر تھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی پشت پناہی کی اور فریضہ نبوت کو کماحقہ انجام دیا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں وہ عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے' اور فی الواقع آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوا' کیونکہ آپ تمام نیکیوں کی انتہا تک پہنچے' ان کا احاطہ کیا اور ان سب کی تکمیل کی' لہٰذا نہ تو آپ کے ساتھ کسی کی بعثت کی گنجائش رہی اور نہ آپ کے بعد' اسی لئے امور اخرویہ کی انتہا ظاہر ہوئی اور آپ نے ان کی تکمیل فرمائی۔

حضور علیہ السلام آخری حد تک ترقی فرماتے گئے

آپ ایک اور معنی کے اعتبار سے مقامات میں عاقب ہیں۔ انبیاء' اولیاء اور ملوک کے احوال و درجات ایک سے ایک بلند ہیں' آپ تمام مقامات میں آخری حد کی طلب میں ترقی فرماتے گئے' یہاں تک کہ سب مقامات کی انتہاؤں کا احاطہ کر لیا' لہٰذا آپ کا مقام تمام مقامات کے بعد ہے اور آپ کا درجہ تمام درجات سے بلند ہے' اس کے بعد صرف اللہ جل شانہ ہے۔

طٰہٰ کا معنی

۹ "طٰہٰ ﷺ" حضرت نقاش نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا: قرآن پاک میں میرے سات نام ہیں' ان میں

سے ایک طٰہٰ بیان فرمایا۔ بعض مفسرین نے فرمایا: کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک ہے۔ پہلی صورت میں (جب یہ نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی ہو) اس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں۔ (۱) یَا رَجُلُ اے عظیم مرد (۲) یَا اِنْسَانُ اے کامل ترین انسان (۳) یا طَاهِرُ یا هَادِی اے پاکیزہ! اے ہدایت دینے والے! آخری صورت میں یہ بطریق رمز خطاب ہے اور تخفیف کے طور پر طاہر سے طاء اور هادی سے هاء پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ جیسے کہ ایک عرب شاعر کہتا ہے قُلْتُ لَهَا قِفِيْ فَقَالَتْ قَافْ (میں نے اسے کہا ٹھہر جا' تو اس نے کہا' میں ٹھہر گئی) فَقَفْتُ کی بجائے قَافْ کہہ دیا۔ یہ قول حضرت واسطی اور حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ (۴) اس کا معنی ہے' اے امت کو شفاعت کی امید دلانے والے اور مخلوق کو دین کی ہدایت دینے والے' (۵) ابجد کے حساب سے ط کے نو اور ہ کے پانچ عدد ہیں' جن کا مجموع چودہ ہے۔ حضور انور ﷺ کو چودھویں کے چاند کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

یہ اقوال بہترین تاویلیں اور لطیف اشارات ہیں' انہیں تفسیر نہیں کہا جا سکتا۔ (۶) ایک قرات میں طٰہٰ ہاء کو ساکن پڑھا گیا ہے' اس بنا پر کہ نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ زمین پر دونوں قدم رکھیں۔ ابن مردویہ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ تہجد میں ایک قدم پر قیام فرماتے تھے تو آپ کو حکم دیا گیا کہ دونوں قدم زمین پر رکھیے' اصل میں یہ لفظ طَأ تھا' ہمزہ کو ہاء سے بدل دیا گیا۔ (۷) معتمد یہ ہے کہ طٰہٰ حروف تہجی کے اسماء ہیں۔ (۸) طٰہٰ کا معنی ہے اطمینان رکھیے۔

یٰسین کا معنی

۵۸ "یٰسٓ ﷺ" اس میں کئی قول ہیں (۱) ابن عدی کامل میں حضرت علی' حضرت جابر' حضرت اسامہ ابن زید' حضرت ابن عباس اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے' ابو نعیم دلائل النبوۃ میں اور ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے دس نام ہیں' ان میں سے یٰسٓ کا ذکر فرمایا۔ اس حدیث کی سند میں گفتگو ہے۔ (۲) اے کامل ترین انسان (۳) یا محمد ﷺ (۴) اے عظیم مرد (۵) اے تمام انسانوں کے سردار۔ اس میں آپ کی بہت بڑی تعظیم و تکریم ہے۔ (۶) یہ قرآن پاک کا نام ہے۔ (۷) اللہ تعالیٰ کا نام پاک ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے نام مبارک کی قسم یاد فرمائی ہے۔

طاہر کا معنی

۵۹ "طاہر ﷺ" آپ کی ذات گرامی حسی اور معنوی طور پر پاک ہے اور ہر اس چیز سے منزہ ہے جو آپ کے مقام کے لائق نہیں۔ طہارت کا معنی پاک صاف۔ منزہ اور عیب سے خالی ہونا ہے۔ حسی طہارت تو یہ ہے کہ آپ کی ہر چیز پاک ہے۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ وہ نطفہ بھی پاک ہے جس سے آپ کی ولادت ہوئی۔ اور منی کے پاک ہونے میں جو اختلاف ہے' وہ اس

کے ماسوا میں ہے' یہ بھی تصریح کی ہے کہ موت کے بعد انسانی جسم کے پاک ہونے میں جو اختلاف ہے اس سے آپ ... مستثنیٰ ہے' یہ بھی تصریح کی ہے کہ آپ کے فضلات شریفہ پاک ہیں اور یہ بات اس سے ماخوذ ہے کہ حضرت ... اور حضرت عبد اللہ بن زبیر نے آپ کا خون مبارک پیا اور حضرت ام ایمن اور حضرت ام یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کا پیشاب مبارک پیا تو آپ نے اس کی تائید فرمائی اور باز پرس نہیں فرمائی۔

معنوی طہارت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر مذموم عادت سے پاک صاف رکھا اور ہر اچھی عادت سے مشرف فرمایا اس پر تعریف فرمائی۔ اور آپ کو عقائد' اقوال' افعال اور تمام احوال میں ناپسندیدہ چیزوں سے محفوظ و مامون رکھا۔ ... ایسی کوئی چیز پائی گئی جو آپ کے مقام رفیع کے لائق نہ تھی تو اس کی بخشش کا اعلان فرما دیا "لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' بخدا! کوئی جان اپنے طور پر نہیں جانتی کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا ہے۔ سوائے اس ذات کریم کے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیان فرما دیا کہ ان کے اگلے پچھلے ذنوب کی مغفرت کر دی گئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کی بخشش کا سبب ہیں

بعض حضرات نے فرمایا: مراد یہ ہے کہ آپ کی امت کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب اس لئے کیا گیا کہ آپ بخشش کا سبب ہیں۔ جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے تو آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

ل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے عام مترجمین کے برعکس یہی ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو محاسن کنز الایمان از ملک شیر محمد خاں مطبوعہ مرکزی مجلس رضا' لاہور۔

آپ فی نفسہ پاک ہیں

۱۲ "مُطَهَّرٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" معتمد نسخوں میں ہاء مفتوح ہے اور یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے (وہ ذات جسے پاک رکھا گیا) طاہر اور مطہر میں فرق یہ ہے کہ طاہر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فی نفسہ طہارت و پاکیزگی پیش نظر ہے' فاعل کی طرف التفات نہیں ہے اور مطہر میں فاعل اور پاک رکھنے والے کی طرف بھی التفات ہے' جس نے از راہ اظہار عنایت و کرم آپ کو خصوصی طہارت عطا فرمائی۔ کوئی عقل والا اس میں شک نہیں کر سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور اس میں ارشاد ربانی "وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا" کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نسخوں میں ہاء مکسور اور اسم فاعل کا صیغہ (مُطَهِّرٌ) ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ آپ دوسروں کو کفر' جہالتوں' گناہوں' گمراہیوں' ان پر اصرار کرنے اور ان پر ہونے والی گرفت سے بچانے والے ہیں' واللہ تعالیٰ اعلم

آپ سے زیادہ خوشبو والا کوئی نہیں

"طَیِّبٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" اس میں شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ اطیب الطیبین ہیں اور کوئی آپ سے زیادہ خوشبو والا نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کا پسینہ مبارک ہر خوشبو سے زیادہ خوشبودار تھا اور جسے مل جاتا وہ اپنی خوشبو میں ڈال لیتا اور جو اسے لگا لیتا اس کی خوشبو خوب مہکتی' اہل مدینہ اسے سونگھتے' انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ آپ ہی کے جسد اقدس کی خوشبو ہے اور انہیں آپ کی خوشبو میں کوئی شک نہ ہوتا' آپ جس راہ سے گزرتے بعد میں آنے والوں کو آپ کے پسینہ مبارک کی خوشبو سے معلوم ہو جاتا کہ آپ اس راہ سے تشریف لے گئے ہیں۔

مہر نبوت سے کستوری کی خوشبو

اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: کہ یہ خوشبو کسی مصنوعی خوشبو کے استعمال کے سبب نہ تھی۔ حضرت حربی اور ابن عساکر اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا' تو میں نے مہر نبوت کو اپنے منہ سے پکڑ لیا' اس میں سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔ آپ کا دست اقدس کستوری اور عنبر سے زیادہ خوشبودار تھا' آپ خوشبو استعمال فرماتے یا نہ' اس طرح خوشبو محسوس ہوتی گویا کسی عطار کا ہاتھ ہے' جو شخص آپ سے مصافحہ کرتا اسے تمام دن خوشبو محسوس ہوتی رہتی' آپ جس بچے کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے' خوشبو کے سبب دوسرے بچوں سے الگ پہچانا جاتا' جب آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو زمین پھٹ جاتی ہے اور فضلہ مبارکہ کو نگل لیتی اور اس جگہ سے کستوری کی خوشبو آتی اور کسی شخص کو آپ کے فضلہ مبارکہ کی اطلاع نہ ہوتی۔

حضرت ام ایمن نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول مبارک پی لیا

حضرت ام ایمن وغیرہا رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے نادانستگی میں آپ کا پیشاب مبارک پی لیا تو انہیں پیشاب کی بو محسوس نہ ہوئی' ورنہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ پیشاب ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کا خون پی لیا تو ان کے منہ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی اور یہ خوشبو ان کی شہادت تک باقی رہی۔ ان کے علاوہ متعدد صحابہ نے آپ کا خون مبارک نوش کیا' نبی اکرم ﷺ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ اہل علم نے اس تائید سے استدلال کیا آپ کے فضلات شریفہ پاک ہیں اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اس سے پہلے گزر چکا کہ منی کے پاک ہونے میں اختلاف ہے' لیکن علماء نے اس اختلاف سے اس نطفہ کو مستثنیٰ قرار دیا جس سے آپ کی ولادت ہوئی اور کہا کہ اس کے پاک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو آپ سے کوئی ناپسندیدہ چیز ظاہر نہیں ہوئی' جو کہ عام اموات سے ظاہر ہوتی ہے' بلکہ آپ ظاہری حیات اور وصال کے بعد دونوں حالتوں میں طیب و طاہر ہیں' آپ کا کوئی کپڑا میلا نہیں ہوتا تھا' کیونکہ آپ کے جسم

اقدس سے خوشبو ہی نکلتی تھی، فقہاء نے فرمایا: کہ جو شخص عیب لگانے کے ارادے سے کہے کہ حضور ﷺ کا کپڑا میلا ہے، اسے حد کی بنا پر نہیں بلکہ کفر کی بنا پر قتل کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو عالم وجود میں ایسی خوشبو عطا فرمائی کہ تمام کائنات اس سے معطر اور ممتاز ہو گئی، دلوں نے آپ سے غذا حاصل کی تو وہ پاکیزہ ہو گئے، روحوں نے آپ کی خوشبو سونگھ کر نشوونما پائی، جب آپ کے دل انور سے خون کا سیاہ لوتھڑا نکالا گیا تو آپ دل کی ہر خرابی سے محفوظ ہو گئے، لہٰذا شیطان کا آپ کے دل اقدس سے کوئی تعلق نہیں، آپ گفتگو کے نقائص سے بھی پاک ہیں، لہٰذا آپ صادق و مصدق ہیں، آپ فعل و عمل کی ہر برائی سے پاک ہیں، آپ سراپا طاعت ہیں، تو آپ سے بڑھ کر کونسی خوشبو ہو سکتی ہے۔

سید کا معنی

۳۷ "سَیِّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" بہت سی احادیث صحیح میں آپ پر سید کا اطلاق آیا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں "اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" قیامت کے دن میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ حدیث شفاعت میں ہے لوگ کہیں گے "انْطَلِقُوْا اِلٰی سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ" اولاد آدم کے سردار ﷺ کی خدمت میں چلو۔ صحیحین (صحیح بخاری و مسلم) میں ہے "اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" قیامت کے دن میں تمام انسانوں کا سردار ہوں۔

سید کسے کہتے ہیں؟ اور ائمہ کے ارشادات

"سَیِّد" وہ شخصیت ہے جو خصال کاملہ اور مکمل شرافت کی بنا پر تمام قوم سے آگے اور ان کی راہبر ہو، بعض نے کہا سید وہ کامل ہے جس کی طرف سب محتاج ہوں، یا وہ عظیم کہ دوسرے اس کے محتاج ہوں، بعض نے کہا کہ جو اپنی قوم کا رئیس اور سب سے بڑا ہو، بعض نے کہا کہ سید وہ مالک ہے جس کی فرمانبرداری واجب ہو۔ اسی لئے غلام کو سید کہا جاتا ہے، کپڑے کا سید نہیں کہا جاتا (کیونکہ کپڑے پر اطاعت واجب نہیں) بعض نے کہا، اس کا معنی حلیم ہے، بعض نے اس کا معنی سخی بیان کیا ہے، یہ لفظ شوہر کے لئے بھی بولا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَی الْبَابِ (حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا نے دروازے کے پاس زلیخا کے شوہر کو پایا) سید کا یہ معنی اہل لغت نے بیان کیا ہے۔

لفظ سید کی تعریف میں ائمہ کے نظریات

مفسرین میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: سید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مکرم ہو، حضرت قتادہ نے فرمایا: سید عبادت گزار، پرہیزگار اور حلیم کو کہتے ہیں۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں، سید وہ ہے جس پر اس کا غضب غالب نہ آئے، نبی اکرم ﷺ کی سیادت اس قدر واضح اور روشن ہے کہ اس پر دلیل قائم کرنے کی حاجت ہی نہیں ہے، آپ دنیا و آخرت میں کسی قید اور تخصیص کے بغیر تمام جہاں کے سردار ہیں۔ حدیث شریف میں جو فرمایا: کہ میں قیامت کے دن تمام

انسانوں کا سردار ہوں گا' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ سیادت اور شفاعت میں منفرد ہوں گے' اس دن تمام لوگ آپ کی پناہ لیں گے۔ انہیں آپ کے سوا کوئی ملجا و ماوی نہیں ملے گا' اول سے آخر تک تمام مخلوقات جن وانسان جمع ہوں گے۔ انبیاء و مرسلین بھی انہی میں ہوں گے' چونکہ دار آخرت دوام و بقا کی جگہ ہے' اس لئے وہی معتبر ہو گا' حضور ﷺ کے ظہور سے پہلے ہی آپ کی سیادت 'نسب' طبیعت' اخلاق و آداب وغیرہ فضائل میں معلوم تھی۔ سیرت پاک اور بچپن سے بڑی عمر تک آپ کے احوال مبارکہ کا مطالعہ کرنے والے پر یہ سب منکشف ہے۔

حدیث پاک "اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ" سے مراد نوع انسانی ہے (جو حضرت آدم علیہ السلام کو بھی شامل ہے) اسی طرح ہر وہ جماعت جس کا نام باپ کی نسبت سے رکھا گیا ہو' اس نام کا اطلاق باپ اور اس کی اولاد پر جائز ہے' اسی طرح ابن کا استعمال سب کے لئے جائز ہے۔ مثلاً تمیم ایک قبیلے کے جد اعلیٰ کا نام ہے' اس کے باوجود تمیم اور اس کی اولاد کے لئے تمیم کا استعمال کیا جاتا ہے' اسی طرح بنو تمیم کا استعمال اس طرح کیا جاتا ہے کہ وہ تمیم کو بھی شامل ہو۔ یہ مجاز اتنا عام ہے کہ حقیقت عرفیہ بن گیا ہے۔ دوسری حدیث کے الفاظ "اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" (میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا) حضرت آدم علیہ السلام کو بھی شامل ہے' اس میں نہ کوئی اشکال ہے اور نہ جواب دینے کی ضرورت ہے۔

حضور سید عالم ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے بھی سردار ہیں' اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ "آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَحْتَ لِوَائِیْ" (حضرت آدم اور ان کے علاوہ انبیاء علیہم السلام قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے) اور شفاعت کی مشہور حدیث جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سید الشافعین ﷺ حضرت آدم اور رسولان عظام علیہم السلام کے پیشوا ہوں گے' اور ان پر آپ کی سیادت بغیر کسی نزاع کے ظاہر ہو گی اور یہ حدیث کہ میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور سب سے پہلے مجھ سے زمین کھلے گی اور یہ حدیث کہ مجھے اس وقت نبی کا لقب دیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

حضور ﷺ کے دو قرآنی نام

۱۵۵ "رَسُوْلٌ نَبِیٌّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" یہ حضور ﷺ کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کو ان دو ناموں سے مخاطب فرمایا دوسرے کسی نبی کو ان ناموں سے خطاب نہیں فرمایا۔ نبی وہ مرد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے واسطہ سے یا بلا واسطہ وحی کے سننے سے مختص فرمایا' بعض نے فرمایا: نبی وہ مرد ہے جنہیں معین شریعت پر عمل کرنے کی وحی کی گئی' قرافی نے فرمایا: نبوت محض وحی کا نام نہیں ہے جیسے کہ بہت سے لوگوں کا عقیدہ ہے' کیونکہ محض وحی تو غیر نبی کو بھی حاصل ہوئی مثلاً حضرت مریم رضی اللہ عنہا حالانکہ صحیح یہ ہے کہ وہ نبی نہیں ہیں' بلکہ محققین کے نزدیک وحی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مرد کو حکم انشائی (وہ حکم جو دوسروں کے لئے واجب العمل ہو) دے کہ پیدا فرمائے۔

نبی اور رسول میں فرق؟

پھر اس میں اختلاف ہے کہ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے اور رسول کو نبی پر کیا فضیلت حاصل ہے؟ بعض علماء نے فرمایا: کہ رسول وہ نبی ہے کہ جن احکام کی انہیں وحی کی گئی' ان کی تبلیغ کا انہیں حکم ہے' رسول میں یہ امر زائد ہے کہ انہیں تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے' لہٰذا نبی عام اور رسول خاص ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا: کہ تبلیغ و ارسال کا حکم دونوں کو شامل ہے۔ ان میں ایک اور وجہ سے فرق ہے اور وہ یہ کہ رسول جدید شریعت لاتے ہیں یا پہلی شریعت کے بعض احکام کو منسوخ کر دیتے ہیں یا ان کے پاس مخصوص کتاب ہوتی ہے اور نبی سابقہ شریعت کی تائید و تقویت کے لئے تشریف لاتے ہیں مثلاً حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی تائید کے لئے تشریف لائے۔

قرآن و حدیث میں جب مطلق نبی اور رسول کا ذکر ہو گا تو ان سے مراد ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں گے' آپ ہی تمام مخلوق اولین و آخرین کے رسول مطلق ہیں۔ لہٰذا آپ کی رسالت عام' دعوت تام' رحمت شاملہ اور مخلوق میں آپ کی امدادیں کار فرما ہیں' پہلے تمام نبی اور رسول آپ کے نائب تھے' اس لئے آپ ہی علی الاطلاق رسول ہیں اور آپ ہی مخلوق کو خبر دینے والے ہیں۔ اس سے آپ کا نبی اور رسول کے اسم کے ساتھ مختص ہونا واضح ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضور ﷺ رحمتہ للعالمین

۱۳۵ "رَسُوْلُ الرَّحْمَۃِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" یہ اسم پاک ابن سعد نے حضرت مجاہد سے مرسلاً (صحابی کے ذکر کے بغیر) روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" (ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہان کے لئے رحمت) اور فرمایا "بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" (ایمانداروں پر مہربان اور رحمت کرنے والے)۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ" (میں نہیں ہوں مگر بھیجی ہوئی رحمت) اور فرمایا: میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں' نہ کہ عذاب بنا کر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی امت اور تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا' یہاں تک کہ آپ کافروں کے لئے بھی رحمت ہیں کہ ان سے عذاب موخر کیا گیا اور منافقوں کے لئے رحمت ہیں کہ انہیں دنیا میں امن دیا گیا' جس نے آپ کی پیروی کی اس پر آپ کی بدولت دنیا میں رحم کیا جائے گا اور اسے عذاب' زمین میں دھنس جانے' سنگ باری' صورت کی تبدیلی' قتل اور جزیہ سے نجات دی جائے گی۔ اس کے دل پر اللہ تعالیٰ پر ایمان کی بدولت رحم کیا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے منقطع ہونے کی آگ میں جانے سے محفوظ ہو جائے گا' آخرت میں اسے دائمی عذاب اور رسوائی سے نجات عطا کی جائے گی' اس سے حساب جلدی لیا جائے گا' ثواب دوگنا دیا جائے گا' اسے خیر کثیر حاصل ہو گی اور اللہ رب العزت کی بارگاہ کی حاضری نصیب ہو گی' یہ اسم حضور ﷺ کا بہت ہی خاص اسم ہے۔

قیم کے معانی

۱۸ "قَيِّمٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نسخہ سہیلیہ وغیرہ میں قاف مفتوح اور یاء مشدد مکسور ہے، بعض نسخوں میں قُثَمٌ قاف مضموم اور ثاء مفتوح ہے۔ بعض دوسرے نسخوں میں دونوں ہی موجود ہیں۔ "قَيِّمٌ" کا مطلب جامع کامل ہے، یعنی بہترین اخلاق کا جامع اور ان میں کمال کو پہنچا ہوا، یا لوگوں میں الفت واقع کر کے اور ان کے متفرقات جمع کر کے ان کی پراگندگی کو جمع کرنے والا، کیونکہ قَيِّمٌ کے کئی معانی ہیں۔ (۱) سردار ہے، اس لئے کہ وہ لوگوں کے دینی اور دنیاوی امور کا انتظام کرتا ہے۔ (۲) بہترین راست باز۔ (۳) تمام بھلائیوں کا جامع۔ (۴) سنت کو قائم کرنے والا۔ (۵) مخلوق کے معاملات انجام دینے والا اور ان کے تمام امور میں جہان کی تدبیر کرنے والا۔ "قَيِّمُ الدَّارِ" وہ ہے جو گھر والوں کی ضروریات کا کفیل ہو، ان کے حالات و مصالح کا نگران ہو، فوائد کے حصول اور مصائب کے ازالہ کا خیال رکھے اور ان کی دیکھ بھال کے پیش نظر حسب موقع ان کی امداد کرے۔ قُثَمٌ کا معنی جامع خیر اور کثیر عطا کرنے والا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیز ہوا سے زیادہ بھلائی کے عطا کرنے والے اور تمام فضائل، خیرات اور مناقب کے جامع ہیں۔ اس لئے دونوں اسموں کا معنی ایک ہے یا قریب قریب ہے۔

سَيِّدُنَا جَامِعٌ ۱ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا تمام کمالات کے جامع صلی اللہ علیہ وسلم

سَيِّدُنَا مُقْتَفٍ ۲ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا انبیاء کے بعد آنے والے صلی اللہ علیہ وسلم

سَيِّدُنَا الْمُقَفِّيْ ۳ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا آخر میں آنے والے صلی اللہ علیہ وسلم

سَيِّدُنَا رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ ۴ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا معرکوں کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سَيِّدُنَا رَسُوْلُ الرَّاحَةِ ۵ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا راحت عطا فرمانے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سَيِّدُنَا كَامِلٌ ۶ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا کامل صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدُنَا اِکْلِیْل ﷺ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا سرتاج انبیاء ﷺ

سَیِّدُنَا مُدَّثِّر ﷺ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا لحاف اوڑھنے والے ﷺ

سَیِّدُنَا مُزَّمِّل ﷺ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا کملی زیب تن فرمانے والے ﷺ

سَیِّدُنَا عَبْدُ اللّٰہِ ﷺ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ تعالٰی کے خاص بندے ﷺ

سَیِّدُنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ ﷺ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ تعالٰی کے محبوب ﷺ

سَیِّدُنَا صَفِیُّ اللّٰہِ ﷺ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ تعالٰی کے برگزیدہ ﷺ

سَیِّدُنَا نَجِیُّ اللّٰہِ ﷺ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ تعالٰی سے مناجات کرنے والے ﷺ

سَیِّدُنَا کَلِیْمُ اللّٰہِ ﷺ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ تعالٰی سے کلام کرنے والے ﷺ

جامع کا معنی

۱؎ "جَامِعْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" یہ اسم گرامی اس لئے کہ حضور ﷺ تمام ان فضائل و کمالات کے جامع ہیں جو دیگر انبیاء و رسل علیہم السلام اور اولیاء و علماء رحمہم اللہ میں متفرق طور پر پائے گئے اور کیوں نہ ہو جب کہ وہ تمام حضرات آپ کی تفصیلی صورتیں، آپ کے خلفاء اور آپ کے تعینات و مراتب کے مظہر ہیں، ان میں سے ہر ایک آپ کے بحرِ نور میں تیر رہا ہے اور اپنے مقام کے مطابق آپ کے دریائے رحمت سے مستفید ہے، ہر چھوٹی اور بڑی بھلائی آپ ہی سے حاصل ہوئی، آپ ہی کی جلوہ گری سے ظہور پذیر ہوئی، آپ ہی سے تمام موجودات ممکنہ فیض یاب ہیں جیسے درخت بیج سے۔ سرکار دوعالم ﷺ اصل

وجود قریب ترین موجود، تمام روحوں کے سردار، روح اعظم اور آدم اکبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کلمات جامعہ (جن کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں) اور رسالت محیطہ عطا فرمائی، آپ ہی مخلوق کو بارگاہ الٰہی میں جمع کرنے والے اور الفت قائم کر کے ان کی پراگندگیوں اور اختلافات کو دور فرمانے والے۔ تمام بھلائیوں رسالتوں، نبوتوں، حقائق واجبہ کے دائروں، توحید ربانی کے اسرار اور منفرد غیوب کے جامع ہیں۔ ﷺ

حضور علیہ السلام پہلی شریعتوں سے واقف

۲ ۳ "مُقْتَفٍ، اَلْمُقَفِّیْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اِقْتَفٰى اور قَفّٰى کا معنی ہے۔ پیچھے آنا، تمام انبیاء کرام پہلے آئے اور نبی اکرم ﷺ ان کے بعد اور آخر میں تشریف لائے۔ لہٰذا آپ سب کے خاتم ہیں اور اس میں فضیلت یہ ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ پہلے انبیاء کے احوال اور ان کی شریعتوں سے واقف ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہر احسن شے کو پسند فرمایا، انبیاء سابقین علیہم السلام کے واقعات میں آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے بے شمار عبرتیں اور فائدے ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ دونوں اسموں کا معنی یہ ہے کہ انبیاء کی سیرت و سنت کی موافقت فرمانے والے، بعض علماء نے کہا کہ یہ معنی بہتر ہے۔ تاکہ عَاقِبٌ (بعد میں آنے والے) کے بعد ان دو اسموں کے ذکر سے تکرار لازم نہ آئے۔

حضور علیہ السلام درجات قرب پر فائز ہیں

شیخ عبد الجلیل قصری نے شعب الایمان میں فرمایا کہ مُقَفِّیْ نبی اکرم ﷺ کے ان عظیم ترین اسماء سے ہے جو آپ کی ذات اقدس کی فضیلت و جلالت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسکا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مُقَفِّیْ بنایا، میں فضائل اور قرب کے درجات پر فائز ہوا، یہاں تک کہ میں نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا، ہر عمل اور جسمانی و روحانی فضیلتوں میں وہ سب میری پیروی کرتے ہیں۔ اَلْمُقَفِّیْ میں لام تعریف داخل ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق نے جان لیا کہ آپ ملکوت و ملک میں تمام فرشتوں اور انسانوں کے امام ہیں اور وہ سب آپ کے مقتدی ہیں، شریعت مبارکہ میں اس کی دلیل حدیث معراج اور عالم بالا اور ایمان و علم کے درجات میں ترقی فرمانا ہے، یہ تمام اللہ تعالیٰ کی عبادت تھی جو آپ نے ادا کی۔ یہاں تک کہ سب کو پیچھے چھوڑ دیا اور ایسے مقام پر پہنچے جہاں کسی مقرب فرشتے یا نبی مرسل کی رسائی نہیں ہوئی، مکہ مکرمہ سے عالم بالا کی طرف روانگی کی عبادت میں بے شمار علوم ہیں جو کانوں کے پردوں سے نہیں ٹکرائے۔

مُقَفِّیْ کا ایک اور معنی بھی ہے کہ حضور ﷺ نے دنیا و مافیہا کو پس پشت ڈال دیا اور کسی چیز کی طرف چشم التفات نہیں اٹھائی، کیونکہ آپ نے مولا تعالیٰ کو ہر چیز پر ترجیح دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت، محبت اور اس کی ذات میں محویت کا بھی یہی تقاضا تھا۔

سب سے زیادہ غزوات میں شرکت کی

۴۔ "رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" ملاحم جمع ہے مَلْحَمَہ کی، مَلْحَمَہ لڑائی اور جنگ یا ان کے مقام یا شدید جنگ اور عظیم لڑائی کو کہتے ہیں' لڑنے والے کپڑے کے تانے بانے کی طرح آپس میں گتھم گتھا ہو جاتے ہیں۔ اس نام اقدس کا اشارہ اس طرف ہے کہ آپ صاحب سیف و قتال ہیں' آپ پر جنگ فرض کی گئی' آپ کے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں اور آپ کو رعب سے مدد دی گئی' جس قدر آپ نے جہاد کیا جنگوں میں حصہ لیا اور جتنی امداد آپ کو دی گئی' کسی رسول کو میسر نہیں ہوئی' کسی نبی اور ان کی امت نے کبھی اتنا جہاد نہیں کیا جتنا نبی اکرم ﷺ اور آپ کی امت نے کیا' جتنی جنگیں آپ کی امت اور کافروں کے درمیان ہوئیں' سابقہ زمانوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی' زمانے گزرتے رہیں گے اور امت مسلمہ کافروں سے دنیا کے اطراف و اکناف میں جنگ کرتی رہے گی یہاں تک کہ کانے دجال سے جنگ کرے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے' حرب و جہاد کے ساتھ آپ کی خصوصیت کی بنا پر آپ کی اضافت ملاحم کی طرف کی گئی' جمع کثرت کے صیغے میں جنگوں کی کثرت کی طرف اشارہ ہے۔

حضور ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے اور آپ کو جہاد کی اجازت دی گئی' اس وقت سے وصال تک کفار سے مسلسل بر سر پیکار اور مصروف جہاد رہے' کبھی بنفس نفیس تشریف لے جاتے اور کبھی مجاہدین کے دستے بھیجتے' نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے کبھی آرام نہ کیا' ان کی جہاد کے علاوہ کوئی مصروفیت نہ تھی' اسی لئے عرب مغلوب ہو گئے' مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوئے' جن غزوات میں آپ بنفس نفیس تشریف لے گئے ان کی تعداد' مشہور قول اور اکثر کے مذہب کے مطابق ستائیس (۲۷) تھی اور سرایا (جن میں آپ شریک نہیں ہوئے) کی تعداد سینتالیس (۴۷) تھی' بعض نے اس سے کم اور بعض نے زیادہ بیان کی ہے' واللہ اعلم

رسول الراحة کامل اور اکلیل کا معنیٰ

۵۔ "رَسُوْلُ الرَّاحَةِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" یہ نام اس لئے ہے کہ آپ مومنوں کے لئے راحت ہیں' دنیا میں تو اس لئے کہ امم سابقہ میں جو مشقتیں اور سختیاں تھیں آپ کی شریعت نے رخصت اور تخفیف کے ذریعے انہیں ختم کر دیا' اور آخرت میں ان کے لئے عظیم راحت ہو گی اور آپ کے طفیل انہیں امن اور کامیابی حاصل ہو گی' اور کافروں کے لئے اس طرح راحت ہیں کہ جب انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا تو انہیں ایمان کے حرم میں داخل ہو کر امن مل گیا' انہیں قتل نہ کیا گیا اور ان کی اولاد کو قیدی نہ بنایا گیا۔ یہ اسم پاک رسول الرحمۃ سے ماخوذ ہے اور اسے لازم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ جس پر رحمت فرماتا ہے' اسے راحت عطا فرماتا ہے۔

۶۔ "کَامِلٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں کامل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوصاف کو

درجہ کمال عطا کیا' لہذا آپ ہر کمال سے متصف' تمام فضائل سے موصوف اور تمام اچھی صفتوں علوم' اعمال' اخلاق' احوال اور اوصاف جلیلہ جمیلہ کے حامل ہیں۔

نیز اہل کمال کے وصف میں کمال' اللہ تعالیٰ کا وہ جمال و کمال ہے جو ان کی بصیرتوں میں منکشف ہوا اور اس کے سبب ان کے بشری اوصاف چھپ گئے' یہ بات نبی اکرم ﷺ میں اس قدر کمال کے ساتھ پائی گئی ہے کہ دوسروں کو آپ کے ساتھ کوئی نسبت ہی حاصل نہیں ہے' کیونکہ حضور ﷺ فضل و کمال اور انعام و احسان کی کان ہیں۔ عنقریب حضرت مصنف نبی اکرم ﷺ کے ان اوصاف کمال کا ذکر کریں گے جن کے جلال سے ان کا دل اور جمال سے ان کی آنکھیں معمور تھیں' اور ان کی بدولت وہ مسرور اور موید و منصور ہو گئے۔

۷ "إِكْلِيلٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" زاور میں حضور سید العالمین ﷺ کا یہ نام رکھا گیا۔ اکلیل بکسر الھمزہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کا ہر جانب سے احاطہ کرے' اس کا استعمال تاج کے لئے مشہور ہے' جسے موتیوں سے مزین کیا جاتا ہے اور بادشاہ اسے زیب سر کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ تمام موجودات کے سرتاج اور زیب و زینت اور سرِ وجود اور روح کائنات ہیں۔

مدثر اور مزمل کا معنی

۹۸ "مُدَّثِّرٌ' مُزَّمِّلٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" ان دونوں کا معنی ہے کپڑے میں لپٹنے والے' آپ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ مروی ہے جب پہلی دفعہ حضرت جبریل امین آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور آپ نے کملی مبارک اوڑھ لی' بعض حضرات نے کہا: یہ دونوں اسم نزول کے وقت کی حالت کو ظاہر کر رہے ہیں' ایک روایت میں ہے کہ اس وقت آپ نے کملی زیب تن فرمائی ہوئی تھی' بعض نے کہا: اس کا معنی ہے اے سونے والے! اس وقت آپ نے کملی اوڑھی ہوئی تھی۔ جسے آپ استراحت کے وقت استعمال فرماتے تھے' بعض نے فرمایا: اس خطاب میں اظہار لطف اور خوف کا ازالہ ہے اور جس کام کا حکم دیا گیا ہے اس کے لئے بخوشی تیار کرنا ہے۔ مثلاً کسی شخص کو کسی کام کا حکم دیا جائے اور وہ ڈر محسوس کرے تو بخوشی اس کام پر آمادہ کرنے کے لئے کہا جائے' کہ اے ڈرنے والے! جو کام تجھے کہا گیا ہے کر گذر۔ حضرت سہیلی نے فرمایا: کہ مزمل نبی اکرم ﷺ کے اسماء معروفہ میں سے نہیں ہے' بلکہ خطاب کے وقت آپ کی جو حالت تھی اس سے مشتق ہے' عرب کی عادت ہے کہ جب عتاب کی بجائے مخاطب سے لطف کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو اس کی حالت سے مشتق اسم سے خطاب کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ زمین پر سوئے ہوئے تھے اور ان کے پہلوئے مبارک پر مٹی لگی ہوئی تھی' حضور ﷺ نے ازراہ لطف و کرم فرمایا: ابو تراب! اٹھو' اللہ تعالیٰ کا ارشاد "یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ" انس عطا کرنے کے لئے لطف و نوازش سے معمور خطاب ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا: اس کا معنی ہے' اے حامل قرآن! بعض نے فرمایا: اے نبوت اور اس کی گراں قدر ذمہ داریاں اٹھانے والے! یعنی آپ نے اس عظیم ذمہ داری کو اٹھا لیا ہے' تو اب اسے پورا کیجئے' بعض نے فرمایا: اس کا مطلب ہے اے

رسالت کی عظیم القدر ذمہ داریوں کے حامل! اس صورت میں تزمل مجازا ہو گا۔ ابتداء آپ کو یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ اور یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ سے خطاب کیا گیا بعد ازاں یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اور یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ سے خطاب فرمایا گیا۔

عبد اللہ کا معنی

۲۔ "عبد اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" یہ اسم مبارک اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اسم سے مشرف فرمایا اور آپ کا نام عبد رکھا' اس میں انتہائی تعظیم و تکریم ہے اور آپ کا مرتبہ و مقام بہت ہی بلند کر دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا "سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ" (پاک ہے وہ جو رات کے ایک حصے میں اپنے عبد خاص کو لے گیا) عبد ایسا اسم ہے جو رب۔ سید اور مالک کا مضایف ہے (یعنی اس کا تحقق اور تصور رب کے تحقق اور تصور پر موتوف ہے) کیونکہ عبد وہ ہے جس کا رب ہو۔ جو اپنے آپ کو عبودیت (بندگی) سے پہچانے گا' وہ اپنے رب کو ربوبیت سے پہچانے گا' عبودیت کے مشاہدہ کو ربوبیت کا مشاہدہ لازم ہے اور جو عبودیت سے کسی وقت بھی غافل نہ ہو' علم' حال' وجدان اور تحقق و وجود کے اعتبار سے وہی عبد ہے' عبودیت سے غافل نہ ہونا انسان کا کمال ہے اور یہ عبودیت پر موتوف ہے' لہٰذا عبودیت انسان کا سب سے بڑا کمال ہے' چونکہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال رسالت حاصل ہے' اس لئے لازم ہے کہ آپ کو کمال عبودیت بھی حاصل ہو' چونکہ انسان کی تخلیق عبودیت کے لئے ہے' جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ" (میں نے جن و انسان کو عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے) اس لئے عبودیت اشرف المقامات ہے۔ بنابریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق سب سے بڑے کامل اور آپ کی عبودیت سب سے بڑا کمال ہے۔

چونکہ عبودیت عین کمال ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کمال عبودیت حاصل ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسم عبد کے ساتھ آپ کی تعریف کی اور افضل ترین مقامات میں آپ کا ذکر عبد کے ساتھ فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے۔ "سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ" نیز فرمایا "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی" حدیث صحیح میں ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے' تم میرے بارے میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا' لیکن کہو اللہ تعالیٰ کے عبد مکرم اور رسول اکرم۔ لہٰذا وہ فضائل ثابت کرو جو آپ کے لئے ثابت ہیں اور آپ کے مناقب واقعیہ بیان کر کے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو۔

بندے کے لائق اسم عبد ہی ہے' اسی لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبد اللہ ہے اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ملک (بادشاہ) یا نبی عبد ہونے میں اختیار دیا گیا تو آپ نے نبی عبد ہونے کو اختیار کیا' آپ نے وہ اسم اختیار کیا جو بہت ہی کامل' بارگاہ خداوندی میں بہت ہی محبوب اور اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہے۔ کیونکہ نبی اور عبد کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف درست نہیں' ملک اللہ (اللہ تعالیٰ کا بادشاہ) کہنے میں غلط وہم پیدا ہو گا کہ وہ خدا کا بادشاہ ہے' حالانکہ سب کا بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے) یہ تقریر شیخ مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "انموذج اللبیب" میں فرمایا: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام عبد اللہ رکھا' آپ کے علاوہ یہ نام کسی کے لئے استعمال نہیں فرمایا۔ حضرت

ایوب علیہ السلام کو عبد شکور اور نعم العبد فرمایا- (عبد اللہ نہیں فرمایا)

حبیب اللہ کا معنی

۱۱- حَبِیْبُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ- ترمذی شریف اور دارمی شریف میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور وہ واقعی خلیل ہیں- حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں اور وہ واقعی کلیم اللہ ہیں' اور حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ (اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ) ہیں اور وہ واقعی اسی طرح ہیں- سن لو! میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں اور یہ بات بطور فخر نہیں (بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں)

امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل' حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا (علیہما السلام) اور مجھے محبوب بنایا-

خلیل و حبیب میں فرق؟

شیخ عبد الجلیل قصری نے شعب الایمان میں محبت' اس کی اقسام و علامات اور محب و محبوب پر گفتگو کے بعد فرمایا اس کے بعد مقام حبیب ہے جو نبی اکرم ﷺ کے مقام میں نمایاں ہے' ہر نبی اور ولی کو ان کے شایان شان اس مقام سے حصہ عطا کیا جاتا ہے- خلیل وہ ہے جس کے دل کی گہرائیوں میں محبت سرایت کر جائے اور اس کے باطنی اسرار غیب کے پردوں میں داخل ہو جائیں اور حبیب وہ ہے کہ محبت اپنی مقدار سے فزوں تر ہو کر اس کے دل کا احاطہ کر لے- اسے مقام ناز حاصل ہو جائے اور دوسرے لوگ بارگاہ رب العالمین میں اس کے مقام کی قسم دیں' اس مقام پر ظاہر ہو گیا کہ جب عظیم اسباب کے تحت مخلوقات مایوسی کا شکار ہو گی' نبی اکرم ﷺ کے مقام کی وسعت ظاہر ہو گی اور آپ تمام مخلوقات کی شفاعت فرمائیں گے-

۱۲- "صَفِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" یہ فَعِیْلٌ (بمعنی مفعول) ہے' کہا جاتا ہے- صَفَاالْوُدُّ محبت خالص ہوئی وَاَصْفٰی لِصَدِیْقِہٖ فلاں شخص نے اپنے دوست سے خالص محبت کی "اِصْطَفَیْتُکَ الشَّیْءَ" میں نے فلاں چیز تیرے لئے خاص کر دی (اس کا معنی ہوا برگزیدہ)

۱۳- "نَجِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" یہ مناجات سے فعیل کا صیغہ ہے' بطور اسم اَلنَّجْوٰی استعمال ہوتا ہے' جس کا معنی ہے پوشیدہ طور پر گفتگو کرنا نَجِیُّ اللّٰہِ کا مطلب کلیم اللہ ہے-

۱۴- "کَلِیْمُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" کَلِیْمٌ بمعنی مُکَلَّمٌ ہے' جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہو' شب معراج کے بارے میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا-

سَیِّدُنَا خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ[۱] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نبیوں کے ختم کرنے والے ﷺ

سَیِّدُنَا خَاتِمُ الرُّسُلِ[۲] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا رسولوں کے ختم کرنے والے ﷺ

سَیِّدُنَا مُحْیٖ[۳] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا زندہ کرنے والے ﷺ

سَیِّدُنَا مُنْجٍ[۴] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نجات دینے والے ﷺ

سَیِّدُنَا مُذَکِّرٌ[۵] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نصیحت فرمانے والے ﷺ

سَیِّدُنَا نَاصِرٌ[۶] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا امداد فرمانے والے ﷺ

سَیِّدُنَا مَنْصُوْرٌ[۷] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا مدد دیئے ہوئے ﷺ

سَیِّدُنَا نَبِیُّ الرَّحْمَہ[۸] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نبی رحمت ﷺ

سَیِّدُنَا نَبِیُّ التَّوْبَہ[۹] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا توبہ قبول کیے ہوئے ﷺ

سَیِّدُنَا حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ[۱۰] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا تم پر مہربان ﷺ

سَیِّدُنَا مَعْلُوْمٌ[۱۱] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا جانے پہچانے ﷺ

سیدنا شَہِیْرٌ[۱۲] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا مشہور ﷺ

سَیِّدُنَا شَاہِدٌ[۱۳] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا گواہ ﷺ

سَیِّدُنَا شَہِیْدٌ[۱۴] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا گواہی دینے والے ﷺ

حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں

۱، ۲ "خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ خَاتِمُ الرُّسُلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" خاتم کی تاء مکسور ہو تو اس کا معنی ہے وہ نبی جو تمام انبیاء کو

ختم کرنے اور سب سے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اگر تا مفتوح ہو تو مہر لگانے والے' لہٰذا نہ تو آپ کے بعد کوئی نیا نبی ہوگا اور نہ آپ کے ساتھ۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ"۔ اور امام بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: میری نسبت تمہارا مقام وہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی نسبت حضرت ہارون علیہ السلام کا مقام تھا' لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی مقداریں لکھیں۔ ام الکتاب میں جو کچھ لکھا اس میں سے یہ تھا کہ محمد (ﷺ) خاتم النبیین ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار احادیث ہیں جن میں خاتم الانبیاء ہونے کے ساتھ تعریف کی گئی ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی رسالت کا ثبوت ظاہر و باہر ہونے کے سبب آپ کی شریعت اور اس پر عمل دائمی ہے' اس میں آپ کی انتہائی تعظیم ہے جیسے کہ مخفی نہیں۔

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام ختم نبوت کے منافی نہیں

آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے منافی نہیں ہے' کیونکہ جب وہ تشریف لائیں گے تو آپ کے دین پر ہوں گے' علاوہ ازیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں نبوت دی گئی آپ ان میں سے آخر ہیں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بحیثیت نبی پہلے تشریف لا چکے ہیں) بعض حضرات نے فرمایا: اہل بصیرت فرماتے ہیں چونکہ شریعت کا فائدہ یہ تھا کہ مخلوق کو حق کی دعوت دی جائے' دنیا و آخرت کی مصلحتوں کی طرف ان کی راہنمائی کی جائے' انہیں ایسے امور بتائے جائیں جن کے جاننے سے ان کی عقلیں قاصر ہیں اور دلائل قطعیہ بیان کئے جائیں۔ یہ روشن شریعت ان تمام امور کی علی وجہ الکمال اس طرح ضامن ہے کہ اس پر اضافہ نہیں کیا جا سکتا' جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر مکمل کی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ لہٰذا آپ کے بعد مخلوق کو کسی نبی کی بعثت کی حاجت ہی نہیں رہی' رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور آپ کی شریعت کی پیروی کرنا تو یہ آپ کے خاتم الانبیاء ہونے کو تقویت پہنچاتا ہے (کیونکہ اگر آپ خاتم الانبیاء نہ ہوں تو چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی پیروی نہ کریں)

ختم کا معنی

حضرت شیخ عبد الجلیل قصری رحمہ اللہ شعب الایمان میں اس اسم شریف کے تحت فرماتے ہیں خَتَمَ یَخْتِمُ خَتْمًا کا معنی ہے احاطہ اور بند کرنا۔ ہر شے کے آخر کو خَاتِمَہ (تاء کے کسرہ کے ساتھ) کہتے ہیں۔ خَاتَمَہ (تاء کے فتح کے ساتھ) وہ چیز جو مہر پر لگا کر مہر لگائی جاتی ہے۔ مثلاً (پرانے زمانے میں) مٹی کے ساتھ مہر لگائی جاتی تھی (آج کل سیاہی سے لگاتے ہیں) کہتے ہیں خَتَمَ زَرْعَهٗ فلاں شخص نے اپنی کھیتی کو پانی پلایا۔ گویا اتنا پانی پلایا جو اس کی آخری حد تک پہنچ جائے۔ (ختم کے یہ چار استعمال ہوئے)۔

یہ تمام نبی اکرم ﷺ کے اوصاف ہیں اور آپ کے ساتھ مختص ہیں، دوسری کسی مخلوق میں نہیں پائے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف کی بدولت آپ کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے' اگر ختم کا معنی طبع (مہر لگانا اور چھاپنا) لیا جائے تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے اخلاق و اوصاف اور طبیعت پر پیدا کیا ہے کہ کسی کو بھی اس پر پیدا نہیں فرمایا' کیونکہ آپ ہی کا جوہر شریف اس وضع اور ساخت کا قابل تھا اور کسی کی طبیعت کو اس قابل نہیں بنایا' اگر یہ استعمال کیا جائے کہ ختم (اختتام) مخلص نے اپنی تخلیق کو انتہاء پر پہنچایا۔ تو اس لئے کہ تقدیر سابق میں ابتداء آپ کی ذات شریفہ میں تمام نبوتوں کو جمع کر دیا گیا اور ایسے فضائل مخصوصہ مکمل کر دیئے گئے جن کی بدولت آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہر مخلوق سے ممتاز ہو گئے اور تقدیر سابق میں ہر کسی کو وہ حصہ ملا جو اس کے لئے مقرر کر دیا گیا۔

اور اگر خاتم تاء کے فتح کے ساتھ لیا جائے وہ چیز جس کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے۔ مثلاً مٹی (یا سیاہی) تو اس لئے کہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ وہ ذات اقدس ہیں جس میں نبوت اپنے تمام اجزاء کے ساتھ جمع کر دی گئی۔ نبوت کے بہت سے اجزاء ہیں۔ دیگر حضرات کو اتنے اجزاء ہی دیئے گئے جن کے وہ متحمل تھے' تمام اجزاء نبوت کاملہ کے متحمل صرف نبی اکرم ﷺ ہی تھے' جب آپ کی ذات میں نبوت کامل کر دی گئی تو آپ کمال نبوت کے خاتم ٹھہرے۔ جیسے مکتوب میں جو کچھ لکھنا ہو وہ سب کچھ لکھ کر اسے بند کر دیا جائے اور پھر اس پر مہر لگا دی جائے۔ دیگر انبیاء کرام اس لئے خاتم نہیں بنے کہ ان میں نبوت درجہ کمال کو نہیں پہنچی تھی اور تمام تر فضیلت و جلالت کے باوجود ایک ایسا مرتبہ باقی تھا جسے وہ کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے' اسی لئے نبی اکرم ﷺ کی پشت مبارک میں مہر نبوت تھی۔

پھر حضرت شیخ عبد الجلیل نے فرمایا: ایک اور وجہ بھی ہے جب خاتم کی تاء مکسور پڑھیں تو اس کا معنی آخر ہے۔ اس کی روح یہ ہے کہ وہ شے کو تام اور مکمل کرنے والا ہے' اگر وہ نہ ہو تا تو شے مکمل نہ ہوتی بلکہ ناقص رہ جاتی' حضور ﷺ خاتم ہیں تو آپ ہی تکمیل فرمانے والے ہیں' رتبہ اور درجہ میں آپ ہی نے روح کمال اور راز تمامیت عطا فرمایا: آپ ہی نے تمام کو زینت بخشی اور اہل کمال کو کمال رحمت فرمایا' اسی لئے آپ نے خاتم ہونے کو اپنے ان فضائل میں شمار کیا جو آپ ہی کو دیئے گئے' دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو نہیں دیئے گئے' ارشاد فرمایا "وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ" میرے ساتھ انبیاء ختم کئے گئے اور میں خاتم الانبیاء ہوں' آپ نے وصف خاتمیت کو ایسے مقام میں ذکر کیا جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی تعریف ہے۔

خاتمیت میں فضیلت کی ایک اور وجہ

خاتمیت میں فضیلت کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ آپ سے پہلے ایک زمانے میں کئی کئی انبیاء کرام متفرق لوگوں کی طرف مبعوث ہوتے رہے' وہ ایک دوسرے کی امداد فرماتے تھے اور کثرت کے باوجود سب نے تبلیغ کے سلسلے میں تکلیفیں اٹھائیں' اس کے باوجود بہت کم لوگوں کو کفر و شرک سے بچا سکے اور بعض کے دست مبارک پر تو کوئی بھی ایمان نہ لایا' حضور خاتم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب سے آخر میں تنہا مبعوث ہوئے' آپ کے زمانہ میں دوسرا کوئی نبی نہ تھا اور ان میں سے کسی نے آپ

کی معاونت نہ کی' اس کے باوجود آپ کھڑے ہوئے' اپنی تمام تر کوشش صرف کی اور اتنے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل کیا کہ تمام انبیاء کرام بھی اتنے لوگوں کو دین خداوندی میں داخل نہ کر سکے' یہ ایسی فضیلت ہے کہ کوئی فضیلت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

جب حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں تو لازماً خاتم المرسلین بھی ہوں گے' کیونکہ (نبی عام ہے اور رسول خاص ہے اور) عام کی نفی سے خاص کی نفی لازم ہوتی ہے' اس کے برعکس نہیں ہے۔ اس گفتگو کے بعد آئندہ اسم مبارک خاتم الرسل پر گفتگو کی حاجت نہیں رہتی۔

۵۔ "مُحْیِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" نبی اکرم ﷺ نے متعدد اموات کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے زندہ کیا۔ ان میں سے آپ کے والدین کریمین ہیں' یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لائے' [1] یہ حدیث ابن شاہین نے "الناسخ والمنسوخ" میں' خطیب بغدادی نے "السابق واللاحق" میں۔ دار قطنی اور ابن عساکر نے غرائب مالک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے موضوع نہیں ہے۔ محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث درجہ ضعف سے بلند نہیں ہے' آپ نے ایک شخص کی بیٹی کو زندہ کیا' آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی' اس نے کہا' پہلے آپ میری بیٹی کو زندہ فرمائیں' چنانچہ وہ زندہ ہو گئی اور اس لڑکی نے آپ کی رسالت کی گواہی دی' اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی پکی ہوئی بکری زندہ فرمائی' اس پر دست مبارک رکھ کر کچھ پڑھا تو وہ کان جھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس نام پاک کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تو عرب ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کی بدولت ان کے دلوں میں محبت ڈال دی' چنانچہ وہ خون ریزی سے باز آ گئے' اس اعتبار سے آپ کی بعثت ان کی بقاء اور زندگی ہے' ایک وجہ یہ ہے کہ ایمانداروں کے دلوں کی زندگی آپ سے ہے' آپ ہی اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ' حدوث و قدم کے درمیان رابطہ' ذات خداوندی کی طرف راہنمائی فرمانے والے اور مخلوق کو دربار الٰہی میں جمع فرمانے والے ہیں' جنت کے اعلیٰ درجات میں امت کی دائمی حیات آپ ہی کے ذریعے ہو گی اور آپ ہی کے سبب انہیں جہنم سے رہائی ہو گی' ایک اور وجہ یہ ہے کہ تمام کائنات کی زندگی آپ ہی سے ہے' آپ کائنات کی روح' زندگی اور وجود و بقا کا سبب ہیں۔

۶۔ "مُنْجٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" نبی اکرم ﷺ دنیا و آخرت میں امت کی نجات کا سبب ہیں' دنیا' کفر اور اس کی سزا اور عام ہلاکت سے محفوظ ہوئی۔ اور اس بات سے نجات پائی کہ ان پر دو تلواریں جمع ہوں' ایک ان کی اپنی اور ایک دشمن کی۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری امت کے لئے دو حفاظتیں نازل فرمائیں۔ (۱) "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ" اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دے گا جب تک اے حبیب! تم ان میں ہو (۲) "وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دینے کا نہیں جب کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔ جب میں رخصت ہو جاؤں گا' ان میں قیامت تک

---

[1] والدین کریمین کے ایمان لانے کی تفصیل: "الشمول الاسلام لاباء النبی الکرام" از امام احمد رضا بریلوی میں ملاحظہ ہو۔

استغفار چھوڑ جاؤں گا۔ یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی' نبی اکرم ﷺ نے ہی اپنی امت کو استغفار کی تعلیم فرمائی' امت مسلمہ آخرت میں ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنے سے محفوظ ہوئی۔

۵ "مُذَكِّرٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" تذکیر کا معنی نصیحت' ترغیب و ترہیب اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور توحید کا ذکر کرنا ہے۔ صحابہ کرام کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی یہی حالت تھی' آپ کی مجلسیں عام طور پر اللہ تعالیٰ کی یاد دلانے اور ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہوتی تھیں۔ یا تو قرآن کریم کی تلاوت سے یا اس حکمت اور موعظہ حسنہ سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن شریف سے زائد عطا فرمائی اور دین میں فائدہ دینے والی چیزوں کی تعلیم سے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا' یہ مجالس صحابہ کرام کو دل کی نرمی' دنیا سے بے نیازی' آخرت کی رغبت' یقین و ایمان کی قوت و تجدید' بصیرت اور نظر کی درستی' عزائم کی یک جہتی اور بلند ہمتی عطا فرماتی تھیں' اور آپ اپنی امت کو ہمیشہ یاد دلاتے کہ میں قرآن و سنت چھوڑے جا رہا ہوں۔

قاضی ابو بکر بن العربی فرماتے ہیں' مذکر وہ ہے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ ذکر کو پیدا فرمائے' ذکر کا اصل معنی (ایک دفعہ کے بعد) دوسرا علم ہے۔ بعض اوقات اس کا استعمال ابتدائی علم کے لئے بھی کیا جاتا ہے' تمام مخلوق نے (روز الست) اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کیا تھا' پھر عوام الناس اس سے غافل ہو گئے' اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعے انہیں یاد دلائی اور اس یاد دہانی کو افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وسلم پر ختم فرما دیا۔ اور آپ کو ارشاد فرمایا "فَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ" یاد دلایئے کہ یاد دلانا ایمانداروں کو فائدہ دیتا ہے۔ نیز فرمایا: "فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ" یاد دلایئے تم نہیں ہو مگر یاد دلانے والے' تم ان پر مسلط نہیں ہو' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو غلبہ و سلطنت عطا فرمائی اور زمین میں آپ کے دین کو اقتدار بخشا' وعظ و تذکیر کا نفع مخلوق کے لئے بہت بڑا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کی نعمتیں مخلوق کو یاد دلائی جائیں اور سب کو رشد و ہدایت کا سبق دیا جائے۔

۶ "نَاصِرٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" حضور ﷺ اعلاء کلمۃ اللہ۔ اظہار دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور جہاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں۔ نصیحت فرمانے' علم اور دین کی تعلیم اور کمر سے پکڑ کر جہنم سے دور کر کے اور بچا کر ایمانداروں کی امداد فرمانے والے ہیں اور کافروں کی امداد اس طرح فرمائی کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کلمہ طیبہ پڑھنے تک ان سے جہاد فرمایا۔

۷ "مَنْصُوْرٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" حضور ﷺ دنیا و آخرت میں منصور ہیں' دنیا میں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ کو قوت' دشمنوں پر غلبہ' باد صبا کے ساتھ نصرت' اور ایک ماہ کے فاصلے سے رعب حاصل ہوا۔ آپ کی امت کو دوسری امتوں پر اور آپ کے دین کو دوسرے ادیان پر مدد دی گئی' تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو دوسرے تمام دینوں پر غلبہ عطا فرما دے' اگرچہ کافر پسند نہ کریں' اور آخرت میں اس طرح کہ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' آپ کی امت کی تکلیفیں دور کی جائیں گی' اکابر انبیاء اور اولوالعزم رسولوں میں آپ کا بلند و بالا مقام ظاہر ہو گا' تمام اہل محشر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت اور دنیا و آخرت میں دعا کی قبولیت کی بشارت دی۔ یہ سب آپ کے مقام کی رفعت' مرتبے کی

طافت، عظیم شرافت و وجاہت اور آپ کی محبوبیت اور برگزیدگی کی عزت کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت نامقبول اور آپ کا سوال رد نہیں فرماتا، بلکہ آپ کی حاجتیں اور ضرورتیں جیسی بھی ہوں اور جس وقت بھی ہوں جلد پوری فرماتا ہے۔

۵ "نبی الرحمۃ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" یہ اسم مبارک مسلم شریف میں حضرت حذیفہ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ حدیث میں ثابت ہے۔ مسند امام احمد اور مسلم شریف میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت میں بھی موجود ہے، اس سے پہلے رسول الرحمہ پر گفتگو کی جا چکی ہے، وہی گفتگو اس جگہ ہے، بعض حضرات نے کہا کہ نبی الرحمہ کا معنی یہ ہے کہ آپ امت کی باہمی محبت کا سبب ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ" اے حبیب! تم نے ان کے دلوں میں محبت پیدا نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں محبت پیدا کی ہے۔ حدیث شریف میں آپ کا نام پاک نبی الرحمہ ہے، شرح مشارق الصاغانی میں اس کے تحت فرمایا کہ یہ اس سبب سے ہے کہ آپ سبب رحمت و وجود ہیں جیسے حدیث قدسی میں ہے "لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ" [1] اے حبیب! اگر تمہیں پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا۔

۶ "نَبِيُّ التَّوْبَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" امتیں مختلف غلط راستوں پر گامزن تھیں، آپ کی ہدایت سے انہیں راہ راست کی طرف لوٹنا نصیب ہوا، آپ کی ذات ہی اصل توبہ ہے اور آپ ہی کی برکت سے توبہ کا دروازہ کھولا گیا، امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں اور امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کا نام پاک اللہ تعالیٰ کے اسم مقدس کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا تو آپ کے وسیلے سے دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور ان کی مغفرت فرمائی، یہ پہلی توبہ ہے جو نوع انسانی کے لئے واقع ہوئی اور بعد والوں کے لئے بنیاد بنی، یہ توبہ نبی اکرم ﷺ کے سبب سے قبول ہوئی، لہذا آپ نبی التوبہ ہیں، آپ کی وجاہت کے طفیل ہی توبہ کا دروازہ کھولا گیا۔

امت محمدیہ کی صفت توابین ہے

ایک وجہ یہ ہے کہ آپ کی امت کی صفت "توابین" (بہت توبہ کرنے والے) ہے۔ جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ توبہ کرتے ہیں، لہذا حضور ﷺ نبی التوبہ ہیں، کیونکہ آپ کی امت کی ہر فضیلت آپ ہی کے صدقے میں ہے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اہل توبہ کے نبی ہیں۔ یا اس لئے کہ امت مسلمہ کی توبہ ہر زمان و مکان اور ہر حال میں قول، عمل اور اعتقاد کے ساتھ بغیر کسی حرج کے مقبول ہے، ان کے لئے نہ تو قتل کی شرط ہے اور نہ ہی کوئی اور مشقت عائد کی گئی ہے، ان کی توبہ اس وقت تک مقبول ہے جب تک کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع نہیں ہوتا، یا جان حلق تک نہیں آجاتی، اگرچہ گناہ بار بار ہوں اور بار بار توبہ کریں۔ اتنا ضرور ہے کہ توبہ کی شرطیں پائی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ" کی یہی تفسیر کی گئی ہے، امم سابقہ میں سے بعض کی توبہ بالکل مقبول نہیں ہوتی تھی، بعض کی توبہ مقبول ہونے کے لئے بہت سخت شرطیں

[1] مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری کی تالیف "محمد نور" مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں اس حدیث کی تحقیق میں دو حضرات کے قابل دید مقالے ہیں۔ (۱) مولانا محمد باقر النوری (۲) مولانا غلام رسول سعیدی ۱۲

کی شرط لگا دی گئی۔ کے لئے قتل کی شرط لگا دی گئی۔

عائد کی گئی تھیں، مثلاً بنی اسرائیل نے بچھڑے کی عبادت کی توان کے لئے قتل کی شرط لگا دی گئی۔
ایک وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں' آپ کی امت خاتم الامم ہے اور آپ کی ملت پر ہی قیامت قائم ہوگی،
جس کی بعض علامتیں ایسی ہیں جن کے ساتھ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا' لہٰذا جو شخص آپ کی ملت کے زمانے میں توبہ نہیں
کرے گا اس کی توبہ ہی مقبول نہ ہوگی اور جو شخص آپ کے ہاتھوں توبہ کے دروازے میں داخل نہیں ہوگا' اس کے لئے توبہ
کا دروازہ بند کر دیا جائے گا اور وہ داخل ہی نہ ہو سکے گا۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رسولان گرامی توبہ کے لئے مبعوث ہوئے' یعنی
اللہ تعالیٰ اور اس کی اطاعت کی طرف رجوع اور اس کے حکم کی خلاف ورزی سے باز رہنے کے لئے' عام ازیں کہ وہ رجوع کفر
سے ہو یا معصیت سے' نبی اکرم ﷺ طلب توبہ کے لئے مبعوث ہوئے ہیں' اس لئے توبہ جب اپنی شرائط کے ساتھ ہوگی تو
مقبول ہوگی' دیگر رسولان عظام آپ کے نائب ہیں' لہٰذا آپ ہر اس توبہ کے صاحب ہیں جو مخلوق سے طلب کی گئی یا مخلوق سے
واقع ہوئی۔

نبی اکرم ﷺ کسی کی توبہ رد نہیں فرماتے تھے

ایک اور وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کسی توبہ کرنے والے کو رد نہیں فرماتے تھے' بلکہ معذرت خواہ کی معذرت قبول
فرماتے تھے' حضرت بجیر بن زہیر نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو لکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے تیرے قتل کی اجازت دے دی ہے'
لہٰذا تم اڑ کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ' کیونکہ توبہ کی غرض سے آنے والے کو آپ لوٹاتے نہیں ہیں۔ نبی اکرم ﷺ خوش
اخلاق' نرم مزاج' متواضع اور لطف و کرم میں اس حد تک پہنچے ہوئے تھے جو آپ ہی کا حصہ ہے' آپ کی بارگاہ میں توبہ کا
دروازہ ہر وقت کھلا رہتا' کیسا بھی اذیت دینے والا آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا' اس سے باز پرس تک نہ کی جاتی' آپ کا
ارشاد ہے کہ توبہ سابقہ جرائم کو ختم کر دیتی ہے' لہٰذا آپ نبی التوبہ ہیں' یعنی آپ ازراہ کرم اور جلد معذرت قبول کرنے کے
اعتبار سے توبہ کے قبول کرنے سے مختص ہیں۔

ایک دن میں ستر مرتبہ سے زائد توبہ

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ" تحقیق اللہ تعالیٰ نے نبی پر رجوع فرمایا' اس آیت میں ہر شخص کے
لئے اس کی حیثیت کے مطابق حصہ ہے۔ اس کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی توبہ اور رجوع کو دوام بخشا
ہے' اللہ تعالیٰ اس وصف کو بہتر جانتا ہے جو اس کے نبی ﷺ کے شایان شان ہے' لہٰذا نبی اکرم ﷺ اس توبہ کے صاحب ہیں
جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف فرمائی ہے۔ امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ
ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بخدا! میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ بارگاہ خداوندی میں توبہ و استغفار کرتا ہوں' یہ بھی
فرمایا: میرے دل پر ایک حجاب چھا جاتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں' یہ حجاب اغیار کا نہیں

بلکہ انوار کا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ترقی اور مسلسل عروج میں ہیں' جب آپ ایک مقام کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں' اور اس سے ترقی کرتے ہیں تو اس مقام سے توبہ و استغفار کرتے ہیں' للذا آپ کی توبہ اور استغفار آپ کی ترقی کی طرح دائمی ہے۔

۷ "حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ" تحقیق تمہارے پاس تم میں سے رسول عظیم تشریف لائے ہیں' ان پر تمہاری ہلاکت گراں ہے' وہ تم پر حریص ہیں۔ نیز فرمایا "اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰاهُمْ" اگر تم ان کی ہدایت پر حرص رکھتے ہو۔ یہ بھی فرمایا "وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ" اگر ان کا اعراض تم پر گراں ہے' ایسی ہی دیگر آیات جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کی ہدایت کا انتہائی اشتیاق حرص یا اس کے ہم معنی لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔

حرص کہتے ہیں کسی چیز کی شدید رغبت اور قوی طلب کو' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ہدایت کی بے انتہا خواہش تھی' ان کے گھروں میں' تقریبات میں اور اجتماع کے مقامات میں انہیں دعوت دیتے' اس مقصد کے لئے انہیں جمع فرماتے' وہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے' مارتے' استہزاء اور تمسخر سے پیش آتے' ٹھٹھا اور مزاح کرتے' دوسروں کو آپ سے خوفزدہ کرتے' آپ کے خلاف ابھارتے' اس کے باوجود آپ کسی چیز کی پرواہ نہ فرماتے بلکہ انہیں دوبارہ دعوت دیتے' نصیحت فرماتے' پھر آپ نے انہیں ایمان اور جنت کی طرف بلانے کے لئے جہاد فرمایا' یہاں تک کہ انہیں نجات اور سعادت عطا فرمائی اور ان کی خواہش نہ ہونے کے باوجود انہیں جنت میں داخل فرمایا۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ بندوں کی اصلاح اور ہدایت کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرص اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے تھی اور جس طرح ظاہر کے اعتبار سے مخلوق کی ہدایت کی حرص اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اور اس کی رضا کے حصول کے لئے انتہا کو پہنچی ہوئی تھی' اسی طرح آپ کے دل میں مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تسلیم و رضا بھی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی' آپ وہی کچھ چاہتے تھے جو آپ کے مولا تعالیٰ کی مشیت تھی' حکم خداوندی کے خلاف کچھ بھی نہیں چاہتے تھے۔

۱۱ '۱۲ "مَعْلُوْمٌ وَ شَهِيْرٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" آپ کی ذات اقدس اتنی معلوم اور مشہور ہے کہ محتاج تعارف نہیں' آپ کی شہرت مشرق و مغرب اور تمام اطراف زمین میں ہے' کیونکہ آپ کی دعوت سب کے لئے ہے اور زمین کے تمام اطراف و جوانب میں پہنچ چکی ہے۔ آپ کی شہرت ازمنہ ماضیہ میں تمام امتوں میں ہے' زمین و آسمان میں ہے' دنیا اور آخرت کے تمام مقامات میں ہے' جنتی اور دوزخی سب آپ کو جانتے۔

۱۳ '۱۴ "شَاهِدٌ وَ شَهِيْدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں آپ کے نام رکھے' ارشاد فرمایا "اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا" اے حبیب! ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا' یعنی ان لوگوں پر جن کی طرف آپ کو تبلیغ رسالت یا ان کی تصدیق و تکذیب اور نجات و ضلالت کا گواہ بنا کر بھیجا یا انبیاء کا گواہ کہ انہوں نے تبلیغ فرمائی اور ان کی امتوں کے خلاف گواہ کہ انہوں نے انکار کیا۔ نیز ارشاد ہے "وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" اور رسول تم پر گواہ ہو۔

مروی ہے کہ قیامت کے دن امتیں تبلیغ انبیاء کا انکار کریں گی' اللہ تعالیٰ باوجودیکہ ان کے بارے میں بہتر جانتا ہے' منکرین پر حجت قائم کرنے کے لئے انبیاء کرام سے تبلیغ پر گواہ قائم کرنے کا مطالبہ فرمائے گا۔ پس نبی اکرم ﷺ کی امت کو لایا جائے گا وہ گواہی دے گی تو امم سابقہ کہیں گی کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نبی صادق ﷺ کی زبان پر ناطق کتاب میں خبر دیتے ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ کو لایا جائے گا اور آپ سے آپ کی امت کے بارے میں پوچھا جائے گا تو آپ گواہی دیں گے اور تورات سے تہمتوں کی نفی فرمائیں گے۔ بعض حضرات نے کہا' کبھی شاہد اور شہید "شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" کے مطابق اس معنی میں آتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں شہادت دی جس کا وہ اہل ہے اور جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی اس کی شہادت دی۔ بعض حضرات نے فرمایا: ان دو اسموں کا معنی عالم اور علیم ہے۔

سَيِّدُنَا مَشْهُوْدٌ[۱] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — سَيِّدُنَا بَشِيْرٌ[۲] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا گواہی دیئے گئے ﷺ — ہمارے آقا خوشخبری سنانے والے ﷺ

سَيِّدُنَا مُبَشِّرٌ[۳] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — سَيِّدُنَا نَذِيْرٌ[۴] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا بشارت دینے والے ﷺ — ہمارے آقا ڈر سنانے والے ﷺ

سَيِّدُنَا مُنْذِرٌ[۵] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — سَيِّدُنَا نُوْرٌ[۶] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا ڈرانے والے ﷺ — ہمارے آقا سراپا نور ﷺ

سَيِّدُنَا سِرَاجٌ[۷] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — سَيِّدُنَا مِصْبَاحٌ[۸] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا روشن چراغ ﷺ — ہمارے آقا چراغ ہدایت ﷺ

سَيِّدُنَا هُدًى[۹] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — سَيِّدُنَا مَهْدِيٌّ[۱۰] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا مجسمہ ہدایت ﷺ — ہمارے آقا ہدایت دیئے گئے ﷺ

سَيِّدُنَا مُنِيْرٌ[۱۱] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — سَيِّدُنَا دَاعٍ[۱۲] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نور عطا فرمانے والے ﷺ — ہمارے آقا ہدایت کی طرف بلانے والے ﷺ

سَيِّدُنَا مَدْعُوٌّ[۱۳] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — سَيِّدُنَا مُجِيْبٌ[۱۴] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا بلائے گئے ﷺ — ہمارے آقا قبول فرمانے والے ﷺ

سَيِّدُنَا مُجَابٌ[۱۵] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — سَيِّدُنَا حَفِيٌّ[۱۶] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا مقبول دعا والے ﷺ — ہمارے آقا بہت ہی مہربان ﷺ

سَیِّدُنَا عَفُوٌّ [۱۷] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سَیِّدُنَا وَلِیٌّ [۱۸] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

ہمارے آقا معاف فرمانے والے ﷺ — ہمارے آقا اللہ تعالیٰ کے دوست ﷺ

۱ "سَیِّدُنَا مَشْهُوْدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اس کا معنی یہ ہے کہ فرشتے آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ فرشتے آپ کی بارگاہ میں بکثرت حاضر ہوتے تھے (اب بھی حاضر ہوتے ہیں) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مفعول بمعنی فاعل (گواہ) یا مفعل (گواہ بنائے گئے) ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو قیامت کے دن آپ کی امت پر گواہ بنائے گا' تو آپ ان کی عدالت کی گواہی دیں گے جیسے کہ اس سے پہلے اسم میں گزر چکا ہے۔

۲ '۳ '۴ '۵ "بَشِیْرٌ مُبَشِّرٌ نَذِیْرٌ مُنْذِرٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا" ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر خوشخبری اور ڈر سناتا۔ یہ فرمایا "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا" ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر خوشخبری اور ڈر سناتا۔ یہ بھی فرمایا "اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ" تم نہیں ہو مگر ڈر سنانے والے۔ اور فرمایا "اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ" میں نہیں ہوں مگر ڈر اور خوشخبری سنانے والا' ایمانداروں کے لئے' اور فرمایا "اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ" میں تمہارے لئے اس سے ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔ اور فرمایا "اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ" تم نہیں ہو مگر ڈر سنانے والے۔ اور فرمایا "اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ" بے شک میں کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں اور فرمایا "تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا" بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے عبد خاص پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈر سنانے والے ہوں۔ حدیث شریف میں ہے "اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ" میں برملا ڈر سنانے والا ہوں۔

"مُبَشِّرٌ" ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ اہل طاعت کو ثواب کی' بعض نے کہا مغفرت کی اور بعض نے کہا جنت کی اور بعض نے کہا شفاعت کی خوشخبری سنانے والے ہیں۔ بعض نے فرمایا: کہ آپ متقین کے لئے رب العالمین کی رضامندی کی۔ خوف والوں کو قیامت کے دن امن کی اور مشتاقوں کو اللہ تعالیٰ کی زیارت کی خوشخبری سنانے والے ہیں' نذیر ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ نافرمانوں کو آگ یا عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں' بعض نے کہا: ممنوعات اور گمراہیوں سے ڈرانے والے ہیں' مطلق بشارت اچھی چیز کی ہی ہوتی ہے۔ بری چیز کی بشارت اس وقت ہو گی جب اس کے ساتھ مقید ہو۔ جیسے ارشاد ربانی ہے "فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ" انہیں دردناک عذاب کی بشارت (خبر) دیجئے۔ مطلق بشارت کا معنی ہے ایسی چیز کی خبر دینا جو باعث مسرت ہو' اسے بشارت اس لئے کہتے ہیں کہ خوش کن خبر دینے سے بشرہ یعنی ظاہری جلد متاثر ہوتی ہے (اور آدمی مسکراتا ہے) اور انذار کا معنی ہے کسی خوفناک چیز کی خبر دینا تاکہ اس سے بچا جائے اور اس تک پہنچانے والی اشیاء سے گریز کیا جائے اور ایسا عمل کیا جائے جو اس سے دور رکھے' نذیر کا معنی ہے منذر (ڈرانے والا)

۶ "نُوْرٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ" تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔ نور سے مراد کہا گیا ہے (اکثر مفسرین کا یہی قول ہے) کہ نبی اکرم ﷺ ہیں۔ بعض نے کہا:

قرآن پاک ہے' پس نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کا وہ نور ہیں جو بجھایا نہیں جائے گا' اور اللہ تعالیٰ یہی پسند فرماتا ہے کہ اپنے نور کو پایہ تکمیل تک پہنچائے' نور کی تفسیر نبی اکرم ﷺ سے کی جائے تو اس پر یہ اشکال نہیں ہو سکتا کہ اس کے بعد "یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ" میں ضمیر مفرد لائی گئی ہے' حالانکہ نور اور کتاب الگ الگ چیزیں ہیں اور ان کے درمیان واؤ سے عطف لایا گیا ہے نہ کہ او سے' جیسے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے' یہ اشکال اس لئے نہیں ہوتا کہ ضمیر واحد دونوں کی طرف بتاویل مذکور راجع کی گئی ہے (اس تاویل سے متعدد کی طرف ضمیر مفرد راجع کی جا سکتی ہے) یا اس لئے کہ یہ دونوں ایک شے کی طرح ہیں اور دونوں کی ہدایت ایک ہی ہے' فراء نے اپنی تفسیر میں تصریح کی کہ ایسی صورت جائز ہے اور عام طور پر واقع ہے اور قرآن پاک کی بہت سی آیتوں میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ" اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے۔ زمین و آسمان کے نور کی مثال ایک طاق کی ہے (اس آیت میں بقول فراء نورہ کی ضمیر مفرد زمین و آسمان کی طرف راجع کی گئی ہے)

حضرت کعب' ابن جبیر اور سہل بن عبد اللہ نے فرمایا: نور ثانی سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں' اب "مَثَلُ نُوْرِهٖ" کا معنی یہ ہو گا کہ نبی اکرم ﷺ کے نور کی مثال ایک طاق کی ہے' نور کی حقیقت یہ ہے کہ جو خود ظاہر ہو اور دوسرے کو ظاہر کرے۔

۷'۸ "سِرَاجٌ' مِصْبَاحٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام سراج رکھا اور فرمایا "وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا" کیونکہ آپ کا معاملہ ظاہر' نبوت واضح اور آپ کے لائے ہوئے دین سے ایمانداروں اور عارفوں کے دل روشن ہوئے ہیں۔ لہذا آپ خود ظاہر اور دوسروں کو ظاہر فرمانے والے ہیں' روشن کرنے میں آپ ہی سراج کامل ہیں۔

شیخ ابو عبد اللہ محمد عربی فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' سراج حامل نور ہے' لغت میں یہ مصباح کا ہم معنی ہے۔ جس کے معنی ہیں فتیلہ میں کچھ آگ روشن ہو اور اس سے روشنی حاصل کی جائے' شمس و قمر اور ہر روشنی کرنے والے کو مجازاً مشابہت کی بنا پر سراج اور مصباح کہا جاتا ہے' نبی اکرم ﷺ کے لئے یہ الفاظ مشابہت کی بنا پر استعمال کئے گئے ہیں' کیونکہ جہالت کی تاریکیوں میں آپ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپ کے نور سے بصیرتوں کے نور حاصل کئے جاتے ہیں' اس جگہ اگر مطلق سراج سے تشبیہ ہو تو اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ سراج کا نور محسوس تاریکی کو دور کرتا ہے اور مخفی اشیاء کو بینائی کے لئے ظاہر کرتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کا نور جہالت کی تاریکی کو دور کرتا ہے اور بصیرت کے لئے مخفی معانی کو واضح کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللّٰهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ" اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر۔ رسول نازل فرمایا: وہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں تلاوت کرتے ہیں تاکہ ایمان اور اعمال صالحہ والوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکالیں اور اگر سراج یعنی چراغ سے تشبیہ ہو تو اس میں بغیر کسی تکلف اور نقصان کے مزید فائدہ ہے۔ جب اصل غائب ہو جائے تو فروع باقی رہتی ہیں۔ حضور ﷺ کے صوری ظہور کی بدولت آپ کے نور سے تمام سابقہ نور حاصل ہوئے' اسی طرح بعد والے نور بغیر کسی مانع اور حجاب کے اور بغیر کسی تکلف کے حاصل ہوئے' ان تمام انوار کے حصول کے باوجود آپ کے نور میں کوئی کمی نہیں آئی' آپ کے ظاہری طور پر غائب ہونے کے باوجود

آپ کے نور سے استفادہ ختم نہیں ہوا' بلکہ آپ کا نور آپ سے اکتساب فیض کرنے والی فروع سابقہ اور لاحقہ میں موجود ہے'
آپ ہر فضیلت کا منبع ہیں' تمام نور آپ ہی کے نور سے مکتسب ہیں۔ ل

چونکہ سراج اور مصباح ایک ہی ہیں' لہٰذا یہی گفتگو آپ کے اسم مبارک مِصْبَاحٌ کی شرح میں بھی کافی ہے۔

۹ "هُدًى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" پہلا حرف مضموم اور دوسرا مفتوح ہے یہ هَدَى (پہلا حرف مفتوح) کا ہم معنی مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے "هَدَاهُ السَّبِيلَ هَدْيًا وَهِدَايَةً" فلاں شخص کو راہ دکھائی۔ هُدًى۔ کبھی لازمی ہوتا ہے' اس کا معنی ہے مطلوب تک پہنچانے والے راستے کا پالینا۔ اس کے مقابل ضلال ہے جس کا معنی ہے مقصد تک پہنچانے والے راستے کا گم کرنا۔ اور کبھی متعدی ہوتا ہے اس کا معنی راہ دکھانا ہو گا' اس کے مقابل اضلال ہے جس کا معنی وہ راہ دکھانا ہے جو مقصد تک نہ پہنچائے۔

ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی "هُدًى" لازمی ہو' کیونکہ آپ کی ذات اقدس میں وہ رشد و ہدایت اور توفیق پائی گئی جو کسی مخلوق میں نہیں پائی گئی' بطور مبالغہ آپ کا نام مصدر سے رکھا گیا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا اسم شریف "هُدًى" متعدی ہو' کیونکہ آپ متبعین کو ہدایت دینے والے ہیں اور جس نے آپ کی پیروی کی' وہ ہدایت پا گیا۔ اسی لئے آپ کا نام هُدًى رکھا گیا۔ سراپا ہدایت ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۰ "مَهْدِيٌّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نسخہ سلیمہ میں میم مضموم ہے' دوسرے نسخوں میں مفتوح ہے' تمام نسخوں میں بالاتفاق یاء ثابت ہے' پہلی صورت میں اَهْدَى باب افعال سے مشتق ہے۔ اسی سے ایک قرات ہے "فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُهْدِي" (یاء مضموم اور دال مکسور ہے) مُهْدِي اسم فاعل ہو گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف راہنمائی فرمانے والے اور بلانے والے ہیں' لیکن مجھے لغت سے اس کی تائید نہیں مل سکی۔ ہو سکتا ہے کہ ہدیہ پیش کرنے سے ماخوذ ہو' حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف اور دوسروں کو ہدیہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے مخلوق کو جو ہدیہ عطا فرمایا اور انہیں آپ کے دست اقدس پر ایمان' اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید حاصل ہوئی' وہ عظیم ترین ہدیہ ہے۔

شیخ ابن فارض رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے قصیدہ تائیہ میں فرماتے ہیں۔

ل امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں چراغ کی نسبت آفتاب کی مثال بہتر ہے' ایک چراغ نور کے حصول میں دوسرے چراغ کا محتاج ہے' بقا میں محتاج نہیں ہے' پہلا چراغ بجھا دیا جائے تو دوسرے کی روشنی میں کچھ فرق نہ آئے گا' روشن ہونے کے بعد دوسرے چراغ کو پہلے سے کوئی مدد نہیں پہنچتی۔ نیز روشن ہونے کے بعد سب چراغ یکساں معلوم ہوتے ہیں۔ بخلاف نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کہ جہان جس طرح ابتدائے وجود میں اس کا محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا' یوں ہی ہر شے اپنی بقا میں اس کی دست نگر ہے۔ آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہو جائے' نیز جس طرح ابتدائے وجود میں تمام جہان اس سے مستفیض ہوا بعد وجود بھی ہر آن اسی کی مدد سے بہرہ یاب ہیں' پھر تمام جہان میں کوئی اس کے مساوی نہیں ہو سکتا' یہ تینوں باتیں مثال آفتاب سے روشن ہیں۔ (ملخصا) ۱۲ صلاۃ الصفا فی نور المصطفیٰ

لِمُهْدِی الْهُدیٰ فِیْ صُوْرَةٍ بَشَرِیَّه
اَجِبْرِیْلُ قُلْ لِیْ کَانَ دِحْیَه اِذْ بَدَا

مجھے بتاؤ کہ جب جبرئیل امین ہدیٰ ہدایت عطا فرمانے والے کے سامنے انسانی صورت میں نمودار ہوئے تو وہ دحیہ کلبی ہی تھے۔

سعد الدین فرغانی نے اس کی شرح میں فرمایا: اس ذات اقدس کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کو ہدیہ ہدایت عنایت فرمانے والے ہیں۔ یعنی نبی اکرم ﷺ، ہو سکتا ہے کہ دال کے فتح کے ساتھ (مُهْدٰی) اسم مفعول ہو، اس وقت اس کا معنی ہو گا اللہ تعالیٰ کا ہدیہ، دوسری صورت میں ("مُهْدِیْ" پڑھا جائے) ظاہر ہے کہ ہدایت بمعنی رشد و توفیق سے اسم مفعول ہے 'مُهْدِیْ' کا معنی ہو گا جس ذات اقدس میں رشد و ہدایت پیدا کی گئی، کیونکہ آپ کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

۱۔ "مُنِیْرِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرمایا: "وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا" اَنَارَ یُنِیْرُ اِنَارَةً" سے اسم فاعل ہے یعنی آپ خود روشن ہیں اور دوسروں کو نور عطا فرمایا جس سے وہ روشن ہو گئے۔ نیز دوسروں پر اپنی شعاعیں ڈالیں اور انہیں ظاہر کر دیا۔ پہلا معنی لازمی۔ دوسرا اور تیسرا متعدی ہے۔ اس جگہ تمام معانی درست ہیں کیونکہ حضور ﷺ خود روشن ہیں، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نور پیدا فرمایا اور دوسروں کو روشنی عطا فرمانے والے ہیں یعنی ارباب بصیرت کی بینائی کے لئے ظاہر فرمانے والے ہیں۔ کیونکہ نور دیکھنے میں مددگار ہوتا ہے اور آپ کے نور کی موجودگی کے سبب دیکھنے والوں کے لئے ان چیزوں کا دیکھنا ممکن ہو گیا، جن کا دیکھنا مطلوب ہوتا ہے۔ مثلاً علامات ہدایت، مقامات سعادت، نجات کے راستے، صحیح مقاصد اور ہلاکت و تباہی کے مقامات سے اجتناب۔ نیز آپ دوسروں کو نورانیت عطا فرمانے والے ہیں دوسرے آپ کے خوشہ چین ہیں۔

۲۔ "دَاعٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" ہو سکتا ہے کہ یہ دَعَا اللّٰهَ سے ماخوذ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ اس کی طرف رغبت کی یا اس کی عبادت کی۔ ارشاد ربانی ہے "وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا" نیز فرمایا "اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّیْ" ان آیتوں میں یدعو اور ادعو انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ آپ نے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تاکہ بارگاہ خداوندی کی طرف متوجہ ہو، اس معنی میں متعدد آیات وارد ہیں۔ (۱) وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ (۲) اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ (۳) قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَی اللّٰهِ (۴) وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ (۵) وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ (۶) اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ

حضور علیہ السلام کا نور مخفی رہا

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے پیدا کرنے اور عجائب و غرائب کو عدم سے وجود میں لانے کا ارادہ فرمایا: تو زمین کے بچھانے اور آسمان کو بلندی عطا فرمانے سے پہلے مخلوق کو ذرات کی صورتوں میں قائم فرمایا اس وقت ملکوت و جبروت میں صرف اسی کی ذات جلوہ گر تھی، پھر اپنے نور کی تجلیات سے ایک نور پھیلایا جو سب پر چمکا، پھر وہ نور

ان تمام صورتوں کے درمیان مجتمع ہوا اور نبی اکرم ﷺ کی صورت اختیار کر گیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم برگزیدہ اور منتخب ہو تمہارے پاس میں اپنا نور اور ہدایت کے خزانے امانت رکھتا ہوں' تمہارے ہی لئے میں زمین کو بچھاؤں گا' پانی جاری کروں گا' آسمان کو بلندی عطا کروں گا' ثواب و عقاب اور جنت و دوزخ بناؤں گا' پھر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پردہ غیب اور خزانہ علم میں مخفی فرمادیا۔

پھر تمام جہان پیدا کئے' زمانے کو پھیلایا' پانی جاری فرمایا' جھاگ ابھاری' ہوا کو حرکت دی' اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر بلند ہوا' زمین کو پانی کی سطح پر بچھایا' اسے طاعت کی طرف بلایا تو اس نے فرمانبرداری کا اظہار کیا' پھر بے مثل انوار سے فرشتوں کو پیدا کیا' اور اپنی توحید کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی نبوت کو جمع کیا' آپ کی زمین میں بعثت سے پہلے آپ کی نبوت کو آسمانوں میں شہرت دی گئی' جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی فضیلت فرشتوں پر ظاہر کی اور علم میں سبقت کی خصوصیت ان پر واضح فرمائی کہ ان میں تمام اشیاء کے اسماء جان لینے کی صلاحیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کعبہ۔ محراب۔ دروازہ اور قبلہ قرار دیا جس کی طرف عالم روحانیت و انوار سے تعلق رکھنے والے فرمانبرداروں (فرشتوں) سے سجدہ کروایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں امام ملائکہ کا نام دینے کے بعد ان کی پیشانی میں رکھی گئی امانت اور اس کی عظمت سے آگاہ فرمایا' حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کی بنیاد اس نورانی امانت پر تھی جو ان کی پیشانی میں ودیعت فرمائی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو میزان کے نیچے مخفی رکھا یہاں تک کہ طیب و طاہر خصلتوں والی ہستی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمایا' آپ نے لوگوں کو ظاہراً اور باطناً' خفیہ اور علانیہ دعوت دی اور اس عہد کی یاد دلائی جو مخلوقات کی پیدائش سے پہلے عالم ارواح سے لیا گیا تھا' جس نے آپ کی موافقت کی اس نے سابق نور سے استفادہ کیا' اس کے سر تک رسائی حاصل کی اور اس کے معاملہ کو واضح طور پر جان لیا' اور جس پر غفلت طاری ہوئی وہ غضب کا مستحق ٹھہرا۔

ہر شیئی سے پہلے آپ ﷺ کو نبوت عطا کی گئی

شیخ ابو محمد عبدالجلیل قصری شعب الایمان میں فرماتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واضح فرمادیا کہ نبی اکرم ﷺ کو ہر شے سے پہلے نبوت عطا کی گئی اور آپ نے ارواح کی پیدائش اور انوار کے آغاز کے وقت مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ جس طرح آپ نے انہیں آخر میں جسد اطہر کی تخلیق کے لئے بلایا' اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ "وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" (جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دوں' پھر تمہارے پاس رسول عظیم تمہاری کتابوں کی تصدیق کرتے ہوئے تشریف لائیں تو تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ان کی امداد کرنا) تمام انبیاء آپ پر ایمان لائے' لہٰذا آپ روحوں کے آدم اور سردار ہیں جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام جسموں کے باپ اور سبب ہیں۔

پھر شیخ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو "تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا" بابرکت ہے

وہ ذات جس نے اپنے عبد خاص پر قرآن اتارا، تاکہ تمام جہان والوں کو ڈرائیں، عالمین تمام مخلوق ہے۔ ثابت ہوا کہ آپ نے تمام مخلوق کو ڈر سنایا اور اول و آخر تمام آپ پر ایمان لائے۔ جبکہ آپ کا نور تمام جہان میں ایک پشت سے دوسری پشت تک منتقل ہوتا رہا۔

تمام اولین و آخرین کے نبی

شیخ تقی الدین سبکی قدس سرہ نے یہی مطلب بیان کیا اور اس کی تائید کی، پھر فرمایا: دو حدیثوں کا مطلب ہم سے مخفی تھا اس کی تقریر سے واضح ہو گیا، پہلی حدیث نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ ہمارا گمان تھا کہ آپ کی بعثت آپ کے زمانے سے قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہے۔ لیکن اب ظاہر ہوا کہ آپ کی بعثت تمام اولین و آخرین کی طرف ہے، دوسری حدیث نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے، ہم یہ سمجھتے تھے کہ آپ علم الٰہی میں تھے، اب ظاہر ہوا کہ آپ فی الواقع نبوت سے متصف تھے۔

شیخ ابو عثمان فرغانی فرماتے ہیں، اول سے آخر تک حقیقتاً داعی بہ حقیقت احمدیہ ہی تھی جو تمام انبیاء کی اصل ہے۔ اور انبیاء گویا آپ کی حقیقت کے اجزاء اور تفصیلات ہیں۔ لہٰذا ان کی دعوت و تبلیغ جزئیت اور بعض اجزاء کی اپنے کل کی خلافت کے اعتبار سے تھی، اور آپ کی دعوت وہ کل کی اپنی کلیت کی طرف تمام اجزاء کو دعوت تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے۔ "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ" ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کی طرف، انبیاء، رسولان عظام، ان کی تمام امتیں اور تمام اولین و آخرین "كَافَّةً لِّلنَّاسِ" میں داخل ہیں۔ آپ اصالۃً داعی ہیں۔ تمام انبیاء و رسل آپ کی تبعیت میں مخلوق کو حق کی طرف بلاتے ہیں۔ وہ سب دعوت و تبلیغ میں آپ کے نائب اور خلیفہ تھے۔

وَكُلُّ آيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا   فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ
فَإِنَّهُ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا   يُظْهِرْنَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

(۱) تمام معجزات جو رسولان گرامی لائے، وہ آپ ہی کے نور سے ان تک پہنچے۔

(۲) کیونکہ آپ آفتاب فضیلت ہیں اور وہ سب اس کے ستارے ہیں جو آفتاب کے انوار لوگوں کو تاریکیوں میں دکھاتے ہیں۔

شیخ عبد الجلیل اس تقریر میں ان تمام حضرات سے مقدم ہیں۔

۳۔ "مَدْعُوٌّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اس کے چند مطالب ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے جن حضرات سے خطاب فرمایا آپ ان میں سے اشرف ترین ہستی ہیں، آپ سے افضل ترین خطاب فرمایا، کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں آپ کو ازراہ تشریف و تکریم یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اور یَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ سے مخاطب فرمایا: آپ کے نام سے خطاب نہیں فرمایا۔ (دیگر انبیاء کرام کو ان کے ناموں سے یاد فرمایا) آپ کے طفیل آپ کی امت کو یہ شرافت عطا فرمائی کہ

اسے یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب فرمایا اور دوسری امتوں کو ان کی کتابوں میں یا اَیُّھَا الْمَسَاکِیْنُ (اے مسکینو!) سے پکارا' ان دونوں خطابوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

لہ کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا:

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ خطاب محمد است

عالم نور کے مسافر

(۲) معراج شریف میں آپ کا بلانا مراد ہے جب کہ آپ کو عالم نور میں سفر کرایا گیا اور آپ کے لئے ستر ہزار پردے اٹھا دیئے گئے' ان میں سے کوئی پردہ ایک دوسرے کے مشابہ نہ تھا اور ہر فرشتے اور انسان کا احساس آپ سے پیچھے رہ گیا۔ جیسے کہ ابن سبع نے اپنی شفاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی "اُدْنُ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ اُدْنُ یَا اَحْمَدُ' اُدْنُ یَا مُحَمَّدُ' لِیَدْنُ الْحَبِیْبُ" اے افضل الخلق! قریب آ' اے احمد اور اے محمد! قریب آ' محبوب نزدیک آ'

(۳) یا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے بلایا گیا۔ امام بیہقی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ جب ملک الموت نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ کو اختیار ہے (دنیا میں رہنے اور بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونے کا) تو حضرت جبریل امین نے عرض کی' اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملک الموت تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اسے پورا کرو۔ امام بیہقی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ آپ کو دنیا سے دار آخرت کی طرف منتقل فرما کر آپ کے قرب اور شرافت میں مزید اضافہ فرمائے۔

(۵) یہ مراد ہے کہ مخلوق آپ کو شفاعت کے لئے بلائے گی اور اللہ تعالیٰ آپ کو شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا۔ "مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗۤ اِلَّا بِاِذْنِہٖ" اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر کون شفاعت کر سکتا ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ اس وقت آپ کو خطاب فرمائے گا' اے محمد! اپنا سر اٹھایئے! امام طبرانی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے' ابن مندہ نے فرمایا: اس حدیث کی سند کے صحیح ہونے اور راویوں کی ثقاہت پر اجماع ہے' کہ جب اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو جمع فرمائے گا تو سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا جائے گا' آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں گے۔

(۷) یہ مطلب ہے کہ جنت میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے بلایا جائے گا' ان سب صورتوں میں آپ مدعو (بلائے گئے) ہیں۔

لہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ قصیدہ معراجیہ میں فرماتے ہیں:-

ندا اے محمد قریں ہو احمد' قریب آ سرور ممجد نثار جاؤں یہ کیا صدا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

۱۲ مسئلہ شفاعت کی بے نظیر تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو۔ تحقیق الفتوی از علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ۔ ۱۲

۱۵ "مُجِیْبٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" اجابت (قبول کرنا) دعا (بلانے) پر مترتب ہے مدعوٌّ کا جو مطلب لیا جائے مجیب کا
معنی اس کے موافق ہوگا' جب آپ کو بلایا گیا' یا جس بارے میں آپ کو بلایا گیا آپ نے اس کا جواب دیا اور اسے قبول کیا' جب
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا اور بلیٰ کہا۔
اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت۔ توحید' معرفت اور ایمان کو بھی سب سے پہلے آپ نے قبول کیا۔
نبی اکرم ﷺ دعوت ولیمہ کو قبول فرماتے' جو صحابی آپ کو دعوت دیتا آپ اس کی دعوت منظور فرماتے' اگرچہ بکری کے
ایک بازو۔ جو کی روٹی یا معمولی کھانے کی دعوت ہوتی' صحابہ کو کوئی حاجت درپیش ہوتی تو ان کے ساتھ تشریف لے جاتے اور ان
کی حاجت روائی فرماتے۔ کوئی صحابی یا اہل بیت میں سے کوئی آپ کو پکارتا تو آپ ازراہ تواضع' خوش اخلاقی اور حسن معاشرت
کے طور پر جواب میں لَبَّیْکَ فرماتے۔

۱۶ "مُجَابٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" (۱) نبی اکرم ﷺ بارگاہ الٰہی میں مستجاب الدعاء ہیں' آپ کی دعا کی قبولیت بے شمار
معاملات اور ان گنت مواقع پر ظاہر ہوئی' آپ کی مقبول دعائیں بے انداز ہیں' حضرت قاضی عیاض وغیرہ نے ان کی خاص تعداد
جمع کی ہے۔ (۲) مخلوق میں آپ کی دعوت و تبلیغ مقبول تھی۔ آپ کی دعوت کو قبول کرنے' آپ کی تصدیق اور پیروی کرنے
والوں کی تعداد اتنی ہے کہ آپ سے پہلے اتنے لوگوں نے کسی رسول کی دعوت قبول نہیں کی' احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ
آپ کے متبعین سب سے زیادہ ہیں۔ (۳) آپ کی شفاعت مقبول ہوگی۔

۱۷ "حَفِیٌّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" یہ حَفَاوَۃٌ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے کسی چیز کی طرف توجہ اور اس کا اہتمام
کرنا اور اس کے بارے میں بار بار سوال کرنا' کہا جاتا ہے "ھُوَ حَفِیٌّ عَنِ الْاَمْرِ" وہ فلاں چیز کے بارے میں بہت سوال کرنے والا
ہے "وَاسْتَحْفَیْتُہٗ عَنْ کَذَا" میں نے اس سے فلاں معاملے کے بارے میں کثرت سے سوال کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ "یَسْئَلُوْنَکَ
کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْھَا" تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں گویا تم اس کے متعلق بار بار سوال کرتے ہو۔ دوسرا معنی ہے لطف
و کرم کہا جاتا ہے "تَحَفّٰی بِیْ فُلَانٌ حَفَاوَۃً" فلاں نے مجھ پر مہربانی کی اور بے حد عزت کی "وَ ھُوَ حَسَنُ التَّحَفِّیْ بِقَوْمِہٖ وَ حَفِیٌّ
بِھِمْ" فلاں شخص اپنی قوم پر بہت مہربان ہے۔

اس اسم مبارک کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے اصحاب' اہل بیت اور اولاد مثلاً حضرت فاطمہ اور حضرت خدیجہ کی
سہیلیوں پر بہت مہربان تھے' آپ کی رضاعی بہن شیما جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو ان پر بہت شفقت فرمائی۔ سب کے
ساتھ آپ لطف و کرم اور انتہائی احسان سے پیش آتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ آپ اپنی قوم پر بہت مہربان تھے' ان کو نصیحت
فرمانے میں مبالغہ فرماتے' ان کی ہدایت کی شدید خواہش رکھتے تھے۔ یا یہ مطلب ہے کہ آپ اپنی امت کا بہت اہتمام فرماتے اور
دنیا و آخرت میں اپنی توجہ سے نوازتے ہیں۔ یا یہ کہ تمام احکام الٰہیہ کا نہایت اہتمام فرماتے تھے' خواہ ان سے آپ مکلف تھے مثلاً
اس کی عبادت' اسے ظاہری اور باطنی طور پر راضی کرنا یا ان کا تعلق دین کی تبلیغ و اشاعت اور تعلیم سے تھا یا ان کا تعلق مخلوق

کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے‘ انہیں ڈرانے‘ نصیحت کرنے‘ ان کے حقوق ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور صرف اس کی عبادت کے لئے جہاد کرنے سے تھا۔

۱۸ "عَفُوٌّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور تورات میں نبی اکرم ﷺ کا یہ وصف بیان فرمایا: امام بخاری حضرت عبد اللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے‘ بلکہ معاف فرماتے اور در گزر فرماتے تھے‘ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا "خُذِ الْعَفْوَ" معاف کرنے کو عادت بنائیے۔ نیز فرمایا: "فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ" انہیں معاف کرو اور در گزر کرو‘ عفو اور صفح کا معنیٰ ایک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شان یہ تھی کہ جرائم پر مواخذہ نہ فرماتے اور لغزشوں سے درگزر فرماتے۔ یعنی اگر کسی سے آپ کی ذات سے متعلق لغزش سرزد ہوتی تو اسے معاف فرما دیتے اور اس پر گرفت نہ فرماتے‘ کیونکہ آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ دوسروں کی اذیتیں برداشت کر لیتے لیکن دوسروں کو اذیت نہ دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا "اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" اچھے طریقے سے دفع کیجئے‘ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا‘ کسی مسلمان پر کبھی لعنت نہیں فرمائی‘ جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کبھی اپنے دست اقدس سے کسی کو تکلیف نہیں دی‘ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی شخص نے آپ کو تکلیف دی ہو اور آپ نے اس سے انتقام لیا ہو‘ یا اپنی ذات کے لئے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہو۔ البتہ! اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی مخالفت کرتا تو خدا کے لئے انتقام لیتے اور ناراض ہوتے‘ اس وقت کوئی چیز آپ کی ناراضگی کو فرو نہ کر سکتی تھی‘ اللہ تعالیٰ نے تورات میں آپ کی یہ صفت بیان فرمائی کہ آپ تند مزاج‘ سخت دل اور بازاروں میں آواز بلند کرنے والے نہیں ہیں اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے‘ بلکہ معاف فرما دیتے ہیں اور در گزر کرتے ہیں۔ حضرت شعیا علیہ السلام کی طرف نازل کردہ وحی میں بھی اس طرح تھا۔

مشرکین نے احد کے دن آپ کے اگلے دانت‘ ہونٹ‘ پیشانی اور رخسار مبارک زخمی کر دیئے‘ خود کی کمانیاں ٹیڑھی کر دیں‘ آپ کو پتھر مارے یہاں تک کہ آپ پہلو کے بل ایک گڑھے میں چلے گئے‘ خون آپ کے چہرہ انور پر بہہ رہا تھا‘ یہ سب واقعات اسی ایک دن میں ہوئے اور صحابہ کرام پر بہت ہی گراں گزرے‘ عرض کیا کہ کاش! آپ ان کے خلاف دعا فرماتے‘ آپ نے فرمایا: مجھے لعان بنا کر نہیں بھیجا گیا‘ مجھے داعی اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے یا فرمایا: میری قوم کو ہدایت عطا فرما کہ وہ نہیں جانتے۔ آپ پر جادو کیا گیا‘ زہر پلائی گئی‘ کچھ لوگ آپ کو شہید کرنے کے درپے ہوئے‘ لیکن آپ نے سب کو معاف فرما دیا۔

"وَلِيٌّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اس کے دو معنی ہیں۔ (۱) مددگار (۲) قریب‘ یہ ولاء سے ماخوذ ہے۔ ولایت کا معنیٰ محبت یا قرب یا متابعت ہے۔ لغت میں ولی کا معنیٰ محب۔ قریب یا پیروکار ہے۔ قاموس میں ہے وَلْيٌ کا معنیٰ قرب اور نزدیکی ہے وَلِيٌّ اس کا اسم ہے جس کا معنیٰ محب‘ دوست اور مددگار ہے۔ (انتہی) اس بنا پر ولی اللہ کا معنیٰ ہوا اللہ تعالیٰ کا مقرب)

وَلِيٌّ بمعنی ناصر ہو تو یہ فعیلٌ بمعنی فاعل ہے اور دوسرا معنی مُقَرَّب لیا جائے تو یہ مفعول کے معنیٰ میں ہے جیسے کہ لطائف

المنن سے معلوم ہوتا ہے' نبی اکرم ﷺ میں نبوت' رسالت اور ولایت جمع ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ آپ کی نبوت افضل ہے یا رسالت۔ بعض نے کہا' نبوت رسالت سے افضل ہے' کیونکہ نبوت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور رسالت میں مخلوق کی طرف توجہ ہے۔ بعض نے اس کے برعکس کہا' کیونکہ رسالت ایک امر باطنی ہے جو نبی کو نبوت سے زائد عطا کیا جاتا ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت' ولایت سے افضل ہے کیونکہ رسالت مخلوق کی دنیاوی اور اخروی مصلحتوں کے انجام دینے کے لحاظ سے خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہے' اس کے علاوہ فرشتے کا مشاہدہ اور اللہ تعالیٰ کے خطاب کو سنا ہے' بعض نے اس کے برعکس کہا' یعنی آپ کی ولایت افضل ہے' کیونکہ ولایت کا معنی قرب اور اختصاص ہے جو نبی میں بدرجہ کمال پایا جاتا ہے۔

نبوت و رسالت کا مفہوم

یہ سب اختلافات اس بنا پر ہیں کہ نبوت و رسالت کی تعریف کیا ہے؟ جس نے نبوت کا معنی محض خبر دینا اور رسالت کا معنی نبی کا مخلوق کے آخری مراتب پر فائز ہونا اور نبی کا فی نفسہ کامل ہونا' دوسروں کو مکمل کرنا اور تبلیغ و اصلاح سے مخلوق کا انتظام کرنا اور ولایت کا معنی بارگاہ خداوندی کے مشاہدہ میں حاضر ہونا قرار دیا' اس نے رسالت و ولایت کو نبوت پر فضیلت دی اور جس نے رسالت کا معنی صرف مخلوق کو پیروی پر برانگیختہ کرنا اور نبوت و ولایت کا معنی مخلوق کی طرف متوجہ ہونا قرار دیا' اس نے نبوت و ولایت کو رسالت پر فضیلت دی' اور جس نے یہ دیکھا کہ نبوت و رسالت میں وہی قرب اور اختصاص ہے جو ولایت میں ہے۔ مزید برآں مخلوق کی اصلاح ان کی سیاست اور راہنمائی ہے' اس نے نبوت و رسالت کو ولایت پر ترجیح دی' یہ اختلاف نبی کی نبوت اور نبی کی ولایت میں ہے' مطلق ولایت میں نہیں ہے' لہٰذا مطلق ولایت میں گفتگو نہیں ہونی چاہئے' کہ اس میں ابہام ہے' بلکہ قید لگانی چاہئے (کہ نبی کی نبوت افضل ہے یا نبی کی ولایت؟)

سَیِّدُنَا حَقٌّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ   سَیِّدُنَا قَوِیٌّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا سراپا حق ﷺ   ہمارے آقا صاحب قوت ﷺ

سَیِّدُنَا اَمِیْنٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ   سَیِّدُنَا مَامُوْنٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا امانت والے ﷺ   ہمارے آقا جن کی طرف سے شر کا خوف نہیں ﷺ

سَیِّدُنَا کَرِیْمٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ   سَیِّدُنَا مُکَرَّمٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا جامع کمالات ﷺ   ہمارے آقا عزت دیئے ہوئے ﷺ

سَیِّدُنَا مَکِیْنٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ   سَیِّدُنَا مَتِیْنٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا عظیم مرتبے والے ﷺ　　ہمارے آقا مضبوط ﷺ

سَیِّدُنَا مُبِیْنٌ[۹] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ　سَیِّدُنَا مُؤَمِّلٌ[۱۰] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا ظاہر ﷺ　　ہمارے آقا امید والے ﷺ

سَیِّدُنَا وَصُوْلٌ[۱۱] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ　سَیِّدُنَا ذُوْقُوَّةٍ[۱۲] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا صلہ رحمی کرنے والے ﷺ　　ہمارے آقا طاقت والے ﷺ

سَیِّدُنَا ذُوْحُرْمَةٍ[۱۳] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا بزرگی والے ﷺ

سَیِّدُنَا ذُوْمَکَانَةٍ[۱۴] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا عظیم مرتبے والے ﷺ

سَیِّدُنَا ذُوْعِزٍّ[۱۵] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ　سَیِّدُنَا ذُوْفَضْلٍ[۱۶] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا عزت والے ﷺ　　ہمارے آقا فضیلت والے ﷺ

سَیِّدُنَا مُطَاعٌ[۱۷] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ　سَیِّدُنَا مُطِیْعٌ[۱۸] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اطاعت کیے گئے ﷺ　　ہمارے آقا اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ﷺ

[۱] "حَقٌّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے- قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ- تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا' نیز فرمایا "فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی" جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے کہ انہیں وہ معجزے کیوں نہیں دیے گئے جو موسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے' اس کے علاوہ دوسری آیات

اس جگہ حق کا معنی باطل کا مقابل ہے' حَقٌّ کا معنی ہے ثابت ہوا- حق کا مطلب ہوا وہ ثابت جو تغیر و تبدل اور باطل کے غلبے سے پاک ہے- یا یہ مطلب ہے کہ ان کا صدق اور حکم ثابت ہے- یا یہ مطلب ہے کہ آپ صاحب حق ہیں اور مخلوق کے لئے ان کے رب کی طرف سے حق یعنی قرآن عظیم اور دین متین لائے ہیں- اس صورت میں آپ کو مبالغۃً عین حق کہا گیا-

[۲] "قَوِیٌّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" ایک قول کے مطابق "ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ" سے آپ ہی مراد ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنے حال میں قوی ہیں' اللہ تعالیٰ کے اوامر کی پیروی' نواہی سے اجتناب' اس کے احکام کے نافذ کرنے' اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کے ادا کرنے' شریعت و طریقت' محو و اثبات کے جمع کرنے' ظاہری احکام میں مخلوق کے ساتھ ہونے اور باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کی معیت میں منفرد ہونے پر قادر ہیں-

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امین ہیں

۲۔ "اَمِیْنٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" نبی اکرم ﷺ کا یہ وصف اعلان نبوت سے پہلے اور بعد مشہور و معروف تھا قریش بعثت سے پہلے آپ کو محمد ن الامین کہتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ میں زمین و آسمان میں امین ہوں' اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام امین رکھا' ارشاد باری تعالیٰ ہے مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ اس قول کے مطابق کہ اس سے نبی اکرم ﷺ مراد ہیں نہ کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام۔ پس آپ اللہ تعالیٰ کے امین ہیں اس کی وحی اور دین پر اور ارض و سماء میں امین ہیں۔ علامہ عزفی در منظم میں فرماتے ہیں' آپ کا اسم گرامی امین ہے' امین وہ ہے جسے معانی کی چابیاں اس وثوق پر دی جائیں کہ وہ ان کی حفاظت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کرے گا' اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے' اس سے پہلے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کا اسم شریف امین ہے' کیونکہ آپ نے وحی اور اس علم و تبلیغ کی حفاظت کی جس کے آپ مکلف تھے۔ دور جاہلیت میں آپ کی ثقاہت' امانت اور خیانت سے پاک ہونے کے سبب آپ کو امین کہا جاتا تھا (ان کا کلام ختم ہوا) انہوں نے اسماء مبارکہ پر جس قدر گفتگو کی ہے وہ تمام یا اس کا اکثر حصہ ابن عربی سے ماخوذ ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا: امین وہ ہے جو اپنے رب کے عقاب سے محفوظ ہو' یہ اس بشارت کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سورۂ فتح میں عطا فرمائی۔ "لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ الآیہ" تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرما دے۔ آپ کا نام آپ کے مرتبے کے مطابق رکھا گیا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ آپ ہر اس چیز کے امین ہیں جو آپ اپنے رب کی طرف سے لائے مثلاً امر و نہی' وعدہ و وعید' اس کی دلیل وہ معجزات ہیں جو آپ کے دست اقدس پر ظاہر ہوئے۔ ان معجزات کی حیثیت یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ میرے عبد خاص نے جو کچھ میری طرف پہنچایا سب سچ کہا۔ اس بناء پر آپ کی حقیقت کے لائق آپ کا نام امین رکھا گیا۔

۲۔ "مَامُوْنٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" بجیر بن زہیر بن ابی سلمیٰ نے اپنے قصیدے میں مامون کہا۔

سَقَاكَ بِهَا الْمَامُوْنُ كَاسًا رَوِيَّةً — فَاَنْهَلَكَ الْمَامُوْنُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

تجھے وہاں حضرت مامون ﷺ نے سیراب کرنے والا پیالہ پلا دیا' آپ نے تجھے پہلی اور دوسری بار پیالہ پلا دیا۔ [1]

جب حضور اقدس ﷺ نے یہ شعر سماعت فرمایا تو فرمایا: انشاء اللہ تعالیٰ میں مامون ہوں۔

مامون وہ ہے کہ جس کی طرف سے شر کا خطرہ نہ ہو' یا یہ امین کا ہم معنی ہے لیکن امین میں زیادہ مبالغہ ہے۔

---

[1] مولانا نور بخش توکلی نے لکھا ہے کہ حضرت بجیر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے تو ان کے بھائی کعب بن زہیر نے انہیں جو اشعار لکھ کر بھیجے' ان میں یہ شعر بھی تھا اور یہ شعر اس طرح نقل کیا

سَقَاكَ اَبُوْبَكْرٍ بِكَاسٍ رَوِيَّةٍ — فَاَنْهَلَكَ الْمَامُوْنُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

(سیرت رسول عربی' مطبوعہ تاج کمپنی ص ۳۳۹)

سب سے زیادہ عزت والے رسول

۵ "کَرِیْمٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ" بے شک یہ رسول کریم کا قول ہے، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں، میں تمام اولاد آدم سے زیادہ عزت والا ہوں، اکرم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوسروں پر فضیلت دی گئی ہو۔ کریم وہ ہستی ہے جو ان اقسام شرافت اور اوصاف کمال کی جامع ہو جو ان کے لائق ہوں، کرم کی دو قسمیں ہیں، ذاتی اور صفاتی، کرم کا معنی ہے جلالت اور رفعت، اس جگہ ذاتی کرم سے مراد اصل کی بزرگی اور صفاتی کرم سے مراد افعال کی عمدگی ہے۔ بنا بریں کریم کی تفسیر یہ کی گئی ہے کثیر الخیر، احسان فرمانے والے اور وسیلے اور سوال کے بغیر معانی عطا فرمانے والے۔ یہ سب معانی نبی اکرم ﷺ کے حق میں صحیح ہیں۔ لہذا آپ ہی شرافت کے ساتھ مختص ہیں اور آپ مطلقاً ہر وجہ اور ہر اعتبار سے تمام انسانوں انبیاء اور ان کے ماسوا سے زیادہ کریم ہیں۔ اصل، وصف، صورت و سیرت اور مرتبہ و مقام کے لحاظ سے زیادہ کریم ہیں ﷺ۔

۶ "مُكَرَّمٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" راء کی تشدید کے ساتھ، یہ کریم کا ہم معنی ہے، لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کا اعتبار ہے جس نے آپ کو کریم بنایا۔ [1]

۷ "مَكِيْنٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" مکانت کا معنی ہے خاص مقام، قرب اور عظیم مرتبہ، نبی اکرم ﷺ مکین ہیں کہ آپ کا مرتبہ بارگاہ خداوندی میں بلند ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ فرمایا، آپ کے علاوہ اپنے نام کے ساتھ کسی کے نام کا اعلان نہیں فرمایا۔ آپ ہی کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا اور اس کا اعلان فرمایا۔ ماضی میں عرش کے پائے پر لکھا اور آخر میں کلمہ طیبہ میں شامل فرمایا۔

۸ "مَتِيْنٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" یہ مشتق ہے مَتُنَ الشَّيْءُ (تاء مضموم ہے) مَتَانَه سے، جب کوئی شے سخت اور شدید ہو۔ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے دین میں شدید اور قوی تھے اور اس سلسلے میں پوری کوشش اور صداقت کو بروئے کار لاتے تھے۔ نیز آپ اپنے کافر دشمنوں پر شدید اور موید و منصور تھے۔

۹ "مُبِيْنٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ" نیز فرمایا "وَ قُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ" اس کے کئی معانی ہیں۔ (۱) آپ کی عظیم آیات ظاہرہ اور معجزات باہرہ کی بنا پر آپ کی رسالت اور آپ کا معاملہ ظاہر ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو احکام دے کر بھیجا ان کو بیان کرنے والے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ" تاکہ تم لوگوں کو وہ احکام بیان کرو جو ان کی طرف نازل کئے گئے ہیں۔ (۳) آپ عربی زبان والے اور تمام عرب سے زیادہ فصیح ہیں۔

۱۰ "مُؤَمَّلٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" دوسرا میم مشدد مکسور ہے، کہا جاتا ہے "اَمَّلَ الشَّيْءَ" فلاں شے کی امید کی۔ نبی اکرم

---

[1] امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا۔ تجھے حمد ہے خدایا

ﷺ اپنے آقا و مولا جل جلالہ کے امیدوار اس کے رحم و کرم کے متلاشی، اس کے فضل و احسان کے متمنی، اس کی رحمت و عطا کے طلب گار، اسی پر نظر رکھنے والے اور اس کی بارگاہ سے حسن ظن رکھنے والے ہیں۔ بعض حضرات نے مؤمّل میم کے فتحہ کے ساتھ کہا ہے کیونکہ دین کی تعلیم۔ نصرت و امداد، اصلاح حال اور دنیا و آخرت کی شفاعت کے سلسلے میں صحابہ اور تمام امت کے مرکز امید آپ ہی ہیں۔ انہیں ہر خیر و برکت کی امید آپ ہی کی ذات، آپ ہی کے واسطے، آپ ہی کے عظیم وسیلے اور بلند مرتبے سے ہے۔

۱۱ "وَصُوْلٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" واؤ مفتوح ہے، اس کی دلالت صلہ رحمی کے مبالغہ پر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نسبی اور دینی و ایمانی رشتے کی سب سے زیادہ پاسداری فرمانے والے ہیں، وفا اور عہد کو نبھانے میں سب سے آگے ہیں، آپ اپنے رشتہ داروں کو ان سے افضل پر ترجیح دیے بغیر ان سے صلہ رحمی فرماتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابو فلاں کی آل میرے دوست نہیں ہیں، میرا ولی اللہ تعالیٰ ہے اور مومنین صالحین۔ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد ان کی سہیلیوں کی خبر گیری فرماتے، انہیں تحفے تحائف بھجواتے اور ان کی خیر و عافیت دریافت فرماتے۔ جب ہوازن کے قیدیوں میں آپ کی رضاعی بہن شیماء گرفتار ہو کر آئیں، تو آپ نے ان کی عزت و تکریم کی اور اپنی چادر بچھا کر اس پر انہیں بٹھایا اور انہیں اختیار دیا کہ عزت و کرامت کے ساتھ آپ کے پاس رہیں یا انہیں عطیہ دے کر رشتہ داروں کے پاس بھیج دیا جائے، انہوں نے اپنے گھر جانے کو پسند کیا، چنانچہ آپ نے انہیں لباس، ایک غلام اور ایک کنیز دے کر ان کے رشتہ داروں کے پاس پہنچا دیا۔

۱۲ "ذُوْ قُوَّةٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اس میں وہی گفتگو ہے جو قَوِيٌّ میں گزر چکی ہے۔ اس میں اور بعد والے اسماء میں تنکیر تعظیم کے لئے ہے۔ (یعنی عظیم قوت کے مالک)

۱۳ "ذُوْ حُرْمَةٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" حرمۃ کا تلفظ تین طرح ہو سکتا ہے۔ (۱) پہلا حرف مضموم دوسرا ساکن (حُرْمَة) (۲) دونوں مضموم ہوں (حُرُمَة) (۳) پہلا مضموم دوسرا مفتوح (حُرَمَة) حرمۃ کا معنی ایسا رعب اور ہیبت ہے جس کی تعمیل واجب ہو اور خلاف ورزی اور حد سے تجاوز نہ کیا جا سکے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شان عظیم اور آپ کا مقام و مرتبہ بہت ہی بلند ہے۔

۱۴ "ذُوْ مَكَانَةٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" یہ آپ کے اسم مبارک مَكِيْنٌ کی طرح ہے اور اس پر گفتگو پہلے ہو چکی ہے۔

۱۵ "ذُوْ عِزٍّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" یہ اسم عَزِيْزٌ کا ہم معنی ہے اور اس کا معنی ہے (۱) جلیل القدر (۲) بے نظیر (۳) جس کا مرتبہ حاصل نہ کیا جا سکے۔ (۴) دوسروں کو عزت بخشنے والے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ" "اللہ تعالیٰ کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے۔ ایمانداروں کے لئے عزت آپ کی تبعیت اور پیروی کے سبب ہے، معلوم ہوا کہ آپ کے لئے اولاً اور اصالۃً عزت ہے اور مومنوں کے لئے فرع اور تابع ہونے کی حیثیت سے ہے اور آپ کی عزت ہی ان کی عزت ہے۔ پس آپ کا عزت سے مختص ہونا ظاہر ہو گیا۔

۱۶ "ذُوْ فَضْلٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" فضل لغت میں وہ کمال ہے کہ اس کے سبب موصوف کو دوسرے پر زیادتی حاصل

ہو' یہ مادہ بہر صورت زیادتی پر دلالت کرتا ہے' نبی اکرم ﷺ کو تمام کائنات پر ہر قسم کے کمالات میں کامل فضیلت اور زیادتی حاصل ہے۔

۱۷ "مُطَاعٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" آپ مطاع ہیں اور صحابہ کرام اور امت مسلمہ آپ کی مطیع ہے۔ کیونکہ ان کے دل میں آپ کی شدید محبت اور کامل تعظیم پائی جاتی ہے' اسی پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے' نیز آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

۱۸ "مُطِيْعٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" حضور انور ﷺ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اس کے احکام و اوامر کی عند اللہ و عند الخلق دائمی طور پر تعمیل کرنے والے تھے۔ عصمت و محبوبیت اور کمال عبودیت کی بنا پر شریعت و رسالت کی تبلیغ اور مخلوق کو ڈرسنانے میں ایک لمحہ کی غفلت بھی روا نہیں رکھتے تھے۔

سَيِّدُنَا قَدَمُ صِدْقٍ[۱] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا سچے راہنما ﷺ

سَيِّدُنَا رَحْمَةٌ[۲] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا پیکر رحمت ﷺ

سَيِّدُنَا بُشْرٰى[۳] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا خوشخبری دینے والے ﷺ

سَيِّدُنَا غَوْثٌ[۴] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا فریاد کو پہنچنے والے ﷺ

سَيِّدُنَا غَيْثٌ[۵] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا ابر رحمت ﷺ

سَيِّدُنَا غِيَاثٌ[۶] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا دستگیری فرمانے والے ﷺ

سَيِّدُنَا نِعْمَةُ اللّٰهِ[۷] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ تعالیٰ کی نعمت ﷺ

سَيِّدُنَا هَدِيَّةُ اللّٰهِ[۸] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ تعالیٰ کے عطیہ ﷺ

سَیِّدُنَا عُرْوَۃٌ وُّثْقٰی [9] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا مضبوط دستاویز ﷺ

سَیِّدُنَا صِرَاطُ اللّٰهِ [10] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ کی راہ ﷺ

سَیِّدُنَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ [11] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا راہِ راست ﷺ

سَیِّدُنَا ذِکْرُ اللّٰهِ [12] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ تعالیٰ کا ذکر ﷺ

سَیِّدُنَا سَیْفُ اللّٰهِ [13] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ تعالیٰ کی تلوار ﷺ

سَیِّدُنَا حِزْبُ اللّٰهِ [14] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ تعالیٰ کا لشکر ﷺ

سَیِّدُنَا النَّجْمُ الثَّاقِبُ [15] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا تابندہ ستارے ﷺ

سَیِّدُنَا مُصْطَفٰی [16] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا چنے ہوئے ﷺ

سَیِّدُنَا مُجْتَبٰی [17] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا برگزیدہ ﷺ

سَیِّدُنَا مُنْتَقٰی [18] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا منتخب ﷺ

۱۔ "قَدَمِ صِدْقٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" متعدد حضرات نے یہ نام نبی اکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں شمار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ" ایمان والوں کو خوشخبری دیجئے کہ ان کے لئے ان کے رب کی بارگاہ میں سچے راہنما ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے، مروی ہے کہ اس سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں۔ ابن مردویہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ اس سے مراد شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اس میں اس نام کی وجہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اس بات کی بشارت ہے کہ آپ امت مسلمہ کی شفاعت فرمائیں گے' کیونکہ طریقہ یہ ہے کہ شفاعت کرنے والا اس شخص سے پہلے جاتا ہے جس کے لئے شفاعت کی گئی ہو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ نبی اکرم ﷺ کی شفاعت ہے' آپ سچے شفیع ہیں یا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچائی کے شفیع ہیں۔ حضرت قتادہ اور حضرت حسن نے اسی طرح فرمایا' وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آپ کی ذات اقدس ہے آپ ان کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ حضرت حسن سے یہ بھی روایت ہے کہ قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد وہ مصیبت ہے جو نبی اکرم ﷺ کے وصال سے امت کو لاحق ہوئی۔ حضرت سہل بن عبد اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد وہ رحمت سابقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی ذات اقدس میں ودیعت فرمائی۔ حکیم ترمذی نے فرمایا: کہ آپ امام الصادقین والصدیقین۔ ایسے شفیع جن کی شفاعت مقبول ہو گی اور ایسے سوال کرنے والے ہیں جن کا سوال پورا کیا جائے گا۔ قدم (پاؤں) مفرد اور اس کی جمع اقدام ہے بعض اوقات اس کا اطلاق پیش قدمی پر ہوتا ہے' کیونکہ وہ قدم ہی سے ہوتی ہے' کہا جاتا ہے لفلان قدم فلاں کے لئے سبقت ہے۔

۲۔ "رَحْمَةٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہان والوں کے لئے رحمت

سیدی شیخ ابو العباس مرسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمام انبیاء رحمت سے پیدا کئے گئے' اور ہمارے نبی ﷺ عین رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ"

ہر بھلائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے

سیدی شیخ عبد الجلیل قصری اس آیت کے تحت فرماتے ہیں' اس آیت کی تصریح سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بدولت ہی تمام جہان والوں پر رحمت کی گئی ہے' اور ہر بھلائی' ہر نور اور ہر برکت ایجاد عالم سے لے کر آخر تک معرض وجود میں آچکی ہے یا آئے گی' نبی اکرم ﷺ ہی کے سبب سے ہے۔ امام ابو عبد اللہ حکیم ترمذی نوادر الاصول میں فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے جنت کا ایک زائد دروازہ بنایا ہے جس کا نام باب محمد (ﷺ) باب رحمت اور باب توبہ ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے' کھلا ہوا ہے اور جب آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہو گا۔ اس وقت بند کر دیا جائے گا۔ پھر قیامت تک نہیں کھولا جائے گا' باقی اعمال کے دروازے ہیں جو اعمال صالحہ پر تقسیم کئے گئے ہیں۔ پھر حضرت حکیم ترمذی نے فرمایا: جنت کا

باب توبہ جو باقی دروازوں سے زائد ہے وہ کسی عمل کا دروازہ نہیں' بلکہ رحمت عظمیٰ کا دروازہ ہے جس سے بندوں کی توبہ داخل ہو کر بارگاہ الٰہی میں پہنچتی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نبی توبہ ہوں اور میں عطا کی گئی رحمت ہوں۔ پس نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے اور تمام انبیاء کی بعثت رحمت ہے۔ اسی لئے جس نے ان کی لائی ہوئی ہدایت کو قبول کیا' نیک بخت ہوا اور جس نے ان سے اعراض کیا' اس پر فوری عذاب نازل ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کی ذات کریم اور آپ کی ولادت رحمت و امان ہے۔ اسی طرح آپ کا مزار مبارک صور کے پھونکنے تک رحمت ہے' لہٰذا اس رحمت کی عزت و حرمت اور امن قائم و دائم ہے۔

۳۔ "بُشْرٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" حضرت مصنف کے علاوہ دیگر حضرات نے آپ کا اسم مبارک بشریٰ عیسیٰ بتایا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے فرمایا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں جو میرے سامنے ہے۔ "وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ" اور اس رسول عظیم کی خوشخبری سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے' ان کا اسم گرامی احمد ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں' بشارت سے آپ کا اشارہ آیت مذکورہ کی طرف اور دعا کا ارشاد حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی اس دعا کی طرف ہے جو انہوں نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کے وقت مانگی' اللہ تعالیٰ نے اس دعا کا ذکر اس آیت میں فرمایا ہے۔ "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ الآیہ" اے اللہ! ان میں انہی میں سے رسول عظیم بھیج جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت کریں۔ انہیں کتاب و حکمت سکھائیں اور انہیں پاک کریں۔ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مختص نہیں ہے' ابن عساکر حضرت عبادہ صامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم کی دعا ہوں اور سب سے آخر میں میری بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے دی' اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے وعدہ لیا (کہ اگر رسول عظیم ﷺ تمہارے زمانے میں تشریف لے آئیں تو) تم ان پر ایمان لانا اور ان کی امداد کرنا اور انبیاء کرام یہ وعدہ اپنی امتوں سے لیتے تھے' لازمی بات ہے کہ وہ آپ کی خوشخبری بھی سناتے تھے۔ معلوم ہوا کہ تمام انبیاء نے آپ کی خوشخبری سنائی' اور آپ نے ایمانداروں کو رحمت و رضوان' آتش دوزخ سے نجات اور جنتوں کی خوشخبری سنائی' لہٰذا آپ علی الاطلاق بشریٰ (خوشخبری) ہیں اور حضرت مصنف کا (بشریٰ عیسیٰ کی بجائے) مطلقاً بشریٰ کہنا درست اور صحیح ہے' خواہ آپ کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مختص ہو یا تمام انبیاء علیہم السلام کو شامل ہو یا آپ کی نفس بشارت ہوں۔

۴' ۵' ۶۔ "غَوْثٌ غَیْثٌ غِیَاثٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" غوث مددگار اور فریاد رس اور غیث بارش کو کہتے ہیں "غِیَاثٌ" اِغَاثَہ سے اسم ہے' دستگیری کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے ذریعے مخلوق کی دستگیری فرمائی۔ لوگ گمراہی میں غرق تھے' جہالت کی موجیں ان سے کھیل رہی تھیں' وہ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کے قریب پہنچ چکے تھے اور جہنم کے

گڑھے کے کنارے کھڑے تھے' اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انہیں خلاصی۔ نجات اور رہائی عطا فرمائی۔

"غیث" یعنی بادل' بندوں اور شہروں کے لئے رحمت و زندگی۔ زینت اور ذریعہ اصلاح ہے کیونکہ اس کے سبب سبزہ' درخت' پھل اور پھول اگتے ہیں۔ نہریں اور چشمے جاری ہوتے ہیں' بادل مخلوق کے لئے غوث بھی ہے اور غیاث بھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت' نور اور رحمت لائے۔ اس وقت مخلوق کفر کے قحط اس کی خشک سالی اور تنگی کی وجہ سے مرچکی تھی' اور برباد ہو چکی تھی۔ آپ نے انہیں ہلاکت سے نجات' گمراہی کی جگہ ہدایت' جہالت کے بدلے بصیرت اور ان کے دلوں کو ایمان کے ذریعے زندگی اور زیب و زینت عطا فرمائی' اس لئے آپ کو بادل سے تشبیہ دی گئی کہ بادل شہروں کی زندگی' زینت' سرسبزی' زی' صلاحیت کا سبب اور ہلاکت سے نجات کا ذریعہ ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجودات کے لئے غوث' غیاث اور غیث ہیں۔ آپ کے ذریعے ان کی دستگیری کی گئی ہے۔

۷ "نِعْمَةُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا" کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا۔ کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ لوگ کفار قریش ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' آپ کا نام نعمت رکھا گیا' جس طرح کہ آپ کا نام رحمت ہے' آپ کے متبعین کے لئے حقیقتاً یہی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکو گے۔ حضرت سہل نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ نعمت سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے کی نعمت ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "يَعْرِفُوْنَ نِعْمَةَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا" یہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں' پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت سہل فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہچانتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں' پھر آپ کی تکذیب کرتے ہیں' یہی مطلب حضرت مجاہد اور سدی سے مروی ہے اور زجاج بھی اسی کا قائل ہے۔

۸ "هَدِيَّةُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" حاء مفتوح' دال مکسور اور یاء مشدد ہے۔ ابن سعد اور حکیم ترمذی حضرت ابو صالح سے مرسلاً (صحابی کے ذکر کے بغیر) راوی ہیں۔ دارمی' حاکم اور بیہقی ابو صالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سند متصل کے ساتھ راوی ہیں "اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ" میں وہ رحمت ہوں جو اللہ تعالیٰ نے بطور ہدیہ دی ہے۔ ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث روایت کرتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بطور ہدیہ رحمت بنا کر بھیجا' مجھے کچھ لوگوں کے بلند کرنے اور کچھ لوگوں کے پست کرنے کے لئے بھیجا۔

سیدی ابوالعباس مرسی فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام اپنی امتوں کے لئے عطیہ ہیں' اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے ہدیہ ہیں۔ عطیہ اور ہدیہ میں فرق ہے۔ عطیہ محتاجوں کے لئے اور ہدیہ محبوبوں کے لئے ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں وہ رحمت ہوں' جو بطور ہدیہ دی گئی ہے۔

۹ "عُرْوَةُ وُثْقٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اس میں تین نسخے ہیں (۱) معتمد نسخوں میں تنکیر کے ساتھ ہے۔ (۲) بعض نسخوں میں تعریف کے ساتھ ہے العروۃ الوثقی (۳) بعض دیگر نسخوں میں صفت الف لام کے ساتھ اور موصوف اس کی طرف مضاف ہے عروۃ الوثقی' اللہ تعالیٰ ارشاد ہے "فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى" شیخ ابو عبد الرحمن سلمی نے بعض علماء سے نقل کیا کہ العروۃ سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عروہ لغت میں کسی شے کے پکڑنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اسی معنی میں ہے عُرْوَةُ الْعَزَادَةِ تھیلے کے پکڑنے کی جگہ اور عُرْوَةُ الْكُوْزِ (کوزے کا دستہ اور مٹھی (دستہ)) کسی چیز کا وہ حصہ جو اسے پکڑنے کے لئے تیار کیا گیا ہو۔ اسے مقبض ہروی نے غریبین میں کہا کہ عروہ دراصل سبزے کے لئے ہے' بطور مثال ہر اس شے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس کا سہارا لیا جائے اور پناہ لی جائے (ختم شد) یہ لفظ اس شے کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کی جڑ زمین میں ثابت ہو' مثلاً شیح (ایک قسم کی گھاس۔ متنبی کہتا ہے اَغِذَاءُ ذَا الرَّشَاِ الْاَغَنِّ الشِّيْحُ) اور اس کے علاوہ ہر وہ پودا جو زمین میں جڑ رکھتا ہو۔ جب کسی سال بارش اور سبزہ کم ہو تو چوپائے ان پودوں کو کھا کر زندہ رہیں' اکثر اوقات عروہ کا مجازی استعمال اس شے کے لئے کیا جاتا ہے۔ جو اس لائق ہو کہ اسے تھاما جائے' خواہ محسوس ہو یا امر معنوی ہو' کیونکہ جو شخص پکڑنے کی جگہ کو پکڑے گا وہ اس لائق ہے کہ مقصد اور مراد پالے' اگر اس کا مقصد سہارا لینا ہو تو اسے تحفظ حاصل ہو جائے گا' بہت دفعہ اس معنی کے لئے مجازاً استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس کا مقصد بلند جگہ تک پہنچنا ہو تو پہنچ جائے گا' اس کے علاوہ اور مناسب مقاصد بھی ہو سکتے ہیں۔

اس جگہ لفظ عروہ مجازاً اس مناسبت کی بنا پر استعمال کیا گیا ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر آپ کی اتباع اور محبت سے آپ کا دامن تھامے گا' اسے دنیا و آخرت میں تحفظ حاصل ہو جائے گا اور اعلیٰ علیین تک رسائی حاصل ہو جائے گی۔ یہ خاص تعلق ہے ورنہ تمام جہان ایجاد اور امداد میں آپ کی ذات اقدس سے متعلق ہے اور کوئی شے ایسی نہیں جو آپ سے متعلق نہ ہو۔

وُثْقٰى فُعْلٰى کا وزن ہے "وَثُقَ الشَّيْءُ وَثَاقَةً" فلاں شے سخت اور شدید ہوئی' یہ اس جگہ استعارہ ترشیحیہ ہے (پہلے استعارہ اور مجاز کی مناسبت سے ہے)

۱۰ "صِرَاطُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام اس لئے ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچانے والے اور اس کی طرف سبیل ہدایت ہیں' جو آپ سے دانستہ یا نادانستہ برگشتہ ہوا' وہ گمراہی اور ناکامی کی وادیوں میں بھٹکے گا اور شیطان اس پر مسلط ہو جائے گا' اللہ تعالیٰ ہمیں ابلیس کی راہ سے محفوظ رکھے اور اپنے فضل و کرم سے دنیا سے رخصت کے وقت اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کے دامن سے وابستگی عطا فرمائے۔

صراط کا معنی ہے سیدھی راہ' یا واضح یا وہ راہ راست جس میں کوئی کجی نہ ہو' مجازاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کیا گیا ہے' کیونکہ آپ کا پیروکار دنیا و آخرت کی سعادت تک پہنچنے والا اور نجات پانے والا ہے۔ اور آپ سے برگشتہ ہونے والا گمراہ اور بے ہدایت ہے۔

۱۱ "صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا سکھائی "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" حضرت ابو العالیہ نے فرمایا: صراط مستقیم سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ روایت حاکم نے مستدرک میں ابو العالیہ کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کی اور اسے صحیح قرار دیا۔ بعض حضرات نے ابو العالیہ اور حسن بصری سے روایت کیا کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ، آپ کے اہل بیت اخیار اور صحابہ کرام ہیں۔ ماوردی نے "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" کی یہ تفسیر حضرت عبد الرحمن بن زید سے روایت کی۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بصری اور ابو العالیہ سے روایت کیا کہ صراط مستقیم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دو صاحب حضرت ابوبکر و عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

۱۲ "ذِكْرُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" حضرت مجاہد نے فرمایا: ذِکْرُ اللّٰہِ سے مراد نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس کا مطلب (۱) یہ ہے کہ جو آپ کی زیارت کرے یا آپ کا اسم گرامی، احوال شریفہ اور اخلاق حمیدہ سنے وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا۔ اس کی شان کے لائق حمد و ثنا کرے گا اور اس پر ایمان لائے گا اور تصدیق کرے گا۔ لہٰذا آپ کا وجود مسعود اللہ تعالیٰ کے ذکر کا سبب ہوا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام ذِکْرُ اللّٰہِ رکھا۔ (۲) نیز آپ کی ذات اللہ تعالیٰ کے ذکر، آپ کی صفات اللہ تعالیٰ کی توحید کی موجب ہیں اور آپ کے افعال اس کی ذات پر دلالت کرتے ہیں اور آپ کے ارشادات اس کے ذکر کا حکم دیتے ہیں۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ اپنے تمام احوال و افعال، صفات، نیند اور بیداری میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہیں۔ (۳) نبی اکرم ﷺ نے اپنے مولائے کریم کا دنیا و آخرت میں کثرت سے ذکر کیا اور تمام احوال میں اس کی حمد کی۔ (۴) بارگاہ خداوندی میں آپ کا مرتبہ بلند اور مقام شرافت کا حامل ہے اور ذکر کا معنی شرافت ہے۔ (۵) اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے آپ کا ذکر کیا، کیونکہ سب سے پہلے آپ ہی کا ذکر ہوا۔ آپ ہی تقدیر میں سب سے اول ہیں۔ اور لوح محفوظ میں سب سے پہلے آپ ہی کا ذکر ہوا۔ (۶) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کا بکثرت ذکر فرمایا۔ عرش، آسمانوں اور افلاک کے تمام مقامات، جنت اور تمام جنتی اشیاء پر آپ کا اسم شریف لکھا ہوا ہے۔ اپنی مخلوق کو آپ کے اسم گرامی کی صورت پر پیدا فرمایا۔ آپ کے اسم شریف کی اضافت اپنی طرف فرمائی (رسول اللہ و حبیب اللہ) آپ کا اسم اپنے اسم کے ساتھ جمع فرمایا۔ آپ کا اسم اپنے اسم سے مشتق فرمایا (اللہ تعالیٰ محمود ہے اور آپ محمد ہیں) جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔ جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، جس نے آپ کی بیعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی بیعت کی، لہٰذا حضور ﷺ ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہیں۔ ۱

ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفیٰ ﷺ

۱ حدیث قدسی میں ہے "جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِّنْ ذِكْرِيْ" میں نے تمہیں اپنا ذکر بنایا۔

۱۳ "سَيْفُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تن تنہا اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کی، اس کے لئے دشمنان خدا سے جہاد کیا، ان پر فتح پائی اور وہ آپ سے مرعوب ہو گئے۔

۵۴ "حِزْبُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" اللہ تعالیٰ کا حزب اس کا لشکر، اس کے دین کے مددگار، پیروکار اور اس کے وہ بندے ہیں جو اس کی پناہ چاہتے ہیں، اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور نواہی سے اجتناب کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کا ہم حزب اللہ رکھنا بھی درست ہے۔ کیونکہ آپ نے وہ کام کیا جو لشکر بھی نہیں کر سکتا۔ مثلاً دشمن کو شکست دینا، اس پر غلبہ پانا اور سختی سے کفر سے روکنا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تنہا مبعوث فرمایا۔ اس وقت روئے زمین پر آپ کے علاوہ کوئی شخص دین متین اور ملت حنیفہ پر نہ تھا، اس کے باوجود آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے، اللہ تعالیٰ کے دین اور صرف اس کی عبادت کے لئے ان سے جہاد فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے طوعاً یا کرھاً آپ کا پیغام قبول کر لیا، فتح و نصرت آپ ہی کے لئے تھی، کیونکہ آپ ہی جند اللہ اور حزب اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غلبہ پانے والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے میں آپ تمام مخلوق سے بڑے۔ اس کی طرف افتقار و احتیاج اور رجوع کرنے۔ اس کی معرفت، تمام تر توجہ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہونے اور اس کی طاعت پر قائم ہونے میں سب سے فائق ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ آپ کا نام حزب اللہ رکھا گیا، حالانکہ حزب کا معنی جماعت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام موحدین کے کلمہ اخلاص پر متفق ہونے اور اسلامی تنظیم کا سبب آپ ہی ہیں۔

۵۵ "اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى" اس کی تفسیر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے کی۔ حضرت ابو عبدالرحمن سلمی راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ" بھی نبی اکرم ﷺ ہیں۔ بعض نے کہا، آپ کا دل انور ہے۔ لیکن یہ بعید ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد ستارہ ہے۔ اگر اس سے نبی اکرم ﷺ مراد ہوں تو یہ تشبیہ بلیغ ہے یا مطلق نجم سے استعارہ ہے اور مناسبت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ "وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" بے شک تم صراط مستقیم کی ہدایت دیتے ہو، جیسے کہ ستارے سے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ "وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ" اور وہ ستاروں سے راہ پاتے ہیں، یا اس لئے کہ آپ سے جہالت کی تاریکی چھٹ گئی جیسے زمین ستاروں سے روشن ہوتی ہے۔ اور اگر مخصوص ستارے سے استعارہ ہو تو وہ زحل ہے اس وقت وجہ شبہ بلندی کے باوجود ضیاپاشی ہے، کیونکہ زحل ساتویں آسمان پر ہے۔

ثاقب کا معنی ہے روشن اور بہت ہی روشن، گویا کہ وہ ظلمت کا سینہ چیر کر اپنی روشنی پہنچاتا ہے اور دوسرے ستاروں سے بلند ہے، یہ استعارے کے لئے تائید اور تقویت ہے۔

۵۶ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس کا معنی ہے منتخب اور برگزیدہ، نبی اکرم ﷺ تمام مخلوق سے اللہ تعالیٰ کے منتخب اور برگزیدہ ہیں، آپ تمام مخلوق کا خلاصہ اور سب سے بہترین ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا: مصطفیٰ کا معنی ہے تمام بشری کدورتوں سے پاک اور صاف، آپ کا نام ایسا رکھا گیا جو آپ کے وصف کے مناسب ہے، بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے انتہائی قرب کے لئے چنے ہوئے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بناتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈالتا ہے، اگر وہ صبر کرے تو اسے مقام اجتباء عطا فرماتا ہے اور اگر رضا کا مظاہرہ کرے تو اسے مقام اصطفاء پر فائز فرماتا ہے۔

یہ اسم معتمد نسخوں میں نکرہ ہے اور اس پر تنوین ہے، بعض نسخوں میں ایک فتحہ کے ساتھ واقع ہوا ہے۔ اسی طرح بعد میں آنے والے دو اسم ہیں۔

عہ ۱۸ "مُجْتَبٰی مُنْتَقٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" یہ دونوں اسم مصطفٰی اور برگزیدہ کے معنی میں ہیں۔

سَیِّدُنَا اُمِّیٌّ[۱] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ   سَیِّدُنَا مُخْتَارٌ[۲] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا جنہوں نے سوائے خدا کے کسی سے نہیں پڑھا ﷺ   ہمارے آقا مالک و مختار ﷺ

سَیِّدُنَا اَجِیْرٌ[۳] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ   سَیِّدُنَا جَبَّارٌ[۴] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا امت کو آگ سے بچانے والے ﷺ   ہمارے آقا شکستگی دور کرنے والے ﷺ

سَیِّدُنَا اَبُو الْقَاسِمِ[۵] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا حضرت قاسم کے والد ﷺ

سَیِّدُنَا اَبُو الطَّاہِرِ[۶] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا حضرت طاہر کے والد ﷺ

سَیِّدُنَا اَبُو الطَّیِّبِ[۷] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا حضرت طیب کے والد ﷺ

سَیِّدُنَا اَبُو اِبْرَاہِیْمَ[۸] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا حضرت ابراہیم کے والد ﷺ

سَیِّدُنَا مُشَفَّعٌ[۹] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ   سَیِّدُنَا شَفِیْعٌ[۱۰] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا مقبول شفاعت والے ﷺ   ہمارے آقا شفاعت فرمانے والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَالِحٌ[۱۱] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدُنَا مُصْلِحٌ[۱۲] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا صالح اور نیک ﷺ   ہمارے آقا اصلاح فرمانے والے ﷺ

سَیِّدُنَا مُہَیْمِنٌ[۱۳] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدُنَا صَادِقٌ[۱۴] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نگہبان ﷺ   ہمارے آقا سچے ﷺ

سَیِّدُنَا مُصَدَّقٌ[۱۵] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدُنَا صِدْقٌ[۱۶] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا سچائی کے پیکر صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آقا تصدیق کئے ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدُنَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ[۱۷] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا تمام رسولوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدُنَا اِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ[۱۸] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا تمام متقیوں کے امام صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ "اُمِّیٌّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص ترین اسم ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے "اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ" جو لوگ رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں۔ نیز فرمایا "مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتَابُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنَاہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا" تم از خود نہیں جانتے تھے۔ کہ کتاب اور ایمان کیا ہے' لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا' جس کے ذریعے ہم جس بندے کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔

اُمِّیٌّ وہ ہے جو نہ پڑھے نہ لکھے' اس میں چند احتمال ہیں۔ (۱) یہ ام (ماں) کی طرف منسوب ہے' کیونکہ ان کی عام حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ لکھتی اور لکھا ہوا پڑھتی نہیں ہیں۔ جب بیٹا بھی اسی صفت کا حامل ہوا تو اس کی نسبت ام (ماں) کی طرف کر دی گئی' گویا وہ اس کی مثل ہے۔ (۲) یہ وجہ ہے کہ بچہ اپنی اصل پیدائش پر باقی ہے اس نے لکھا اور پڑھا نہیں ہے۔ (۳) یا اس حالت کی طرف منسوب ہے جو اسے ماں کے پاس سے حاصل تھی۔ (۴) بعض حضرات نے کہا کہ یہ ام القریٰ (مکہ مکرمہ کا نام) کی طرف منسوب ہے۔ (۵) بعض نے کہا کہ اُمۃ العرب (عرب قوم) کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ ان میں پڑھنا اور لکھنا عام نہیں تھا' اس لئے امی کا مطلب یہ ہوا کہ جو نہ لکھے نہ پڑھے۔ (۶) بعض نے کہا کہ یہ امتہ (قوم' جماعت) کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ آپ اپنی ذات میں ایک جماعت ہیں۔

امی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفت ہے

امی ہونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کمال ہے' بلکہ آپ کی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ ہے' نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تیرے لئے کافی معجزہ ہے' کیونکہ آپ نے نہ تو لکھا' نہ لکھا ہوا پڑھا' نہ کسی کی شاگردی اختیار کی اور نہ کسی لکھنے پڑھنے والے سے تعلق رکھا' اس کے باوجود آپ سے لدنی علوم و معارف' امم سابقہ کے حالات کی واقفیت اور اولین و آخرین کے علوم پر آگاہی ظاہر ہوئی' آپ نے مخلوق کی سیاست کے احکام جاری فرمائے' حالانکہ وہ مختلف قسم کے لوگ تھے۔ آپ نے دین و دنیا کے تمام مصالح کا احاطہ فرمایا' ہر خلق حسن اور علی الاطلاق مخلوق کے ہر کمال سے متصف ہوئے۔ ہر علم و حکم اور ہر حکمت میں آپ کا اس طرح امام ہونا کہ اس کے مقابل تمام مخلوق کو عاجز کر دیا اور تمام مخلوق کا امام ہونا آپ کا وصف خاص ٹھہرا' یہ تمام امور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبوت کے دلائل سے واضح دلیل اور روشن حجت ہیں' اور آپ کا امی ہونا ظاہر کمال ہے جس میں کوئی خفاء نہیں۔
پڑھنے اور لکھنے کا مقصود وہ علم ہے جو ان کا نتیجہ ہوتا ہے' کیونکہ لکھنا پڑھنا خود مقصود نہیں ہوتا' بلکہ یہ تو علم کے لئے واسطہ ہیں' جب ان کا ثمرۂ مطلوبہ حاصل ہو گیا تو ان کی ضرورت نہ رہی' نیز اگر لکھتے پڑھتے تو بعض لوگوں کو شک واقع ہوتا اور وہ آپ کی کتابت کے سبب آپ کی ملاقات سے بے نیاز ہو جاتے' جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "وَمَاكُنْتَ تَتْلُوْمِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ" اے حبیب! تم اس سے پہلے لکھا ہوا نہ پڑھتے تھے' اور اپنے ہاتھ سے لکھتے بھی نہ تھے ایسا ہوتا تو جھوٹے شک کرتے۔

چونکہ امی ہونا نبوت سے متعلق ہے' اس لئے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں لفظ امی لفظ نبی کے ساتھ ہی وارد ہوا ہے' صرف لفظ امی استعمال نہیں کیا جائے گا۔

۵۷ "مُخْتَارٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' توراۃ میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد میرے خاص بندے متوکل و مختار ہیں۔ تند مزاج' سخت دل اور بازاروں میں آواز بلند کرنے والے نہیں ہیں' برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے' بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں' ان کی پیدائش مکہ میں' ہجرت مدینہ میں اور حکومت شام میں ہو گی۔ یہ روایت دارمی اور ابو نعیم نے بیان کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیاء علیہ السلام کی طرف جو وحی فرمائی اس میں بھی اسی طرح ہے' اس وحی کے الفاظ اسم متوکل میں آئیں گے۔

۵۸ "اُجَيْرٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" بروزنِ اُمَيْرٌ بعض صُحُفِ منزلہ میں ہے کہ آپ کا اسم اُجَیْرٌ ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ آپ اپنی امت کو آگ سے پناہ دینے والے ہیں۔ یہ اسم فَعِیْلٌ بمعنی مُفْعِلٌ ہے۔

۵۹ "جَبَّارٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" آپ کا یہ نام حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور میں رکھا گیا' مزمور نمبر ۴۴ میں ہے: اس سبب سے نعمت تمہارے ہونٹوں سے صادر ہوئی' اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ کے لئے برکت دے' اے جبار! تم اپنی تلوار اپنے گلے میں لٹکا لو' کیونکہ تمہارے لائے ہوئے احکام الٰہیہ اور مسائل شرعیہ تمہارے ہاتھ کی ہیبت سے متصل ہیں۔ تمہارے نیزے لہرائیں گے اور تمام امتیں تمہارے سامنے سرنگوں ہو جائیں گی۔ یہ خطاب ہمارے نبی ﷺ کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم حضوری میں مستحق ہونے کے سبب مولائے کریم نے آپ کو منزلہ موجود میں رکھا (بلکہ آپ کا نور فی الواقع تمام اشیاء سے پہلے موجود تھا ۱۲ شرف قادری) وہ نعمت جو آپ کے ہونٹوں سے صادر ہوئی۔ آپ کے ارشادات' وہ کتاب جو آپ پر نازل کی گئی اور وہ آپ کی سنت ہے جسے آپ نے قائم کیا۔ (زبور کے بعض الفاظ کا مطلب) ناموس سے مراد صاحب سریا سر خیریا حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں۔ هَيْبَة يَمِيْنِه سے مراد بطور کنایہ آپ کی تلوار کا خوف ہے یا یمین سے مجازاً وہ چیز مراد ہے جو ہاتھ میں ہو۔

نبی اکرم ﷺ کے حق میں جبّارٌ کے چند مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) آپ نے ہدایت و تعلیم سے امت کی اصلاح فرمائی۔ (۲) اپنے دشمنوں کو مغلوب فرمایا (۳) آپ کا مقام تمام انسانوں سے بلند اور مرتبہ نہایت رفیع ہے۔ (۴) راہ خداوندی میں جہاد فرمانے

والے۔ (۵) آپ نے (حقانیت اور اخلاق کی) تلوار سے مخلوق کو حق پر قائم فرمایا اور زبردستی کفر سے روکا۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ سے تکبر والی جبریت کی نفی کی اور فرمایا "وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ" اے حبیب! تم ان پر ازراہ تکبر جبر کرنے والے نہیں ہو۔

حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ نے نسخہ سہلیہ میں ان دو اسموں کے حاشیہ میں لکھا کہ بعض روایات میں اُجِیْر اور جَبَّار کی جگہ اُجِیْز اور جَبَّاز (آخری اور بہترین) ہے۔

۵ "ابوالقاسم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" یہ کنیت متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

۶، ۷ "اَبُو الطَّاهِرِ' اَبُو الطَّيِّبِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" ان دو کنیتوں کو متعدد حضرات نے آپ کے اسماء میں شمار کیا

۸ "ابو ابراھیم علیہ السلام" حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس کنیت سے بلایا۔ یہ چار کنیتیں آپ کے تین یا چار صاحبزادوں کی نسبت سے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ طیب و طاہر آپ کے ایک صاحبزادے حضرت عبد اللہ کے نام ہیں' ان کی ولادت اسلام میں ہوئی' اس لئے ان کا نام طیب و طاہر رکھا گیا۔ یہی قول صحیح ہے' یا یہ دو صاحبزادوں کے نام ہیں ایک کا نام طاہر اور دوسرے کا نام طیب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ ابن اسحاق کا قول ہے۔

۹ "مُشَفَّعْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" فاء مشددہ مفتوحہ کے ساتھ' اسم مفعول کا صیغہ' اس کا معنی ہے مقبول الشفاعۃ (جن کی شفاعت مقبول ہو گی) کیونکہ آپ مخلوق کے بارے میں جلد حساب لینے' عذاب ختم کرنے اور ہلکا کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے' آپ کی سفارش قبول کی جائے گی' یہ تمام مخلوق میں سے آپ کی خصوصیت ہو گی' آپ کی انتہائی عزت افزائی کی جائے گی اور آپ سے کہا جائے گا' کہو تمہاری بات سنی جائے گی' مانگو دیا جائے گا' اور شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ یہ شفاعت کبریٰ مقام محمود ہے۔ [1] (جہاں تمام اولین و آخرین آپ کی تعریف کریں گے)

[1] مسئلہ شفاعت کی بے نظیر تحقیق علامہ فضل حق خیر آبادی کی تصنیف تحقیق الفتوی میں ملاحظہ ہو۔

۱۰ "شَفِيعْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اس کا معنی ہے مخلوق کی سفارش فرمانے والے' اس میں شافع کی نسبت مبالغہ ہے' یہ دونوں شفاعت سے مشتق ہیں جس کا معنی ہے حاجت روائی کا وسیلہ بننا۔

۱۱ "صَالِحْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اس سے مراد وہ ہستی ہے جو تمام موجودات کی قید سے آزاد ہو کر بارگاہ الٰہی کے لائق ہو' اس آزادی کے مختلف مراتب ہیں' جو شخص جس قدر آزاد ہو گا اس میں اتنی ہی صلاحیت پائی جائے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نیازی کی عظمت کی کوئی انتہاء نہیں ہے' لہٰذا آپ کی صلاحیت تک کسی کی رسائی نہیں اور نہ ہی کوئی اس کا تصور کر سکتا ہے۔

۱۲ "مُصْلِحْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" آپ مخلوق کے مصلح اعظم ہیں' آپ نے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کی طرف ان کی راہنمائی فرمائی' ان کے ظاہر و باطن کو آراستہ فرمایا' ان عادتوں کو پاکیزگی عطا کی اور ان کے اختلافات مٹا دیئے۔ بعض قدیم پتھروں پر لکھا ہوا ملا "مُحَمَّدٌ تَقِيٌّ مُصْلِحٌ وَ سَيِّدٌ اَمِيْنٌ" حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیکر تقویٰ' مصلح اعظم' سردار اور امین ہیں۔ بعض

حضرات نے یہ وجہ بیان کی کہ آپ نے انسانوں کے دلوں کو محبت آشنا کیا اور ان کے دلوں میں پائے جانے والے کینوں کو دور فرمایا۔ جیسے کہ عرب و عجم اور عرب کے قبیلوں میں پائے جاتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ" تم اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو کہ تم آپس میں دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی۔

۳۳ "مُهَيْمِنٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے مشہور شعر میں اس نام سے یاد کیا۔

حَتّٰى احْتَوٰى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ   خِنْدِفٍ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

یہاں تک کہ اے مہیمن! آپ کا کاشانۂ اقدس اس عظیم شرافت پر مشتمل ہوا کہ گویائی کی اس تک رسائی نہیں۔

بعض حضرات نے کہا: ان کی مراد ہے "يَا أَيُّهَا الْمُهَيْمِنُ" اے نگہبان! اگر یہ مطلب نہ ہو تو یہ نبی اکرم ﷺ کا اسم نہ ہوگا۔ بعض علماء نے کہا ان کی مراد یہ ہے کہ آپ کا گھر جو آپ کی شرافت کا گواہ ہے۔ (مہیمن بیت کی صفت ہے) یا یہ مطلب ہے کہ آپ کا گھر آپ کی اس شرافت پر مشتمل ہے جو آپ کی فضیلت کی گواہ ہے (اس صورت میں خندف کی صفت مقدم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم) اس کا پہلا میم مضموم اور دوسرا مکسور ہے۔ ایک روایت میں دوسرا میم مفتوح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ" اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف کتاب حق کے ساتھ اتاری جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس پر گواہ' بعض حضرات نے کہا کہ مُهَيْمِنًا سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں کہ آپ قرآن پاک پر گواہ ہیں۔ اس صورت میں یہ اِلَيْكَ کے کاف سے حال ہے۔ یا کلام میں حذف ہے اصل کلام یوں تھا "وَجَعَلْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ" اے حبیب! ہم نے تمہیں قرآن پر گواہ بنایا۔ راجح یہ ہے کہ اس کی تفسیر قرآن پاک سے کی جائے۔ کتاب سے پہلا حال مُصَدِّقًا اور دوسرا حال مُهَيْمِنًا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے حق میں اس کا معنی ہے۔ (۱) گواہ (۲) مخلوق کا نگران اور محافظ ہونا (۳) امین۔ یہ ابن قتیبہ نے کہا۔

۳۴ "صَادِقٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" حدیث صحیح میں آپ کا نام صادق و مصدوق آیا ہے۔ مروی ہے کہ جب آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی تو آپ کو اس سے صدمہ لاحق ہوا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ آپ صادق ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا صدق (سچا ہونا) لازمی ہے' کیونکہ آپ کا معصوم ہونا ضروری اور امین ہونا ثابت ہے۔ فطری طور پر آپ کی طہارت و نزاہت' تقدس ہمت کی بلندی' اخلاق کی عظمت' اصل کی پاکیزگی۔ حیاء کی شدت' عقل کی فراوانی اور رائے کی پختگی وغیرہ ذالک وہ امور ہیں جن کی بنا پر آپ کی صداقت ضروری ہے۔

صدق کا (جمہور علماء کے نزدیک) معنی واقع میں خبر کا واقع کے مطابق ہونا ہے۔ بعض (نظام) نے کہا کہ خبر کا اعتقاد کے مطابق ہونا اور بعض (جاحظ) نے کہا کہ خبر کا واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق ہونا صدق ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵ "مُصَدَّقٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" معتبر نسخوں میں دال مشددہ کے فتحہ کے ساتھ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ (تصدیق کیے ہوئے) آپ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ قول و فعل سے بکثرت آپ کی تصدیق کی یا اس لئے کہ مخلوق نے کثرت کے ساتھ آپ کی تصدیق کی، تمام موجودات نے آپ کی تصدیق کی، اجسام کے ظاہر ہونے سے پہلے تمام روحوں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور اجسام کے ظاہر ہونے کے بعد اتنے افراد نے آپ کی تصدیق کی کہ کسی دوسرے نبی کی اتنے افراد نے تصدیق نہیں کی۔ اگر "مُصَدِّقٌ" دال کے کسرہ کے ساتھ ہو تو یہ اسم فاعل ہے۔ (تصدیق کرنے والے) آپ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ آپ نے اپنے قول و فعل سے اپنے رب کی تصدیق کی۔ انبیاء سابقین اور کتب سابقہ کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ" اور اس کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے جو ان سے پہلے ہے۔ ارشاد ربانی ہے "وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖ" جو صدق کو لائے اور اس کی تصدیق کی، بعض حضرات نے فرمایا: اس سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں۔ (بعض مفسرین نے فرمایا: "وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ" سے مراد نبی اکرم ﷺ اور وَ صَدَّقَ بِهٖ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں)

۱۶ "صِدْقٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ارشاد ربانی ہے "وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ" اور اس نے صدق کی تکذیب کی جب اس کے پاس آیا۔ ایک قول کے مطابق صدق نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی ہے۔ صِدْقٌ مصدر ہے، بطور مبالغہ آپ کا نام رکھا گیا۔ (گویا آپ سراپا صدق ہیں)

۱۷ "سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ" حضرت بزار راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی، میں موتیوں کے ایک محل کے پاس پہنچا جو جگمگا رہا تھا اور مجھے تین چیزیں عطا کی گئیں، مجھے کہا گیا کہ آپ سید المرسلین، امام المتقین اور قائد الغر المحجلین (اس کا معنی عنقریب آئے گا)۔ سید المرسلین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ تمام رسولوں کے سردار، رئیس، عظمت اور فضیلت و شرافت میں سب سے آگے ہیں۔ ۱

۱۸ "إِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" مسلم شریف کی حدیث میں ہے "اَنَا اَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ" میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں، امام بزار کی روایت ابھی گزری ہے، تقویٰ کا معنی ہے نفس کو شریعت اور ان احکام کی حفاظت میں رکھنا جو اسے دنیا و آخرت کی برائیوں سے محفوظ رکھیں۔ التقی کا بھی یہی معنی ہے، متقی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کرے، منہیات سے بچے، پھر شبہات، پھر خواہشات اور بے فائدہ اشیاء اور ہر اس چیز سے بچے جو موجب نقص ہے یا اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث ہے، پھر غیر اللہ پر اعتماد، میلان اور نسبت سے گریز کرے۔ (یہ تقویٰ کے مختلف مراتب ہیں) امام المتقین وہ ہستی ہے جو سب سے مقدم ہو، سب کی مقتدا ہو اور صراط مستقیم کی طرف ان کی راہنما ہو۔ لغت میں امام اسے کہتے ہیں جس کی پیروی کی جائے اور جو اپنے پیروکاروں کے لئے راہنما ہو، قوم سے آگے ہو، اپنے پیچھے آنے والوں کے لئے شفیع ہو، نبی اکرم ﷺ تمام مخلوق کی نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے، سب سے زیادہ اس کی معرفت اور خشیت رکھنے والے، سب سے

---

۱ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ۔

زیادہ اس کے فرمانبردار اور عبادت و تقویٰ میں کوشش کرنے والے ہیں' آپ تقویٰ و طاعت میں اس مقام پر فائز ہیں جو بیان سے باہر اور اس کی انتہا کی طرف تو اشارہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

سَیِّدُنَا قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا چمکدار اعضاء وضو والوں کو جنت میں لے جانے والے ﷺ

سَیِّدُنَا خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ تعالیٰ کے خلیل ﷺ

سَیِّدُنَا بَرٌّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا سراپا نیکی ﷺ

سَیِّدُنَا مُبِرٌّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدُنَا وَجِیْہٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نیک بنانے والے ﷺ ہمارے آقا معزز ﷺ

سَیِّدُنَا نَصِیْحٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدُنَا نَاصِحٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا پیکر خلوص ﷺ ہمارے آقا خیر خواہ ﷺ

سَیِّدُنَا وَکِیْلٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدُنَا مُتَوَکِّلٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا امت کے کارساز ﷺ ہمارے آقا توکل والے ﷺ

سَیِّدُنَا کَفِیْلٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَیِّدُنَا شَفِیْقٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا فرمانبرداروں کے لئے جنت کے ضامن ﷺ ہمارے آقا مہربان ﷺ

سَیِّدُنَا مُقِیْمُ السُّنَّۃِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا دین کا طریقہ قائم فرمانے والے ﷺ

سَیِّدُنَا مُقَدَّسٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا مقدس و مطہر ﷺ

سَیِّدُنَا رُوْحُ الْقُدُسِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا جان پاکیزگی ﷺ

Scanned by CamScanner

سَیِّدُنَا رُوْحُ[15] الْحَقِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا حق کی روح صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدُنَا رُوْحُ[16] الْقِسْطِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا روح انصاف صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدُنَا کَافٍ[17] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا کافی صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدُنَا مُکْتَفٍ[18] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا کفایت کرنے والے صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدُنَا بَالِغٌ[19] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا درجہ کمال پر پہنچنے والے صلی اللہ علیہ وسلم

١ "قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" حضرت بزار کی حدیث ابھی گزر چکی ہے۔ قَائِدٌ قَوْدٌ اور قِیَادَۃٌ سے اسم فاعل ہے۔ قِیَادَۃٌ کا معنی ہے کسی شخص کا ان لوگوں سے آگے ہونا جو اپنے اختیار سے اس کی پیروی کر رہے ہوں اور وہ انہیں کی مرضی سے جنت کی طرف لے جائے' غُرٌّ جمع ہے اَغَرّ کی اور ماخوذ ہے غُرَّۃٌ سے' اس کا معنی لغت میں گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی ہے اور اس جگہ مطلق چہرے کی سفیدی مراد ہے۔ تحجیل کا معنی ہے چاروں پاؤں کی سفیدی۔ حدیث صحیح میں ہے کہ میری امت قیامت کے دن اس حال میں بلائی جائے گی کہ وضو کے آثار کے سبب ان کے اعضاء چمک رہے ہوں گے' اس معنی کی حدیثیں کئی سندوں سے مروی ہیں۔ اس میں اس امت کی زینت اور تکریم ہے اور یہ اعزاز ہے ان کے نبی کا جس کی وہ پیروی کرتے ہیں اور جس کی طرف منسوب ہیں' یہ اس امت کی علامت مقرر کی گئی ہے جس کے سبب وہ دوسری امتوں میں قیامت کے دن پہچانی جائے گی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نے فرمایا غُرٌّ مُحَجَّلٌ اور قَوْدٌ گھوڑے کی مشہور صفات ہیں' اس امت کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنے میں اشارہ ہے کہ یہ امت بہترین ہے اور دوسروں سے سبقت لے جانے والی ہے۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ وضو اس امت کی خصوصیت ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس امت سے مختص نہیں ہے' ان کے ساتھ چہرے اور باقی اعضاء وضو کا روشن ہونا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ اس امت کے چہرے سجدے کی برکت سے اور باقی اعضاء وضو کی برکت سے روشن ہوں گے۔

٢ "خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" بخاری و مسلم میں حدیث شریف ہے کہ تمہارے صاحب اللہ تعالیٰ کے

خلیل ہیں۔ خلیل وہ ہے جسے محبوب کی سچی محبت حاصل ہو۔ یہ تخلل سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے بعض کا بعض سے مخلوط ہو جانا۔ جیسے کہ شاعر کہتا ہے۔

(۱) تو میری روح کی جگہ داخل ہو گئی ہے۔ اسی لئے دوست کو خلیل کہا جاتا ہے۔

(۲) جب تو بولتی ہے تو تو میرا کلام ہے اور جب تو خاموش ہوتی ہے تو تو پیاس بن جاتی ہے۔ یہ خلت کلمہ کا مطلب ہے۔

بعض اوقات اس کا اطلاق محض صحبت پر بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ۔"
اس دن ہم نشین ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، سوائے متقین کے۔

قاموس میں ہے کہ خلیل دوست کو کہتے ہیں یا جو شخص بے لوث اور سچی محبت رکھتا ہو خُلّہ کا معنی ہے خالص دوستی جس میں کوئی خلل نہ ہو (ختم شد) اس میں اختلاف ہے کہ خلت و محبت ایک شے ہے یا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دوسری صورت میں اختلاف ہے کہ ان میں سے اعلیٰ کیا ہے اور ان میں فرق کیا ہے؟ یہ بحث مبسوط کتابوں میں ہے۔

۳۔ "برّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" باء مفتوحہ کے ساتھ۔ وہ شخص جو بِرّ (باء مکسورہ کے ساتھ) سے متصف ہو اور یہ ایسا اسم ہے جو تمام بھلائیوں فضیلتوں اور نوازشوں کا جامع ہے۔

۴۔ "مبرّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" میم مفتوح اور اس کے بعد باء ہے، یہ مفعل کے وزن پر اسم مصدر ہے، بطور مبالغہ نبی اکرم ﷺ کا نام رکھا گیا، یا یہ اسم فاعل ہے (مُبِرّ) جو شخص نیکی کی راہ پر گامزن ہو یا وہ شخص کہ اپنی قسم کو پورا کر گزرے، یا دوسرے کی قسم کو پورا کرے اور اس کی قسم کو نہ توڑے۔ یا کسی کو نیک بنا دے۔

۵۔ "وَجِيْهٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اس کا معنی ہے صاحب جاہ و منزلت اور دنیا و آخرت میں بلند مرتبہ۔ ۱؎

۶، ۷۔ "نَصِيْحٌ ناصِحٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نبی اکرم ﷺ کا اللہ تعالیٰ۔ اس کی کتاب اور اس کے بندوں کے لئے اخلاص اور اس کے لئے اس حد تک جد و جہد کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کسی سے مخفی نہیں، نصیحت کا معنی ہے، نیتوں اور اقوال و افعال کے درست کرنے میں پوری کوشش صرف کر دینا۔ نیز اس کا معنی ہے وہ کام کرنا جس میں بہتری ہو، اس کے مقابل ملاوٹ، ملمع کاری، عیب کو چھپانا اور حق کو مخفی رکھنا ہے۔ دراصل اس کا معنی ہے خلوص۔ البتہ نصیح میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔

۸۔ "وَكِيْلٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) کفیل اور ضامن، اسی بنا پر بعض حضرات نے یہ تفسیر کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرمانبرداروں کے لئے جنت کے ضامن ہیں۔ (۲) معاملہ آپ کے سپرد ہے اور آپ اسے نبھا رہے ہیں۔ اس صورت میں دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) یہ اشارہ ہے کہ آپ کو بطور خلافت و نیابت کائنات میں تصرف کا اختیار دے دیا گیا ہے، نبی اکرم ﷺ کے لئے دوسروں کی نسبت خصوصیت کے ساتھ اس کے ثابت اور حاصل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ دوسروں کے لئے جو کچھ ثابت ہے وہ آپ کی عطا اور تبعیت کی بنا پر ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ خلیفۂ اکبر، دنیا و آخرت

۱؎ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

آپ درگاہ خدا میں ہیں وجیہ
ہاں شفاعت بالوجاہت کیجیے

میں واسطہ اور تمام مخلوق کے لئے رابطہ کا ذریعہ ہیں۔ (۲) یہ مطلب ہو کہ احکام شرعیہ آپ کے سپرد کئے گئے ہیں۔ لہٰذا (جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے) آپ اپنے اجتہاد سے حکم فرماتے ہیں۔ جیسے کہ علماء نے آپ کی خصوصیات میں بیان کیا ہے کہ جائز ہے کہ آپ کو کہہ دیا جائے کہ آپ جو چاہیں حکم کریں' آپ جو حکم کریں گے وہ صحیح اور میرے حکم کے موافق ہے' جیسے کہ اکثر علماء نے اصول میں اسے صحیح قرار دیا ہے' کسی دوسرے کا یہ اختیار نہیں ہے۔

تورات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں

۹۔ "مُتَوَکِّلٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" تورات میں آپ کا یہ نام رکھا گیا' ارشاد ہے' اے غیب کی خبریں دینے والے! ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر' خوشخبری اور ڈر سنانے والا' اور امیوں کے لئے جائے پناہ' تم میرے عبد خاص اور رسول ہو' میں نے تمہارا نام متوکل رکھا' وہ تند مزاج' سخت دل اور بازاروں میں آوازیں بلند کرنے والے نہیں' برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے' بلکہ معاف اور درگزر فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں اس وقت تک قبض نہیں فرمائے گا جب تک ان کے ذریعے گمراہوں کو سیدھا نہ کر دے یعنی وہ کلمہ طیبہ نہ پڑھ لیں اور ان کے ذریعے اندھی آنکھوں' بہرے کانوں اور غفلت کے پردوں میں لپٹے ہوئے دلوں کو نہ کھول دے' امام بخاری نے یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے تعلیقاً' امام دارمی اور ابن عساکر نے ان ہی سے سند کے ساتھ روایت کی۔ امام دارمی نے حضرت ابو اقد لیثی صحابی سے بھی روایت کی' انہوں نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیاء علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میں نبی امی کو بھیجنے والا ہوں' میں ان کے ذریعے بہرے کانوں' پردوں میں لپٹے ہوئے دلوں اور اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا۔ ان کی پیدائش مکہ مکرمہ میں' ہجرت مدینہ طیبہ میں اور حکومت شام میں ہو گی' وہ میرے عبد خاص' متوکل' برگزیدہ' رفیع القدر' حبیب و محبوب اور مختار ہیں' وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے' بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے' وہ بخشیں گے اور ایمانداروں پر مہربان ہوں گے' بھاری بوجھ والے چوپائے اور نادار عورت کی گود میں یتیم بچے پر رحم فرمائیں گے' وہ فحش گوئی اور بدکلامی نہیں کریں گے' وہ اتنے آرام اور سکون سے چلیں گے کہ پاس سے گزرنے پر چراغ بجھنے نہیں پائے گا اور طویل شاخ پر چلنے سے آہٹ پیدا نہیں ہو گی' میں انہیں خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجوں گا۔ یہ روایت حافظ ابو نعیم نے حضرت وہب بن منبہ سے بیان کی۔

متوکل وہ ہے کہ اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے' اس کے دامن رحمت کا سہارا لے اور ہر حال میں اسی سے تعلق رکھے' بعض حضرات نے کہا کہ متوکل وہ ہے جو نفس کی تدبیر چھوڑ دے اور اپنی قوت و طاقت سے دست کش ہو جائے' یہ توحید اور معرفت کی فرع ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عارفین باللہ تعالیٰ کے سید علی الاطلاق اور تمام موحدین کے سردار ہیں۔

۱۰۔ "کَفِیْلٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" بعض علماء نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسرت و ندامت کے دن اپنی امت کے لئے شفاعت کے ضامن ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے: 'کون ہے جو مجھے اپنے دو جبڑوں اور دو پاؤں کے درمیان (یعنی صداقت اور عفت) کی ضمانت دے' میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ یا ایسے ہی الفاظ ارشاد فرمائے۔ نیز فرمایا: جو مجھے ایک خصلت کی ضمانت دے کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگے گا' میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

۱۱ "شَفِیْق صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمْ" اس کا معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ازراہ شفقت امت کے بارے میں ان چیزوں کا خوف رکھتے تھے جو انہیں دنیا و آخرت میں تکلیف دیں اور مشقت میں ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں فرماتا ہے۔ "عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ" جو امر تمہاری تکلیف کا باعث ہو' وہ ان پر گراں ہے' وہ تم پر حریص ہیں اور ایمانداروں پر مہربان اور رحم فرمانے والے۔ نیز فرمایا "وَ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت۔ امت پر آپ کی شفقت یہ ہے کہ آپ نے ان کے لئے تخفیف اور آسانی فرمائی اور بعض اشیاء کو اس لئے ناپسند رکھا کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائیں (مثلاً تراویح) آپ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اس کی ماں کی مشقت کے خوف سے نماز مختصر فرما دیتے۔ جب آپ کی قوم نے آپ کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امین اور پہاڑوں کے فرشتے علیہما السلام کو بھیجا۔ اس فرشتے نے عرض کیا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اَخْشَبَیْن دو پہاڑوں کو ان پر الٹ دوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں' بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے افراد نکالے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے' ایک روایت میں ہے میں اپنی امت سے عذاب موخر کرتا ہوں' شاید کہ اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

مرتکبین کبائر پر حضور علیہ السلام کی شفقت

نبی اکرم ﷺ کی اپنی امت کے مرتکب کبائر پر شفقت یہ ہے کہ آپ نے ان کی پردہ داری کا حکم فرمایا اور امت کو حکم دیا کہ جن پر حد جاری کی گئی ہو ان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کریں۔ وعظ و نصیحت فرماتے وقت صحابہ کرام پر نظر رکھتے' کہیں وہ ملال محسوس نہ کریں۔ آپ کی شفقت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ حدیث شفاعت میں ہے کہ جس وقت سب لوگ اپنی اپنی فکر میں ہوں گے تو آپ کو امت کی فکر دامن گیر ہو گی اور آپ کہیں گے اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ۔ یا اللہ! میری امت کو بخش دے' یا اللہ میری امت کو بخش دے۔ اس کے علاوہ بے شمار مثالیں ہیں۔ جو شخص آپ کی سیرت و سوانح کا مطالعہ کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا۔

۱۲ "مُقِیْمُ السُّنَّة صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمْ" تورات اور زبور میں آپ کا یہ نام رکھا گیا۔ اے اللہ! لوگوں کے لئے اس زمانے کے بعد جب انبیاء تشریف فرما نہ ہوں' اپنے حبیب مقیم السنہ (سنت کو قائم فرمانے والے) کو بھیج اور تورات میں فرمایا: اللہ تعالیٰ انہیں اس وقت تک قبض نہیں فرمائے گا جب تک ان کے ذریعے گم کردہ راہوں کو راہ راست پر نہ لے آئے گا' یعنی جب تک وہ کلمہ نہ پڑھ لیں۔

حق سے مراد پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے اور اسے قائم کرنے کا مطلب اسے درست کرنا ہے یہاں تک کہ وہ طریقہ اپنی صحیح حالت پر آجائے' یا اسے رائج کرنا مراد ہے' گم کردہ راہوں سے مراد قریش ہیں اور انہیں راہ راست پر لانے کا مطلب توحید کا اظہار اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے تاکہ وہ کلمہ طیبہ پڑھ لیں۔

۱۳ "مُقَدَّسٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" دال مشدد مفتوح' اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ بعض انبیاء کی کتابوں میں آپ کا یہ اسم شریف واقع ہے۔ اس کے چند معانی ہیں۔ (۱) وہ ذات جسے گناہوں سے پاک رکھا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس کو ان کی آلودگی سے معصوم رکھا' اور ان کی مغفرت کا معنی یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ سے کوئی ایسا امر صادر ہو جسے آپ کے لئے گناہ کہا جائے تو وہ معاف ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ" بعض علماء نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دے۔ اور آپ سے خطاب اس لئے کیا گیا کہ آپ ہی مغفرت کا سبب ہیں اور آپ ہی کی اتباع کی بدولت گناہوں سے بچا جا سکتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَیُزَکِّیْھِمْ" اور انہیں پاک کریں اور فرمایا: "وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ" اور انہیں اندھیروں سے نور کی طرف لائیں۔ (۲) آپ کو مذموم اخلاق اور ردی اوصاف سے پاک رکھا گیا جو آپ کے شایان شان نہیں ہیں۔ (۳) بعض حضرات نے کہا وہ ذات جسے دوسروں پر فضیلت دی گئی۔ (۴) بعض علماء نے کہا' وہ ذات جس پر درود و سلام بھیجا گیا۔

۱۴ "رُوْحُ الْقُدُسِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" اس کا معنی ہے' وہ روح جو نقائص سے منزہ ہے' قدس کا معنی طہارت اور پاکیزگی ہے جیسے ابھی گزرا۔

۱۵ "رُوْحُ الْحَقِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" اس کے چند مطالب ہیں۔ (۱) حق سے مراد دین و ایمان ہو۔ نبی اکرم ﷺ ایمان کی جان ہیں' [1] جس کے ذریعے ایمان کا وجود قائم ہوا' آپ نہ ہوتے تو نہ ایمان کا وجود ہوتا اور نہ اس کا ظہور ہوتا' آپ ہی ایمان کی اصل اور جڑ ہیں' آپ ہی ایمان کا سرچشمہ ہیں اور آپ ہی سے پھیل کر ایمان دوسروں تک پہنچا (۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حق اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہو اور روح کی اضافت اس کی طرف ایسے ہی ہے جیسے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے نام میں ہے۔ یہ اضافت مخلوق کی خالق کی طرف اور مملوک کی مالک کی طرف تعظیم و تکریم کے لئے ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی روح اقدس روحوں کی آنکھ کی پتلی' ان کی اصل' ان کے وجود کی جڑ اور سب سے پہلی روح ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ لہٰذا آپ ہی روح اعظم اور خلیفہ اکبر ہیں۔ ﷺ نیز آپ ہی وہ روح ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے عالم وجود میں رکھا' عالم وجود کا قیام اور

---

[1] امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

بات آپ ہی سے ہے' اگر آپ نہ ہوں تو جہان معطل اور ختم ہو جائے۔ ع

۱۵ "رُوحُ الْقِسْطِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" قسط کا معنی عدل و انصاف ہے' نبی اکرم ﷺ انصاف کی جان ہیں' جس کی بدولت اس کا وجود قائم ہے' اگر آپ نہ ہوں تو انصاف کا قیام اور وجود ہی نہ ہو' قصیدہ بردہ میں آپ کی لائی ہوئی آیات قرآنیہ کے بارے میں فرمایا۔

فالقسط فی الناس من غیرھا لم یقم

ان کے بغیر لوگوں میں انصاف قائم ہی نہیں ہو سکتا۔

(ایک اعرابی کو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "فَمَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ" اگر میں نے عدل نہیں کیا تو کون کرے گا؟)

۱۶ "كَافٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے لئے اس کتاب کی بدولت جو آپ پر نازل کی گئی کتب سابقہ سے کفایت کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ" کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔

اہل کتاب تورات عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور اس کا مطلب عربی میں مسلمانوں کو بیان کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب' اور کہو ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کتاب پر جو ہماری طرف نازل کی گئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' اے گروہ مسلمین! تم اہل کتاب سے کیوں سوال کرتے ہو؟ حالانکہ تمہاری کتاب جو اللہ تعالیٰ کے نبی پر اتاری گئی' اللہ تعالیٰ کے نئے نئے احکام بیان کرتی ہے۔ تم خالص کتاب کی بغیر کسی آمیزش کے تلاوت کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں بتایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تبدیل کیا اور اپنے ہاتھوں سے اس میں رد و بدل کیا۔ پھر کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض معمولی قیمت حاصل کریں' کیا جو علم تمہیں پہنچا ہے' وہ ان سے سوال کرنے سے تمہیں نہیں روکتا؟ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے' بخدا! ہم نے اہل کتاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو تم سے قرآن پاک کے بارے میں سوال کرتا ہو۔

اپنی کتاب کو چھوڑ کر دوسری کتاب کی طرف جانا گمراہی ہے

نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صحیفہ دیکھا جس میں تورات کی کچھ باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ تو آپ ناراض ہوئے اور فرمایا: اگر موسیٰ علیہ السلام حیات ظاہرہ میں ہوتے تو انہیں میری پیروی کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کسی جانور کا کندھا لایا گیا جس میں کسی کتاب کی کچھ باتیں لکھی ہوئی تھیں' آپ نے فرمایا: کسی قوم کی حماقت یا فرمایا گمراہی کے لئے یہ کافی ہے کہ جو کچھ ان کے نبی لائے ہیں اس سے اعراض کر کے دوسرے نبی کی طرف جائیں یا

ع امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی' جان ہے تو جہان ہے۔

اپنی کتاب کو چھوڑ کر دوسری کتاب کی طرف جائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "اَوَ لَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ" کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ یہ حدیث ابن ابی حاتم اور دارمی نے یحییٰ بن جعدہ سے روایت کی۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ تورات و انجیل میں مصروف ہونا اور ان کا مطالعہ کرنا اجماعاً ناجائز ہے‘ اگر یہ گناہ نہ ہوتا تو آپ اس پر ناراض نہ ہوتے‘ نبی اکرم ﷺ اپنی کتاب شریعت اور شفاعت کے ساتھ کافی ہیں‘ اسی طرح آپ کا وسیلہ پکڑنا۔ آپ کے دامن سے وابستہ ہونا‘ آپ کے اخلاق سے موصوف ہونا اور آپ کی سنتوں کی پیروی کرنا کافی ہے۔

نسخہ سلیمہ اور اس کے علاوہ صحیح نسخوں میں اس اسم مبارک اور آئندہ اسماء مبارکہ مکتف‘ شاف اور مهد کے آخر میں یاء نہیں ہے۔ اور بعض نسخوں میں موجود ہے۔

۱۸ "مُكْتَفٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد پر اکتفاء کرنے والے۔ اس کی رحمت و عنایت کی بدولت اس کے ماسوا سے مستغنی ہیں کیونکہ آپ کی تمام تر توجہ اسی کی طرف اور تمام مخلوق سے منقطع ہو کر اسی کی طرف التفات ہے‘ لہٰذا آپ صرف اسی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ آپ ہی اس حال شریف کی اصل اور منبع ہیں۔ تمام کائنات میں سے جس کے لئے اس حال میں حصہ مقدر کیا گیا ہے اس نے آپ ہی کی ذات کریم سے حاصل کیا ہے۔ نیز آپ معاش‘ لباس‘ رہائش اور تمام امور میں دنیا کے معمولی حصہ پر اکتفاء فرمانے والے ہیں۔

۱۹ "بَالِغٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اس کا معنی واللہ تعالیٰ اعلم! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے والے۔ اور اس کی بارگاہ تک پہنچنے کا مطلب ہے اس کی ذات کا علم۔ واصل اور بالغ کا معنی ایک ہے لیکن بالغ میں ایک قسم کی قوت زائدہ کا اعتبار ہے‘ کیونکہ اس کا مادہ اور اس کے تمام صیغے اسی معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی اور اس کی ذات کی معرفت میں نبی اکرم ﷺ کو تمام مخلوق کی نسبت زائد قوت حاصل ہے جو محتاج بیان نہیں ہے۔ آپ علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں‘ آپ کا علم اور دائرہ عقل کی وسعت اس آخری حد پر ہے جو مخلوق کے لئے ممکن ہے‘ آپ کی عقل تمام مخلوقات سے زیادہ‘ سینہ سب سے زیادہ وسیع اور رائے کی عمدگی سب سے بڑھ کر ہے۔

سَيِّدُنَا مُبَلِّغٌ [۱] **صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**
ہمارے آقا تبلیغ فرمانے والے ﷺ

سَيِّدُنَا شَافٍ [۲] **صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**
ہمارے آقا شفا دینے والے ﷺ

سَيِّدُنَا وَاصِلٌ [۳] **صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**
ہمارے آقا بارگاہ خداوندی تک پہنچنے والے ﷺ

سَيِّدُنَا مَوْصُولٌ [۴] **صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**
ہمارے آقا رحمت سے ملائے ہوئے ﷺ

سَيِّدُنَا سَابِقٌ [۵] **صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**
ہمارے آقا سبقت والے ﷺ

سَيِّدُنَا سَائِقٌ [۶] **صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**
ہمارے آقا ہدایت کی طرف چلانے والے ﷺ

سَیِّدُنَا هَادٍ[۷] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَیِّدُنَا مُهْدٍ[۸] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا ہدایت دینے والے ﷺ　ہمارے آقا راہنمائی فرمانے والے ﷺ

سَیِّدُنَا مُقَدَّمٌ[۹] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَیِّدُنَا عَزِیْزٌ[۱۰] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا سب سے آگے ﷺ　ہمارے آقا غالب ﷺ

سَیِّدُنَا فَاضِلٌ[۱۱] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَیِّدُنَا مُفَضَّلٌ[۱۲] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا فضیلت والے ﷺ　ہمارے آقا فضیلت دیئے ہوئے ﷺ

سَیِّدُنَا فَاتِحٌ[۱۳] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَیِّدُنَا مِفْتَاحٌ[۱۴] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا کھولنے والے ﷺ　ہمارے آقا اسرار الٰہیہ کی کنجی ﷺ

سَیِّدُنَا مِفْتَاحُ الرَّحْمَةِ[۱۵] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا رحمت کی چابی ﷺ

سَیِّدُنَا مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ[۱۶] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا جنت کی کنجی ﷺ

سَیِّدُنَا عَلَمُ الْاِیْمَانِ[۱۷] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نشان ایمان ﷺ

سَیِّدُنَا عَلَمُ الْیَقِیْنِ[۱۸] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نشان یقین ﷺ

سَیِّدُنَا دَلِیْلُ الْخَیْرَاتِ[۱۹] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نیکیوں کے راہنما ﷺ

سَیِّدُنَا مُصَحِّحُ الْحَسَنَاتِ[۲۰] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نیکیوں کے صحیح کرنے والے ﷺ

[۱] "مُبَلِّغٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ" اے رسول! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کیجئے' نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا: میں تبلیغ کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے۔ میں (اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت) تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے۔ یہ حدیث امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ یہ بھی فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تبلیغ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تکلیف دینے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے داعی اور مبلغ بنا کر بھیجا ہے۔ ہدایت کا پیدا کرنا میرا کام نہیں ہے' شیطان کو برائیوں کا آراستہ کرنے والا بنا کر پیدا کیا گیا ہے' گمراہی کا پیدا کرنا اس کا کام نہیں ہے۔ یہ حدیث امام عقیل نے ضعفاء میں اور ابن عدی نے کامل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اس اسم کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے وہ احکام پہنچاتے ہیں جن کے پہنچانے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے جس کی ہدایت کا ارادہ فرماتا ہے' اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچا دیتے ہیں۔

۲۔ "شَافٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نبی اکرم ﷺ اپنی برکت' دعا اور چھونے سے گمراہی' کفر' جہالت اور ظاہری و باطنی بیماریوں سے شفا دیتے ہیں۔ نیز آپ علوم' حکمت اور اخبار میں بھی شفاء دیتے ہیں اور اپنی رائے اور مواعظ سے بھی۔

۳۔ "وَاصِلٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اس کا معنی یہ ہے کہ آپ واصل باللہ تعالیٰ ہیں' یہ مطلب بَالِغٌ میں گزر چکا ہے' یا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ یہ معنی وَصُوْلٌ میں گزر چکا ہے۔

۴۔ "مَوْصُوْلٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" یہ وَصْلٌ سے اسم مفعول ہے' جس کا معنی ہے جمع کرنا اور منقطع نہ کرنا' مطلب یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے مولا کی بارگاہ سے ملائے ہوئے ہیں اور علم و شرافت آپ کے مقام رفیع کے لائق آپ کی ذات مبارکہ میں جمع کر دیے گئے ہیں کہ ان میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ یہ نام پاک بہت سے صحیح نسخوں میں اسی طرح ہے یعنی صاد کے بعد واؤ ساکنہ ہے۔ بعض نسخوں میں اس کی جگہ مُوْصِلٌ ہے۔ آپ کا یہ نام تورات میں رکھا گیا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا: اس کا معنی ہے وہ ذات جس پر رحمت کی گئی' اس صورت میں یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے' اگر یہ اسم فاعل (مُوْصِلٌ) ہو جیسے کہ میں نے اس کا ضبط دیکھا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ آپ امت تک وہ احکام پہنچانے والے ہیں جن کی تبلیغ کا آپ کو حکم دیا گیا۔ یا اپنے متبعین کو بارگاہ الٰہی تک اور جنت تک پہنچانے والے ہیں۔ اس صورت میں یہ مُبَلِّغٌ کا ہم معنی ہے' جس کا بیان اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

۵۔ "سَابِقٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" آپ کی ذات اقدس پیدائش اور بارگاہ الٰہیہ تک رسائی میں سب سے پہلے ہے۔ ہر بھلائی' فضیلت' عزت' سعادت' سیادت اور نبوت و رسالت میں آپ ہی پہلے ہیں۔ روز الست اور قیامت کے دن مخاطب کیے جانے اور جواب دینے میں آپ ہی سابق ہیں' سجدہ کرنے میں آپ ہی پہلے ہیں' سب سے پہلے آپ ہی کا ذکر ہوا (لوح محفوظ اور انبیاء کے ذکر میں بھی آپ ہی پہلے ہیں۔ امامت' شفاعت' جنت میں داخل ہونے۔ اللہ تعالیٰ کی زیارت اور تمام ان خصال حمیدہ میں بھی آپ ہی پہلے ہیں' جو آپ کے ساتھ مختص ہیں اور کوئی دوسرا آپ کے ساتھ ان میں شریک نہیں ہے' اور یہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر خاص عنایت ہے۔

امام حاکم نے مستدرک میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عرب کا سابق ہوں صہیب روم کے سلمان فارس کے اور بلال حبش کے سابق ہیں۔

قوم کا سابق وہ ہے جو ان سے آگے ہو اور فضیلت و شرافت میں ان سے نمایاں ہو۔ نبی اکرم ﷺ فضیلت و شرافت کی تمام اقسام میں سب مخلوق سے اس طرح ممتاز ہیں کہ کسی وصف میں کوئی بھی آپ کے برابر نہیں ہے۔

۳۔ "سَائِقٌ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" یہ سَوْقٌ سے مشتق ہے جو قَوْدٌ سے مختلف ہے۔ (قَوْدٌ کا معنی ہے آگے چل کر راہنمائی کرنا اور سَوْقٌ کا معنی ہے پیچھے چلانا) بعض حضرات نے کہا کہ اس اسم مبارک کا مطلب یہ ہے کہ آپ انسانوں کو ہر بھلائی کی طرف چلاتے ہیں۔ نیکوں کو جنت کی طرف اور بدکاروں کو ڈر سنا کر اور دعوت دے کر' اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف چلاتے ہیں۔ آپ کا ایک اسم گرامی داعی اللہ ہے' اس کی تفسیر سَائِقٌ اِلَی اللّٰہِ سے کی گئی ہے۔

۴۔ "ھَادٍ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" اس کا معنی ہے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا کر اور انہیں راہ نجات بتا کر اللہ تعالیٰ کی طرف راہنمائی فرمانے والے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" بے شک تم صراط مستقیم کی ہدایت دیتے ہو۔

ہدایت کی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) ہدایت یابی کا پیدا کرنا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ (۲) مہربانی کے ساتھ راہنمائی اور بیان کرنا' یہ ہدایت کا اصل معنی ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے ہدایت اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کی صفت واقع ہوتی ہے۔ (۳) بلانا' اسی معنی سے ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" ہر قوم کے لئے ایک بلانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِهٖ" اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی طرف بلانے والے۔ ہدایت کا استعمال بھلائی میں ہی ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ "فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ" ان کو راہ جہنم کی ہدایت دو۔ بطور تہکُّمْ (ذلیل کرنے کے لئے) واقع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی دنیا و آخرت کی بہتری کی جانب راہنمائی ظاہر ہے۔

۵۔ "مُهْدٍ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" میم کے ضمہ کے ساتھ "اَهْدَی الْهَدِیَّةَ فلاں نے ہدیہ دیا' سے ماخوذ ہے۔ اس اسم اور اسم سابق (المهدی) میں فرق ہونا چاہئے۔ اگر یہ اسم میم کے ضمہ اور یاء کے حذف کے ساتھ ہو تو یہ اَهْدَی الْهَدِیَّہ سے اسم فاعل ہوگا۔ اسم سابق یا تو (مَهْدِیٌّ) میم کے فتح کے ساتھ هَدْیٌ بمعنی رشد و ہدایت سے مشتق ہے اور یہ زیادہ مناسب ہے اور یا میم کے ضمہ اور دال کے فتحہ کے ساتھ (مُهْدٰی) ہے' تو اس کا معنی وہی ہے جو آپ کے اسم مبارک هَدِیَّةُ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہدیہ) کا معنی ہے۔

۹۔ "مُقَدَّمٌ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" دال مشددہ مفتوحہ ہے۔ اس کا معنی وہی ہے جو اس سے پہلے آپ کے اسم شریف سَابِقٌ کا معنی گزر چکا ہے۔

۱۰۔ "عَزِیْزٌ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" اس کا معنی آپ کے نام پاک ذُوْعِزٍّ کے تحت گزر چکا ہے۔

۱۱۔ "فَاضِلٌ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو تمام مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے۔

۱۲ "مُفَضَّلٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" ضاد مفتوح کے ساتھ' اسم مفعول کا صیغہ ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو کسی ذات نے فضیلت دی اور صاحب شرافت بنایا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے' اسی نے آپ کو فضیلت و کرامت اور شرافت کے ساتھ مختص فرمایا اور تمام جہانوں خصوصاً انبیاء و رسل اور ملائکہ علیہم السلام پر ترجیح دی' اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

شیخ ابو عبد اللہ مکی نے فرمایا: کہ ملائکہ پر ترجیح اس لئے ہے کہ اس روایت صحیح پر اجماع ہو چکا ہے اور انبیاء و رسل پر ترجیح کی چند وجوہ ہیں۔

(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" "تم بہترین امت ہو جسے لوگوں (اقوام عالم) کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ امت تمام امتوں سے بہتر ہے اور امت کی بہتری ان کے نبی کی بہتری کے سبب ہے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہوں گے اور یہی مدعا ہے۔

(۳) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ" "میں تمام اولاد آدم (علیہ السلام) کا سردار ہوں۔ یہ بات بطور فخر نہیں۔

سوال: اس عموم میں حضرت آدم علیہ السلام داخل نہیں ہوں گے' کیونکہ اس حدیث سے آپ کا ان کے لئے سردار ہونا ثابت نہیں (بلکہ ان کی اولاد کی نسبت ہے)۔

جواب: (۱) حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر احتراماً ترک کیا گیا ہے' ورنہ مقصود تعمیم ہی ہے' کیونکہ اس جگہ اولاد آدم سے مراد جنس انسانی ہے۔

(۲) اس حدیث سے نبی اکرم ﷺ کی سیادت حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی نسبت ثابت ہے' حضرت آدم علیہ السلام سیادت میں ان حضرات سے بڑھ کر نہیں ہیں' لہٰذا حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم و سلم سب کے سردار ہوئے اور یہی مقصد ہے۔

تمام انبیاء کرام سے افضل ہونے کی تیسری دلیل یہ ہے کہ کامل دو قسم ہے۔ (۱) صرف اپنی حد تک کامل ہو دوسرے کی تکمیل نہ کرے۔ (۲) خود بھی کامل ہو اور دوسروں کی تکمیل بھی کرے۔ دوسری قسم افضل ہے' پھر دوسرے کی تکمیل علم میں ہو گی یا عمل میں' علم کا افضل ترین مرتبہ وہ علم ہے جس کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے ہے اور تمام اعمال سے افضل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ پس جو ان دونوں کے حاصل کرنے اور عطا کرنے میں اعلیٰ ہو گا' وہی سب سے افضل ہو گا اور اس میں شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ ان دونوں میں اعلیٰ ہیں کیونکہ آپ صاحب کلمہ جامعہ اور رسالت محیطہ ہیں۔ آپ کی امت میں ذات باری تعالیٰ کی معرفت اور تمام جہانوں کی عبادتوں کی جامع عبادات کا ظہور اور پھیلاؤ بھی اس دعوے کی دلیل ہے۔ نماز' حج اور دوسری عبادتیں مجموعی طور پر دیگر انبیاء اور دیگر امتوں کے لئے نہ تھیں۔ خلاصہ یہ کہ کمال اور تکمیل کا اعلیٰ درجہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مختص ہے اور جس کے ساتھ کمال اور تکمیل کا اعلیٰ درجہ مختص ہو وہ سب سے افضل ہے' لہٰذا نبی اکرم ﷺ سب سے

افضل ہیں۔

ہر اعتبار سے فائدہ دینے والے نبی

محدثین وہ دلائل سمعیہ پیش کرتے ہیں جو اس سے پہلے بیان ہوئے۔ صوفیاء کرام دلائل مذکورہ کے علاوہ فرماتے ہیں کہ جو ہر اعتبار سے فائدہ دے' وہ اس سے اعلیٰ ہے جو ہر اعتبار سے فائدہ حاصل کرے۔ نبی اکرم ﷺ ہر لحاظ سے فائدہ بخشنے والے ہیں' کیونکہ تمام نور آپ ہی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا: "اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَ مِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ" "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے نور سے ہر شے پیدا فرمائی۔

انوار دو قسم ہیں۔ (۱) طبعی (حسی) اور (۲) روحانی' روحانی نور دو قسم ہیں (۱) علوم (۲) اخلاق۔ اس میں شک نہیں کہ آپ ہی کے علم سے مخلوق کو علم دیا گیا اور آپ کے اخلاق سے انہیں اخلاق دیئے گئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" "اے حبیب! بے شک تم خلق عظیم پر ہو۔ اور اس امداد کی طرف اپنے ارشاد سے اشارہ فرمایا "وَ مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" "ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت اور اسی کی طرف نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کا اشارہ ہے کہ "اَنَا یَعْسُوْبُ الْاَرْوَاحِ" "میں روحوں کی اصل ہوں۔ اور میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

آپ ﷺ مقام محمود کے مالک ہیں

خلاصہ یہ کہ آپ وسیلہ' درجہ رفیعہ اور مقام محمود کے مالک ہیں اور یہ سب اس بنا پر ہے کہ آپ ہی سب کی ابتدا ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی وہ خصوصیت بیان کی جسے اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقۃً کوئی نہیں جانتا' فرمایا: "یَا اَبَابَكْرٍ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ لَمْ یَعْرِفْنِیْ حَقِیْقَةً غَیْرُ رَبِّیْ" "اے ابوبکر! اس ذات اقدس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا' مجھے حقیقتاً میرے رب کے سوا کسی نے نہیں پہچانا' اس کو اچھی طرح جان لو۔

اسی فضیلت کی بنا پر اولوالعزم رسولوں مثلاً حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انہیں آپ کی امت سے بنا دے۔ احادیث مبارکہ میں جو انبیاء کرام علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کی ممانعت ہے تو اس کا مطلب محققین کے نزدیک یہ ہے کہ خصوصیات اور قیاس کی بنا پر فضیلت نہ دی جائے' کیونکہ خصوصیات تفضیل کا تقاضا نہیں کرتیں۔ فضیلت تو محض وہ انتخاب اور خصوصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ارادہ قدیمہ اور تقدیر ازلی جاری کے مطابق کسی کو عطا کی ہے۔ اس کی ایسی کوئی علت نہیں ہے کہ جس پر فضیلت دی گئی ہے اس کے نقص کا تقاضا کرے' یہ بھی نہیں کہ صاحب فضیلت میں کوئی سبب پایا گیا اور جس پر فضیلت دی گئی ہے اس میں وہ سبب نہیں پایا گیا' جس کا یہ مطلب ہو کہ اس ہستی میں نقص یا تقصیر پائی گئی ہے۔ کیونکہ ہر نبی کو جو حکم دیا گیا اس پر انہوں نے پوری طرح عمل کیا' ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی' معلوم ہوا کہ

فضیلت ایک ایسا امر ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی معلوم ہو سکتا ہے' دلیل سمعی کے بغیر اس کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ [۱] "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ" یہ رسولان عظام ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں "وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ" اور بعض کے درجے بلند کئے' اور وہ نبی اکرم ﷺ ہیں۔ آپ کی تمام مخلوق پر فضیلت ایسا امر ہے جس میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے' اس پر سب ہی متفق ہیں کہ آپ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ البتہ! ائمہ کرام نے اس میں گفتگو کی ہے کہ جب عقیدہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سب سے افضل ہیں' تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ فلاں نبی مفضول ہیں' یا پاس ادب کے طور پر یہ بات نہ کہی جائے اور نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کیا جائے کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو اور کوئی یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں' دونوں دلیلوں پر عمل کرنے کے لئے یہی مختار ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] شرح کے عربی نسخے میں اس طرح چھپ گئی ہے "وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ" جو صحیح نہیں ہے۔

[۲] "فَاتِحٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" معراج شریف کی طویل حدیث میں حضرت ربیع بن انس کے واسطے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مروی ہے۔ "وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا" اور میں نے تمہیں فاتح اور خاتم بنایا۔ اسی میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے' آپ نے اپنے رب کریم کی حمد وثنا اور اپنے مراتب کا شمار کرتے ہوئے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے میرے لئے میرا ذکر بلند فرما دیا۔ "وَجَعَلَنِيْ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا" اور مجھے فاتح اور خاتم بنایا۔

فاتح کے متعدد مطالب ہو سکتے ہیں۔ (۱) (خلقت کے لحاظ سے) تمام انبیاء کی ابتدا اور سب سے پہلے (۲) ہر خیر اور شریعت کے کھولنے والے۔ (۳) وہ ذات جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے باب ہدایت کھول دیا۔ جبکہ راہ ہدایت مشتبہ ہو چکی تھی۔ (۴) جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اندھی آنکھوں' بہرے کانوں اور غفلت زدہ دلوں کو کھول دیا (۵) حاکم (۶) امت کے لئے رحمت کے دروازے کھولنے والے (۷) امت کی بصیرتوں کو حق کی معرفت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لئے کھولنے والے (۸) حق کے مددگار (۹) امت کی ہدایت کا آغاز فرمانے والے (۱۰) جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جنت کے دروازے کھول دیئے۔ (۱۱) جن کے طفیل اللہ تعالیٰ نے تمام شفاعت کرنے والوں کے لئے شفاعت کا دروازہ کھول دیا۔ (۱۲) جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے علم نافع اور عمل صالح کا دروازہ کھول دیا۔ (۱۳) جن کے صدقے اللہ تعالیٰ نے شہر فتح فرما دیئے (۱۴) جن کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کو فتح فرما دیا۔

[۳] "مِفْتَاحٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" یہ فاتح کا ہم معنی ہے' البتہ اس میں مبالغہ زیادہ ہے یا اس کا معنی چابی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ دشوار امور کو حل فرمانے والے ہیں' فاتح میں جو احتمالات گزر چکے ہیں وہ اس میں بھی مراد لئے جا سکتے ہیں۔

۱۵ "مِفْتَاحُ الرَّحْمَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" کیونکہ دنیا میں دینی یا دنیاوی' ظاہری یا باطنی طور پر جس پر بھی رحم کیا گیا یا آخرت میں جس پر بھی رحم کیا جائے گا وہ آپ ہی کے دست کرم سے ہے اور ہو گا اور آپ کے احکام اور آپ کی پیروی کے سبب ہی ہو گا۔

۱۶ "مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) جنت میں وہی داخل ہو گا جو آپ پر ایمان لائے گا' وہ آپ ہی کے ہاتھوں جنت میں داخل ہو گا' لہٰذا آپ ہی جنت کی کنجی ہیں۔ (۲) آپ حسی طور پر جنت کی کنجی ہیں کیونکہ جنت آپ سے پہلے کسی کے لئے نہیں کھولی جائے گی۔ آپ تشریف لائیں گے' دروازہ کھلوائیں گے تو آپ کے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا۔ لہٰذا آپ ہی جنت کی چابی ہیں۔ جیسے کہ مسلم شریف اور امام احمد کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھولنے کے لئے کہوں گا' خازن جنت کہے گا' آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا' میں محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم' خازن کہے گا' مجھے آپ ہی کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ خازن آپ سے کہے گا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہیں کھولوں گا اور آپ کے بعد کسی کے لئے نہیں اٹھوں گا۔

۱۷ "عَلَمُ الْإِيْمَانِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایمان کی علامت' ایمان اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کی دلیل ہیں۔ آپ ہی کے ذریعے ایمان تک رسائی اور آپ ہی کے نور سے راہ ایمان میں روشنی حاصل ہوتی ہے' لہٰذا آپ ہی اللہ تعالیٰ کی دلیل اور اس کی طرف راہنمائی فرمانے والے ہیں' آپ کے سوا نہ کوئی دلیل ہے نہ راہنما۔ آپ اللہ تعالیٰ کا باب اعظم اور راہ مستقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلیل اور راہنما بنا کر بھیجا' لہٰذا آپ کی دعوت عام اور رسالت تامہ ہے۔ آپ نے اپنے افعال و اقوال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف راہنمائی کی اور روحوں کو اس کے جلال و جمال کے ملاحظہ کے لئے بیدار کیا' اللہ تعالیٰ کی طرف ہر بلانے والا آپ ہی کی دعوت سے بلاتا ہے اور ہر دلیل آپ ہی کی راہنمائی سے دلالت کرتی ہے۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علامت ایمان ہیں یعنی آپ کی محبت ایمان کی علامت ہے' جس کے دل میں آپ کی محبت پائی جائے' وہ مومن ہے ورنہ نہیں' اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کی محبت عطا فرمائے۔

۱۸ "عَلَمُ الْيَقِيْنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اس سے پہلے اسم عَلَمُ الْإِيْمَانِ کی شرح میں گزر چکا ہے کہ عَلَم کا معنی علامت' دلیل اور پہنچانے والا راستہ ہے۔ یقین ایمان کا اعلیٰ مرتبہ اور اس کا خاص وصف ہے۔ اس کا معنی ہے علم حقیقی۔ اس کی ضد شک ہے۔ پھر یقین کبھی تو محض علم ہوتا ہے اور کبھی کشف و شہود اور وضاحت کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر اس میں غیر کے احساس و شعور کے اعتبار سے قوت و ضعف میں فرق ہوتا ہے۔ اس بنا پر یقین کی تین قسمیں ہوئیں۔ (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین۔ [1]

[1] یقین وہ اعتقاد ہے جو واقع کے مطابق ہو جانب مخالف کا احتمال نہ رکھے اور کسی کے شک ڈالنے سے زائل نہ ہو سکے۔ اس کی تین قسمیں ہیں' اگر تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی نہیں تو علم الیقین۔ اگر مشاہدہ پر مبنی ہے تو عین الیقین اور اگر تجربہ (بار بار کے مشاہدہ) پر مبنی ہے تو حق الیقین ۱۲

۱۹ "دَلِیْلُ الْخَیْرَاتِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" آپ بھلائیوں کی دلیل اور ان تک پہنچانے والے ہیں۔ اور نیکیوں کی کوشش کرنے میں آپ ہی کے نور سے اکتساب نور کیا جاتا ہے۔

۲۰ "مُصَحِّحُ الْحَسَنَاتِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" نیکیوں کو صحیح قرار دینے والے، کیونکہ کوئی عمل اور کوئی فعل جس کی صورت اچھی ہے اس وقت تک مقبول اور صحیح نہیں جب تک آپکی پیروی، محبت اور آپ کے دین میں داخل نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس شخص کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا جو آپ پر ایمان نہ لائے۔ اور یہ بداہتاً معلوم ہے۔

سَیِّدُنَا مُقِیْلُ الْعَثَرَاتِ[1] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا خطاؤں کے معاف کرنے والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَفُوْحٌ عَنِ الزَّلَّاتِ[2] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا لغزشوں سے درگزر فرمانے والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الشَّفَاعَہ[3] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا صاحب شفاعت ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْمَقَامِ[4] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا صاحب مقام محمود ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْقَدَمِ[5] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا صاحب پیشوائی ﷺ

سَیِّدُنَا مَخْصُوْصٌ م بِالْعِزِّ[6] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا عزت سے خاص کیے ہوئے ﷺ

سَیِّدُنَا مَخْصُوْصٌ بِالْمَجْدِ[7] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا بزرگی سے خاص کیے ہوئے ﷺ

سَیِّدُنَا مَخْصُوْصٌ بِالشَّرَفِ[8] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا شرافت سے خاص کیے ہوئے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْوَسِیْلَہ[9] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا صاحب وسیلہ ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ السَّیْفِ [۱۰] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا صاحب تلوار ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْفَضِیْلَةِ [۱۱] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا صاحب فضیلت ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْاِزَارِ [۱۲] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا تہبند والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْحُجَّةِ [۱۳] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا قوی حجت والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ السُّلْطَانِ [۱۴] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا صاحب غلبہ ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الرِّدَاءِ [۱۵] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا چادر والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الدَّرَجَةِ الرَّفِیْعَةِ [۱۶] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا بلند مرتبے والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ التَّاجِ [۱۷] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا تاج والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْمِغْفَرِ [۱۸] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا خود والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ لِّلوَاءِ [۱۹] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا لواء الحمد والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْمِعْرَاجِ [۲۰] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا معراج والے ﷺ

۱ "مُقِيلُ الْعَثَرَاتِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ثاء کے فتحہ کے ساتھ عَثَرَةٌ (ثاء کے سکون کے ساتھ) جمع ہے۔ کہا جاتا ہے "عَثَرَ عَثْرًا" گر پڑا "عَثَرَ فِي شَرٍّ" فلاں شخص شر میں واقع ہوا۔ "اِقَالَةُ الْعَثْرَةِ" کوتاہی کو پورا کرنا۔ چشم پوشی کرنا اور مجرم کے مستحق مواخذہ ہونے کے باوجود اس سے درگزر کرنا اور صاحب حلم کا ازراہ لطف و کرم مواخذہ نہ کرنا' نبی اکرم ﷺ کا یہی وصف تھا۔

۲ "صَفُوْحٌ عَنِ الزَّلَّاتِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" کہا جاتا ہے "صَفَحَ عَنِ الشَّيْءِ صَفْحًا" فلاں چیز سے اعراض کیا "صَفَحَ عَنِ الذَّنْبِ" گناہ معاف کر دیا۔ زَلَّاتٌ جمع ہے زَلَّةٌ کی' جس کا معنی ہے لغزش۔ مطلب یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی شان یہ تھی کہ جرائم پر مواخذہ نہ فرماتے۔ لغزش سرزد ہوتی تو اس پر مواخذہ نہ فرماتے بلکہ معاف فرما دیتے اور درگزر فرماتے' کیونکہ آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ دوسروں کی اذیتیں برداشت کر لیتے' لیکن کسی کو تکلیف نہ دیتے' یہ بات آپ کے اسم مبارک عَفُوٌّ کے تحت گزر چکی ہے۔

۳ "صَاحِبُ الشَّفَاعَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نبی اکرم ﷺ کی آخرت میں شفاعت حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۱' آپ کی شفاعت کئی قسم کی ہو گی۔ (۱) سب سے بڑی شفاعت تمام مخلوق کے لئے انہیں میدان محشر سے رہائی دلانے کے لئے ہو گی اور یہ شفاعت بالاتفاق آپ کے ساتھ مختص ہے' کیونکہ آپ سب سے بڑے شفیع ہیں اور آپ کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ ممکن ہے اس جگہ یہی مراد ہو اور الف لام عہد (معین کی طرف اشارہ کرنے) کے لئے ہو۔ کیونکہ حضرت مصنف کے علاوہ دیگر حضرات نے "صاحب الشفاعۃ الکبریٰ" کہا ہے۔ خاص طور پر اس شفاعت کا ذکر اس لئے کیا کہ یہ عظیم شفاعت ہے اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔ (۲) کچھ لوگوں کو حساب کے بغیر جنت میں داخل کرانے کے لئے ہو گی۔ (۳) ان لوگوں کے لئے ہو گی جو مستحق نار ہوں گے تاکہ انہیں جہنم میں داخل نہ کیا جائے۔ (۴) جو ایماندار جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے' انہیں نکالنے کے لئے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی اس میں نہیں رہے گا۔ (۵) جنت میں کچھ لوگوں کے درجے بلند کرانے کے لئے۔ (۶) صالحین کی ایک جماعت کے لئے کہ ان سے طاعتوں کی ادائیگی میں جو کوتاہی واقع ہوئی ہے' وہ معاف کر دی جائے۔

بعض حضرات نے مزید کچھ اقسام بیان کی ہیں۔ (۷) محشر میں جن سے حساب لیا جائے گا تاکہ ان کے حق میں تخفیف کی جائے۔ (۸) بعض کفار جو ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیئے گئے ہیں' ان کا عذاب کم کرانے کے لئے مثلاً ابو طالب کے لئے مطلقاً اور ابولہب کے لئے ہر پیر کے دن' کیونکہ اس نے اس دن نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت پر مسرت کا اظہار کیا تھا اور ثویبہ نے اسے یہ خوشخبری سنائی تو اسے آزاد کر دیا۔ (۹) مشرکین کے بچوں کے لئے کہ انہیں عذاب نہ دیا جائے۔ (۱۰) نبی اکرم ﷺ کا

---

۱ نبی اکرم ﷺ کی شفاعت قرآن پاک سے بھی ثابت ہے۔ "عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" اے حبیب! قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز فرمائے' اس مقام پر تمام مخلوق آپ کی تعریف کرے گی اور آپ مخلوق کی شفاعت فرمائیں گے۔ "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" اے حبیب! تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ ۱۲

اپنے رب سے یہ دعا کرنا کہ آپ کے اہل بیت میں سے کسی کو جہنم میں داخل نہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ کا آپ کی اس دعا کو پورا کرنا۔ (۱۱) کچھ لوگوں کی نیکیوں کا وزن بڑھانے کے لئے۔ (۱۲) اعراف والوں کے لئے شفاعت کہ انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے' یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔

بعض حضرات نے اس پر اضافہ فرمایا (۱۳) عذاب قبر کی تخفیف کے لئے شفاعت جیسے کہ بخاری و مسلم وغیرہما کی روایت میں دو قبروں کی حدیث ہے (کہ ان پر آپ نے دو سبز ٹہنیاں گاڑ دیں اور فرمایا: مجھے امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی' لیکن یہ شفاعت عالم برزخ سے متعلق ہے' قیامت سے متعلق نہیں' کئی اعمال ایسے ہیں کہ احادیث میں ان پر شفاعت کا وعدہ ہے۔ یہ تمام احادیث شفاعت کی سابق قسموں کی طرف راجع ہیں۔ جس جس سے آپ نے وعدہ فرمایا ہے اس کے لائق اور اس کی ضرورت کے مطابق آپ شفاعت فرمائیں گے۔

۳ "صَاحِبُ الْمَقَامِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" میم مفتوح ہے' اس سے مقام محمود مراد ہے' جیسے کہ دیگر حضرات نے اس کی تصریح کر دی ہے اور یہ اہل محشر کے حق میں شفاعت ہو گی۔ کہ ان کا فیصلہ کر دیا جائے' جب کہ فضائل میں گزر چکا ہے۔ (اسم مبارک احمد اور حاشر کے تحت)

۴ "صَاحِبُ الْقَدَمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" قَدَمٌ کے پہلے دونوں حرف مفتوح ہیں۔ پیشوائی' سبقت اور ہر کمال میں مقدم ہونا' اس پر گفتگو اسم شریف سابق میں گزر چکی ہے۔

۵' ۶' ۷ "مَخْصُوْصٌ بِالْعِزِّ' مَخْصُوْصٌ بِالشَّرَفِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" ان سب کا معنی ایک ہی ہے یا قریب قریب ہے۔ یعنی جلالت مرتبت' بلندی شان اور مرتبہ و مقام کی رفعت۔ یہ سب در حقیقت کامل و اکمل طور پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہیں' اس سلسلے میں آپ کی شان کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا' آپ کی انتہاء معلوم نہیں کی جا سکتی اور کوئی آپ کے برابر نہیں ہے' بلکہ آپ عزت و جلالت اور کمال صفات میں یکتا ہیں' نیز جس نے بھی اوصاف مذکورہ کا حصہ پایا' آپ ہی کی اتباع اور امداد سے پایا۔ لہٰذا یہ اوصاف حقیقتاً اور اصالۃً آپ ہی کے ہیں۔

۹ "صَاحِبُ الْوَسِيْلَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" فضائل کے ضمن میں اس پر گفتگو گزر چکی ہے۔ (اسم مبارک احمد اور حاشر کے تحت)

۱۰ "صَاحِبُ السَّيْفِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اس میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ نام آپ کے اسماء شریفہ میں اس لئے شمار کیا گیا ہے کہ زبور میں آپ کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے۔ "تَقَلَّدْ أَيُّهَا الْجَبَّارُ سَيْفَكَ" اے جبار! اپنی تلوار گلے میں حمائل کر لو۔ یہ خطاب نبی اکرم ﷺ کے لئے ہے' کیونکہ عرب کے علاوہ کوئی قوم تلوار گلے میں نہیں ڈالتی' آپ بھی ان میں سے ہیں اور تمام اہل عرب تلوار اپنے گلے میں لٹکاتے ہیں۔ (۲) انجیل کے اس ارشاد کی بنا پر ہو کہ ان کے پاس لوہے کی تلوار ہو گی' اس کے ساتھ جہاد کریں گے اور ان کی امت بھی اسی طرح ہو گی۔ بہر صورت یہ جہاد و قتال اور اس کی کثرت کی طرف اشارہ ہے جس کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے ہیں' علاوہ ازیں اس میں آپ کی شجاعت اور قوت شان کی طرف اشارہ ہے۔

٭ صَاحِبُ الْفَضِيلَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمْ" فَضِيلَةٌ فضلٌ سے مشتق فعیلہ کا وزن ہے۔ فضل کا معنی کمال ہے' اس کے مقابل نقص ہے۔ شیخ ابو عبد اللہ رصاع فرماتے ہیں فَضِيلَةٌ کی جمع فضائل ہے۔ اس کا معنی صفت جمیلہ اور خصلت محمودہ ہے جیسے علم' حیاء' شجاعت' بخشش' ذکاوت عقل اور حسن اخلاق اور ان کے علاوہ متعدد خصال محمودہ اور اوصاف حسنہ ان میں سے ہر ایک کو اس بنا پر فضیلت کہا جاتا ہے کہ عقلاء کے نزدیک ان کی اہمیت اور شرافت مسلم ہے۔ یا اس لئے کہ ان تمام یا بعض صفات سے موصوف اہل دانش کے نزدیک بزرگی کا حامل ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ صاحب الفضیلہ سے مراد وہ ہستی ہو جو متفرق فضائل کی جامع ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فضیلت سے مراد وہ مخصوص اور بلند ترین اوصاف ہوں جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے لئے قیامت کے دن کے لئے محفوظ رکھے ہیں۔ جن کا تصور بھی عقل میں نہیں آ سکتا یا اکابر اولیاء ہی انہیں جان سکتے ہیں۔

٭ "صَاحِبُ الْإِزَارِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمْ" کتب قدیمہ میں آپ کا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صاحب ازار (تہ بند) اور صاحب رداء (چادر) ہیں۔ یہ لباس عرب میں عام تھا' نبی اکرم ﷺ عام طور پر شلوار کی بجائے چادر استعمال فرماتے تھے' ازار وہ کپڑا ہے جو جسم کے نچلے حصے کو ڈھانپے' بعض حضرات نے کہا: کہ وہ چھوٹی یا بڑی چادر ہے جسے جسم کے گرد لپیٹا جائے۔

٭ "صَاحِبُ الْحُجَّةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمْ" حجت کا معنی دلیل ہے' جس کے ذریعے مخالف پر غلبہ پایا جائے' اس سے مراد معجزہ یا اس کا قائم مقام ہے' نبی اکرم ﷺ کے معجزات بے شمار ہیں آپ کے قوی اور فطری دلائل و براہین ان گنت ہیں' بعض حضرات نے فرمایا: کہ ان میں سے جو محفوظ ہیں ان کی تعداد ایک ہزار ہے' بعض نے کہا: کہ سب سے بڑا معجزہ قرآن پاک ہے' اس کے علاوہ تین ہزار ہیں۔ قرآن پاک میں ساٹھ ہزار معجزے ہیں۔ یہی بڑا معجزہ ہے جو مخلوق کے درمیان باقی ہے۔ اس کے علاوہ کسی نبی کا معجزہ باقی نہیں ہے' نبی کریم ﷺ کے دلائل اور معجزات میں سے آپ کے اخلاق حمیدہ اوصاف شریفہ' سیرت طیبہ' علمی اور عملی کمالات اور وہ خوبیاں ہیں جن کا تعلق آپ کی ذات اقدس' جسم اطہر' نسب اور وطن سے ہے۔

دلیل اور برہان کا معنی

٭ "صَاحِبُ السُّلْطَانِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمْ" سلطان کا پہلا حرف مضموم اور دوسرا حرف ساکن ہے۔ بعض اوقات دوسرا حرف بھی مضموم (سُلُطَانٌ) پڑھا جاتا ہے۔ یہ مذکر اور مونث ہر دو طرح استعمال ہوتا ہے' اس کے متعدد معانی میں سے دو یہ ہیں۔ (۱) دلیل اور برہان "اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا" میں یہی معنی ہے کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے لئے واضح حجت قائم کر دو۔ (۲) حکومت کی قوت اور مراد تک پہنچانے والی مطلق قوت۔ یہ دونوں معنی نبی اکرم ﷺ کے لئے حاصل ہیں' آپ کا یہ نام حضرت شعیاء علیہ السلام کی کتاب اور بعض قدیم کتابوں میں رکھا گیا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں' کہ نبی اکرم ﷺ کے لئے نبوت اور سلطنت جمع کر دی گئی۔ اسم شریف مذکور میں حضرت ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غلبہ اور سلطنت عطا فرمائی اور

آپ کی بدولت زمین میں اپنے دین کو استحکام بخشا۔

۱۵ "صَاحِبُ الرِّدَاءِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" کتب قدیمہ میں آپ کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے جیسے کہ اس سے پہلے گزرا۔ عرب کا عام طور پر لباس تہبند اور چادر ہی تھا۔ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ ازار اور رداء وہ کپڑا ہے جس میں لپٹا جائے۔ بعض نے فرمایا: کہ رداء وہ کپڑا ہے جس سے جسم کا بالائی حصہ ڈھانپا جائے۔

۱۶ "صَاحِبُ الدَّرَجَةِ الرَّفِيعَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" اس سے مراد وہ مرتبہ ہے جو تمام بلند شان اور عظیم مرتبہ والی مخلوقات سے اعلیٰ و ارفع ہے۔

۱۷ "صَاحِبُ التَّاجِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" تاج سے مراد عمامہ ہے' اس وقت عرب ہی عمامہ استعمال کرتے تھے' عجم کے سلاطین تاج پہنتے تھے' جب کہ عربوں میں اس کا رواج نہیں تھا' ان کے ہاں عمامے ہی تاجوں کے قائم مقام تھے' چونکہ عماموں کا استعمال عربوں میں عام تھا۔ عجمیوں میں اس کا رواج نہیں تھا' اس لئے نبی اکرم ﷺ کا نام پاک صاحب التاج اور صاحب العمامہ رکھا گیا اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ خالص عرب اور حسب و نسب کے لحاظ سے ان میں معزز ترین ہستی ہیں۔ آپ سے مروی ہے کہ کسی دوسرے نبی نے عمامہ زیب تن نہیں فرمایا۔

۱۸ "صَاحِبُ الْمِغْفَرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" مغفر میں میم مکسور' غین ساکن اور فاء مفتوح ہے۔ مغفر (خود) زرہ کا وہ حصہ ہے جو سر کے برابر بنا جاتا ہے۔ یا لوہے کی زرہ کا زائد حصہ جو ٹوپی یا اوڑھنی کی طرح سر پر لیا جاتا ہے' نبی اکرم ﷺ جنگوں میں خود زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

۱۹ "صَاحِبُ اللِّوَاءِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" لواء کا لام مکسور اور آخر میں الف ممدودہ' اس سے مراد لواء الحمد ہے' جیسے کہ بعض حضرات نے اس کی تصریح کی ہے۔ بعض علماء کے نزدیک وہ جھنڈا ہے جسے آپ جنگوں میں باندھا کرتے تھے۔ لہٰذا یہ جہاد سے کنایہ ہوگا جس کے ساتھ آپ مبعوث ہیں' کیونکہ جہاد جھنڈے کی جگہ ہے۔ لواء اور رایہ کا معنی ایک ہے یا دونوں قریب قریب ہیں۔ بعض نے یہ فرق بیان کیا کہ لواء چھوٹا جھنڈا اور رایہ بڑا جھنڈا ہے۔ ابو زر خشی نے کہا کہ لواء مستطیل ہوتا ہے اور رایہ مربع۔

۲۰ "صَاحِبُ الْمِعْرَاجِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" معراج سیڑھی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے اوپر چڑھا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے سوا دنیا میں جسمانی طور پر کوئی نہیں چڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معراج شریف' آسمانوں کی سیر' دیدار الٰہی' مناجات' انبیاء کی امامت اور آیات الٰہیہ کے مشاہدہ کی عزت عطا فرمائی۔

حضرت ثابت بنانی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس براق لایا گیا' یہ سفید رنگ کا طویل جانور ہے' گدھے سے اونچا اور خچر سے پست' وہ حد نظر پر پاؤں رکھتا ہے' میں اس پر سوار ہوا' وہ مجھے لے کر بیت المقدس پہنچا' میں نے اسے اس حلقے (زنجیر) سے باندھ دیا جس کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام باندھا کرتے تھے' پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور اس میں دو رکعت نماز ادا کی' باہر نکلا تو جبریل امین علیہ السلام نے ایک پیالہ شراب کا اور ایک پیالہ

دودھ کا پیش کیا میں نے دودھ پسند کیا، جبریل علیہ السلام نے کہا، آپ نے فطرت کو پسند کیا۔

پھر مجھے لے کر آسمان تک گئے، اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا، پوچھا گیا، آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا، جبریل، کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پوچھا انہیں بلانے کے لئے بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں! چنانچہ دروازہ ہمارے لئے کھول دیا گیا۔ وہاں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے مرحبا کہی اور میرے لئے خیر کی دعا کی۔

پھر ہمیں لے کر دوسرے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا، پوچھا گیا، آپ کون ہیں؟ کہا، جبریل، پوچھا گیا، آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا، حضرت محمد ﷺ کہا گیا، کیا انہیں پیغام بھیجا گیا تھا؟ کہا، ہاں! چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں دو خالہ زاد بھائیوں حضرت عیسیٰ ابن مریم اور حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہما الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے مرحبا کہی اور میرے لئے بھلائی کی دعا کی۔

پھر ہمیں لے کر تیسرے آسمان تک پہنچے، وہی سوال و جواب ہوئے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہیں تمام حسن کا نصف حصہ دیا گیا تھا، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہی اور میرے لئے خیر کی دعا کی۔

پھر ہمیں لے کر چوتھے آسمان تک پہنچے۔ وہی سوال و جواب ہوئے، وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے مرحبا کہی اور میرے لئے خیر کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں بلند مقام عطا کیا۔

پھر ہمیں لے کر پانچویں آسمان تک پہنچے، وہی سوال و جواب ہوئے، وہاں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے مرحبا کہی، اور میرے لئے خیر کی دعا کی۔

پھر چھٹے آسمان تک پہنچے، وہی صورت پیش آئی، وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے مرحبا کہی اور میرے لئے دعائے خیر کی۔

پھر ساتویں آسمان تک پہنچے، وہی واقعہ پیش آیا، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، وہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جنہیں دوبارہ حاضری نصیب نہیں ہوتی۔

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے۔ دیکھا کہ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر اور پھل مٹکے کے برابر ہیں، جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے رنگ و نور نے ڈھانپ لیا تو اس میں تبدیلی پیدا ہو گئی، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا کوئی فرد اس کے حسن و جمال کی تعریف نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو چاہا وحی فرمائی اور مجھ پر روزانہ پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔

نمازوں کی فرضیت اور تخفیف کا واقعہ

پھر میں نیچے آیا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ انہوں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض فرمایا؟ میں نے کہا ہر دن رات میں پچاس نمازیں۔ انہوں نے کہا، آپ اپنے رب کی بارگاہ میں واپس جائیں اور تخفیف کا سوال

کریں، کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی، میں بنی اسرائیل کی جانچ پرکھ کر چکا ہوں۔ چنانچہ میں دوبارہ اپنے رب کی بارگاہ خاص میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے میرے رب! میری امت کے لئے تخفیف فرما، اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں، انہوں نے کہا، آپ کی امت اتنی نمازیں بھی ادا نہیں کر سکے گی، آپ پھر اپنے رب کی بارگاہ میں جائیں، اور امت کے لئے تخفیف کی درخواست کریں، چنانچہ میں بار بار اپنے رب کی بارگاہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا جاتا رہا اور ہر دفعہ پانچ نمازیں کم کی جاتی رہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! ﷺ ہر دن رات میں یہ پانچ نمازیں ہیں، ہر نماز کا ثواب دس نمازوں کے برابر ہو گا اس لحاظ سے یہ پچاس نمازیں ہی ہیں، جو شخص نیکی کا عزم کر کے اسے ادا نہیں کرے گا اس کی ایک نیکی لکھی جائے گی، اور اگر وہ اسے ادا کرے گا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی، جو شخص برائی کا ارادہ کر کے اسے نہیں کرے گا۔ اس کے لئے کچھ بھی نہیں لکھا جائے گا، اور اگر اس کا ارتکاب کرے گا تو اس کے لئے ایک برائی لکھی جائے گی۔

میں نیچے آیا اور موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا، انہیں اطلاع دی تو انہوں نے کہا، آپ پھر اپنے رب کی بارگاہ میں جائیں اور اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کریں۔ آپ کی امت یہ بھی ادا نہیں کر پائے گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، میں نے کہا، میں کئی بار اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو چکا ہوں، اب مجھے حیا آتی ہے، یہ حدیث امام بخاری و مسلم نے روایت کی اور یہ الفاظ (جن کا ترجمہ کیا گیا ہے) امام مسلم کے ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں ہیں۔ ان میں سے بعض میں کچھ اضافے ہیں، ان میں سے ایک حدیث امام بخاری و مسلم نے ابن شہاب سے، انہوں نے حضرت انس سے اور انہوں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ کہ ہر نبی نے آپ کو ان الفاظ میں خوش آمدید کہی "مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ" (ہم نبی صالح اور صالح بھائی کو مرحبا کہتے ہیں) یہ الفاظ حضرت آدم اور ابراہیم علیہما السلام کے علاوہ دیگر انبیاء کرام نے کہے، انہوں نے وَالْأَخِ الصَّالِحِ کی بجائے وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ (اور صالح بیٹے کو ہم مرحبا کہتے ہیں) کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ پھر مجھے اوپر لے جایا گیا، یہاں تک کہ میں مقام مُسْتَوٰی تک پہنچا، وہاں میں قلموں کے چلنے کی آواز سن رہا تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا۔

سَيِّدُنَا صَاحِبُ الْقَضِيْبِ ۱ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا صاحب شمشیر ﷺ

سَيِّدُنَا صَاحِبُ الْبُرَاقِ ۲ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا براق والے ﷺ

سَيِّدُنَا صَاحِبُ الْخَاتَمِ ۳ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا مہر نبوت والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْعَلَامَةِ[۴] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نبوت کی علامت والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْبُرْهَانِ[۵] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا مستحکم دلیل والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْبَيَانِ[۶] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا روشن بیان والے ﷺ

سَیِّدُنَا فَصِيْحُ اللِّسَانِ[۷] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا فصیح زبان والے ﷺ

سَیِّدُنَا مُطَهَّرُ الْجَنَانِ[۸] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا پاکیزہ دل والے ﷺ

سَیِّدُنَا رَؤُفٌ[۹] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا شفقت والے ﷺ

سَیِّدُنَا رَحِيْمٌ[۱۰] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا بہت مہربان ﷺ

سَیِّدُنَا اُذُنُ خَيْرٍ[۱۱] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اچھی بات سننے والے کان ﷺ

سَیِّدُنَا صَحِيْحُ الْاِسْلَامِ[۱۲] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا صحیح اسلام والے ﷺ

سَیِّدُنَا سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ[۱۳] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا دو جہان کے سردار ﷺ

سَیِّدُنَا عَيْنُ النَّعِيْمِ[۱۴] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا چشمۂ نعمت ﷺ

سَیِّدُنَا عَیْنُ الْغُرِّ[۱۵] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا امت کے بہترین لوگوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدُنَا سَعْدُ اللّٰہِ[۱۶] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا اللہ تعالیٰ کی برکت صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدُنَا سَعْدُ الْخَلْقِ[۱۷] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا مخلوق کی سعادت صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدُنَا خَطِیْبُ الْاُمَمِ[۱۸] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا تمام امتوں کے خطیب صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدُنَا عَلَمُ الْھُدٰی[۱۹] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا نشان ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم

سَیِّدُنَا کَاشِفُ الْکُرَبِ[۲۰] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا مشکلات کو حل فرمانے والے صلی اللہ علیہ وسلم

۱ "صَاحِبُ الْقَضِیْبِ صلی اللہ علیہ وسلم" قضیب کا معنی تلوار ہے جیسے کہ انجیل میں تفصیل کے ساتھ واقع ہے۔ اس میں ہے' ان کے پاس لوہے کی تلوار ہوگی۔ جس کے ساتھ وہ جہاد کریں گے' ان کی امت بھی اسی طرح ہوگی۔ بعض نے اس کا معنی طویل اور باریک عصا لیا ہے' جسے آپ دست مبارک میں پکڑتے تھے۔ اس وقت وہ خلفاء کے پاس ہے جسے وہ تبرکاً پکڑتے ہیں' یکے بعد دیگرے ان کے پاس چلا آیا ہے' اگر قضیب سے مراد تلوار ہے تو یہ آپ کے جہاد' غزوہ و قتال اور فتوحات و غنائم کی کثرت اور شجاعت کی طرف اشارہ ہے۔ اس صورت میں قَضِیْبٌ فَعِیْلٌ "بمعنی فاعل ہے' یعنی آپ کی تلوار کی کاٹ وہاں تک پہنچی جہاں تک آپ کے علاوہ کسی کی رسائی نہیں ہوئی' اور اگر اس سے مراد عصا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ آپ خالص عربی اور ان کے خطباء میں سے ہیں۔ اس صورت میں قَضِیْبٌ فَعِیْلٌ "بمعنی مفعول ہے' کیونکہ وہ عصا درخت سے کاٹا ہوا ہے۔

۲ "صَاحِبُ الْبُرَاقِ صلی اللہ علیہ وسلم" براق عالم بالا کی مخلوق ہے' یہ سفید رنگ کا ایک جانور ہے' خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا' مروی ہے کہ اس کا چہرہ انسان جیسا' جسم اور گردن کے بال گھوڑے کی طرح' دم ہرن یا بیل جیسی' پاؤں اونٹ جیسا' سینہ سرخ یاقوت کا' پشت سفید موتی کی ہے' اس پر جنتی کجاوہ ہے۔ اس کے دو بازو ہیں جن سے وہ بجلی کی طرح پرواز کرتا ہے' نہ نر ہے نہ مادہ' اس کی تیز رفتاری کی بنا پر براق نام رکھا گیا' یا اس کی سفیدی اور صفائی کی بنا پر' یا اس لئے کہ اس میں معمولی سیاہی ہے۔ عرب کہتے ہیں شاۃ برقاء' وہ بکری جس میں تھوڑی سی سیاہی ہو۔

؎ "صَاحِبُ الخَاتِم ﷺ" اس سے مراد مہر نبوت ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ سے مختص نہیں' بلکہ انبیاء سابقین کے لئے بھی تھی۔ البتہ! یہ آپ کا وصف کمال ہے اور آپ کی نبوت کی علامت ہے۔ کتب سابقہ بالخصوص حضرت شعیاء علیہ السلام کی کتاب میں آپ کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے۔ پہلے انبیاء کرام کی مہر نبوت داہنے ہاتھ میں ہوتی تھی اور ہمارے نبی ﷺ کی مہر نبوت پشت میں دل کے مقابل تھی۔ جہاں سے عام آدمی کے دل میں شیطان داخل ہوتا ہے' اس اعتبار سے یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

حضور کی مہر نبوت کی حکمتیں

شیخ عبد الجلیل قصری رحمہ اللہ تعالیٰ شعب الایمان میں فرماتے ہیں کہ خاص طور پر نبی اکرم ﷺ کی پشت مبارک میں مہر نبوت رکھنے میں ایسی حکمتیں ہیں جو عام طور پر علماء کے کانوں تک نہیں پہنچیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اور رسول آسمان سے نازل ہونے والی وحی کا حامل ہوتا ہے' ان کی پشت پر نبوت کے بوجھ نازل ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ بعض انبیاء کرام کا جسم بار نبوت سے شق ہو جاتا تھا' حالانکہ ان پر کمال نبوت نازل نہیں کیا گیا' ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۔ بے شک ہم تم پر بھاری قول نازل کریں گے' ہر نبی کی پشت پر ان کی طاقت اور برداشت کے مطابق بوجھ نازل کیا گیا۔ ان میں سے کسی کی جائے نزول (پشت) پر مہر نہیں لگائی گئی' کیونکہ ان کے لئے ابھی نبوت کے ایسے مقامات باقی ہیں جن تک جلد یا بدیر رسائی ہو سکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ پر نبوت اپنے تمام اجزاء و مراتب کے ساتھ نازل کی گئی اور آپ نے اسے اٹھایا اور برداشت کیا۔ لہٰذا آپ کی پشت پر وحی کے نازل ہونے کی جگہ مہر لگائی گئی' بار نبوت اٹھانے کا یہی مقام ہے' آپ تمکین پر سجدہ ریز ہوتے اور آپ کی پشت پناہی اللہ تعالیٰ پر اعتماد توکل اور اپنی قوت و طاقت سے براءت پر ہوتی۔

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ نبوت انبیاء کرام میں منحصر اور بارگاہ خداوندی سے جانب بلندی سے ان کے ساتھ مختص ہے۔ نبوت علم و عقل اور انسانی کوشش سے حاصل نہیں ہو سکتی' بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انبیاء کرام پر نازل ہوتی ہے' اور یہ نعمت صرف انہیں ہی حاصل ہوتی ہے' دوسروں کو نہیں اور یہی حضرات مخلوق کی طرف مبعوث ہوتے ہیں' ان کے علاوہ کوئی مبعوث نہیں ہوتا۔ اگر نبوت ان حضرات کے ساتھ مخصوص نہ ہو' بلکہ ہر شخص کوشش اور محنت سے حاصل کر سکے تو نبوت و رسالت باطل ہو جائے گی اور وہ دین باقی نہیں رہے گا جس کے ساتھ نبی اور رسول بھیجے جاتے ہیں۔

مہر نبوت ہمارے نبی ﷺ کی پشت مبارک کے ساتھ مختص ہے' اس کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی وحی کا مقام نزول پشت ہے' اس مقام کے ساتھ نزول وحی کا براہ راست تعلق ہے' وحی اور اس ہستی کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے' جن پر وحی نازل کی گئی ہے' آپ رسول اور نبی ہیں' اللہ تعالیٰ نبی اور رسول بنانے والا ہے۔ مہر اس جگہ لگائی گئی ہے جہاں تک (مرتبہ کے لحاظ سے) کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اگر وہاں تک کسی کی رسائی ہو تو وہ شخص اس کے حال سے اوپر ہو گا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اس مہر کے نیچے ہیں' وہاں تک کسی کی پہنچ نہیں ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ

سب سے اوپر ہیں۔ سب آپ کے زیر سایہ ہیں' اس مہر اور نزول کی جگہ سے کسب ضیاء کرتے ہیں گویا آپ سب کے والد گرامی' سب کے جامع اور سب کے کارساز ہیں۔

ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ جب قیامت میں یا اس کے علاوہ انبیاء کرام چل رہے ہوں گے اور مہر آپ کی پشت اطہر میں ہو گی تو تمام انبیاء اس کی اقتدا کریں گے اور اس کے پیچھے چلیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مہر کو ہر وقت میں ایسا کمال اور ایسی برکت عطا فرمائی ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی' کسی کان نے نہیں سنی اور اس کا تصور کسی انسان کے دل پر نہیں گزرا۔ (شیخ کا کلام ختم ہوا)۔

مہر نبوت کی کیفیت

مہر نبوت کی صفت کے متعلق متعدد حدیثیں ہیں جن کا مآل یہ ہے کہ وہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو آپ کے بائیں کندھے کے پاس ابھرا ہوا ہے' اس کی مقدار کبوتری کے انڈے اور سنگیاں لگانے کے نشان کے برابر ہے' اس کے گرد بال اُگے ہوئے ہیں جو اس پر مجتمع ہیں اور پستان کے سیاہ سرے ایسے تل ہیں۔ اصح یہ ہے کہ جب حضرت حلیمہ کے ہاں پہلی مرتبہ آپ کا سینہ مبارک شق کیا گیا اس وقت یہ مہر لگائی گئی' ہو سکتا ہے کہ اس نام پاک "صَاحِبُ الخاتم" سے مراد وہ انگوٹھی ہو جسے آپ دست مبارک میں پہنتے تھے۔

۴ "صَاحِبُ الْعَلَامَةِ ﷺ" علامت سے مراد علامت نبوت اور مہر نبوت ہے' قدیم کتابوں میں آپ کی یہ صفت واقع ہوئی ہے' یہ آپ کی نبوت کے شواہد سے ہے اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء کرام کو مہر نبوت عطا کی گئی تھی' جیسے کہ بعض روایات میں وارد ہے۔

اس سے مطلق علامات بھی مراد ہو سکتی ہیں جن سے اہل کتاب آپ کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔ خواہ ان کا تعلق آپ کی ذات اقدس سے ہو یا صفات سے' یا آپ کے اسم شریف' نسب' شریعت' زمانہ' مکان' لباس' سواری یا آپ کے دیگر متعلقات سے ہو۔ تمام ارہاصات (اعلان نبوت سے پہلے ظاہر ہونے والے خوارق) اور معجزات وغیرہ بھی ان میں داخل ہوں گے جن سے آپ کی نبوت کا علم حاصل ہوتا ہے' کیونکہ یہ امور آپ کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں' اور حد شمار سے باہر ہیں۔ اس صورت میں لفظ علامت مفرد اس لئے لایا گیا ہے کہ اس سے مراد جنس علامت ہے۔

۵ "صَاحِبُ الْبُرْهَانِ ﷺ" برہان کا معنی حجت اور دلیل ہے۔ مناطقہ کے نزدیک اس دلیل کو کہتے ہیں جو مقدمات یقینیہ پر مشتمل ہو' لیکن اس کا استعمال عام معنی میں بھی ہوتا ہے۔ (یعنی دلیل خواہ مقدمات یقینیہ پر مشتمل ہو یا ظنیات پر' اسے برہان کہہ دیتے ہیں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ" تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان آیا' بعض نے کہا کہ اس سے مراد قرآن پاک ہے اور وہی نور مبین بھی ہے' ممکن ہے کہ اس جگہ وہی مراد ہو' بعض نے کہا: آیت مبارکہ میں برہان سے مراد وہ دلائل قطعیہ ہیں جن سے منکرین کے مقابلہ میں فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ قرآن پاک سے عام ہیں' ہو

سکتا ہے اس جگہ یہی مراد ہوں' یہ معنی قطعی دلیلوں اور واضح براہین کو شامل ہے جو کہ آپ کی صداقت۔ نبوت و رسالت کے صحیح ہونے اور ان مختلف النوع کمالات پر واضح طور پر دلالت کرتے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختص فرمایا۔ مثلاً آیات بینات اور ظاہرہ و باہر معجزات چاند کا شق ہونا' سنگ و شجر کی سلامی' ستون کا فراق میں رونا' مبارک انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا' کنکریوں کا آپ کی ہتھیلی میں تسبیح پڑھنا' آپ کے بلانے پر درخت کا حاضر ہونا' اسی طرح کتب منزلہ اور کتاب کا علم رکھنے والوں کا شہادت دینا اور آپ کی صفات جمیلہ' اگر آپ میں دوسری آیات بینات نہ بھی ہوتیں تو آپ کی زیارت ہی اطلاع و خبر سے بے نیاز کر دیتی' کتاب سنت میں وارد دلائل کو آپ کا بیان کرنا' جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔ "تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ" یہ ہماری حجت ہے جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم پر دی' یہ ان کے استدلال کی طرف اشارہ ہے' نبی اکرم ﷺ کا اسم شریف صَاحِبُ الْحُجَّةِ اور صَاحِبُ الْبُرْهَانِ ان تمام دلائل کو شامل ہے۔

۶ "صَاحِبُ الْبَيَانِ ﷺ" عالم انسانیت کی طرف جو کچھ نازل کیا گیا آپ اسے بیان فرمانے والے ہیں' یعنی قرآن پاک' شریعت مطہرہ' دنیا و آخرت کی ہدایت کے طریقے۔ حق کا باطل سے' ہدایت کا گمراہی سے' ایمان کا کفر سے' طاعت کا معصیت سے' حلال کا حرام سے' موجب ثواب اقوال و افعال کا موجب عقاب سے' نجات کے راستوں کا ہلاکت کے راستوں سے امتیاز آپ ہی نے بیان فرمایا: آپ ہی کی بدولت نور سے تاریکیاں چھٹ گئیں اور لوگوں پر ظاہر ہوا کہ وہ کس راہ پر جا رہے ہیں اور انہیں کس راہ پر چلنا چاہئے' آپ کی بعثت سے پہلے لوگ وادی ضلالت میں بھٹک رہے تھے' غلط کاریوں میں مصروف اور ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں گر رہے تھے' وہ جہنم کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے کہ آپ نے اپنے بیان ہدایت اور اہتمام توجہ سے انہیں نجات دلائی۔

نیز آپ صاحب بیان ہیں' کیونکہ آپ کو قوی فصاحت' انتہائی بلاغت' حکیمانہ گفتگو' پر نور نظر' سچی فراست' اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق اور اس کی وحی پر مبنی گفتگو عطا کی گئی تھی' لہٰذا آپ ہر شخص کو ایسی تبلیغ فرماتے کہ اس پر حجت قائم ہو جاتی اور دلیل واضح ہو جاتی' اور ہر شخص سے اس کی عقل و قابلیت دائرہ علم اور اس کی طاقت کے مطابق گفتگو فرماتے۔

۷ "فَصِيحُ اللِّسَانِ ﷺ" نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں' میں تمام عرب سے زیادہ فصیح ہوں اور جنت والے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان میں گفتگو کریں گے' نیز فرمایا: میں تم سب سے زیادہ فصیح ہوں اور تمام عرب سے زیادہ گفتگو پر قادر ہوں' مجھے قریش نے جنا اور میں نے بنو سعد بن بکر میں نشو و نما پائی' تو میری گفتگو میں خطا کیسے آ سکتی ہے؟ امام طبرانی نے یہ حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی' نیز فرمایا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی لغت مٹ چکی تھی' جبریل امین علیہ السلام میرے پاس وہ لغت لائے اور مجھے یاد کرائی' اس کے علاوہ اس معنی کی متعدد حدیثیں ہیں۔

۸ "مُطَهَّرُ الْجَنَانِ ﷺ" ہاء مشددہ اور جیم مفتوح ہے۔ جَنَان کا معنی دل ہے۔ گویا یہ آپ کے دل انور کے صاف کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ جب فرشتوں نے اسے چیرا اور خون کا سیاہ لوتھڑا اس سے نکال دیا اور کہا یہ آپ سے شیطان کا حصہ ہے'

بھرا' زمزم کے پانی سے دھویا' اس پر نور کی مہر لگائی اور دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

یا یہ شق صدر سے قطع نظر آپ کے دل اطہر کی حالت کی طرف اشارہ ہے' نبی اکرم ﷺ کا دل اقدس تمام انسانی نقائص' مذموم اخلاق اور عبودیت کے منافی اوصاف سے پاک تھا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں کو دیکھا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل انور کو پسند فرمایا' اپنے لئے منتخب فرمایا اور آپ کو رسول بنا کر بھیجا۔

۹ "رَؤُفٌ ﷺ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ" ایمانداروں پر شفیق اور بہت ہی مہربان ہیں' کہتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں مذکور دونوں اسموں (رؤف و رحیم) کا معنی قریب قریب ہے۔ کیونکہ رافت' رحمت کی ایک قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ نام رکھا' کیونکہ آپ کو انسانوں پر انتہائی شفیق بنایا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں' ہر نبی کے لئے ایک دعا ہے جو یقینی طور پر مقبول ہے (اور میں نے قیامت کے دن اپنی امت کے لئے مانگنے کے لئے محفوظ رکھی ہوئی ہے) نیز دعا کی کہ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کہ وہ جانتے نہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ رافت' رحمت سے بڑھ کر ہے اور اس میں امت مرحومہ کی نسبت شفقت اور مہربانی زیادہ ہے' اسی لئے کہا گیا ہے کہ آپ فرمانبرداروں کے لئے رؤف اور گناہگاروں کے لئے رحیم ہیں' زجاج نے کہا' رافت' محبت کی بنا پر پیدا ہونے والی لطیف ترین رحمت باطنی ہے۔

۱۰ "رَحِيْمٌ ﷺ" رحمت' شفقت' میلان اور دلی لگاؤ کو کہتے ہیں۔ اس قسم کے نام پر گفتگو اس سے پہلے ہو چکی ہے۔

۱۱ "اُذُنُ خَيْرٍ ﷺ" اس کا معنی ہے خیر اور بھلائی کو سننے والے نہ کہ شر اور فساد کو' آپ کے وصف میں آیا ہے کہ آپ (بغیر ثبوت کے) کھل دینے پر مواخذہ نہیں فرماتے تھے اور کسی کے خلاف کسی کی بات قبول نہیں فرماتے تھے۔ یہ رحمت اور وصف کمال ہے' اس کی ضد جبر و انتقام ہے' حاصل یہ کہ یہ آپ کے کرم اور حسن اخلاق کا بیان ہے۔

۱۲ "صَحِيْحُ الْاِسْلَامِ ﷺ" اس سے مراد اگر نبی اکرم ﷺ کا ایمان و اسلام ہے تو اس میں شک نہیں کہ آپ ایمان و اسلام میں تمام مخلوق سے اعلیٰ و اکمل ہیں اور اپنے رب کی عبادت اور فرمانبرداری میں سب سے بڑھ کر ہیں' اور اگر آپ کی ملت اور شریعت مراد ہو تو آپ شریعت کے لحاظ سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے اکمل اور ملت و طریق کے اعتبار سے سب سے افضل ہیں' اور اگر آپ کے دین کی تغیر و تبدل سے حفاظت اور قرنہا قرن گزرنے کے باوجود دائم و باقی رہنا مراد ہو تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین کی حفاظت کا ذمہ لیا' لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے قیامت تک محفوظ ہے۔

۱۳ "سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ ﷺ" سید کا معنی اس سے پہلے گزر چکا ہے' کونین سے مراد دنیا و آخرت ہے' بعض نے کہا زمین و آسمان ہے۔ ان میں سے ہر ایک کون بمعنی نو پیدا ہے۔ کہا جاتا ہے "كَوَّنَ اللّٰهُ الْعَالَمَ فَتَكَوَّنَ" اللہ تعالیٰ نے جہان کو پیدا فرمایا تو وہ پیدا ہو گیا۔ سید الکونین کا معنی یہ ہے کہ آپ دنیا و آخرت والوں یا زمین و آسمان والوں کے سردار ہیں۔

۱۴ "عَيْنُ النَّعِيْمِ ﷺ" عین کا معنی ہے شے کی ذات اور نعیم کا معنی ہے راحت اور سہولت' تمام نعمتیں نبی اکرم ﷺ سے متعلق اور آپ کی ذات گرامی میں جمع کر دی گئی ہیں' ہر نعمت آپ پر ایمان لانے' آپ کی حفاظت اور آپ کی ملت کی پناہ میں داخل ہونے میں ہے۔

۵۶ "عَیْنُ الْغُرِّ ﷺ" - نسخہ مسلیہ اور دیگر اکثر نسخوں میں غُرّ ہے، غین مضموم اور اس کے بعد راء، بعض نسخوں میں عِزّ ہے، عین مکسورہ اور اس کے بعد زاء، غُرّ اَغَرّ کی جمع اور غُرَّۃٌ سے ماخوذ ہے۔ ہر شے کی ابتدا اور بہترین حصے کو غُرَّۃ کہتے ہیں عَیْنُ کا معنی آنکھ، بہترین اور قوم کا سردار ہے۔ نبی اکرم ﷺ عمدہ ترین لوگوں کی زیب و زینت، سب سے بہتر اور سب کے رئیس اور سردار ہیں۔ غُرّ سے مراد یہ امت شریفہ بھی ہو سکتی ہے کیونکہ یہ امت تمام امتوں سے افضل و اعلیٰ اور سب سے سبقت لے جانے والی ہے، یا اس لئے کہ مسلمان قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے جائیں گے کہ ان کے چہرے اور وضو کے اعضاء چمک رہے ہوں گے۔ غُرّ سے مراد تمام مخلوق سے بہترین اور بلند ترین افراد یعنی انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور اللہ تعالیٰ کے تمام صالحین بندے بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علی نبینا و علیہم اجمعین۔

اگر عَیْنُ الْعِزِّ ہو تو معنی یہ ہو گا کہ تمام عزتیں نبی اکرم ﷺ سے متعلق اور آپ کی ذات اقدس میں جمع ہیں۔ ہر عزت آپ ہی کی عزت سے وابستہ ہے۔ جیسے عَیْنُ النَّعِیْمِ میں گزرا۔

۵۷ "سَعْدُ اللّٰہِ وَ سَعْدُ الْخَلْقِ ﷺ" نبی اکرم ﷺ مخلوق کی خیر و برکت اور سعادت ہیں اور آپ ہی مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی برکت ہیں، دنیا میں جو بھی سعادت مند آیا خواہ آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے یا بعد اس نے آپ ہی کے واسطے سے آپ سے استعداد کے مطابق سعادت پائی، لہٰذا آپ ہی سعید برحق ہیں، آپ ہی سعادت کا سرچشمہ ہیں اور آپ ہی دائرہ سعادت کا مرکز ہیں۔

۵۸ "خَطِیْبُ الْاُمَمِ ﷺ" اللہ تعالیٰ اعلم ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ خطبہ ہے جو آپ کے دل مبارک سے نکل کر آپ کی زبان پر جاری ہو گا، آپ تمام انبیاء و مرسلین سے آگے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثنا کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق نے نہ سنی ہو گی، پھر آپ شفاعت کبریٰ فرمائیں گے کہ مخلوق کا حساب شروع کیا جائے، اس وقت تمام انبیاء و مرسلین اپنے اوپر آپ کی فضیلت کا اعتراف کریں گے۔

۵۹ "عَلَمُ الْھُدٰی ﷺ" علم کا معنی علامت ہے، نبی اکرم ﷺ ہدایت کی دلیل اور علامت ہیں، آپ کی پیروی اور محبت کے نور اور آپ کی اقتداء ہی سے ہدایت حاصل کی جا سکتی ہے، جسے آپ کی محبت اور پیروی حاصل ہے، وہ ہدایت یافتہ ہے اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اور آپ سے دور ہوا، وہ گمراہ اور بھٹکا ہوا ہے۔

۶۰ "کَاشِفُ الْکُرَبِ ﷺ" کُرَب کاف کے ضمہ اور راء کے فتح کے ساتھ کُرْبَۃٌ (تکلیف اور مصیبت) کی جمع ہے۔ کَاشِفُ الْکُرَبِ کا معنی ہے تکالیف کو دور اور ختم کرنے والے۔ اس میں دنیا و آخرت کی تمام مصیبتیں داخل ہیں، مصائب کی دوری آپ کی شفاعت، آپ کی پناہ لینے، آپ سے مدد طلب کرنے، آپ کا دامن تھامنے، آپ کے مرتبہ سے وسیلہ پکڑنے اور بکثرت درود شریف بھیجنے سے حاصل ہوتی ہے۔

سَیِّدُنَا رَافِعُ الرُّتَبِ[1] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا عرب کی عزت ﷺ

سَیِّدُنَا عِزُّ الْعَرَبِ[2] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا رتبوں کے بلند کرنے والے ﷺ

سَیِّدُنَا صَاحِبُ الْفَرَجِ[3] صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے آقا وسعت والے ﷺ

اَللّٰھُمَّ[4] یَارَبِّ بِجَاہِ[5] نَبِیِّکَ الْمُصْطَفٰی وَرَسُوْلِکَ الْمُرْتَضٰی ○ طَھِّرْ

اے اللہ! اے پالنہار! اپنے برگزیدہ نبی اور پسندیدہ رسول کے طفیل ہمارے دلوں

قُلُوْبَنَا مِنْ کُلِّ وَصْفٍ یُّبَاعِدُنَا عَنْ مُّشَاھَدَتِکَ وَمَحَبَّتِکَ

کو ہر ایسے وصف سے پاک فرما جو ہمیں تیرے مشاہدہ و محبت سے دور کردے

وَاَمِتْنَا عَلَی السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ وَالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ یَا ذَا الْجَلَالِ

اور ہمیں مسلک اہل سنت و جماعت اور اپنی ملاقات کے شوق پر موت نصیب فرما، اے بزرگی اور

وَالْاِکْرَامِ ○ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

بخشش والے! اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور

اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

آپ کی آل اور اصحاب پر رحمت اور سلامتی نازل فرمائے۔ اور تمام تعریفیں تمام جہانوں کے پالنے والے کے لئے ہیں۔

رافع الرتب کا معنیٰ

[1] "رَافِعُ الرُّتَبِ ﷺ رُتَبٌ" راء مضمومہ اور تاء مفتوح کے ساتھ 'رُتْبَۃ' کی جمع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے متبعین کے مراتب و درجات اور مرتبہ و مقام' دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند فرمانے والے ہیں۔ نیز علم و عمل' اخلاق اور مقامات و احوال میں ترقی عطا فرمانے والے ہیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے ذکر کی گئی شفاعت کی قسموں کی طرف اشارہ ہو کہ نبی اکرم ﷺ کچھ جنتیوں کی ترقی کے لئے کچھ لوگوں کے اعمال کا وزن زیادہ کرنے کے لئے اور اعراف والوں کے جنت میں داخلے کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔

۲۔ "عِزُّ الْعَرَبِ ﷺ" آپ سے پہلے عرب سخت بدحالی' تنگی اور مصیبت میں تھے' بھوک کے مارے گٹھلیاں چوستے تھے' کھالیں اور مردار کھاتے تھے' درختوں اور پتھروں کی پوجا کرتے تھے' ان کی آراء مختلف، اور خواہشات پراگندہ تھیں' ان کا نہ کوئی دین تھا نہ بادشاہ' ان کے شہر پھیلاؤ سے محروم تھے' ایک دوسرے کا مال لوٹتے' خون بہاتے' عورتوں اور بچوں کو قیدی بناتے' عورتوں کی عزت لوٹتے ان کی بے حرمتی کرتے اور مردوں کو قید کر لیتے'۔ ان میں جہالت عام تھی۔ گمراہی نے انہیں اندھا کر دیا تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانے سے نہ کسی نبوت سے شناسا تھے نہ کسی کتاب سے۔

دوسری قومیں انہیں کمزور اور حقیر جانتی تھیں' انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔ نبوت' کتاب' سلطنت' غلبہ اور مال کی کثرت کی بنا پر ان پر دست درازی کرتی تھیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ان میں سے سید الانبیاء و المرسلین۔ زمین و آسمان والوں سے افضل ہستی ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا' آپ کے طفیل ان کا حال درست ہو گیا' ان کا دین صحیح ہو گیا اور آپ کی بدولت تمام شہروں اور تمام اقوام پر غالب آ گئے' دوسری قومیں ان کی طرف مائل ہوئیں' ان کی فرمانبردار ہوئیں' اور ان کے دین کے تابع ہوئیں' عربوں نے قیصر و کسریٰ کا ملک (روم اور ایران) وغیرہ فتح کر لیا۔ دنیا و آخرت کی عزت پائی' لوگ ان کے شہروں کا قصد کرنے لگے' ان کی لغت سیکھنے لگے' ان کی زبان اپنانے لگے' ان کے اشعار کا مطالعہ کرنے لگے' ان کی مثالوں کو یاد کرنے لگے' ان کی سیرت و تاریخ پڑھنے لگے اور اس میں دلچسپی لینے لگے اور عربی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے۔

صحیح نسخوں میں "عِزُّ الْعَرَبِ" ہے جب کہ بعض دیگر معتمد نسخوں میں "عِزُّ الْقُرَبِ" عین کی جگہ قاف مضموم کے ساتھ ہے' اس کا راء کے سکون اور اس کے فتحہ کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے۔ قُرَبٌ قُرْبَةٌ کی جمع ہے قُرْبَہ وہ کار خیر ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب طلب کیا جاتا ہے' نبی اکرم ﷺ کی عزت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اور عبادتیں صحیح ہوتی ہیں' قرب سے نبی اکرم ﷺ کا قرب اور نزدیکی بھی مراد ہو سکتی ہے' جسے آپ کی نزدیکی حاصل ہو وہ آپ کی برکت سے عزت و سرفرازی حاصل کرے گا۔

۳۔ "صَاحِبُ الْفَرَجِ ﷺ" کی شفاعت۔ آپ کی ذات اقدس سے مدد طلب کرنے۔ آپ کی پناہ لینے' آپ کا دامن رحمت تھامنے' آپ کے مرتبہ جلیلہ سے وسیلہ پکڑنے اور دنیا میں آپ پر بکثرت درود شریف بھیجنے سے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی مشکلات حل فرماتا ہے۔ فَرَجْ کا معنی ہے مصائب و مشکلات کو حل کرنا اور دور کرنا۔ نسخہ سہلیہ اور دیگر معتبر نسخوں میں یہی الفاظ ہیں' بعض نسخوں میں اس کی جگہ "كَرِيْمُ الْمَخْرَجِ" ہے' بعض نسخوں میں "رَفِيْعُ الدَّرَجِ كَرِيْمُ الْمَخْرَجِ" ہے۔

"اَلدَّرَجِ' دَرَجَة" کا اسم جنس ہے اور اس کا معنی سیڑھی ہے' نبی اکرم ﷺ کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خصوصیت کے اعتبار سے اس سے بلند کوئی مرتبہ نہیں اور جنت عدن میں آپ کا مرتبہ حسی اور معنوی طور پر سب سے بلند ہے۔ آپ نے معراج شریف میں اتنی مسافت طے کی کہ اس کی لمبائی بیان سے اور اس کی بلندی ادراک سے باہر ہے اور آپ ایسی جگہ تک پہنچے جہاں تک کسی نبی مرسل اور مقرب فرشتے کی رسائی نہیں ہوئی' یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے مرتبے کی بلندی اور رفعت منزلت کی دلیل ہے' یہ اسم شریف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے "وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ

دَرَجَاتٍ" اور اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء یعنی (حضرت نبی اکرم ﷺ) کے درجے بلند فرمائے۔ اساس اللغت کی کتاب) میں ہے "لِفُلَانٍ دَرَجَۃٌ رَفِیْعَۃٌ" فلاں کا مرتبہ بلند ہے۔

"یَکْرُمُ الْمَخْرَجِ" میں مَخْرَجْ کی میم اور راء مفتوح اور ان کے درمیان خاء ساکن ہے' اس کا معنی نکلنے کی جگہ ہے' ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کے اصل' خاندان اور نسب کی شرافت کی طرف اشارہ ہو' یہ امر معلوم و مشہور ہے' اس پر کلام کسی اور جگہ آئے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کی بزرگی کی طرف اشارہ ہو جہاں سے آپ نے ہجرت کی' اس میں شک نہیں کہ مکہ معظمہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے نزدیک معزز ترین شہر ہے' یہ بھی ظاہر اور معلوم ہے' نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: بے شک تو اللہ تعالیٰ کی زمین میں بہترین اور اس کی بارگاہ میں محبوب ترین شہر ہے' یہ حدیث تابعین کی ایک جماعت نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے روایت کی۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسماء شریفہ کا بیان درود پاک "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ" پر ختم کیا' کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے ذکر کے وقت درود شریف بھیجنا چاہئے۔ نسخہ سہلیہ اور اس کے علاوہ نسخوں میں یہی الفاظ ہیں۔ بعض نسخوں میں یہ الفاظ ہیں۔ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَرَّفَ وَکَرَّمَ وَمَجَّدَ وَعَظَّمَ" اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ و سلام نازل فرمائے اور آپ کو شرافت و کرامت بزرگی اور عظمت عطا فرمائے۔ بعض نسخوں میں یہ اضافہ ہے۔ "صَلَاۃً دَائِمَۃً اِلٰی اَبَدِ الْاٰبَدِ" ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دائمی رحمت۔

پھر جب نبی اکرم ﷺ کے اسماء شریفہ کا بیان ختم ہوا تو صاحب اسماء ﷺ کے طفیل دعا مانگتے ہیں اور اس کا آغاز ان الفاظ سے کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ

اسم جلالت اَللّٰھُمَّ دعاؤں کا جامع ہے

لفظ "اَللّٰھُمَّ" اصل یَا اَللّٰہُ تھا۔ حرف ندا حذف کر دیا گیا اور اس کے بدلے تعظیم و تکریم کے لئے میم لایا گیا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ۔ دعاؤں کا جامع ہے۔ ابو رجا عطاردی فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ کے میم میں اللہ تعالیٰ کو تمام ناموں سے پکارا' حضرت اقلیشی فرماتے ہیں' میں نے امام ابو محمد۔ علیوسی ابن سید سے پڑھا کہ یہ میم کلام عرب میں جمع کی علامت ہے۔ واحد کے لئے عَلَیْہِ اور جمع کے لئے عَلَیْہِمْ استعمال کرتے ہیں۔ جیسے کہ جمع پر دلالت کرانے کے لئے ضَرَبُوْا اور قَامُوْا میں واؤ استعمال کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کے آخر میں میم زائد کیا گیا ہے' تاکہ معلوم ہو کہ اس اسم میں تمام اسماء جمع ہو گئے ہیں' جب دعا کرنے والا اَللّٰھُمَّ کہتا ہے تو گویا اس نے کہا' اے وہ ذات جس کے اسماء حسنٰی ہیں۔ چونکہ یہ اسم اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء مبارکہ اور صفات کو محیط ہے' اس لئے اسے موصوف کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ تمام صفات اس میں جمع ہیں' یہ سیبویہ کے قول کی دلیل ہے (ابن سید کا کلام ختم ہوا) سیبویہ کے نزدیک اسے موصوف کرنا جائز نہیں ہے۔

چونکہ یہ اسم پاک ثناء عظیم پر مشتمل ہے' اس لئے دعا میں یہی اسم اختیار کیا جاتا ہے' بعض حضرات نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے' جب اس کے ذریعے دعا مانگی جائے تو مقبول ہوتی ہے اور سوال کیا جائے تو عطا کیا جاتا ہے۔

۵ "بجاہ" ایسے مقامات پر باء استعانت کے لئے ہوتی ہے۔ جاہ کا معنی قدر و منزلت اور عزت ہے نَبِیِّكَ یعنی تیرے نبی کریم ﷺ جن کا ذکر ان اسماء میں ہے "الْمُصْطَفٰی۔ تیری بارگاہ میں برگزیدہ وَرَسُوْلِكَ الْمُرْتَضٰی تیرے مقبول' معزز اور مکرم' ہر شخص جانتا ہے کہ وہ ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں۔ کیونکہ آپ ہی تمام جہانوں سے برگزیدہ اور پسندیدہ ہیں۔ "طَهِّرْ قُلُوْبَنَا" ہمارے دلوں کو پاک اور صاف فرما۔ قُلُوْبٌ قلب کی جمع ہے' دل کو قلب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بدلتا رہتا ہے' کبھی بلندیوں اور دربار الٰہی کا طالب ہوتا ہے کبھی خواہشات کی زمین پر جا رہتا ہے اور کبھی ان دو حالتوں کے درمیان ہوتا ہے "مِنْ كُلِّ وَصْفٍ۔ وہ انسانی صفات جن کی کیفیت بعد میں ذکر کی گئی ہے اور جو صفات عبودیت کے منافی ہیں مثلاً تکبر' خود بینی اور مذموم اخلاق "یُبَاعِدُ نَا عَنْ مُشَاهَدَتِكَ۔ وہ وصف جو ہماری بصیرت کو تیری زیارت سے دور کر دے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد میں ہم سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے' فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ وَمَحَبَّتِكَ اس میں اور اس سے پہلے لفظ میں مفعول کی طرف اضافت ہے اور ممکن ہے کہ مَحَبَّتِكَ میں فاعل کی طرف اضافت ہو۔ (یعنی تو جو ہم سے محبت فرماتا ہے) وَ اَمِتْنَا عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ اور ہماری روحوں کو اس حال میں قبض فرما کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا اور ثابت قدم ہوں اور صحابہ اور ان کے متبعین کے مذہب پر گامزن ہوں۔ "وَالشَّوْقِ اِلٰى لِقَائِكَ" لقاء کا مطلب موت کے ذریعے وہم کے حجابات کو اٹھا دینا' جس کے بعد اللہ تعالیٰ کی سچی محبت ہو گی' وہ اس کا مشتاق ہو گا اور اس کی ملاقات سے محبت رکھے گا' خواہ اسے دین میں استقامت حاصل ہو یا کسی قدر بھی پائی جائے اور جسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی محبت ہو گی اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند فرمائے گا اور جب اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو محبوب رکھے گا اس کے حال پر نظر رحمت مبذول فرمائے گا اور ازراہ لطف و کرم اس سے راضی ہو گا۔

"يَا ذَا الْجَلَالِ" اے عظمت والے! وَالْاِكْرَامِ اے ایمانداروں کی انعامات کے ذریعے عزت افزائی فرمانے والے! امام ابو عبد اللہ حلیمی نے فرمایا: یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کا معنی ہے وہ ذات جو اپنی سلطنت کی بنا پر اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اس کی بلندی شان کے لائق اس کی تعریف کی جائے۔

دعا کو ان اسماء مبارکہ پر اس لئے ختم کیا کہ بعض حضرات کے قول کے مطابق یہ اسم اعظم ہے اور نبی اکرم ﷺ نے متعدد حدیثوں میں ان اسماء سے بکثرت دعا مانگنے کا حکم فرمایا اور رغبت دلائی۔ پھر اس عنوان اور دعا کے آخر میں درود شریف لائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا

کیونکہ خاتمہ درود شریف پر ہی ہونا چاہئے' بعض نسخوں میں یہ اضافہ ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

مزارات مقدسہ

حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسماء طیبہ کے بعد حضور سید عالم ﷺ کے روضۂ مبارکہ مقدسہ کی کیفیت بیان کی ہے۔

حضرت مصنف نے اس معاملے میں حضرت شیخ تاج الدین فاکہانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیروی کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "الفجر المنیر" میں مزارات مقدسہ کے بیان کے لئے ایک باب قائم کیا ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ جو شخص روضۂ مبارکہ کی زیارت نہ کر سکے وہ مثال (تصویر) کی زیارت کر لے اور شوق رکھنے والا اسے دیکھے اور چومے اور نبی اکرم ﷺ کی محبت اور شوق میں اضافہ کرے، اہل علم نے نعل مبارک کے نقشہ کو اس کے قائم مقام قرار دیا ہے اور اس کی وہی تعظیم و تکریم مقرر کی ہے جو اصل کی ہے، انہوں نے اس نقشے کے خواص اور برکتیں بیان کی ہیں جو تجربے میں آچکی ہیں، نیز اس کی شان میں بہت سے شعر کہے ہیں، اس کی ہیئت و صورت کے بیان کے لئے متعدد کتابیں لکھی ہیں اور سندوں کے ساتھ اسے بیان کیا ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے۔

إِذَا مَا الشَّوْقُ أَقْلَقَنِيْ إِلَيْهَا — وَلَمْ أَظْفَرْ بِمَطْلُوْبِيْ لَدَيْهَا

نَقَشْتُ مِثَالَهَا فِي الْكَفِّ نَقْشًا — وَقُلْتُ لِنَاظِرِيْ قَصْرًا عَلَيْهَا

جب مجھے شوق نے اس کے لئے بے چین کر دیا اور میرا مطلب اس سے حل نہیں ہوا

تو میں نے ہاتھ میں اس کی تصویر بنالی اور اپنی نگاہیں اس پر جمادیں۔

اس کتاب میں تین چار جگہ نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مبارکہ کا ذکر ہے، آخر میں آپ ﷺ کے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات کا ذکر ہے۔ نیز اس کتاب میں نبی اکرم ﷺ کے بعض ظاہری اور باطنی اوصاف، سیرت و شمائل اور معجزات و احوال کا ذکر ہے، روضۂ مبارکہ کی کیفیت کا ذکر بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ (اس لئے اس کا بیان ہونا چاہیے) بعض سیرت نگاروں نے تو اسے اپنی سیرت کی کتابوں میں ذکر کیا ہے، اور اسے بھی سیرت سے متعلق قرار دیا ہے۔

اذکار اور ان کے ذریعے تربیت کی کیفیت بیان کرنے والے بعض علماء نے فرمایا کہ جب ذکر کرنے والا "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کی تکمیل "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" سے کرے تو اسے چاہئے کہ اپنے سامنے آپ کی سراپا نور ذات مقدسہ کا تصور صورت انسانیہ اور نور کے لباس میں کرے۔ آپ کی بشریت کی حقیقت اور کمال معجزہ کی بنا پر لباس بشری کی تبعیت، ہر دو کا لحاظ کرے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی صورت مبارکہ اس کی روح میں نقش ہو جائے اور اس کے ساتھ ایسی الفت قائم ہو جائے جس کے سبب آپ کے اسرار سے استفادہ اور آپ کے انوار سے کسب ضیاء کر سکے۔ نیز فرمایا: اگر آپ کا تصور قائم نہ کر سکے تو یہ تصور کرے کہ میں آپ کے روضۂ مبارکہ کے پاس بیٹھا ہوا ہوں اور جب بھی آپ کا ذکر کرے اس کی طرف اشارہ کرے، کیونکہ دل جب کسی چیز کے ساتھ معروف ہو جاتا ہے تو اس وقت کسی دوسری چیز کے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا (بعض علماء کا کلام ختم ہوا)

ایسی صورت میں روضۂ مشرفہ اور مزارات مقدسہ کی تصویر کی ضرورت ہوگی، تاکہ ان کی صورت معلوم ہو اور اس کتاب

میں درود پاک پڑھنے والا اگر ان مزارات کی زیارت نہیں کر سکا تو اپنے سامنے ان کا تصور قائم کر لے۔ عامۃ الناس کی اکثریت کا
یہی حال ہوتا ہے' میں نے مشرق کے بعض علماء کی ایک تالیف میں دیکھا کہ جو مرید اسم الٰہی کا ذکر کرنا چاہے اسے چاہئے کہ اسم
مبارک کو کسی کاغذ پر سنہری حرفوں میں لکھ لے اور اسے اپنے سامنے رکھ لے۔ اس کتاب (دلائل الخیرات) کا پڑھنے والا جب
روضۂ مبارکہ کی حسین تصویر خوش نما رنگوں میں خصوصاً سنہری رنگ میں بنالے گا تو اسے مزید فائدہ حاصل ہو گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع جو بہت ہی مہربان نہایت رحم والا۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ

اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و مولا

وَسَلَّمَ وَ ھٰذِہٖ صِفَۃُ الرَّوْضَۃِ الْمُبَارَکَۃِ

ﷺ پر رحمتیں نازل فرمائے' یہ اس روضۂ مبارک کی کیفیت ہے

الَّتِیْ دُفِنَ فِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ صَاحِبَاہُ

جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دو صحابی حضرت ابوبکر

اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا ھٰکَذَا ذَکَرَہٗ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دفن کیے گئے' اسی طرح حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ دُفِنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

نے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ

فِی السَّھْوَۃِ وَ دُفِنَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

چبوترے میں دفن کیے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ دُفِنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

کے پیچھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

عِنْدَ رِجْلَیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ بَقِیَتِ السَّھْوَۃُ الشَّرْقِیَّۃُ فَارِغَۃً فِیْھَا

کے پاؤں کے پاس دفن کیے گئے۔ چبوترے کا مشرقی حصہ خالی رہا۔ اس میں ایک

مَوْضِعُ قَبْرٍ يُقَالُ لَهٗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قبر کی جگہ ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

يُدْفَنُ فِيْهِ وَ كَذٰلِكَ جَاءَ فِي الْخَبَرِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہاں دفن کئے جائیں گے۔ اسی طرح حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے وارد ہے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا رَاَيْتُ ثَلٰثَةَ اَقْمَارٍ سُقُوْطًا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' میں نے (خواب میں) اپنے گھر میں تین چاند

فِيْ حُجْرَتِيْ فَقَصَصْتُ رُؤْيَايَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ

اترتے ہوئے دیکھے' میں نے یہ خواب حضرت ابوبکر سے بیان کیا' تو انہوں نے فرمایا: عائشہ!

لَيُدْفَنَنَّ فِيْ بَيْتِكِ ثَلٰثَةٌ هُمْ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ فَلَمَّا

تیرے گھر میں تمام زمین والوں سے افضل تین شخصیتیں دفن کی جائیں گی۔ جب رسول اللہ

تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُفِنَ فِيْ بَيْتِيْ

ﷺ کا وصال ہوا اور آپ میرے گھر میں دفن کئے گئے تو مجھے

قَالَ لِيْ اَبُوْبَكْرٍ هٰذَا وَاحِدٌ مِّنْ اَقْمَارِكِ وَهُوَ خَيْرُهُمْ

حضرت ابوبکر نے فرمایا: یہ تیرے تین چاندوں میں سے ایک ہیں اور سب سے افضل ہیں'

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا ۝

اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل پر رحمت اور بکثرت سلامتی نازل فرمائے۔

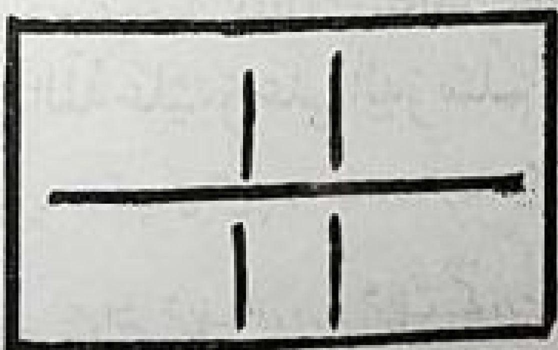
[illegible] کی ابتدا اسی طرح ہے۔ بسم اللہ شریف اور درود شریف کے درمیان واؤ نہیں ہے۔ اس میں نحویوں کے اس مذہب کی رعایت ہے کہ خبر اور انشاء کا ایک دوسرے پر عطف جائز نہیں ہے' بسم اللہ شریف معنی کے اعتبار سے جملہ خبریہ ہے اور درود شریف انشائیہ) "وعلی آلہ" صحابہ کرام کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ لفظ آل انہیں شامل ہے۔ یا حدیث شریف "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ" کی موافقت کی بنا پر آل کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ "وَسَلَّمَ" چونکہ یہ عنوان اپنی جگہ مستقل ہے اس لئے برکت کے لئے اس کی ابتدا بسم اللہ اور درود شریف سے کی ہے۔ اس سے پہلے حدیث شریف کی یہ تصریح گزر چکی ہے کہ ہر اہم کام کی ابتدا بسم اللہ شریف اور درود شریف سے ہونی چاہئے۔

"وفیہا" یہ روضۂ مبارکہ اور آئندہ قبور شریف کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ مصنف کے ذہن میں مستحضر ہیں۔ جس امر

کی توقع ہے اسے بمنزلۂ واقع قرار دیا گیا ہے اور اسم اشارہ کے بعد متصل طور پر جس شے کے ذکر کا ارادہ ہے اسے بمنزلہ مذکور رکھا گیا ہے' ھذا وغیرہ اسم اشارہ سے ہر حاضر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے' خواہ وہ ذات ہو یا معنی "صِفَةُ الرَّوْضَةِ" روضۂ مبارکہ کی تصویر ہے۔ روضہ لغت میں اس اطمینان بخش زمین کو کہتے ہیں جہاں درخت۔ پھول اور نہریں ہوں۔ مجازاً پرانوار رحمت و برکت اور خیر و فضیلت والے مزار کو روضہ کہتے ہیں' کیونکہ دونوں میں حسن و جمال اور فرحت مشترک ہے' روضہ مبارکہ کی شکل سے مراد اس کی عمارت کی ہیئت بھی ہو سکتی ہے اور روضہ شریفہ میں قبور کی ترتیب اور ان کی باہمی نسبت بھی ہو سکتی ہے' قدیم اور معتمد نسخوں میں جو نقشہ دیا گیا ہے اس سے یہی دوسرا مطلب ظاہر ہے۔

روضۂ مبارکہ کی نئی تعمیر ۸۸۶ء میں

۸۸۶ء میں روضۂ مبارکہ کی نئی تعمیر کی گئی۔ بعض متاخرین نے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن برکات حطاب سے روایت کیا' انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا' وہ تعمیر جدید کے وقت حاضر تھے' انہوں نے بتایا کہ قبور شریفہ پر زمین کی بلندی کے علاوہ کوئی علامت نہیں ہے' پھر ان پر چھوٹا سا گنبد تعمیر کیا گیا جیسے ہمارے زمانے میں اولیاء کرام کے مزارات پر بنایا جاتا ہے' یہ گنبد مثلث' مربع یا مخمس نہ تھا' نیچے اور اوپر سے پوری طرح بند کر دیا گیا' صرف اوپر ایک دریچہ رہنے دیا گیا جس میں سے نور نکلتا تھا' صورت یہ تھی۔



پھر اس گنبد پر اس سے بڑا ایک اور گنبد ہے جو قریباً مخمس ہے۔ اس کے تین طبقے ہیں۔

(۱) بنیاد کے ساتھ متصل ہے۔ بنیاد سیاہ پتھروں سے بنائی گئی ہے' چنائی سفید پتھروں سے کی گئی ہے' یہ ان پتھروں کے علاوہ ہیں جن میں چاندی کی میخیں لگائی گئی ہیں' وہ بہت ہی سرخ پتھر ہیں۔

(۲) اینٹوں سے بنا ہوا ہے۔

(۳) لکڑی کا ہے اس پر غلاف لٹکایا جاتا ہے' یہ پہلے گنبد کی طرح بند نہیں ہے۔

پھر ان دونوں قبوں پر ایک بلند گنبد ہے جو گرجے سے بلند یا اس کے قریب ہے' یہ مربع ہے' اس کے چار گوشے اور چھوٹے گنبد کے علاوہ دس ستون ہیں۔ اس کی زمین پر پتھر بچھایا گیا ہے' چبوترے میں صرف وہ جگہ خالی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن کئے جائیں گے۔ یہ جگہ خدام اور مشاہدہ کرنے والوں کے نزدیک معروف ہے۔

اس گنبد کے چار دروازے ہیں۔

(۱) باب توبہ یہ مسجد کے قبلہ کی جانب' تانبے کی کھڑکی میں ہے۔ صرف مصائب کے نزول کے وقت کھولا جاتا ہے۔

(۲) باب الوقود ہر رات چراغوں کے روشن کرنے کے وقت کھولا جاتا ہے۔

(۳) باب فاطمہ ہر رات شمعیں روشن کرنے اور خوشبوئیں سلگانے کے لئے کھولا جاتا ہے' جمعہ کی رات کو حضور ﷺ کے سر اقدس کے مقابل صندوق کھولنے کے لئے کھولا جاتا ہے' وہاں عرق گلاب وغیرہ خوشبوؤں کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے' جمعہ کی صبح کو صفائی کے لئے کھولا جاتا ہے۔

(۴) باب تہجد جمعہ کے دن اور اس کے علاوہ گاہے گاہے کھولا جاتا ہے' تمام دروازوں پر ریشمی پردے آویزاں ہیں۔

"اَلْمُبَارَکَۃ" یہ لفظ بعض نسخوں میں نہیں ہے' باقی نسخوں میں موجود ہے۔ برکت کا معنی اضافہ' خداوندی بھلائی' منفعت' بلندی کی زیادتی ہے۔ امام راغب نے فرمایا: برکت کا معنی' کسی شے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی کا ثابت ہونا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا روضۂ مبارکہ' برکات و خیرات کا مرکز' رحمتوں کے نازل ہونے کی جگہ' کرامتوں کا سرچشمہ اور مسرتوں کے طلوع ہونے کی جگہ ہے۔

حضور ﷺ کے قبر کے ساتھی

۲۔ "اَلَّتِیْ دُفِنَ فِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَاہُ" حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روضۂ مبارکہ میں وصال کے بعد نبی اکرم ﷺ کے ساتھی ہیں اور آپ کی ظاہری حیات میں بھی آپ کے مصاحب تھے۔ انہیں صحبت عامہ بھی حاصل تھی جس میں دیگر صحابہ کرام شریک تھے اور خصوصی صحبت بھی حاصل تھی جس کا تمام صحابہ کو اعتراف تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے دن فرمایا:

مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دو ساتھیوں کی معیت عطا فرمائے گا' کیونکہ میں نے بہت دفعہ نبی اکرم ﷺ کو

ابوبکر و عمر نکلے' میں اور ابوبکر و عمر نے فلاں کام کیا۔
فرماتے ہوئے سنا' میں اور ابوبکر و عمر داخل ہوئے' میں اور
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ابن عساکر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ
ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
ہر نبی کے دو وزیر ہیں' میرے وزیر میرے دو ساتھی ہیں۔

قیامت کے دن حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور علیہ السلام کے ساتھ اٹھیں گے

وہ دونوں قیامت کے دن اٹھائے جانے میں آپ کے ساتھی ہوں گے۔ ابوبکر ابن ابی عاصم "السنہ" میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف لائے' حضرت ابوبکر آپ کی دائیں جانب تھے انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا' دوسری جانب حضرت عمر تھے' انہوں نے دوسرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا' آپ نے ان دونوں پر ٹیک لگائی ہوئی تھی' فرمایا: ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔

حضرت حارث اپنی مسند میں ابو اسامہ کے واسطہ سے حضرت سالم بن عبد اللہ ابن عمر سے مرسلاً (وہ حدیث جسے تابعی' صحابی کے ذکر کے بغیر روایت کرے) ابو نعیم دلائل النبوۃ میں حضرت سالم سے اور وہ حضرت عبد اللہ ابن عمر سے بسند متصل روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن میں ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان اٹھایا جاؤں گا۔

حضرت ابوبکر کا نسب شریف

سیدنا "ابوبکر" آپ کا نام و نسب یہ ہے۔ عبد اللہ ابن ابی قحافہ عثمان ابن عمرو ابن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ابن کعب بن لوی بن غالب بن فہر' آپ کا سلسلۂ نسب مرہ پر جا کر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ آپ کا لقب عتیق ہے یا تو آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے (عتیق کا معنی خوبصورت) یا اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جسے پسند ہو کہ آگ سے آزاد کی طرف دیکھے وہ انہیں دیکھ لے (عتیق کا معنی آزاد ہے) آپ کا نام صدیق رکھا گیا کیونکہ آپ نے بغیر کسی تردد کے نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کی۔ آپ (مردوں میں) سب سے پہلے ایمان لائے۔ غار میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہے اور دنیا و آخرت میں آپ کے رفیق ہیں۔ تمام صحابہ سے آپ کے افضل ہونے پر اجماع ہے' روافض اور ان کے ہم نواؤں کا کوئی اعتبار نہیں ہے' یہی اکثر اہل اسلام کا مذہب ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا آپ کو تمام انسانوں سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ' عرض کیا گیا' مردوں میں سے؟ فرمایا: ان کے والد' اس حدیث کو امام بخاری وغیرہ نے روایت کیا۔ نیز فرمایا: کیا تم میرے لئے میرے صاحب سے تعرض ترک کر

دو گے؟

حضور علیہ السلام کے وصال کے بارے میں مختلف اقوال

آپ کے وصال کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ (۱) جمعہ کے دن (۲) پیر کی رات عشا کے وقت (۳) منگل کی رات (۴) بدھ کی رات' ستائیس (۲۷) یا تیئیس (۲۳) یا بائیس (۲۲) جمادی الاخری ۱۳ھ اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ آپ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ کو غسل دیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی اور رات کے وقت دفن کئے گئے۔ بعض نے کہا: آپ کو زہر دیا گیا تھا جس کے سبب آپ کا وصال ہوا۔ بعض نے کہا: آپ کو سل کا مرض تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا تو آپ علیل ہو گئے اور اسی علالت میں رحلت فرما گئے۔

حضرت عمر کا نسب شریف

۷۔ "وَعُمَرُ" آپ کا نام و نسب یہ ہے ابو حفص عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر' آپ کا سلسلۂ نسب کعب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔ آپ کے ایمان لانے سے صحابہ کرام کی تعداد چالیس ہو گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ چالیس سے کچھ زائد مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد ایمان لائے۔ سب سے پہلے آپ کا لقب امیر المومنین رکھا گیا۔ آپ پہلے وہ صحابی ہیں جنہوں نے مشرکوں کی جمعیت کو پراگندہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کے ذریعے دین کا ستون قائم کر دیا۔ موافق و مخالف کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کا مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق کے بعد ہے۔

"المدونہ" میں ہے' امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انسانوں (امتیوں) میں کون افضل ہے؟ فرمایا:

ابو بکر پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پھر فرمایا: کیا اس میں شک ہے؟

۲۳ھ ماہ ذی الحجہ کے آخر میں آپ شہید کئے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف تریسٹھ سال تھی۔ بعض کا اس میں اختلاف ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غیر مسلم غلام (ابو لوء لوء مجوسی) نے آپ کو شہید کیا رضی اللہ عنہ

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں مشہور حدیثیں بکثرت ہیں۔ طوالت سے بچنے کے لئے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

"رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا" اللہ تعالیٰ انہیں انعام عطا فرمائے۔ یا انہیں انعام عطا فرمانے کا ارادہ فرمائے۔ یہ جملہ لفظاً خبر ہے اور اس کا معنی دعا ہے۔

روضۂ مبارکہ میں قبور شریفہ کی ترتیب

پھر حضرت مصنف نے روضۂ مبارکہ کی کیفیت اس طرح بیان کی۔

قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قبر ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قبر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کیفیت نسخۂ سلیمہ کے مطابق ہے۔ حضرت ابوبکر اگرچہ نبی اکرم ﷺ کے پیچھے ہیں تاہم کچھ نیچے ہیں اور حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پاؤں کے پیچھے ہیں۔ بعض صحیح نسخوں میں پہلی قبر پر لکھا ہوا ہے۔ "قَبْرُ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" بعض نسخوں میں "قَبْرُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اور بعض میں "قَبْرُ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ہے (یہ صرف لفظی اختلاف ہے) دوسری قبر پر تمام نسخوں میں یہ الفاظ ہیں۔ "قَبْرُ اَبِی بَکْرٍ رضی اللہ عنہ" اور تیسری قبر پر یہ الفاظ ہیں "قَبْرُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ"

علماء سیرت وغیرہم سے قبور مقدسہ کے بارے میں سات مختلف روایات ہیں۔ ان میں صحیح ترین روایات دو یا تین ہیں (ایک روایت اس سے پہلے گزر چکی ہے) (ا) جو اکثر کے نزدیک مختار ہے۔ حضرت زرین اور یحییٰ علوی نے اسی پر اعتماد کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف آگے ہے اور قبلہ کی جانب دیوار کے قریب ہے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر نبی اکرم ﷺ کے کندھوں کے مقابل ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کندھوں کے مقابل ہے۔

روضۂ اقدس کے سامنے سلام عرض کرنے کا طریقہ

امام غزالی نے احیاء العلوم میں امام نووی نے کتاب الاذکار میں اسی روایت پر اکتفا کیا ہے۔ امام فاکہانی نے الفجر المنیر میں اور شیخ خلیل نے اپنی مناسک میں امام مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ (بارگاہ رسالت میں سلام عرض کرنے کے بعد) تو اپنی دائیں جانب ایک ہاتھ کی مقدار ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام عرض کر، پھر ایک ہاتھ دائیں جانب ہٹ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام عرض کر، اسی طرح امام غزالی نے فرمایا: انہوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ حضرت ابوبکر صدیق کا سر اقدس رسول اللہ ﷺ کے کندھے کے پاس اور حضرت عمر کا سر مبارک حضرت ابوبکر صدیق کے کندھے کے پاس ہے رضی اللہ عنہما اور ان مزارات کی ترتیب یہ ہے۔

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سید سمہودی نے فرمایا: یہ کیفیت مشہور ترین روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت یحییٰ علوی نے اپنی کتاب میں اپنی سند کے ساتھ حضرت نافع سے نقل کیا' انہوں نے ابونعیم وغیرہ عمر رسیدہ اور معتبر مشائخ سے یہی کیفیت نقل کی۔ علامہ سمہودی فرماتے ہیں' اسی طرح علماء حدیث نے حضرت عروہ سے' انہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔(۴) امام ابوداؤد نے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے روایت کیا اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر مبارک آپ کے کندھوں کے درمیان ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے پاس ہیں۔ علامہ سمہودی نے فرمایا: کہ یہ حضرت قاسم بن محمد کے صاحبزادے سے راجح ترین روایت ہے۔ پھر ابن عساکر کے حوالے سے یہ نقشہ نقل کیا۔

قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — قبر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قبر ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عرفی نے یہ کیفیت حضرت محمد بن منکدر سے نقل کی' فرمایا کہ حضرت محمد بن منکدر سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر کی قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پیچھے اور حضرت عمر کی قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے پاس ہے۔ علامہ سمہودی نے فرمایا: یہ دو راجح ترین روایتیں ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے یہی آخری طریقہ بیان کیا۔ علامہ ابن حجر نے اسی کو اکثر کا قول قرار دیا' ان تین روایتوں کے علاوہ دوسری روایتیں ضعیف ہیں۔

۵ "ھٰکذا" ھا حرف تنبیہ' کاف حرف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ ہے۔ اس کا اشارہ روضۂ مقدسہ کی تصویر کی طرف ہے۔ ذکرہٗ متن میں ضمیر مذکر ہے یہ تصویر کی طرف راجع ہے۔ ایک نسخہ میں ضمیر مونث (ذکرھا) ہے' اس وقت یہ ضمیر روضہ مبارکہ کی طرف راجع ہے۔

حضرت عروہ سات فقہاء مدینہ میں سے ہیں

"عُروَۃ" آپ مدینہ طیبہ کے سات مقتدر فقہاء میں سے ایک ہیں' مدینہ طیبہ سے چار مرحلے کے فاصلہ پر بمقام فرع آپ کا وصال ہوا اور وہیں دفن کئے گئے۔ سن وصال میں مختلف اقوال ہیں ۹۲ھ۔ ۹۳ھ۔ ۹۴ھ تقریباً خلافت فاروقی کے آخر ۲۲ھ یا ۲۳ ہجری میں آپ کی ولادت ہوئی' کیونکہ جنگ جمل کے موقع پر آپ کی عمر تیرہ سال تھی۔ یہ جنگ ۳۶ھ میں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

حضرت عروہ ابن الزبیر کا نسب شریف

"ابنُ الزّبیرِ" حضرت زبیر کا نسب یہ ہے' زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی' حضرت زبیر نبی اکرم ﷺ کے حواری (معاون خاص) اور آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کے صاحبزادے اور حضرت ام المومنین خدیجہ بنت خویلد کے بھتیجے ہیں۔ جنگ جمل کے موقع پر جرموز نے آپ کو شہید کیا۔ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے آگ کی بشارت دی تھی' کیونکہ اس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا۔ رضی اللہ عنہ یہ جملہ استینافیہ ہے' اس کا کوئی محل اعراب نہیں ہے۔

"قالَ" یہ بیان کے لئے نیا جملہ ہے' کوئی پوچھ سکتا ہے کہ انہوں نے کیا فرمایا؟ اس لئے حضرت مصنف قدس سرہ کہتے ہیں کہ حضرت عروہ نے فرمایا: دُفِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی السَّهْوَةِ سین مفتوح اور ہاء ساکن' اس حجرے (برآمدے) کو کہتے ہیں' جو گھروں کے آگے بنایا جاتا ہے۔ بعض نے کہا تہہ خانے کو کہتے ہیں جس کی چھت زمین سے اونچی ہو "صُفَّة" صاد مضموم اور فاء مشدد کے ساتھ' وہ چھپر ہے جو گھروں کے آگے ہوتا ہے۔

حضرت ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کے برابر دفن ہیں

"وَ دُفِنَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پیچھے اور برابر ہوں اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ برابر نہ ہوں۔ نسخہ سلیمہ میں ہے کہ حضرت ابو بکر کچھ نیچے ہیں' گویا آپ کے کندھوں کے پاس ہیں۔ جیسے کہ گزر چکا۔

حضرت عمر حضرت ابو بکر کے قدموں کے برابر دفن ہیں

"وَ دُفِنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ عِنْدَ رِجْلَیْ اَبِیْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ" اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) حضرت عمر کا سر مبارک حضرت ابو بکر کے قدموں کے پیچھے ہو۔ (۲) ان کا سر مبارک حضرت ابو بکر کے قدموں کے نیچے ہو۔ پہلی صورت رِجْلَیْ سے مراد صرف قدم ہو گا۔ اس صورت میں حضرت عمر کا سر حضرت ابو بکر کے قدموں کے محاذی ہو گا۔ نبی اکرم ﷺ کے قدموں کے محاذی نہ ہو گا۔ (کیونکہ آپ کے قدم حضرت ابو بکر کے قدموں سے کسی قدر اونچے ہیں) یہی ظاہر ہے اور نسخہ سلیمہ میں اسی طرح نقل کیا گیا' اس اعتبار سے حجرہ مبارکہ میں دو قبروں کی جگہ خالی ہو گی' ایک نبی اکرم ﷺ کے پائے مبارکہ کے پاس اور دوسری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر کے پاس۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کا سر حضرت ابو بکر کی پنڈلیوں کے مقابل ہو اب صورت میں حضرت عمر کا سر نبی اکرم ﷺ کے قدموں کے مقابل ہو گا۔ یہ روایت جو حضرت مولف نے حضرت عروہ سے کی ہے۔ مجھے (کسی کتاب میں) معلوم نہیں ہو سکی۔ علامہ سمہودی نے حضرت عروہ سے پہلی صورت روایت کی ہے۔ (شارح کی بیان

گروہ دو صورتوں میں سے پہلی صورت) جیسے کہ اس سے پہلے گزرا۔

"وَبَقِيَتِ السَّهْوَةُ الشَّرْقِيَّةُ فَارِغَةً" (اور مشرقی چبوترہ خالی رہا) اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کاشانہ مبارکہ میں دو حجرے تھے۔ مشرقی اور مغربی۔ نبی اکرم ﷺ مغربی میں محو استراحت ہوئے اور مشرقی باقی رہا' یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی حجرہ تھا اس کا مشرقی حصہ باقی رہا۔ اس جز پر کل کا اطلاق کر دیا اور اسے ہی حجرہ کہہ دیا۔ اگر پہلا مطلب مراد ہوتا تو یوں کہتے کہ نبی اکرم ﷺ مغربی حجرہ میں استراحت فرما ہوئے۔ اور مشرقی حجرہ باقی رہا' یا یہ کہا جاتا کہ ایک حجرے میں استراحت فرما ہوئے اور دوسرا حجرہ (مشرقی) باقی رہا۔ جب بالتعیین یہ کہا کہ آپ حجرے میں آرام فرما ہوئے' تو معلوم ہوا کہ ایک ہی حجرہ ہے۔

ف "فِيْهَا مَوْضِعُ قَبْرٍ" اس حجرے میں نبی اکرم ﷺ کے پائے مبارک کے پاس ایک قبر کی گنجائش ہے' کیونکہ مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب کی طرف ہے' نبی اکرم ﷺ کا سر انور مغرب کی طرف اور پائے مبارک مشرق کی طرف ہیں۔ "يُقَالُ" یہ بات زباں زد عوام ہے یا کتابوں میں مشہور ہے' چونکہ اس قول کی بنیاد ضعیف حدیث پر ہے۔ اس لئے حضرت مصنف نے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: کہا جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا "وَاللّٰهُ اَعْلَمُ" اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے' کیونکہ اس کے مقام پر وثوق نہیں ہے۔ "اَنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت والدہ کی طرف اس لئے کی ہے کہ ان کی پیدائش باپ کے بغیر ہے' اس لئے آپ کی والدہ ہی والد کے قائم مقام ہیں۔ بعض نسخوں میں یہ الفاظ بھی ہیں عَلَيْهِ السَّلَامُ

چوتھی قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہوگی

"يُدْفَنُ فِيْهِ" وہ اس جگہ دفن کئے جائیں گے جہاں قبر کی جگہ باقی ہے' یہ آپ کے زمین پر تشریف لانے اور وصال کے بعد ہوگا' حضرت ابن عربی عارضۃ الاحوذی میں فرماتے ہیں' مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی غسان کی راضیہ نامی عورت سے نکاح کریں گے اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حجرہ مبارکہ میں دفن کئے جائیں گے۔ وہاں ایک قبر کی جگہ ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے لئے باقی ہے۔

اہل سیر حضرت سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حجرہ مبارکہ کے مشرقی حصہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے' جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن کئے جائیں گے' ان کی قبر چوتھی ہوگی' امام ترمذی حضرت عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور عیسیٰ ابن مریم ان کے ساتھ دفن کئے جائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر اترنے کے حالات

"وَكَذٰلِكَ جَاءَ فِي الْخَبَرِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" جس طرح مشہور ہے اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی حدیث میں آیا ہے' ابن جوزی منتظم میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ ابن مریم زمین پر اتریں گے' نکاح کریں گے' ان کے ہاں اولاد ہوگی' وہ پینتالیس سال زمین میں ٹھہریں گے' پھر وفات کے بعد میرے

ساتھ میری قبر میں دفن کئے جائیں گے' میں اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ایک قبر سے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان اٹھیں گے' اسی طرح مواہب لدنیہ میں ہے۔ انہوں نے فرمایا: اسی طرح تحقیق النصرۃ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ایسے ہی ابن جوزی اور علامہ قرطبی نے اپنے تذکرہ میں بیان فرمایا۔ علامہ سیوطی کے فتاویٰ میں ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر سات سال اور ایک روایت میں ہے چالیس سال قیام فرمائیں گے' وہ نکاح کریں گے' ان کی اولاد ہوگی اور نبی اکرم ﷺ کے پاس دفن کئے جائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر سات سال قیام مسلم شریف کی روایت میں موجود ہے۔ ابوداؤد طیالسی کی روایت میں چالیس سال قیام کا ذکر ہے' آپ وصال فرمائیں گے' آپ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' ایسے ہی امام طبرانی نے روایت کیا۔ امام احمد نے مسند اور کتاب الزہد میں' ابو الشیخ ابن حبان نے کتاب الفتن میں روایت کیا۔ علامہ سیوطی نے علامہ جلال الدین محلی کی تفسیر کے تکملہ (تفسیر جلالین) میں فرمایا: ہو سکتا ہے کہ آسمان پر تشریف لے جانے سے پہلے اور نزول کے بعد دونوں مدتوں کا مجموع (چالیس سال) مراد ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت آپ کی عمر تینتیس ۳۳ سال تھی۔ علامہ ابن حجر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دفن کئے جانے کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ے "وَ قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا" ۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی (صدیقہ بنت صدیق) اور نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں' ازواج مطہرات میں صرف وہی کنواری تھیں' چھ سال کی عمر میں نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی' نو سال بارگاہ رسالت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی۔

ان کی فضیلت نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے ظاہر ہوتی ہے' کہ عائشہ کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہی ہے جیسے ثرید کو دوسرے کھانوں پر (ثرید گوشت میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر تیار کیا ہوا طعام جو عرب کا محبوب ترین کھانا ہے) نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کو انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ! کہا گیا ہے کہ ازواج مطہرات میں سے صرف حضرت عائشہ کے لحاف میں نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔

بقول علامہ واقدی حضرت ام المومنین کا وصال ۱۹ رمضان المبارک ۵۸ھ منگل کی رات ہوا' آپ کی وفات کے بارے میں یہ صحیح ترین قول ہے' وصال کے وقت آپ کی عمر چھیاسٹھ سال تھی' انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی' وہ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ طیبہ میں مروان کے قائم مقام تھے۔

ان کی یہ روایت جو حضرت مولف نے بیان فرمائی ہے۔ امام مالک نے موطا میں یحییٰ ابن سعید کے واسطہ سے حضرت ام

المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ فرماتی ہیں' میں نے اپنے حجرہ میں تین چاند اترتے ہوئے دیکھے' یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ میرے حجرے میں محو استراحت ہوئے تو حضرت ابوبکر نے فرمایا: یہ تیرے تین چاندوں میں سے ایک ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔

”رَأَیْتُ ثَلَاثَةَ أَقْمَارٍ“ ”میں نے خواب میں تین چاند دیکھے“ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو چاند سے تشبیہ دی (بلکہ اس سے بھی زیادہ حسین قرار دیا۔ اس پر حضرت ابوالخطاب بن دحیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے بہت عمدہ تشبیہ دی ہے' کیونکہ چاند اپنی روشنی سے تمام زمین کو منور کر دیتا ہے' اس کے دیکھنے سے ایک کیف طاری ہوتا ہے۔ اس کے نور میں حرارت نہیں جو گھبراہٹ کی موجب ہو اور خیرہ کن ہو' چاند کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھا جا سکتا ہے۔ جب کہ سورج کو دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور دیکھنے والا تکلیف محسوس کرتا ہے۔

تشبیہ میں یہ امر بھی ملحوظ ہے کہ قمر کلام عرب میں بطور مذکر استعمال ہوتا ہے۔ اور شمس بطور مونث۔ تین ہستیوں کے چاند کی صورت میں دکھائی دینے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تینوں مرتبے۔ نور اور حسن میں یکساں ہیں۔ ممکن ہے کہ حضرت ام المومنین نے ایک سورج اور دو چاند دیکھے ہیں اور تغلیب کے طور پر فرما دیا ہو کہ تین چاند دیکھے (جیسے کہ والد اور والدہ کو والدین کہہ دیا جاتا ہے) یہ حقیقت ہر شک و شبہ سے بالا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انوار کا منبع ہیں' ہر صاحب نور آپ ہی سے کسب ضیاء کرتا ہے' جیسے کہ تمام ستارے سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ [1] شیخین کریمین (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) دونوں چاند ہیں جو آفتاب نبوت کے عکس ہیں جیسے چاند سورج کا۔

بعض حضرات نے کہا کہ سورج کا زمین پر آ جانا تمام جہان کی تباہی کی علامت ہے' کیونکہ وہ تمام محسوس ہونے والے انوار کا سرچشمہ ہے۔ جب وہ قائم نہ رہا تو تمام حسی انوار بھی قائم نہ رہیں گے اور کائنات تاریک ہو جائے گی۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کو تین چاند زمین پر اترتے ہوئے دکھائے گئے۔ یہ اشارہ تھا کہ دین باقی رہے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے سے اس میں تغیر و تبدل نہیں آئے گا' اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ جسمانی طور پر پردہ فرما جائیں گے' روحانی طور پر آپ کی امداد اور ضیاء باری بدستور رہے گی۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے صرف تین چاند دیکھے۔ چوتھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں دیکھے' حالانکہ وہ بھی ان کے حجرہ شریفہ میں مدفون ہوں گے' اس کی وجہ یہ تھی کہ تین حضرات ان کی ظاہری زندگی میں وصال فرما گئے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو آخری زمانہ میں تشریف لائیں گے۔

”سُقُوطٌ“ سَاقِطٌ کی جمع ہے جیسے راقد اور رقود اس کا اصل سَقَطَ ہے۔ جس کا معنی واقع ہوا یا غائب ہوا ہے۔

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

یہ جو مہر و ماہ پہ اطلاق آیا نور کا
بھیک ان کے در کی ہے اور استعارہ نور کا

لفظ حجرتی کی لغوی تحقیق

"فِیْ حُجْرَتِیْ" تمام نسخوں میں اسی طرح ہے۔ حاء مضموم' جیم ساکن اور راء کے بعد تاء' موطا امام مالک کی روایات مختلف ہیں' بعض روایات میں وہی الفاظ ہیں جو اس جگہ ہیں۔ اکثر حضرات کی روایت یہی ہے۔ مشارق میں ہے کہ اس باب میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرمان میں یہی واضح ترین روایت ہے۔

بعض روایت میں یہ لفظ ہے فِیْ حَجْرِیْ حاء کو مفتوح اور مکسور پڑھا جا سکتا ہے۔ مشارق میں اس کا معنی یہ بیان کیا "ای فی حِضْنِ ثَوْبِیْ حِضْنٌ" حاء کے کسرہ کے ساتھ۔ بغل سے لے کر پہلو تک کا حصہ۔ قاموس میں ہے حِجْرٌ کپڑے کا وہ حصہ جو اگلی طرف ہو۔ متن میں ہے فِیْ حُجْرَتِیْ مشارق میں اس کا معنی ہے میرے گھر میں۔ شفاء میں اسی طرح ہے۔ علامہ ابن حجر نے اور علامہ سیوطی نے توشیح میں حجرہ کی تفسیر گھر کے ساتھ کی ہے۔ قاموس میں ہے کہ حجرہ کا معنی غرفہ ہے اور غرفہ پہلے حرف کے ضمہ کے ساتھ بالا خانے کو کہتے ہیں۔ احادیث اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ حجرہ گھر کے علاوہ ہے۔ اکثر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حجرہ گھر کے باہر ہوتا ہے۔ جوہری کہتے ہیں قوم کا حجرہ ان کے گھر کی ایک جانب کو کہتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ حجرہ اونٹ کے باڑے کو کہتے ہیں۔ حجرۃ الدار بھی انہی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض آثار سے پتا چلتا ہے کہ حجرہ گھر کے اندر ہوتا ہے۔ اس جگہ حجرہ کی تفسیر غرفہ (بالا خانہ) سے صحیح نہیں ہے' ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ مرتبہ و مقام کے لحاظ سے بلندی مراد لی جائے۔

اس جگہ یہ بات قابل غور ہے کہ نبی اکرم ﷺ گھر کے اندر محو استراحت ہیں یا باہر جیسے کہ اس سے پہلے سَہْوَۃ کی تفسیر میں بیان ہوا' ہم نے اس جگہ حجرہ کے متعلق جو گفتگو کی ہے' اس کی بناء پر اس سے مراد گھر ہے یا گھر کے اندر کوئی جگہ۔ یا گھر سے باہر کوئی جگہ' جیسے صحن جس کے گرد پردے کے لئے پتھروں یا درخت کی شاخوں کی دیوار ہو اور اس پر مٹی سے لپائی کی گئی ہو' ان تین احتمالات کے مقابل یہ بھی کہا جا سکتا ہے' کہ آیا بیت کا استعمال صرف گھر کے لئے ہوتا ہے' یا گھر اور اس کے صحن کو کہا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اسی جگہ محو استراحت ہوئے جہاں آپ کا وصال ہوا' لیکن اس میں دونوں احتمال ہیں کہ گھر کے اندر آرام فرما ہوئے یا صحن میں' پہلی صورت میں آپ گھر کی اگلی (قبلہ کی جانب) دیوار کے پاس آرام فرما ہیں۔ دوسری صورت میں اس کے مقابل دیوار کے پاس استراحت فرما ہیں' جو گھر اور صحن کے درمیان ہے' یہ دیوار نبی اکرم ﷺ اور گھر کے درمیان ہے۔ طبقات ابن سعد کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی دیوار کے پاس صحن میں محو استراحت ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تعبیر بیان کی

"فَقَصَصْتُ رُؤْيَايَ عَلَى أَبِيْ بَكْرٍ" میں نے اپنا خواب حضرت ابوبکر کو بیان کیا۔ یہ بیان نہیں فرمایا کہ انہوں نے یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا یا تو اس لئے کہ اس کا اتفاق ہی نہیں ہوا' کیونکہ انہوں نے یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں دیکھا' اس وقت ان کے ہاں مہمان تھیں۔ یا (یہ واقعہ بارگاہ رسالت میں بھی عرض کیا ہو گا' لیکن اس وقت) صرف اس پر اکتفا کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق کو یہ واقعہ بیان کیا' کیونکہ ام المومنین چاہتی تھیں کہ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کا وہ ارشاد بیان کریں جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فرمایا تھا۔

"فَقَالَ لِيْ يَا عَائِشَةُ لَيُدْفَنَنَّ" یہ لام قسم ہے "فِيْ بَيْتِكِ" بخدا! تیرے گھر میں آرام فرما ہوں گے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے خواب میں تین چاند اپنے حجرے میں اترتے ہوئے دیکھے۔ یہ گھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھے' لیکن ان کی نسبت امہات المومنین کی طرف اس لئے کی گئی کہ یہ ان کے تصرف میں تھے۔ نیز اس طرح امتیاز بھی حاصل ہو جائے گا کیونکہ اگر کہا جائے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تو معلوم نہ ہو گا کہ کونسا گھر مراد ہے۔ جب کہا گیا کہ ام المومنین عائشہ کا گھر یا ام المومنین حفصہ کا گھر یا کسی دوسری ام المومنین کی طرف نسبت کی جائے تو پتا چل جائے کہ کونسا گھر مراد ہے۔ بعض اوقات تعیین مطلوب نہیں ہوتی۔ موقع اور محل ہی اجمال کا ہوتا ہے' یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی نسبت مقصود ہوتی ہے' تو آپ کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے۔

تمام اہل زمین سے افضل حضرات ہیں

"ثَلَاثَةٌ هُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ" تین حضرات جو تمام اہل زمین سے افضل ہیں' یہ اس لئے کہا کہ آسمان کے ستارے بلندی اور شرافت کے حامل ہیں اور ان سے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے' چاند تمام ستاروں سے افضل و اشرف ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ وہ تین تمام اہل زمین سے افضل ہیں' حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام آسمانی مخلوق بلکہ تمام جہانوں سے افضل ہیں' اس کی وجہ یہ تھی کہ تمام اہل زمین سے افضل ہونے میں تینوں حضرات مشترک ہیں' نیز زمین والے ہی دفن کئے جاتے ہیں' گویا انہوں نے یہ فرمایا: تیرے گھر میں وہ تین حضرات آرام فرما ہوں گے جو تمام دفن ہونے والوں سے افضل ہیں۔

"فَقَالَ لِيْ يَا عَائِشَةُ لَيُدْفَنَنَّ إِلَى قَوْلِهِ الْأَرْضِ" یہ الفاظ موطا میں حضرت یحیٰ ابن یحیٰ لیثی اندلسی کی روایت میں موجود نہیں ہیں' صاحب مشارق کے کلام سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ دوسری روایت میں موجود ہیں۔

"رَسُوْلُ اللّٰهِ دُفِنَ فِيْ بَيْتِيْ قَالَ لِيْ أَبُوْبَكْرٍ" حضرت ابوبکر صدیق نے خواب اور اس کی تعبیر کی صحت و صداقت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا "هٰذَا وَاحِدٌ مِنْ أَقْمَارِكِ" یہ ذات کریم جو تمہارے گھر میں استراحت فرما ہوئے ہیں' ان تین میں سے ایک چاند ہیں جو تم نے خواب میں دیکھے تھے اور مجھے بتائے تھے۔ "وَهُوَ خَيْرُهُمْ" اور وہ ان سب سے افضل ہیں۔ نسخہ سلیمہ میں

مصداق کا لحاظ کرتے ہوئے وہ ضمیر لائی گئی ہے جو مذکر عاقل کی جمع کے لئے لائی جاتی ہے۔ (خَیْرُهُمْ) اور بعض نسخوں میں خَیْرُهُنَّ ہے' جو ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کی جمع قلت مونث کے لئے استعمال ہوتی ہے اس میں لفظ اقمار کی رعایت کی گئی ہے۔

"صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ" یہ ضمیر "فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ" میں لفظ رسول اللہ کی طرف راجع ہو سکتی ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "هٰذَا وَاحِدٌ" کے مشار الیہ کی طرف راجع ہو (پہلی صورت یہ حضرت ام المومنین کے الفاظ ہیں' دوسری صورت میں حضرت ابو بکر صدیق کے)

"وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ كَثِيْرًا" دراصل "تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا" تھا' پھر صفت پر اکتفاء کرتے ہوئے مصدر موصوف کو حذف کر دیا' جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔ "وَذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا" اصل میں "ذِكْرًا كَثِيْرًا" تھا۔ یہ الفاظ نسخہ سہلیہ وغیرہ کے ہیں' ایک معتبر نسخے میں یہ الفاظ ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عَلٰى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ صَلَاةً تَامَّةً دَائِمَةً اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

درود پاک کی فضیلت نبی اکرم ﷺ کی فضیلت پر دلالت کرنے والے اسماء مبارکہ اور روضۂ شریفہ کا بیان ختم ہوا۔

اس کے بعد حضرت مصنف نے درود شریف کی مختلف کیفیتیں بیان کی ہیں' ابتداء میں وہ کیفیات بیان کی ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے بطریق صحیح ثابت ہیں اور اسلام کی معتبر کتابوں میں پائی جاتی ہیں' پھر ان کیفیات کا بیان ہے جو نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام' تابعین اور ان کے بعد والے علماء فضلاء سے مروی ہیں اور کتب اور دیگر تصانیف میں موجود ہیں۔

اَلْحِزْبُ الْاَوَّلُ

پہلا حزب

فَصْلٌ فِیْ کَیْفِیَّۃِ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

یہ فصل نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر درود بھیجنے کی کیفیت کے بیان میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، بہت ہی رحم والا ہے

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ

اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر رحمت و سلامتی نازل فرمائے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کی ازواج اور اولاد پر رحمتیں نازل فرما

عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا

جیسے تو نے ہمارے آقا و مولا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رحمتیں نازل فرمائیں۔ اور ہمارے آقا و مولا حضرت

مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ

محمد ﷺ آپ کی ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرما، جیسے تو نے ہمارے آقا و مولا حضرت ابراہیم

مَوْلٰینَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا

علیہ السلام کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو بڑی تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! ہمارے آقا و مولا

وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا وَّ مَوْلٰینَا اِبْرَاھِیْمَ

حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل پر رحمتیں نازل فرما، جیسے تو نے ہمارے آقا و مولا ابراہیم علیہ السلام

وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا

پر نازل فرمائیں اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل پر برکتیں نازل فرما جیسے

مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ

تو نے ہمارے آقا و مولا ابراہیم علیہ السلام کی آل پر تمام جہانوں میں نازل فرمائیں

اَلْحِزْبُ الْاَوَّلُ

پہلا حزب

فَصْلٌ[1] فِیْ کَیْفِیَّۃِ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

یہ فصل نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر درود بھیجنے کی کیفیت کے بیان میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، بہت ہی رحم والا ہے

صَلَّی[2] اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ

اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر رحمت و سلامتی نازل فرمائے

اَللّٰھُمَّ[3] صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کی ازواج اور اولاد پر رحمتیں نازل فرما

عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ[4] عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا

جیسے تو نے ہمارے آقا و مولا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رحمتیں نازل فرمائیں۔ اور ہمارے آقا و مولا حضرت

مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ

محمد ﷺ آپ کی ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرما، جیسے تو نے ہمارے آقا و مولا حضرت ابراہیم

مَوْلٰینَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اَللّٰھُمَّ[5] صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا

علیہ السلام کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو بڑی تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! ہمارے آقا و مولا

وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا وَّ مَوْلٰینَا اِبْرَاھِیْمَ

حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل پر رحمتیں نازل فرما، جیسے تو نے ہمارے آقا و مولا ابراہیم علیہ السلام

وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا

پر نازل فرمائیں اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل پر برکتیں نازل فرما جیسے

مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ

تو نے ہمارے آقا و مولا ابراہیم علیہ السلام کی آل پر تمام جہانوں میں نازل فرمائیں

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بے شک تو حمد اور بزرگی والا ہے

۱ "فَصْلٌ" یہ لفظ سابقہ گفتگو کے خاتمہ کی علامت۔ سابقہ اور آئندہ کلام کے درمیان حد فاصل ہے۔ فِیْ کَیْفِیَّۃِ یعنی ہیئت کے بیان کرنے میں، کیفیت کَیْفَ کی طرف منسوب ہے، کَیْفَ سے اشیاء کے حال کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، جو کچھ جواب میں کہا جائے گا اسے کیفیت کہیں گے، کیفیت کا معنی وہ ہیئت ہے جو کَیْفَ هُوَ؟ (وہ کیسا ہے؟) سے سوال کرنے والے کے جواب میں بیان کی جائے۔

احادیث صحیحہ میں ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں طریقہ سکھایا۔ اس جگہ جو طریقہ بیان کیا گیا ہے انہی احادیث سے ماخوذ ہے، احادیث مبارکہ کے مطابق صحابہ کرام نے صلوٰۃ کا طریقہ پوچھا تھا، خود صلوٰۃ کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا، کیونکہ (صلوٰۃ کا معنی رحمت ہے) صحابہ کرام کو رحمت کا حکم نہیں دیا گیا تھا، نہ ہی یہ ان کا کام ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ انہیں دعا کا حکم دیا گیا ہے۔ قاضی عیاض نے اکمال (شرح مسلم) میں اسی معنی کی تائید کی ہے۔ صفت صلوٰۃ کا مطلب الفاظ کا یکجا کرنا ہے۔ اس جگہ یہی مراد ہے۔ الصَّلَاۃِ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وہ الفاظ جو نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام، تابعین عظام یا دیگر ائمہ رضی اللہ عنہم، سے مروی ہیں۔

اس جگہ پہلے ہم چند امور ذکر کرتے ہیں۔

کتاب کا مقصود اصلی

(۱) یہ فصل کتاب کا مقصود اصلی ہے، اسی کی حزب، ثلث (تہائی) اور ربع (چوتھائی) کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ جیسے کہ نسخہ سہلیہ میں ہے۔ کیونکہ کتاب کی تلاوت اسی فصل سے ہوتی ہے، اس سے پہلا حصہ بعض اوقات پڑھا جاتا ہے، تاکہ وہ ذہن میں تازہ رہے اور پڑھنے والے کی رغبت، محبت اور دلچسپی فضائل اور اسماء مبارکہ کے پڑھنے سے فزوں تر ہو جائے۔ بعض حضرات برکت حاصل کرنے کے لئے اسماء مبارکہ سے شروع کرتے ہیں، کیونکہ ان میں نبی اکرم ﷺ کے اوصاف جمیلہ اور آپ کی صفت و ثنا کا ذکر ہے اور ہر اسم کے ساتھ درود شریف پڑھتے ہیں۔ مثلاً اس طرح پڑھتے ہیں سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ ﷺ اَحْمَدُ ﷺ یا اس طرح پڑھتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی مَنِ اسْمُهٗ مُحَمَّدٌ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی مَنِ اسْمُهٗ اَحْمَدُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اسی طرح باقی تمام اسماء طیبہ میں۔

(۲) اس جگہ بعض قدیم نسخوں میں کچھ اضافے پائے جاتے ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے والا یہ ارادہ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل، اس کے نبی ﷺ کی تصدیق، آپ کی محبت، آپ کے شوق اور آپ کے مرتبے کی تعظیم کے لئے اور آپ کے استحقاق کی بنا پر پڑھتا ہوں۔

یہ مقاصد ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ اجر و ثواب کی نیت پر عمل کرنے سے سب ہی افضل و اعلیٰ ہیں کیونکہ اجر کا طلبگار اپنے فائدے کے لئے کام کرتا ہے اور اسی کو پیش نظر رکھتا ہے' وہ اپنے مولائے کریم جل مجدہ العظیم اور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے حسن و احسان اور عظمت مرتبہ کا حق ادا نہیں کرتا۔

درود پاک پڑھنے کا فائدہ

(۳) درود پاک کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس کا فائدہ صرف پڑھنے والے کو ملتا ہے یا اسے بھی فائدہ ہوتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کو بھی۔ ایک جماعت نے جن میں سے ابوالعباس مبرد اور قاضی ابوبکر بن عربی ہیں' پہلی شق کو اختیار کیا ہے۔ ابن فرحون قرطبی نے زاہر میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ شیخ سنوسی نے اپنی شرح وسطیٰ میں فرمایا: درود شریف کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ یہ دوسری دعاؤں کی طرح نہیں جن میں اس شخص کا فائدہ مقصود ہوتا ہے جس کے لئے دعا کی گئی ہو۔ امام ابوالقاسم قشیری نے اپنی تفسیر میں اور علامہ قرطبی نے دوسری شق اختیار کی ہے۔ شیخ سنوسی نے حاشیہ مسلم شریف میں علامہ قرطبی کا کلام نقل کیا ہے۔ شیخ المشائخ ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد فاسی فرماتے ہیں۔ شیخ سنوسی کا کلام ہر دو کتابوں میں بظاہر ایک دوسرے کے مخالف نظر آتا ہے۔ لیکن در حقیقت اختلاف نہیں ہے۔ ایک قول (کہ درود شریف کا فائدہ صرف پڑھنے والے کو پہنچتا ہے) میں تعلیم دی گئی ہے کہ قصد و ارادہ میں ادب ملحوظ رکھا جائے۔ اور دوسرے قول میں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و کرم کا بیان ہے۔

(۴) حضرت خطاب فرماتے ہیں قاضی ابوبکر بن عربی نے "عارضۃ الاحوذی" میں عجیب بات فرمائی ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ یہ بشارت اس شخص کے لئے نہیں ہے جو کہے رسول اللہ ﷺ تھے۔ یہ بشارت اس شخص کے لئے ہے جو آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجے جیسے کہ ہمارے بیان سے معلوم ہوا۔

علامہ سخاوی نے خاتمہ میں بہت سی خوابیں بیان کیں' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ مذکورہ (جن میں صلوٰۃ و سلام دونوں کا ذکر ہو) میں بہت ثواب حاصل ہوتا ہے۔

درود پاک پڑھنے کا بہترین طریقہ

شیخ زروق شرح وظیفہ میں فرماتے ہیں' ابن عربی نے فرمایا: جو الفاظ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہیں' ان کے علاوہ الفاظ کفایت نہیں کرتے۔[۱]

---

[۱] ارشاد باری تعالیٰ "صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" کے مطابق بہترین درود شریف وہ ہے جو صلوٰۃ اور سلام دونوں پر مشتمل ہو' اسی طرح ارشاد ربانی کی پوری طرح تعمیل ہو گی۔ نماز میں یہی درود شریف "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی

بقیہ اگلے صفحہ پر

شیخ تقی الدین سبکی نے بھی ابن عربی کی موافقت کی ہے' وہ فرماتے ہیں درود شریف کا بہترین طریقہ وہ ہے جو التحیات میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ جس نے وہ درود شریف پڑھا اس نے یقینی طور پر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجا اور اس کے لئے وہ جزا بھی یقینی ہے جو درود شریف کی حدیثوں میں وارد ہے اور جو اس کے علاوہ الفاظ پڑھتا ہے اس کے بارے میں شک ہے کہ اس نے وہ درود شریف پڑھا ہے جو مطلوب ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے عرض کیا' ہم آپ پر کس طرح درود شریف بھیجیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یوں کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ (آخر تک) آپ نے صحابہ کرام کے لئے درود شریف کے الفاظ مقرر فرما دیئے۔

امام نووی وغیرہ نے فرمایا کہ دعاؤں اور اذکار میں وہی الفاظ کہنا مستحب ہے جو نبی اکرم ﷺ سے مروی ہیں۔ نیز فرمایا کہ درود شریف میں بھی وہی الفاظ افضل اور اولیٰ ہیں۔

دیگر حضرات نے اس سلسلے میں وسعت رکھی ہے کیونکہ جس طریقے کا حکم دیا گیا ہے اس کے بارے میں روایات میں اختلاف اور تنوع پایا جاتا ہے' پھر نبی اکرم ﷺ کے اوصاف شریفہ نبوت' امی ہونا' عبودیت اور رسالت میں سے کچھ بعض روایات میں مذکور ہیں بعض میں نہیں ہیں۔ جن حضرات پر (تبعاً) درود شریف بھیجا جاتا ہے ان میں سے بعض روایات میں آل اور ذریت کا ذکر ہے۔ بعض میں اولاد کا۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین نبی اکرم ﷺ سے مروی الفاظ مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ محدثین اور فقہاء وغیرہم مصنفین اپنی کتابوں میں درود شریف کے لئے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور علیہ السلام کے الفاظ پر متفق دکھائی دیتے ہیں' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس معاملے میں وسعت' اجماع اور تواتر سے ثابت ہے۔

(۵) درود پاک کے کون سے الفاظ افضل ہیں؟ اس میں بہت سے اقوال ہیں۔ شیخ مجد الدین شیرازی نے فرمایا: یہ اختلافات اس امر کی دلیل ہیں کہ درود پاک کے الفاظ میں کمی بیشی کی گنجائش ہے۔ افضل و اکمل وہ طریقہ ہے جو نبی اکرم ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے۔

بارگاہ نبوی میں پیش کیا جانے والا درود مقبول ہے

(۶) شیخ ابو اسحاق شاطبی شرح الفیہ میں فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا جانے والا درود پاک یقیناً مقبول ہے جب اس کے ساتھ ساتھ کوئی دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بھی قبول کی جائے گی۔ کہا گیا ہے کہ یہ بات بعض سلف صالحین سے بھی منقول ہے' شیخ سنوسی وغیرہ نے ان کے اس کلام کو مشکل قرار دیا ہے اور انہیں اس کی کوئی سند نہیں مل

مُحَمَّدٍ" (آخر تک) افضل ہے' کیونکہ اس سے پہلے التحیات میں سلام آ چکا ہے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ" بعض روایات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ سوال ہے کہ ہم آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ جان چکے ہیں' آپ پر صلوٰۃ کس طرح بھیجیں؟ نماز سے باہر بھی وہی درود شریف افضل ہو گا۔ جو صلوٰۃ و سلام دونوں پر مشتمل ہو گا۔ جیسے "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" یا ایسے ہی دوسرے الفاظ ۱۲ شرف قادری۔

تی۔ انہوں نے فرمایا' یہ بات اگرچہ یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی لیکن غالب ظن اور قوی امید میں کوئی شک نہیں ہے۔ علامہ شاطبی نے جو بعض سلف کا حوالہ دیا ہے تو غالباً اس کا اشارہ فضائل درود شریف کے بارے میں حضرت ابن عباس۔ حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوسلیمان دارانی کے ان ارشادات کی طرف ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو چکے ہیں اور ان میں قبولیت کے یقینی ہونے کی تصریح نہیں ہے۔

(۷) اس فصل میں بیان کردہ درود شریف کے طریقے نمبر ایک سے لے کر نمبر تیرہ (۱۳) تک' یعنی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ طریقے کے آخر تک شفاء قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہیں' الفاظ بھی وہی ہیں اور ترتیب بھی وہی ہے۔ البتہ! سب جگہ راوی کو حذف کر دیا ہے اور ابتدا سے لے کر شیخ ابو محمد بن ابی زید کے رسالہ سے منقول طریقہ صلوٰۃ تک سند بھی حذف کر دی ہے۔ شفا شریف میں اس فصل کا عنوان تھا "فَصْلٌ فِيْ كَيْفِيَّةِ الصَّلَاةِ وَ التَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ" یہ بھی تبدیل کر دیا گیا ہے۔

حضرت مولف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس فصل کی ابتدا بسم اللہ شریف سے کی ہے' جیسے کہ نسخہ سہلیہ اور اس کے علاوہ متعدد مستند نسخوں میں ہے۔

۱؎ "صَلَّى اللّٰهُ" اس جگہ ابتدا میں واؤ نہیں ہے' اس میں ان حضرات کی رعایت ہے جو خبر اور انشاء کا عطف ایک دوسرے پر ممنوع قرار دیتے ہیں' کیونکہ بسم اللہ شریف معنی کے اعتبار سے جملہ خبریہ ہے (اور صلوٰۃ جملہ انشائیہ ہے)

"عَلٰى سَيِّدِنَا" یہ اضافت عہد خارجی کے لئے ہے یعنی وہ سردار جو اہل اسلام کے نزدیک معلوم اور معین ہیں۔ مراد یہ ہے کہ تمام امتوں کے افضل ترین افراد کے سردار۔ یا تمام انسانوں کے سردار یا تمام مخلوقات کے سردار۔ بہر صورت اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کے سردار ہیں۔

شیعہ کا رد

"وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ" شیعہ پر رد کے لئے آل پر لفظ علیٰ دوبارہ لایا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ درود شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آل پاک کا ذکر لفظ علیٰ کے ساتھ جائز نہیں ہے' اور واجب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آل پاک کے درمیان فاصلہ نہ لایا جائے' اس سلسلے میں وہ ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں' جو صحیح نہیں ہے۔

"وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ" اس جگہ صحابہ کا ذکر ہے اور تسلیما مصدر کا ذکر نہیں ہے۔ اس درود شریف میں مختلف نسخے ہیں۔ نسخہ سہلیہ اور اس کے علاوہ معتمد نسخوں میں بسم اللہ شریف کے ساتھ یہ درود شریف بھی ہے' بعض قدیم معتمد نسخوں میں صرف بسم اللہ شریف ہے یہ درود شریف نہیں ہے' کچھ نسخوں میں نہ بسم اللہ شریف ہے نہ درود شریف' جن نسخوں میں درود شریف موجود ہے ان کے الفاظ بھی مختلف ہیں۔ ہم نے وہی الفاظ ذکر کئے ہیں جو نسخہ سہلیہ میں ہیں۔ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ اپنے قلم سے ایک حاشیہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف کا ذکر ہے۔

حضرت مولف فرماتے ہیں: سید کا معنی حلیم ہے' ایک قول کے مطابق جلیل اور ایک دوسرے قول کے مطابق وہ ہستی ہے کہ مصائب کے وقت اس کی پناہ لی جائے۔ سَیِّد کا اصل سَیْوِدٌ بروزن فَیْعِلٌ ہے' چونکہ واؤ اور یا یکجا ہیں اور پہلی ان میں سے ساکن ہے' اس لئے واؤ کو یاء کیا اور یا کو یاء میں ادغام کر دیا' سَیِّدٌ ہو گیا۔

پہلے درود شریف کی حدیث شریف شفاء میں امام مالک ہے' انہوں نے حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ امام مالک نے موطا میں امام بخاری و مسلم۔ ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' ابن حبان اور امام احمد نے حضرت ابو حمید سے روایت کی' عراقی اور سخاوی فرماتے ہیں' یہ حدیث متفق علیہ (امام بخاری و مسلم کی روایت کردہ) ہے اور وہ یہ ہے صحابہ کرام نے عرض کیا' یارسول اللہ! ہم آپ پر صلوٰۃ کس طرح بھیجیں' فرمایا: یوں کہو "اَللّٰھُمَّ صَلِّ" (آخر تک)

اسم جلالت اَللّٰھُمَّ سے جو دعا مانگی قبول ہوتی ہے

ﷺ "اَللّٰھُمَّ" شیخ خروبی نے فرمایا: یہ مطلوب و مقصود کے حاصل کرنے کے لئے ایسے اسم اعظم سے وسیلہ پکڑنا ہے کہ جب اس کے ذریعے دعا کی جائے تو مقبول ہوتی ہے اور جب کوئی چیز مانگی جائے تو دی جاتی ہے۔ اصل میں "یا اللّٰہُ" تھا' جس کا معنی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو بلاتا ہوں جب حرف ندا حذف کر دیا گیا تو اناء درمیان میں حائل نہ رہی۔ حرف ندا کے عوض آخر میں میم مشدد لایا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ طلب میں پوری ہمت صرف کی جارہی ہے اور پورے وثوق کے ساتھ درخواست پیش کی جارہی ہے۔ دعاؤں کی ابتدا میں اکثر یہ اسم مبارک اس لئے لایا جاتا ہے کہ یہ تمام اسماء شریفہ کے معانی پر مشتمل ہے اور یہی تمام اسماء کی اصل ہے۔ اس کے بعد شیخ خروبی نے حضرت ابو رجاء عطاردی' حضرت حسن بصری اور حضرت نضر بن شمیل رضی اللہ عنہم کے ارشادات نقل کئے۔

"صَلِّ" یعنی فرشتوں کے سامنے نبی اکرم ﷺ کی تعریف فرما' یا شرافت و کرامت و عظمت عطا فرما' یا اہتمام فرما اور خیر میں اضافہ فرما۔ یا محبت و کرم کے باعث وہ لطف و کرم عطا فرما جو تعظیم کے ساتھ ہمکنار ہو۔

ازواج مطہرات پر درود

"عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ" ازواج جمع ہے زوج کی' اس کا استعمال مرد اور عورت دونوں کے لئے ہوتا ہے' عورت کو زوجۃ بھی کہا جاتا ہے' اس سے مراد وہ طاہر و مطہر بیبیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہستی کے لئے منتخب فرمایا اور انہیں دنیا و آخرت میں آپ کی زوجیت کے لئے پسند فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ اس امر کی مستحق ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ ان پر بھی درود بھیجا جائے' اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ بشارت نازل کی کہ انہیں دوہرا اجر دیا جائے گا اور یہ کہ وہ کسی دوسری عورت جیسی نہیں ہیں۔

اولاد پر درود

"وَذُرِّيَّتِهٖ" اور آپ کی اولاد پر' یہ لفظ مردوں' عورتوں' پوتوں اور پوتیوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے' یہ لفظ نبی اکرم ﷺ کی قیامت تک آنے والی اولاد امجاد کو شامل ہے' آپ کی تمام اولاد حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے ہے۔

"کَمَا" کاف تشبیہ کے لئے ہے۔ بعض نے کہا' تعلیل کے لئے ہے۔ ما مصدریہ ہے' اس صورت میں صلاۃ مصدر کو مصدر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یا ما موصولہ ہے' اس وقت صلوٰۃ بمعنی مفعول کو تشبیہ دی گئی ہے' صَلَّیْتَ یہ جملہ صلہ موصول ہے اس کا محل اعراب نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود

"عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ" جیسے کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر' متعدد معتمد نسخوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی ہے' کئی معتمد نسخوں میں یہ الفاظ ہیں۔ "عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ" آل ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں روایات حدیث مختلف ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت ابوذر ہروی کی روایت میں دونوں جگہ آل کا لفظ موجود ہے۔ موطا امام مالک میں دو روایتیں ہیں ایک لفظ آل کے ساتھ اور دوسری اس کے بغیر۔

اس جگہ ایک سوال ہے جسے متقدین اور متاخرین علماء نے پیش کیا ہے' اور وہ یہ کہ قاعدہ ہے کہ شے کو جس کے ساتھ تشبیہ دی جائے گی وہ رتبے میں اس کے برابر ہو گی یا کم' مرتبے میں زیادہ نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ یہ مسلم ہے کہ ہمارے نبی ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں' اور قاعدہ مذکورہ کے مطابق حدیث مذکور سے بظاہر اس کے خلاف معلوم ہوتا (کیونکہ نبی اکرم ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی ہے)

علماء نے اس سوال کے متعدد جواب لے دیئے ہیں' ہم ان میں سے زیادہ واضح جواب نقل کرتے ہیں۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پہلے رحمت بھیجی گئی' اور فرشتوں نے ان کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا "رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ" اے گھر والو! اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں تم پر۔ بے شک اللہ حمد اور بزرگی والا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ بار الہ جس طرح تو نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائی ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ اسی طرح نبی اکرم ﷺ پر رحمت نازل فرما' کیونکہ جو چیز فضیلت والے کے لئے ثابت ہو وہ زیادہ فضیلت والے کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہو گی' اسی لئے اس درود شریف کے آخر میں وہی الفاظ ہیں جو آیت کے آخر میں ہیں یعنی "اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ" اس جگہ نفس صلوٰۃ سے تشبیہ نہیں ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ" ہم نے تمہاری طرف وحی نازل کی جیسے نوح علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی (اگرچہ دونوں وحیوں میں برابری نہیں ہے) نیز فرمایا "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ" تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض

کیے گئے۔ (اس جگہ بھی مقدار میں برابری نہیں ہے) نیز فرمایا: اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ احسان کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا (یہ دونوں احسان برابر نہیں ہیں)

جواب ۳ نبی اکرم ﷺ نے بطور تواضع یہ بات فرمائی اور امت کے لئے ایک راہ مقرر فرما دی' تاکہ امت اس راہ پر چل کر فضیلت و ثواب حاصل کرے۔

جواب ۴ یہ دعا مستقبل کے لئے ہے۔ جو بھلائی دعا سے پہلے نبی اکرم ﷺ کو عطا کر دی گئی تھی۔ وہ تشبیہ کے نیچے داخل نہیں ہے' جو فضیلتیں آپ کو حاصل ہیں ان سے زائد کی دعا کی گئی ہے' یا ان امور کی دعا ہے جو آئندہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح آپ کو عطا کیے جائیں گے اور دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو خصوصیات آپ کو عطا فرمائی ہیں' ان پر اضافہ طلب کیا جا رہا ہے۔

جواب ۵ ہم مقدمہ مذکورہ کو نہیں مانتے کہ مشبہ بہ' مشبہ سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ ہمیشہ اس طرح نہیں ہوتا' بلکہ بعض اوقات کم مرتبہ سے تشبیہ دے دی جاتی ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ" اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال طاق ایسی ہے۔ حالانکہ طاق کے نور کو اللہ تعالیٰ کے نور سے کیا نسبت؟ لیکن چونکہ مقصد یہ ہے کہ مشبہ بہ ایسی چیز ہونی چاہئے جو سننے والے کے نزدیک ظاہر اور واضح ہو' اس لئے نور کی تشبیہ طاق کے ساتھ حسین ہے' اسی طرح اس جگہ ہے کہ درود بھیجنے کے ساتھ حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم علیہم السلام کی تعظیم تمام مذاہب کے ہاں مشہور و معروف تھی۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کی طرح رحمت طلب کرنا' اپنے اندر حسن رکھتا ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس درود شریف کے آخر میں ہے "فِي الْعٰلَمِيْنَ" (تمام جہانوں میں) یہ تشبیہ ناقص کو کامل کے ساتھ لاحق کرنے کے لئے نہیں' بلکہ غیر مشہور کو مشہور کے ساتھ لاحق کرنے کے لئے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ کی وجوہ

دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بجائے خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' علماء کرام نے اس کی کئی وجوہ بیان کی ہیں۔ (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے جد امجد ہیں اور دوسروں کی نسبت زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ (۲) فضائل میں آباؤ اجداد کے ساتھ مشابہت مرغوب ہوتی ہے۔ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام رسولان گرامی میں رفیع الشان ہستی ہیں۔ (۴) وہ اس ملت شریفہ میں اس قدر معروف ہیں کہ ان کے تعارف کی حاجت نہیں' ملت ابراہیمی کے طور طریق اس ملت میں معتبر ہیں۔ ارشاد ربانی "مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ" (تمہارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کی ملت) میں یہی امر ملحوظ ہے۔ (۵) نبی اکرم ﷺ نے ارادہ کیا کہ یہ سب کچھ قیامت تک باقی رہے اور دیگر عطیات الٰہیہ کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم

---

۱ مولانا مفتی سعد اللہ رامپوری نے اس پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام "التنویہ فی التشبیہ" رکھا۔ یہ رسالہ فصول اکبری کی شرح "نوادر الاصول" کے بعض ایڈیشنوں کے آخر میں چھپ چکا ہے۔ ۱۲ شرف قادری۔

Scanned by CamScanner

علیہ السلام کی طرح آپ کو بھی سچی ناموری عطا کی جائے۔ (۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام حج کا اعلان کرنے اور یہ دعا وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ (اور مجھے پچھلوں میں سچی ناموری عطا فرما) مقبول ہونے میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہیں۔ (۷) نبی اکرم ﷺ کو ان کی اقتداء کا حکم دیا گیا۔ (۸) شیخ ابو محمد مرجانی نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی نہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلال کی تجلی عطا کی گئی تو وہ بے خود ہو گئے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جمال کی تجلی عطا کی گئی کیونکہ محبت اور خلت' تجلی جمال کے آثار سے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ یوں درود بھیجیں' اے اللہ! اپنے حبیب ﷺ پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل کی۔ تاکہ آپ کے لئے تجلی جمال کی دعا کریں۔ تجلی میں برابری مطلوب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ہر دو حضرات کو اپنی بارگاہ میں رتبہ و مقام کے مطابق تجلی عطا فرمائے گا۔

☆ "وَبَارِكْ" اور دین و دنیا کی برکتیں عطا فرما' یا تو نے جو شرافت و کرامت عطا فرمائی ہے اسے قائم و دائم فرما' برکت کے کئی معانی ہیں۔ (۱) بھلائی اور عزت کی زیادتی اور ان کا نشوونما پانا (۲) اس کا برقرار رہنا (۳) عیوب سے پاک اور صاف رکھنا (۴) دین اور اولاد میں زیادتی۔

"عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ" نسخہ سلیمہ وغیرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام کے ساتھ آل کا لفظ موجود ہے' بعض نسخوں میں موجود نہیں ہے' روایات حدیث اس بارے میں مختلف ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوذر کی روایت میں لفظ آل موجود ہے۔ جیسے اس سے پہلے گزرا۔ امام احمد اور ابوداؤد کی روایت میں دونوں جگہ یہ الفاظ ہیں "عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ" ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ "كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِی الْعَالَمِيْنَ"

"اِنَّكَ حَمِيْدٌ" یہ فَعِیْلٌ بمعنی مفعول (جس کی تعریف کی گئی ہو) ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے۔ اور اس کے بندوں نے بھی اس کی تعریف کی ہے یا بمعنی فَاعِلٌ (تعریف کرنے والا) کیونکہ وہ اپنی اور بندوں کے نیک اعمال کی تعریف فرمانے والا ہے۔

"مَجِيْدٌ" یہ مَجْدٌ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے شرافت' بلندی' ذاتی بخشش اور وہ افعال جن میں کثرۃ انعام بھی داخل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بے شک تو تعریف فعل جمیل' بخشش اور انعام والا ہے' ہمارا مدعا عطا فرما اور ہماری امید کو ناکام نہ فرما۔

درود پاک پڑھنے کا طریقہ

دوسرے درود شریف کی نسبت شفا شریف میں امام مالک کی طرف کی گئی ہے' انہوں نے حضرت ابن مسعود انصاری سے روایت کیا۔ امام مالک نے یہ حدیث موطا میں۔ امام مسلم' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی حضرت ابن مسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں' انہوں نے فرمایا: ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھے رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضرت بشیر بن سعد نے عرض کیا' یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا ہے' ہم آپ پر کس طرح صلوٰۃ

بھیجیں؟ رسول اللہ ﷺ نے سکوت فرمایا' حتی کہ ہم نے آرزو کی کہ انہوں نے سوال نہ کیا ہوتا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
یوں کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ

نسخہ سہلیہ وغیرہ میں آل کی اضافت ضمیر کی طرف ہے (وَّ عَلٰى اٰلِهٖ) شفاء میں بھی اسی طرح ہے۔ غالباً یہ موطا کی ایک روایت ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ لیثی اندلسی کی روایت میں نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی کی طرف اضافت ہے۔ (وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ) اس کتاب کے ایک معتبر نسخے میں اسی طرح ہے۔

"كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ" ہمیں اس کتاب کے جتنے نسخے ملے ہیں ان میں یہی الفاظ ہیں' حدیث شریف کی ایک روایت میں صرف آل پر اکتفاء ہے (وَّ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ)

"وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ" اس جگہ صرف آل کے ساتھ تشبیہ ہے جیسے کہ شیخ ابوالحسن قابسی کی کتاب ملخص میں ہے' جس کی بنا موطا کی ابن قاسم کی روایت پر ہے۔ حضرت یحییٰ کی روایت کے نسخے مختلف ہیں۔ ایک نسخہ جو متعدد مشائخ کے سامنے پڑھا گیا جن میں قاضی ابوبکر بن عربی بھی شامل ہیں اور اس پر ان کی تحریر بھی موجود ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں "كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ" آل کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت یحییٰ کے روایت کردہ دوسرے نسخوں میں بھی اسی طرح ہے۔

دلائل الخیرات کے نسخے مختلف ہیں۔ نسخہ سہلیہ اور دیگر اکثر نسخوں میں "عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ" ہے' جیسے حضرت قابسی نے فرمایا۔ ایک نسخے میں "عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ" آل کے ذکر کے بغیر ہے۔ ایک اور نسخے میں "عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ" یہ روایت حدیث شریف میں بھی مذکور ہے۔

فِى الْعٰلَمِيْنَ دلائل الخیرات میں یہ الفاظ موجود ہیں' حدیث کی بعض روایات میں نہیں ہیں' اس کا تعلق صَلِّ اور بَارِكْ سے بھی ہو سکتا ہے (یعنی اپنے حبیب ﷺ پر تمام جہانوں میں رحمت و برکت نازل فرما) اور صَلَّيْتَ اور بَارَكْتَ سے بھی ہو سکتا ہے۔ (یعنی جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رحمت و برکت نازل فرمائی) اس صورت میں اس کی دلالت کا اعتبار کرتے ہوئے فی العالمین کا ذکر صَلِّ وَ بَارِكْ کے ساتھ نہیں کیا گیا۔

فِى الْعٰلَمِيْنَ کے چند مطالب ہو سکتے ہیں۔

۱۔ تمام جہانوں میں سے خاص طور پر آپ مطلوبہ رحمت و برکت نازل فرما' جیسے کہا جاتا ہے "اَحِبَّ فُلَانًا فِى النَّاسِ" لوگوں میں سے خاص طور پر فلاں سے محبت کر۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اور تمام جہانوں سے صلوٰۃ (اللہ تعالیٰ سے رحمت' مخلوق سے دعاء رحمت) مطلوب ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے؟ "جَاءَ الْاَمِيْرُ فِى الْجَيْشِ" لشکر آیا اور امیر بھی اس کے ساتھ آیا۔

۳۔ بعض نے کہا جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت کی تمام جہانوں میں ظاہر فرما دیا' اب مطلب یہ ہو گا' اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنے حبیب کریم ﷺ پر نازل کی جانے والی رحمت کو تمام جہانوں

پر ظاہر فرما دے۔

"عَالَمُوْنَ (عَالَمِیْنَ" کی ایک صورت) "عَالَمْ" کی جمع ہے۔ اس کے علاوہ فَاعِل کے وزن پر کوئی لفظ واؤ نون کے ساتھ جمع نہیں کیا جاتا۔ عَالَمْ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صانع کے علم کی علامت مقرر کی گئی ہو' چونکہ کائنات کی ہر نوع اپنے موجد پر دلالت کرنے میں مستقل ہے' اس لئے عالم بے شمار ہیں اور ہر نوع کا نام عالم رکھا گیا' کہا جاتا ہے عالم الحیوانات' عالم الانس' عالم الجن' عالم الملائکہ' عالم النباتات وغیرہ اس کی جمع عَالَمُوْنَ ہے۔ (عربی میں واؤ نون کے ساتھ جمع صرف عقل والی چیزوں کی لائی جاتی ہے) مخلوقات میں سے ذوی العقول انسان اور فرشتوں کو غلبہ دیتے ہوئے "عَالَمُوْنَ" واؤ نون کے ساتھ جمع بنائی گئی ہے' نیز تمام مخلوقات میں سے یہی اصل ہیں' باقی سب تابع ہیں۔

"اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ" حدیث شریف کے آخری الفاظ یہ ہیں "وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ" اس میں دو احتمال ہیں (۱) "عَلِمْتُمْ" عین مفتوح اور لام مکسور اور میم مخفف صیغہ معروف ہے۔ یعنی سلام (یہ تو صلوٰۃ کا طریقہ تھا) سلام کا طریقہ تم جان چکے ہو۔ (۲) عُلِّمْتُمْ عین مضموم اور لام مشدد صیغہ مجہول ہے' جیسے کہ تمہیں تشہد میں سکھایا جا چکا ہے' کیونکہ سلام کا طریقہ آیت صلوٰۃ سے پہلے سکھایا جا چکا ہے۔

اَللّٰهُمَّ ۱ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ سَيِّدِنَا وَ

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر رحمتیں

مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى

نازل فرما جس طرح تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائی اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ

اور آپ کی آل پر برکتیں نازل فرما' جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر برکتیں نازل فرمائیں' بے شک

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ اَللّٰهُمَّ ۲ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

تو حمد اور بزرگی والا ہے   اے اللہ! سیدنا محمد نبی امی ﷺ اور آپ کی آل پر

وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ○ اَللّٰهُمَّ ۳ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ

رحمتیں نازل فرما   اے اللہ! اپنے عبد خاص اور رسول مکرم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ

وَ رَسُوْلِكَ ○ اَللّٰهُمَّ ۴ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا

پر رحمتیں نازل فرما   اے اللہ! سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر رحمتیں

مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ

نازل فرما، جیسے تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرمائیں، بے شک

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا

تو حمد اور بزرگی والا ہے اے اللہ! سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر

مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ

برکتیں نازل فرما جیسے تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکتیں نازل فرمائیں۔

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ اَللّٰهُمَّ ۵ وَ تَرَحَّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى

بے شک تو حمد اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا

اور آپ کی آل پر رحم فرما جیسے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحم فرمایا

اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ اَللّٰهُمَّ وَ تَحَنَّنْ عَلٰى

بے شک تو حمد اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! مہربانی فرما ہمارے

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰى

آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر جس طرح تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام

سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

اور ان کی آل پر مہربانی فرمائی، بے شک تو حمد اور بزرگی والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ وَ سَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر سلامتی

سَلَّمْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ

نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر سلامتی نازل فرمائی

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ اَللّٰهُمَّ ۶ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا

بے شک تو حمد اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

مُحَمَّدٍ وَّ ارْحَمْ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا

اور آپ کی آل پر رحمتیں نازل فرما' ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحم فرما اور

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ وَ رَحِمْتَ وَ بَارَكْتَ عَلٰی

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی' رحم فرمایا اور

سَیِّدِنَا اِبْرٰهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

برکت نازل کی سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر تمام جہانوں میں بے شک تو حمد اور بزرگی والا ہے۔

صلوٰۃ والسلام پیش کرنے کا طریقہ

۱؎ یہ تیسری صلوٰۃ ہے۔ شفاء شریف میں اسے حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے' یہ حدیث صحاح ستہ اور مسند امام احمد میں حضرت عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں میری ملاقات حضرت کعب ابن عجرہ سے ہوئی۔ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں ایک ہدیہ نہ پیش کروں؟ (وہ ہدیہ یہ ہے کہ) حضور سید عالم ﷺ کاشانۂ مبارکہ سے ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نے عرض کیا' یا رسول اللہ! ہمیں آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کا طریقہ تو معلوم ہے' ہم آپ کی خدمت میں صلوٰۃ کس طرح پیش کریں؟ فرمایا: یوں کہ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ" (آخر تک) اس میں امام بخاری وغیرہ کی متعدد روایتیں ہیں۔

دلائل الخیرات کے صرف ایک نسخے میں "علٰی آلِ مُحَمَّدٍ" ہے۔ دیگر نسخوں میں دونوں جگہ آل کے ساتھ لفظ علیٰ نہیں ہے' دونوں جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کا ذکر نہیں ہے۔ اس دورد شریف میں "بَارِكْ" سے پہلے واؤ ہے "اَللّٰهُمَّ" نہیں ہے اور اس سے پہلے "اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ" نہیں ہے۔

۲؎ یہ چوتھی صلوٰۃ ہے' اس کا ذکر شفاء شریف میں حضرت عقبہ ابن عمرو کی روایت کردہ حدیث سابق میں کیا ہے' یہ حضرت ابو مسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ ہیں' جس کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

یہ درود شریف امام ابوداؤد' ترمذی' نسائی' امام احمد' ابن حبان اور ابن ابی شیبہ وغیرہم نے بیان کیا ہے۔ امام ترمذی' ابن خزیمہ' حاکم اور امام بیہقی نے المعرفۃ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ دار قطنی نے فرمایا: اس کی سند حسن ہے۔

حضرت مصنف نے شفاء کی پیروی میں اس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اس کے بقیہ الفاظ یہ ہیں:

كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے۔ امام احمد، بخاری،
؎ یہ پانچواں درود شریف ہے۔ شفا میں اسے
"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ" اے اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں
نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی روایت کی ہے
نازل فرما جو تیری بندگی سے متصف ہیں "وَرَسُوْلِكَ" اور رسالت عامہ جامعہ سے مختص ہیں۔ شفا شریف میں اس کے بعد فرمایا:
"كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ" (آخر تک)
حضرت ابو سعید خدری نے حدیث سابق کا معنی بیان کیا یعنی

بخاری شریف میں یہ الفاظ ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

حضرت مصنف نے ان ہی الفاظ پر اکتفا کیا جو شفاء میں ہیں۔

؎ یہ چھٹا درود شریف ہے، شفا میں حضرت امام زین العابدین سے، انہوں نے اپنے والد امام حسین سے، انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ کلمات میرے ہاتھ میں شمار فرمائے اور فرمایا: جبریل امین علیہ السلام نے یہ کلمات میرے ہاتھ میں گنے اور فرمایا: اسی طرح اللہ رب العزت کی بارگاہ سے نازل کئے گئے ہیں، وہ کلمات یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اس حدیث کے کلمات ہر بیان کرنے والے نے سننے والے کے ہاتھ میں شمار کرائے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں، امام دیلمی اور ابن مندہ وغیرہم نے سند ضعیف سے یہ روایت بیان کی ہے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

؎ اَللّٰهُمَّ وَ تَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

تَرَحَّمْ غیر فصیح لغت ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا: غلط ہے، بعض نے فرمایا: غیر فصیح ہونے کے علاوہ اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس (باب تفعّل) میں تکلف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ بطور مشاکلت و جزاء ہے۔ کیونکہ ہماری طرف سے ترحم کا معنی طلب رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء رحمت ہے، جس کا سوال کیا جانا چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ کے لئے دعاء رحمت

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے لئے رحمت کی دعا ہے۔ آپ کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا کرنے میں اختلاف ہے۔ جمہور نے اسے جائز قرار دیا کیونکہ التحیات میں ہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" نیز ایک اعرابی نے دعا مانگی "اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَ ارْحَمْ مُحَمَّدًا" اے اللہ! مجھ پر اور اپنے حبیب ﷺ پر رحم فرما اور حضور ﷺ نے اس کی تائید فرمائی۔ ایک

؎ ابو الفضل عیاض بن موسیٰ، قاضی: شفا شریف ج ۲، ص ۵۵

جماعت نے اس کی ممانعت فرمائی ہے' کیونکہ اس میں کمی اور کوتاہی کا وہم ہے' نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مَنْ تَرَحَّمَ عَلَیَّ جس نے میرے لئے دعاء رحمت کی اور یہ بھی نہیں فرمایا "مَنْ دَعَالِیْ" جس نے میرے لئے دعا کی' بعض حضرات نے فرمایا: حق یہ ہے کہ علیحدہ طور پر ممنوع ہے۔ صرف نبی اکرم ﷺ کا ذکر کر کے "رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی" نہیں کہا جائے گا' کہ یہ خلاف ادب ہے اور نبی اکرم ﷺ کے ذکر کے وقت ہمیں درود شریف بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے' اس کے بھی خلاف ہے' ایسی کوئی حدیث (صحیح) بھی وارد نہیں جو اس پر دلالت کرے۔ ہم پر واجب ہے کہ ایسے الفاظ استعمال کریں جو آپ کے منصب کے لائق تعظیم و تکریم پر دلالت کریں۔ دعاء رحمت اس کے بھی خلاف ہے' البتہ صلوٰۃ کے ساتھ کلام کو طول دینے کے لئے اس کا تبعاً استعمال جائز ہے' بہت سی چیزیں تبعاً جائز ہوتی ہیں اور مستقل طور پر جائز نہیں ہوتیں۔

"اَللّٰهُمَّ وَ تَحَنَّنْ" اے اللہ! رحم فرما اور مہربانی فرما۔ مجازاً قرب و اصطفاء کے لطائف کا عطا کرنا مراد ہے۔

۷ ساتواں درود پاک' شیخ ابو محمد ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ میں ہے' انہوں نے فرمایا: اگر کوئی چاہے تو التحیات کے بعد یہ اضافہ کرے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ ارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ

اے اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر رحمتیں نازل فرما اور رحم فرما۔

"رَحِمَهُ اللّٰهُ" کا معنی ہے اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی فرمائے۔ حضرت ابن عربی مالکی نے شیخ ابو محمد کے اضافہ رحمت پر سخت انکار کیا اور فرمایا: ہمارے اور مالکیہ کے شیخ ابو محمد وہم قبیح میں مبتلا ہوئے ہیں' اور ان پر حدیث شریف کا علم اور نظر و فکر پوشیدہ رہی' اس لئے انہوں نے یہ الفاظ زیادہ کیے "وَارْحَمْ مُحَمَّدًا" ان الفاظ کی بنیاد صرف ایک حدیث ضعیف ہے جس میں پانچ الفاظ وارد ہیں "اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَارْحَمْ وَبَارِكْ وَ تَحَنَّنْ وَ سَلِّمْ" اس کی طرف التفات نہ کرنا چاہئے' عبادات میں اسے اختیار نہیں کیا جا سکتا' کسی شخص کو یہ کلمات نہ کہنے چاہئیں۔ حدیث ضعیف کا اشارہ درود شریف کی اس حدیث کی طرف ہے جو اس سے پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

امام نووی نے فرمایا "اِرْحَمْ مُحَمَّدًا" کا اضافہ بدعت اور بے اصل ہے' مختار یہ ہے کہ یہ الفاظ نہ کہے جائیں۔ کیونکہ کسی حدیث صحیح میں وارد نہیں ہیں۔ ابن عربی نے شرح ترمذی میں اس کے قائل کو بے علم قرار دیا' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو جو التحیات سکھایا' اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ اضافہ مقبول نہیں ہے۔

درود پاک پڑھنے والے کے لئے حضور کی شفاعت

علامہ ابن حجر نے فرمایا: یہ انکار اس بنا پر مسلم ہے کہ (التحیات کی) حدیث صحیح میں ثابت نہیں ہے۔ ورنہ یہ دعویٰ مردود ہے کہ "وَارْحَمْ مُحَمَّدًا" نہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ متعدد حدیثوں میں ثابت ہے۔ ان میں سے صحیح ترین حدیث میں التحیات کے یہ الفاظ ہیں "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ" پھر مجھے ابن ابی زید کی تائید میں ایک حدیث مل گئی۔ امام طبرانی

تہذیب میں حضرت حنظلہ ابن علی سے' وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس نے یہ درود شریف پڑھا' میں اس کے لئے گواہ اور شفیع ہوں گا' وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اس حدیث کی سند میں تمام راوی وہ ہیں جو حدیث صحیح کے ہیں۔ سوائے سعید ابن سلیمان کے جو حضرت سعید بن عاص کے موالی ہیں اور حضرت حنظلہ ابن علی سے روایت کرتے ہیں' وہ مجہول ہیں۔

علامہ ابن حجر سے پہلے یہی بات صاحب قاموس نے کہی ہے اور دلیل یہ پیش کی کہ ایک اعرابی نے کہا' یا اللہ! مجھ پر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید فرمائی۔

"کَمَا صَلَّیْتَ وَ رَحِمْتَ" حاء مخفف کسرہ کے ساتھ ہے' رحمت معنی صلوٰۃ کو متضمن ہے (صلوٰۃ وہ رحمت ہے جس میں تعظیم بھی شامل ہو) یا اس جگہ متعدد فعل ایک معمول میں عمل کا تقاضا کر رہے ہیں' ایسی صورت میں (بصریوں کے نزدیک آخری فعل عمل کرتا ہے اور پہلا فعل اس معمول کی ضمیر میں عمل کرتا ہے' ہر عامل کے مناسب معمول مقدر کہا جائے گا' رَحِمْتَ کا مفعول (ضمیر) مقدر کہا جائے گا اور صَلَّیْتَ کا معمول علیٰ جارہ کے ساتھ مقدر مانا جائے گا' اب اصل عبارت اس طرح ہو گی صَلَّیْتَ عَلَیْہِ وَ رَحِمْتَہٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ وَ اَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ازواج مطہرات مسلمانوں کی ماؤں

وَ ذُرِّیَّتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ○

آپ کی اولاد اور اہل بیت پر جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر' بے شک تو حمد اور بزرگی والا ہے

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ

اے اللہ! ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے

عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ○ اَللّٰھُمَّ دَاحِیَ الْمَدْحُوَّاتِ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل کی' بے شک تو حمد اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! زمینوں کا فرش بچھانے والے

وَ بَارِئَ الْمَسْمُوْکَاتِ وَ جَبَّارَ الْقُلُوْبِ عَلٰی فِطْرَتِھَا شَقِیِّھَا وَ سَعِیْدِھَا

بلند و بالا آسمانوں کے پیدا فرمانے والے اور دلوں کو ان کی فطرت پر پابند فرمانے والے' ان کے بدبختوں اور نیک بختوں کو

اِجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَ نَوَامِیَ بَرَكَاتِكَ وَرَأْفَةَ تَحَنُّنِكَ عَلٰی

اپنی افضل ترین رحمتیں، روز افزوں برکتیں اور کمال مہربانی ہمارے آقا اور اپنے عبد خاص

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ الْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ

اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرما، جو سعادتوں کے بند دروازے کھولنے والے، گزشتہ انبیاء کے ختم فرمانے والے

وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَ الدَّامِغِ لِجَیْشَاتِ الْاَبَاطِیْلِ كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ

دین حق کا پوری قوت سے اعلان فرمانے والے، باطل کے لشکروں کا خاتمہ فرمانے والے، جس طرح انہیں حکم دیا گیا، پس تیرے

بِاَمْرِكَ بِطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِزًا فِیْ مَرْضَاتِكَ وَاعِیًا لِّوَحْیِكَ حَافِظًا

حکم سے تیری فرمانبرداری کے لئے تیار ہوئے، تیری رضا کے لئے کوشش کرنے والے، تیری وحی کو محفوظ کرنے والے،

لِّعَهْدِكَ مَاضِیًا عَلٰی نَفَاذِ اَمْرِكَ حَتّٰی اَوْرٰی قَبَسًا لِّقَابِسٍ اٰلَاءُ اللّٰهِ

تیرے وعدے کی حفاظت کرنے والے، عزم و ہمت سے تیرا حکم جاری کرنے والے، یہاں تک کہ روشنی حاصل کرنے والے

تَصِلُ بِاَهْلِهٖ اَسْبَابَهٗ بِهٖ هُدِیَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَ

کے لئے نور روشن کر دیا، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نور والوں تک نور کے اسباب پہنچا دیتی ہیں، آپ ہی کے سبب فتنوں

الْاِثْمِ وَاَبْهَجَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَنَآئِرَاتِ الْاَحْكَامِ وَ

اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے دلوں کو ہدایت عطا کی گئی، آپ نے چمکتے نشانوں، احکام کے روشن میناروں اور

مُنِیْرَاتِ الْاِسْلَامِ فَهُوَ اَمِیْنُكَ الْمَامُوْنُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ

اسلام کو رونق بخشنے والی اشیاء کو زینت بخشی، پس آپ امن دیئے ہوئے امین۔ تیرے پوشیدہ علم کے محافظ

وَ شَهِیْدُكَ یَوْمَ الدِّیْنِ وَبَعِیْثُكَ نِعْمَةً وَّرَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً ○

قیامت کے دن تیرے گواہ ہیں، تیری بھیجی ہوئی نعمت اور تیرے رسول برحق اور سراپا رحمت ہیں۔

---

[۱] آٹھواں درود پاک جسے شفاء میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ امام ابوداؤد اور طبرانی وغیرہ نے یہ درود پاک حضرت ابو ہریرہ سے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، آپ نے فرمایا: جسے پسند ہو کہ اسے اعلیٰ پیمانے سے ثواب دیا جائے وہ جب اہل بیت پر درود بھیجے تو اسے یوں کہنا چاہئے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ" اس روایت میں امی کا لفظ نہیں ہے۔ نسخہ سہلیہ میں حضرت مصنف کے اپنے قلم سے لفظ "النَّبِیْٔ" پر ہمزہ ہے، اسی طرح جہاں اس لفظ کی جمع آئی ہے۔ مثلاً "اَنْبِیَائِكَ" وہاں اکثر یاء کے اوپر ہمزہ لکھا ہوا ہے، غالباً یہ لغت قریش کی پیروی ہے۔

ازواج مطہرات مؤمنوں کی مائیں ہیں

"وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُ الْمُؤْمِنِیْنَ" ازواجات مطہرات، احترام، حرام ہونے، ضرویات زندگی کے مستحق ہونے اور تعظیم میں مومنوں کی مائیں ہیں، دیگر احکام میں اجنبی عورتوں کی طرح ہیں یعنی مردوں سے پردہ واجب ہونے میں، بلکہ بقول علامہ بیضاوی دوسری عورتوں کی نسبت ان کا حکم زیادہ سخت ہے، اسی طرح باقی احکام میں اجنبی عورتوں کی طرح ہیں۔

کیا وہ مومن عورتوں کی بھی مائیں ہیں، بعض نے اس کی نفی کی ہے، ورنہ نبی اکرم ﷺ کے لئے ان سے نکاح حرام ہوتا؟ بعض نے فرمایا: وہ مومن عورتوں کے لئے بھی تعظیم و تکریم میں مائیں ہیں، یہ ایک بلیغ تشبیہ ہے، اس میں ہر طرح کی مشابہت معتبر نہیں ہوتی۔

ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی

ازواج مطہرات جن کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے عمل زوجیت ادا کیا، بالاتفاق گیارہ ہیں۔ (۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد قرشیہ اسدیہ رضی اللہ عنہا یہ پہلی مسلمانوں کی ماں ہیں، ان کے وصال تک آپ نے اور کسی سے نکاح نہیں فرمایا۔ (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ قرشیہ عمریہ (۳) حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق قرشیہ تیمیہ، ان کے علاوہ آپ نے کسی کنواری سے نکاح نہیں فرمایا (۴) حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب قرشیہ عدویہ۔ (۵) حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ عامریہ۔ حضرت خدیجہ کی طرح ان کا وصال نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہرہ میں ہو گیا (۶) حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ ابن مغیرہ قرشیہ مخزومیہ۔ (۷) حضرت زینب بنت جحش اسدیہ جن کا تعلق قبیلہ اسد خزیمہ سے تھا۔ (۸) حضرت جویریہ بنت حارث ابن ابی ضرار خزاعیہ مصطلقیہ۔ (۹) حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان ابن حرب قرشیہ امویہ۔ (۱۰) حضرت صفیہ بنت حیی ابن اخطب اسرائیلیہ نضریہ۔ حضرت ہارون ابن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ (۱۱) حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ عامریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

حضرت ریحانہ قرظیہ میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک زوجہ ہیں، حضرت جویریہ کے بعد اور حضرت ام حبیبہ سے پہلے ان سے نکاح فرمایا، بعض کا قول ہے کہ یہ کنیز ہیں، پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا ان کا وصال نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہرہ میں حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر ہوا، یا آپ کے بعد۔ باقی نو کا وصال نبی اکرم ﷺ کے بعد ہوا، ازواج مطہرات کی یہ ترتیب سب سے زیادہ مشہور ہے، اس کے علاوہ بھی بعض اقوال ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ان کے علاوہ بھی بعض خواتین سے نکاح فرمایا، لیکن علماء کے مشہور اقوال کے مطابق ان کی رخصتی نہیں ہوئی، اس لئے ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی کنیزیں

نبی اکرم ﷺ کی کنیزوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ چار ہیں۔ (۱) حضرت ماریہ قبطیہ راء کی تخفیف کے ساتھ، حضور

ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم انہی کے بطن سے ہیں۔ (۲) حضرت ریحانہ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ (۳) حضرت جمیلہ بعض قیدیوں میں آئیں۔ (۴) ایک کنیز جو حضرت زینب بنت جحش ام المومنین نے آپ کو پیش کی' رضی اللہ تعالیٰ عنہن

"وَذُرِّيَّتِهِ وَ اَهْلِ بَيْتِهِ" مواہب لدنیہ میں ہے' اہل بیت کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) وہ ہیں جو قریبی دارے میں آپ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ (۲) وہ ہیں جن کا تعلق کسی ایسے رحم سے ہے جس سے آپ متعلق ہیں۔ (۳) جس کا آپ کے ساتھ نسبی تعلق ہے یا سببی (یعنی عقد نکاح اس میں ازواج مطہرات آ جائیں گی)۔

ع نواں (۹) درود شریف۔ شفا شریف میں بروایت حضرت زید بن خارجہ انصاری سے مروی ہے۔ امام نسائی اور امام ابونعیم نے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اور دیگر حضرات نے حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں' کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: مجھ پر درود بھیجو اور دعا میں کوشش کرو اور پھر اس طرح کہو۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

گویا آپ نے درود کا اطلاق مطلق بھلائی کی دعا پر کیا' اگرچہ لفظ صلوٰۃ کے ساتھ نہ ہو' لہٰذا برکت کی دعا کو بھی شامل ہے۔ امام نسائی' احمد اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور دیگر محدثین کی ایک اور روایت میں برکت سے پہلے صلوٰۃ کا ذکر ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ (آخر تک)

ع دسواں درود شریف۔ شفاء شریف میں حضرت سلامہ کندی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں درود شریف سکھایا کرتے تھے۔ امام طبرانی نے معجم اوسط میں۔ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور حضرت سعید بن منصور نے اس کی روایت کی' ابن سعد اور عزنی فرماتے ہیں کہ حضرت علی سے سلامہ وغیرہ نے روایت کیا۔

"اَللّٰهُمَّ يَا دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ" اے زمینوں کے پھیلانے والے! "وَبَارِئَ الْمَسْمُوْكَاتِ بَارِیٔ" کا معنی پیدا کرنے والا "اَلْمَسْمُوْكَاتِ" سے مراد آسمان ہیں جنہیں بلندی عطا کی گئی ہے۔

"وَ جَبَّارَ الْقُلُوْبِ" وہ ذات جس کا حکم دلوں پر زبردستی نافذ ہے۔ "عَلٰى فِطْرَتِهَا" فطرت وہ طبیعت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے دلوں کو پیدا کیا۔ "شَقِيِّهَا" یہ قلوب کی صفت ہے۔ شقی وہ دل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفر پر پیدا کیا۔ "وَسَعِيْدِهَا" سعید وہ دل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایمان پر پیدا فرمایا: یہ تینوں ضمیریں قلوب کی طرف راجع ہیں' مطلب یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے نیکی اور بدی' ہدایت اور گمراہی کا محل ہیں۔

"اِجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ" شرائف جمع ہے شریفہ کی' جس کا معنی بلند مرتبہ ہے۔ صلوات جمع ہے صلوٰۃ' کی جس کا معنی رحمت و مہربانی ہے' شرائف دراصل صفت ہے جس کی اضافت موصوف کی طرف ہے' معنی یہ ہے تیری بلند مرتبہ رحمتیں۔ وَنَوَامِیَ یہ جمع ہے نامیہ کی نَمَی الشَّیْئُ وَالْمَالُ شے اور مال زیادہ ہوا' یہ بھی صفت ہے جس کی اضافت موصوف کی طرف

ہے "بَرَكَاتِكَ" یعنی تیری بے انتہا برکتیں "وَرَأْفَةَ" اس کا معنی بہت رحمت یا بلند اور لطیف ترین رحمت- یا وہ رحمت جو مہربانی کے ساتھ منافع پہنچانے پر مشتمل ہو- "تَحَنُّنِكَ" یہ تَحَنُّنٌ کا مصدر ہے' جس میں مبالغہ ہے- خلاصہ یہ کہ بلند ترین رحمتیں نہایت پاکیزہ برکتیں اور لطیف ترین مہربانیاں پے در پے نازل فرما- "عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ" تیرے عبد خاص جو کمال عبودیت کے ساتھ موصوف ہیں "وَرَسُوْلِكَ" اور تیرے رسول پر جن کی رسالت سب کو عام اور شامل ہے اور زمان و مکان کی قید سے مقید نہیں- "الْفَاتِحِ لِمَا أُغْلِقَ" جو ان چیزوں کو کھولنے والے ہیں جن کا حصول نہایت دشوار تھا- مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بدولت بھلائیوں کی بے شمار قسمیں اور دنیاوی و اخروی سعادتوں کے دروازے کھول دیئے- یا امت کی طرف جو وحی نازل کی گئی حضور کی تفسیر اور وضاحت کے ذریعے اس کا اشکال دور ہو گیا' یا آپ کے حکم سے مغلق اور مبہم چیزیں منکشف ہو گئیں (وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں) یا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے تخلیق کا دروازہ کھولا' کیونکہ آپ سب سے پہلے پیدا کیے گئے' اور اگر آپ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کسی کو پیدا نہ فرماتا' یا آپ کے ذریعے نبوت کا دروازہ کھولا' کیونکہ آپ پہلے نبی ہیں یا نور کا دروازہ کھولا' کیونکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نور پیدا کیا- یا امت پر رحمت کے دروازے کھولے یا شفاعت کا دروازہ کھولا' یا جنت کا دروازہ کھولا' کیونکہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہیں کھولا جائے گا-

"وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ" نبوت و رسالت کے ختم فرمانے والے' کیونکہ نبیوں اور رسولوں کے خاتم ہیں-

"وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ" اور حق کا اعلان فرمانے والے' حق سے مراد دین اسلام ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہے اور اس کے علاوہ تمام دین باطل ہیں- بِالْحَقِّ یہ باء مصاحبت کے لئے ہے اور حق سے مراد وہ کوشش ہے جس میں مزاح' خواہش' [illegible]نت' ہچکچاہٹ اور راہ حقیقت سے انحراف کا کوئی شائبہ نہ ہو- اور وہ کوشش کامل ترین حکمت' عدالت' صداقت اور تبلیغ پر مشتمل ہو اور اس میں دنیاوی غلبے کا کوئی دخل نہ ہو' مطلب یہ ہوا کہ آپ نے بے مثال کوشش کے ساتھ حق کا اعلان فرمایا- یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حق سے مراد قرآن پاک ہو یا اللہ تعالیٰ مراد ہو' کیونکہ حق ان کے اسماء مبارکہ میں سے ہے' اب مطلب یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کا اعلان حق از خود نہ تھا' بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت و حمایت کے ساتھ تھا-

"وَالدَّامِغِ" ہلاک کرنے والے- دَمَغَ کا معنی ہے کسی کو زخمی کرنا یہاں تک کہ زخم' دماغ تک پہنچ جائے اور دماغ کو پھاڑ دے- پھر اس کا استعمال ہلاک اور باطل کرنے کے لئے ہے- الْأَبَاطِيْلِ 'بَاطِلٌ' کی جمع' یہ حق کے مقابل ہے- اس سے مراد شریعت اسلامیہ کے علاوہ ہر دین و ملت ہے- "كَمَا حُمِّلَ" مطلب یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے حق کا اعلان اور باطل کو اس طرح دفع کیا جس طرح آپ کو حکم دیا گیا تھا اور آپ نے نبوت و رسالت کی ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھایا- حاصل یہ ہوا کہ اے اللہ! چونکہ حضور ﷺ نے تیرے احکام کی تعمیل کی' اس لئے اس کی جزا میں آپ پر صلوٰۃ و سلام نازل فرما-

"فَاضْطَلَعَ بِأَمْرِكَ" پس پوری طاقت کے ساتھ تیرے حکم کی تعمیل کے لئے قائم ہوئے- "بِطَاعَتِكَ" تیری فرمانبرداری کے لئے- طاعت کا معنی تعمیل حکم ہے- "مُسْتَوْفِزًا" یہ اِضْطَلَعَ کی ضمیر سے حال ہے' اس کا معنی ہے تعمیل امر کے لئے تیار ہونا اور حکم کا منتظر رہنا- مطلب یہ ہے کہ آپ احکام الٰہیہ کی تعمیل کے لئے ہر وقت بغیر کسی سستی کے تیار رہتے- فی مجازی طور قرینہ

کے لئے ہے۔ یا تعلیل اور سببیت کے لئے ہے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے "اِنَّ امْرَاءَةً دَخَلَتْ فِیْ هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا" ایک عورت اس سبب سے آگ میں داخل ہو گئی کہ اس نے ایک بلی کو قید کر رکھا تھا "مَرْضَاتِكَ" یہ مصدر میمی ہے، جیسے مَرْجَاةٌ اگرچہ قیاس یہ ہے کہ بغیر تاء کے ہو۔

دلائل الخیرات کے ایک نسخے میں، شفاء شریف کے بعض نسخوں میں، عزمی، حضرت جبر اور سخاوی کے نزدیک اس کے بعد ہے:

بِغَیْرِ نِکْلٍ فِیْ قَدَمٍ وَّلَا وَهْیٍ فِیْ عَزْمٍ

"قدم میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی اور عزم میں کوئی کمزوری نہیں تھی۔

نِکْلٌ بروزن طِفْلٌ ہے، جس کا معنی سخت قید ہے۔ وَهْیٌ کا معنی کمزوری اور بزدلی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو قدم اٹھانے میں بزدلی اور ارادے میں کمزوری لاحق نہیں ہوتی تھی۔

"وَاعِیًا لِوَحْیِكَ" تیری وحی کی حفاظت کرنے والے۔ تبلیغ رسالت میں جو دشواریاں اور بوجھ پیش آئے وہ آپ کو فرائض تبلیغ سے نہ روک سکے۔ وحی کا معنی ہے تیزی کے ساتھ خفیہ طور پر کلام کا القاء کرنا۔

"حَافِظًا لِعَهْدِكَ" تیرے عہد کی حفاظت کرنے والے، اسے مضبوطی سے تھام کر اس پر ہمیشہ قائم رہنے والے۔ یہ عہد وہ ہے جو تو نے ان سے تبلیغ رسالت اور حقوق شریعت پر قائم رہنے اور اس کے علاوہ دیگر ان امور کا وعدہ لیا تھا جو تیرے اور ان کے درمیان راز ہیں۔ عہد کا وصیت اور کسی کے سامنے کسی اہم امر کا پیش کرنا جس کی رعایت ضروری ہو۔

"مَاضِیًا عَلٰی نَفَاذِ اَمْرِكَ" تیرے امر کو نافذ کرنے اور تبلیغ کو پورے عزم کے ساتھ انجام دینے والے حَتّٰی اَوْرٰی۔ یہاں تک کہ روشن کیا۔ ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے۔ قَبَسًا اس کا معنی وہ شعلہ ہے جو فتیلہ یا لکڑی کے کنارے پر بڑی آگ سے لگایا جائے۔ اقتباس اس شعلہ کے طلب کرنے کو کہتے ہیں۔ پھر مجازاً قبس، حق اور اس چیز کے اظہار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، جس سے لوگ ہدایت پائیں۔ مواہب میں ہے کہ قبس اسلام اور حق ہے لِقَابِسٍ اس سے مراد حق کا طالب اور اس کا قابل ہے۔ اس کا تعلق اَوْرٰی سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس نور اور اس کے حاصل کرنے والے کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ بلکہ روشنی حاصل کرنے والا اسے آسانی سے حاصل کر سکتا ہے، مطلب یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے جس ہدایت اور نور کو ظاہر فرمایا اور مخلوق نے اسے حاصل کیا اور انہیں اسرار و معارف حاصل ہوئے، یہ اس کی مثال اور تصویر ہے۔

"آلَاءُ اللّٰهِ" یہ مبتدا ہے اور آئندہ جملہ اس کی خبر ہے۔ تَصِلُ یہ وصل سے مشتق ہے، جس کا معنی جمع کرنا اور منقطع نہ ہونا ہے۔ اس کی ضمیر آلاء کی طرف راجع ہے۔ "بِاَهْلِهٖ" اس نور والوں تک، یہ وہ مومن ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کے انوار سے استفادے، آپ کے نور سے ہدایت پانے۔ آپ کی سنت مطہرہ کی پیروی اور آپ کے نقوش قدم کی اتباع کی توفیق دی۔ "اَسْبَابَهٗ" اس نور کے طریقوں کے ساتھ۔ ضمیر نور کی طرف راجع ہے اور یہ تَصِلُ کا مفعول ہے۔ "اسباب" جمع ہے سبب کی۔ سبب دراصل اسی کو کہتے ہیں، پھر اس کا استعمال ہر اس چیز کے لئے کیا گیا۔ جس کے ذریعے کسی دوسری چیز تک

پہنچا جائے۔

شیخ المشائخ ابو عبد اللہ العربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر میں۔ میں نے دیکھا' وہ فرماتے ہیں یہ جملہ ("آلاء اللہ" الخ) نیا جملہ ہے۔ کلام سابق کے بعد اس تنبیہہ کے لئے لایا گیا ہے کہ یہ نور اگرچہ اتنا روشن تھا کہ روشنی کا طالب اسے باآسانی حاصل کر سکتا تھا' اور اس کے حصول کے لئے صرف ہاتھ بڑھانے کی ضرورت تھی۔ تاہم اس کا حصول تقدیر الٰہی کے مطابق اسی شخص کے لئے ممکن تھا جسے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اس نور تک پہنچا دے' یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے ہدایت یافتہ ہیں' اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مختص فرماتا ہے۔

گویا نفوس پہلے سے اس نور کے حاصل کرنے کی کوشش میں تھے' اور منتظر تھے کہ کوئی ایسا سبب مل جائے جو اس نور تک پہنچا دے۔ اس لئے مصنف علیحدہ طور پر یہ جملہ درمیان میں لائے ہیں تاکہ ہمتوں کو اپنی کوششوں اور اسباب سے پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دیں' اس لئے یہ کہا گیا کہ اس نور تک پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی توفیق ہے' اس اعتبار سے کلام سابق کے بعد یہ جملہ نہایت برمحل ہے۔ (شیخ کا کلام ختم)

گمراہ اور جاہل دلوں کو ہدایت نصیب ہوئی

"بِہٖ" یعنی نبی اکرم ﷺ کی بدولت یا اس نور کی برکت سے' اہمیت کی بنا پر اسے مقدم کہا گیا ہے اور باء سببیت کے لئے ہے۔ "ھُدِیَتِ الْقُلُوْبُ" آپ کی برکت سے گمراہ اور جاہل دلوں کو ہدایت دی گئی۔ "بَعْدَ خَوْضَاتِ" واؤ ساکن ہے۔ یہ خوضۃ کی جمع ہے جس کا معنی ایک دفعہ پانی میں داخل ہونا ہے۔ مجازاً گفتگو کے شروع کرنے اور امر باطل اور فعل مذموم میں داخل ہونے کو کہتے ہیں' اس جگہ دلوں کا فتنوں میں واقع ہونا مراد ہے اَلْفِتَنِ فتنہ کی جمع ہے۔ جس کی وجہ سے آدمی آزمائش میں واقع ہو جائے۔ کفر کو بھی فتنہ کہتے ہیں۔ اس جگہ کفر ہی مراد ہے۔ "وَالْاِثْمِ" اور گناہ میں۔ مطلب یہ ہے کہ دل' کفر' گمراہی' حیرت' اشتباہ' بدکاری اور تمام برے افعال میں مبتلا تھے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی ﷺ کی بدولت ہدایت عطا فرمائی۔ بِہٖ ھُدِیَتْ الخ اس جملہ کی ضمیر اگر قبس کے لئے ہے تو یہ اس کی صفت ہے یا جملہ مستانفہ ہے' اور اگر ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہو تو یہ معطوف اور معطوف علیہ دو جملوں کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔

"وَاَبْھَجَ" اس کا عطف اَوْرَی پر ہے' یہ لفظ نسخہ سہلیہ وغیرہ میں باء کے ساتھ ہے' جس کا معنی ہے حسین بنایا۔ بَھْجَۃ سے ماخوذ ہے۔ ایک معتبر نسخے میں اَنْھَجَ نون کے ساتھ ہے۔ ایک اور نسخے میں نَھَجَ ہے۔ دونوں کا معنی ظاہر کیا اور واضح کیا ہے' بہر صورت ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے۔ مُوْضِحَاتِ یہ اَبْھَجَ کا مفعول ہے اور موضحہ کی جمع ہے۔ یہ اسم فاعل ہے یا اسم مفعول ہے اور ایضاح سے مشتق ہے۔ جس کا معنی منکشف ہونا یا واضح کرنا ہے۔ یعنی وہ امور جو خود ظاہر ہیں یا دوسری چیزوں کو ظاہر کرنے والے ہیں (اگر اسم فاعل ہو) یا وہ امور جنہیں دوسری چیزوں نے واضح کیا ہو۔ کیونکہ اَوْضَحَ غیر اصمعی کے نزدیک بطور لازم استعمال ہوتا ہے' اور متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔

"الاَعْلَام" عَلَم (پہلے دو حرف مفتوح) کی جمع ہے' وہ نشان جس سے راستہ معلوم کیا جائے' مُوْضِحَات صفت ہے جس کی اضافت موصوف (اَعْلَام) کی طرف کی گئی ہے۔ یعنی وہ علامات جو ظاہر اور واضح ہیں' یا وہ علامات جن سے چلنے والوں کے لئے راستہ واضح ہو گیا' کیونکہ وہ علامات خود واضح ہیں۔ راستوں سے مراد ہدایت کے راستے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دین کے راستوں کی علامات کو روشن اور دلکش بنا دیا۔

"وَنَائِرَاتِ" نَائِرَۃٌ کی جمع ہے اور یہ نورٌ سے اسم فاعل ہے۔ جس کا معنی روشنی ہے۔ الْأَحْكَام۔ اس سے مراد احکام شرعیہ جو انوار اور حکمتوں پر مشتمل ہیں۔ وَمُنِيْرَاتِ الْإِسْلَامِ۔ یہ مشتق ہے اَنَارَ متعدی یا لازمی سے اور "مُنِيْرَۃٌ" کی جمع ہے۔ اس سے مراد قواعد اسلام ہیں' جو خود واضح ہیں یا مشکلات کو ظاہر کرنے والے ہیں یا اس سے مراد دین کے وہ اصول و قواعد ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائے' جن پر دیگر قواعد کا مبنی کرنا اور حاصل کرنا دشوار نہیں ہوتا۔

۵ "فَهُوَ اَمِيْنُكَ" پس نبی اکرم ﷺ تیری وحی اور ملک و ملکوت کے اسرار کے کماحقہ معتمد محافظ ہیں' جن پر تو نے انہیں آگاہ کیا ہے اور جن کی حفاظت کا تو نے حکم دیا ہے۔ "اَلْمَامُوْنُ" وہ جس پر اعتماد ہو کہ وہ تغیر و تبدل نہیں کرے گا۔ جس چیز کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اسے ظاہر نہیں کرے گا اور جس چیز کے ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسے نہیں چھپائے گا۔ مامون' امین کا ہم معنی ہے اور اس کی تاکید کرنے والی صفت ہے۔ کیونکہ دونوں معنی کے اعتبار سے برابر ہیں اگرچہ امین میں زیادہ مبالغہ ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ امین وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اسرار کی حفاظت کے لئے پسند کیا اور ان کی حفاظت کے لئے پیدا فرمایا۔ جیسے کہ آئندہ عبارت میں اشارہ ہے۔

علوم خداوندی کے خازن

"وَخَازِنُ عِلْمِكَ" اور تیرے معلومات کا خزانہ جو تو نے انہیں عطا کئے۔ عِلْمِكَ کی اضافت شرافت کے لئے ہے۔ اَلْمَخْزُوْنِ وہ علم جو عالم غیب میں محفوظ تھا۔ یہاں تک کہ تو نے اپنے حبیب ﷺ کی طرف نازل کیا اور صرف انہیں اس علم کا محافظ بنایا۔ کسی دوسرے کو نہیں۔ لہٰذا وہ تیرے علم کے خازن ہیں[1]' تو نے بعض علوم کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا' کیونکہ وہ تیرے اور ان کے درمیان راز ہیں' بعض کی تبلیغ کا حکم دیا جو ان علوم کے لائق ہو اور بعض علوم میں انہیں اختیار دیا۔ لہٰذا ان کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کے واسطے سے صرف ان لوگوں کو ہو گی جن کو تو پسند فرمائے گا۔

"وَشَهِيْدُكَ" یہ اگرچہ فَعِيْلٌ کے وزن پر ہے' لیکن فَاعِلٌ کے معنی میں ہے' یہ صیغہ مبالغہ کے لئے بنایا گیا ہے' یعنی وہ ہستی جسے تو نے قیامت کے دن کے لئے پسند فرمایا ہے' آپ اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے اور امت مسلمہ اس بات کی گواہی دے گی کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی امتوں کو تبلیغ فرمائی تھی' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

---

[1] امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

مخزن اسرار علام الغیوب — برزخ بحرین امکان و وجوب

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

پس کیا ہو گا اس وقت کہ ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تمہیں ان سب پر گواہ لائیں گے۔

"يَوْمَ الدِّيْنِ" جزاء کے دن' جیسے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ "وَبَعِيْثُكَ" یہ فَعِيْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے یعنی وہ رسول جنہیں تو نے اوامر و نواہی کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ "نِعْمَةً" یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے' کیونکہ اس سے مراد خود نعمت ہی ہے اور اس میں زیادہ مبالغہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اسماء شریفہ میں ایک اسم نِعْمَةُ اللّٰهِ گزر چکا ہے۔ لہٰذا اسے حال ہی بنایا جائے گا "وَرَسُوْلُكَ" وہ ہستی جنہیں تو نے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا "بِالْحَقِّ" اس کا تعلق رسول کے ساتھ ہے' یعنی ایسے دین کے ساتھ جو واقع میں حق اور صحیح ہے "رَحْمَةً" یہ لفظ رسول سے حال ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ سراپا رحمت ہیں' جیسا کہ اس سے پہلے آپ کے اسماء شریفہ میں گزر چکا ہے' بحیثیت حال ہونے کے نصب میں زیادہ مبالغہ ہے' اس لئے اسی پر اکتفا کیا جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهٗ فِيْ عَدْنِكَ وَاجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ

اے اللہ! ان کے لئے جنت عدن میں جگہ وسیع فرما اور اپنے فضل سے نیکیوں سے بدرجہا

مِنْ فَضْلِكَ مُهَنَّاٰتٍ لَّهٗ غَيْرَ مُكَدَّرَاتٍ مِّنْ فَوْزِ ثَوَابِكَ

زیادہ جزا دے جو آپ کے لئے خوشگوار ہوں' بے کدورت' تیرے نازل کئے ہوئے ثواب کی

الْمَحْلُوْلِ وَجَزِيْلِ عَطَائِكَ الْمَعْلُوْلِ ۝ اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰى بِنَاءِ النَّاسِ

کامیابی اور تیری پے در پے آنے والی عظیم بخشش کے ساتھ' اے اللہ! لوگوں کی منزل پر آپ کی

بِنَاءَهٗ وَاَكْرِمْ مَثْوَاهُ لَدَيْكَ وَنُزُلَهٗ وَاَتْمِمْ لَهٗ نُوْرَهٗ وَاجْزِهٖ

منزل بلند فرما اور اپنی بارگاہ میں ان کا مقام اور ان کی مہمانی عزت والی بنا' ان کے لئے ان کا نور مکمل فرما' اور انہیں جزا

مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهٗ مَقْبُوْلَ الشَّهَادَةِ وَمَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ ذَا مَنْطِقٍ

دے' اس بنا پر کہ تو نے انہیں بھیجا' گواہی کی مقبولیت اور گفتگو کی پسندیدگی کے ساتھ' جن کی گفتگو عدل

عَدْلٍ وَّخُطَّةٍ فَصْلٍ وَّبُرْهَانٍ عَظِيْمٍ ۝ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ

والی۔ فیصلہ شان دار اور دلیل عظیم ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کی شان

عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ لَبَّيْكَ

کا اہتمام کرتے ہیں۔ ایمان والو! تم ان پر درود اور سلام بھیجو' سلام بھیجنا' اے اللہ!

اَللّٰھُمَّ رَبِّیْ وَ سَعْدَیْكَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِیْمِ وَ الْمَلٰئِكَةِ

اے میرے رب! میں حاضر ہوں اور تیرے دین کی خدمت کے لئے تیار، اللہ احسان فرمانے اور مہربان۔ مقرب فرشتوں

الْمُقَرَّبِیْنَ وَ النَّبِیِّیْنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِیْنَ وَ مَا سَبَّحَ[۳]

انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اور تیری تسبیح کرنے والی ہر چیز کے درود

لَكَ مِنْ شَیْءٍ یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی سَیِّدِنَا[۴] مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمِ

نازل ہوں۔ اے رب العالمین! ہمارے آقا محمد بن عبد اللہ پر جو انبیاء کے خاتم

النَّبِیِّیْنَ وَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَ رَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

رسولوں کے سردار، متقین کے امام، رب العالمین کے رسول

الشَّاهِدِ الْبَشِیْرِ الدَّاعِیْ اِلَیْكَ بِاِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِیْرِ وَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

حاضر و ناظر، خوشخبری دینے والے، تیرے اذن سے تیری طرف بلانے والے، روشن چراغ اور ان پر سلام ہو

عدن مقام رحمت کا نام ہے

۱ "اِفْسَحْ" ابتداء میں ہمزہ وصلی اور سین مفتوح ہے، یعنی وسیع فرما ایک نسخے میں ہمزہ قطعی اور سین مکسور ہے (اَفْسِحْ) یہ معنی کے اعتبار سے زیادہ ظاہر ہے "لَهٗ" یہ ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے، فِیْ عَدْنِكَ، عَدْن کی دال ساکن ہے یعنی وہ مقام رحمت جس میں تو انہیں ٹھہرائے گا، یا اس سے جنت عدن مراد ہے جو بہترین اور اعلیٰ و افضل جنت ہے۔ اسی میں وہ ٹیلہ ہے جہاں دیدار الٰہی ہو گا۔ "عَدَنَ بِالْمَكَان" کا معنی ہے فلاں مکان میں قیام کیا۔ جنات عدن کا مطلب ہے قیام کی جنتیں۔ جنت دارِ قیام ہی ہے، وہاں سے منتقل نہیں ہونا پڑے گا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ وہ نادیدہ جنتیں ہیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے فرمایا ہے۔ "فِیْ عَدْنِكَ" میں اضافت، مضاف کی شرافت ظاہر کرنے اور اللہ تعالیٰ سے لطف و کرم طلب کرنے کے لئے ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے لئے وسعت کی دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے مقام کے حسن و جمال میں اضافہ فرما۔

"وَاجْزِهٖ" یہ ہمزہ وصلی ہے یعنی انہیں بدلہ عطا فرما۔ متعدد نسخوں میں ہمزہ قطعی پایا گیا ہے۔ اَجْزِهٖ یہ جائزہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی عطیہ ہے، یعنی انہیں عطیہ اور انعام عطا فرما، اس سے پہلے کسی قدر بیان ہو چکا ہے کہ آپ پر کتنی ذمہ داریاں ڈالی گئیں اور آپ نے انہیں کس ہمت سے نبھایا، یا اللہ! تو ہی ان تمام کوششوں کی جزا عطا فرما۔

"مُضَاعَفَاتِ الْخَیْرِ" یہ اِجْزِهٖ کا مفعول ثانی ہے، یعنی آپ کی نیکی سے لاتعداد گنا زیادہ اجر و ثواب عطا فرما (اس وقت

اضافت لامی ہے) یا یہ صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ یعنی کئی گنا زیادہ بھلائیاں عطا فرما، حکم شریعت کے مطابق صفت کی ہر نیکی کا ثواب دس گنا اور اس سے زیادہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔ اس کا فضل بہت بڑا ہے۔

"مِنْ فَضْلِكَ" اپنے فضل و کرم سے، کیونکہ تو فاعل مختار ہے جسے چاہتا ہے، محض اپنے اختیار سے نوازتا ہے، نہ تو کسی کا تجھ پر حق ہے اور نہ تجھ پر واجب ہے۔

"مُهَنَّاتٍ" مُهَنَّاةٌ کی جمع ہے (میم مضموم، ہاء مفتوح، نون مفتوح مشدد اور ہمزہ مفتوح ہے) یہ هَنَاءٌ سے اسم مفعول ہے۔ جس کا معنی ہے کسی چیز کا جاری کرنا اور مشقت کے بغیر آسان کرنا۔ یہ مضاعفات سے حال لازم ہے۔ یعنی وہ کثرتیں رکاوٹ اور مشقت کے بغیر عطا کی جائیں۔

"غَيْرَ مُكَدَّرَاتٍ" دال مشدد مفتوح ہے، یہ کَدَرٌ سے ماخوذ ہے جو صفائی کے مقابل ہے، یعنی وہ کثرتیں تکالیف اور مصائب کی آمیزش سے پاک ہوں۔ ایسے مقام پر شائبہ تکلیف کی صراحت کے ساتھ نفی زیادہ مناسب ہوتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

اس میں یہ تصریح ہے کہ جن لوگوں پر انعام ہے ان پر نہ غضب ہو گا اور نہ وہ گمراہ ہوں گے۔ مزید برآں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہدایت یافتہ لوگ نہ یہودی ہیں نہ عیسائی، کیونکہ مغضوب علیہم اور ضالین کی تفسیر انہی دو گروہوں سے کی گئی ہے۔

"مِنْ" اس کا تعلق مهنآتٌ سے ہے یا مِنْ فَضْلِكَ سے بدل ہے۔ "فوز" اس کا معنی ہے مقصد کو کامیابی اور سلامتی کے ساتھ حاصل کر لینا۔ "ثَوَابِكَ" وہ اجر کہ اے اللہ! تو عمل صالح پر عطا فرماتا ہے یا تو جزا دیتا ہے۔ ثواب کا معنی وہ جزا اور اجر ہے جو عمل صالح پر عطا کیا جاتا ہے۔ "فوزٌ" مصدر بمعنی اسم مفعول ہے جس کی اضافت موصوف کی طرف ہے یعنی وہ ثواب جس کے ساتھ کامیابی حاصل کی گئی ہے۔

"الْمَحْلُوْلِ" یہ اسم مفعول حَلَّ سے ماخوذ ہے، جس کا معنی نازل ہونا یا ٹھہرنا ہے، اس اعتبار سے "اَلثَّوَابُ وَالْمَحْلُوْلُ" کا معنی وہ اجر ہے جس میں قیام کیا جائے۔ بعض حضرات نے کہا حَلَّ بمعنی وَجَدَ (پالیا) ہے، اب معنی ہو گا وہ ثواب جس کا استحقاق حاصل ہے۔ "وَ جَزِيْلِ عَطَائِكَ" اور تیرے عظیم احسان سے عطاءٌ بطور مصدر استعمال ہوتا ہے، جس کا معنی دینا ہے۔ عطاءٌ کا استعمال بمعنی عطیہ بھی ہوتا ہے۔ الْمَحْلُوْلِ 'عَلَّ يَعُلُّ' کا معنی ہے ایک کے بعد دوسری دفعہ بلانا، مراد یہ ہے کہ یہ عظیم عطا پے در پے عطا فرما۔

"اَللّٰهُمَّ اَعْلِ" اے اللہ بلند فرما! عَلٰى بِنَاءِ النَّاسِ دوسرے لوگوں کی منزل سے اوپر، یعنی تمام عمل کرنے والوں کے عمل سے آپ کا عمل بلند فرما۔ یا یہ مطلب ہے کہ جنت میں آپ کا مقام ہر مقام سے اور آپ کا مرتبہ اپنی بارگاہ میں ہر مرتبے سے بلند فرما، اور آپ کی ذات کو تمام مخلوقات سے زیادہ شرافت عطا فرما، یا یہ مطلب ہے کہ آپ کے دین کی علامات، قلعہ ایسی ملت،

آپ کے معجزات' آپ کے اخلاق و شمائل کو دوسروں کی نسبت افضل و اعلیٰ بنا' عرب مجازی طور پر ان امور کو بنا کہتے ہیں۔

حصول نور کی دعا

"وَاَکْرِمْ مَثْوَاهُ لَدَیْكَ" ان کی جائے قیام کو اپنی بارگاہ میں حسین اور پسندیدہ بنا وَنُزُلَهٗ نون اور زاء دونوں مضموم ہیں۔ وہ طعام جو مہمان کی آمد پر تیار کیا جاتا ہے۔ وَاَتْمِمْ لَهٗ نُوْرَهٗ اور ان کے لئے وہ نور مکمل فرما جو تو نے ان کی ذات میں رکھا ہے۔ یعنی اس نور کو کمال عطا فرما یہاں تک کہ وہ آپ کی تمام اطراف' حواس اور دل میں جلوہ افروز ہو۔ جیسے حدیث شریف میں ہے' اے اللہ! میرے دل میں اور میری قبر میں نور پیدا فرما (حدیث) اور انہیں آخرت میں نور کامل عطا فرما' یہاں تک کہ جنت کے نور سے متصل ہو' اور اس میں زیادہ قوت ہو۔ غالبًا مصنف کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے۔

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا (الآیۃ)

اس دن اللہ تعالیٰ نبی اور ان پر ایمان لانے والوں کو بے قدر نہیں کرے گا' ان کا نور ان کے آگے اور دائیں جانب چمک رہا ہو گا' وہ کہیں گے' اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارا نور مکمل فرما!

اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بے قدر نہیں کرے گا اور انہیں کوئی تکلیف دہ چیز نہیں دکھائے گا۔ پل صراط پر ان کا نور آگے اور دائیں جانب چمک رہا ہو گا اور وہ کہیں گے' اے رب! ہمارا نور ہمارے لئے مکمل فرما یعنی اسے قائم و دائم فرما اور اسے جنت کے نور سے متصل فرما' یا نور سے مراد دین کا نور ہے اور اسے مکمل کرنے سے تمام دنیا میں پھیلانا اور تمام دینوں پر غالب کرنا مراد ہے۔

"وَاجْزِهٖ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهٗ" مِنْ تعلیل کے لئے اور ابتعاث باب افتعال کا مصدر ہے' بعث کا معنی اٹھانا اور بھیجنا ہے۔ اس جگہ مراد یا تو قیامت کے دن اٹھانا ہے یا دنیا میں رسول بنا کر بھیجنا ہے۔ "مَقْبُوْلَ الشَّهَادَةِ" اِجْزِهٖ کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے' اس جگہ صفت کی اضافت مفعول کی طرف ہے' یعنی شہادت مقبولہ' اس سے مراد قیامت کے دن انبیاء اور ان کی امتوں کے بارے میں گواہی دینا ہے' مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! چونکہ تو نے اپنے حبیب ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا اور انہوں نے تیری راہ میں تکلیفیں برداشت کیں' اس لئے انہیں جزا عطا فرما اور آخرت میں ان کی شہادت کو قبولیت عطا فرما' یہ جزا آپ کے عمل کے مناسب ہے' کیونکہ آپ جن کے حق میں یا جن کے خلاف گواہی دیں گے یہ وہی لوگ ہوں گے جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا تھا۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جب تو انہیں قیامت کے دن اٹھائے گا تو انہیں یہ جزا عطا فرما کہ ان کی شہادت قبول فرما۔ جس کے لئے انہیں ابتداء بعثت سے تیار کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان کی شہادت کسی وقت بھی رد نہ کی جائے' اور جس عمل کی یہ جزا ہے اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔

ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو جزا عطا فرما' اس لئے کہ تو نے انہیں رسول بنا کر بھیجا' اس حال میں کہ وہ صداقت' عدالت اور امانت کی صفات سے متصف ہیں۔ یہ اشارہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ بعثت سے پہلے پسندیدہ احوال اور پاکیزہ

صفات سے متصف تھے۔ یہاں تک کہ امین اور مامون کے لقب سے مشہور تھے۔ اس صورت میں "مَقْبُوْلَ الشَّهَادَةِ" بھی حال
ہے۔ اس صورت میں جس جزا کی دعا کی گئی ہے وہ لفظوں میں مذکور نہیں ہو گی' بلکہ ان احوال پر مبعوث ہونے کی جزا وہ ہو گی
جو آپ کے شایان شان ہے۔

کلام عرب میں شہادت کا معنی حاضر ہونا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" (الآیۃ) تم میں
سے جو ماہ رمضان کو حاضر ہو وہ اس کا روزہ رکھے۔ پھر اس کا استعمال امر معلوم کے بیان کرنے میں کیا گیا ہے' خواہ یہ علم حضور
ﷺ سے حاصل ہو یا اس کے بغیر۔

"وَمَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ" مَرْضِیّ اسم مفعول ہے رَضِیَ یَرْضٰی سے' مقالہ سے مراد گفتگو ہے' تو آپ شہادت اور شفاعت کے
دوران فرمائیں گے' آپ کی بات نہ تو رد کی جائے گی' نہ اس پر ناراضگی کا اظہار ہو گا۔

"ذَامَنْطِقٍ عَدْلٍ" مقبول الشهادة پہلا حال تھا اور یہ دوسرا حال ہے۔ ذا کا معنی صاحب۔ مَنْطِقٌ گفتگو اور عدل وہ چیز جو حد
اعتدال پر اور حق سے جدا نہ ہو' اس سے مراد وہ تعریفیں جو صرف نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کریں گے۔ کوئی
دوسرا نہیں کرے گا۔ وَخُطَّةٍ اس کا عطف منطق پر ہے۔ خاء مضموم اور طا مشدد ہے۔ اس کا معنی ہے شے۔ قصہ اور طریقہ فَصْلٍ
اس کا معنی ہے قطع کرنا' اس سے مراد حق و باطل کے درمیان فاصل ہے "وَبُرْهَانٍ عَظِيْمٍ" برہان کا معنی دلیل اور عظیم کا معنی
قوی اور ظاہر ہے۔

۱۱ گیارہواں درود شریف۔ شفا شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے مذکور ہے۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ شیخ زین
الدین بن الحسین المراغی نے اپنی کتاب "تحقیق النصرۃ" میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کے
وصال کے بعد آپ کے اہل بیت نے آپ پر نماز پڑھی' تو لوگوں کو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا کہیں۔ انہوں نے حضرت ابن مسعود
سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حضرت علی سے پوچھو۔ انہوں نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ (الآیۃ) غالباً وہ اس صلوٰۃ سے پہلے تبرک
کے لئے یہ آیت لائے ہیں' نیز مقصد یہ ہے کہ درود شریف صورۃ و معنی اس آیت پر مرتب ہو اور جب اس آیت کے بعد
درود شریف پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو۔

"لَبَّيْكَ" میں تیری تعمیل بار بار کرتا ہوں۔ "اَللّٰهُمَّ رَبِّيْ" اے اللہ! اے میرے خالق و مالک! میرے آقا اور معبود! اور اے
وہ ذات جس نے اپنے احسان سے میری پرورش کی! اپنے کرم سے مجھے غذا دی! اپنے الطاف کا عادی بنایا! اور مجھے اپنے احکام
سے نوازا! "رَبِّيْ" یاء متکلم کی طرف مضاف ہے۔ یہ دوسرا منادی ہے۔ جس کا حرف ندا حذف کیا گیا ہے' کیونکہ سیبویہ کے
نزدیک "اَللّٰهُمَّ" کا میم مابعد کو وصف بننے سے روک دیتا ہے۔ "وَسَعْدَيْكَ" اور تیری طاعت اور تیرے احکام کی تعمیل کے لئے
بار بار کوشش کرنے والا ہوں۔ لفظ "سَعْدَيْكَ" لَبَّيْكَ کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے۔ یہ دونوں لفظ مفعول مطلق ہونے کی وجہ
سے منصوب ہیں اور ان کے عامل کا حذف کرنا واجب ہے۔ جیسے نحو میں معلوم و مشہور ہے۔ یہ دونوں تثنیہ کے صیغے محض تاکید
اور تکرار کے لئے ہیں۔ (مطلب یہ کہ بار بار حاضر ہوں اور تعمیل حکم کے لئے تیار ہوں) جس شخص کو حکم دیا گیا ہو اس کے

قبول کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) قولی جیسے لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ اور سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا (ہم نے سنا اور اطاعت کی) وغیرہ۔ (۲) فعلی۔ جو حکم دیا گیا ہو اسے شروع کر دینا جیسے اس جگہ صَلَوٰتُ اللّٰہِ (آخر تک)

"صَلَوٰتُ اللّٰہِ" یہ مبتدا ہے (اور علیٰ سیدنا خبر ہے) یہ جمع ہے صلوٰۃ کی۔ ابو عبد اللہ عربی فرماتے ہیں صلوٰۃ کا استعمال دو طرح ہے۔ (۱) بطور اسم اس کا معنی رحمت ہے۔ (۲) بطور مصدر یعنی صدور رحمت۔ چونکہ جنس مصدر حقیقت واحدہ ہے، واجب ہونے کے اعتبار سے اس میں تعدد نہیں ہے، اس لئے اس کی جمع اقسام اور احوال کے لحاظ سے ہی لائی جائے گی۔

صلوٰۃ کی تفسیر

لفظ صلوٰۃ کی تفسیر رحمت خاصہ سے کی گئی ہے، اس کی بے شمار قسمیں اور حالتیں ہیں۔ اسی لئے اس جگہ جمع کا صیغہ لایا گیا ہے، تاکہ ان اقسام اور احوال کے حاصل کرنے پر دلالت ہو، پھر صلوٰۃ کی اضافت اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انبیاء و اولیاء کی طرف کی گئی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک سے صلوٰۃ کی تمام قسمیں اور تمام حالتیں مطلوب ہیں۔ (شیخ عربی کا کلام ختم)

اس جمع کی ایک دوسری توجیہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ صلوٰۃ کی اضافت متعدد افراد کی طرف ہے، ان کے تعدد کے پیش نظر صیغہ جمع لایا گیا ہے۔ ان تمام افراد سے صلوٰۃ مطلوب ہے، عام ازیں کہ ان میں سے ہر ایک کی صلوٰۃ ایک ہی قسم کی ہو یا مختلف اقسام سے ہو۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ یہ زید، عمرو اور خالد کے کپڑے ہیں، خواہ ان میں سے ہر ایک کا ایک کپڑا ہو یا متعدد۔

"اَلْبَرِّ" اسم جلالت (اللہ) کی صفت ہے۔ اس کا معنی ہے وعدے کا سچا، احسان کرنے والا جو مخلوق کو لطف و کرم سے نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ "الرَّحِیْمِ" یہ دوسری صفت ہے۔ رحمت سے مشتق اور مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ "وَالْمَلٰٓئِكَةِ" یہ مَلَكٌ کی جمع ہے، فرشتہ وہ جسم لطیف نورانی ہے جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے اور ایسے ایسے مشکل کاموں پر قدرت رکھتا ہے کہ انسان ان پر قادر نہیں۔ یہ ان حضرات کا مذہب ہے، جو مجردات کو نہیں مانتے اور ممکن کی دو قسمیں ہی قرار دیتے ہیں۔ (۱) جوہر (مادی) (۲) عرض، یہ اکثر اشاعرہ کا مذہب ہے۔ لیکن بعض اشاعرہ مجردات کے قائل ہیں۔ مثلاً امام غزالی، امام راغب، امام حلیمی اور یہ تمام محققین صوفیہ کا مذہب ہے، ان کے نزدیک فرشتہ وہ ممکن ہے جو متحیز (جو قابل اشارہ حسی نہ ہو) نہیں اور نہ کسی متحیز کے ساتھ قائم ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فرشتہ وہ مجرد ہے جس سے خیر ہی صادر ہوتی ہے اور ہمیشہ ذکر کرتا ہے۔ مقترح اور فخر رازی نے اپنی بعض کتابوں میں مجرد کے ثابت کرنے میں توقف کیا ہے۔ بہر صورت اس پر اتفاق ہے کہ فرشتے معزز بندے ہیں، ہمیشہ مصروف طاعت رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں، کسی حکم کی مخالفت نہیں کرتے۔

متن میں اَلْمَلٰٓئِكَةِ پر الف لام جنس کے لئے ہے۔ یعنی جنس ملائکہ مراد ہے، یا عہد کے لئے ہے کہ اس کا اشارہ ان فرشتوں کی طرف ہے جن کا ذکر آیت مبارکہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ میں ہے۔ یا مضاف الیہ کے عوض ہے یعنی اصل میں وَمَلٰٓئِكَتِهٖ تھا تاکہ آیت کے مطابق ہو جائے۔

"اَلْمُقَرَّبِیْنَ" یہ جمع ہے مُقَرَّبٌ کی اور اسم مفعول کا صیغہ ہے' قرب مقابل بعد ہے۔ اس کا استعمال زمان و مکان' نسبت' مقام' رعایت اور مقدار کے لئے ہوتا ہے لیکن اس جگہ مرتبہ و مقام کے اعتبار سے قرب مراد ہے یعنی وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند مرتبہ ہیں۔ آیت مبارکہ میں ملائکہ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے' اور مقربین کی صفت اس اضافت کی تفسیر ہے کیونکہ یہ اضافت تشریف کے لئے ہے اور فرشتوں کی شرافت اللہ تعالیٰ کا قرب ہی ہے' اس صفت کا یہ مطلب نہیں کہ کچھ فرشتے مقرب ہیں کچھ نہیں' بلکہ یہ صفت کاشفہ ہے یعنی سب ہی فرشتے مقرب ہیں۔ اگرچہ مراتب قرب میں مختلف ہیں۔ یہ مقام ایسا ہے جہاں تعمیم اور تکثیر مناسب ہے۔

"وَالنَّبِیِّیْنَ" اس میں رسولان کرام علیہم السلام بھی داخل ہیں۔ "وَالصِّدِّیْقِیْنَ" میں نے شیخ المشائخ ابو عبد اللہ العربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بعض تالیفات میں۔ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر میں دیکھا' وہ فرماتے ہیں "صِدِّیْقِیْنَ" صِدِّیْقٌ کی جمع سالم ہے۔ صدیق (صاد اور دال مشدد مکسور کے ساتھ) صدق سے ماخوذ' مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کے حکم کو مانا ہے۔ خبر کی دو حیثیتیں ہیں۔ (۱) خبر دینے والے کے لحاظ سے اس کی صفت صدق ہے۔ (۲) جس کی خبر دی گئی ہے اس اعتبار سے اس کی صفت تصدیق ہے۔ انفعال فعل کا اثر اور اس کے ظہور کی جگہ ہے۔ نبوت کی شان خبر دینا اور صد-یقیت کی شان تصدیق ہے۔ لہٰذا صدیق نبوت کا خزانہ' اس کے اسرار کا امین اور اس کی وراثت کا حامل ہے۔ صدیق کو صداقت ورثے میں ملتی ہے' صدیق وہ ہے جسے صدق بھی حاصل ہے اور تصدیق بھی' جس کے قول' فعل اور حال میں سچائی لازم اور اس قدر راسخ ہے کہ اس کا خلاف واقع نہیں ہوتا' اس کا قول' فعل اور حال ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے' اسی لئے صدیق کا درجہ انبیاء کے بعد سب سے زیادہ بلند ہوتا ہے۔

شہداء کون ہیں؟

وَالشُّھَدَاءِ' شہید کی جمع ہے شریعت میں جب بغیر کسی قید کے شہید کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں دین کی سربلندی کے لئے جہاد کرتے ہوئے جان دینے والا مراد ہوتا ہے۔ یہ فعیل بمعنی مفعول اور شہادت سے مشتق ہے' اسے شہید اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے لئے جنت یا اللہ تعالیٰ سے وفا کی گواہی دی گئی یا فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ اور مشاہدہ سے ماخوذ ہے۔ یعنی وہ شخص عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے' فرشتوں کو دیکھتا ہے اور وہ کچھ دیکھتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھتے۔ یا شہود (حاضر ہونا) سے مشتق ہے' یعنی روح کے بدن سے جدا ہوتے وقت بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو رہا ہے' شریعت میں میدان جنگ میں جان دینے والے کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی شہید کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ (مثلاً جل کر یا ڈوب کر مرجائے) یہ لوگ اجر و ثواب میں شہید کے ساتھ ملحق ہیں۔ (اگرچہ دنیاوی طور پر ان پر شہداء کے احکام جاری نہیں ہوتے)

"وَالصّٰلِحِیْنَ" یہ صَالِحٌ کی جمع ہے' صالح وہ ہے جس کے افعال اور احوال درست ہوں' یا وہ کہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے ضروری حقوق ادا کرے' یا وہ کہ مناسب کام کرے اور نامناسب کام ترک کردے۔ مطلق صالحین کا لفظ فرشتوں۔ انسانوں اور

جنوں کو شامل ہے۔ اس کے کچھ دوسرے معانی بھی ہیں لیکن اس جگہ آیت قرآنیہ کے مطابق انعام یافتہ حضرات انبیاء' صدیقین 'شہداء اور صالحین میں سے چوتھی قسم مراد ہے یعنی وہ جو طاعات اور ظاہری عبادات کو باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔

تسبیح کا معنی اور قسمیں

سے "وَمَا مُسَبِّحٌ" اس کا عطف اسم جلالت پر ہے یعنی ہر وہ چیز جو تیری تسبیح خواں ہے اس کے درود' تسبیح کا مطلب اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور اس کی وحدانیت بیان کرنا ہے۔ جس سے تمام نقائص کی نفی اور وجوب وجود کا ثبوت لازم آتا ہے۔ اس تنزیہ کا مطلب اللہ تعالیٰ کو معطل ماننا نہیں ہے' بلکہ غیر سے کمال حقیقی کی نفی کر کے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا اور نقص و عدم کی اس سے نفی کر کے غیر کے لئے ثابت کرنا مقصد ہے۔

"مِنْ" بیانیہ ہے' شَیْءٍ بمعنی موجود ہے' کونسی چیز ہے جو اس کی تسبیح نہیں پڑھتی' ارشاد ربانی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ

ہر شے اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کہنے والی ہے۔

نیز فرمایا:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ

زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتی ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ تسبیح گفتگو سے تعلق رکھتی ہے یا زبان حال سے۔ جو لوگ اسے گفتگو سے متعلق قرار دیتے ہیں' وہ زبان حال سے' کی جانے والی تسبیح سے زائد تسبیح ثابت کرتے ہیں' ورنہ زبان حال سے تو ہر ممکن تسبیح خواں ہے۔

بیت
وَ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَهٗ آیَةٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِد

ہر ممکن میں اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔

تسبیح کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وہ تسبیح جو کلام نفسی سے ہو' اس کے لئے علم ضروری ہے' اور علم کے لئے زندگی ضروری ہے۔ اس زندگی سے مراد وہ زندگی نہیں جو جسم اور مزاج کے بغیر متصور نہیں ہو سکتی' کیونکہ اہل سنت کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جسم علم و ادراک کے لئے شرط نہیں ہے۔ (۲) صرف الفاظ سے عبارت ہے جو حروف اور آوازوں پر مشتمل ہیں' اس کے لئے شیخ ابوالحسن اشعری کے نزدیک علم اور زندگی ضروری نہیں ہے۔

ہر شے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہے' وہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتی ہے اور ہر وہ چیز جس کا رب اللہ تعالیٰ ہے حضور سید عالم ﷺ اس کے نبی ہیں' جو مدد پہنچتی ہے وہ آپ ہی کے واسطہ سے ہے' لہذا ہر شے اپنے پیدا کرنے والے کی حمد و ثنا اور شکر بجا لاتی ہے اور اس ذات اقدس کی توصیف و ستائش کرتی ہے جو ذریعہ بقا اور حصول کمالات کا واسطہ ہے۔

مصنف کے قول "وَمَا سَبَّحَ" میں ما الفاظ عموم سے ہے جو ہر تسبیح کرنے والے کو شامل ہے' چونکہ ہر موجود تسبیح خواں ہے' لہٰذا ہر ہر موجود کو شامل ہو گا اور ہر موجود سے صلوٰۃ مطلوب ہو گی۔

"یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ" یا حرف ندا ہے' اس کے ذریعے یا تو مکان کے اعتبار سے بعید کو ندا کی جاتی ہے' یا جلالت اور رفعت شان کے لحاظ سے بعید کو پکارا جاتا ہے۔ اس جگہ دوسری صورت مراد ہے۔ ابن عطیہ نے کہا' عالمین جمع ہے عَالَمٌ کی اور عالم ماسوی اللہ تعالیٰ کے مجموعے کو بھی کہا جاتا ہے' اور اس کے اجزاء انسان اور جن وغیرہ کو بھی عالم کہا جاتا ہے' اسی اعتبار سے اس کی جمع عَالَمِیْنَ لائی جاتی ہے۔

"عَلٰی سَیِّدِنَا" یہ حرف جار فعل مقدر (ثَبَتَتْ وغیرہ) کے متعلق ہو کر صَلَوَاتُ اللّٰهِ کی خبر ہے۔ یہ جملہ لفظاً خبر اور معنیً انشاء و طلب ہے۔ مقصد یہ ہے' اے اللہ! درود بھیج تو اور درود بھیجیں تیرے فرشتے۔ تمام اہل ایمان یعنی انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین اور تمام موجودات جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے والے ہیں اور اس کی وحدانیت کی گواہی دینے والے ہیں۔

درود شریف میں تعظیم کے الفاظ کا لانا

"سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ" صحیح یہ ہے کہ درود شریف میں لفظ سیدنا اور مولانا وغیرہ الفاظ تعظیم و توقیر کا لانا جائز اور بہتر ہے۔ نماز کے اندر اور باہر ہر جگہ اس کا استعمال کیا جائے گا۔ البتہ! قرآن پاک کی آیت یا کسی روایت میں جس طرح واقع ہے اسی طرح پڑھا اور بیان کیا جائے گا۔

برزلی نے فرمایا: اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے حق میں ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں گے جو تعظیم و تشریف کے مقتضی ہوں' اس عربی نے ایک سو سے زیادہ ایسے الفاظ گنوائے ہیں۔ صاحب مفتاح الفلاح فرماتے ہیں' تم لفظ سیدنا ہرگز ترک نہ کرو' اس میں ایک راز ہے جو اس عبادت کا التزام کرنے والے پر ہی منکشف ہوتا ہے۔

"محمد بن عبد اللہ" ابو عبد اللہ عربی نے فرمایا کہ یہ اس جگہ اسم شریف آیت میں واقع النبی (یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ) کی تفسیر ہے' اس لئے والد ماجد کا نام ذکر کرنا بہتر ہے' کیونکہ یہ مقام تعریف اور بیان کے لئے ہے اور نسب بھی ایسا کہ اس پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔

حضور ﷺ کے صفاتی نام

"خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ" یہ اسم شریف محمد کی صفت ہے' اس لئے مجرور ہے' اسے ماقبل سے الگ کر دیا جائے تو مرفوع اور منصوب بھی پڑھا جا سکتا ہے' الگ کرنا اس جگہ بہتر ہے' کیونکہ رفع کی صورت میں ضمیر مقدر ہو گی اور نصب کی صورت میں فعل مقدر ہو گا' ہر صورت یہ مستقل جملہ بن جائے گا۔

"خَاتَمِ" کی تاء پر فتحہ اور کسرہ دونوں پڑھے جا سکتے ہیں۔ قرآن پاک میں "وَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ" کو دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

خاتَم: تاء کے فتح کے ساتھ مہر لگانے کے آلے کو کہتے ہیں۔ کسی چیز کے مکمل اور ختم ہونے پر جس چیز کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے اسے خاتَم اور طابع کہتے ہیں۔ خاتِم تاء کے کسرہ کے ساتھ ہو تو معنی یہ ہو گا کہ آپ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ختم کرنے والے اور ان کے آخر میں آنے والے ہیں۔ لہٰذا نہ آپ کے بعد کوئی نبی ہے اور نہ آپ کے ساتھ۔

"وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ" اور رسولوں کے رئیس اور بزرگ "وَ اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ" اور متقیوں کے مقتداء۔

"وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" شیخ ابو عبد اللہ عربی فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول کی رب العالمین کی طرف اضافت میں اشارہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت عام ہے کیونکہ لفظ رسول عام ہے' جن لوگوں کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں ان کی کوئی تخصیص نہیں ہے' قید ہے تو یہ کہ بھیجنے والے کی طرف اضافت کی گئی ہے' جب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت تمام جہانوں کو شامل ہے تو اس کی تبعیت میں رسالت بھی تمام جہانوں کو شامل ہو گی اور آپ کی کائنات کے ہر فرد کی طرف اس کے حسب حال توجہ ہو گی۔

نبیوں اور فرشتوں کے رسول

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرشتوں کی طرف بھی بھیجے گئے ہیں۔ اہل علم کا اس میں اختلاف ہے۔ امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت حلیمی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فرشتوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔ امام رازی اور برہان نسفی نے اپنی تفسیر میں اس پر اجماع نقل کیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے عبد خاص پر قرآن اتارا' تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سنائیں

اس کی تفسیر میں علامہ نسفی فرماتے ہیں:

انبیاء کرام فرشتوں سے افضل ہیں

اہل علم فرماتے ہیں اس آیت سے متعدد احکام معلوم ہوتے ہیں' ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لِیَكُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا" تمام مکلفین جن' انسان اور فرشتوں کو شامل ہے۔ لیکن ہمارا اجماع ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرشتوں کی طرف بھیجے ہوئے نہیں ہیں' لہٰذا آپ تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث ہوں گے۔

تفسیر کبیر کے ایک نسخے میں "لٰكِنَّا اَجْمَعْنَا" (لیکن ہمارا اجماع ہے) کی بجائے "لٰكِنَّا بَیَّنَّا" (لیکن ہم نے بیان کیا) ہے۔

علامہ کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں کہ اگر اَجْمَعْنَا (ہمارا اجماع ہے) بھی ہو تو اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ امت کا اجماع ہے۔ ایسے الفاظ اس جگہ استعمال کئے جاتے ہیں جہاں مناظرہ کے دونوں فریق کسی بات پر متفق ہوں۔ بلکہ اگر وہ یہ تصریح بھی کر دیں کہ اس مسئلے پر امت کا اجماع ہے تو بھی ان کی یہ تصریح مقبول نہ ہو گی' امام سبکی ارشاد باری تعالیٰ "لِیَكُوْنَ

خاتَم: تاء کے فتح کے ساتھ مہر لگانے کے آلے کو کہتے ہیں۔ کسی چیز کے مکمل اور ختم ہونے پر جس چیز کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے اسے خاتَم اور طابع کہتے ہیں۔ خاتِم تاء کے کسرہ کے ساتھ ہو تو معنی یہ ہو گا کہ آپ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ختم کرنے والے اور ان کے آخر میں آنے والے ہیں۔ لہٰذا نہ آپ کے بعد کوئی نبی ہے اور نہ آپ کے ساتھ۔

"وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ" اور رسولوں کے رئیس اور بزرگ "وَ اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ" اور متقیوں کے مقتداء۔

"وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" شیخ ابو عبد اللہ عربی فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول کی رب العالمین کی طرف اضافت میں اشارہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت عام ہے کیونکہ لفظ رسول عام ہے' جن لوگوں کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں ان کی کوئی تخصیص نہیں ہے' قید ہے تو یہ کہ بھیجنے والے کی طرف اضافت کی گئی ہے' جب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت تمام جہانوں کو شامل ہے تو اس کی تبعیت میں رسالت بھی تمام جہانوں کو شامل ہو گی اور آپ کی کائنات کے ہر فرد کی طرف اس کے حسب حال توجہ ہو گی۔

نبیوں اور فرشتوں کے رسول

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرشتوں کی طرف بھی بھیجے گئے ہیں۔ اہل علم کا اس میں اختلاف ہے۔

امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت حلیمی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فرشتوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے۔ امام رازی اور برہان نسفی نے اپنی تفسیر میں اس پر اجماع نقل کیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے عبد خاص پر قرآن اتارا' تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سنائیں

اس کی تفسیر میں علامہ نسفی فرماتے ہیں:

انبیاء کرام فرشتوں سے افضل ہیں

اہل علم فرماتے ہیں اس آیت سے متعدد احکام معلوم ہوتے ہیں' ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا" تمام مکلفین جن' انسان اور فرشتوں کو شامل ہے۔ لیکن ہمارا اجماع ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرشتوں کی طرف بھیجے ہوئے نہیں ہیں' لہٰذا آپ تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث ہوں گے۔

تفسیر کبیر کے ایک نسخے میں "لٰكِنَّا اَجْمَعْنَا" (لیکن ہمارا اجماع ہے) کی بجائے "لٰكِنَّا بَيَّنَّا" (لیکن ہم نے بیان کیا) ہے۔

علامہ کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں کہ اگر اَجْمَعْنَا (ہمارا اجماع ہے) بھی ہو تو اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ امت کا اجماع ہے۔ ایسے الفاظ اس جگہ استعمال کئے جاتے ہیں جہاں مناظرہ کے دونوں فریق کسی بات پر متفق ہوں۔ بلکہ اگر وہ یہ تصریح بھی کر دیں کہ اس مسئلے پر امت کا اجماع ہے تو بھی ان کی یہ تصریح مقبول نہ ہو گی' امام سبکی ارشاد باری تعالیٰ "لِیَكُوْنَ

لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا" کے تحت فرماتے ہیں' اکثر مفسرین نے اس کی تفسیر جن اور انسان سے کی ہے' بعض نے کہا کہ فرشتے بھی اس ضمن میں داخل ہیں۔

خلاصہ یہ کہ صرف امام رازی اور نسفی کا کسی امر پر اجماع نقل کر دینا' علماء نقل کے نزدیک حجت نہیں بن سکتا کیونکہ اجماع کے نقل کرنے کا دارومدار ابن منذر اور ابن عبد البر ایسے ائمہ اور حفاظ امت اور اطلاع میں ان سے بلند مرتبہ حضرات مثلاً ائمہ اربعہ اور وسعت اطلاع اور حفظ و ضبط میں ان کے قریب قریب حضرات پر ہے۔ یہ حضرات علماء نقل کے نزدیک مشہور و معروف ہیں تفصیلاً ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔

اس مسئلے میں کسی ایک جانب کو قطعی طور پر راجح قرار دینے کی بجائے توقف بہتر ہے (ابن ابی الشریف کا قول ختم ہے) اس سے پہلے انہوں نے فرمایا: کہ شاید امام حلیمی کا قول اس مسئلہ پر مبنی ہے کہ فرشتے انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔ وہ اگرچہ اہل سنت میں سے ہیں' لیکن فضیلت ملائکہ کے مسئلے میں معتزلہ سے متفق ہیں۔ (علامہ ابن ابی الشریف کا کلام ختم ہوا)

علامہ تقی الدین سبکی نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث ہیں' انہوں نے اس دعوے پر آیت سابقہ سے استدلال کیا ہے' کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ آیت میں عبد سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں اور عالم ماسوی اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں' لہٰذا "العالمین" تمام جنوں' انسانوں اور فرشتوں کو شامل ہے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی کی فرماتے ہیں' محققین کی ایک جماعت کے نزدیک یہی اصح ہے۔ فرشتے اگرچہ معصوم ہیں' ان کی طرف آپ کی بعثت کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی تعظیم' آپ پر ایمان لانے اور آپ کا ذکر پھیلانے کے مکلف ہیں۔

تمام جنوں اور انسانوں کی طرف آپ کی بعثت پر اتفاق ہے۔ علامہ بازری نے تو یہ بھی کہا کہ آپ حیوانات' جمادات اور شجر و حجر کی طرف بھی مبعوث ہیں۔ سابقہ گفتگو ان پر بھی منطبق ہے (کہ یہ تمام چیزیں آپ پر ایمان لانے کی مکلف ہیں)

ہر شیئ تسبیح پڑھتی ہے

حضرت سبکی نے فرمایا: کہ آپ کے ان چیزوں کی طرف مبعوث ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ادراک عطا فرماتا ہے کہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کے حکم کی تعظیم کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق ہر شئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شئے حقیقتاً تسبیح خواں ہے نہ کہ صرف زبان حال سے جیسے کہ بعض کا گمان ہے۔

ایک جماعت نے جمادات کی طرف آپ کے مبعوث ہونے کا قول کیا ہے' اور بعض محققین نے اسے اختیار کیا ہے کیونکہ مسلم شریف کی حدیث میں تصریح ہے کہ "اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً" میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر موجود کو علم کا ایک حصہ عطا کیا گیا ہے اور یہ اس کی تسبیح خواں فطرت ہے جو اس کے وجود کو لازم ہے' جس کی طرف ارشاد باری تعالیٰ کا اشارہ ہے "كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ" ہر ایک نے اپنی صلوٰۃ اور تسبیح کو جانا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

"الدَّاعِیْ" یہ دَعَا یَدْعُوْ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے' جس کا معنی ہے کسی کو بلانا تاکہ وہ توجہ کرے۔ جس کو بلایا گیا ہے چونکہ اس میں عموم ہے۔ وہ واضح طور پر معلوم ہے اور اس کے ذکر سے کوئی غرض بھی متعلق نہیں ہے' اس لئے اسے حذف کر دیا گیا ہے۔ یعنی مخلوق کو اِلَیْكَ تیری طرف بلانے والے۔

"وَ عَلَیْهِ السَّلَامُ" اور آپ پر سلام ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور انبیاء کی طرف سے سلام ہو۔ واؤ معتمد نسخوں میں ثابت ہے اور بعض معتمد نسخوں اور نسخہ سہلیہ میں موجود نہیں ہے' یہ واؤ ابن سبع' عزفی اور ابن وداعہ کے نزدیک شفاء میں: مواہب اور کفایہ ابن ثابت میں موجود ہے' غالباً جہاں واؤ نہیں ہے سہو یا کاتب کی غلطی سے ساقط ہو گئی ہے۔ اگر واؤ ثابت ہے تو اس جملہ کا عطف جملہ صلوٰۃ پر ہے اور اگر ثابت نہیں ہے تو یہ جملہ مستانفہ ہے اور ماقبل کی تکمیل کے لئے لایا گیا ہے۔ جیسے کہتے ہیں "مَاتَ زَیْدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی" زید فوت ہو گیا' اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ[۱] صَلَوَاتِكَ وَ بَرَكَاتِكَ وَ رَحْمَتَكَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اے اللہ! اپنے درود' برکتیں اور رحمتیں نازل فرما رسولوں کے سردار'

وَ اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ

پرہیز گاروں کے امام اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

رَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَ قَائِدِ الْخَیْرِ وَ رَسُوْلِ الرَّحْمَةِ ۝

جو تیرے عبد خاص' تیرے رسول' نیکی کے امام اور قائد اور رسول رحمت ہیں۔

اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَّغْبِطُهٗ فِیْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَ الْاٰخِرُوْنَ ۝

اے اللہ! آپ کو مقام محمود پر فائز فرما' جہاں آپ پر اگلے اور پچھلے رشک کریں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ

اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر' جیسے تو نے درود

عَلٰی سَیِّدِنَا[۲] اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا

بھیجا ہمارے سردار ابراہیم علیہ السلام پر' بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما ہمارے

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ

آقا محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابرہیم علیہ السلام پر

حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ

بے شک تو تعریف والا، بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل

وَ اَوْلَادِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ اَصْهَارِهٖ وَ

اصحاب، اولاد، ازواج مطہرات، نسل پاک، اہل بیت، سسرال والوں

اَنْصَارِهٖ وَ اَشْيَاعِهٖ وَ مُحِبِّيْهِ وَ اُمَّتِهٖ وَ عَلَيْنَا مَعَهُمْ اَجْمَعِيْنَ

معاونین، متبعین، محبین، آپ کی امت اور ان سب کے ساتھ ہم پر،

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○

اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے!

لے "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ" بارہواں درود شریف۔ شفاء شریف میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے مذکور ہے۔
یہ درود پاک ابن ماجہ، امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور دار قطنی وغیرھم نے روایت کیا ہے۔
"اِجْعَلْ" یہ جَعَلَ يَجْعَلُ سے فعل دعا ہے، اس کا معنی ہے کسی چیز کو صاحب مقدار، صاحب کیفیت یا کسی ہیئت والا بنا دینا۔
اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اس چیز کو ابتداء اس صفت پر پیدا کیا جائے۔ (۲) پہلے وہ چیز کسی دوسری صفت سے متصف ہو، اب اس صفت سے موصوف کر دی جائے۔ یہ فعل دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ (۱) جس پر حکم لگایا گیا ہے۔ (۲) وہ وصف جو اس کے لئے ثابت کیا گیا ہے۔
"صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَ رَحْمَتِكَ" لفظ رحمت مفرد اور پہلے الفاظ جمع ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے لئے دوسرے امور کی تبعیت میں رحمت کی دعا کی جا سکتی ہے۔

نیکی کے امام

"اِمَامِ الْخَيْرِ" خیر ہر وہ امر محمود ہے جو موافق غرض ہو۔ بعض اوقات اس کے موصوف یا اس کے فاعل کو بھی خیر کہا جاتا ہے، اس کے مقابل شر ہے۔ یہ دونوں اضافی امور ہیں۔ اشخاص کے اختلاف یا شخص واحد کے احوال کے اختلاف یا ایک حال میں اغراض کے اختلاف سے خیر و شر میں اختلاف ہو جاتا ہے، کبھی ایک کام ایک اعتبار سے ایک شخص کے موافق ہوتا ہے اور دوسرے اعتبار سے مخالف ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ ایک اعتبار سے خیر اور دوسرے اعتبار سے شر ہو گا، اس جگہ مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایسے امام ہیں کہ اخروی مقاصد تک پہنچانے والے راستے پر چلنے میں آپ کی اقتداء کی جاتی ہے اور آخرت میں آپ کی پیروی سے نفع ہی نفع ہو گا، حسن ہی حسن ہو گا اور دل پسند چیزیں ہی ہوں گی۔

"امام الخیر" کی اضافت بمعنی فی ہے' یعنی آپ نیکی میں امام ہیں۔ بمعنی لام بھی ہو سکتی ہے' یعنی آپ نیکی تک پہنچانے والے ہیں۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آپ بھلائی کے امام ہیں۔ نیکی آپ کے پیچھے پیچھے چلتی ہے۔ اور آپ اسے تمام جہان میں پھیلی ہوئی رحمت کے تقاضے کے مطابق اہل خیر تک پہنچا دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ" اے حبیب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت۔

"وَقَائِدِ الْخَيْرِ" یہ قادَ یقُوْدُ سے اسم فاعل ہے' کسی کو آگے سے کھینچنا تاکہ وہ پیچھے پیچھے چلے' خواہ درمیان میں رابطہ حسی ہو یا معنوی۔

"يَغْبِطُهُ" یہ باب ضرب اور سمع سے استعمال ہوتا ہے۔ غبطہ (رشک) کا مطلب یہ ہے کہ کسی صاحب نعمت کو دیکھ کر یہ آرزو کی جائے کہ یہ نعمت مجھے بھی حاصل ہو جائے' یہ آرزو نہ ہو کہ اس کی نعمت زائل ہو جائے۔ بعض اوقات غبطہ سے اس کا لازم مراد لیا جاتا ہے' یعنی کسی نعمت کو دیکھ کر مسرور ہونا "فِيهِ" اس مقام میں الْأَوَّلُونَ اول کی جمع ہے "وَالْآخِرُونَ" آخر کی جمع ہے' یعنی اس دن جتنے لوگ حاضر ہوں گے سب رشک کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

"كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ" اور "كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ" کی بجائے بعض نسخوں میں "عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ" ہے۔

۱۳۔ تیرھواں درود شریف۔ شفاء شریف میں حضرت حسن بصری کے حوالے سے مذکور ہے وہ فرمایا کرتے تھے' جو شخص چاہتا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے حوض سے کامل ترین پیالے سے پانی پئے' تو اسے یہ درود شریف پڑھنا چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ (آخر تک)

آل پاک کی تعیین میں اقوال

نبی اکرم ﷺ کی آل پاک کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ آپ کے وہ قریبی رشتہ دار ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا اور صدقے کے بدلے انہیں فئی (جو مال جنگ کے بغیر حاصل ہو) اور مال غنیمت کا خمس عطا کیا گیا ہے۔ یہ جمہور علماء کا مذہب' امام شافعی نے اسی کی تصریح کی ہے اور امام باجی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ صدقہ کن لوگوں پر حرام ہے؟ ان کی تعیین میں بھی متعدد اقوال ہیں۔ (۱) یہ بنو ہاشم اور قیامت تک ان کی اولاد ہے۔ یہ ابن قاسم' امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب کا قول ہے۔ یہی امام مالک کا مشہور مذہب ہے۔ (۲) امام شافعی نے فرمایا: یہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔ مذہب مالکی میں بھی یہ ایک قول ہے۔ (۳) یہ تمام امتی ہیں یعنی جو آپ پر ایمان لائے' یہ قول امام مالک اور اکثر علماء کی طرف منسوب ہے' ازہری نے فرمایا: یہ صواب کے قریب ہے۔ امام نووی نے اسے اختیار کیا۔ ان کے علاوہ بھی متعدد اقوال ہیں جن کا ذکر موجب طوالت ہے۔

صحابی کی تعریف

"وَأَصْحَابِهٖ" اصحاب جمع ہے صَحْبٌ کی اور وہ سیبویہ اور اس کے متبعین کے نزدیک صاحب کا اسم جمع ہے اور یہی مختار

ہے۔ اخفش اور کسائی کے نزدیک صاحب کی جمع ہے۔ لغت کے اعتبار سے اسے ترجیح ہے' عرف شریعت میں صحابی وہ شخص ہے جو اعلان نبوت کے بعد اور وصال سے پہلے حالت ایمان کے ساتھ' بیداری میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو' خواہ اس نے آپ سے کوئی روایت نہ کی ہو' نہ زیادہ دیر آپ کی خدمت میں حاضر رہا ہو' نہ آپ کے پاس بیٹھا ہو' چاہے نابینا ہونے کے سبب آپ کی زیارت نہ کی' یا حضور ﷺ نے اسے نہ دیکھا ہو' یا وہ بچہ ہو یا بعد میں (معاذ اللہ) مرتد ہو گیا اور ارتداد کے بعد بارگاہ اقدس میں حاضر نہیں ہوا' لیکن اس کی وفا ایمان پر ہوئی ہو' تو وہ صحابی کہلائے گا۔

"وَاَوْلَادِہٖ" یہ وَلَدٌ کی جمع ہے اور مذکر و مونث کو شامل ہے' سہیلی فرماتے ہیں اس کا استعمال بیٹوں اور پوتوں کے لئے مجازاً نہیں حقیقتاً ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے

نبی اکرم ﷺ کے تین صاحبزادے ہیں۔ (۱) حضرت قاسم (۲) حضرت ابراہیم (۳) اور حضرت عبد اللہ انہیں ہی طیب و طاہر کہا جاتا ہے۔ صحیح ہے کہ یہ تینوں نام ایک ہی صاحبزادے کے ہیں اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ (۱) حضرت زینب (۲) حضرت رقیہ (۳) حضرت ام کلثوم (۴) حضرت فاطمہ یہ تمام اولاد رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ آپ کی کنیز حضرت ماریہ سے ہیں' تمام صاحبزادے بچپن میں داغ مفارقت دے گئے' صاحبزادیوں نے ازدواجی زندگی بسر کی۔ حضرت زینب کا نکاح ان کے خالہ زاد ابوالعاص الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے ہوا۔ ان کے ہاں ایک صاحبزادہ حضرت علی اور دو صاحبزادیاں حضرت امامہ اور حضرت امیمہ پیدا ہوئیں' حضرت رقیہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تو ان کے ہاں حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان غنی سے کر دیا۔ ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت فاطمہ زہراء سے حضرت علی مرتضیٰ نے نکاح کیا۔ ان کے ہاں تین صاحبزادے حضرت حسن' حضرت حسین اور حضرت محسن اور تین صاحبزادیاں حضرت ام کلثوم' حضرت زینب اور حضرت رقیہ پیدا ہوئیں۔ نبی اکرم ﷺ کی پہلی تینوں صاحبزادیاں آپ کی ظاہری حیات میں وصال فرما گئیں' ان میں سے کسی نے بھی اپنے پیچھے اولاد نہیں چھوڑی' صرف حضرت فاطمہ ہیں جنہوں نے اپنے بعد اولاد چھوڑی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آل اور اہلبیت کون لوگ ہیں؟

"وَاَھْلِ بَیْتِہٖ" یہ حضرت علی' حضرت جعفر' حضرت عقیل' حضرت عباس کی آل ہے رضی اللہ عنہم جیسے کہ مسلم شریف میں

حضرت زید بن ارقم ﷺ کی روایت میں ہے۔ آیۂ تطہیر "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا" (اللہ چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے پلیدی دور رکھے اور تمہیں پاک رکھے) پاک رکھنا کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت علی حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین ﷺ ہیں' یہی جمہور کا قول ہے' قول مختار یہ ہے کہ اس سے مراد ازواج مطہرات اور آل پاک دونوں ہیں' اس کے علاوہ بھی مختلف اقوال ہیں۔

مواہب لدینہ میں ہے' اس جگہ چار لفظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

(۱) آل (۲) اہل بیت (۳) ذوی القربیٰ (۴) عترت

آل کے بارے میں چند اقوال ہیں۔

(۱) وہ نبی اکرم ﷺ کے گھر والے ہیں (ازواج مطہرات)

(۲) یہ وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے اور اس کے عوض انہیں مال غنیمت کے خمس کا پانچواں حصہ دیا گیا ہے۔

(۳) وہ لوگ ہیں جو آپ کے دین پر ہیں اور آپ کے پیروکار ہیں۔

اہل بیت سے متعلق چند اقوال یہ ہیں۔

(۱) وہ لوگ ہیں جو آپ کے قریبی دادا سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۲) جو کسی رحم میں آپ کے ساتھ شریک ہوں۔

(۳) جن کا نسبی یا سببی (یعنی عقد نکاح کے ذریعے) آپ سے تعلق ہو۔

ذوی القربیٰ سے مراد کون ہیں؟ اس روایت سے واضح ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اقرباء کی محبت

واحدی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" (تم فرمادو کہ میں تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا' البتہ! یہ کہتا ہوں کہ ذوی القربیٰ سے محبت رکھنا) صحابہ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! یہ کون سے حضرات ہیں جن کی محبت کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے' تو آپ نے فرمایا: علی مرتضیٰ' فاطمہ زہراء اور ان کے دو صاحبزادے ﷺ۔

عترت کا معنی بعض لوگوں نے قبیلہ کہا ہے اور بعض نے ذریت قرار دیا ہے۔ قبیلہ وہ قریبی رشتہ دار ہیں اور ذریت آدمی کی نسل اور بیٹی کی اولاد کو کہتے ہیں' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "وَ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ (یہاں تک کہ فرمایا) وَ عِیْسٰی" حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ والدہ ماجدہ حضرت مریم کی طرف سے ہی ہے' ابن عرفہ نے آیت شریفہ سے اس استدلال کا رد کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد تو موجود ہی نہیں ہیں' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس کا باپ موجود ہو وہ صرف اس کی ذریت ہو جس کے ساتھ ماں کے ذریعے متعلق ہے۔

"وَاَصْهَارِہٖ" صِہْرٌ کی جمع ہے' اس کا استعمال زوج کے رشتہ داروں' زوجہ کے رشتہ داروں' بیٹی اور بہن کے شوہر کے لئے کیا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصار

"وَاَنْصَارِہٖ" نَاصِرٌ کی جمع ہے' جیسے شَاهِدٌ کی جمع اَشْهَادٌ ہے' یہ نَصَرَ یَنْصُرُ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے' ناصر اس شخص کو کہتے ہیں جو مقصد کے حصول میں معین و مددگار ہو۔ دشمن اور مقصد کے درمیان حائل ہونے والے کو ختم کرے اور اذیت پہنچانے کا ارادہ رکھنے والے کو دفع کرے۔ یہ ہر اس شخص کا وصف ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد کی۔ کلمہ حق کے بلند کرنے اور عناد رکھنے والے کافروں کا قلع قمع کرنے میں تقویت پہنچائی۔ آپ کو ظاہری طور پر پناہ دی اور درپے آزار لوگوں کے شر سے آپ کی حفاظت کی۔ چونکہ (مدینہ طیبہ کے دو قبیلوں) اوس اور خزرج کا ان صفات میں بہت بڑا مقام تھا' اس لئے عرف شریعت میں ان کو ہی انصار کہا جاتا ہے اور بطور غلبہ استعمال ان کا یہ علم بن گیا ہے۔ اس کا واحد انصاری ہے' اس صورت میں لفظ مفرد میں ان کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اگرچہ بظاہر لفظ انصار عام ہے اور ہر مدد کرنے والے کو شامل ہے' لیکن ممکن ہے کہ متن میں صرف انصار مدینہ مراد ہوں' اور اگر ہر مدد کرنے والا مراد ہو تو ہو سکتا ہے کہ آپ کے زمانہ مبارکہ کے حضرات ہی مراد ہوں' ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو قیامت تک قول' فعل' تعلیم علم' شریعت مطہرہ کے دفاع یا امداد کے کسی اور طریقے سے دین مصطفی کی امداد کرے۔

"وَاَشْيَاعِہٖ" اور آپ کے متبعین اور مددگاروں پر۔ اَشْيَاعٌ جمع ہے شِيْعَةٌ کی۔ شِيْعَةُ الرَّجُلِ کسی مرد کی جماعت اور متبعین کو اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہ اس کے اغراض و مقاصد کے موافق اور ہمنوا ہوتے ہیں اور کسی سبب مثلاً نسب' دین' دوستی' شہر' فن یا اور کسی امر جامع کی بنا پر اس شخص کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ شیعۃ کا استعمال واحد' جمع اور مونث و مذکر کے لئے یکساں ہوتا ہے' اس سے مراد صرف وہ مخلص مومن ہو سکتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں تھے۔ امت بھی مراد ہو سکتی ہے' خواہ آپ کے زمانے میں ہو یا بعد میں آپ پر ایمان لائے اور آپ کی پیروی کرے۔

"وَمُحِبِّيْهِ" یہ مُحِبٌّ کی جمع ہے اور اَحَبَّ يُحِبُّ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے' محبت سے عام محبت بھی مراد ہو سکتی ہے اور خاص سچی محبت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ جس کی بنا پر ایک محب اپنے محبوب کو اپنی جان اور اہل و مال پر ترجیح دے دیتا ہے۔

"وَاُمَّتِہٖ" امت وہ جماعت ہے جسے کوئی امر اکٹھا کر دے خواہ وہ دین ہو' زمانہ ہو یا مکان یا ایسی ہی کوئی دوسری چیز ہو۔ خواہ ان کو قابو کر کے یکجا کیا گیا ہو یا ان کے اختیار سے' اس جگہ وہ لوگ مراد ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین قدیم پر مجتمع اور متفق ہیں۔

"وَعَلَيْنَا" اور ہم پر رحمت نازل فرما اس سے مراد یا تو صرف متکلم ہے یا متکلم اور اس کے خواص مراد ہیں۔ بہر صورت یہ تعمیم کے بعد تخصیص ہے۔ حضرت ابو عبداللہ عربی فرماتے ہیں کہ جمع کی ضمیر اس لئے لائے ہیں تاکہ دعا کے مختلف آداب

جمع ہو جائیں۔ (۱) اپنی ذات کی کسی قدر تعیین ہو جائے' (۲) اپنے آپ کو اجمالاً ذکر کیا جائے اور ایک بڑی جماعت میں داخل کر دیا جائے' تاکہ اپنے آپ کو منفرد طور پر ذکر کرنے سے عجب پیدا نہ ہو' اپنی انا کا اظہار نہ ہو اور یہ خیال پیدا نہ ہو کہ میں اکیلا ہی کافی ہوں۔

"مَعَهُمْ" یہ ضمیر یا تو ماقبل قریب کی طرف راجع ہے یعنی "اُمَّتِهٖ" یا "وَعَلٰی آلِهٖ" اور اس کے تمام معطوفات کی طرف راجع ہے' یعنی ان سب حضرات کی تبعیت میں ہم پر بھی رحمت نازل فرما۔

اَجْمَعِیْنَ یہ ضمیر متکلم اور ضمیر غائب کے افراد کا احاطہ کرنے کی تاکید ہے یعنی ہم سب پر اور ان سب پر۔

"یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ" شیخ ابو عبد اللہ عربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اَرْحَمُ" اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور "رَاحِمُوْنَ رَاحِمٌ" کی جمع ہے۔ رحمت تمام تر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف نسبت اس لئے کر دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں رحمت پیدا فرما دی ہے۔ مخلوق کو محض اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ رحمت کے اعتبار سے رَاحِمٌ کہا جاتا ہے' ورنہ اپنے طور پر اس میں رحمت نہیں پائی جاتی' یعنی یہ اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہے جو مخلوقات میں ظاہر ہوئی ہے اور ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ جب اس اعتبار سے مخلوق کو رحمت والا کہا جا سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی نسبت سے زیادہ رحمت والا کہا جا سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبعیت میں تمام انبیاء پر صلوٰۃ

اس درود شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا پر صلوٰۃ بھیجی گئی ہے' یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صلوٰۃ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجی جائے گی' دیگر انبیاء کرام پر بھی نہیں بھیجی جائے گی' یہ قول ضعیف ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صلوٰۃ صرف انبیاء پر بھیجی جائے گی غیر انبیاء پر ان کی تبعیت میں بھیجی جائے تو جائز ہے اور اگر مستقل طور پر ہو (جیسے کہیں حضرت ابوبکر علیہ الصلوٰۃ) تو اسے جمہور نے ممنوع قرار دیا ہے۔ ممانعت میں اختلاف ہے کہ یہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے' امام نووی نے الاذکار میں تینوں قول نقل کئے ہیں اور فرمایا: بہت سے علماء کے نزدیک خلاف اولیٰ ہے۔ پھر فرمایا: کہ اکثر کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے' کیونکہ یہ اہل بدعت (شیعہ) کا نشان ہے اور ہمیں اہل بدعت کے نشانات سے منع کیا گیا ہے۔

یہ گفتگو لفظ صلوٰۃ کے بارے میں تھی' لفظ سلام کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ صلوٰۃ کا ہم معنی ہے' لہٰذا غائب اور تنہا غیر نبی کے لئے اس کا استعمال نہیں کیا جائے گا' اس پر اتفاق ہے کہ حاضر کو اس کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا۔ (جیسے السلام علیکم) شفاء شریف میں ہے۔

انبیاء کرام' صحابہ اور اولیاء کے لئے دعاء کے مختلف الفاظ

انبیاء کرام کے علاوہ ائمہ اور بزرگان دین کے لئے مغفرت اور رضا کی دعا کی جائے (مثلاً کہا جائے رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ)

بعض علماء نے کہا "عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ" نبی اکرم ﷺ اور رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ صحابہ اور رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی باقی مومنین کے ساتھ خاص ہے۔ ابن عربی نے فرمایا: مخصوص مراتب کے لئے الفاظ بھی مخصوص ہیں۔

امام نووی نے فرمایا:

صحابہ، تابعین اور ان کے بعد علماء، صلحاء اور باقی نیک لوگوں کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رحمہ اللہ تعالیٰ کہنا مستحب ہے۔ بعض علماء کا یہ کہنا کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کے ساتھ خاص ہے اور غیر صحابہ کے لئے صرف رحمہ اللہ تعالیٰ کہا جائے گا، صحیح نہیں ہے۔ صحیح وہی ہے جو جمہور کا مختار ہے کہ غیر صحابہ (صالحین) کے لئے بھی رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے، اس کے بے شمار دلائل ہیں۔

یہ آخری درود شریف ہے جو حضرت مولف نے شفاء شریف سے نقل کیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ[1] عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ وَ صَلِّ عَلٰی

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان لوگوں کی تعداد کے مطابق درود بھیج جنھوں نے آپ پر

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْهِ وَ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

درود بھیجا اور ان لوگوں کی تعداد کے برابر جنھوں نے آپ پر درود نہیں بھیجا اور ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ پر

كَمَا اَمَرْتَنَا بِالصَّلٰوةِ عَلَیْهِ وَ صَلِّ عَلَیْهِ كَمَا یُحِبُّ[2] اَنْ یُّصَلّٰی عَلَیْهِ ○

درود بھیج جیسے تو نے ہمیں ان پر درود بھیجنے کا حکم دیا اور ان پر درود بھیج جیسے آپ پسند فرماتے ہیں کہ آپ پر درود بھیجا جائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ[3] عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَنَا

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر درود بھیج جیسے تو نے ہمیں ان پر درود بھیجنے

اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْهِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا

کا حکم دیا ہے۔ اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر درود بھیج

مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ[4] اَهْلُهٗ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا

جیسے کہ وہ اس کے اہل ہیں۔ اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر

مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ[5] وَ تَرْضَاهُ لَهٗ ○ اَللّٰهُمَّ یَا رَبِّ[6] سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ

درود بھیج جیسے کہ تو ان کے لئے پسند کرتا ہے۔ اے اللہ! اے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَعْطِ

آل کے رب! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہمارے آقا

سَیِّدَنَا مُحَمَّدَ نِ الدَّرَجَةَ وَالْوَسِیْلَةَ فِی الْجَنَّةِ۝ اَللّٰھُمَّ یَارَبَّ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جنت میں درجہ اور وسیلہ عطا فرما اے اللہ! اے ہمارے

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ اجْزِ

آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل کے رب!

سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاھُوَ اَھْلُهٗ۝

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو وہ جزا دے جس کے وہ اہل ہیں۔

حضرت امام شافعی کے درود پاک کے پانچ جملے

۱۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ" حضرت عزفی اور ابوالعباس بن مندیل نے تحفۃُ المقاصد میں فرمایا کہ کسی شخص نے خواب میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے فرمایا: مجھے بخش دیا۔ پوچھا کس سبب سے؟ تو فرمایا: پانچ کلمات کے سبب جن کے ساتھ میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا کرتا تھا۔ پوچھا گیا' وہ کلمات کیا ہیں؟ انہوں نے یہی درود شریف بیان کیا جو اس جگہ دلائل الخیرات میں ہے' لیکن اس میں پانچ کی بجائے چار کلمے ہیں۔ پانچواں جملہ یہ ہے

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تَنْبَغِی الصَّلٰوۃُ عَلَیْهِ

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیج جیسے کہ ان پر درود بھیجنا چاہئے

اس کے بعد حزب کی ابتدا میں یہ درود شریف آئے گا جس میں پانچ کلمات ہیں اور اس جگہ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کا اضافہ ہے۔

"عَدَدَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ" ان لوگوں کی تعداد کے برابر جنہوں نے آپ پر درود بھیجا جیسے کہ فرشتے اور ایماندار جن اور انسان ہیں۔ "وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْهِ" اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان لوگوں کی تعداد کے برابر درود بھیج جنہوں نے آپ پر درود نہیں بھیجا یعنی انسانوں اور جنوں میں سے' اگر درود سے زبانی درود شریف مراد ہو تو اس گروہ میں پتھر' بے زبان جانور اور وہ لوگ داخل ہو جائیں گے جو زبان سے درود پاک ادا نہیں کرتے' ان دونوں گروہوں (درود بھیجنے والے اور نہ بھیجنے والے) سے مراد تمام موجودات ہیں۔

"کَمَا اَمَرْتَنَا" جیسے کہ تو نے ہمیں حکم دیا ہے یعنی ایسا درود بھیج جو تیرے امر کے موافق ہو' وہ امر اس آیۃ کریمہ میں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اے ایمان والو! تم میرے حبیب پر درود و سلام بھیجو سلام بھیجنا

"کَمَا اَمَرْتَنَا" میں جو تشبیہ دی گئی ہے اس کے چند مطلب ہو سکتے ہیں (۱) جتنے لوگوں کو تو نے حکم دیا ان کی تعداد کے مطابق تو درود بھیج۔ (۲) تو نے ہمیں حبیب کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے اور تو ہمیں ایسی چیز کا حکم دے گا جو خود بھی کامل ہو گی اور ہمارے لئے بھی کمال ہو گی' ہم چونکہ طبعی طور پر قاصر ہیں' اس لئے تیری قدرت عطا کئے بغیر ہم اس کمال کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے' لہٰذا اے رب کریم! جس صلوٰۃ کاملہ کا تو نے ہمیں حکم دیا ہے اس کا تو خود ہی متولی ہو تاکہ تیرے کمال کی بدولت ہمارا نقص بھی معاف ہو جائے۔

بعض حضرات نے کہا کہ یہ کاف تعلیل کے لئے ہے' یعنی چونکہ تو نے ہمیں حکم دیا ہے اس لئے تو درود بھیجنے کا زیادہ حق دار ہے۔ کیونکہ تو کرم فرما اور محسن ہے اور ہم پر جو کچھ ظاہر ہو گا وہ تیرے اوصاف کے آثار سے ہو گا۔ تو بابرکت اور بلند ہے۔

"صَلِّ عَلَيْهِ" کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج کیونکہ تو نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم تجھ سے یہ سوال کریں (ورنہ ہم سوال کے علاوہ کر بھی کیا سکتے ہیں اور وہ بھی تیرے فضل سے)

☆ "کَمَا یُحِبُّ" یہ محبت سے مشتق ہے اور اس کی ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے' نسخہ سہلیہ میں اسی طرح ہے' دوسرے نسخوں میں "یَجِبُ" ہے۔ جو وجوب سے مشتق ہے' روایت کے لحاظ سے یہ دونوں صحیح اور معتمد نسخے ہیں۔

"اَنْ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ" اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص اس طرح درود شریف پڑھے' اے اللہ! حضور سید عالم ﷺ پر ایک لاکھ مرتبہ درود بھیج' تو کیا اسے اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھنے والے کو ملے گا؟؟ ابن عرفہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے سے زیادہ اور لاکھ مرتبہ پڑھنے والے سے کم ثواب ملے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اسے حقیقتاً ایک لاکھ مرتبہ درود پڑھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ عدد کا کوئی اعتبار نہیں ہے' یعنی اسے صرف ایک مرتبہ کا ثواب ملے گا۔ حضرت ابی نے پہلے اور دوسرے قول پر دلیل قائم کی ہے۔

شیخ زروق نے اپنی کتاب "قواعد" میں فرمایا کہ جو ذکر عدد پر مشتمل ہو مثلاً سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا' یا اس سے کم' یا صرف ایک مرتبہ ذکر کرنے کا ثواب ملے گا۔ صحیح یہ ہے کہ اتنی تعداد کا ثواب نہیں ملتا۔ اس کتاب کی ایک شرح میں ہے کہ کرم الٰہی کے پیش نظر پہلا قول بہتر ہے اور نظر بر ظاہر دوسرا قول لائق اعتبار ہے' پھر انہوں نے کہا' بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ حکم احوال اور اشخاص کے مختلف ہونے سے مختلف ہو گا۔ مثلاً ایک شخص کسی تکلیف یا مجبوری میں مبتلا ہے' وہ اس شخص کی طرح نہیں ہے جو کسی کام میں مصروف ہے اور جو کسی کام میں مشغول ہے' غفلت کا شکار ہے۔

وہ اس شخص کی طرح نہیں ہے جو کسی کام میں مصروف ہے اور جو کسی کام میں مشغول ہے وہ اس شخص جیسا نہیں جو شخص

خواب میں زیارت کے لئے درود شریف

۳ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ" یہ پانچ درود شریف (ایک یہ اور چار آئندہ) شیخ ابو محمد جبری کی کتاب سے اسی ترتیب کے ساتھ منقول ہیں' اتنا فرق ہے کہ حضرت مصنف نے روایت کرنے والے کا ذکر نہیں کیا۔ شیخ ابو محمد نے یہ درود شریف نیشاپوری کی کتاب "شرف المصطفیٰ" کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا اور اس کی فضیلت بیان کی۔ ابن الفاکہانی نے الفجر المنیر میں شفاء ابن سبع کے حوالے سے اس کا ذکر کیا۔ لیکن ابن الفاکہانی کی روایت میں "وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ" کے الفاظ نہیں ہیں۔ مروی ہے کہ جو شخص خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی آرزو رکھتا ہو' اسے یہ تین کلمات طاق مرتبہ کہنے چاہئیں' اسے خواب میں آپ کی زیارت نصیب ہو گی۔ اس روایت میں وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کے الفاظ نہیں ہیں' بعض حضرات نے فرمایا: یہ اضافہ بھی کرے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ' اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ

اے اللہ! اجسام میں نبی اکرم ﷺ کے جسم پر اور قبروں میں آپ کی قبر اطہر پر رحمت نازل فرما۔

۴ "کَمَا هُوَ اَهْلُهٗ" جیسے کہ نبی اکرم ﷺ اس کے اہل ہیں' یعنی آپ کی ذات اقدس پر وہ رحمت نازل فرما جو تیری بارگاہ میں ان کے مقام و مرتبہ سے لائق ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے "اَکْرِمْ زَیْدًا لِجَلَالَةِ قَدْرِهٖ" یعنی جس قدر زید کا مقام بلند و بالا ہے اتنا ہی بلند مرتبہ اس کا اعزاز ہونا چاہئے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ کاف تشبیہ کے لئے ہو' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کاف تعلیلیہ اور ما مصدریہ ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاذْکُرُوْهُ کَمَا هَدٰىکُمْ تم اللہ کا ذکر کرو اس لئے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اب اس عبارت کا معنی یہ ہو گا' اے اللہ! نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج کیونکہ آپ کی ذات اقدس میں اس امر کی صلاحیت ہے کہ تو ان پر درود بھیجے' جیسے کہا جاتا ہے "اَکْرِمْ زَیْدًا کَمَا هُوَ اَخُوْكَ" زید کی عزت کر کیونکہ وہ تیرا بھائی ہے۔

۵ "کَمَا تُحِبُّ" اے اللہ! نبی اکرم ﷺ پر وہ درود بھیج جو تیری اس محبت کے مناسب ہو جو تجھے آپ کی ذات اقدس سے ہے۔

"وَتَرْضَاهُ لَهٗ" وہ درود جو تو حضور اکرم ﷺ کے لئے قبول فرماتا ہے اور وہ درود آپ کے مرتبہ کے لائق ہے کیونکہ تو وہی درود قبول کرتا ہے۔ جو حضور کے مرتبے کے لائق ہے' لہٰذا تو وہی درود بھیجے گا تو تیری بارگاہ میں آپ کے مقام کے مناسب ہے۔

۶ "اَللّٰهُمَّ یَا رَبَّ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ" حضرت جبر نے یہ درود شریف حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث مرفوع کے حوالہ سے بیان کیا ہے اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی ہے اور کہا کہ یہ درود شریف "شرف المصطفیٰ" میں ہے۔

فرشتوں کو مشقت میں ڈالنا

امام طبرانی معجم کبیر اور معجم اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند ضعیف سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کہا' اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے حضور سید عالم ﷺ کو وہ جزا عطا فرمائے جس کے آپ اہل ہیں اس نے ستر لکھنے والے (فرشتوں) کو ایک ہزار صبح کے لئے مشقت میں ڈال دیا۔ ابو نعیم نے یہ حدیث حلیۃ الاولیاء میں بیان کی اور فرمایا: یہ حدیث غریب ہے (یعنی سند کے کسی مرتبے میں راوی ایک ہے)

"یَا رَبَّ مُحَمَّدٍ" کا معنی ہے' اے سید عالم ﷺ کے مالک و سید! نعمتوں اور امداد سے آپ کی تربیت فرمانے والے! اور ہمیشہ وہ کام کرنے والے جس میں آپ کا فائدہ ہے! آپ کو انعام دینے والے! اور منازل قرب سے مشرف فرمانے والے! اللہ اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب آپ ہی کو حاصل ہے۔ "یَا رَبَّ مُحَمَّدٍ" میں مضاف الیہ کی شرافت کا اظہار کرنے کے لئے اضافت کی گئی ہے' اس جگہ اللہ تعالیٰ کا اسم کریم اس طریقے پر طلب عنایت کے لئے لایا گیا ہے۔

"صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ" اس جگہ آل سے پہلے لفظ علیٰ نہیں ہے۔

"وَاَعْطِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَطَا یَعْطُوْ" کا معنی کسی چیز کا سہولت کے ساتھ حاصل کرنا اور اَعْطٰی کا معنی دینا ہے۔ ابن الجزر نے کہا' یہ مادہ ایسا ہے کہ جس صورت میں بھی ہو اس کا معنی سہولت سے خالی نہیں ہوتا "اَعْطِہٖ" کا معنی یہ ہوا کہ انہیں اس حال میں بنا کہ وہ اس مطلوب کی تیری قدرت سے با آسانی حاصل کر سکیں۔ "الدَّرَجَہ" اس کا معنی مرتبہ ہے' اس جگہ صفت محذوف ہے یعنی بلند مرتبہ "وَالْوَسِیْلَۃَ فِی الْجَنَّۃِ" جنت آخرت میں دار ثواب کا نام ہے۔

"اِجْزِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا" اِجْزِ ہمزہ وصلی کے ساتھ فعل دعا ہے جَزٰی یَجْزِیْ سے۔ اس کا معنی ہے کسی کے ساتھ اس کے فعل کے مطابق معاملہ کرنا' اگر اس کا کام اچھا ہے تو اسے ثواب دینا اور برا کام ہے تو اسے سزا دینا' جزا کو کبھی صفت کے ساتھ مقید ذکر کرتے ہیں۔ (مثلاً اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو جزائے خیر دے) اور کبھی مراد تو تقیید ہی ہوتی ہے لیکن قرینہ مقام کی بنا پر مطلق ذکر کر دیتے ہیں' جیسے کہ اس جگہ ہے کیونکہ یہ مقام عصمت اور اس کمال کا مقام ہے کہ جس سے زیادہ عزت والا بارگاہ خداوندی میں کوئی مقام نہیں ہے' مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تیرے احکام کی جس قدر تعمیل کی ہے اس کی جزائے خیر عطا فرما۔

"مَاھُوَ اَھْلُہٗ" اے اللہ! تیرے حبیب کریم ﷺ تیری بارگاہ میں معزز اور مکرم ہیں' انہیں وہ جزا عطا فرما جس کے وہ تیری بارگاہ میں مستحق ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَھْلِ

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل اور اہل بیت پر

بَیْتِہٖ○ اَللّٰھُمَّ[۲] صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر

حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنَ الصَّلٰوۃِ شَیْءٌ○ وَّارْحَمْ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا

یہاں تک کہ درود سے کوئی شے باقی نہ رہے اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

وَّاٰلَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنَ الرَّحْمَۃِ[۳] شَیْءٌ○ وَبَارِكْ

اور آپ کی آل پر رحمت فرما' یہاں تک کہ رحمت سے کوئی شے باقی نہ رہے اور برکت

عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنَ الْبَرَکَۃ

نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر یہاں تک کہ برکت سے

شَیْءٌ○ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی

کوئی شے باقی نہ رہے اور سلامتی نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر

مِنَ السَّلَامِ شَیْءٌ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ[۴] عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ○

یہاں تک کہ سلامتی سے کوئی شے باقی نہ رہے۔ اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر پہلوں میں

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ○ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

اور رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر پچھلوں میں اور رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

فِی النَّبِیِّیْنَ○ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْمُرْسَلِیْنَ[۵]○ وَصَلِّ

پر نبیوں میں اور رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رسولوں میں اور رحمتیں نازل

عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ○

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر فرشتوں میں قیامت کے دن تک

[۱] "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ" حضرت جبر اپنی کتاب "مشرق" میں احمد بن موسیٰ سے وہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے راوی ہیں کہ جو شخص ہر دن یہ درود شریف پڑھے گا' اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا' ان میں سے تیس دنیا میں ہوں گی۔ آل اور اہل بیت کا فرق اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

[۲] "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ" حضرت جبر نے یہ درود شریف بروایت حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً بیان کیا اور اس کی بڑی فضیلت و منقبت بیان کی جو اس درود شریف کے بارگاہ رسالت میں پیش کرنے والے صحابی کو

نے کسی قدر مختلف بیان کیا۔ حضرت جبر کی بیان کردہ حدیث حاصل ہوئی۔ یہ درود شریف ابن سبع نے بھی بیان کیا اور ابن وداعہ نے کسی قدر مختلف بیان کیا۔ طبرانی نے یہ حدیث حضرت زید بن ثابت سے حاکم نے حضرت ابن عمر کی روایت سے بیان کی۔ ذہبی نے کہا' یہ موضوع ہے۔ طبرانی نے یہ حدیث حضرت زید بن ثابت سے ایسی سند سے بیان کی کہ اس میں متعدد راوی مجہول ہیں۔

"حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنَ الصَّلٰوةِ شَيْءٌ" اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ اے رب کریم! تو نے اپنے تمام انبیاء' فرشتوں اور خواص پر جتنے درود بھیجے ہیں ان سب کے برابر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج' جن حضرات پر اللہ تعالیٰ نے درود بھیجا ہے ان میں نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس بھی ہے۔ پس اس وقت مطلب یہ ہے اے مولائے کریم! تو نے اپنے خواص پر جس قدر درود بھیجے ہیں' ان سب کے برابر نبی اکرم ﷺ پر بھیج اور اس سے پہلے جو درود نبی اکرم ﷺ پر بھیجے جا چکے ہیں' ان کے اعتبار سے آپ کو سب پر فوقیت حاصل ہو گی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو خصوصی عطیات آپ کو عطا فرمائے ہیں۔ وہ ان نوازشات سے زیادہ ہیں جو اس نے اپنے خواص انبیاء اور ملائکہ کو عطا فرمائے ہیں۔

حضرت رصاع نے اس کا ایک اور مطلب بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ اس کلام میں رحمت و نعمت کے عطا کرنے میں مبالغہ مقصود ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فلاں شخص کو ہر چیز دے دی' یا کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فلاں پر اتنا انعام کیا کہ کوئی نعمت ہی باقی نہ رہی۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے اتنی اہم نعمت دی گئی ہے کہ دوسری نعمت کی طرف نظر ہی نہیں جاتی یا اس نعمت کے بڑے ہونے اور دیکھنے والے کی آنکھ کو پر کر دینے کے سبب یہ گمان کیا جاتا ہے کہ اس سے بڑی کوئی نعمت ہی نہیں ہے' اس کلام اور اس جیسے کلام کو ایسی تخصیص پر محمول کرنا ضروری ہے تاکہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی ختم ہو گئی ہے۔ چنانچہ آئندہ عبارت میں رحمت' برکت اور سلام کا یہی مطلب مراد لیا جائے گا۔

؎ "لَا يَبْقٰى مِنَ الرَّحْمَةِ" اکثر نسخوں میں لفظ رحمت مفرد ہے' بعض نسخوں میں جمع واقع ہے۔

"حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنَ الْبَرَكَةِ" یہ مفرد اور جمع ہونے میں لفظ رحمت کی طرح ہے' البتہ! اس سے پہلے لفظ صلوٰۃ وہ مفرد ہی ہے۔

؎ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ" یہ درود پاک حضرت جبر نے حضرت سعید بن عطارد سے نقل کیا ہے' یہ تین دفعہ صبح اور تین دفعہ شام پڑھا جائے گا' انہوں نے اس کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔

اولین سے کون لوگ مراد ہیں؟

"فِي الْاَوَّلِيْنَ" اس میں چند احتمال ہیں۔ (۱) اس سے سابقہ امتوں کے وہ ایماندار افراد مراد ہیں جو اس امت سے زمانی طور پر پہلے ہیں۔ (۲) اس امت کے ابتدائی افراد مراد ہیں۔ (۳) وہ لوگ مراد ہیں جو اس درود شریف سے پہلے ہیں۔ یہ احتمالات اس صورت میں ہیں کہ زمانہ وجود میں ان کی اولیت مراد ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صلوٰۃ کے اعتبار سے اولیت مراد ہو اب معنی یہ ہو گا کہ آپ پر درود بھیج ان لوگوں میں جن پر تو نے پہلے درود بھیجا اور ان لوگوں میں جن پر تو بعد میں درود بھیجے گا۔ اس وقت

اولین اور آخرین سے مراد وہ حضرات ہوں گے جن پر درود بھیجا گیا ہے۔

"وَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِى الْاٰخِرِيْنَ" اولین کی طرح مقابلتا اس میں بھی تین احتمال ہیں کہ آخرین سے مراد یا تو یہ امت ہے یا اس امت کے آخری افراد اور یا وہ افراد مراد ہیں جو اس درود شریف کے بعد آئیں گے۔

۵ "فِى الْمُرْسَلِيْنَ" یہ عام کے بعد خاص کا ذکر ہے' کیونکہ نبی عام اور رسول خاص ہے۔

"فِى الْمَلَاءِ مَلَآءٌ" مطلق جماعت کو کہا جاتا ہے یا بزرگ اور صاحب رائے جماعت کو کہتے ہیں' جو آنکھوں اور دلوں کو بزرگی اور وقار سے بھر دے۔ "الاعْلٰى" یہ ملاء کی صفت ہے' اس کا لفظی معنی ہے زیادہ بلند' اس سے مراد فرشتے ہیں' بعض حضرات کے نزدیک اس سے مراد آسمانی فرشتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مقام آسمان ہے اور آسمان زمین سے بلند ہے۔ فرشتوں میں عموماً نہ تو کفر پایا جاتا ہے نہ معصیت' بلکہ وہ ہمیشہ بارگاہ قدس۔ محل قرب و مشاہدہ اور وحی کے سننے کے مقام میں رہتے ہیں' اس لئے انسانوں اور جنوں سے افضل ہیں۔

"اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ" ایسی رحمت نازل فرما جو قیامت کے دن تک ہمیشہ جاری رہے' یوم الدین کا معنی ہے جزا کا دن "دَانَهٗ يَدِيْنُهٗ" کا معنی ہے فلاں شخص کو جزا دی۔ کہا جاتا ہے "كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ" جیسا تم معاملہ کرو گے ویسی ہی جزا دیئے جاؤ گے۔

اس درود پاک میں جمع کے صیغوں پر جو لفظ فِیْ داخل ہے (مثلاً فی الاولین اور فی الآخرین) اس کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) اختصاص یعنی اللہ تعالیٰ اولین و آخرین میں سے خاص طور پر آپ پر رحمت خاصہ نازل فرمائے۔ (۲) شمول یعنی آپ سمیت اولین و آخرین پر رحمت نازل فرمائے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ ان جماعتوں پر درود بھیجا گیا ہو۔ (۳) یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ درود اللہ تعالیٰ اور اولین و آخرین سے حاصل ہو' جیسے کہا جاتا ہے "جَاءَ الْاَمِيْرُ فِى الْجَيْشِ" یعنی امیر بھی آیا اور اس کے ساتھ لشکر بھی آیا۔ (۴) مذکورہ جماعتوں سے درود کا حصول مقصود ہو۔ لیکن آخری دو صورتوں پر یہ سوال باقی رہ جائے گا کہ جب اولین سے مراد سابقہ امتوں کی گزرے ہوئے امتی مراد ہوں تو کیا وہ دنیا سے جانے کے بعد درود بھیجیں گے۔ حضرت ابو عبد اللہ عربی فرماتے ہیں کہ ایک صورت یہ مراد ہو سکتی ہے کہ زندوں کا ہر طبقہ بعد میں آنے والوں کے لئے اولین میں سے ہو اور جب وہ فوت ہو جائیں تو پہلوں کی نسبت سے انہیں آخرین کہا جائے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مقام وسیلہ' فضیلت

الشَّرَفَ وَالدَّرَجَةَ الْكَبِيْرَةَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اٰمَنْتُ بِسَيِّدِنَا

بزرگی اور بڑا درجہ عطا فرما' اے اللہ! میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

مُحَمَّدٍ وَّلَمْ اَرَهٗ فَلَا تَحْرِمْنِىْ فِى الْجِنَانِ رُؤْيَتَهٗ وَارْزُقْنِىْ

پر ایمان لایا' حالانکہ میں نے ان کی زیارت نہیں کی' پس تو مجھے جنت میں ان کی زیارت سے محروم نہ فرما' مجھے

صُحبَتَهٗ وَ تَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِهٖ وَ اسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِهٖ مَشْرَبًا

ان کی صحبت عطا فرما' مجھے ان کی ملت پر قبض فرما اور مجھے ان کے حوض سے سیراب کرنے والا۔

رَوِیًّا سَائِغًا هَنِیْئًا لَّا نَظْمَاءُ بَعْدَهٗ اَبَدًا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

حلق سے با آسانی اترنے والا اور خوشگوار پانی پلا جس کے بعد ہم کبھی پیاسے نہ ہوں' بے شک تو ہر ممکن پر

قَدِیْرٌ ○ اَللّٰهُمَّ اَبْلِغْ رُوْحَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّنِّیْ تَحِیَّةً وَّ سَلَامًا ○ اَللّٰهُمَّ

قادر ہے۔ اے اللہ! سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح کو میری طرف سے تحفہ اور سلام پہنچا' اے اللہ!

وَ کَمَا اٰمَنْتُ بِسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ لَمْ اَرَهٗ فَلَا تَحْرِمْنِیْ فِی الْجِنَانِ

جیسے کہ میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر زیارت کئے بغیر ایمان لایا ہوں' پس تو مجھے جنت میں ان

رُؤْیَتَهٗ ○ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْکُبْرٰی وَ ارْفَعْ

کے دیدار سے محروم نہ فرما۔ اے اللہ! سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت کبریٰ قبول فرما' ان کا

دَرَجَتَهُ الْعُلْیَا وَ اٰتِهٖ سُؤْلَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰی کَمَا

بلند مرتبہ مزید بلند فرما اور دنیا و آخرت میں ان کا مقصد عطا فرما' جیسے تو نے

اٰتَیْتَ سَیِّدَنَا اِبْرٰهِیْمَ وَ سَیِّدَنَا مُوْسٰی ○

حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کو عطا فرمایا۔

لے "اَلْفَضِیْلَةُ" یہ فضل سے فَعِیْلَةٌ کا وزن ہے جس کا معنی زیادہ کمال ہے اور اس جگہ اس مرتبے کے اعتبار سے آپ کی تمام جہانوں پر زیادتی مراد ہے' جس میں کوئی بھی شریک نہیں ہو گا۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ تمام خواص سے آگے ہوں گے' عرش پر جلوہ افروز ہوں اور شفاعت کبریٰ فرمائیں گے' اس شفاعت کے ذریعے تمام اہل محشر پر آپ کا احسان ہو گا۔

وَالشَّرَفِ اور جاہ و منزلت کی بلندی وَالدَّرَجَةَ الْکَبِیْرَةَ اور عظیم الشان درجہ

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اٰمَنْتُ" اے اللہ! میں نے تصدیق کی۔ بِمُحَمَّدٍ حضور سید عالم ﷺ کی رسالت کی اور ہر اس چیز کی جو آپ لائے۔ جس کی آپ نے خبر دی اور جس چیز کی آپ سے خبر دی گئی اور میں نے آپ کی پیروی کی اور آپ کے دین قویم کو لازم پکڑا' یہ پیروی اور دین کا التزام تصدیق کا نتیجہ ہے۔

"وَلَمْ اَرَهٗ" واؤ حال کے لئے اور جملہ حالیہ ہے' یعنی اس حال میں کہ میں نے آپ کی زیارت نہیں کی' زیارت نہ کرنے کی وجہ یا تو با مجبوری ہے مثلاً زمانی طور پر موخر ہونا ہے' جیسے کہ اس جگہ ہے یا ایسے ہی کسی اور سبب سے' مثلاً حضرت اویس قرنی

ﷺ ورنہ مقام توسل میں اس کا ذکر نہ کیا جاتا۔ قرآن و حدیث میں ایمان بالغیب کی تعریف کی گئی ہے' شاید کہ اس طریقے پر ایمان لانا بھی اسی سلسلے میں شامل ہے' نبی اکرم ﷺ نے ایسے لوگوں کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر فرمایا اور انہیں ازراہ کرم اخوان (بھائیوں) کے عنوان سے یاد فرمایا۔

"فَلَا" فاء سببیہ اور لا دعائیہ ہے' یعنی اس سبب سے کہ زیارت کئے بغیر میں نبی اکرم ﷺ پر ایمان لایا ہوں "لَا تَحْرِمْنِي" یہ مضارع مجزوم ہے' تا مفتوح اور راء مکسور باب ضرب سے (لَا تَحْرِمْنِي) یا باب علم سے را کے فتح کے ساتھ (لَا تَحْرَمْنِي) تیسری صورت یہ کہ تاء مضموم ہو اور باب افعال ہو (لَا تُحْرِمْنِي) تو مجھے محروم نہ فرما۔

حضور کی زیارت سب سے بڑی بھلائی ہے

نبی اکرم ﷺ کی زیارت بڑی بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہے' جو اس سے محروم ہوا وہ بڑی بھلائی سے محروم ہوا' خصوصاً جنت میں آپ کے محب اور مشتاق کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی محرومیت نہیں۔

"فِي الْجِنَانِ" جیم کے کسرہ کے ساتھ' یہ اور جَنَّاتٌ ہم معنی ہیں اور یہ دونوں جَنَّةٌ کی جمع ہیں۔ اس جگہ جَنَّةٌ مفرد کی جگہ جِنَانٌ جمع کا استعمال کیا گیا ہے' حالانکہ نبی اکرم ﷺ کی رہائش ایک ہی جنت میں ہوگی' اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام جنتوں کے گرد ایک ہی دیوار محیط ہے تو جو شخص کسی ایک جنت میں ٹھہرا' گویا وہ تمام جنتوں میں ٹھہرا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کے لئے کسی خاص جنت کا مقام ہونا معلوم نہیں ہے' اس لئے تمام جنتیں آپ کے برابر ہیں۔

جنت میں حضور علیہ السلام کی زیارت کی دعا

"وَارْزُقْنِيْ" آنکھوں سے آپکی زیارت عطا فرما' چونکہ جنت ثواب ایمان ہے' لہٰذا جو شخص دنیا میں آپ کی زیارت کئے بغیر آپ پر ایمان لایا اس کا اجر و ثواب یہ ہونا چاہئے کہ اسے جنت میں آپ کا دیدار عطا کیا جائے' یہ ایسا مطالبہ ہے جس میں لازمی طور پر جنت میں داخلے کا مطالبہ بھی آجاتا ہے' یہ دعا کرنے والے کو یقینی علم نہیں کہ میں اہل جنت میں سے ہوں۔ لیکن اس نے دعا یہ کی ہے کہ مجھے جنت میں حضور ﷺ کی زیارت عطا کی جائے کیونکہ اس کا مقصد و مدعا یہی ہے' مقام بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے' تیسری وجہ یہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی زیارت اور آپ کی خدمت کی حاضری' انتہائی عزیز اور پر لطف چیز ہے۔ اس کے لئے میدان قیامت کی بجائے جنت کی تعیین اس لئے کی ہے کہ جنت ہی کمال لطف اور دائمی نعمت کی جگہ ہے۔ اسی جگہ پر رکاوٹ اور کدورت سے خلاصی ہوگی' لہٰذا اسی جگہ زیارت سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکے گا۔

"وَارْزُقْنِيْ صُحْبَتَهٗ" اور مجھے جنت میں حبیب کریم ﷺ کی دائمی خدمت و رفاقت عطا فرما' کیونکہ اسی سے آپ کی دائمی زیارت اور دیدار سے مکمل طور پر لطف اندوز ہونا میسر ہوگا۔ نسخہ سہلیہ اور دیگر اکثر نسخوں میں یہی لفظ "صُحْبَتَهٗ" صاد کے ساتھ ہے' ایک نسخے میں ہے "مُحَبَّتَهٗ" جیسے کہ حضرت جبر اور ابن وداعہ کی کتاب میں ہے' اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ ہمیں

دنیا میں آپ کی محبت عطا فرما۔
وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِہٖ اور مجھے موت عطا فرما اس حال میں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے دین پر ہوں۔ علامہ خیالی اور ابن الفرس فرماتے ہیں' دین اور ملت متحد بالذات اور مختلف بالاعتبار ہیں' کیونکہ دونوں سے مراد ایک ہی ہے' اس حیثیت سے کہ شریعت مطہرہ کی اطاعت کی جاتی ہے' اسے دین کہتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ اسے کتابوں میں لکھا جاتا ہے' اسے ملت کہتے ہیں۔
"وَاسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِہٖ" حوض وہ جگہ ہے جو پانی جمع کرنے کے لئے بنائی جاتی ہے' اس کی جمع حیاض ہے۔

حوض پر ایمان لانا واجب ہے

نبی اکرم ﷺ کے اس حوض پر ایمان لانا واجب ہے' صحیح اور مشہور احادیث میں اس کا ذکر اس صراحت کے ساتھ ہے کہ ان کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے۔ پچاس سے زیادہ صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ سے اس کی روایت کی ہے۔ بیس سے زیادہ صحابہ کرام کی روایات صحیحین میں ہیں' باقی روایات دوسری کتب حدیث میں ہیں۔ یہ حدیث طرق صحیح سے مروی ہے اور اس کے راوی حد شہرت تک پہنچے ہوئے ہیں' پھر صحابہ کرام سے روایت کرنے والے تابعین کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی' اور پھر اس تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ سلف صالحین اور اہل سنت متاخرین کا اس کے اثبات پر اتفاق ہے۔
"مَشْرَبًا" شَرِبَ یَشْرَبُ از باب سمع کا مصدر بمعنی اسم مفعول ہے' قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ مَشْرَبٌ پانی کو کہتے ہیں' اس سے پہلے مِنْ حَوْضِہٖ اس سے حال ہے۔
"رَوِیًّا" مشربا کی صفت ہے یہ رَوِیَ یَرْوٰی سے فعیل کا وزن ہے' رَیٌّ پیاس کے مقابل وہ حالت ہے کہ طبیعت بقدر ضرورت مشروب حاصل کر لینے کے وقت پیدا ہوتی ہے۔
"سَائِغًا" یہ مَشْرَبٌ کی دوسری صفت ہے' سَوْغٌ کا معنی ہے کسی چیز کا حلق میں تکلیف اور رکاوٹ کے بغیر با آسانی جاری ہونا۔
"هَنِیئًا" یہ تیسری صفت ہے' یہ هَنُوءَ سے فعیل کا وزن ہے' وہ چیز جس میں مشقت لاحق نہ ہو اور اس کے بعد کوئی تکلیف بھی پیش نہ آئے۔
"هَنِیئًا" کے ہمزہ کا برقرار رکھنا بھی جائز ہے' چنانچہ جمہور نے "هَنِیئًا مَرِیئًا" ہی پڑھا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ہمزہ کو یاء سے تبدیل کر کے یاء میں ادغام کر دیا جائے۔ "(هَنِیًّا)" حضرت حسن کی یہی قراءت ہے اور اس جگہ یہی مختار ہے' تاکہ رَوِیًّا کے مناسب ہو۔ سورہ مریم میں "وَلَا یُظْلَمُوْنَ شَیْئًا" دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔
"لَا نَظْمَاءُ" باب سمع سے فعل مضارع منفی ہے "ظَمَاءٌ" وہ حالت ہے جو حیوان کی طبیعت کو پانی کی طلب کے وقت لاحق ہوتی ہے۔ (یعنی پیاس) "بَعْدَهٗ" یہ ضمیر مشرب کی طرف راجع ہے' مطلب یہ ہے کہ اس حوض سے پانی پینے کے بعد پیاس نہیں لگے گی۔ اَبَدًا یہ اسم فعل منفی کی ظرف ہونے کے سبب منصوب ہے۔ ابد وہ زمان مستقبل ہے کہ جس کی انتہا نہیں جیسے کہ

آخرت میں ہو گا۔ دنیا میں وہ زمان مستقبل ہے جس کی انتہاء اس طرح ہو گی کہ زمانہ ہی ختم ہو جائے گا۔ یہ جملہ "لَا نَظْمَاءَ بَعْدَهٗ اَبَدًا" شربا کی چوتھی صفت ہے یہ تمام صفات کاشفہ لازمہ ہیں' کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے حوض سے پانی پینے سے لازمًا اوصاف مذکورہ حاصل ہوں گے' مطلب یہ ہوا کہ مجھے آپ کے حوض سے وہ پانی پلا جس سے یہ اوصاف حاصل ہوں گے۔

"اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" بے شک تو ہر ممکن کے کرنے پر قادر ہے۔ قَدِیْرٌ مبالغہ کا صیغہ اور قادر کا ہم معنی ہے' قدیر وہ ہے جو چاہے تو فعل اور ترک کر سکے۔ یہ جملہ گزشتہ سوال کرنے کی علت ہے (یہ سوال اس لئے کیا ہے کہ تو ہر ممکن پر قادر ہے) اور اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کے ساتھ تعریف ہے۔ یہ تمام مطالب آثار قدرت سے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ مدح کو پسند کرنے والا کوئی نہیں' لہٰذا یہ تعریف و ثنا حصول مطالب کے لئے مفید ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَبْلِغْ بلوغ کا معنی پہنچنا اور مقصد تک رسائی حاصل کرنا ہے' لیکن اس میں ایک قسم کی قوت اور تمکن کا اعتبار ہوتا ہے کیونکہ یہ مادہ جس صورت میں بھی ہو اس معنی پر دلالت کرتا ہے اور اَبْلَغَ یُبْلِغُ کا معنی پہنچانا ہے "رُوْحَ مُحَمَّدٍ" لفظا یہ مفعول اول ہے' لیکن معنی مفعول ثانی ہے کیونکہ تحفہ آپ کی روح انور کو پہنچایا جائے گا۔ مِنِّیْ میری طرف سے یہ اس لئے کہا تاکہ یہ عمل خود قائل کی طرف سے ہو۔ مقصد یہ ہے کہ قرب حاصل ہو' محبت کا اظہار ہو' واجب کی ادائیگی ہو' بارگاہ اقدس کی حاضری اور شرافت حاصل ہو' آپ کی مجلس میں داخلہ ملے اور آپ کی مجلس میں ذکر کی غنیمت حاصل ہو۔

"تَحِیَّةً" یہ اَبْلِغْ کا مفعول ثانی ہے' تحیہ ملاقات اور تعظیم و تکریم کی علامت ہے' اسے تحیہ اس لئے کہتے ہیں کہ عام طور پر ملاقات کے وقت درازی حیات کی دعا کی جاتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے "اَطَالَ اللّٰهُ حَیَاتَكَ" اللہ تعالیٰ تیری زندگی دراز فرمائے' پھر اس لفظ کا استعمال اس قدر عام ہوا کہ ملاقات کے وقت کہے جانے ہر جملے کو تحیہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

حضور ﷺ پر تحیہ اور سلام

وَسَلَامًا اس کا عطف تَحِیَّةً پر ہے' یہ ایک مرادف کا یا اس کے مشابہ کا دوسرے مرادف پر عطف ہے۔ قرینہ مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کو تعظیم کے لئے نکرہ بنا کر لایا گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح تحیہ و سلام اپنے حبیب کریم ﷺ کو عطا فرمایا ہے اس سے مختلف قید نہ لگ جائے' بغیر قید کے ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا' تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے جس طرح پسند فرمائے آپ کو تحیہ سلام عطا فرمائے۔ اب یہ ایسے ہو گا جیسے کہ درود بھیجنے والے نے بارگاہ اقدس میں وہ تحفہ پیش کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے' اس کلام میں خاص محبت' سچے ایمان' روحانی تعلق' اور پختہ شوق کی طرف اشارہ ہے جس کی بنا پر ہدیہ سلام بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا ہے۔

پھر جب حضرت مصنف نے بارگاہ اقدس میں محبت اور شوق پر مبنی ہدیہ سلام پیش کرنے کا ذکر کیا تو نبی اکرم ﷺ کے شوق اور آپ کی الفت کی تپش میں یکدم اضافہ ہو گیا' جس نے اس بات پر مجبور کر دیا کہ جنت میں آپ کی زیارت کی دوبارہ تاکید

کے ساتھ دعا مانگی جائے۔ اس لئے انہوں نے کہا "اَللّٰهُمَّ وَكَمَا اٰمَنْتُ بِهٖ" اکثر نسخوں میں ضمیر کے ساتھ ہے' بعض نسخوں میں ہے بِمُحَمَّدٍ۔

جنت میں دیدار کی اہمیت

"وَلَمْ اَرَهٗ فَلَا تَحْرِمْنِیْ فِی الْجِنَانِ" یہ فاء سببیہ مسبب پر داخل ہے' گویا زیارت نہ ہونے کے باوجود ایمان لانا اس بات کا وسیلہ ہے کہ جنت میں (جو دار الجزاء ہے) آپ کی زیارت ہو۔ دیدار نہ ہونے کو محرومیت سے تعبیر کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ اس قائل کے نزدیک اس دیدار کی بڑی اہمیت ہے۔ اسے اس کی بڑی ضرورت ہے اور اگر اسے دیدار عطا نہ کیا گیا تو وہ محروم ہو گا اور ظاہر ہے کہ محروم کس قدر رنج و الم اور تنگدلی کا شکار ہوتا ہے۔ نیز اس تعبیر میں رحمت کی درخواست بھی ہے' کیونکہ محروم کی بدحالی اللہ تعالیٰ کی رحمت چاہتی ہے اور اس میں اپنی حاجت بارگاہ الٰہی میں پیش کی گئی ہے۔ اور یہ عرض کیا گیا ہے کہ مولا! تو نے مجھے محروم کر دیا تو مجھے کوئی دینے والا نہیں ہے اور دنیا میں تو نے مجھے یہ نعمت عطا نہیں کی تو آخرت میں محروم نہ رکھنا تاکہ دو مصیبتیں (دنیا و آخرت کی محرومی) جمع نہ ہو جائیں' پھر یہ انداز دوام رویت کو چاہتا ہے' کیونکہ عدم حرمان اسی وقت دائم ہو گا جب کہ دیدار دائمی طور پر پایا جائے گا۔

جنت میں دیدار نبوی کی دعا

خاص طور پر جنت ہی میں دیدار کی دعا کی گئی ہے کیونکہ وہ نعمت و ثواب کی جگہ ہے اور دیدار حبیب ﷺ عظیم ترین نعمت اور ثواب ہے۔ وہ نعمت بہت خوشگوار ہوتی ہے جو امن کے ساتھ ہو اور جنت میں امن ہی امن ہے۔ جنت سے پہلے دیدار بھی بے شک نعمت ہے' لیکن وہ حال اس قدر پر خطر ہو گا کہ اس نعمت سے صحیح طور پر مستفید ہونے سے مانع ہو گا۔ بعض اوقات اس حال کے بعد عقاب اور نعمت سے محرومیت لاحق ہو جائے گی جیسے کہ بہت سے اہل موقف کے بارے میں ہو گا۔ برخلاف جنت کے دیدار کے کہ وہ دائمی ہو گا اس کے بعد کوئی سزا نہیں ہو گی۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جنت قرار کی جگہ ہے اس سے پہلے جنت تک پہنچانے والا راستہ ہو گا' محبوب ہستیوں کی زیارت کی کوشش اس جگہ کی جاتی ہے جہاں قرار اور قیام ہو۔ ایسی ہی جگہ میں ان کا قرب طلب کیا جاتا ہے۔

حضرت سعید بن عطارد کا روایت کردہ درود شریف اکثر نسخوں میں اس جگہ ختم ہو جاتا ہے' بعض نسخوں میں آخر میں دوبارہ یہ الفاظ زائد ہیں۔ وَارْزُقْنِیْ صُحْبَتَهٗ

۳۔ "اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ" شفاء شریف میں ہے' طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا کرتے تھے "اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ" پھر یہ پوری دعا ذکر کی۔ حضرت ابن عباس سے عبد بن حمید اور اسماعیل القاضی نے فضیلت درود سے یہ روایت ذکر کی۔ ابن کثیر کہتے ہیں اس کی سند جید' قوی اور صحیح ہے۔

"تَقَبَّلْ" باب تفعل سے فعل دعا ہے قَبِلَ یَقْبَلُ مجرد بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے' لیکن مزید میں چونکہ اس جگہ مبالغہ ہے' اس لئے اسے ہی استعمال کیا گیا ہے' اس کا تعلق سفارش سے ہو تو اس کا پورا کرنا مراد ہوگا۔ کلام سے تعلق ہو تو اس کی موافقت مراد ہوگی' عمل سے ہو تو اس کا بدلہ دینا مراد ہوگا' اور ہدیہ سے ہو تو اس کا لے لینا مراد ہوگا۔

"شَفَاعَۃٌ" باب فَتَحَ یَفْتَحُ کا مصدر ہے' جس کا کسی پر حق ہو' اس سے مطالبہ کرنا کہ معاف کر دے یا یہ مطالبہ کرنا کہ فلاں شخص کا مقصد پورا کر دیا جائے۔ (خلاصہ یہ کہ شفاعت سفارش کو کہتے ہیں) الکبری یہ شفاعت کی صفت اور اکبر اسم تفضیل کی مونث ہے' اسم تفضیل کا تقاضا یہ ہے کہ یہ شفاعت دوسری شفاعتوں سے بڑی ہے' اب دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) یہ شفاعت خود نبی اکرم ﷺ کی شفاعتوں سے بڑی ہوگی کیونکہ آپ کی سفارشیں ایک سے ایک بڑھ کر ہیں' اس وقت یہ صفت مخصصہ ہوگی' اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سفارشیں مختلف ہوں گی۔ شفاعت کبری وہ عام سفارش ہوگی جو سب کو شامل ہوگی۔ (۲) یہ سفارش دوسروں کی شفاعتوں سے بڑی ہوگی' اس وقت یہ صفت کاشفہ ہوگی۔

"وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ" اپنی بارگاہ اور جنات عدن میں آپ کا مرتبہ بلند فرما "الْعُلْیَاءَ" یہ درجہ کی صفت کاشفہ اور اعلیٰ اسم تفضیل کی مونث ہے' یعنی آپ کا درجہ جو دیگر درجات سے بلند ہے اسے مزید بلندیاں عطا فرما۔ "وَاٰتِہٖ" یہ اٰتَی یُؤْتِیْ اِیْتَاءً سے فعل دعا ہے' اس کا معنی عطا کرنا ہے "سُؤْلَہٗ" سین مضموم اور ہمزہ ساکن ہے' اسے واؤ سے تبدیل کرنا بھی جائز ہے' یعنی آپ کا مطلوب اس سے مراد وہ مقصود بھی ہو سکتا ہے جو بالفعل مقصود ہو اور وہ امر بھی ہو سکتا ہے جو غرض کے موافق ہو' کیونکہ اس کی شان یہ ہے کہ اس کا سوال کیا جائے۔

"فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی" اس کا عامل اٰتِہٖ ہے یا سُؤْلَہٗ" پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ کا مقصد آپ کو دنیا و آخرت میں عطا کیا جائے' دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ دنیا یا آخرت میں جو سوال کریں وہ آپ کو عطا کیا جائے۔ خواہ دنیا میں عطا کیا جائے یا آخرت میں۔ آخرت سے مراد قبر کا مابعد اور دنیا سے مراد اس سے پہلے ہے۔ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے' دنیا کو اُولیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ آخرت سے پہلے ہے جیسے کہ اسے دنیا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بندوں کے نزدیک ہے کیونکہ یہ ان کی پہلی منزل ہے' اور آخرت کو آخرت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دنیا سے موخر ہے یا اس لئے کہ ہر شے کا اجر اس میں موخر رکھا گیا ہے' ذکر میں آخرت کو اولیٰ سے پہلے سجع کے لئے لایا گیا ہے' نیز اشرف و اعلیٰ کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

"کَمَا" یہ تشبیہ مطلق عطا میں ہے' کتنا کچھ دیا اور کیسا دیا' اس کا اعتبار نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کاف تعلیلیہ اور ما مصدریہ ہو۔ "اٰتَیْتَ اِبْرٰہِیْمَ" ان کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا ہے کہ قرآن پاک میں ان کے بہت سے سوالات کا ذکر کیا گیا ہے' دنیا میں جو دعائیں پایہ قبولیت کو پہنچیں' ان میں سے ایک دعا اہل مکہ میں نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے متعلق تھی اور اصل قبولیت وہ ہے جو آخرت میں واقع ہوگی کہ انہیں مغفرت سے نوازا جائے گا' انہیں صالحین میں شامل کیا جائے گا' انہیں جنت النعیم کا وارث بنایا جائے گا۔ اور ان سے کیا ہوا یہ وعدہ پورا کیا جائے گا کہ انہیں قیامت کے دن بے وقار نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ اٰتَیْنَاهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ

ہم نے انہیں دنیا میں بھلائی عطا فرمائی اور وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی

فرمایا: کہ اے موسیٰ! تمہارا مدعا تمہیں عطا کر دیا گیا ہے۔

نیز فرمایا:

قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا

تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔

اس جگہ صرف حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ ان کا انبیاء کرام میں بڑا مقام ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ نے دیگر حضرات کی دعا اور اس کی قبولیت کا ذکر فرمایا ہے' مثلاً حضرت نوح' حضرت یونس اور حضرت زکریا علیہم السلام' حضرت زکریا کی دعا میں یہ الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔

وَلَمْ اَكُ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِیًّا

اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں دعا کر کے کبھی ناکام نہیں ہوا۔

یہ حضرت ابن عباس کی روایت کردہ صلوٰۃ کا آخری حصہ ہے' اس میں اگرچہ لفظ صلوٰۃ نہیں ہے' تاہم صلوٰۃ سے مراد نبی اکرم ﷺ کے لئے دعا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ[1] عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر جیسے

عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی

تو نے رحمتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر اور برکتیں نازل فرما

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی سیدنا ابراہیم

وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ

علیہ السلام اور ان کی آل پر بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! رحمت' سلامتی اور

بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نَّبِیِّكَ[2] وَ رَسُوْلِكَ ○ وَ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ

برکت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو تیرے نبی اور رسول ہیں' اور ہمارے آقا ابراہیم علیہ السلام پر

خَلِیْلِکَ وَ صَفِیِّکَ وَ سَیِّدِنَا مُوْسٰی کَلِیْمِکَ وَ نَجِیِّکَ ۝ وَ سَیِّدِنَا

جو تیرے خلیل اور برگزیدہ ہیں اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر جو تیرے ساتھ کلام اور مناجات کرنے والے ہیں' اور ہمارے آقا

عِیْسٰی رُوْحِکَ وَ کَلِمَتِکَ وَ عَلٰی جَمِیْعِ مَلٰئِکَتِکَ وَ رُسُلِکَ وَ اَنْبِیَائِکَ

عیسیٰ علیہ السلام پر جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور تیرے تمام فرشتوں' تمام رسولوں' تمام نبیوں'

وَ خِیَرَتِکَ مِنْ خَلْقِکَ وَ اَصْفِیَائِکَ وَ خَاصَّتِکَ وَ اَوْلِیَائِکَ

تیری مخلوق میں سے تیرے برگزیدہ چنے ہوئے حضرات' تیرے خواص اور زمین و آسمان

مِنْ اَھْلِ اَرْضِکَ وَ سَمَآئِکَ

والوں میں سے تیرے اولیاء پر

ل "اَللّٰھُمَّ صَلِّ" یہ درود پاک حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے' یہ روایت مختلف الفاظ سے مروی ہے' ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں جو کتاب میں مذکور ہیں جسے امام بیہقی وغیرہ محدثین نے بیان کیا ہے۔

ل "نَبِیِّکَ" تیرے خاص نبی جنہیں وہ نبوت دی گئی ہے جو کمال کے تمام مقامات اور قرب کے جمیع مراتب اور بلندی کے جملہ مواقع کی جامع ہے' یعنی وحی' کلام اور مناجات' خلت' محبت اور اصطفاء' وجود مطلق سے بلاواسطہ ظاہر ہونا اور روح اول اور قلم اعلیٰ کے تعین سے متعین ہونا۔

"وَرَسُوْلِکَ" اور تیرے خاص رسول جن کی رسالت جامع' کامل' محیط اور اللہ تعالیٰ کی امداد سے تمام موجودات میں جاری و ساری اور جمیع جہانوں کے ہر طور طریق' ہر دور اور ہر ایک جزئی پر چھائی ہوئی اور شامل ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا" (ہم نے تمہیں تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا) یعنی تم رسول مطلق ہو' تمہاری رسالت کسی قید یا مخصص سے مخصوص نہیں ہے' پس آپ سب کے رسول اور ہر طرح انہیں نفع پہنچانے والے ہیں۔ وجود میں نمود میں' رزق اور ہدایت میں' رشد و ہدایت کے راستوں اور دنیا و آخرت کے لحاظ سے بہتر طریقوں کی راہنمائی میں' کیونکہ آپ "وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ" (ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت) سراپا رحمت ہیں۔

"وَ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلِکَ وَ صَفِیِّکَ" یہ صَفَا یَصْفُوْ سے فعیل کا وزن ہے' اور خالص صفائی وہ ہے جس میں کوئی کدورت اور آمیزش نہیں' معنی کے اعتبار سے یہ خلیل کے قریب ہے' اسماء مبارکہ کے ضمن میں کچھ گفتگو اس پر ہو چکی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ کلام کیا

"وَمُوْسٰى كَلِيْمِكَ" - كَلِيْمٌ بمعنی مُكَلَّمٌ (جس سے گفتگو کی گئی) ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ کلام کیا' اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا" (اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا' کلام کرنا) میں مصدر سے تاکید کی گئی ہے۔ امام احمد بن حنبل راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک لاکھ' بیس ہزار' تین سو تیرہ کلمات سے گفتگو فرمائی' کلام اللہ تعالیٰ کا تھا اور سنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ! مجھ سے تو خود گفتگو فرما رہا ہے یا کوئی اور؟ ارشاد ہوا' اے موسیٰ! میں خود تم سے کلام کر رہا ہوں' میرے اور تمہارے درمیان کوئی رسول نہیں ہے۔

"وَنَجِيِّكَ" یہ نَاجٰى يُنَاجِي سے فَعِيْلٌ کا وزن ہے اور اسم نَجْوٰى استعمال ہوتا ہے' جس کا معنی پوشیدہ گفتگو کرنا ہے۔

"وَعِيْسٰى رُوْحِكَ وَكَلِمَتِكَ" ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ

مسیح عیسیٰ ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور کلمۃ اللہ ہیں' اللہ نے جن کا القاء مریم کی طرف فرمایا اور روح اللہ ہیں۔

روح اللہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسی روح ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' انہیں ایسی روح اس لئے قرار دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ روح دیکر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا۔ اس روح کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی شرافت و طہارت کی بنا پر کی گئی ہے۔ یہ ملک کی مالک کی طرف اضافت ہے' یعنی وہ روح جو اللہ تعالیٰ کی ملک اور مخلوق ہے' انہیں کلمۃ اللہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ کن سے پیدا ہوئے ہیں' درمیان میں باپ اور نطفے کا واسطہ نہیں ہے' یہ اضافت بھی شرافت کے لئے ہے۔

اس درود شریف میں ان انبیاء کرام کو ایسے اوصاف مخصوصہ سے موصوف کیا ہے' جو ان کے حق میں قرآن پاک میں وارد ہیں اور حضور سید الانبیاء ﷺ کو ایسی خاصیت سے موصوف کیا جو ان تمام خاصیتوں پر مشتمل ہے' جیسے کہ ابھی (اَنْبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ کے تحت) بیان ہوا۔ ان حضرات میں سے ہر ایک کو اپنی خاصیت دیگر دوسرے حضرات پر فضیلت اور خصوصیت حاصل ہے' لیکن ہمارے نبی ﷺ کی خصوصیت چونکہ سب پر حاوی ہے' اس لئے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت اور خصوصیت حاصل ہے۔

فضیلت کی اقسام اور اسباب

شیخ محی الدین ابن العربی اپنی کتاب "بحر المحیط" کے خاتمہ میں فرماتے ہیں۔ فضیلت کی مختلف قسمیں ہیں' نیز فضیلت کے متعدد اسباب ہیں' کیونکہ اس کا دارومدار اصطلاح یا نص پر مبنی زیادتی یا نقصان پر ہے۔ کبھی ایک شخصیت (مثلاً حضرت موسیٰ علیہ

السلام) کو دوسرے پر اس لئے فضیلت حاصل ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے اور کبھی دوسرے (مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو پہلے پر مردے زندہ کرنے' مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفایاب کرنے میں فضیلت حاصل ہوتی ہے' ہر ایک کو الگ الگ اوصاف میں دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ (یہ جزئی فضیلت ہے)

رہی فضیلت مطلقہ تو اس پر اجماع ہے کہ ہمارے آقا و مولا ﷺ تمام جہانوں پر اجمالاً اور خصوصاً فضیلت رکھتے ہیں' آپ کے بعد اصح قول کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام افضل ہیں۔

"وَعَلٰی جَمِیْعِ مَلٰٓئِکَتِکَ" اور بغیر کسی تخصیص کے تیرے سب فرشتوں پر "وَرُسُلِکَ" راء اور سین کے ضمہ کے ساتھ' رسول کی جمع ہے۔ بطور تخفیف سین کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے۔ وَخِیَرَتِکَ یہ عام کا خاص پر عطف ہے۔ خِیَرَۃٌ کی یاء مفتوح ہے' اسے ساکن بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ واحد اور جمع دونوں کی صفت واقع ہوتا ہے' ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ یہ وزن واحد میں بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جائے کہ مُحَمَّدٌ خِیَرَۃُ اللّٰہِ مِنْ خَلْقِہٖ حضور ﷺ تمام مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں' البتہ جمع میں اس کا استعمال زیادہ ہے' اس کا معنی ہے برگزیدہ حضرات۔

"مِنْ خَلْقِکَ" من بعض کے معنی میں ہے اور خلق بمعنی مخلوق ہے' لہٰذا یہ برگزیدہ فرشتوں' انسانوں اور جنوں کو شامل ہے' نیز یہ انبیاء' اولیاء' صالحین اور تمام مومنین کو شامل ہے۔

"وَاَصْفِیَآئِکَ" یہ صفی کی جمع ہے' یعنی وہ جس کی محبت آمیزشوں سے پاک ہو' یا وہ جسے تو نے اپنے لئے منتخب فرمالیا۔

"وَخَاصَّتِکَ" یہ خص یخص کا اسم فاعل ہے' مصادر کی طرح استعمال ہوتا ہے اور واحد و جمع کی صفت واقع ہوتا ہے' اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جسے ایک قسم کا قرب حاصل ہو' جس کی بنا پر وہ عوام سے ممتاز ہو جائے' اس جگہ وہ حضرات مراد ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کے لئے منتخب فرمالیا ہے۔

"وَاَوْلِیَآئِکَ" یہ وَلِیٌّ کی جمع ہے' جو وَلِیَ سے فعیل کا وزن ہے' ولایت سے عام ولایت مراد ہے یا خاص' دونوں احتمال ہو سکتے ہیں۔ یہ چاروں الفاظ (وَخِیَرَتِکَ مِنْ خَلْقِکَ) سے وَاَوْلِیَآئِکَ تک) ہم معنی ہیں یا قریب المعنی ہیں۔ "مِنْ اَهْلِ اَرْضِکَ" تیری زمین کے باشندوں سے۔ وہ انسان اور جن ہیں "وَسَمَآئِکَ" اور تیرے آسمان کے رہنے والوں سے' وہ فرشتے ہیں۔ دونوں جگہ اضافت شرافت کے لئے ہے' کیونکہ مقام اسی اضافت کا ہے۔ جس جگہ شرافت والے رہتے ہیں' وہ یقیناً شریف ہی ہوتی ہے۔ مثلاً مدینہ شریف اور بغداد شریف وغیرہ ۱۲۔

انبیاء علیہم السلام پر درود بھیجنا

یہ درود پاک نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی ہے' متعدد احادیث میں یہ حکم وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ باقی انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی درود بھیجا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر پہلے اس لئے کیا ہے کہ وہ حضور سید عالم ﷺ کے جد امجد ہیں۔ نیز مرتبے اور زمانے کے لحاظ سے پہلے ہیں کیونکہ علماء کی ایک بڑی جماعت کے

نزدیک قول راجح کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے بعد وہ تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ اس مسئلے میں چند اقوال یہ ہیں۔ (۱) حضور سید عالم ﷺ کے بعد حضرت موسیٰ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ (۲) حضرت آدم (۳) حضرت نوح (۴) حضرت عیسیٰ (۵) حضرت ابراہیم، پھر حضرت موسیٰ، پھر حضرت نوح، پھر حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَاءَ نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ

اور اللہ تعالیٰ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنی مخلوق کی تعداد، اپنی رضا، اپنے عرش کے وزن

وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ وَكَمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَكُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَ

اور اپنے کلمات کی مقدار کے برابر رحمتیں نازل فرمائے اور وہ رحمتیں جو آپ کے شایان شان ہیں اور ہر اس وقت جب ذکر

غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَعِتْرَتِهِ الطَّاهِرِيْنَ

کرنے والے آپ کا ذکر کریں اور غفلت والے آپ کے ذکر سے غافل رہیں، اور آپ کے اہل بیت اور اولاد پاک پر

وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ

اور سلام بھیج سلام بھیجنا۔ اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کی ازواج مطہرات، آپ کی اولاد

وَعَلٰى جَمِيْعِ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْمُقَرَّبِيْنَ وَجَمِيْعِ

تمام انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور اللہ تعالیٰ

عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ عَدَدَ مَا اَمْطَرَتِ السَّمَاءُ مُنْذُ بَنَيْتَهَا وَصَلِّ

کے نیک بندوں پر ان قطروں کے برابر رحمتیں نازل فرما جو آسمان نے برسائے۔ جب سے تو نے انہیں بنایا ہے اور

عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا اَنْبَتَتِ الْاَرْضُ مُنْذُ دَحَوْتَهَا ۝

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان چیزوں کے برابر رحمتیں نازل فرما جو زمین نے اگائی ہیں، جب سے تو نے اسے

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ النُّجُوْمِ فِى السَّمَاءِ فَاِنَّكَ اَحْصَيْتَهَا ۝

پھیلایا ہے اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر آسمان کے ستاروں کے برابر رحمتیں نازل فرما، کیونکہ تو نے انہیں گنا ہے

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا تَنَفَّسَتِ

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنی رحمتیں نازل فرما کہ روحوں نے تیرے پیدا کرنے کے بعد

الْاَرْوَاحُ مُنْذُ خَلَقْتَهَا

آج تک جتنے سانس لئے ہیں۔

۱. "وَصَلَّی اللّٰهُ" یہ جملہ لفظاً خبریہ اور معنیً انشائیہ ہے "عَدَدَ خَلْقِهٖ" اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و مولا ﷺ پر اتنی رحمتیں نازل فرمائے جو تعداد میں اس کی مخلوق کے برابر ہوں' وہ مخلوق بے جان ہو یا جاندار' جوہر ہو یا عرض' اعیان سے ہو یا معانی سے' اجناس سے ہو یا افراد سے' اس سے پہلے موجود ہو چکی ہو یا آئندہ موجود ہونے والی ہو' یا ہر اعتبار سے معدوم ہو' لیکن اسے مخلوق کے عنوان سے شمار کرنا صحیح ہو۔

"وَرِضَاءَ نَفْسِهٖ" نفس بمعنی ذات ہے' شے کی ذات' اس کا نفس' اس کا عین' اس کی ماہیت اس کی کنہ اور اس کی حقیقت' یہ تمام ہم معنی الفاظ ہیں' رضا کا عطف عَدَدَ پر ہے اور نفسہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے' مطلب یہ ہوا کہ اتنی رحمت کہ نبی کریم ﷺ پر رحمت نازل کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کو راضی کر دے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نَفْسِهٖ کی ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہو۔

"وَزِنَةَ عَرْشِهٖ" زِنَہ زاء کے کسرہ کے ساتھ' خطابی کہتے ہیں' اس کا معنی شے کا بوجھ اور اس کی پختگی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس صلوٰۃ کا ثواب وزن میں عرش مجید کے برابر ہے یا یہ صلوٰۃ خود وزن میں عرش کے برابر ہے' اگر اسے جسم فرض کیا جائے۔ خطابی فرماتے ہیں عرش اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم مخلوق ہے جس کی بڑائی کی مقدار اور وزن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

"وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ" مِدَادٌ میم کے کسرہ کے ساتھ۔ وہ چیز جس کے ساتھ کثرت اور زیادتی ہو' مشارق میں اس کا معنی مقدار بتایا ہے' حارثی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کلمات کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے' نہ ہی وہ کسی عدد سے شمار کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تاکہ کثرت اور فراوانی پر دلالت ہو سکے' امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں' ہمارے اصحاب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے کلمات سے مراد وہ الفاظ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور عجائب قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔

چار بھاری کلمات

اس درود پاک کے یہ الفاظ حضرت ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ماخوذ ہیں' جو صحیح مسلم میں وارد ہے۔ نبی اکرم ﷺ نماز صبح کے بعد ان کے پاس سے باہر تشریف لے گئے' وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں' پھر آپ چاشت کے بعد تشریف لائے' تو وہ اسی طرح بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا: میں جب سے گیا ہوں تم اس وقت سے اسی طرح بیٹھی ہو؟ انہوں نے عرض کیا' ہاں! فرمایا: میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہے' اگر ان کا وزن تمہارے آج کے تمام ذکر سے کیا جائے تو وہ بھاری ہوں گے' وہ کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضٰى نَفْسِهٖ

اللہ تعالیٰ کے لئے پاکیزگی ہے اس کی حمد کے ساتھ' اس کی مخلوق کی تعداد' اس کی رضا'

وَ زِنَةَ عَرْشِهٖ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ

اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی مقدار کے برابر۔

اسی طرح یہ حدیث امام ترمذی' نسائی' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

"وَ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ" اور ایسی صلوٰۃ بارگاہ خداوندی میں عزت و کرامت اور انعام و عطا کے اعتبار سے نبی اکرم ﷺ اس کے حق دار ہیں' یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے' یعنی وہ رحمت کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے کہ اس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کو جزا عطا فرمائے' یہ جزا اوہام و عقول کے اندازے سے باہر ہو گی۔

"كُلَّمَا" چونکہ ما مصدریہ ظرفیہ ہے اور لفظ کل اس کی طرف مضاف ہے' اس لئے لفظ کل بھی ظرف زمان بن گیا ہے' یعنی ہر اس وقت کہ "ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ" ذَكَرَهٗ اور عَنْ ذِكْرِهٖ کی ضمیریں مَاهُوَ اَهْلُهٗ کی طرح اللہ تعالیٰ طرف راجع ہیں' یا نبی اکرم ﷺ کی طرف۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "مَاهُوَ اَهْلُهٗ" کی ضمیر اس سے پہلے کی ضمیروں کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو اور یہ دو ضمیریں مابعد کی طرح نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہوں۔ ذکر میں دو احتمال ہیں۔ (۱) اس سے مراد ذکر قلبی ہو یعنی یاد رکھنا۔ اس کے مقابل نسیان اور غفلت ہے۔ (۲) زبانی ذکر مراد ہو اس کے مقابل خاموشی اور ترک ذکر ہے اور غفلت سے یہی ترک ذکر مراد ہے۔

حضور علیہ السلام کی عترت

"وَ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ" اس کا عطف عَلٰى سَيِّدِنَا پر ہے "عِتْرَتِهٖ" عین کے کسرہ اور تاء کے سکون کے ساتھ' حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کی عترت کے بارے میں پوچھا گیا' تو انہوں نے فرمایا: کہ وہ آپ کے قریبی گھر والے اور قبیلے والے ہیں' قاموس میں ہے۔ "عِتْرَةٌ" عین کے کسرہ کے ساتھ۔ مرد کی نسل' اس کے خاندان اور قبیلے کے قریبی افراد کو کہتے ہیں۔ "الطَّاهِرِيْنَ" یہ اہل بیت اور عترت کی صفت ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

اللہ چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے پلیدی دور رکھے اور تمہیں پاک کرے پاک کرنا

مفسرین فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے نقائص اور عیوب کو دور کرے' یہ صفت کاشفہ ہے اور تمام اہل بیت کو شامل ہے۔

"وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا" اس جملہ کا عطف سابقہ جملے "صَلَّى اللّٰهُ" پر ہے' لہٰذا لام اور میم دونوں مفتوح ہیں' تَسْلِيْمًا یہ مصدر ہے جو اپنے فعل کی تاکید کر رہا ہے۔

۱ "سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اَزْوَاجِهٖ" نسخہ سہلیہ میں اسی طرح ہے' اس کے علاوہ معتبر نسخوں میں اسی طرح ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَزْوَاجِہٖ

بعض نسخوں میں اَزْوَاجِہٖ سے پہلے علی نہیں ہے۔

"وَعَلٰی جَمِیْعِ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ" یہ خاص کا عام پر عطف ہے "وَالْمَلَائِکَۃِ وَالْمُقَرَّبِیْنَ" نسخہ سلیمہ اور دیگر قدیم نسخوں میں واؤ موجود ہے' اس وقت یہ خاص کا عام پر عطف ہو گا' کیونکہ ملائکہ پر الف لام استغراق کے لئے ہے' معنی یہ ہو گا کہ تمام فرشتوں پر اور ان میں سے مقربین پر' بعض نسخوں میں واؤ نہیں ہے۔ اس وقت یہ صفت کاشفہ ہو گی' نہ کہ مخصصہ کیونکہ معرّف کا اقتضا عموم ہے۔

لفظ عباد کا استعمال مقام تعظیم و تکریم میں

"وَجَمِیْعِ عِبَادِ اللّٰہِ" اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے' بعض نسخوں میں عِبَادِکَ کاف خطاب کے ساتھ ہے۔ بہر صورت یہ اضافت تشریف کے لئے ہے۔ ابن عطیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ لفظ عباد مقام تعظیم و تکریم میں اور لفظ عَبِیْدٌ مقام تحقیر اور ذم کی جگہ میں استعمال ہوتا ہے۔ "الصَّالِحِیْنَ" یہ صالح کی جمع ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ اس سے مراد مطلق مومن ہے۔ آسمان پر ہو یا زمین پر' فرشتہ ہو' جن ہو یا انسان ہو' حاضر ہو یا غائب' زندہ ہو یا مردہ' لہٰذا یہ عام کا خاص پر عطف ہے۔

"عَدَدَمَا اَمْطَرَتْ" ابن القوطیہ کہتے ہیں "مَطَرَتِ السَّمَاءُ مَطَرًا" اور اَمْطَرَتْ دونوں طرح استعمال ہے' لیکن زیادہ تر مَطَرَتْ رحمت میں اور اَمْطَرَتْ عذاب میں استعمال ہوتا ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بطور حکایت فرمایا ہے "ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا" کیونکہ بقول ابن عطیہ اس قوم نے اس بادل کو رحمت کا بادل سمجھا۔ (حالانکہ مُمْطِرُنَا اَمْطَرَ سے مشتق ہے) اس جگہ جس کی گنتی کی گئی ہے اس سے یا تو بارشیں مراد ہیں یا قطرے۔ جہاں کثرت کی طلب ہو' اس مقام کے لائق دوسری شق ہی ہے۔ "السَّمَاءُ" یہ لفظ مشترک ہے' اس کا ایک معنی تو وہ نیلی چھت (آسمان) ہے جو زمین پر سایہ فگن ہے' دوسرا معنی بارش ہے کیونکہ عرب کی عادت ہے کہ وہ منبع کا نام شے کو دے دیتے ہیں' اس جگہ اس سے مراد آسمان ہی ہے' حضرت مصنف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش آسمان سے ہے زمین سے نہیں ہے۔ قرآن و حدیث اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ برخلاف معتزلہ کے کہ وہ کہتے ہیں کہ سمندر زمین پر ہے۔ وہاں سے رطوبتوں کے اجزا اور بخارات سے بادل پیدا ہوتا ہے۔

"مُنْذُ بَنَیْتَھَا" مُنْذُ ظرف زمان ہے جو اپنے مابعد کی طرف مضاف ہے' یعنی جب سے تو نے آسمان کو پیدا کیا اور قائم کیا ہے۔ "عَدَدَ مَا اَنْبَتَتِ الْاَرْضُ" ان سبزیوں اور درختوں کے برابر جو زمین نے اگائے' بارش برسانے کی نسبت آسمان کی طرف اور اگانے کی نسبت زمین کی طرف مجازی ہے اور قرینہ یہ ہے کہ یہ اس شخص کا قول ہے جو جانتا ہے کہ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

"مُنْذُ دَحَوْتَھَا" جب سے تو نے زمین کو بچھایا ہے۔

"فَاِنَّکَ" یہ اس بات کی تعلیل ہے کہ ستاروں کی تعداد کے برابر درود بھیجنے کا سوال کیوں کیا ہے؟ "اَحْصَیْتَھَا" اس لئے کہ

اے رب کریم! تجھے ان ستاروں کی تعداد اور مقدار کا علم ہے، کیونکہ تو ان کا خالق ہے اور لازمی امر ہے کہ خالق اپنی مخلوق کا
عالم ہوتا ہے، لہٰذا تو ان کی تعداد کے مطابق درود بھیج۔

؎ "عَدَدَ مَا تَنَفَّسَتِ الْاَرْوَاحُ" اس تعداد میں کہ روحوں نے سانس لئے۔ ہوا کی ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے
"اَرْوَاحٌ" رُوْحٌ کی جمع ہے، بعض اوقات رِیْحٌ کی جمع بھی اَرْوَاحٌ آجاتی ہے، اس سے تمام جانداروں کی روحیں مراد ہیں، خواہ
وہ انسان ہوں یا دوسرے حیوانات۔ اس جگہ رِیْحٌ کی جمع اَرْوَاحٌ بھی مراد لے سکتے ہیں یعنی جس قدر ہوائیں چلیں۔ "مُنْذُ
خَلَقْتَهَا" جب سے تو نے روحوں کو ان کے جسموں میں پیدا کیا۔ مطلب یہ ہوا کہ تمام مخلوقات کے سانسوں کے برابر درود بھیج،
یا یہ مطلب ہے کہ ہوا کی پیدائش سے اس وقت تک جتنی ہوائیں چلی ہیں۔ اتنے درود بھیج۔

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ[۱] مَا خَلَقْتَ وَمَا تَخْلُقُ وَمَا اَحَاطَ بِهٖ

اور رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اس مخلوق کی تعداد کے برابر جسے تو نے پیدا کیا، اور جسے تو پیدا

عِلْمُكَ وَاَضْعَافَ ذٰلِكَ ○ اَللّٰهُمَّ[۲] صَلِّ عَلَيْهِمْ عَدَدَ خَلْقِكَ

کرے گا، اور جسے تیرا علم محیط ہے، اور اس سے کئی گنا زیادہ اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ان پر اپنی مخلوق کی تعداد،

وَرِضَاءَ نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَمَبْلَغَ عِلْمِكَ

اپنی رضا، اپنے عرش کے وزن، اپنے کلمات کی مقدار اور اپنے علم کی وسعت اور اپنی نشانیوں

وَاٰيَاتِكَ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ صَلَاةً تَفُوْقُ وَتَفْضُلُ صَلٰوةَ الْمُصَلِّيْنَ

کے مطابق اے اللہ! ان پر ایسا درود بھیج جو مخلوق میں سے ان پر تمام درود بھیجنے والوں کے

عَلَيْهِمْ مِنَ الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ كَفَضْلِكَ عَلٰی جَمِيْعِ خَلْقِكَ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ

درود سے فوقیت اور فضیلت رکھے، ایسی فضیلت جو تجھے تیری تمام مخلوق پر ہے۔ اے اللہ!

عَلَيْهِمْ صَلٰوةً دَائِمَةً[۳] مُسْتَمِرَّةَ الدَّوَامِ عَلٰی مَرِّ اللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامِ مُتَّصِلَةَ

ان پر دائمی درود بھیج جو راتوں اور دنوں کے جاری رہنے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ جاری رہے۔ ہمیشہ

الدَّوَامِ لَا انْقِضَاءَ لَهَا وَلَا انْصِرَامَ عَلٰی مَرِّ اللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامِ عَدَدَ

پے در پے ہو۔ اس کی انتہاء اور خاتمہ نہ ہو، راتوں اور دنوں کے جاری رہنے کے ساتھ ساتھ

كُلِّ وَابِلٍ وَّطَلٍّ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نَّبِيِّكَ وَسَیِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ[۴]

ہر بارش اور شبنم کے برابر، اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو تیرے نبی ہیں اور سیدنا ابراہیم

خَلِيْلِكَ وَعَلٰى جَمِيْعِ اَنْبِيَائِكَ وَ اَصْفِيَائِكَ مِنْ اَهْلِ اَرْضِكَ وَسَمَائِكَ

علیہ السلام پر جو تیرے خلیل ہیں' تیرے تمام نبیوں پر اور زمین و آسمان کے باشندوں میں سے تیرے برگزیدہ حضرات پر

عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضَاءَ نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ

تیری مخلوق کی تعداد' تیری ذات کی رضاء' تیرے عرش کے وزن' تیرے کلمات کی مقدار'

وَمُنْتَهٰى عِلْمِكَ وَزِنَةَ جَمِيْعِ مَخْلُوْقَاتِكَ صَلٰوةً مُّكَرَّرَةً اَبَدًا عَدَدَ

تیرے علم کی وسعت اور تیری تمام مخلوقات کے وزن کے برابر وہ درود جو ہمیشہ پے در پے ہے- ان

مَا اَحْصٰى عِلْمُكَ وَمِلْءَ مَا اَحْصٰى عِلْمُكَ وَاَضْعَافَ[۵] مَا اَحْصٰى عِلْمُكَ

چیزوں کی تعداد اور پری کے مطابق جنہیں تیرا علم محیط ہے اور ان اشیاء سے کئی گنا زیادہ جن کو تیرا علم محیط ہے-

صَلٰوةً تَزِيْدُ وَ تَفُوْقُ وَ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْمُصَلِّيْنَ عَلَيْهِمْ مِّنَ الْخَلْقِ

ایسا درود جو مخلوق میں سے ان پر تمام درود بھیجنے والوں کے درود سے زیادہ فائق اور

اَجْمَعِيْنَ كَفَضْلِكَ عَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِكَ

فضیلت والا ہو جیسے تجھے تمام مخلوق پر فضیلت ہے

ل "عَدَدَ مَا خَلَقْتَ" یہ ما موصولہ ہے اور اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے- یعنی خَلَقْتَهٗ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اس سے پہلے پیدا ہو چکی ہے- خواہ وہ جوہر ہو یا عرض' بسیط ہو یا مرکب' علوی ہو یا سفلی' بے جان ہو یا جاندار "وَمَا تَخْلُقُ" اشیاء مذکورہ میں سے جو شے بھی تو زمانہ حال یا استقبال میں پیدا فرمائے گا-

"وَمَا اَحَاطَ بِهٖ عِلْمُكَ" اور ان اشیاء کے برابر جنہیں تیرا علم محیط ہے' یعنی ان چیزوں میں سے جنہیں تو نے پیدا کیا ہے اور منصۂ وجود پر ظاہر فرمایا ہے' یا یہ مراد ہے کہ وہ اشیاء جو مخلوقات مذکورہ میں سے تیرے علم میں ہیں' تیسری صورت یہ ہے کہ وہ اشیاء مراد ہیں جن کا علم لوح محفوظ میں ہے' چوتھی صورت یہ ہے کہ طلب میں مبالغہ کے طور پر کہہ دیا ہو-

اللہ تعالیٰ کے معلومات غیر متناہی ہیں

مذکورہ عبارت میں تخصیص کیوں کی گئی اور اسے اپنے عموم پر کیوں نہیں رکھا گیا؟ اس لئے کہ اسے عموم پر نہیں رکھا جا سکتا' کیونکہ علم الٰہی کے معلومات (غیر متناہی ہیں) ان میں کوئی عدد ممکن نہیں (اور نہ ہی ان کی تضعیف ہو سکتی ہے) اس لئے تخصیص ضروری ہے تاکہ امکان عقلی کی حدود میں رہے' ایسے مقامات پر مخصص عقل ہوتی ہے- جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ" اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے' عقل اس کی تخصیص کرتی ہے' کیونکہ عقل سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کا خالق نہیں ہے' لہذا کل شیء سے مراد ذات و صفات کے علاوہ اشیاء ہوں گی۔
علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا ایسے شخص کے نزدیک موہم لفظ کا استعمال جائز ہے' جس سے غلط معنی کا وہم نہیں پڑ؟ یا وہ لفظ ایسا ہے کہ اس کی تاویل آسان اور اس کا محمل بہ سہولت معلوم ہو سکتا ہے' یا وہ لفظ عرف کی بناء پر مخصوص ہو جب کہ اسے معنی صحیح میں استعمال کیا جائے (بعض نے اسے جائز اور بعض نے ناجائز قرار دیا) علماء کی ایک جماعت نے درود پاک کے ایسے الفاظ کو مختار قرار دیا ہے جو ایسے ہی کلمات پر مشتمل ہیں جیسے مصنف نے استعمال کئے ہیں۔ (عَدَدَ مَا اَحَاطَ بِهٖ عِلْمُكَ) اور اس جماعت نے کہا کہ یہ افضل طریقہ ہے۔ اس جماعت میں شیخ عفیف الدین یافعی۔ شرف بارزی اور بہاؤ ابن عطار شامل ہیں۔ ابن عطار کے شاگرد مقدسی نے اپنے استاد سے نقل کیا ہے رحمہم اللہ تعالیٰ
"وَاَضْعَافَ ذٰلِكَ" اور اس کی کئی مثلیں' مماثلت سے مراد مقدار میں مماثلت ہے۔ ذٰلِكَ کا اشارہ اس سے پہلے ذکر کیے گئے مجموعہ مخلوقات کی طرف ہے نہ کہ معلومات کی طرف' دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جمیع معلومات مراد ہوں لیکن معلومات کو مخلوقات پر محمول کیا جائے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ حقیقت مراد نہ ہو' بلکہ مبالغہ مقصود ہو۔
"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ" اے اللہ! ان حضرات پر رحمتیں نازل فرما جن کا ذکر نبی اکرم ﷺ سے لے کر بندگان صالحین تک اس سے پہلے ہوا ہے' حضرت مصنف نے پہلے ان سب حضرات پر علی العموم درود بھیجا' پھر خاص طور پر نبی اکرم ﷺ پر بھیجا' اب پھر تعمیم کا قصد کر رہے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ عَلَيْهِمْ کی ضمیر صرف نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہو' جمع کی ضمیر تعظیم و تکریم کے لئے لائی گئی ہے۔ اس کے شواہد قرآن پاک اور کلام عرب سے مشہور و معروف ہیں۔ یہ درود شریف اس جگہ سے لے کر دو سطر بعد "كَفَضْلِكَ عَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِكَ" تک بعض نسخوں میں موجود نہیں ہے' متعدد صحیح نسخوں اور نسخہ سلیمہ میں موجود ہے۔
"مَبْلَغَ عِلْمِكَ" مبلغ لام کے فتح کے ساتھ بمعنی انتہاء اور علم بمعنی معلوم ہے' اس کا مطلب بھی گذشتہ عبارت کی طرح ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ معلومات متناہی ہیں اور علم ایک حد پر جا کر رک جاتا ہے اور یہ محال ہے' لہذا اس کی تاویل ضروری ہے اور وہ یہ کہ ان معلومات کی انتہا مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے لئے تیار کئے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں آپ جن کے اہل ہیں یا ایسی ہی کوئی اور صحیح توجیہ کی جائے۔
"وَآيَاتِكَ" اس کے چند مطالب ہو سکتے ہیں۔ (۱) آیات کی تعداد کی انتہاء مراد ہو (۲) یہ آیات جن حکمتوں' حکموں اور خبروں پر مشتمل ہیں۔ ان کی انتہاء مراد ہو (۳) آیات جن کلمات اور حروف پر مشتمل ہیں ان کی انتہاء مراد ہو۔ (۴) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا مطلب بھی ماقبل کے طریقے پر ہو یعنی ان اسرار و رموز کی انتہاء مراد ہو جن پر قرآن پاک کی آیات مشتمل ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے صرف نبی اکرم ﷺ کے لئے یا آپ کے لئے اور تمام مقبولان بارگاہ کے لئے تیار کئے ہیں۔
"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ صَلٰوةً تَفُوْقُ" اے اللہ! ان پر ایسا درود بھیج جو ارفع و اعلیٰ ہو وَتَفْضُلُ ضاد کے ضمہ کے ساتھ اور دو درود مقابلے کے وقت افضل ہو جائے' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہو گا۔

"صَلٰوۃَ الْمُصَلِّیْنَ مِنَ الْخَلْقِ" خلق اصل میں مصدر ہے جس کا معنی ہے اندازہ کرنا' پھر اس کا استعمال ایجاد کے معنی میں ہونے لگا' بعض اوقات بمعنی مخلوق استعمال ہوتا ہے۔ اس جگہ یہی معنی مراد ہے۔

"کَفَضْلِكَ عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِكَ" (جیسے تجھے تمام مخلوق پر فضیلت ہے) پس اللہ تعالیٰ کو مخلوق پر ہے کیونکہ دو فعلوں میں فضیلت کے اعتبار سے وہی نسبت ہو گی جو دو فاعلوں کے درمیان ہے' اور حقیقت یہ ہے کہ ان دو فاعلوں کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں (مخلوق کو فضیلت میں خالق سے کیا نسبت؟) پھر ان کا درود بھی اللہ تعالیٰ کا فعل اور اس کی مخلوق ہے۔

اس جگہ حقیقی تشبیہ مراد نہیں ہے' کیونکہ یہ محال ہے کہ ایک حادث (خالق کو مخلوق) پر ہے۔ دراصل مقصد فضیلت میں مبالغہ دکھانا ہے اور دو درودوں کے درمیان انتہائی فرق واضح کرنا ہے۔

۳ "صَلٰوۃً دَائِمَۃً" وہ درود جو باقی اور ہمیشہ رہنے والا ہو' "مُسْتَمِرَّۃَ الدَّوَامِ" اس کی بقاء مسلسل ہو۔ "عَلٰی" بمعنی مَعَ ہے "مُتَّصِلَۃَ الدَّوَامِ" اس کی بقاء پے در پے ہو۔ اتصال کا معنی یہ ہے کہ بعض اشیاء بعض کے ساتھ متحد ہو جائیں جیسے کہ دائرے کی دو طرفیں متحد ہو جاتی ہیں۔ "لَا انْقِضَاءَ" یہ مصدر ہے "اِنْقَضَی الشَّیْءُ" کا' جس کا معنی ہے کہ فلاں شے ختم ہو گئی اور کچھ بھی باقی نہیں رہی' لَهَا یہ ضمیر صلوٰۃ کی طرف راجع ہے۔ "لَا انْصِرَامَ" یہ مصدر ہے اِنْصَرَامَ کا جس کا معنی ہے کہ فلاں شے منقطع ہو گئی۔ عَلٰی مَرِّ اللَّیَالِیْ وَالْاَیَّامِ۔ بعض نسخوں میں یہ الفاظ نہیں ہیں' متعدد صحیح نسخوں اور نسخہ سہلیہ میں موجود ہیں۔

"عَدَدَ کُلِّ وَابِلٍ وَطَلٍّ" وَابِلٌ تیز اور مفید بارش کو کہتے ہیں اور طَلٌّ شبنم اور ہلکی بارش کو کہتے ہیں۔

حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ نسخہ سہلیہ کے حاشیہ میں یہ شعر لکھا

اَلْوَابِلُ الْغَزِیْرُ ذُوانْهِمَارٍ وَالطَّلُّ مَارَقَّ مِنَ الْاَمْطَارِ

وَابِلٌ تیز اور موسلا دھار بارش کو اور طَلٌّ ہلکی بارش کو کہتے ہیں۔

یہ مجاصی کی نظم کا ایک شعر ہے جو انہوں نے "غریب المجاصی" میں لکھی ہے۔

"عَدَدَ کُلِّ وَابِلٍ وَّطَلٍّ" میں جس چیز کی گنتی ہے وہ بارشیں ہیں نہ کہ قطرے' کیونکہ وَابِلٌ اور طَلٌّ اس بارش کو کہتے ہیں جو بہت سے قطروں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ ایک قطرے کو نہ وَابِلٌ کہتے ہیں نہ طَلٌّ' دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ قطرات کی گنتی مقصود ہو' اس وقت اس جگہ مضاف محذوف نکالا جائے گا' یعنی تیز اور ہلکی بارش کے قطروں کی تعداد کے برابر درود بھیج۔

٤ "سَیِّدِنَا اِبْرٰهِیْمَ" ان کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان کا حق بہت زیادہ ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عرب و عجم میں سے بہت سے درود بھیجنے والوں کے جد امجد ہونے کے اعتبار سے انہیں قرب حاصل ہے۔ دین کی علامتوں میں انہیں موافقت حاصل ہے' رسولوں میں ان کی شان بلند ہے اور ان کی اس دعا کی تکمیل ہے "وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ" الْاٰیَۃ اور میرے لئے پچھلوں میں سچائی کی زبان معین فرما۔

"صَلَاۃً مُّکَرَّرَۃً" یہ کَرَّرَ الشَّیْءَ سے اسم مفعول مونث کا صیغہ ہے' ابو ہلال عسکری کہتے ہیں کہ تکرار کا معنی ہے ایک دفعہ سے زیادہ اعادہ۔ تکرار اور اعادہ میں فرق یہ ہے کہ دوبارہ ذکر کرنے کو اعادہ اور تیسری بار ذکر کرنے کو تکرار کہتے ہیں' مصدر

تکریر اور تکرار تاء کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ ہے۔

"وَمِلْءَ مَا اَحْصٰی عِلْمُكَ" حدیث شریف میں ہے "مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" آسمانوں اور زمین کی پری کے برابر' اس جگہ مَا اَحْصٰی عِلْمُكَ سے یہی مخلوقات مراد ہیں' یہ تمثیلی کلام ہے تاکہ سننے والے کی سمجھ کے قریب ہو جائے۔ ورنہ کلام کا اندازہ پیمانوں سے نہیں کیا جاتا' نہ ہی اس سے ظروف (زمین و آسمان وغیرہ) بھرے جاتے ہیں' مقصد کثرۃ تعداد ہے۔ یعنی اگر فرض کیا جائے کہ وہ کلمات اجسام ہیں اور مکانوں کو پر کر سکتے ہیں تو وہ اپنی کثرت کی بنا پر آسمانوں اور زمین کو بھر دیں گے۔ ممکن ہے کہ ان کلمات کا اجر و ثواب مراد ہو (کہ وہ زمین و آسمان کو بھر دے گا) ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کلمات کی عظمت شان بیان کرنا مقصود ہو' مثلاً کہا جاتا ہے کہ آج فلاں شخص نے ایسی بات کہی گویا وہ پہاڑ ہے اور فلاں نے آسمانوں اور زمینوں ایسی قسم کھائی' ایسے ہی کہا جاتا ہے کہ یہ کلمہ زمین کے تمام طبقات کو بھر دے گا' یعنی تمام زمین پر پھیل جائے گا' نیز کہتے ہیں یہ کلمہ بولنے والے کے منہ اور سننے والے کے کان کو بھر دے گا۔

۵ "اضعاف" ضعف کی جمع ہے مقدار میں شے کے مساوی کو ضعف کہتے ہیں۔

ثُمَّ تَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ فَاِنَّهٗ مَرْجُوُّ الْاِجَابَةِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی

پھر یہ دعا مانگئے! کیونکہ اس کی مقبولیت کی توقع ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

بَعْدَ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ○ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِمَّنْ لَزِمَ

نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے بعد' اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے

مِلَّةَ نَبِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَظَّمَ حُرْمَتَهٗ وَ

بنا جنہوں نے تیرے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کو لازم پکڑا' ان کے مرتبے کی تعظیم کی

اَعَزَّ كَلِمَتَهٗ وَحَفِظَ عَهْدَهٗ وَذِمَّتَهٗ وَنَصَرَ حِزْبَهٗ وَدَعْوَتَهٗ وَ

ان کے ارشاد کی عزت کی۔ ان کا عہد و پیمان محفوظ رکھا۔ ان کی جماعت اور دعوت کی امداد کی

كَثَّرَ تَابِعِيْهِ وَفِرْقَتَهٗ وَوَافٰى زُمْرَتَهٗ وَلَمْ يُخَالِفْ سَبِيْلَهٗ وَسُنَّتَهٗ ○

ان کے متبعین اور گروہ کو بڑھایا۔ ان کی جماعت کو پورا کیا اور ان کی راہ اور سنت کی مخالفت نہیں کی

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْاِسْتِمْسَاكَ بِسُنَّتِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْاِنْحِرَافِ

اے اللہ! میں تجھ سے ان کی سنت سے وابستہ رہنے کی دعا کرتا ہوں اور تیری پناہ مانگتا ہوں ان کے لائے ہوئے دین

عَمَّا جَاءَ بِهٖ ○ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ سَيِّدُنَا

سے برگشتہ ہونے سے' اے اللہ! میں تجھ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جو تجھ سے تیرے نبی اور رسول سیدنا

مُحَمَّدٌ نَبِيُّكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ

محمد مصطفیٰ ﷺ نے مانگی اور تیری پناہ مانگتا ہوں

شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ نَّبِيُّكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ○

اس چیز کے شر سے جس سے تیرے نبی اور رسول سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے پناہ مانگی۔

درود شریف کے بعد مانگی جانے والی دعا

لے "ثُمَّ تَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ" پھر اے قاری! بارگاہ رسالت میں ہدیہ درود پیش کرنے کے بعد یہ دعا پڑھ جو ابھی لکھی جا رہی ہے "فَاِنَّهٗ مَرْجُوُّ الْاِجَابَةِ" کیونکہ اس کی قبولیت کی امید اور انتظار ہے۔ اجابت کہتے ہیں سائل کے سوال کو پورا کرنا یا اس کے سامنے ایسے کام کرنا جو اسے پسند ہو' گویا حضرت مصنف فرما رہے ہیں کہ یہ دعا مقبول ہو گی۔ اسی لئے اس کے بعد فرماتے ہیں "اِنْ شَاءَ اللّٰهُ" کیونکہ ہر شے اللہ تعالیٰ کے ارادے پر موقوف ہے۔ لہٰذا وہی چیز موجود ہو گی جسے وہ چاہے گا۔ ہر چیز اس کی مشیت پر موقوف ہے اور اس کی مشیت کسی چیز پر موقوف نہیں۔ علاوہ ازیں یہ کلمہ بطور تبرک لایا گیا ہے اور موقع ملنے پر اللہ تعالیٰ کے ذکر کو غنیمت جانا گیا ہے۔ دعا کے قبول ہونے کی امید اس لئے ہے کہ درود پاک کے بعد یا دو درودوں کے درمیان دعا مقبول ہوتی ہے۔ جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ "بَعْدَ الصَّلَاةِ" اس کا تعلق مَرْجُوٌّ کے ساتھ ہے۔ اَلصَّلٰوةُ کے الف لام کا اشارہ جنس درود کی طرف ہے۔ "عَلَى النَّبِيِّ" ﷺ اور تم اس فصل کی ابتدا سے اس وقت تک درود شریف پڑھ ہی چکے ہو' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعد الصلوٰۃ کا تعلق تَدْعُوْ کے ساتھ ہو' یعنی تم جو ابھی ابھی درود پاک پڑھ چکے ہو اس کے بعد دعا کرو' اس صورت میں الصلوٰۃ سے مراد وہ درود پاک ہے جو حضرت مصنف اس سے پہلے حال ہی میں بیان کر چکے ہیں' اور الصلوٰۃ کے الف لام کا اشارہ قریبی درود شریف کی طرف ہو گا' جو کتاب میں قریب ہی گزرا ہے' یہ مطلب نہیں کہ پڑھنے والا اپنے پاس سے درود پاک پڑھے جیسے کہ بظاہر گمان ہوتا ہے۔

وہ دعا یہ ہے "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِمَّنْ" اس میں مِنْ تبعیضیہ اور مَنْ موصولہ ہے۔ یعنی مجھے ان لوگوں میں سے ایک بنا دے۔ "لَزِمَ" زاء کے نیچے کسرہ ہے جو جدا نہیں ہوئے۔ مِلَّةَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ تیرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین سے وَعَظَّمَ حُرْمَتَهٗ اور جنہوں نے آپ کی حرمت کا احترام کیا ہے۔ حرمت سے مراد وہ شان و شوکت ہے جس کی پاسداری ضروری ہے اور اس کی نہ توہین جائز ہے نہ تنقیص۔ "وَاَعَزَّ كَلِمَتَهٗ" کلمہ میں تین لغتیں ہیں۔ (۱) کاف پر فتحہ اور لام کے نیچے کسرہ (۲) کاف پر فتحہ اور لام ساکن (۳) کاف کے نیچے کسرہ اور لام ساکن' پہلی اہل حجاز کی لغت ہے یعنی جس نے کلمہ اسلام "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی گواہی دے کر تعظیم و تکریم کی یا نصرت و اعانت کی وَحَفِظَ فاء کے نیچے کسرہ ہے۔ عَهْدَهٗ اور جس نے آپ کے

تاکیدی فرمان اور وصیت کی حفاظت کی' یعنی اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک ماننا' اس کی عبادت کرنا' اس کی اطاعت میں مصروف ہونا' اس کے حکم کی تعمیل کرنا اور جس چیز سے اس نے منع کیا ہے اس سے پرہیز کرنا۔ "وَذِمَّتَهُ" ذمہ اور عہد کا ایک ہی معنی ہے' لیکن ذمہ میں اس بات کا اعتبار ہے کہ اسے پورا نہ کرنا مذموم اور عیب ہے۔ "وَنَصَرَ حِزْبَهُ" اور آپ کے متبعین کی امداد کی "وَدَعْوَتَهُ" اور اللہ تعالیٰ کی طرف آپ کے بلانے کو فروغ دیا "وَكَثَّرَ تَابِعِيهِ" اور آپ کے پیروکاروں میں اضافہ کیا' تابع وہ ہے جو آپ کے طریقے پر چلے' اس جگہ آپ کے دین پر چلنے والے مراد ہیں' یعنی دنیا و آخرت میں ان کے ساتھ شامل ہو کر ان کی کثرت میں اضافہ کرے۔ "وَوَافَى زُمْرَتَهُ" اور آپ کے گروہ کے پاس آیا' یا وعدے پر ان سے ملا' یا آخرت میں ان کے مشابہ ہوا "زُمْرَةٌ" زاء کے ضمہ کے ساتھ جماعت کو کہتے ہیں۔ "وَلَمْ يُخَالِفْ سَبِيلَهُ" اور اس نے آپ کے طریقے کی مخالفت نہیں کی' بلکہ موافقت کی اور اس پر چلا' کیونکہ وہی آسان راستہ ہے۔ "وَسُنَّتَهُ" سنت کہتے ہیں طریقہ اور سیرت کو۔

۲ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ" اے اللہ! میں تجھ سے طلب کرتا ہوں۔ سوال طلب کی ایک قسم ہے' یعنی مطلق ادنیٰ کا اعلیٰ سے طلب کرنا' جب طلب اللہ تعالیٰ سے ہو تو اسے سوال اور دعا کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے طلب کرنے کو دعا نہیں کہا جاتا۔ بہت سے علماء لغت کے کلام کا یہی مفہوم ہے۔ ابن راشد الحفید نے اپنی کتاب "الضروری" میں اور قرافی نے "التنقیح" میں اس کی تصریح کی ہے' اس بات سے باخبر ہونا چاہئے۔ بہت سے لوگوں کو اس میں وہم ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے' میں نے یہ تحقیق شیخ ابو عبد اللہ عربی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر میں دیکھی۔ یہ جملہ لفظاً خبر اور معنیً انشاء ہے' اور اس کا معنی ہے' اے اللہ! مجھے عطا فرما۔ "الْاِسْتِمْسَاكَ بِسُنَّتِهِ" استمساک کا معنی مضبوطی سے پکڑنا اور سنت کا معنی طریقہ اور دین ہے۔ "وَأَعُوذُبِكَ" اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں' یہ جملہ بھی لفظاً خبر اور معنیً انشاء ہے' اور مطلب یہ ہے' کہ اے اللہ! مجھے پناہ عطا فرما "مِنَ الْاِنْحِرَافِ" برگشتہ ہونے سے "عَمَّا جَاءَ بِهِ" ما موصولہ ہے۔ اس چیز سے جو حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ انحراف کی دو صورتیں ہیں (۱) بدعت (بد عقیدگی) (۲) معصیت (بد عملی) باقی رہا کفر تو وہ انحراف سے آگے کی چیز ہے' کیونکہ کفر یہ ہے کہ آپ سے بالکل اعراض اور روگردانی کی جائے' دعاء انحراف کے آخری درجے کے طور پر شامل ہو گی۔

۳ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ" اے اللہ! میں تجھ سے اپنے لئے سوال کرتا ہوں۔ "مِنْ خَيْرِ" یہ مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی مجھے اس خیر کا ایک حصہ عطا فرما۔ اگر آئندہ مِنْ (اَعَاذَكَ مِنْهُ) بھی تبعیضیہ ہو تو اس عبارت میں کوئی اشکال نہیں' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بعض خیر کی دعا کی اور ہم اس بعض کے بعض کا سوال کرتے ہیں۔ اگر آئندہ مِنْ کو زائدہ یا بیانیہ قرار دیں تو معنی یہ ہو گا کہ حضور انور ﷺ نے جس خیر کا سوال کیا ہم اس کے بعض کا سوال کرتے ہیں' کیونکہ ہمارے لئے وہی جائز اور مناسب ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مِنْ زائدہ ہو اور مطلب یہ ہو کہ میں نبی اکرم ﷺ کے لئے' اپنے لئے اور اس شخص کے لئے جس کے لئے حضور ﷺ نے سوال کیا' خواہ وہ کوئی بھی ہو سوال کرتا ہوں' اس صورت میں ہم وہ سب کچھ مانگتے ہیں جو حضور اکرم ﷺ نے مانگا' جو کچھ آپ کے ساتھ خاص ہے وہ آپ کے لئے اور جو ہمارے لائق ہے وہ اپنے لئے مانگتے ہیں' گویا ہم آپ کی دعا پر آمین کہہ رہے ہیں۔

خیر وہ حسین چیز ہے جس میں دنیاوی یا اخروی نفع ہو' خیر کا استعمال کئی معنوں میں ہوتا ہے۔ (۱) مصدر' کہا جاتا ہے "خَارَ اللّٰهُ لَكَ خَيْرًا" اللہ تعالیٰ تجھے بھلائی عطا فرمائے۔ (۲) صفت یعنی بھلائی کا موصوف' اس وقت یہ خَيِّرًا کا مخفف ہے (۳) اسم تفضیل زیادہ بہتر کثرت استعمال کی وجہ سے ہمزہ حذف کر دیا گیا۔ (۴) مال کے معنی میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اِنْ تَرَكَ خَيْرًا" اگر مرنے والے نے مال چھوڑا "وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ" بے شک انسان مال کی شدید محبت رکھتا ہے۔ (۵) ہر کمال' نفع اور مناسب چیز کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایمان خیر ہے۔ امن و عافیت خیر ہے۔ متن میں لفظ خیر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

مَا موصولہ ہے اور یہ مقدر کی صفت ہے یعنی وہ امر "سَاَلَكَ مِنْهُ" ہو سکتا ہے کہ یہ مِنْ تبعیضیہ ہو اور سَاَلَ کا دوسرا مفعول ضمیر ہو اور مِنْهُ کی ضمیر مَا موصولہ کی طرف راجع ہو' صلہ سے موصول کی طرف یہی عائد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موصول کی طرف عائد وہ ضمیر محذوف ہو جو سَاَلَ کے ساتھ بحیثیت مفعول متصل ہے اور مِنْهُ کی ضمیر لفظ خیر کی طرف بطور استخدام راجع ہو اس جگہ استخدام کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے لفظ خیر سے اس کا معنی مراد تھا اور اب ضمیر سے لفظ خیر مراد ہے اس صورت میں مِنْ بیانیہ ہے' یعنی وہ چیز کہ حضور ﷺ نے تجھ سے اس کا سوال کیا ہے اور وہ چیز خیر ہے۔ بعض نسخوں میں یہ الفاظ ہیں "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ سَاَلَكَ مِنْهُ" اے اللہ! میں تجھ سے ہر وہ بھلائی مانگتا ہوں جو حضور ﷺ نے تجھ سے مانگی۔ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ نے صرف اپنے لئے یا اپنے اور دوسروں کے لئے یا اپنی امت کے لئے مانگی۔

"وَاَعُوْذُبِكَ" اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں "بِكَ" میں باء تعدیہ کے لئے ہے۔ مِنْ زمان اور مکان کے علاوہ استعمال ہو تو ابتدائیہ ہو گا "شَرِّ مَا" شر خیر کی ضد ہے' وہ چیز جس میں دنیاوی یا اخروی نقصان ہو' اس کا معنی برائی اور بری چیز ہے۔ یعنی اس چیز کی برائی سے "اِسْتَعَاذَكَ مِنْهُ" جس سے پناہ مانگی ہے۔ مِنْ ابتداء غایت کے لئے ہے اور مِنْهُ کی ضمیر مَا موصولہ کی طرف راجع ہے "مُحَمَّدٌ نَّبِيُّكَ وَرَسُوْلُكَ" ﷺ تیرے نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے لئے یا دوسرے کے لئے۔

سب دعاؤں کی جامع دعا

امام ترمذی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سی دعائیں مانگیں' جن میں سے ہمیں کوئی بھی یاد نہ رہی۔ ہم نے عرض کیا' یا رسول اللہ! آپ نے بہت سی دعائیں مانگی ہیں' لیکن ہمیں ان میں سے کوئی بھی یاد نہیں رہی۔ فرمایا: تمہیں ان سب کی جامع دعا نہ بتاؤں؟ تم یوں کہو: اے اللہ! میں تجھ سے اس چیز کی بھلائی مانگتا ہوں جو تجھ سے تیرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مانگی اور میں اس چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں' جس سے تیرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تیری پناہ مانگی اور تجھ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور تو ہی مقصد تک پہنچانے والا ہے۔ برائی سے پھرنے اور نیکی کی طاقت اللہ تعالیٰ کی امداد ہی سے ہے۔ ایک روایت میں "العلی العظیم" کا اضافہ ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ دعا روایت کی ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت کی ہر بھلائی مانگتا ہوں، خواہ وہ مجھے معلوم ہے یا نہیں، اور میں دنیا و آخرت کے ہر شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں خواہ وہ میرے علم میں ہے یا نہیں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس چیز کی بھلائی مانگتا ہوں جو تیرے عبد خاص اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھ سے مانگی اور اس چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے عبد مکرم اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیری پناہ مانگی۔ اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور اس کے قریب کرنے والے قول و عمل کی درخواست کرتا ہوں اور جہنم اور اس کے قریب کرنے والے قول و عمل سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو نے جو فیصلہ فرمایا ہے۔ اسے میرے لئے بہتر بنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے

یہ سب جامع دعائیں ہیں، امام ابوداؤد اور حاکم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع دعاؤں کو پسند فرماتے تھے اور ایسی دعائیں نہیں مانگتے تھے جو جامع نہ ہوں۔ پھر قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس دعا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے کا سہارا لیا گیا ہے، آپ کی امامت کی اقتدا اور آپ کے پیچھے چلنے کی کوشش کی گئی ہے اور آپ کے واسطہ سے اپنا ارادہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا گیا ہے اور یہ سبب بھی ہے کہ آپ آداب دعا اور اس کے لئے موزوں الفاظ کو سب سے بہتر جاننے والے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَللّٰھُمَّ[1] اعْصِمْنِیْ مِنْ شَرِّ الْفِتَنِ وَ عَافِنِیْ مِنْ جَمِیْعِ الْمِحَنِ

اے اللہ! تو مجھے فتنوں کے شر سے بچا، مجھے تمام مشقتوں سے محفوظ فرما،

وَ اَصْلِحْ مِنِّیْ مَاظَھَرَ وَ مَابَطَنَ وَ نَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْحِقْدِ وَالْحَسَدِ

میرے ظاہر اور باطن کو درست فرما، میرے دل کو کینے اور حسد سے پاک فرما

وَلَا تَجْعَلْ عَلَیَّ تِبَاعَةً لِّاَحَدٍ ۝ اَللّٰھُمَّ[2] اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْاَخْذَ بِاَحْسَنِ

اور کسی کا حق مجھ پر لازم نہ فرما۔ اے اللہ! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ جو چیز تیرے علم میں بہترین

مَا تَعْلَمُ وَالتَّرْكَ لِسَیِّیءِ مَاتَعْلَمُ وَ اَسْئَلُكَ التَّكَفُّلَ بِالرِّزْقِ وَ الزُّھْدَ

ہے، اسے اپنانے اور جو تیرے علم میں بری ہے اسے چھوڑنے کی توفیق دے۔ اور میں تجھ سے روزی پر بھروسہ، خرچ

فِی الْكَفَافِ وَ الْمَخْرَجَ بِالْبَیَانِ مِنْ كُلِّ شُبْھَةٍ وَ الْفَلْجَ بِالصَّوَابِ

میں احتیاط، حق کی وضاحت کی بنا پر ہر شبے سے نکلنا، ہر دلیل میں حق و صواب

فِیْ كُلِّ حُجَّةٍ وَ الْعَدْلَ فِی الْغَضَبِ وَ الرِّضَاءِ وَ التَّسْلِیْمَ لِمَا یَجْرِیْ

کا پالینا' خوشی اور ناخوشی میں اعتدال' جس چیز کے ساتھ قضا جاری ہو چکی ہے۔

بِهِ الْقَضَاءُ وَالْاِقْتِصَادَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَالتَّوَاضُعَ فِي الْقَوْلِ

اسے تسلیم کرنا' فقر و غنا میں میانہ روی' قول و فعل میں عاجزی'

وَالْفِعْلِ وَالصِّدْقَ فِي الْجِدِّ وَالْهَزْلِ ○ اَللّٰهُمَّ اِنَّ لِيْ ذُنُوْبًا فِيْمَا

سنجیدگی اور مزاح میں سچائی طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے کچھ گناہ وہ ہیں جو

بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ وَذُنُوْبًا فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَلْقِكَ ○ اَللّٰهُمَّ مَا كَانَ

میرے اور تیرے درمیان ہیں اور کچھ گناہ وہ ہیں جو میرے اور تیری مخلوق کے درمیان ہیں۔ اے اللہ! جو تیرے

لَكَ مِنْهَا فَاغْفِرْهُ وَمَا كَانَ مِنْهَا لِخَلْقِكَ فَتَحَمَّلْهُ عَنِّيْ وَاَغْنِنِيْ

گناہ ہیں تو معاف فرما! اور جو گناہ تیری مخلوق سے متعلق ہیں وہ اپنے ذمہ کرم پر لے لے' اور تو مجھے

بِفَضْلِكَ اِنَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ○

اپنے فضل سے بے نیاز فرما دے' بے شک تیری مغفرت بہت وسیع ہے۔

ل اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ اے اللہ! مجھے محفوظ فرما اور روک دے۔ مِنْ شَرِّ الْفِتَنِ اس جگہ شر۔ خیر کی ضد (برائی) کے معنی میں ہے' اسم تفضیل (زیادہ برا) کے معنی میں نہیں ہے۔ شر کی اضافت فِتَن کی طرف بیانیہ ہے (یعنی فتنے ہی برائی ہیں) سب فتنوں سے پناہ مانگی گئی ہے' یہ نہیں کہ شدید ترین یا اولین فتنوں سے پناہ مانگی گئی ہے' کیونکہ تمام فتنے شر ہیں اور ہر فتنہ اس لائق ہے کہ اس سے پناہ مانگی جائے۔ فِتَن جمع ہے فتنہ کی۔ اس کا اطلاق گمراہی' گناہ' کفر' رسوائی' عذاب' مشقت' ابتلاء' گمراہ گری' اختلاف آراء' جنون' مال' اولاد اور خود پسندی پر کیا جاتا ہے۔ "وَعَافِنِيْ مِنْ جَمِيْعِ الْمِحَنِ" اور مجھے تمام مشقتوں سے محفوظ و مامون فرما۔ مِحَنْ جمع ہے مِحْنَه کی' اس کا معنی وہ چیز ہے جس کے ساتھ ابتلا ہو' عام طور پر اس کا استعمال سختی' تکلیف دہ چیز اور مشقتوں کے لئے کیا جاتا ہے' امتحان کا معنی آزمائش ہے۔

"وَاَصْلِحْ" اور درست فرما۔ صلاح فساد کی ضد (درستی) ہے۔ "مِنِّيْ مَاظَهَرَ" میرے ظاہری اعضا کو تاکہ میں انہیں تیری رضا اور تیرے رسول ﷺ کی سنت کی پیروی میں استعمال کروں "وَمَابَطَنَ" اور وہ جو پوشیدہ ہے' یعنی دل کہ جب وہ درست ہو تو تمام جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہو تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے۔ "وَنَقِّ قَلْبِيْ" اور میرے دل کو پاک صاف بنا۔ کیونکہ اخلاق' علوم اور ولایت کے مقامات و احوال کا محل دل ہی ہے۔ "مِنَ الْحِقْدِ" حقد حاء کے کسرہ اور قاف کے سکون کے ساتھ۔ دل میں عداوت کا جاگزیں ہو جانا۔ "وَالْحَسَدِ" پہلا اور دوسرا حرف مفتوح۔ کسی کو ملنے والی نعمت کو ناپسند کرنا اور اس کے زوال کی آرزو کرنا۔

"وَلَا تَجْعَلْ عَلَيَّ تِبَاعَةً" کہا جاتا ہے "تَبِعْتُ الشَّیْءَ" میں فلاں چیز کے پیچھے پیچھے چلا۔ تباعۃ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی مطالبے کی بنا پر آدمی کی جان۔ عزت' اہل و عیال' مال یا ایسی چیز کے در پے ہو جس کی مثل یا قیمت ادا کرنا لازم ہو' خواہ یہ تقاضا شرعی طریقے سے ہو جیسے بیع' کرایہ اور قرض یا غیر شرعی طریقے سے' مثلاً غصب' مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! اگر مجھ پر کسی کا شرعی حق ہے تو مجھے ادائیگی کی توفیق عطا فرما' تاکہ وہ حق میرے ذمہ نہ رہے اور غیر شرعی کام سے مجھے محفوظ رکھ اور اگر مجھ سے کسی کی حق تلفی ہو جائے تو مجھے ادائیگی اور صاحب حق سے معافی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور قیامت کے دن صاحب حق کو مجھ سے راضی فرما۔ لِأَحَدٍ کسی بھی شخص کا کسی بھی طرح مجھ پر حق نہ رہنے دے' خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

اللہ! سے درخواست

۲. "اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ" اے اللہ! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں "اَلْأَخْذَ بِأَحْسَنِ مَا تَعْلَمُ" اس بہترین کام کو اپنانے کی جسے تو جانتا ہے کہ وہ شرعاً ہمارے حق میں بہتر ہے اور ہمارے لئے اس کا کرنا اور اپنانا ممکن ہے اور وہ تیری رضا اور قبولیت کے قریب ترین ہے' تو ہمیں اس کی ہدایت عطا فرما' ہمیں اس کی توفیق عطا فرما اور ہمارے دلوں کو بہتر سے بہتر اور تیری بارگاہ کے زیادہ قریب کرنے والے کام کی پہچان عطا فرما' تاکہ ہم ان لوگوں سے ہو جائیں جو بات کو سن کر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں اور ہم تیرے حکم کی تعمیل اور تیری رضا کے حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہو جائیں' اس کام کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف اس لئے کی گئی ہے تاکہ معاملہ اس کے سپرد کر دیا جائے' جو اس کے علم میں بہتر ہے وہ خود ہمارے لئے منتخب فرمائے' ہمارے علم اور انتخاب ناقص ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

"وَالتَّرْكَ لِسَيِّئِ مَا تَعْلَمُ" اور میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں ہر اس برے کام سے اجتناب اور علیحدگی کی توفیق عطا فرما جسے تو جانتا ہے کہ وہ ہمارے حق میں برا ہے اور ہم سے اس کا صادر ہونا تجھے پسند نہیں۔ لِسَيِّئِ میں لام مصدر (ترک) کی تقویت کے لئے ہے اور ما موصولہ الفاظ عموم سے ہے' لہٰذا ہر برائی کو شامل ہو گا جیسے کہ ما کا مضاف سیئ بھی عموم کا فائدہ دیتا ہے' کیونکہ صحیح یہ ہے کہ جب مفرد معرفہ کی طرف مضاف ہو اور کوئی متعین فرد مراد نہ ہو تو عموم و استغراق کا فائدہ دے گا' برا کام چھوٹا ہو یا بڑا۔ اس لائق ہے کہ اسے ترک کیا جائے' اسی لئے اس جگہ اسم تفضیل کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا' برخلاف اچھے کام کے کہ زیادہ اچھا کام کرنا افضل ہے' اسی لئے اس جگہ اسم تفضیل کا صیغہ (اَحْسَن) استعمال کیا گیا ہے' گویا دعا میں دونوں طرف کمال کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ (یعنی دعا یہ کی گئی ہے کہ ہر برے کام سے بچنے اور اچھے سے اچھے کام کرنے کی توفیق عطا فرما۔

"وَأَسْأَلُكَ التَّكَفُّلَ بِالرِّزْقِ" اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے رزق کا ضامن ہو جا اور اپنے ذمۂ کرم پر لے لے۔ التکفل پر الف لام مضاف الیہ کے عوض نہ ہو تو اس کے بعد مِنْكَ اور بِالرِّزْقِ کے بعد لِيْ مقدر ہو گا اور اگر عوض ہو تو عبارت اس طرح ہو گی تَكَفُّلَكَ اور بِالرِّزْقِ کے بعد لِيْ مقدر ہو گا۔

خاص طریقے سے رزق کی فراہمی کا معنی

ضامن ہونے سے خصوصی طور پر ضامن ہونا مراد ہے یعنی مجھے خاص طریقے سے رزق عطا فرما' اس کی چند صورتیں ہیں۔ (۱) توقع کے بغیر ہو (۲) بابرکت ہو (۳) وسیع اور آسان ہو (۴) نہ حاجت سے زیادہ ہو نہ کم (۵) خوشگوار اور باعزت ہو (۶) حرص کے بغیر ہو (۷) اس کی طلب میں مشقت نہ ہو (۸) دل کی مشغولیت اور غم نہ ہو (۹) اس کے لئے مخلوق کے سامنے ذلت نہ ہو (۱۰) اس کے حصول میں فکر اور سوچ بچار نہ ہو (۱۱) دربانوں اور قطع رحمی سے واسطہ نہ پڑے (۱۲) جہنم کے قرب کا ذریعہ اور آزمائش نہ ہو (۱۳) بندگی کے راستے سے دوری کا سبب نہ ہو (۱۴) اللہ تعالیٰ کی عنایت اور مہربانی شامل حال ہو وغیرہ ذالک جیسے کہ طالب علم کے حق میں وارد ضامن ہونے کی تفسیر کی گئی ہے۔ اگر خصوصی طور پر ضامن ہونا مراد نہ ہو تو سوال کی ضرورت کیا رہ جاتی ہے۔ عمومی طور پر تو تمام حیوانوں کا رزق' اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا

زمین میں رہنے والے ہر جانور کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

رزق کی تفسیر فضائل کی فصل میں گزر چکی ہے۔ رزق پہلے حرف کے کسرہ کے ساتھ عطیہ کو کہتے ہیں' اس کی جمع ارزاق ہے اور اگر پہلے حرف پر فتحہ ہو تو یہ باب نصر کا مصدر ہے' رزق پر الف لام' خاص فرد کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے' یعنی وہ رزق جس کا آیات و احادیث میں وعدہ کیا گیا ہے۔

"الزُّهْدَ فِي الْكِفَافِ" زہد کہتے ہیں ترک کرنے' رغبت نہ ہونے' نیکی کے پائے جانے اور گناہ سے اجتناب کرنے کو۔ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ زہد سے مطلق زہد مراد ہو' اس کے ساتھ کسی قید کا اعتبار نہ ہو' تاکہ جن جن چیزوں کے ساتھ زہد کا تعلق ہو سکتا' ہے وہ سب مراد لی جا سکیں۔ کیونکہ زہد کے مراتب اور اس کے متعلقات کا کوئی شمار نہیں ہے۔ اس کا ادنیٰ درجہ جاہ و مال اور ان کے اسباب سے بے رغبتی ہے۔ پھر ہر اس صفت سے بے رغبت ہونا جس میں تقاضائے طبیعت کی بنا پر نفس کا فائدہ ہے۔ یہاں تک کہ اپنے نفس اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ مطلق زہد مراد ہونے کی صورت میں فِي الْكِفَافِ میں فی معنی مع ہو گا' یعنی بقدر ضرورت رزق عطا فرمانے اور مہیا فرمانے کے ساتھ ساتھ مجھے اپنے سوا تمام مخلوق سے بے نیاز فرما دے۔

یہ سوال دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ (۱) مجھے بے نیاز خلق بنا دے۔ (۲) بقدر ضرورت رزق عطا فرما' جیسے کہ حدیث پاک کی اس دعا سے تعلیم نبوی معلوم ہوتی ہے۔

وَاجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ كِفَافًا

آل محمد کا رزق بقدر ضرورت بنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دعا کی

میری دعا یہ ہے کہ قدر ضرورت سے زائد سے بے نیاز کر دے۔

بعض حضرات نے کہا کہ فِی الْکِفَافِ "الکائن" کے متعلق ہے اور الزھد کی صفت ہے یا کَائِنًا کے متعلق ہو کر حال ہے زہد سے 'جیسے کہ معرف باللام کے بعد واقع جملہ کے بارے میں قاعدہ ہے اور اس میں دونوں احتمال ہیں- اس وقت زہد- مصدر لازم کے درجہ میں ہے' جو مفعول کو طلب نہیں کرتا یا اسم جامد کے مرتبہ میں ہے- جیسے اَلْقِیَامُ فِی الْمَسْجِدِ اور زَیْدٌ فِی الدَّارِ

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زہد کا متعلق معلوم ہونے کی بنا پر محذوف ہو' کیونکہ عام طور پر دنیائے فانی اور وہ امور مراد ہوتے ہیں جن پر دنیا مشتمل ہے- مثلاً جاہ و مال اور خواہشات اس وقت بھی فی بمعنی مع ہو گا' جیسے کہ پہلی صورت میں گزر چکا ہے۔

ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فی اپنے معنی میں مستعمل ہے' یعنی مقدار ضرورت میں زہد مطلوب ہو' اس صورت میں اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں- (۱) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے بے نیازی (توکل) مطلوب ہو اور یہ عین توحید' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بے نیازی' ہر ماسوا کو چھوڑ کر اسی کے ساتھ مشغولیت' اسی کی یاد میں محویت اور تمام تر توجہ کا مطالبہ ہے- (۲) اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینا مراد ہو' جیسے کہ صحابہ کرام کا معمول تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

وہ خود اگرچہ فاقہ سے ہوں' دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں-

کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے شان بے نیازی' اس کی محبت میں فنا اور اس کی ذات پر کامل بھروسہ حاصل ہے' جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق- حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہم کے واقعات سے معلوم ہے۔

خاص طور پر قدر ضرورت کا ذکر کیا گیا ہے' کسی اور چیز کا ذکر نہیں کیا گیا' کیونکہ جب آدمی قدر ضرورت سے بے نیاز ہو گا تو اس کے ماسوا سے بطریق اولیٰ بے نیاز ہو گا۔

اس صورت میں فِی الْکِفَافِ کا عامل الزہد ہی ہو گا- بعض حضرات نے کہا' کہ ذہن فوری طور پر اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ مجرور زہد ہی کے متعلق ہو لیکن بعض حضرات نے پہلی صورت (یعنی مجرور کا متعلق مقدر ہونے) کو زیادہ قریب اور تکلف سے زیادہ محفوظ قرار دیا' انہوں نے کہا کہ یہی صورت سابقہ جملے کے زیادہ مناسب ہے جس میں رزق کے ضامن ہونے کا سوال کیا گیا ہے' اور اس صورت میں زہد کی تفسیر توکل یا ایثار کے ساتھ کرنے کی بھی ضرورت نہیں رہے گی' چونکہ یہ مختلف حقیقتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک مطلوب' مقصود ہے- لہٰذا ضرورت کے بغیر ان میں سے کسی ایک کی تفسیر دوسرے سے نہیں کی جائے گی- واللہ تعالیٰ اعلم۔

بقدر ضرورت رزق وہ ہے جس میں زیادتی نہ ہو' یا وہ رزق جو حاجت سے نہ زائد ہو' نہ کم' یا اتنا رزق مراد ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھایا جائے' اور ایک دن بھوک سے بسر کیا جائے۔

"وَالْمَخْرَجَ" میم اور راء کے فتحہ کے ساتھ خَرَجَ یَخْرُجُ (باب نصر) کا اسم مصدر ہے- میم پر ضمہ بھی پڑھا جا سکتا ہے اس وقت باب افعال کا اسم مصدر ہو گا- "بِالْتِبْیَانِ" باء سببیت کے لئے ہے' یا مصاحبت کے لئے اور بیان میں تین صورتیں ہیں-(۱)

ثلاثی مجرد کا مصدر ہے' اس کا معنی ہے ظاہر اور واضح ہونا۔ (۲) باب افعال کے مصدر کا اسم اور لازم ہے' اس صورت میں بھی اس کا معنی ظاہر ہونا ہے۔ (۳) باب افعال کے مصدر کا اسم اور متعدی ہے' اس کا معنی ظاہر کرنا ہے۔ پہلی اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں' کہ حق کے واضح ہونے کے سبب ہر شبہ سے نکل جاؤں۔ تیسری صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ حق کو ظاہر فرما دے' اس سبب سے ہر شبہ سے نکل جاؤں۔ بیان کا متعلق (حق) کلام کے سیاق و سباق کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

"مِنْ كُلِّ شُبْهَةٍ" شین اور باء مضموم ہے' بعض اوقات باء ساکن پڑھی جاتی ہے' شبہہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اس طرح مل جل جائے کہ اس کی حقیقت واضح نہ ہو سکے۔ شبہہ عقائد' اعمال' عبادات اور عادتوں میں پایا جاتا ہے۔ حق ظاہر ہونے کے سبب اس سے نکلنے کی صورت یہ ہے کہ یا تو قرآن و حدیث کی تصریح معلوم ہو جائے' عقلی و نقلی دلیل ظاہر ہو جائے یا الہام یا سچی خواب کے ذریعے شبہہ دور ہو جائے' یا اللہ تعالیٰ نیکی کے کام کو آسان فرما دے' یا قابل اعتماد مفید مشورہ دیدے' یا اس کے علاوہ کوئی صورت ہو۔

"وَالْفَلْجَ" نسخہ سہلیہ میں فاء اور لام دونوں مفتوح ہیں' البتہ! لغت کی کتابوں میں فاء مفتوح اور لام ساکن ہے' یہ مصدر ہے اور اس کا معنی کامیاب ہونا ہے' یہ اسم فاء کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ ہے۔ (جس کا معنی کامیابی ہے) "بِالصَّوَابِ" یہ خطا کی نقیض ہے' یعنی حق کے موافق "فِيْ كُلِّ حُجَّةٍ" حجت اس دلیل کو کہتے ہیں جس سے دعووں' جھگڑوں' مقدرتوں اور محاوروں میں تقویت حاصل کی جائے۔ کتاب العینی میں ہے کہ حجت وہ دلیل ہے جس کی بنا پر کامیابی ہو' اس جگہ حجت کا معنی ایسی چیز بھی ہو سکتی جو اس لائق ہے کہ اس پر دلیل قائم کی جائے اور اس میں اختلاف واقع ہو سکے' خواہ اس کے بارے میں اختلاف اور استدلال ہو یا نہ ہو' اس وقت حجت سے مراد وہ معاملہ ہو گا جس کے سلسلے میں دلیل سے قوت حاصل کی جائے۔ دلیل مراد نہیں ہو گی' جس سے قوت حاصل کی جاتی ہے۔ گویا سوال یہ کیا گیا ہے کہ یا اللہ! میں جس کام کا ارادہ کروں اور جس کام کو شروع کروں اس میں کامیابی عطا فرما۔

"وَالْعَدْلَ" عدل کا معنی ہے راہ حق کو اس طرح لازم پکڑنا کہ ادھر ادھر جھکاؤ نہ پایا جائے' شے کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا اور کسی شے کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جس کے وہ لائق ہے اس کے مقابل جور ہے' جس کا معنی راہ حق سے انحراف ہے۔ "فِي الْغَضَبِ" غضب نفس کی اس شدت کو کہتے ہیں جس کا تقاضا انتقام لینا یا کسی کی مذمت کرنا ہے۔ بعض اوقات صرف شدت کو اور بعض اوقات صرف انتقام کے معنی میں استعمال ہو جاتا ہے۔ اس شدت کے ساتھ خون کا کھولنا اور طبیعت کا ہیجان پایا جاتا ہے۔ یہ شدت ناراضگی اور مراد پوری نہ ہونے کی صورت میں پائی جاتی ہے جس کی بنا پر آدمی کو شکایت پیدا ہوتی ہے اور انسان صورت حال کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

"وَالرِّضَا" کا معنی یہ ہے کہ انسان کی مراد پوری ہو جائے اور وہ صورت حال کو کسی اعتراض کے بغیر قبول کر لے۔ ایسی حالت میں خون پرسکون اور طبیعت ٹھنڈی رہتی ہے اور نفس انسانی پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ لطف و کرم کی طرف

مائل ہو جاتا ہے، بعض اوقات رضا کا استعمال رقت قلب کے لئے اور کبھی محض احسان کے لئے بھی کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر حالت غضب و رضا میں عدل و انصاف کا سوال اس لئے کیا گیا ہے کہ انہی دو حالتوں میں اعتدال و استقامت کی راہ سے انحراف کا خدشہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں حالتوں میں انصاف کی توفیق عطا فرمائے۔ جب انسان ان دو حالتوں میں انصاف پر عمل پیرا ہو گا، تو دیگر حالات میں بطریق اولیٰ عامل ہو گا، ایسے شخص کے تمام اعمال ہر حال میں عدل کے ترازو میں تلے ہوئے ہوں گے، اور وہ کسی بھی فعل میں اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز نہیں کرے گا۔ ان دونوں حالتوں کا ذکر اسی انداز میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، جسے حکیم ترمذی نے روایت کیا، اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے، جسے امام طبرانی نے روایت کیا۔

حالت غضب میں توفیق انصاف کی دعا

اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ہے کہ حالت غضب میں انصاف کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ دعا نہیں کی کہ غصہ ختم ہی ہو جائے، کیونکہ حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں کہ غصہ سرے سے ختم نہیں ہوتا اور اسے ختم بھی نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اگر ختم ہو جائے تو کوشش سے حاصل کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ کافروں سے جنگ کرنے اور خلاف شریعت امور سے روکنے کا آلہ ہے اور بہت سی نیکیاں ایسی ہیں جو اسی سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس کی حیثیت شکاری کے کتے کی ہے جو شکار میں اس کا مددگار ہوتا ہے۔

"وَالتَّسْلِيْمَ" تسلیم کا معنی ہے حکم کو قبول کرنا اور مخالفت، خلجان اور دل، تنگی کے بغیر تصدیق کرنا "لِمَا" مَا موصولہ ہے اور مصدریہ بھی ہو سکتا ہے۔ "يَجْرِيْ" جاری اور نافذ ہوتی ہے۔ "بِهِ الْقَضَاءُ" یہ ضمیر موصول کی طرف راجع ہے اور باء تعدیہ کے لئے ہے یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی قضاء بندے پر نافذ کرتی ہے۔ مثلاً خیر و شر اور نفع و ضرر وغیرہ۔ کلام کی روش کا تقاضا ہے کہ القضاء کی اضافت ضمیر خطاب کی طرف ہو، یعنی مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس چیز کو قبول کر لوں جسے تیری قضا نافذ کرے۔

قضاء کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ازلی ارادہ کو جس کا تعلق آئندہ ہونے والی اشیاء کے ساتھ اس طرح ہے جیسے وہ ہونے والی ہیں۔ میر سید شریف جرجانی نے فرمایا: کہ یہ اشاعرہ[۱] کا مذہب ہے۔ بعض نے کہا: کہ قضاء اللہ تعالیٰ کے فعل کو کہتے ہیں۔ اس صورت میں یہ صفات فعلیہ سے ہو گی۔ علامہ سعد الدین تفتازانی نے فرمایا: کہ قضاء نہایت پختہ اور مضبوط فعل کو کہتے ہیں۔ حضرت مصنف کے قول "يَجْرِيْ" کے یہی زیادہ مناسب ہے۔ حضرت مصنف نے اللہ تعالیٰ کے فعل (قضا) کے لئے تسلیم کی دعا کی ہے، حقیقت میں تسلیم فاعل کے لئے یا اس صفت کے لئے ہوتی ہے، جس سے فعل صادر ہوتا ہے۔ بعض اوقات مجازاً فعل کے لئے بھی تسلیم ہوتی ہے، برخلاف رضا کے (کہ وہ فعل پر حقیقتہً ہوتی ہے۔)

علامہ تفتازانی نے (شرح عقائد میں) ایک سوال اٹھایا کہ اگر کفر، اللہ تعالیٰ کی قضاء سے ہو تو کفر پر راضی ہونا واجب ہو گا کیونکہ قضاء پر راضی ہونا واجب ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ اس کا جواب یہ دیا کہ کفر قضاء

[۱] اہل سنت کے علماء عقائد کا ایک گروہ جو شیخ ابوالحسن اشعری کا پیروکار ہے۔

نہیں ہے، بلکہ ایسی چیز ہے جسے پیدا کیا گیا ہے۔ قضاء پر راضی ہونا واجب ہے، نہ کہ اس چیز پر جسے پیدا کیا گیا ہے۔ فاضل خیالی نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت پر راضی ہونے کا کوئی مطلب نہیں ہے، بلکہ اس چیز پر راضی ہونا مراد ہے جو اس صفت کی پیداوار ہے۔ اس لئے صحیح جواب یہ ہے کہ کفر پر بحیثیت کفر کے راضی ہونا اگرچہ کفر ہے، لیکن کفر پر اس حیثیت سے راضی ہونا کہ اس کے ساتھ قضاء الٰہی کا تعلق ہے، کفر نہیں ہے۔ (اور اس حیثیت سے راضی ہونا واجب ہے) (فاضل خیالی مزید فرماتے ہیں کہ) ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فعل بلکہ اس کی صفت کے تعلق پر دل کا راضی ہونا بلاشبہ صحیح ہے، لیکن فعل اور صفت کے تعلق پر راضی ہونے کے متعلَق پر اس حیثیت سے راضی ہونا لازم ہے، کہ وہ رضائے الٰہی کا متعلق ہے، اگرچہ اس متعلق کی ذات اور دوسری حیثیتوں پر راضی ہونا لازم نہیں ہے۔ اس پر فطرت سلیمہ شاہد ہے اور چونکہ پہلی رضا (قضاء پر راضی ہونا) اصل ہے اس لئے علامہ تفتازانی نے جواب میں اسی کو اختیار کیا (فاضل خیالی کی تقریر ختم)۔

"وَالْاِقْتِصَادَ" اور میں تجھ سے میانہ روی طلب کرتا ہوں، اور بہترین کام وہی ہے جس میں میانہ روی پائی جائے۔ "فِی الْفَقْرِ" فقر کہتے ہیں دنیا سے الگ اور خالی ہونے کو "وَالْغِنَا" غین مکسور اور آخر میں الف مکسورہ ہے، غنا خوش حالی کو کہتے ہیں اور اس کی ضد فقر ہے اور دونوں حالتوں میں میانہ روی یہ ہے کہ حکم شریعت کی پیروی کی جائے اور فقر و غنا کی حدوں کی پاسداری کی جائے، اور بخل اور فضول خرچی سے کام نہ لیا جائے۔ "وَالتَّوَاضُعَ" کا معنی اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا ہے اور اس کی ضد تکبر ہے۔ تواضع کا سبب یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی کمزوری، اس کی ذلت اور عجز کو دیکھتا ہے، یا اس کا سبب یہ ہے کہ اپنے رب کی عظمت کا مشاہدہ کرتا ہے، یہ زیادہ قوی اور کامل سبب ہے، کیونکہ اس صورت میں احساس برتری پیدا نہیں ہو سکتا، اسی لئے یہی حقیقی تواضع ہے۔ "فِی الْقَوْلِ" زبانی گفتگو میں۔

"وَالْفِعْلِ" فعل انسان کی تمام قسم کی حرکتوں کو کہا جاتا ہے، عام طور پر اعضاء ظاہرہ سے صادر ہونے والے اعمال کو فعل کہا جاتا ہے، یعنی قول اور احوال باطنہ مثلاً ارادہ، عزم اور عقیدہ کے مقابل استعمال ہوتا ہے۔ بعض اوقات (۱) صرف قول کے مقابل، ظاہر و باطن کے اعمال کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے اقوال و افعال (۲) بعض اوقات سب کو شامل ہوتا ہے، کہا جاتا ہے زبان کے افعال، دل کے افعال اور ارکان کے افعال، اس جگہ پہلا معنی مراد ہے۔ عام طور پر وہی مراد لیا جاتا ہے یا دوسرا معنی مراد ہے اور وہ زیادہ مفید ہے۔ انسان کو اپنے قول، فعل اور عقیدے میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر تکبر نہیں کرنا چاہئے[1]۔ تکبر کی چند صورتیں ہیں۔ (۱) شدت (۲) ظلم (۳) حقارت کی نظر سے دیکھنا (۴) متکبرانہ چال چلنا (۵) راستے میں آگے آگے چلنا (۶) دوسروں پر اپنی فضیلت و برتری کا گمان رکھنا۔

"وَالصِّدْقَ" جمہور کے نزدیک صدق کا معنی ہے، خبر کا نفس الامر میں واقع کے مطابق ہونا، خواہ عقیدے کے مطابق ہو یا نہ

---

۱ معاندین کفار اور مرتدین کے ساتھ شدت اور سختی شرعاً مطلوب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ" اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔ ۱۲
شرف قادری۔

ہو' اس کی ضد کذب ہے' جس کا معنی ہے خبر کا واقع کے مطابق نہ ہونا۔ بعض (نظام معتزلی) نے صدق و کذب میں واقع کی بجائے عقیدے کے مطابق یا مخالف ہونے کا اعتبار کیا ہے اور بعض (جاحظ معتزلی) کے نزدیک صدق یہ ہے کہ خبر واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق ہو اور کذب یہ ہے کہ دونوں کے مخالف ہو۔ اس کے نزدیک صدق و کذب کے درمیان واسطہ نکل سکتا ہے (یعنی ایسی خبر ہو سکتی ہے جو نہ صادق ہو اور نہ کاذب) کتاب و سنت کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے' کہ سچ واجب اور جھوٹ حرام ہے' اسی پر اجماع ہے۔ البتہ! بعض صورتیں مستثنی ہیں' جن میں ضرورت کی بنا پر جھوٹ جائز ہے' ایسی صورتیں فقہ وغیرہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

"فِی الجِدِّ" جیم کے کسرہ کے ساتھ' جد وہ کام ہے جسے اختیار کرنا اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنا عقلاء کے شایان شان ہے' تاکہ اس کے قابل ستائش نتائج برآمد ہوں۔ "جَدَّ فِی الْاَمْرِ" فلاں شخص نے فلاں کام میں کوشش کی۔ اس لفظ کا مادہ پختگی اور عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ "وَالْهَزْلِ" ھا مفتوح اور زاء ساکن ہے "ھزل" جد کے مقابل ہے' جیسے لہو و لعب اور نفس کو راحت پہنچانا' بعض اوقات دونوں ضدیں (سنجیدگی اور مزاح) کسی باعث کے سبب ایک دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں۔ اس جگہ مقصد یہ ہے کہ انسان کو سنجیدگی اور مزاح دونوں حالتوں میں سچ بولنا چاہئے' جیسے کہ حدیث میں ہے کہ میں مزاح کرتا ہوں لیکن سچی بات ہی کہتا ہوں' ایسا مزاح بھی سنجیدگی میں داخل ہے' کیونکہ اس کا نتیجہ بھی وہی ہے جو سنجیدگی کا ہے' مزاح اور لہو کی زیادتی شرعاً مذموم ہے' بعض فضلاء نے کہا کہ جب ہنسی اور مزاح کا مقصد نفس کو مطمئن کرنا' ہجوم افکار کو دور کرنا' طبیعت کو تروتازہ کرنا اور ذہن کو پوری طرح مستعد کرنا ہو تو مذموم نہیں ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں' ممنوع مزاح وہ ہے جس میں حد سے تجاوز ہو اور ہر وقت ہو' کیونکہ یہ ہنسی اور دل کی سختی کا سبب ہے' اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دینی مقاصد میں غور و فکر سے غافل کر دیتا ہے۔ اکثر اوقات ایذاء رسانی تک پہنچ جاتا ہے۔ دلوں میں کینے کا سبب بنتا ہے اور آدمی کی ہیبت اور وقار کو ٹھیس پہنچاتا ہے' جو مزاح ایسی چیزوں سے پاک ہو وہ جائز ہے' حضور ﷺ کا مزاح ایسا ہی ہوا کرتا تھا' کیونکہ نبی اکرم ﷺ کبھی کبھی کسی مصلحت کے لئے مثلاً مخاطب کی خوش دلی اور اسے مانوس کرنے کے لئے مزاح اختیار فرماتے تھے۔ امام نووی نے فرمایا: ایسا مزاح ہرگز ممنوع نہیں ہے' بلکہ سنت اور مستحب ہے۔

تین بنیادی امور

حضرت شیخ زروق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بنیادی امور تین ہیں۔

(۱) ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ (۲) رضا و غضب میں انصاف کرنا۔ (۳) فقر و غنا میں میانہ روی اختیار کرنا۔

فروعی باتیں تین ہیں۔

(۱) عزت کی حفاظت کرنا۔ (۲) خدمت کو شعار بنانا۔ (۳) لقمہ حلال کھانا۔

ان اصولی اور فروعی امور کو ثابت کرنے کے تین طریقے ہیں۔

(ا) ہر وقت دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا۔ (۲) ہر حال میں نفس کو مشتبہ قرار دینا۔ (۳) ہر حرکت و سکون میں علم کی پیروی کرنا۔

ان امور کی تکمیل تین طرح سے ہے۔

(ا) مخلوق کے معاملہ میں خوش اخلاقی۔ (۲) مقصد کے حصول میں نرمی۔ (۳) توجہ میں ٹھہراؤ۔

حضرت شیخ زروق نے مزید فرمایا: بھلائی کے تین اصول ہیں۔

(ا) تواضع اور انکساری (۲) خوش اخلاقی (۳) خیر خواہی۔

تواضع کی بنا پر تین صفات مرتب ہوتی ہیں۔

(ا) خود انصاف کرنا (۲) اپنے لئے بدلہ نہ لینا (۳) مسلمانوں کی خدمت

حسن خلق پر تین صفات مرتب ہوتی ہیں۔

(ا) خوشی اور ناخوشی میں انصاف (۲) فقر و غنا میں میانہ روی (۳) ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔

خیر خواہی کے اثرات تین ہیں۔

(ا) عمل صالح (۲) علم صحیح (۳) ہر حال میں حق کی پیروی کرنا

؎ "اَللّٰهُمَّ اِنَّ" یہ نفس کے اعتراف کی تاکید ہے۔ نفس کا کام ہی انکار ہے' وہ انکار سے بہت کم خلاصی حاصل کرتا ہے۔ "لِیْ" یہ ارتکاب جرم کا اثبات اور جرم کی تعیین ہے۔ "ذُنُوْبًا" یہ ذنب کی جمع ہے۔ بندے کے ظاہر اور مخفی وہ افعال جن پر اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے ملامت کی جاتی ہے۔ "فِیْمَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ" میرے کچھ گناہ ایسے ہیں جو میرے اور تیرے درمیان ہیں۔ مثلاً نماز' روزہ اور دیگر ان افعال میں کوتاہی جن کا حکم دیا گیا ہے اور ان کا مخلوق سے کوئی تعلق نہیں' اسی طرح شراب پینا اور دیگر وہ افعال جن سے منع کیا گیا ہے۔

"وَذُنُوْبًا فِیْمَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ خَلْقِكَ" اور کچھ گناہ میرے اور تیری مخلوق کے درمیان ہیں' جن کا تعلق لوگوں کی جان و مال اور عزت کے ساتھ ہے مثلاً قتل کرنا' زخمی کرنا' زنا کی تہمت لگانا' غیبت' ظلم کرنا اور ان جیسے افعال جن کا تعلق بندوں کے ان حقوق سے ہے جن کا لازمی حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً جن کا نان و نفقہ واجب ہے۔ انہیں خرچ دینا' خیر خواہی' ہلاکت سے بچانا' حق کی گواہی دینا وغیرہ (ان امور کا ادا نہ کرنا گناہ ہے) عام آدمی ان گناہوں سے مکمل طور پر نہیں بچ سکتا اور نہ اپنے آپ کو ان سے پاک قرار دے سکتا ہے' اس کی طاقت سے باہر ہے کہ ربوبیت کے حقوق اور بندگی کے لوازم کو ادا کرے' چاہے کتنے عمل بھی کرلے' بندوں نے اللہ تعالیٰ کی کماحقہ تعظیم نہیں کی' ارشاد ربانی ہے۔

وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا (الانعام پ ۷ رکوع ۱۳)

اگر وہ اپنے عوض سب بدلے دے دیں تو ان سے قبول نہ کیے جائیں گے۔

گناہوں کی مغفرت کی دعا

لہٰذا ان کوتاہیوں اور گناہوں کی معافی کے لئے بندے کو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اپنے مولائے کریم جل شانہ کی طرف رجوع اور اپنے تعلق کو مضبوط کرے۔ اسی لئے مصنف عرض کرتے ہیں۔ "اَللّٰهُمَّ مَا كَانَ لَكَ مِنْهَا" اے اللہ! جو گناہ تجھ سے متعلق ہیں اور ان میں کسی مخلوق کا دخل نہیں ہے "فَاغْفِرْهُ" تو انہیں اپنے فضل سے معاف فرمادے اور درگزر فرما، میرے اور اس گناہ کے درمیان ایسا پردہ حائل فرمادے جو مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھے اور تیرے فضل کی امید اور تیری رحمت کے غضب سے سابق ہونے کی توقع کو تقویت دے' یہ شرک کے علاوہ ان گناہوں کے بارے میں ہے جن کی بخشش اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ہوگی۔ خصوصاً دوسرے دفتر سے جس کا حدیث پاک کے حوالے سے ابھی ابھی ذکر آرہا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے قائل سید عالم ﷺ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ "وَمَا كَانَ مِنْهَا لِخَلْقِكَ" اور جن گناہوں کا تیری مخلوق سے تعلق ہے۔ "فَتَحَمَّلْهُ عَنِّيْ" تو میری طرف سے ادا فرما اور میرے دشمنوں کو راضی فرما' کیونکہ ان کے حقوق کو تیرے سوا کوئی بخشوانے والا نہیں۔

"وَاَغْنِنِيْ" ہمزہ تعدیہ کے ساتھ باب افعال سے ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا

بے شک ظن' حق سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کرسکتا

"بِفَضْلِكَ" یہ باء سببیہ ہے اور تو مجھے اپنے فضل سے ان کے حقوق کی ادائیگی سے بے نیاز فرمادے' تاکہ مجھے ان حقوق کی ادائیگی کے لئے کسی چیز کی حاجت نہ رہے۔ "اِنَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ" بے شک تیری بخشش بہت وسیع ہے' وہ میرے ان گناہوں کو شامل ہے' جن کا تیرے ساتھ یا تیری مخلوق کے ساتھ تعلق ہے اور جب تو میرے ساتھ بخشش کا معاملہ فرمائے گا تو انہیں میری طرف سے راضی فرمادے گا۔ کیونکہ ان کے حقوق نظرانداز نہیں کئے جائیں گے۔

تین دفتر

امام احمد اور حاکم' ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں' کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تین دفتر ہیں' ایک دفتر کی کسی چیز کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا' دوسرے دفتر کی کسی چیز کو خاص اہمیت نہیں دے گا اور تیسرے دفتر کی کسی چیز کو نظرانداز نہیں فرمائے گا۔ پہلا دفتر جس کی کسی چیز کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا' اس کا تعلق شرک کے ساتھ ہے' دوسرا دفتر جس کو اللہ تعالیٰ خاص اہمیت نہیں دے گا' اس کا تعلق اس ظلم کے ساتھ ہے جو بندے نے اپنی جان پر کیا۔ مثلاً ایک روزہ نہ رکھا یا ایک نماز نہیں پڑھی' اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اسے معاف فرمادے گا اور درگزر فرمائے گا۔ اور تیسرا دفتر جس کی کسی چیز کو ترک نہیں فرمائے گا' اس کا تعلق ان ظلموں کے ساتھ ہے جو بندوں پر کئے گئے۔ ان کا بدلہ لازمی طور پر دینا ہوگا'

بدلے کے لازم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مظلوم کا حق ساقط نہیں ہو گا' یا تو ظالم اسے اپنی نیکیاں ادا کرے گا' یا اللہ تعالیٰ اسے ظالم کی طرف سے انعام عطا فرما دے گا- جیسے کہ اس سلسلے میں وارد ہونے والی متعدد حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کا ان کے قرض خواہوں کے لئے ضامن ہو جائے گا- امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' ابو داؤد طیالسی اور بزار نے' اسی طرح ابو نعیم نے حلیتہ الاولیاء میں حضرت انس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی طرح مرفوع حدیث بیان کی ہے۔ (الاتحاف)

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ[1] بِالْعِلْمِ قَلْبِیْ ○ وَاسْتَعْمِلْ بِطَاعَتِكَ بَدَنِیْ ○

اے اللہ! میرا دل علم سے روشن فرما- میرے بدن کو اپنی طاعت میں لگا-

وَخَلِّصْ مِنَ الْفِتَنِ سِرِّیْ ○ وَاشْغَلْ بِالْاِعْتِبَارِ فِکْرِیْ ○

میرا باطن فتنوں سے پاک فرما- میری فکر کو عبرت حاصل کرنے میں مشغول فرما-

وَقِنِیْ شَرَّ وَسَاوِسِ الشَّیْطَانِ ○

مجھے شیطان کے وسوسوں کے شر سے بچا-

وَاَجِرْنِیْ مِنْهُ یَا رَحْمٰنُ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ لَهٗ عَلَیَّ سُلْطَانٌ ○

اور اے بہت ہی مہربان! مجھے اس سے پناہ دے' تاکہ اس کا مجھ پر غلبہ نہ ہو-

[1] "اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ بِالْعِلْمِ قَلْبِیْ" اے اللہ! علم سے میرے دل کو منور فرما- علم کا معنی ہے معلوم کی صورت کا ذہن میں نقش ہونا- بِالْعِلْمِ میں باء سببیہ ہے- امام حجتہ الاسلام غزالی نے فرمایا: کہ قلب (دل) وہ ایک لطیف اور ربانی امر ہے- شریعت کا خطاب اسی سے ہے' اسی کے لئے ثواب و عقاب ہے اور اس کا گوشت کے صنوبری شکل والے ٹکڑے کے ساتھ وہی تعلق ہے جو عرض کا جوہر کے ساتھ ہوتا ہے' اسے روح اور نفس بھی کہا جاتا ہے-

اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! مجھے وہ علم عطا فرما جو نور ہے' تاکہ میرا دل اس سے منور ہو جائے اور وہ ذات باری تعالیٰ کی معرفت اور اس کے احکام کا علم ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حاصل کیا جائے' یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! تو نے مجھے جو علم عطا فرمایا ہے' اس سے مجھے نفع عطا فرما' اسے میرے دل کی گہرائی میں اتار دے اور اسے میرے ذریعے زیب و زینت عطا فرما' کیونکہ علم شریعت اگرچہ اپنی جگہ نور ہے بعض اوقات صاحب علم کے لئے مفید ہوتا ہے اور اس سے زینت پاتا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوتا- علم نافع وہ ہے جس کے معنی کی حقیقت دل کی گہرائی میں اتر جاتی ہے' اور وہ علم دل کے ساتھ اس طرح پیوستہ ہو جاتا ہے' جیسے سیاہی- سیاہ جسم کے ساتھ' اور سفیدی' سفید جسم کے ساتھ- اس علم کا عکس- اچھے اور برے امور کی صورت کے ذریعے سینے میں منعکس ہوتا ہے' اور صاحب علم اچھے کاموں کو اپناتا ہے اور برے کاموں سے

اجتناب کرتا ہے' خارج میں یہ اس علم کا اثر ہے جو اس کے مفید ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

علم کی نور کے ساتھ مشابہت

علم کو نور کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے' کیونکہ دل اس سے منور ہوتا ہے' جیسے آنکھ بینائی سے منور ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ علم سے دین کے اصول و فروع اور احکام واضح ہوتے ہیں' جیسے نور سے اشیاء ظاہر اور واضح ہوتی ہیں۔

"وَاسْتَعْمِلْ بِطَاعَتِكَ بَدَنِيْ" اور میرے جسم کو اپنی طاعت پر عمل پیرا بنا "بَدَنِيْ" دال کے فتحہ کے ساتھ۔ جسم کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا (فرعون کے بارے میں) ارشاد ہے۔ "فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ الْآيَة" آج ہم تیرے جسم کو نجات عطا فرمائیں گے۔ علماء نے فرمایا: کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تیرے بے جان جسم کو نجات دیں گے۔ صاحب العین نے فرمایا: کہ بدن جسم کا وہ حصہ ہے جو سر' ہاتھوں' پاؤں' ناک کان گردن وغیرہ کے علاوہ ہو۔

"وَخَلِّصْ مِنَ الْفِتَنِ سِرِّيْ" میری روح کو فتنوں سے محفوظ فرما۔ خَلِّصْ۔ اگر خلاص سے مشتق ہو تو اس کا معنی ہے نجات دہ اور اگر خلوص سے مشتق ہو جس کا معنی صفائی ہے' تو اس کا معنی ہے پاک فرما۔ فِتَنِ جمع ہے فتنہ کی' ہر وہ چیز جو انسان کو اس کے مقصد اور مطمح نظر سے پھیر دے' یا یوں کہا جائے کہ اسے اپنے راستہ پر چلنے سے روک دے۔ "سِرّ" روح کے باطن کو کہتے ہیں' یہ وہ حقیقت ہے جو تجلیات الٰہیہ کی تمثل۔ مشاہدہ کا محل اور انسانی ذوات میں ودیعت رکھے ہوئے انوار ربانیہ کی اصل ہے۔

"وَاشْغَلْ" ہمزہ وصلی کے ساتھ اور غین مفتوح ہے' یہ ثلاثی مجرد ہے' اس کا معنی مصروفیت اور فراغت کی ضد ہے۔ باب افعال سے "اَشْغَلْ" ردی لغت ہے۔ جوہری' ابن القوطیہ اور ابن طریف نے اس کی تصریح کی ہے۔ "بِالْاِعْتِبَارِ" وہ نظر جو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے۔ "فِكْرِيْ" فکر کہتے ہیں نفس کے معقولات کو ترتیب دینے کو۔ تفکر' نظر' اعتبار اور فِكْرَةٌ کا یہی معنی ہے۔ قرآن وحدیث میں غور و فکر کا حکم اور اس کی فضیلت واقع ہے' نیز یہ کہ فکر و نظر اس عبادت سے بدرجہا بہتر ہے جو فکر سے خالی ہو۔

"وَقِنِيْ" اور مجھے محفوظ فرما اور مجھ سے دفع فرما "وَسَاوِسَ" وَسْوَسَه کی جمع ہے یا وَسْوَاسْ کی جمع ہے اور دوسری واؤ کے بعد یاء حذف کر دی گئی ہے۔ ایک نسخہ میں وَسَاوِيْسْ واقع ہے' اس صورت میں کسی اشکال کے بغیر وَسْوَاسْ کی جمع ہے! وسوسہ کی جمع ہے' جیسے کہا گیا ہے تَنْقَادُ الصَّيَارِيْفُ اصِيْرفِيّ کی جمع صَيَارِفْ یا صَيَارِفَه آنی چاہیے' لیکن راء کے بعد یاء زائد لائی گئی ہے) وَسْوَسْ کا معنی سرگوشی میں کسی غلط کام کی عمدگی۔ آسانی اور خوبصورتی بیان کرنا۔ "الشَّيْطَانِ" شَطَنَ کا معنی دور ہوتا ہے' شیطان کو حق سے دور ہونے کے سبب شیطان کہا گیا ہے۔

وَاَجِرْنِيْ اور میری حفاظت فرما اور مجھے روک دے "مِنْهُ" شیطان سے "يَا رَحْمٰنُ" اے بہت ہی مہربان! اپنی رحمت سے "حَتّٰى لَا يَكُوْنَ لَهٗ عَلَيَّ سُلْطَانٌ" یہاں تک کہ شیطان کی مجھ پر حکومت نہ ہو اور اغواء' وسوسہ' باطل دلیلوں سے غلبہ اور اس کی فاجرانہ گمراہ سازی کا غلبہ نہ ہو' تاکہ دعا کرنے والا اس جماعت میں داخل ہو جائے جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے فرمان میں اشارہ ہے۔ "اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ" (اے شیطان) میرے خاص بندوں پر تیرا تسلط نہیں ہے' یہی وہ لوگ ہیں

جن کا استثناء کیا گیا ہے۔ "اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ" مگر ان میں سے تیرے خاص مخلص بندوں پر (میرا بس نہیں چلے گا' شیطان کا مقولہ) کیونکہ ان کا ایمان صحیح اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ "اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ" بے شک شیطان کا ان لوگوں پر تسلط نہیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

نسخہ سہلیہ کے مطابق اس جگہ حزب اول ختم ہوا۔ کتاب کی حزب' ربع اور ثلث کے لحاظ سے تقسیم اسی نسخے کے مطابق ہے۔ اس حزب کی ابتدا فَصْلٌ فِيْ كَيْفِيَّةِ الصَّلٰوةِ سے ہے' عام طور پر ابتداء وہیں سے کی جاتی ہے' جیسے کہ اس سے پہلے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ حزب کتاب کے آٹھویں حصے سے کسی قدر زیادہ ہے' دوسرے حزب کے آخر میں پہلا چوتھائی حصہ مکمل ہو جائے گا' حزب' درود پاک قراءت وغیرہ کا وہ وظیفہ ہے' جسے کوئی شخص باقاعدگی سے ادا کرے' عام طور پر قرآن پاک کا ایک حصہ یا اس کے علاوہ کوئی ورد اپنے اوپر پڑھنے کے لئے مقرر کر لیا جاتا ہے۔

اَلْحِزْبُ الثَّانِیْ فِیْ یَوْمِ الثُّلٰثَاءِ

دوسرا حزب منگل کے دن

اَللّٰھُمَّ[1] اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَاتَعْلَمُ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَاتَعْلَمُ

اے اللہ! میں تجھ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جو تیرے علم میں ہے، میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس شر سے جو تیرے علم میں ہے۔

وَاَسْتَغْفِرُکَ مِنْ کُلِّ مَاتَعْلَمُ اِنَّکَ تَعْلَمُ وَلَا نَعْلَمُ وَاَنْتَ

اور میں تجھ سے ہر اس گناہ کی مغفرت طلب کرتا ہوں جسے تو جانتا ہے۔ بے شک تو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور تو

عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ○ اَللّٰھُمَّ[2] ارْحَمْنِیْ مِنْ زَمَانِیْ ھٰذَا وَاِحْدَاقِ

تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! مجھے اس زمانے، فتنوں کے گھیرنے،

الْفِتَنِ وَتَطَاوُلِ اَھْلِ الْجُرْاَۃِ عَلَیَّ وَاسْتِضْعَافِھِمْ اِیَّایَ ○

اور جرات والوں کے مجھ پر ظلم کرنے اور ان کے مجھے کمزور جاننے سے محفوظ فرما

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْکَ فِیْ عِیَاذٍ مَّنِیْعٍ وَحِرْزٍ حَصِیْنٍ مِّنْ جَمِیْعِ خَلْقِکَ

اے اللہ! مجھے اپنی تمام مخلوق سے مستحکم پناہ اور مضبوط حفاظت عطا فرما۔

حَتّٰی تُبَلِّغَنِیْ اَجَلِیْ مُعَافًی ○

یہاں تک کہ تو مجھے میری موت تک پہنچا دے۔

---

[1] "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَاتَعْلَمُ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَاتَعْلَمُ" یہ دوسرے حزب کی ابتداء ہے، شیخ ابو عبد اللہ عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ امر معلوم کی بھلائی یا برائی مراد ہو، معلوم سے ہر وہ معلوم مراد ہے جس کی بھلائی کی امید اور برائی کا خوف ہو، مطلقاً ہر معلوم مراد نہیں، کیونکہ بہت سے معلومات اس طرح نہیں ہوتے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خیر جسے تو جانتا ہے کہ خیر ہے، اور وہ برائی جسے تو جانتا ہے کہ وہ شر ہے، اس صورت میں مَا سے بھلائی اور برائی مراد ہو گی، خیر اور شر مضاف ہیں مَا کی طرف اور اس وقت دونوں ایک جیسے ہیں۔ لہٰذا خیر سے مراد وہ نفع ہو گا جو خیر سے حاصل ہوتا ہے اور شر سے مراد وہ نقصان ہے جو شر سے حاصل ہوتا ہے، اب معلوم۔ خیر اور شر سے مختلف ہو گا۔ (اب معنی یہ ہو گا کہ میں اس خیر کے نفع کا سائل ہوں جو تیرے علم میں اور اس شر کے نقصان سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو تیرے علم میں ہے)

"وَاَسْتَغْفِرُکَ" اور میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ یہ جملہ لفظاً خبر اور معنی انشا ہے، مطلب یہ کہ مجھے بخش دے۔

"اِنَّکَ تَعْلَمُ" میں نے تجھ سے یہ سوال اس لئے کیا ہے کہ دراصل تو ہی ہر خیر و شر اور اچھے برے اعمال کو تفصیلاً جانتا ہے اور

جو امر انہیں معلوم ہے "وَلَا نَعْلَمُ" اور ہم انہیں اس طرح نہیں جانتے "وَاَنْتَ عَلَّامُ" یہ علم سے مبالغہ کا صیغہ ہے' "الْغُيُوبِ" یہ غیب کی جمع ہے' ہر وہ چیز جو مخلوق سے پوشیدہ ہو۔

حضرت شداد بن اوس کی روایت کردہ دعا

اس دعا کے آخری الفاظ اس دعا کے آخری الفاظ سے ملتے جلتے ہیں جو حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے' اے اللہ! میں تجھ سے ہر کام میں ثابت قدمی کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے پختہ ہدایت مانگتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے۔ "الْعَزِيمَةُ عَلَى الرُّشْدِ" تجھ سے ہدایت کا مضبوط ارادہ مانگتا ہوں' تجھ سے تیری نعمتوں کا شکر اور حسن عبادت مانگتا ہوں' میں تجھ سے قلب سلیم مانگتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے تجھ سے متقی دل اور سچی زبان مانگتا ہوں اور میں تجھ سے اس شے کی بھلائی مانگتا ہوں جسے تو جانتا ہے اور اس شے کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں جسے تو جانتا ہے' اس شے کی معافی چاہتا ہوں جو تیرے علم میں ہے' بے شک تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔

ایک روایت میں ہے' اے اللہ! میں تجھ سے ہر کام میں ثابت قدمی اور ہدایت کا مضبوط ارادہ مانگتا ہوں' میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب اور تیری قوی بخشش مانگتا ہوں۔ اس سے آگے وہی الفاظ ہیں جو ابھی گزر چکے ہیں۔ یہ حدیث' امام ترمذی' نسائی اور ابن حبان نے روایت کی۔ ابو نعیم نے بھی حلیۃ الاولیاء میں متعدد سندوں سے بیان کی۔

ع "اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي" اے اللہ! مجھے پناہ عطا فرما' یا مجھے نجات عطا فرما' یا مجھے خلاصی عطا فرما۔ رحمت ان معنوں میں سے کسی ایک کو متضمن ہے' اسی لئے اسے لفظ مِنْ سے متعدی کیا ہے۔ حضرت مصنف لفظ رحمت کو ان معانی پر متضمن بنا کر لائے ہیں' بغیر تضمین کے نہیں لائے' تاکہ معلوم ہو کہ اس نجات کا منشاء رحمت ہے اور یہ نجات رحمت کے ساتھ خاص ہے۔ "مِنْ زَمَانِي هٰذَا" میرے اس زمانے سے' اس زمانے سے وہ وقت مراد ہے جس میں حضرت مصنف موجود تھے' خصوصاً وہ وقت جب یہ کتاب لکھی اور یہ دعا مانگی۔ اسی لئے حاضر اور قریب کا اشارہ ہذا استعمال کیا' کیونکہ اس وقت ایسے حالات تھے جو رحمت اور امداد طلب کرنے کے متقاضی تھے۔ انہی کا آئندہ عبارت میں ذکر ہے۔

"وَاخْتِلَاقِ الْفِتَنِ" اور فتنوں کے اختلاط سے۔ فِتَن جمع ہے فتنہ کی اور وہ اس جگہ تباہی' فساد' شہروں میں بے چینی اور جان و مال کا محفوظ نہ ہونا ہے' یا ہر وہ شے مراد ہے جو دل کو پریشانی اور اضطراب میں ڈالے اور ہجوم افکار کا سبب بنے۔ اختلاق کا متعلق ذکر نہیں کیا گیا' جس کی طرف یہ باء کے واسطے سے متعدی ہوتا ہے' کیونکہ اختصار کے ساتھ ساتھ تعمیم مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس مصیبت سے نجات عطا کر' فتنوں نے مجھے' عامۃ الناس اور ملکوں کو گھیر رکھا ہے۔ خلاص کی کوئی راہ نہ ہونے اور تنگی سے یہ صورت حال کہیں زیادہ سخت ہے۔ اس واؤ میں دو صورتیں ہیں۔ (۱) اس کا ماقبل اور مابعد دونوں مساوی ہیں' فرق یہ ہے کہ پہلے اجمال تھا اب تفصیل ہے' پہلے ابہام تھا اب بیان ہے۔ (۲) خاص کے عام پر عطف کے لئے لائی گئی ہے پہلے تعمیم تھی اب تخصیص ہے۔

"وَتَطَاوُلِ اَهْلِ الْجُرْأَةِ عَلَيَّ" اور مجھے نجات عطا فرما۔ پیش قدمی، تسلط اور دلیری والوں کی مجھ پر بالا دستی اور برتری سے، جراۃ میں جیم مضموم اور راء ساکن ہے۔

"وَاسْتِضْعَافِهِمْ اِيَّايَ" اور اس بات سے کہ وہ مجھے حقیر جانیں اور مجھے کمزور دیکھ کر مجھ پر اذیت دینے کے لئے مسلط ہوں، اور مجھے اپنا تابع بنالیں اور یہ عظیم ترین فتنہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت کی دعا

پھر حضرت مصنف نے تمام مخلوق سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے، خواہ وہ جن ہوں یا انسان، دوست ہوں یا دشمن "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْكَ" اے اللہ! تو مجھے اپنی حفاظت، نگہداشت اور نگرانی میں لے لے۔ مِنْكَ میں "مِنْ" ابتدائیہ ہے اور عِيَاذٍ سے حال ہونے کے سبب محل نصب میں ہے اور اسے مقدم اس لئے کیا گیا، تاکہ تخصیص کا فائدہ دے، مطلب یہ کہ میں صرف تیری پناہ مانگتا ہوں غیر کی پناہ کی مجھے ضرورت نہیں، خواہ اس کی پناہ الگ ہو یا تیری پناہ کے ساتھ، مقدم کرنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر بعد میں لاتے تو اس قسم کے دو حرف جر اکٹھے ہو جاتے اور عبارت کچھ اس طرح ہو جاتی "مِنْكَ مِنْ جَمِيْعِ خَلْقِكَ فِيْ عِيَاذٍ" یہ مصدر ہے لیکن اس سے مراد مکان ہے، یعنی مجھے ایسی جگہ پہنچا دے جہاں پناہ لی جائے اور اس جگہ مضبوطی سے قدم جمائے جا سکیں۔ "مَنِيْعٍ" یا تو اس مفعول کے معنی میں ہے، یعنی جہاں کسی دوسرے کا پہنچنا ممنوع ہو، یا اسم فاعل کے معنی میں ہے، یعنی وہ جگہ جو پناہ لینے والوں کو دوسروں سے بچا کر رکھے۔ "وَحِرْزٍ" حاء کے کسرہ کے ساتھ۔ وہ جگہ جہاں ہر کسی کی رسائی نہ ہو، بعض نسخوں میں ہے۔ "وَحَصِيْنٍ" حَصِيْنٍ بچانے والا مِنْ عِيَاذٍ کے متعلق ہے، "جَمِيْعِ خَلْقِكَ" اس سے پہلے مضاف مقدر ہے، وہ پناہ گاہ جو تیری تمام مخلوق کے شر سے بچانے والی ہو۔ کیونکہ عموماً مخلوق سے نقصان ہی پہنچتا ہے خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی۔ بہت کم ایسی مخلوق ہو گی جو ایسی نہ ہو "حَتّٰى" تعلیلیہ ہے "تُبَلِّغَنِيْ" یعنی یہ سوال اس لئے کیا ہے، تاکہ تو مجھے پہنچائے۔ حَتّٰى اِلٰى کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے، مجھے پناہ عطا فرما یہاں تک کہ تو مجھے پہنچا دے۔ "اَجَلِيْ" اجل وہ وقت معین ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق موت آنی ہے۔ "مُعَافًا" اس حال میں کہ میں مخلوق کے نقصانات اور باقی فتنوں اور مشقتوں سے محفوظ ہوں۔ مُعَافًا اسم مفعول ہے عَافَاهُ اللّٰهُ سے اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے اور مصیبتوں کو دور فرمائے۔ اس دعا میں عافیت طلب کی گئی ہے، احادیث میں عافیت کا سوال بھی کیا گیا ہے اور سوال کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے، بندے کی کمزوری کے لئے مناسب بھی یہی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر درود بھیج، آپ پر درود بھیجنے والوں

صَلّٰى عَلَيْهِ ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

کی تعداد میں اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر درود بھیج ان لوگوں کی تعداد

عَدَدَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ ○ وَ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ

میں جنہوں نے آپ پر درود نہیں بھیجا' ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تَنْبَغِي الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ ○ وَ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

درود بھیج جیسے کہ آپ پر درود بھیجنا لائق ہے' اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور

وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تَجِبُ الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ ○ وَ صَلِّ[2] عَلٰى

اور آپ کی آل پر درود بھیج جیسے کہ آپ پر درود بھیجنا واجب ہے' اور ہمارے آقا حضرت

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَ اَنْ يُّصَلّٰى

محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر درود بھیج جیسے کہ تو نے حکم دیا ہے کہ آپ پر درود بھیجا جائے۔

عَلَيْهِ ○ وَ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِىْ

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر درود بھیج جن کا نور

نُوْرُهٗ مِنْ نُّوْرِ الْاَنْوَارِ وَ اَشْرَقَ بِشُعَاعِ سِرِّهِ الْاَسْرَارِ ○

نورِ الٰہی سے بلاواسطہ پیدا ہوا ہے اور آپ کی روح کی چمک سے تمام روحیں روشن ہو گئیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ[3] عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اَهْلِ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کی آل پاک اور آپ کے نیکو کار

بَيْتِهِ الْاَبْرَارِ اَجْمَعِيْنَ ○

اہل بیت سب پر درود بھیج۔

---

[1] "عَدَدَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ" زبان سے درود بھیجنے والوں کی تعداد میں' مثلاً ملائکہ' انسان اور جن "وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ" اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما۔ آپ پر درود نہ بھیجنے والوں کی تعداد میں اور وہ ہیں کافر انسان اور جنات' اسی طرح بے عقل حیوانات اور جمادات' جب ہم یہ کہیں کہ یہ زبان سے درود شریف نہیں بھیجتے۔ "وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَنْبَغِي الصَّلَاةُ عَلَيْهِ" تَنْبَغِي فعل مضارع ہے' کہا جاتا ہے اِنْبَغَى الشَّيْئُ شے اس لائق ہے کہ طلب کی جائے' اس میں واجب اور مستحب ہونے کا احتمال ہے' ہمارے لئے حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجنا واجب بھی ہے اور مستحب بھی۔

"وَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ الصَّلٰوۃَ عَلَیْہِ" اس جگہ وجوب سے مراد وجوب عرفی ہے یعنی جیسے کہ آپ پر رحمتیں نازل کرنا لائق ہے' یا وجوب شرعی مراد ہے' یعنی ہم پر جیسے کہ اس کے بعد کہا "کَمَا اَمَرْتَ" (جیسے کہ تو نے حکم دیا) البتہ اس جگہ واجب ہونے کی تصریح کر دی ہے۔

"وَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَ اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْہِ" یعنی جیسے کہ تو نے واجب کیا' کیونکہ امر وجوب کے لئے ہے' اگرچہ اس میں دوسرے معانی کا بھی احتمال ہوتا ہے۔

۳۔ "وَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ نُوْرُہٗ مِنْ نُّوْرِ الْاَنْوَارِ" نورہ مبتدا اور من نور الانوار خبر ہے' مبتدا خبر مل کر جملہ صلہ ہے الذی کا' موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر حضور ﷺ کے اسم شریف کی صفت ہے' جو پہلے جملے میں واقع ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا حسی و معنوی نور

حضور ﷺ کا حسی اور معنوی نور ظاہر و باہر اور بصارت و بصیرت پر روشن ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نور رکھا[1]' ارشاد ربانی ہے۔ "قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ" تفسیر میں ہے کہ نور سے مراد حضور سید عالم ﷺ ہیں۔ نیز آپ کے بارے میں فرمایا "سِرَاجًا مُّنِیْرًا" (نورانی چراغ) "مِنْ نُّوْرِ الْاَنْوَارِ" میں من ابتدائیہ ہے اور نور الانوار اللہ تعالیٰ ہے' کتاب و سنت میں اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ نور استعمال کیا گیا ہے۔ حضور انور ﷺ کے نور الانوار سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ یہی خصوصیت تعریف کے لائق ہے' ورنہ اس کا کچھ مطلب نہیں' کیونکہ ہر نور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے' اگرچہ بالواسطہ ہو۔

حضور اقدس ﷺ بلاواسطہ مخلوق ہیں

حضور ﷺ کا بلاواسطہ مخلوق ہونا اس حدیث کے موافق ہے کہ میں پیدائش میں تمام انبیاء سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔ اسی طرح وہ حدیث جس میں حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا' یہ حدیث عبد الرزاق نے بیان کی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے نور سے ہر شے کو پیدا فرمایا۔ ان حدیثوں سے حضور ﷺ کا اول ہونا اور تمام مخلوق سے پہلے ہونا اور سب کے لئے وسیلہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] حضور انور ﷺ کی نورانیت کے مسئلے کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو "صلاۃ الصفا فی نور المصطفیٰ" از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ۔

آپ کا نور تمام نوروں کی اصل ہے

نسخہ سہلیہ اور اکثر نسخوں میں مِنْ نُوْرِ الْاَنْوَارِ ہے' بعض نسخوں میں مِنْ نہیں ہے تب پھر نور الانوار' نورہ کی خبر ہو گا' معنی یہ ہو گا کہ حضور انور ﷺ کا نور سب سے زیادہ حسین ہے' یا تمام نوروں کی اصل ہے' جس سے تمام نور پیدا ہوئے ہیں' اور استفادہ کرتے ہیں یا آپ کا نور تمام نوروں کا مادہ ہے' اسی سے باقی نور پیدا ہوئے ہیں' اور اپنی اپنی صورتوں سے متصف ہوئے ہیں' یا تمام نور آپ ہی کے نور سے تابانی حاصل کرتے ہیں۔ دلائل الخیرات میں آئندہ آئے گا۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نُوْرِ الْاَنْوَارِ" اسی طرح "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ فَاضَتْ مِنْ نُوْرِهٖ جَمِيْعُ الْاَنْوَارِ" اے اللہ! اس ذات اقدس پر رحمتیں نازل فرما جن کے نور سے تمام نوروں کا فیضان ہوا۔

بعض نسخوں میں ہے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُنَوِّرِ الْاَنْوَارِ" اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا نور دوسرے انوار کو نور بنانے والا اور ان کے نور بنائے جانے کا سبب ہے' کیونکہ تمام نور آپ کے نور پر موقوف ہیں۔ یہ نسبت مجازی ہے' در حقیقت انوار کو نور بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے' یا یہ مطلب ہے کہ آپ کا نور باقی انوار کا مددگار ہے۔ بعض نسخوں میں ہے "اَلَّذِيْ مِنْ نُوْرِهِ الْاَنْوَارُ" اس کا مطلب ظاہر ہے' الانوار پر الف لام جنس کے لئے ہے۔ دلائل الخیرات شریف میں آئے گا۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ فَاضَتْ مِنْ نُوْرِهٖ جَمِيْعُ الْاَنْوَارِ" واللہ تعالیٰ اعلم۔

"وَاَشْرَقَ بِشُعَاعِ سِرِّهِ الْاَسْرَارُ" اَشْرَقَ فعل لازم ہے اور اَسْرَارُ اس کا فاعل ہے' یعنی اسرار روشن ہو گئے۔ فعل کے ساتھ تاء تانیث نہیں لائی گئی' کیونکہ جس فعل کا فاعل جمع تکسیر ہو' اس میں دونوں صورتیں (تاء کا لانا اور نہ لانا) جائز ہیں۔ شعاع شین کے ضمہ کے ساتھ۔ وہ شے (چمک) ہے جو بذاتہ روشن کرنے والے جسم پر پوری قوت سے جھلملاتی ہے' جیسے کہ سورج کے جسم' چمکنے والی روشنی۔ یہی اس جسم کے مقابل کو حاصل ہوتی ہے' جیسے زمین سورج کے سامنے ہے اور سورج اپنی روشنی اس پر پھینکتا ہے۔ خلیل نے کہا: "اَشَعَّتِ الشَّمْسُ شُعَاعًا" اس وقت کہا جاتا ہے' جب اس کی کرنیں پھیل جائیں' شعاع پر داخل ہونے والی باء سببیہ ہے یا مِنْ کے معنی میں ہے۔

"اَلْاَسْرَارُ" سِرٌّ کی جمع ہے' اصل میں اس کا معنی مخفی چیز ہے' ممکن ہے کہ "سِرٌّ" اور اَسْرَارُ دونوں کا معنی روح کا باطن یا پوشیدہ احوال ہو' یا ایک سے پہلا معنی مراد ہو اور دوسرے سے دوسرا "سِرُّ الْاَحْوَالِ" کا معنی استاذ قشیری نے بیان کیا کہ وہ چیز جو احوال میں بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان محفوظ اور پوشیدہ ہو۔ صاحب عوارف المعارف نے روح' نفس اور عقل کے بارے میں گفتگو کے بعد فرمایا: کہ سر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا روح کی طرح اپنا مستقل وجود اور ذات ہو۔ ہوتا یہ ہے کہ جب نفس تزکیہ اور صفائی کی منزلیں طے کر لیتا ہے تو روح۔ نفس کی تاریکی کی قید سے خلاصی حاصل کر کے محل قرب کی طرف پرواز شروع کرتی ہے اور دل کیفیت معلوم کرنے کے لئے روح کا پیچھا کرتا ہے' تب دل اپنی صفت کے علاوہ ایک صفت حاصل کرتا ہے اور جب دل کو ایک نئی صفت حاصل ہوتی ہے تو روح کو پرواز کے دوران اپنی صفت کے علاوہ ایک نئی صفت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو لوگ اس کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں وہ اس صفت کو کوئی نام نہ دے سکے تو انہوں نے اس کا نام سر رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ کی امداد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسرار سے مراد، ذات و صفات اور اسماء و افعال کے اسرار ہوں۔ مطلب یہ ہو کہ نبی اکرم ﷺ کے باطن کی شعاعوں کے سامنے آنے کی وجہ سے مخلوقات کے باطن جگمگا اٹھے اور انہیں ان کی استعداد اور صفائی کے مطابق آپ کی جاری و ساری امداد حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی امداد آپ کے واسطے سے ہی ملی۔

یا یہ مطلب ہو کہ حضور انور ﷺ کا باطن، ذات و صفات اور اسماء و افعال کا مظہر اور ان کی تجلی کی جلوہ گاہ ہے۔ کیونکہ آپ کا باطن (بغیر کسی حائل کے) ان اسرار کے سامنے ہے اور ان اسرار کے وارد ہونے والے انوار کا قابل ہے۔ لہٰذا یہ اسرار آپ کے باطن میں جلوہ گر اور اس کے واسطے سے ظاہر ہیں، اور ان اسرار کے جو انوار مخلوق کو تقسیم کیے گئے ہیں وہ آپ کے باطن ہی کے واسطے سے ہیں جس کا مخلوق سے تعلق ہے۔

لفظ اسرار کی مراد میں تین صورتیں ہوئیں۔ (۱) روح کا باطن (۲) مخلوق کے اسرار و رموز (۳) مخلوق سے پوشیدہ امور۔ آخری دو صورتوں میں روشن ہونے کی جگہ محذوف ہے، یعنی مخلوق کے باطن۔

۳؎ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہِ الْاَبْرَارِ اَجْمَعِیْنَ" ابرار جمع ہے بَرٌّ کی اور وہ کَتِفٌ کے وزن پر ہے یا بَارٌّ کی جمع ہے اور وہ ضَارِبٌ کے وزن پر ہے۔ دونوں صورتوں میں راء کا راء میں ادغام کیا گیا ہے۔ بَرٌّ اس شخص کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہ ہو۔ اس کی ضد فَجَرٌ ہے (بدکار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے) معنی یہ ہوا کہ آپ کے اہل بیت پر جو طیب و طاہر ہیں۔ حضرت حسن نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو چیونٹی ایسی مخلوق کو بھی تکلیف نہیں دیتے اور کسی صورت میں بھی برے کام پر راضی نہیں ہوتے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ بَحْرِ اَنْوَارِكَ وَ مَعْدَنِ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر درود بھیج جو تیرے انوار کا دریا، تیرے اسرار

اَسْرَارِكَ وَ لِسَانِ حُجَّتِكَ وَ عَرُوْسِ مَمْلُكَتِكَ وَ اِمَامِ حَضْرَتِكَ

کی کان، تیری دلیل کے ترجمان، تیری مملکت کے دولہا، تیری بارگاہ کے امام

وَ خَاتِمِ اَنْبِیَائِكَ صَلٰوۃً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَ تَبْقٰی بِبَقَائِكَ

اور تیرے انبیاء کے خاتم ہیں، ایسا درود کہ تیری ہیشگی کے ساتھ ہمیشہ اور تیری بقا کے ساتھ باقی ہے

صَلٰوۃً تُرْضِیْكَ وَ تُرْضِیْہِ وَ تَرْضٰی بِھَا عَنَّا یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اے رب العالمین! ایسا درود جو تجھے اور انہیں راضی کرے اور تو اس کے سبب ہم سے راضی ہو جائے۔

اَللّٰهُمَّ[۲] رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ وَرَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ

اے اللہ! اے حل و حرم، مشعر الحرام، عزت والے گھر،

وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِسَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِّنَّا السَّلَامَ ○

اور رکن و مقام ابراہیم کے پروردگار! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہمارا سلام پہنچا

اَللّٰهُمَّ[۳] صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ○

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا اور تمام اولین و آخرین کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیج

اَللّٰهُمَّ[۴] صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ فِىْ كُلِّ وَقْتٍ وَّحِيْنٍ ○

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہر وقت اور ہر زمانے میں درود بھیج۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ[۵] عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ فِى الْمَلَاءِ الْاَعْلٰى اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر فرشتوں کے بلند گروہ میں قیامت کے دن تک۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ حَتّٰى تَرِثَ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر یہاں تک کہ تو زمین اور اس پر رہنے والوں کا وارث بنے

وَاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ ○

اور تو بہترین وارث ہے۔

[۱] "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِكَ" بحر (سمندر) کا استعمال اس جگہ چند وجوہ کی بنا پر مجازاً کیا گیا ہے۔ (۱) سمندر کی وسعت کی بنا پر۔ بحر کے مختلف صیغے وسعت پر ہی دلالت کرتے ہیں۔ (۲) سمندر کے پانی کی کثرت کی بنا پر حضور اکرم ﷺ کا نور تمام انوار سے زیادہ قوی، سب سے زیادہ پاک اور سب سے زیادہ عظیم ہے۔ (۳) سمندر کے موجزن ہونے کی وجہ سے، نور خود موجزن رہتا ہے۔ (۴) سمندر باقی پانیوں کو مدد دیتا ہے اور تمام پانی اسی کی طرف لوٹ کر آتے ہیں۔

انوار کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت، مملوک کی مالک کی طرف اور فعل کی فاعل کی طرف اضافت ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "مَثَلُ نُوْرِهٖ" اور اس کے ارشاد "يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ" الایہ میں ہے۔

"وَمَعْدِنِ اَسْرَارِكَ" زبیدی نے کہا: کہ ہر شے کی معدن (کان) وہ جگہ ہے جہاں اس کی اصل پائی جائے۔ (علامہ زبیدی کا قول اس جگہ ختم ہوا) کہا جاتا ہے "عَدَنَ بِالْمَكَانِ" وہ مکان میں ٹھہرا۔ کان کو معدن اس لئے کہتے ہیں کہ شے وہاں پائی جاتی ہے، اور وہ جگہ اس کے لائق ہے۔ مثلاً سونے کے لائق یہ ہے کہ وہ اپنے خاص مکان (کان) میں پایا جائے، اسی جگہ اسے ڈھونڈا جاتا

ہے، وہیں اسے تلاش کیا جاتا ہے۔ یہی اس کی اصل جگہ ہے۔

اسرار سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال کے اسرار مراد ہیں۔ نبی اکرم ﷺ ان اسرار کے حصول اور برقرار رہنے کی جگہ ہیں۔ ان اسرار کی شان یہ ہے کہ آپ کی ذات اقدس میں حاصل ہوں۔ آپ ہی سے طلب کئے جائیں اور آپ ہی سے ان کا نور حاصل کیا جائے۔

"وَلِسَانِ حُجَّتِكَ" اور مخلوق کے لئے تیری دلیل کی زبان پر۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی دلیل کے لئے زبان کی حیثیت رکھتے ہیں، جو اس دلیل کے لئے ترجمان، اسے بیان کرنے والے، اس کی دلالت کا انداز بتانے والے اور اس پر وارد ہونے والے شبہات کو دور کرنے والے ہیں۔

کائنات کے دولہا

"وَ عَرُوْسِ مَمْلَكَتِكَ" عَرُوْسٌ بروزن صَبُوْرٌ ہے، شادی کے موقع پر دولہا اور دلہن دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ مملکت بادشاہی کو کہتے ہیں، مملکت کو شادی کے اجتماع کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اس اجتماع میں مختلف لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، طرح طرح کی آرائش کی جاتی ہے۔ خوب بناؤ سنگھار ہوتا ہے۔ مختلف امور کو سلیقے سے ترتیب دیا جاتا ہے، اس میں جدت اور مسرت کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جاتا ہے، اس کے شرکاء خوشی اور مسرت اور ناز و نعمت میں ڈوبے ہوئے اور اپنے دولھا پر خوش۔ اس سے محبت اور رضامندی کا اظہار کرتے ہیں، اس کی تعظیم کرتے ہیں، اس کا حکم بجالاتے ہیں اور اس کے ساتھ قسم قسم کی دل پسند چیزوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، پوری دنیا کو شادی کی محفل قرار دیا گیا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے لئے دولھا ثابت کیا گیا ہے جو ایسی محفل کے لئے لازم ہوتا ہے۔

عام طور پر شادی کی محفل کو مملکت سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ لیکن اس جگہ تقاضائے مقام کی بنا پر اس کے برعکس مملکت کو محفل شادی سے تشبیہ دی گئی ہے، تاکہ معلوم ہو کہ مملکت کا راز، اس کا مرکزی نقطہ وہ روح ہے جس کے لئے مملکت معرض وجود میں آئی۔ وہ کائنات کے دولھا ہیں۔ حضور ﷺ سب سے بڑے مرتبے والے انسان، ملک و ملکوت میں خلیفہ علی الاطلاق ہیں، آپ ہی کو اسماء و صفات کے اسرار کی خلعت عطا کی گئی اور آپ ہی کو بسائط و مرکبات میں تصرفات کی قدرت عطا کی گئی ہے، دولھا کی حیثیت بادشاہ ایسی ہوتی ہے، اس کا حکم چلتا ہے، سب اس کی خدمت کرتے ہیں، سب اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اسے آرام کے ساتھ پسند اور خواہش کے مطابق ہر چیز ملتی ہے، اس کے ساتھی اس کی ذمہ داری میں ہوتے ہیں اور اسی کا کھاتے ہیں۔ اس تفصیل کے بعد تشبیہ مکمل ہو گئی اور استعارہ صحیح ہو گیا۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى" آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں، کی تفسیر میں فرمایا: کہ حضور ﷺ نے عالم بالا میں اپنی ذات مبارکہ کی صورت دیکھی کہ آپ تمام کائنات کے دولھا ہیں۔

"وَ إِمَامِ حَضْرَتِكَ" اور تیری بارگاہ والوں کے امام پر جن کی اقتداء کی جاتی ہے' اور تیرے قرب اور مشاہدہ کے مقام تک پہنچنے کے لئے جن کے دامن کا سہارا لیا جاتا ہے۔

"حضرۃ" (بارگاہ) حضور سے ماخوذ ہے اور اس کی طرف امام کی اضافت فی کے معنی میں ہے' جیسے امام المسجد (مسجد میں امامت کرنے والا) یا لام کے معنی میں ہے اور مضاف مقدر ہے' یعنی تیری بارگاہ والوں کے امام' ایک نسخہ میں اس کے بعد ہے "وَ طِرَازِ مُلْكِكَ" یہ الفاظ جہاں کتاب میں آئیں گے ان پر گفتگو کی جائے گی۔

"وَ خَاتِمِ أَنْبِيَائِكَ صَلَاةً تَدُوْمُ" ایسی رحمت جو ہمیشہ نازل ہوتی رہے اور کبھی منقطع نہ ہو "بِدَوَامِكَ" تیری ہمیشگی کے ساتھ "وَ تَبْقٰى بِبَقَائِكَ" اور تیری بقا کے ساتھ باقی رہے' نہ کبھی فنا ہو' نہ ختم ہو "صَلَاةً تُرْضِيْكَ" ایسا درود جو تجھے راضی کر دے' اس لئے کہ وہ تیرے حکم کے مطابق اور آمیزشوں سے خالی ہے۔ تو اپنے فضل سے اسے قبول فرما۔ "وَتُرْضِيْهِ" ایسا درود جو حضور اکرم ﷺ کو راضی کر دے' اس لئے کہ نورانیت اس کے ساتھ ہو اور اقبلیت کے آثار نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہو۔ بعض نسخوں میں اس کے بعد یہ الفاظ ہیں "وَ تَرْضٰى بِهَا عَنَّا" یہ باء سببیہ ہے' یعنی وہ درود ہم سے تیرے راضی ہونے کا سبب ہو۔

"يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ" اے سب سے زیادہ رحم والے! جس کی وسیع رحمت اور اوصاف کاملہ سے ہمیں اپنی دعا کے قبول ہونے کی امید ہے' ورنہ ہم اس کے لائق نہیں ہیں۔ بعض نسخوں میں اس کے بعد یہ الفاظ ہیں۔ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔ البتہ! نسخہ سلیہ اور دیگر بعض نسخوں میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

۲۔ "اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ" حضرت جبر اور عزفی وغیرہ کا بیان ہے' کہ حضرت محمد بن وضاح سے مروی ہے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص جمعرات کے دن عصر کے بعد یہ دعا مانگے گا۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَالرُّكْنِ وَالْمَقَامِ
وَرَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ اِقْرَءْ مُحَمَّدًا مِنِّي السَّلَامَ

اے اللہ! اے شہر حرام! (عزت والے مہینے)' مشعر الحرام (مزدلفہ کا پہاڑ) حجر اسود اور مقام ابراہیم کے رب!
اور اے حل و حرم کے رب! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو میرا سلام پہنچا۔

بارگاہ رسالت میں سلام پہنچانے والا فرشتہ

اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرما دے گا جو اس کا سلام بارگاہ رسالت میں ان لفظوں میں پہنچا دے گا' کہ فلاں ابن فلاں آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے۔ فاکہانی وغیرہ علماء نے ابن بشکوال کی "کتاب القربۃ" سے یہ روایت نقل کی ہے۔

حل اور حرم کی تحقیق

نسخہ سہلیہ وغیرہ میں ہے "رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ" راء کے بعد الف کے ساتھ، بعض دیگر نسخوں میں الف نہیں ہے۔ دونوں نسخے صحیح ہیں جیسے زَمَنٌ اور زَمَانٌ کا ایک ہی معنی ہے، حل حاء کے کسرہ کے ساتھ، حرم کے علاوہ خطۂ زمین کو بھی کہتے ہیں۔ حرم کا استعمال حرم مکہ اور حرم مدینہ دونوں کے لئے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی عزت میں مزید اضافہ فرمائے، عموماً اس کا استعمال حرم مکہ کے لئے ہوتا ہے۔ بعض اوقات حرم سے حرام (عزت والا) مراد ہوتا ہے، یعنی عزت والا شہر اور عزت والا مدینہ، بعض نے حرم سے مراد وہ شخص لیا ہے، جس نے احرام باندھ رکھا ہو، اور حل سے وہ شخص مراد لیا جو احرام سے فارغ ہو گیا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

لے "اَشْهُرُ الْحُرُمِ" چار ہیں۔ شوال، ذیقعدہ، ذوالحجہ اور رجب ۱۲

"وَرَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ" مشعر فصیح ترین لغت میں میم کے فتحہ کے ساتھ، اور ایک لغت میں میم کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ یہ مزدلفہ میں ایک معروف جگہ اور چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کا نام قزح ہے، پہلا حرف مضموم اور دوسرا مفتوح ہے۔ اس پہاڑی پر حضور ﷺ نے دس ذوالحجہ کی صبح وقوف فرمایا تھا، بعض علماء نے کہا کہ قُزَحْ۔ مزدلفہ کا نام ہے، بعض نے کہا، مشعر حرام تمام مزدلفہ ہے، اور مزدلفہ حدود حرم میں داخل ہے۔

"وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ" یہ کعبہ مبارکہ ہے، بیت الحرام بطور غلبہ بیت اللہ شریف کا نام ہے، ایک نام "اَلْبَيْتُ الْعَتِيقُ" بھی ہے۔ اس کے اور بھی متعدد نام ہیں۔ مشعر الحرام۔ بیت اللہ شریف اور مکہ معظمہ کو حرام اس لئے کہا گیا کہ ان میں جنگ، شکار اور خود رو درختوں کو کاٹنا حرام ہے، اور ان جگہوں پر محرم کے لئے وہ کام ممنوع ہیں جو دوسروں کے لئے جائز ہیں۔

مقام ابراہیم مشہور پتھر

"وَرَبَّ الرُّكْنِ" رکن سے بیت اللہ شریف کا مشرقی (جنوب مشرقی) کونہ مراد ہے، جس میں حجر اسود نصب ہے۔ "وَالْمَقَامِ" یہ وہ مشہور پتھر ہے جسے مقام ابراہیم کہتے ہیں، آپ بیت اللہ کی تعمیر کے وقت اس پر کھڑے ہوئے تھے، یہ پتھر ایک ہاتھ کی مقدار ہے اور اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کی سات انگلیوں کے نشان ہیں۔

اس جگہ ان مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عظیم الشان ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جا سکے، کہ وہ ان کا خالق و مالک ہے۔ نیز ان اشیاء کو حصول مقصد کے لئے وسیلہ بنانا مطلوب ہے۔ اس مقام کے ساتھ ان کی مناسبت یہ ہے کہ ان کا تعلق نبی اکرم ﷺ کے وطن کے ساتھ ہے، اور ان کی خصوصیت و عظمت آپ کی خصوصیت اور عظمت کے تابع ہے اور آپ ہی کی بدولت ہے۔

"اَبْلِغْ" پہنچا "لِسَيِّدِنَا" یہ لفظ اَبْلِغْ کا مفعول اول ہے، چونکہ آپ کو سلام پہنچایا جاتا ہے اس لئے معنی کے لحاظ سے یہ مفعول ثانی ہے، فعل کو اس جگہ لام کے ذریعے متعدی کیا گیا ہے، حالانکہ مشہور یہ ہے کہ وہ دونوں مفعولوں کی طرف بلا واسطہ

متعدی ہوتا ہے۔ "وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِنَّا السَّلَامُ" سلام "ابلغ" کا مفعول ثانی ہے۔ لوگ جو ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں یا دوسرے کو سلام بھیجتے ہیں تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو سلامتی عطا فرمائے۔

حضور علیہ السلام سلام کا جواب دیتے ہیں

اس جگہ سلام بھیجنے کی بنیاد، محبت، تعظیم اور شوق ہے اور سلام بھیجنا ان امور کی علامت ہے۔ سلف صالحین کی عادت یہ تھی کہ بارگاہ رسالت میں نذرانہ سلام بھیجا کرتے تھے، مثلاً حضرت عبد اللہ ابن عمر اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو بھی آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے، آپ اسے جواب عنایت فرماتے ہیں۔ متن میں جو ہدیہ سلام عرض کیا گیا ہے، اس کے بارے میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے جو بارگاہ رسالت میں سلام نیاز پیش کرتا ہے، اس جگہ جو اللہ تعالیٰ سے سلام پہنچانے کی دعا کی گئی ہے، اس سے یہی مراد ہے۔

ع "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا سَيِّدِ الْأَوَّلِيْنَ" حضور پہلی مخلوق کے سردار ہیں، یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ تک جتنے انسان ہوئے، آپ سب کے سردار ہیں۔ "وَ سَيِّدِ الْآخِرِيْنَ" اور آپ ان لوگوں کے بھی سردار ہیں جو آپ کے بعد قیامت تک پیدا ہو چکے یا ہوں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ مخلوق کا طبقہ بعد والوں کے لئے اول اور پہلوں کے لئے آخر ہے، مراد یہ ہوگی آپ تمام مخلوق کے سردار ہیں۔ تیسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اولین سے وہ حضرات مراد ہوں جنہیں سرداری اور سروری کے لحاظ سے سبقت حاصل ہے، یہ شرافت اور بزرگی کے لحاظ سے تقدم ہے، یعنی مخلوق کے برگزیدہ حضرات انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور آخرین سے انبیاء کے علاوہ باقی مخلوق مراد ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ سید کے استعمال کی دلیل وہ حدیث صحیح ہے جس میں آپ نے فرمایا: "اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ" (میں اولاد آدم کا سردار ہوں) اسی سے لفظ مولیٰ کے استعمال کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ ولی اور سید کا ایک ہی معنی ہے، نیز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ" امام شافعی نے فرمایا: اس سے ولاء اسلام مراد ہے، یعنی جس کا میں مددگار، معاون، دوست، محب اور ہمدرد ہوں، اس کے لئے علی مرتضیٰ بھی اسی طرح ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں بھی یہی معنی مراد ہے۔

ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے اور کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَصْبَحْتُ مَوْلٰى لِكُلِّ مُؤْمِنٍ

میں ہر مومن کا مددگار ہوں۔

ع "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ وَّ حِيْنٍ" وقت اور حین سے مطلق زمانہ مراد لیا جاتا ہے تھوڑا

ہو یا زیادہ' دونوں کی ایک دوسرے سے تفسیر کی جاتی ہے' وقت سے وہ معین زمانہ مراد لیا جاتا ہے جو کسی کام کے لئے مقرر ہو' مثلاً نماز کا وقت اور زراعت کا وقت وغیرہ اور حین سے وہ معین زمانہ مراد لیا جاتا ہے جو مطلق زمانے کی ایک جز اور حصہ ہو' اس سے مطلق اور مسلسل زمانہ مراد نہیں لیا جاتا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ

کیا انسان پر زمانے کا ایسا حصہ گزرا ہے؟

واضح یہ ہے کہ یہ ایک مرادف یا اس کے مشابہ کا دوسرے مرادف عطف ہے اور دونوں سے مطلق اور کم سے کم زمانہ مراد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ فِى الْمَلَاءِ الْاَعْلٰى" ایسی رحمت نازل فرما جو روز جزا تک مسلسل جاری رہے۔

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ" ایسی رحمت جو دائم ہو "حَتّٰى' اِلٰى اَنْ" کے معنی میں ہے' یعنی یہاں تک کہ "تَرِثَ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا" تو زمین اور اس پر بسنے والوں کا وارث بنے' یعنی اس وقت تک کہ دنیا کے فنا ہونے اور اس کے رہنے والوں کے خاتمہ کے بعد' سب کی ملکیت تیری طرف لوٹ جائے گی۔ (ظاہری طور پر بھی ملکیت کا کوئی دعویٰ نہیں کرے گا اور ہر شے اسی کی طرف لوٹ جائے گی' اس وقت وہ فرمائے گا کہ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اور خود ہی جواب دے گا' اللہ واحد و قہار کے لئے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا

بے شک ہم زمین اور اس پر رہنے والوں کے وارث ہوں گے۔

علامہ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جب سب مخلوق کو ہلاک کر دیا جائے گا تو زمین اور زمین کے رہنے والوں پر کسی کی ملکیت اور حکومت نہیں رہے گی' یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم زمین اور اس کے رہنے والوں کو فنا کر کے سب کچھ قبض کر لیں گے' جیسے وارث اپنی وراثت کو قبض کرتا ہے۔

"وَاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ" اور تو سب سے بہتر وہ ذات ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے گا' یا ہلاک ہونے والوں کی ہلاکت کے بعد تو سب سے بہتر باقی رہنے والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر جیسے

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ وَ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا

تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے اور برکت نازل فرما ہمارے آقا

مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ○

نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جیسے تو نے برکت نازل کی سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر' بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے

اَللّٰهُمَّ[۲] صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا اَحَاطَ بِهٖ

اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر ان اشیاء کی گنتی کے برابر جنہیں تیرا علم

عِلْمُكَ وَ جَرٰى بِهٖ قَلَمُكَ وَ سَبَقَتْ بِهٖ مَشِيْئَتُكَ وَ صَلَّتْ عَلَيْهِ مَلٰئِكَتُكَ

محیط ہے تیرے قلم نے انہیں لکھا اور اس سے پہلے ان کے متعلق تیرا ارادہ ہو چکا اور اتنی تعداد میں کہ فرشتوں نے آنحضرت پر

صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَ وَامِكَ بَاقِيَةً بِفَضْلِكَ وَ اِحْسَانِكَ اِلٰى اَبَدِ الْاَبَدِ اَبَدًا لَّا

درود بھیجا ایسا درود کہ تیرے دوام کے ساتھ ہمیشہ رہے اور تیرے فضل و احسان کے ساتھ ابد الآباد تک ہمیشہ باقی رہے

نِهَايَةَ لِاَبَدِيَّتِهٖ وَ لَا فَنَاءَ لِدَيْمُوْمِيَّتِهٖ○ اَللّٰهُمَّ[۳] صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى

کہ اس کی ہمیشگی کی نہ انتہا ہو اور نہ فنا   اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر درود

اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا اَحَاطَ بِهٖ عِلْمُكَ وَ اَحْصَاهُ كِتَابُكَ وَ شَهِدَتْ

بھیج ان اشیاء کی تعداد میں جنہیں تیرے علم نے احاطہ کیا' تیری کتاب نے ضبط کیا اور تیرے فرشتوں نے ان کی گواہی دی

بِهٖ مَلٰئِكَتُكَ وَ ارْضَ عَنْ اَصْحَابِهٖ وَ ارْحَمْ اُمَّتَهٗ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ○

اور تو راضی ہو آپ کے ساتھیوں سے اور آپ کی امت پر رحم فرما' بے شک تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔

---

۱ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ" یہ روایت حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اس کے نقل کرنے والوں کا بیان اس سے پہلے گزر چکا ہے' نسخہ سہلیہ میں اس درود شریف اور آئندہ درود پاک میں لفظ نبی ہمزہ کے ساتھ ہے۔ (نبیء)

۲ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا اَحَاطَ بِهٖ عِلْمُكَ" اس پر گفتگو گزر چکی ہے۔ "وَ جَرٰى" اور نافذ ہوا ہے اور گزر چکا ہے "بِهٖ" یہ ضمیر مَا موصولہ کی طرف راجع ہے اور باء مصاحبت کے لئے ہے۔ قَلَمُكَ جن امور کو تیرا قلم ماضی میں لوح محفوظ میں لکھ چکا ہے۔ اور اس وقت سے لے کر اس درود شریف تک اور آئندہ اس نقل کئے جانے والے نسخوں میں لکھا گیا یا لکھا جائے گا'

ظاہر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے پہلے لوح محفوظ میں لکھ چکا تھا' اس میں قیامت ہونے والی تمام اشیاء کی مقداریں لکھ دی تھیں' اس کے بعد جو کچھ لکھا گیا وہ ان صحیفوں میں تھا' جو اس سے نقل کئے

گئے، جیسے جیسے ایک اصل سے نقلیں تیار کی جاتی ہیں۔ قرآن پاک میں جو "یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَ یُثْبِتُ" محو و اثبات کا ذکر ہے تو وہ انہی صحیفوں کے بارے میں ہے۔

"وَ سَبَقَتْ بِهٖ مَشِیْئَتُكَ" اور جن اشیاء کے موجود ہونے کے بارے میں تیرا ارادہ ہو چکا، کیونکہ ہر موجود ممکن اللہ تعالیٰ کے ارادے اور تقدیر ہی سے ہے۔

"بَاقِیَةً بِفَضْلِكَ" یہ باء سببیہ ہے، یعنی وہ رحمت تیرے فضل و کرم کے سبب باقی رہے، "وَ اِحْسَانِكَ" احسان کا معنی ہے اچھائی کے ساتھ معاملہ کرنا اِلٰی انتہاء غایت کے لئے ہے۔ یا مَعَ کے معنی میں اَبَدِ الْاَبَدِ ابد کہتے ہیں زمانہ مستقبل کو جس کی کوئی انتہاء نہیں ہے، جیسے آخرت میں ہو گا یا وہ زمانہ جہاں زمانے ختم ہو جائیں گے جیسے اس دنیا میں (قیامت آنے پر) پہلا لفظ اَبَد دوسرے کی طرف مضاف ہے، ہمیشگی کے معنی میں مبالغہ اور تاکید کے لئے اور منقطع نہ ہونے پر دلالت کے لئے دو دفعہ لفظ ابد لائے ہیں۔

اَبَدًا پہلے جار مجرور سے بدل ہے یا دوسری ظرف ہے۔ لَا نِهَایَةَ لِاَبَدِیَّتِهٖ یہ ضمیر اَبَدًا کی طرف راجع ہے، یعنی ہمیشہ کہ اس کی ہمیشگی کی کوئی انتہا نہیں "وَلَا فَنَاءَ لِدَیْمُوْمِیَّتِهٖ" یعنی ایسا دائم کہ اس کے دوام اور بقاء کے لئے فنا نہیں۔ دَیْمُوْمَۃٌ ایک نسبت ہے دَیْمُوْمَۃٌ اور اس کے موصوف کے درمیان دَیْمُوْمَۃٌ میں دوسرے میم کے بعد یا نہیں ہے اور یہ مصدر ہے لَانِهَایَةَ لِاَبَدِیَّتِهٖ یہ جملہ اَبَدًا کی صفت ہے اور دوسرا جملہ لَا فَنَاءَ لِدَیْمُوْمِیَّتِهٖ پہلے جملے پر معطوف ہے اور اس کی ضمیر بھی اَبَدًا کی طرف راجع ہے۔

۵۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا اَحَاطَ بِهٖ عِلْمُكَ وَ اَحْصَاهُ كِتَابُكَ"

اور ان چیزوں کی تعداد میں جن کا تیری کتاب نے احاطہ کیا، کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ

اور ہم نے کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں ہر چیز کا احاطہ کیا

شہادت ملائکہ کی اقسام

"وَشَهِدَتْ بِهٖ مَلَائِكَتُكَ" اور ان چیزوں کی تعداد میں جن کی تیرے فرشتوں نے گواہی دی۔ مثلاً تیری وحدانیت، تیرے نبی کی نبوت اور تیرے رسولوں کے فرائض تبلیغ انجام دینے کی شہادت، رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے خلاف شہادت، ان لوگوں کے لئے شہادت جن کو بخش دینے پر تو نے انہیں گواہ بنایا، مثلاً وہ ذکر الٰہی کرنے والے جن کے پاس سے فرشتوں کا گزر ہوا اور میدان عرفات میں وقوف کرنے والوں کی شہادت اور ان کے علاوہ تیری مخلوق میں سے بعض کے حق میں اور بعض کے خلاف شہادت اور خاص طور پر انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے والے فرشتوں کی شہادت۔

"وَارْضَ عَنْ اَصْحَابِهٖ" اور حضور ﷺ کے صحابہ سے قبولیت، التفات اور اعزاز و اکرام کا معاملہ فرما۔

"وَارْحَمْ اُمَّتَهٗ" اور آپ کی امت پر احسان فرما اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں مرحمت فرما۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی صلا

ہ کے بعد صحابہ کرام کے لئے خاص طور پر رضی اللہ عنہم اور دیگر ایمانداروں کے لئے رحمہم اللہ تعالیٰ کے استعمال کرنے کے بارے میں گفتگو گزر چکی ہے' لفظ امت صحابہ کرام کو بھی شامل ہے' لہٰذا یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی جَمِیْعِ[1]

اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' ان کی آل اور آپ کے تمام اصحاب پر

اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ○ اَللّٰھُمَّ[2] صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا

اے اللہ! درود بھیج ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر جیسے

مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا

تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر' اور اے اللہ! برکت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ

اور ان کی آل پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی سیدنا ابراہیم علیہ السلام

وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○

اور ان کی آل پر' تمام جہانوں میں' بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔

اَللّٰھُمَّ بِخُشُوْعِ الْقَلْبِ عِنْدَ السُّجُوْدِ لَكَ یَا سَیِّدِیْ

اے اللہ! تجھے سجدہ کرتے وقت دل کی عاجزی کے ساتھ میرے آقا! بغیر انکار کے اور تیری

بِغَیْرِ جُحُوْدٍ وَّ بِكَ یَا اَللّٰهُ یَا جَلِیْلُ فَلَا شَیْءَ یُدَانِیْكَ فِیْ غَلِیْظِ

امداد کے ساتھ اے اللہ! اے بزرگ و برتر! کوئی چیز بھی وعدوں کی پختگی میں تیرے قریب نہیں اور تیری کرسی کے وسیلے

الْعُھُوْدِ وَ بِکُرْسِیِّكَ الْمُکَلَّلِ بِالنُّوْرِ اِلٰی عَرْشِكَ الْعَظِیْمِ الْمَجِیْدِ ○

سے جس کا نور سے جڑاؤ کیا گیا ہے' تیرے بزرگی والے عرش عظیم تک

وَ بِمَا کَانَ تَحْتَ عَرْشِكَ حَقًّا قَبْلَ اَنْ تَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَ صَوْتَ الرُّعُوْدِ لَكَ اِذْ

اور اس چیز کے وسیلے سے جو فی الواقع تیرے عرش کے نیچے تھی پہلے اس سے کہ تو آسمانوں کو پیدا کرے اور میرے حکم کے تحت

کُنْتَ مِثْلَ مَا لَمْ تَزَلْ قَطُّ اِلٰھًا عُرِفْتَ بِالتَّوْحِیْدِ فَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُحِبِّیْنَ

بجلیوں کی آواز کے طفیل' کیونکہ تو ماضی کی طرح اب بھی معبود ہے' توحید کے ساتھ پہچانا گیا' پس تو مجھے ان لوگوں میں

اَلْمَحْبُوْبِیْنَ الْمُقَرَّبِیْنَ الْعَارِفِیْنَ الْعَاشِقِیْنَ لَکَ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ

سے بنا جو تیرے محب ہیں- محبوب ہیں' مقرب' عارف اور عاشق ہیں یا اللہ! یا اللہ! یا اللہ! یا اللہ! یا اللہ!

یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا وَدُوْدُ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ

یا اللہ! یا اللہ! یا اللہ! اے محبت والے! اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنی تعداد میں درود بھیج

مَا اَحَاطَ بِهٖ عِلْمُكَ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا اَحْصَاهُ

جتنی اشیاء کو تیرا علم محیط ہے' اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنی چیزوں کا

كِتَابُكَ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا نَفَذَتْ[5] بِهٖ قُدْرَتُكَ ○

تیری کتاب نے احاطہ کیا ہے- اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنی چیزوں پر تیری قدرت نافذ ہو

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَصَّصَتْهُ[6] اِرَادَتُكَ

چکی ہے' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنی چیزوں کو تیرے ارادے نے خاص کیا ہے- اے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ[7] مَا تَوَجَّهَ اِلَیْهِ اَمْرُكَ وَ نَهْیُكَ ○

اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج' جتنے لوگوں کی طرف تیرا امر اور تیری نہی متوجہ ہوئی ہے-

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقسام

۱ "وَ عَلٰی جَمِیْعِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ" اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تمام صحابہ پر' خواہ وہ مہاجرین و انصار ہوں یا ان کے علاوہ- فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے ہوں یا اس کے بعد' انہیں خصوصی یا عمومی طویل صحبت حاصل ہوئی ہو یا نہ' حضور ﷺ کے رشتہ دار ہوں یا نہ' عربی ہوں یا عجمی' مرد ہوں یا عورتیں' آزاد ہوں یا غلام' بالغ ہوں یا نابالغ' جنہیں آپ کی خاص یا عام صحبت میسر ہوئی' انسان ہوں یا جن' اگر جنات کو صحابہ میں شمار کیا جائے- اسی طرح وہ مسلمان جنہوں نے آپ کا زمانہ پایا' لیکن شرف زیارت حاصل نہ کر سکے' جیسے حضرت نجاشی (نام اصحمہ) اور حضرت اویس قرنی اگر انہیں صحابہ میں سے شمار کیا جائے-

صحابہ کرام پر درود بھیجنے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے نص وارد نہیں ہوئی[1]' آپ سے آل پاک کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے- ائمہ دین رضی اللہ عنہم نے صحابہ کرام کی رفاقت کے پیش نظر' ان پر درود بھیجنے کو مستحب قرار دیا ہے-

ابواوفی کے لئے دعا نبوی

۱ بارگاہ رسالت میں صدقہ حاضر کرنے والے صحابہ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے- "وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ

سَکَنٌ لَّهُمْ" ان پر درود بھیجو اور ان کے لئے دعائے خیر کرو' کہ تمہاری دعا ان کے سکون کا باعث ہے۔ حضرت ابو اوفی رضی اللہ عنہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی

ع "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ' اَللّٰهُمَّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِی الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ"

یہ بھی حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ لیکن حضرت مصنف نے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں وَ بَارِكْ اَللّٰهُمَّ یہ روایت مجھے مستحضر نہیں ہے۔ نسخہ سہلیہ میں تینوں جگہ لفظ علٰی موجود ہے (جہاں جہاں لفظ آل ہے) بعض معتبر نسخوں میں موجود نہیں ہے۔

"اَللّٰهُمَّ بِخُشُوْعِ الْقَلْبِ عِنْدَ السُّجُوْدِ لَكَ يَا سَيِّدِیْ" ایک نسخہ میں... یا سَیِّدُ ہے' دال کے بعد یاء نہیں ہے۔

ع "اَللّٰهُمَّ بِخُشُوْعِ الْقَلْبِ" سے لے کر یہاں تک کہ یہ دعا' حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے روایت کردہ درود کے بعد بعض نسخوں میں موجود ہے' جبکہ بہت سے دیگر صحیح نسخوں میں نہیں ہے' اسی لئے میں نے اس پر گفتگو نہیں کی۔

ایک مقبول دعا

شیخ ابو القاسم عبد الغفور بن عبد اللہ بن محمد نفزی۔ مری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی "کتاب الادعیہ" میں یہ دعا منقول ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بیان کیا' کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری ایک حاجت تھی' جس کے لئے میں تیس ۳۰ سال تک دعا مانگتا رہا' اتنا عرصہ تک دعا کے مقبول نہ ہونے کے باوجود میں مایوس نہیں ہوا' ایک رات میں بستر پر لیٹا تو مجھے کسی کہنے والے نے کہا' یہ قسمیں لے لو جو تمہارے سر کے پاس رکھی ہوئی ہیں اور ان کے وسیلے سے اپنی حاجت کے لئے دعا مانگو' میں نے اٹھ کر دیکھا تو ایک ڈبیہ میں یہ قسمیں لکھی ہوئی تھیں۔ خدا کی قسم! ان کے وسیلے سے جب بھی میں نے کوئی حاجت طلب کی' اسی وقت وہ حاجت پوری کر دی گئی۔ وہ قسمیں یہ ہیں۔

بِخُشُوْعِ الْقُلُوْبِ عِنْدَ السُّجُوْدِ لَكَ يَا سَيِّدِیْ بِغَيْرِ جُحُوْدٍ

آقا! تجھے سجدے کے وقت۔ بغیر کسی انکار کے' دلوں کی عاجزی کے طفیل

وَ بِكَ يَا اَللّٰهُ يَا جَلِيْلُ فَلَا شَیْءَ يُدَانِيْكَ فِیْ غَلِيْظِ الْعُهُوْدِ

اور اے اللہ! اے برتر! اپنی ذات کے طفیل کوئی چیز پختہ عہدوں میں تجھے نہیں پہنچ سکتی

وَ بِكُرْسِيِّكَ الْمُكَلَّلِ بِالنُّوْرِ اِلٰی عَرْشِكَ الْعَظِيْمِ الْمَجِيْدِ

اور تیری کرسی کے طفیل جس کی نورانی شعاعیں تیرے عرش مجید تک پہنچتی ہیں

وَ بِمَا كَانَ تَحْتَ عَرْشِكَ حَقًّا وَ بِحَقِّ السَّمَاءِ وَ صَوْتِ الرُّعُوْدِ

اور ان امور واقعیہ کے طفیل جو تیرے عرش کے نیچے ہیں اور آسمان اور بجلیوں کی آواز کے طفیل

ذَالِکَ اِذْکُنْتَ مِثْلَ مَالَمْ تَزَلْ قَطُّ اِلٰهًا عُرِفْتَ بِالتَّوْحِیْدِ

تو بعد کی طرح پہلے بھی معبود اور توحید کے ساتھ جانا پہچانا تھا

حضرت شیخ (صاحب دلائل الخیرات) نے ان قسموں کو اس سے مختلف حالت میں بصورت نثر پایا ہے' شیخ ابو القاسم کی عبارت ختم ہوئی۔

یہ دعا دلائل الخیرات کے بعض نسخوں میں کسی قدر مختلف واقع ہوئی ہے' جیسے کہ تم نے بعض مذکورہ کلمات میں دیکھا اور متن میں فَاجْعَلْنِیْ سے لے کر اللہ تعالیٰ کے اسم جلالت (اللہ) کے آٹھ مرتبہ ذکر تک کا اضافہ ہے۔

۵ "نَفَذَتْ بِهٖ قُدْرَتُكَ نَفَذَتْ" فاء کے فتحہ اور ذال کے ساتھ۔ یعنی ان چیزوں کی تعداد میں جن کے ساتھ تیری قدرت کا تعلق فی الواقع ہو چکا ہے۔

۶ "عَدَدَ مَا خَصَّصَتْهُ اِرَادَتُكَ" ان ممکنات کی تعداد میں جن کو چھ متقابل اشیاء میں سے ان کے مناسب کے ساتھ تیرے ارادے نے خاص کیا' وہ چھ چیزیں یہ ہیں۔ وجود و عدم' مقدار و صفت' زمان و مکان

۷ "عَدَدَ مَا تَوَجَّهَ اِلَيْهِ اَمْرُكَ وَ نَهْيُكَ" ان چیزوں کی تعداد میں جن کی طرف تیرے امر اور نہی کا خطاب متوجہ ہوا توجہ کا معنی ہے کسی چیز کا ارادہ کرنا اور اس کی طرف ملتفت ہونا' حقیقت میں توجہ' موصوف کی صفت ہے امر اور نہی کی طرف مجازاً نسبت کی گئی ہے۔

امر اور نہی میں دو احتمال ہیں۔

(۱) امر سے مراد فعل کا طلب کرنا اور نہی سے رک جانے کا مطالبہ ہو' اس صورت میں ان کا تعلق اس مخلوق سے ہو گا جو فعل کی صلاحیت رکھتی ہے' یا خطاب کو سمجھ سکتی ہے' یعنی وہ ذی عقل ہے۔ اس میں ہر مکلف داخل ہو گا اور ما بمعنی مَنْ ہو گا (ما اصل میں غیر ذوی العقول کے لئے اور من ذوی العقول کے لئے آتا ہے)

(۲) ان سے "کُنْ فَیَکُوْنُ" والا امر تکوینی مراد ہو۔ اس وقت یہ خطاب ان ممکن چیزوں کے ساتھ خاص ہو گا جن میں موجود ہونے اور اثر قبول کرنے کی صلاحیت ہے' ممکن کو کُنْ کا حکم ہو گا تو وہ موجود ہو گا اور لَا تَکُنْ کی نہی ہو گی تو وہ موجود نہیں رہے گا' اس صورت میں یہ خطاب ہر ممکن کو ہو گا (خواہ ذوی العقول میں سے ہو یا نہ) اور امر اسے کہا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے علم و ارادہ کے مطابق موجود ہونے والا ہے اور نہی اسے ہو گی جس نے اللہ تعالیٰ کے علم و ارادہ کے مطابق معدوم ہونا ہے۔ یہ گفتگو اس بنیاد پر ہے کہ کُنْ کے ساتھ حقیقتاً امر ہے' اور اس میں اختلاف ہے اور جسے حکم دیا گیا ہے وہ علم الٰہی میں حاضر ہے اسے وجود میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا وَسِعَهٗ سَمْعُكَ ○

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنی اشیاء کا تیرے سننے نے احاطہ کیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ[2] مَا اَحَاطَ بِهٖ بَصَرُكَ ○

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنی اشیاء کا تیرے دیکھنے نے احاطہ کیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ[3] مَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ ○

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنے لوگوں نے آپ کو یاد کیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغٰفِلُوْنَ ○

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنے لوگ آپ کی یاد سے غافل ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ[4] قَطْرِ الْاَمْطَارِ ○

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنے بارشوں کے قطرے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ ○

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنے درختوں کے پتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ دَوَآبِّ الْقِفَارِ ○

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنے جنگل کے چوپائے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ[5] دَوَآبِّ الْبِحَارِ ○

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنے دریاؤں کے جانور ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مِیَاهِ الْبِحَارِ ○

اے اللہ! ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنے سمندروں کے پانی ہیں۔

---

۱ "عَدَدَ مَاوَسِعَهٗ سَمْعُكَ" وَسِعَ سین کے کسرہ کے ساتھ یعنی احاطہ کیا۔

۲ "عَدَدَ مَا اَحَاطَ بِهٖ بَصَرُكَ" ان موجود اور ممکن اشیاء کی تعداد میں جن کا تیرے دیکھنے نے احاطہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کے ساتھ اگرچہ اس کی صفت سمع اور بصر کا تعلق ہے، لیکن یہ عبارت انہیں شامل نہیں، کیونکہ ان کی کوئی انتہاہی نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے لئے کوئی عدد بھی نہیں ہو گا۔

متکلمین کا مذہب

متکلمین کے مذہب پر تو اس دار بقا یعنی جنت و دوزخ میں آئندہ پائی جانے والی اشیاء ممکنہ کو بھی یہ عبارت شامل نہیں ہے،

لئے کہ ان کے نزدیک اشیاء کے وجود سے پہلے ان کے ساتھ سمع و بصر کا تعلق تنجیزی نہیں ہے (کہ وہ اب دیکھی اور سنی جا رہی ہوں) شیخ ابو طالب مکی اور ان کی ہمنوا ایک جماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ ان اشیاء کو وجود سے پہلے دیکھ اور سن رہا ہے' ان کے نزدیک بھی یہ عبارت انہیں شامل نہیں ہے' کیونکہ ان کی کوئی حد ہی نہیں ہے' لہٰذا کوئی عدد ان کا احاطہ نہیں کر سکتا' واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواب میں امام شافعی کی زیارت

ﷺ عَدَدَ مَاذَكَرَهُ الذّٰكِرُوْنَ ایک جماعت نے عبد اللہ ابن عبد الحکم سے روایت کیا' کہ وہ فرماتے ہیں' میں نے خواب میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور پوچھا' اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے فرمایا: مجھ پر رحم کیا اور مجھے بخش دیا۔ مجھے دولہا کی طرح زیب و زینت کے ساتھ جنت کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر دولہا کی طرح رحمت کے پھول نچھاور کئے گئے' میں نے پوچھا آپ کس سبب سے اس حالت کو پہنچے؟ تو انہوں نے فرمایا: مجھے کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ اعزاز اس سبب سے ہے۔ کہ تم نے "کتاب الرسالہ" میں یہ درود شریف لکھا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَاذَكَرَهُ الذّٰكِرُوْنَ'

وَعَدَدَ مَاغَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر آپ کا ذکر کرنے والوں کے ذکر اور آپ کے ذکر سے غافل ہونے والوں کی غفلتوں کی تعداد میں رحمتیں نازل فرمائے۔

حضرت عبد اللہ ابن عبد الحکم فرماتے ہیں' صبح کے وقت میں نے "کتاب الرسالہ" کو دیکھا' تو اس میں یہی درود شریف لکھا ہوا تھا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ' احیاء العلوم میں فرماتے ہیں' کہ ابو الحسن شافعی سے مروی ہے' کہ مجھے خواب میں حضور سید عالم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! امام شافعی "کتاب الرسالہ" میں لکھتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذّٰكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

آپ کی طرف سے انہیں اس کی کیا جزا دی گئی؟ فرمایا: میری طرف سے انہیں یہ جزا دی گئی کہ انہیں حساب کے لئے کھڑا نہیں کیا جائے گا۔

صاحب مواہب نے بھی "کتاب الرسالہ" کے خطبے سے یہی درود شریف نقل کیا ہے۔ امام غزالی اور صاحب مواہب۔ اپنے امام کی کتاب سے دوسروں کی نسبت زیادہ واقف ہیں۔

ذَكَرَهُ الذّٰكِرُوْنَ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

۱۔ ذکر کرنے والوں نے زبان سے آپ کا ذکر کیا' مثلاً درود شریف بھیجا یا آپ کی کوئی حدیث نقل کی یا کسی اور طریقے

۲. دل سے آپ کو یاد کیا۔

پہلا مطلب زیادہ قرین قیاس ہے۔

وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِهٖ سے یا تو بالکل بھلا دینا مراد ہے یا کسی قدر غافل ہونا مراد ہے۔ کیونکہ غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهٖ کہا ہے (یعنی آپ کے ذکر سے غفلت کی) غَفَلَ عَنْهُ نہیں کہا (جس کا معنی یہ ہوتا کہ آپ سے غفلت کی)

ذکر قلبی غفلت دور کرتا ہے

ذکر سے ذکر قلبی مراد لینے کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ذکر کے مقابل غفلت کو لائے ہیں اور غفلت کا محل دل ہی ہے' لہٰذا ذکر کا محل بھی دل ہی ہو گا' کیونکہ دونوں ضدوں کا محل ایک ہونا ضروری ہے۔ ذکر لسانی کی ضد سکوت (خاموشی) ہے اور اس کا محل زبان ہے۔ البتہ! غفلت سے مجازاً ترک ذکر بھی مراد ہو سکتا ہے۔ (اب ذکر اور غفلت کا محل زبان ہو گی) واللہ تعالیٰ اعلم

"عَدَدَ مَا ذَكَرَهٗ" میں ما مصدریہ ہے' جیسے کہ عَدَدَ مَا غَفَلَ میں بھی مصدریہ ہے۔

"عَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ" کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

۱۔ جن مقامات میں سرکار دوعالم ﷺ کا ذکر کرنا چاہئے تھا' ان میں غفلتوں کی تعداد میں۔

۲۔ غفلت شعار لوگوں پر سید عالم ﷺ کے ذکر سے غفلت کی حالت میں جتنے زمانے گزرے' ان میں جس قدر آپ کے ذکر کی گنجائش تھی' اس ذکر کی تعداد میں۔

۳ "عَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ" قطرٌ یا تو مصدر ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہے (یعنی بارشوں کے قطرات برسانے کی تعداد میں) یا اسم جنس ہے جو جمع کے لئے استعمال کیا گیا۔ واحد قطرةٌ ہے' اور اسم جنس تا کے بغیر ہے (یعنی بارشوں کے قطرات کی تعداد میں الامطار' مَطَرٌ کی جمع ہے' بادل کے پانی کو کہتے ہیں۔

"عَدَدَ اَوْرَاقٍ" وَرَقٌ کی جمع ہے' جیسے حَجَرٌ کی جمع اَحْجَارٌ اور حَجَلٌ کی جمع اَحْجَالٌ ہے' یہ اسم جنس جمعی ہے اور اس کا مفرد وَرَقَةٌ ہے۔

"اَلْاَشْجَارِ شَجَرَةٌ" کی جمع ہے' زمین کی پیداوار میں سے جس کا تنا ہو "عَدَدَ دَوَابِّ الْقِفَارِ" دَوَابُّ' دَابَّة کی جمع ہے۔ لغت میں زمین پر چلنے والے کو کہتے ہیں' جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے "وَمَا مِنْ دَابَّةٍ" (ہر زمین پر چلنے والا) نیز فرمایا: وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے کو پیدا فرمایا: اس جگہ یہی مراد ہے' اس کا مذکر اور مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

۵ "عَدَدَ دَوَابِّ الْبِحَارِ" بِحَارٌ بَحْرٌ کی جمع ہے' وسیع جگہ پر پھیلے ہوئے کثیر پانی کو بحر کہتے ہیں۔

"عَدَدَ مِيَاهِ الْبِحَارِ" مِيَاهٌ مَاءٌ" کی جمع ہے' یہ اسم جنس ہے جو قلیل و کثیر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے' قیاس کا تقاضا یہ

ہے کہ اس کی جمع نہ لائی جاتی' لیکن اس کے مختلف اوصاف کی رعایت کرتے ہوئے جمع کا صیغہ لایا گیا' کیونکہ اس کی مختلف قسمیں ہیں- مثلاً میٹھا اور نمکین وغیرہ' اسی طرح پانی مختلف جگہوں میں پایا جاتا ہے' اس قسم کے دیگر اختلافات بھی پائے جاتے ہیں- اس جگہ انہی اختلافات کے اعتبار سے تعداد مراد ہے' یعنی دریاؤں کے مختلف اوصاف والے پانیوں کی تعداد میں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے-

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ

یہ بہت ہی میٹھا پانی ہے اور یہ کڑوا نمکین پانی

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دریاؤں کے اجزاء کے پیش نظر جمع کا صیغہ لایا گیا ہو' یعنی دریاؤں کے تمام اجزاء کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما' جزء سے مراد پانی کی وہ کم سے کم مقدار ہے جسے پانی کہا جاتا ہے' یعنی وہ چھوٹی سے چھوٹی جز جس سے پانی کا جسم مرکب ہوتا ہے' یا ایسے ہی دیگر اجزاء مراد ہوں' جن سے موقع کی مناسبت سے کثرت مراد لی جا سکے-

چونکہ یہ مقام ایسا ہے جس کے لئے کثرت موزوں ہے- اس لئے بہتر یہ ہے کہ "عَدَدَ مِيَاهِ الْبِحَارِ" سے زمین و آسمان' عرش و کرسی اور دنیا و آخرت کے تمام پانی مراد لئے جائیں' کیونکہ احادیث سے ان تمام مقامات پر دریاؤں کا پتا چلتا ہے-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَيْهِ الَّيْلُ وَ اَضَآءَ عَلَيْهِ النَّهَارُ ○

اے اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنی چیزوں پر رات اندھیری ہوئی اور بیشمار ان چیزوں کے جن پر دن چمکے'

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ○

اے اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر صبح و شام درود بھیج

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الرِّمَالِ ○

اے اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنے ریت کے ذرے ہیں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ النِّسَاءِ وَ الرِّجَالِ ○

اے اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنی عورتیں اور مرد

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ رِّضَآءَ نَفْسِكَ ○

اے اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنی ذات کی رضا کے مطابق درود بھیج

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ مِّدَادَ كَلِمَاتِكَ ○

اے اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے کلمات کی مقدار کے مطابق درود بھیج

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ مِّلْءَ سَمٰوَاتِكَ وَ اَرْضِكَ ○

اے اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے آسمانوں اور زمین کی پری کے برابر درود بھیج

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ زِنَةَ عَرْشِكَ ○

اے اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے عرش کے وزن کے برابر درود بھیج

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ[۲] مَخْلُوْقَاتِكَ

اے اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنے درود بھیج جتنی تیری مخلوق کی تعداد ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

اے اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر افضل ترین درود بھیج، اے اللہ! نبی رحمت ﷺ

نَبِيِّ الرَّحْمَةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى شَفِيْعِ الْاُمَّةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى كَاشِفِ[۳]

پر درود بھیج اے اللہ! درود بھیج امت کی شفاعت کرنے والی ہستی پر، اے اللہ! درود بھیج غم کے دور کرنے والے پر

الْغُمَّةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُجْلِي الظُّلْمَةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُوْلِي النِّعْمَةِ ○

اے اللہ! درود بھیج کفر کی تاریکی دور کرنے والے پر، اے اللہ! درود بھیج صاحب نعمت پر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُوْلِي الرَّحْمَةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ الْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ ○

اے اللہ! درود بھیج رحمت کے دینے والے پر، اے اللہ! درود بھیج صاحب حوض کوثر پر جس پر تمام امت اترے گی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ[۴]

اے اللہ! درود بھیج صاحب مقام محمود پر، اے اللہ! درود بھیج باندھے ہوئے جھنڈے والے پر

اللِّوَاءِ الْمَعْقُوْدِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ الْمَكَانِ الْمَشْهُوْدِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ

اے اللہ! درود بھیج اس مکان والے پر جہاں (سید عالم شب معراج) حاضر کئے گئے، اے اللہ! اس ذات

عَلَى الْمَوْصُوْفِ[۵] بِالْكَرَمِ وَالْجُوْدِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ[۶] هُوَ فِي السَّمَاءِ

اقدس پر رحمت نازل فرما جو جود و کرم سے متصف ہے، اے اللہ! اس ذات کریم پر رحمت نازل فرما جو آسمانوں میں سیدنا

سَيِّدُنَا مَحْمُوْدٌ وَّ فِي الْاَرْضِ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ[۷]

محمود ہیں اور زمین میں سیدنا محمد ہیں، اے اللہ! رحمت نازل فرما مہر نبوت کے نشان والے پر،

الشَّامَةِ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ الْعَلَامَةِ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْمَوْصُوْفِ

اے اللہ! رحمت نازل فرما صاحب نشانی پر' اے اللہ! رحمت نازل فرما اس ذات والا پر جو بزرگی سے موصوف ہے'

بِالْكَرَامَةِ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْمَخْصُوْصِ بِالزَّعَامَةِ○

اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما جو سرداری سے خاص کئے گئے'

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ كَانَ تُظِلُّهُ الْغَمَامَةُ○

اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما جن پر بادل سایہ کرتا تھا'

لے "عَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَيْهِ اللَّيْلُ" اَظْلَمَ فعل لازم ہے (تاریک ہوئی) لیل' سورج کے غروب ہونے سے فجر کے طلوع ہونے تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا: سورج کے طلوع ہونے تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ "اَظْلَمَ اللَّيْلُ" رات کی تاریکی گہری ہو گئی۔ مطلب یہ ہے کہ ان اشیاء کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما' جنہیں رات کی تاریکیوں نے ڈھانپ لیا' یا رات نے انہیں اپنی تاریکیوں کے احاطے میں لے لیا۔

"وَاَضَاءَ عَلَيْهِ النَّهَارُ' اَضَاءَ" کا معنی ہے روشن ہوا۔ یہ لازمی اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اَضَاءَ باب افعال سے اور ضَاءَ ہمزہ کے بغیر ثلاثی مجرد سے استعمال ہوتا ہے۔ نہار' عربی میں فجر کے طلوع ہونے سے سورج کے غروب ہونے تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا: کہ نہار کی ابتدا سورج کے طلوع ہونے سے اور یوم کی ابتدا صبح صادق کے طلوع ہونے سے ہوتی ہے۔

"اَضَاءَ عَلَيْهِ النَّهَارُ" وہ چیز جس کا دن نے اپنی روشنی سے احاطہ کیا۔ روشن ہونے کی نسبت دن کی طرف مجازاً ہے' کیونکہ یہ روشن ہونے کا زمانہ ہے' حقیقت میں سورج روشن ہوتا ہے۔

اغلب یہ ہے کہ وَاَضَاءَ میں واؤ اَوْ کے معنی میں ہے۔ (مطلب یہ ہو گا کہ وہ چیزیں جن کا رات کی تاریکی یا دن کی روشنی نے احاطہ کیا) تاکہ وہ تمام اشیاء مراد لے لی جائیں۔ جن پر رات اور دن دونوں مشتمل ہیں یا صرف ایک مشتمل ہے۔ مثلاً وہ اجسام جو دن یا رات میں پیدا ہوئے اور اسی میں ختم ہو گئے۔ اسی طرح اعراض۔ خصوصاً اشاعرہ کے قول پر کہ عرض دو آن باقی نہیں رہتا' یہی مقام کے مناسب ہے۔ جن پر دن اور رات کا گزر ہوتا ہے' وہ تمام اشیاء ہیں جو عالم ملک (دنیا) میں ہیں۔

یہ الفاظ

(۱) عَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ (۲) عَدَدَ وَرَقِ الْاَشْجَارِ

(۳) عَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَيْهِ اللَّيْلُ وَ اَضَاءَ عَلَيْهِ النَّهَارُ

امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کئے اور اس سلسلے میں ایک واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

"بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ' غُدُوٌّ" صبح صادق کے طلوع ہونے سے سورج کے طلوع ہونے کے وقت کو کہتے ہیں۔ اور باء ظرفیت

کے لئے ہے' یعنی صبح کے اوقات میں۔

"اَصال" جمع ہے اصیل کی' اَصِیلٌ سورج کے زوال یا عصر کے وقت سے غروب آفتاب تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ رحمتیں ہمیشہ اور پے در پے تمام اوقات میں نازل ہوتی رہیں' جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں کہا گیا ہے۔ "وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا" صبح اور دوپہر کے بعد اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرو۔ دن کی دونوں طرفیں میں اشارہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرو۔ بعض نے کہا کہ خاص طور پر دن کی ابتدا اور انتہاء میں پاکیزگی بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے' ان دو وقتوں کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ فرشتوں کی حاضری کی وجہ سے انہیں دیگر اوقات پر فضیلت حاصل ہے۔

"عَدَدَ الرِّمَالِ" راء کے کسرہ کے ساتھ' رَمْلَة (راء مفتوح ہے) کی جمع ہے رَمْلٌ اسم جنس جمع ہے۔

"عَدَدَ النِّسَاءِ" اِمْرَاَةٌ کی مختلف لفظ کے ساتھ جمع ہے "وَالرِّجَالِ" رَجُلٌ کی جمع ہے رَجُلٌ مذکر بالغ کو کہتے ہیں' یا پیدا ہوتے ہی لڑکے کو رجل کہہ دیا جاتا ہے۔ سجع کی رعایت کے لئے نساء کا پہلے ذکر کیا گیا ہے:

ع "عَدَدَ مَخْلُوْقَاتِكَ' مِدَادَ كَلِمَاتِكَ" سے یہاں تک مذکورہ کلمات پر اس سے پہلے گفتگو کی جا چکی ہے۔

اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ یعنی زیادہ خیر و برکت والی رحمتیں نازل فرما۔

ایک نسخے میں اس کے بعد یہ درود شریف ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدِ نِ الْاُمِّىِّ صَلَوَاتِكَ

دوسرے کسی نسخے میں یہ الفاظ نہیں ملے۔

"شَفِيْعِ الْاُمَّةِ" امت سے تمام مخلوق مراد ہے' کیونکہ حضور ﷺ کی شفاعت کبری سب کے لئے ہوگی' یا صرف آپ کے امتی مراد ہیں' انہیں آپ کی پیروی کی وجہ سے خاص شفاعت نصیب ہوگی۔

غموں کو دور فرمانے والے نبی

ع "كَاشِفِ الْغُمَّةِ" یعنی غم کو دور اور زائل کرنے والی ہستی پر۔ غُمَّة' غین کے ضمہ کے ساتھ' قریب قریب پریشانی' تنگی' تکلیف اور سختی کو کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا غموں کو دور کرنا اور دنیا و آخرت میں تکلیفوں سے رہائی عطا فرمانا واضح اور معلوم ہے۔ آپ کی شفاعت' آپ کی ذات کا وسیلہ پکڑنے' آپ کی پناہ میں ہونے' آپ کے حرم میں قیام پذیر ہونے' آپ کی ملت کی حفاظت میں آنے' آپ کی سنت کی پیروی' آپ کے رشتہ داروں اور اہل بیت کی محبت سے' اور اس سلسلے میں' قیامت کے میدانوں میں آپ کی شفاعت کافی ہوگی۔

"مُنْجَلِي الظُّلْمَةِ" اندھیرے کو ختم اور زائل کر دینے والی ذات پر۔ ظُلْمَه ظاء کے ضمہ کے ساتھ۔ لغت میں روشنی نہ ہونے کو کہتے ہیں۔ اس جگہ کفر' حیرت' اشتباہ اور غم اور ایسی ہی دوسری چیزیں مراد ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضور انور ﷺ ان سب کو ختم فرمانے والے ہیں۔

"مُوْلِی النِّعْمَۃِ" مُوْلِی میم کے ضمہ کے ساتھ باب افعال سے اسم فاعل ہے۔ ابن طریف اور ابن القوطیہ نے کہا "اَوْلَیْتُہٗ اِحْسَانًا" کا معنی ہے' میں نے تجھ پر احسان کیا۔ نِعْمَہ نون کے کسرہ کے ساتھ' محسن کا وہ احسان جس کے لائق یہ ہے کہ اس سے سرور اور سکون حاصل کیا جائے۔ اس میں عطا کا معنی معتبر ہے۔ صحاح (لغت کی کتاب) میں ہے' نعمت کا معنی احسان اور عطیہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا کردہ دینی و دنیاوی نعمتیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی دینی اور دنیاوی نعمتیں محتاج بیان نہیں' آپ کا سب سے بڑا احسان' نعمت ایمان اور طبقات جہنم سے بچانا ہے' یہ نعمت آپ ہی کے ہاتھوں اور آپ ہی کی دعا سے حاصل ہوئی' جس نے بھی کامیابی اور ہدایت پائی' آپ ہی کے واسطے اور آپ ہی کی رحمت کے طفیل پائی' مختصر یہ کہ مخلوق کو ہر نعمت آپ ہی کے واسطے سے ملی۔ لہٰذا آپ ہی ہر نعمت کے عطا فرمانے اور تقسیم فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ آپ پر کثرت سے رحمت و سلامتی نازل فرمائے۔

"مُؤْتِی الرَّحْمَۃِ" مُؤْتِیْ تاء کے کسرہ کے ساتھ آتی سے اسم فاعل ہے' جس کا معنی ہے دینے والا۔ بعض نسخوں میں تاء کے فتحہ کے ساتھ ہے' وہ ذات جسے رحمت دی گئی۔ بلاشبہ عالم وجود میں آنے والی ہر نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے۔ آپ سراپا رحمت ہیں' آپ کا وجود رحمت ہے اور جسے بھی رحمت ملی' آپ ہی کے ہاتھوں اور آپ ہی کے واسطے سے ملی۔ [1] ایک نسخہ میں مُؤْتِی الْحِکْمَۃِ ہے۔

[1] امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

لَا وَ رَبِّ الْعَرْشِ' جس کو جو ملا' ان سے ملا

بٹتی ہے کونین میں رحمت رسول اللہ کی

"صَاحِبِ الْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ" مَوْرُوْدُ' ورود سے اسم مفعول ہے۔ وِرْدٌ' واؤ کے کسرہ کے ساتھ' پانی کی طرف جانا اور اس کے کنارے پہنچنا ہے اور عادۃً اس کو پانی کا پینا لازم ہے' اس لئے پانی پینے کو وِرْدٌ کہہ دیتے ہیں۔ مَوْرُوْدُ اگرچہ اسم مفعول ہے' تاہم مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ آپ کے حوض پر لوگ کثرت سے حاضر ہوں گے۔ اگر یہ مطلب نہ ہو تو حوض کا صفت لانے کا کوئی باعث نہیں رہے گا۔ احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر کثرت سے وارد ہونے والوں کا ذکر ہے۔

[2] "صَاحِبِ اللِّوَاءِ الْمَعْقُوْدِ" ظاہر یہ ہے کہ وہ لواء الحمد مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن دیا جائے گا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جھنڈا مراد ہو جو آپ جنگوں کے لئے باندھا کرتے تھے۔

کہا جاتا ہے عَقَدْتُ الْحَبْلَ میں نے رسی کو باندھا۔ چونکہ جھنڈا نیزے یا ایسی ہی کسی چیز پر باندھ کر اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تھا' تاکہ ہوائیں اسے حرکت دیتی رہیں' اس لئے اسے معقود کہا جاتا ہے۔

امام زین العابدین سے مروی درود

"صَاحِبِ الْمَكَانِ الْمَشْهُوْدِ" کہا جاتا ہے شَهِدْتُ الشَّیْءَ میں فلاں چیز کو حاضر ہوا۔ حضرت زین العابدین ابن علی ابن حسین رضی اللہ عنہما سے مروی درود شریف میں یہ الفاظ ہیں۔

بِصَاحِبِ الْمَحْضَرِ الْمَشْهُوْدِ

مکان مشہود کا اشارہ کس مکان کی طرف ہے؟ اس میں چند احتمالات ہیں۔

مکان مشہود میں چند احتمالات

۱۔ عرش کے نیچے وہ مکان جہاں آپ شب معراج حاضر ہوئے اور وہاں قلم کے چلنے کی آواز سنی' یہ وہ مقام ہے جہاں آپ کے سوا کوئی نہیں پہنچا۔

۲۔ مقام محمود' جہاں اولین و آخرین آپ کی حمد و ثنا کریں گے اور اس مقام کو دیکھیں گے۔ ایسا ہی مطلب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ہے۔

وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ

اس دن اولین و آخرین حاضر ہوں گے' جنہیں حساب کے لئے جمع کیا جائے گا۔

۳۔ عرش پر آپ کے بیٹھنے کی جگہ۔

۴۔ کرسی پر آپ کے تشریف فرما ہونے کی جگہ۔

۵۔ عرش کی دائیں جانب آپ کے کھڑے ہونے کی جگہ۔

۶۔ وہ مقام جہاں آپ کو ستر ہزار فرشتوں کے جلوس میں براق پر سوار کیا جائے گا' آپ کو جنت کا اعلیٰ ترین حلہ پہنایا جائے گا' آپ کے اسم گرامی کا اعلان کیا جائے گا' لواء الحمد آپ کے ہاتھ میں ہو گا' آپ تمام انبیاء کے امام' قائد اور خطیب ہوں گے۔

۷۔ وہ مقام جہاں آپ اللہ تعالیٰ اور حضرت جبرائیل کے درمیان ہوں گے' اور تمام اہل محشر آپ کے اس مقام پر رشک کریں گے۔

۸۔ جنت کا وہ مقام جہاں آپ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہوں گے' جس کسی کو جو نعمت ملے گی آپ ہی کے واسطے سے ملے گی۔

ان تمام صورتوں میں آپ کا مقام اہل محشر پر ظاہر ہو گا اور وہ اسے دیکھیں گے' آخری صورت میں صرف اہل جنت ہی آپ کے مقام شریف کی زیارت کریں گے۔

اگر مکان مشہود سے مراد المحشر ہو تو صاحب المحشر کی طرح صاحب المکان المشہود آپ کا نام بھی ہو سکتا ہے۔ ارشاد ربانی

ہے۔

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ

اور اگر آپ کے اسم گرامی صاحب المحشر میں محشر کو اسم مصدر قرار دیا جائے' تو یہ آپ کے اسم گرامی حاشرؐ کا ہم معنی ہو گا۔ (وہ ذات جو محشر میں سب سے آگے اور باقی سب پیچھے ہوں گے) یہ تمام صورتیں آخرت میں ہوں گی۔

۹۔ دنیا کی وہ جگہ مراد ہے جہاں ظاہری حیات میں آپ تشریف فرما ہوتے تھے۔ مشہود کا مطلب یہ ہوا کہ فرشتے وہاں حاضر ہوا کرتے تھے' کیونکہ آپ جہاں بھی تشریف فرما ہوتے' وہاں فرشتے بکثرت حاضر ہوا کرتے تھے۔

فرشتے اپنے پر جھکا کر درود پیش کرتے ہیں

۱۰۔ روضۂ مبارکہ جہاں فرشتے حاضری دیتے ہیں' جیسے ابن مبارک فائق میں' ابن ابی الدنیا اور ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت کعب احبار سے راوی ہیں' کہ وہ ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے' دوران گفتگو نبی اکرم ﷺ کا ذکر خیر ہوا' تو حضرت کعب نے فرمایا: ہر طلوع ہونے والی فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے نازل ہو کر روضۂ مبارکہ کا احاطہ کر لیتے ہیں' اپنے پروں کو جھکا کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہیں' شام کے وقت یہ فرشتے واپس ہو جاتے ہیں اور اتنے ہی دوسرے فرشتے نازل ہو کر نذرانہ صلوٰۃ پیش کرتے ہیں[1]' یہاں تک کہ جب آپ روضہ شریفہ سے باہر تشریف لائیں گے تو ستر ہزار فرشتے تعظیم بجالانے کے لئے حاضر ہوں گے۔

۱۱۔ آپ کا روضہ مبارکہ مراد ہو' کیونکہ وہ معروف و معین ہے' اور وہاں حاضری دی جاتی ہے' دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات میں یہ بات نہیں ہے' کیونکہ معین طور پر ان کا علم ہی نہیں ہے۔

۱۲۔ ممکن ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف اشارہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو اپنے علم کی بناء پر منتخب فرمایا' آپ پر کتاب نازل کی' آپ کو مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور آپ کو دنیا میں ایک جگہ ٹھہرایا' تاکہ دنیا والے آپ کی زیارت کریں' پھر دنیا سے آپ کو قوت فراہم کی اور فرمایا:

وَلَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین راہنمائی ہے۔

۱۳۔ آپ کے تشریف فرما ہونے کا ہر مقام مراد ہے' خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں' اس صورت میں مکان مشہود تمام مقامات کو شامل ہو گا۔

اس جگہ یہ تمام احتمالات مراد ہو سکتے ہیں' ان میں سے بعض احتمالات قریب اور بعض بعید ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

ستر ہزار صبح ہیں' ستر ہزار شام
یوں بندگی زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے

۵ "والمُوصُوف" یہ وَصَفَهٗ سے مشتق ہے' جس کا معنی تعریف کرنا ہے' کیونکہ وصف تعریف کرنے والے کے قول کو کہتے ہیں اور صفت وہ عرض ہے جو ذات موصوفہ سے قائم ہے۔ حضرت مصنف کے کلام میں موصوف سے مراد متصف ہے' کیونکہ کسی کی وصف اسی صفت سے کی جاتی ہے' جس کے ساتھ وہ موصوف ہو' اس لئے کہ خبر کی وضع ہی صدق کے لئے ہے۔ (اور خبر معلوم ہو جانے کے بعد صفت ہوتی ہے)۔

"بالکَرَم" یہ کمینگی کی ضد ہے' اس کا معنی ہے اہم اور مفید جگہ خوش دلی سے خرچ کرنا۔

"والجُود" اس کا معنی سخاوت' آسانی سے خرچ کرنا اور غیر محمود کام سے اجتناب کرنا ہے' نبی اکرم ﷺ کے جود و کرم اور وسعت عطا کا کچھ حصہ بھی بیان کیا جائے تو اس کے لئے دفتر درکار ہیں۔ یہ حقیقت آپ کی سیرت طیبہ اور احوال و آثار کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں' آپ کی جود و سخا کی مثال پوری دنیا میں پیش نہیں کی جا سکتی' بڑے بڑے بادشاہ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں' حالانکہ خود فقر کی زندگی بسر فرمائی۔ مہینہ مہینہ' دو دو مہینے اس حال میں گزر جاتے کہ آپ کے کاشانہ مبارکہ کے چولہے میں آگ نہیں جلائی جاتی تھی' خالی پیٹ پر پتھر باندھے' کبھی پے در پے تین دن گندم یا جو کی روٹی تناول نہیں فرمائی' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے' اپنی ذات پر دوسروں کو اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے' یہ سب کچھ اختیاری تھا' ناداری یا بخل کی بنا پر نہ تھا۔

حضور اکرم ﷺ سب سے زیادہ سخی

صحابہ کرام کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ سب انسانوں سے زیادہ ہاتھ کے سخی' تیز ہوا سے زیادہ خیر و برکت عطا فرمانے والے ہیں' کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے کوئی چیز طلب کی ہو اور آپ نے دینے سے انکار کیا ہو' جس نے جو کچھ مانگا عطا فرمایا' بشرطیکہ وہ ناحق سوال نہ ہو۔

نبی اکرم ﷺ کی سخاوت' جود و عطا کی تمام قسموں کو شامل ہے۔ علم دیا' مال دیا' اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر' دین کی سر بلندی' بندوں کی راہنمائی اور انہیں ہر طرح فائدہ پہنچانے کے لئے اپنی ذات کو وقف کر دیا' بھوکوں کو کھانا کھلایا' جاہلوں کو نصیحت فرمائی' حاجتمندوں کی حاجت پوری کی اور ان کے بوجھ اٹھائے' بلاشبہ جیسے آپ تمام مخلوق سے تمام اوصاف حمیدہ میں افضل و اعظم اور اکمل ہیں' اسی طرح علی الاطلاق تمام مخلوق سے زیادہ صاحب جود و عطا بھی ہیں۔

آپ ﷺ کے آسمانی نام

٦ "مَنْ هُوَ فِي السَّمَاءِ مَحْمُوْدٌ" حضرت عزفی اور رصاع نے نبی اکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ کی شرح میں فرمایا: کہ آسمانوں میں آپ کا نام محمود ہے۔ حضرت مکی نے فرمایا: کہ آسمانوں میں آپ کا نام احمد ہے اور زمین میں محمد ہے۔ ابن ظفر یک کے "مولد شریف" میں بھی اسی طرح ہے' جیسے کہ صاحب مواہب نے نقل فرمایا۔ سجع کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کا اسم شریف "محمد"

پہلے لایا جاتا لیکن تکلف کے ساتھ سجع کا استعمال کرنا خصوصاً دعا میں مکروہ اور بدعت ہے' جیسے کہ ائمہ نے تصریح کی ہے۔ البتہ تکلف اور سوچ بچار کے بغیر غیر ارادی طور پر دل میں آجائے اور زبان پر جاری ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ے "صَاحِبِ الشَّامَةِ" شامہ کا معنی علامت ہے' اس جگہ مہر نبوت مراد ہے' سرکار دو عالم ﷺ کی یہ صفت سیف بن ذی یزن کے قول میں واقع ہوئی تھی' جب اس نے حضرت عبد المطلب کو کہا تھا کہ جب مکہ مکرمہ میں ایک بابرکت بچہ پیدا ہو گا جس کے کندھوں کے درمیان علامت ہو گی تو وہ امام ہو گا اور اس کی بدولت تمہیں قیامت تک سرداری حاصل ہو گی' مہر نبوت کے بارے میں آیا ہے کہ سبز علامت ہے جو گوشت میں ابھری ہوئی ہے' اور یہ بھی آیا ہے کہ وہ سیاہ مائل بہ زردی علامت ہے' جس کے گرد گھنے بال تھے' جیسے گھوڑے کی پیشانی پر ہوتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اس میں کئی تل جمع ہیں جیسے کہ سیاہ رنگ کے مسے ہوں۔

"اَلْمَوْصُوْفِ بِالْكَرَامَةِ" كَرَامَة' كَرُمَ راء کے ضمہ کے ساتھ کا مصدر ہے' کہا جاتا ہے كَرُمَ عَلَيَّ وہ میرے نزدیک معزز ہے "وَلَهٗ عَلَيَّ كَرَامَةٌ" وہ میرے نزدیک محترم ہے۔ اس جگہ نبی اکرم ﷺ کا بارگاہ الٰہی میں معزز ہونا مراد ہے' بارگاہ خداوندی میں آپ کے محترم ہونے کی وجوہ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

"اَلْمَخْصُوْصِ بِالزَّعَامَة" مخصوص' خَصَّهٗ بِالشَّيْءِ سے مشتق ہے۔ فلاں کو فلاں شے سے ممتاز کیا زعامہ کا معنی سرداری اور ریاست ہے۔ بلاشبہ نبی اکرم ﷺ تمام جہانوں میں سرداری اور تمام مخلوق کے رئیس ہونے میں منفرد اور ممتاز ہیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خاص سرداری اور خصوصی طور پر آگے ہونا مراد ہو' یعنی قیامت کے دن شفاعت کے لئے تمام مخلوق سے آگے ہونا۔ بعض حضرات نے "زَعِيْمُ الْقَوْمِ" کی تفسیر قوم کے نمائندے اور ترجمان سے کی ہے' وہ اسی کے مطابق ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زعامہ بمعنی کفالت اور ذمہ داری ہو' اس وقت یہ آپ کے اسم مبارک کفیل اور وکیل کا ہم معنی ہو گا۔ یہ دونوں نام اس سے پہلے گزر چکے ہیں۔

"مَنْ كَانَ تُظِلُّهُ الْغَمَامَه" تُظِلُّهٗ کا معنی ہے کہ بادل آپ پر سایہ فگن ہوتا تھا اور آپ کو سورج کی گرمی سے محفوظ رکھتا تھا۔

"الغمامه" ہر بادل یا سفید بادل یا رقیق بادل کو کہتے ہیں۔ سید عالم ﷺ پر بادل کے سایہ فگن ہونے کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ بہت سے علماء نے فرمایا: کہ نبی اکرم ﷺ پر اعلان نبوت سے پہلے بطور ارہاص لے اور اعلان نبوت کے پیش خیمہ کے طور پر بادل آپ پر سایہ کرتا تھا' کیونکہ نبوت کے اعلان کے بعد یہ مروی اور محفوظ نہیں ہے' یہ ثابت ہے کہ بادل مختلف مقامات میں آپ پر سایہ کرتے اور دھوپ سے محفوظ رکھتے تھے' سفروں میں بھی یہی کیفیت ہوتی تھی' جب آپ سایہ دار درختوں کے نیچے پہنچ جاتے تو بادل علیحدہ ہو جاتے۔

حاشیہ: ۱؎ اعلان نبوت سے پہلے خرق عادت ظاہر ہو تو اسے ارہاص اور اگر بعد میں ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں۔ ۱۲ شرف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَنْ[۱] کَانَ یَرٰی مَنْ خَلْفَهٗ کَمَا یَرٰی مَنْ اَمَامَهٗ○

اے اللہ! ان پر درود بھیج جو پیچھے والوں کو ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے آگے والوں کو دیکھتے تھے،

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی الشَّفِیْعِ الْمُشَفَّعِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ○

اے اللہ! رحمت نازل فرما شفاعت کرنے والے پر جن کی شفاعت قیامت کے دن مقبول ہے،

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ[۲] الضَّرَاعَةِ○

اے اللہ! اس ذات مقدس پر رحمت نازل فرما جو تیری بارگاہ میں عجز و زاری کرنے والے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الشَّفَاعَةِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الْوَسِیْلَةِ○

اے اللہ! رحمت نازل فرما صاحب شفاعت پر، اے اللہ! رحمت نازل فرما صاحب وسیلہ پر

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الْفَضِیْلَةِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الدَّرَجَةِ

اے اللہ! رحمت نازل فرما، صاحب فضیلت پر، اے اللہ! رحمت نازل فرما

الرَّفِیْعَةِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ[۳] الْھَرَاوَةِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ[۴]

صاحب بلند مرتبہ پر، اے اللہ! رحمت نازل فرما صاحب عصا پر، اے اللہ! رحمت نازل فرما

النَّعْلَیْنِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الْحُجَّةِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ

صاحب نعلین پر، اے اللہ! رحمت نازل فرما قطعی دلیل والے پر۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما

الْبُرْھَانِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ السُّلْطَانِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ

روشن دلیل والے پر، اے اللہ! رحمت نازل فرما، صاحب غلبہ پر، اے اللہ! رحمت نازل فرما

التَّاجِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الْمِعْرَاجِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ[۵]

صاحب تاج پر، اے اللہ! رحمت نازل فرما صاحب معراج پر۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما

الْقَضِیْبِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رَاکِبِ النَّجِیْبِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رَاکِبِ

صاحب تلوار پر، اے اللہ! رحمت نازل فرما اصیل اونٹنی کے سوار پر۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما

الْبُرَاقِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُخْتَرِقِ[۶] السَّبْعِ الطِّبَاقِ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

براق کے سوار پر' اے اللہ! رحمت نازل فرما ساتوں آسمانوں کو چیر کر گزر جانے والے پر- اے اللہ! تمام مخلوق کی

الشَّفِيْعِ فِيْ جَمِيْعِ الْاَنَامِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ سَبَّحَ[7] فِيْ كَفِّهِ الطَّعَامُ ○

شفاعت کرنے والے پر رحمت نازل فرما' اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما جن کی ہتھیلی میں طعام نے تسبیح کی'

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ[8] بَكٰى اِلَيْهِ الْجِذْعُ وَحَنَّ لِفِرَاقِهٖ ○

اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما جن کی محبت میں ستون حنانہ رویا' اور جن کے فراق میں اس نے گریہ و زاری کی'

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ[9] تَوَسَّلَ بِهٖ طَيْرُ الْفَلَاةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ[10]

اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما جن کو جنگل کے پرندوں نے وسیلہ بنایا' اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما

سَبَّحَتْ فِيْ كَفِّهِ الْحَصَاةُ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ[11] تَشَفَّعَ اِلَيْهِ

جن کی ہتھیلی میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی' اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما جن سے ہرنی نے

الظَّبْيُ بِاَفْصَحِ الْكَلَامِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ[12] كَلَّمَهُ الضَّبُّ فِيْ مَجْلِسِهٖ

فصیح گفتگو میں شفاعت طلب کی' اے اللہ! رحمت نازل فرما ان پر جن سے گوہ نے گفتگو کی جہاں آپ اپنے جلیل القدر صحابہ

مَعَ اَصْحَابِهِ الْاَعْلَامِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

کے ساتھ بیٹھے تھے- اے اللہ! رحمت نازل فرما خوشخبری اور ڈر سنانے والے پر- اے اللہ! رحمت نازل فرما

السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ[13] شَكٰى اِلَيْهِ الْبَعِيْرُ ○

روشن چراغ پر' اے اللہ! رحمت نازل فرما ان پر جن کے پاس اونٹ نے شکایت پیش کی'

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ[14] تَفَجَّرَ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهِ الْمَاءُ النَّمِيْرُ ○

اے اللہ! رحمت نازل فرما ان پر جن کی انگلیوں سے صاف پانی جاری ہوا'

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الطَّاهِرِ الْمُطَهَّرِ[15] ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نُوْرِ الْاَنْوَارِ[16] ○

اے اللہ! رحمت نازل فرما ان پر جو پاک ہیں اور پاک رکھے گئے ہیں- اے اللہ! رحمت نازل فرما نوروں کے نور پر'

[1] "مَنْ كَانَ يَرٰى مَنْ خَلْفَهٗ" اس ذات پر جو پیچھے کے لوگوں کو اس طرح دیکھتے تھے- كَمَا يَرٰى مَنْ اَمَامَهٗ' جیسے آگے والوں کو ملاحظہ فرماتے-

حدیث میں مَنْ موصولہ ہو تو خلفہ اور امامہ پر فتح پڑھا جا سکتا ہے' اور مِنْ جارہ ہو تو کسرہ پڑھا جائے گا- لیکن اس جگہ متن میں سجع کی رعایت کے لئے فتحہ ہی متعین ہے (کیونکہ اس سے پہلے بھی مَنْ آچکا ہے) متعمد نسخوں میں بھی اسی طرح ہے-

حضور اکرم ﷺ پیچھے والوں کو دیکھتے

نبی اکرم ﷺ کا پیچھے والوں کو دیکھنا' حدیث میں ثابت ہے' جسے امام بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے' حمیدی نے اپنی مسند میں' ابن منذر نے اپنی تفسیر میں' بیہقی نے مرسلاً حضرت مجاہد سے روایت کیا۔ پھر اس دیکھنے میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ دیکھنا آنکھوں سے تھا اور یہی صحیح ہے' اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ عقلی طور پر' دیکھنا نہ تو آنکھ سے نکلنے والی شعاع پر موقوف ہے' نہ ہی اس چیز کا سامنے ہونا ضروری ہے۔ جیسے کہ آلۂ رؤیت آنکھ پر بھی موقوف نہیں' اس لئے حضور ﷺ کا پیچھے والوں کو سر کی آنکھوں سے دیکھنا معجزے کے طور پر تھا' حالانکہ وہ لوگ سامنے نہ تھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دل کا دیکھنا تھا۔ بعض نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ دیکھنے سے علم مراد ہے' خواہ بذریعہ وحی ہو یا بذریعہ الہام' یہ قول ضعیف اور خلاف ظاہر ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ آپ کی پشت مبارک پر سوئی کے سوراخ کی دو آنکھیں تھیں (جن سے آپ ملاحظہ فرماتے تھے) یہ قول بالکل ہی ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔

"اَلشَّفِیْعُ" بمعنی شافع ہے' مگر اس میں مبالغہ بھی ہے۔ "اَلْمُشَفَّعُ" جن کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ "یَوْمُ الْقِیَامَۃِ" قیامت کے دن حضور شفیع المذنبین ﷺ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر درخواست کریں گے' کہ مخلوق کا حساب جلد شروع کیا جائے۔ بعض کا عذاب معاف کر دیا جائے اور بعض کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے' آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' تمام مخلوق میں یہ اعزاز صرف آپ کو دیا جائے گا اور آپ کو انتہائی عزت بخشی جائے گی اور فرمایا جائے گا' کہو تمہاری بات سنی جائے گی' مانگو تمہیں دیا جائے گا' تم سفارش کرو' قبول کی جائے گی' یہ مقام محمود ہو گا۔

بارگاہ خداوندی میں عاجزی وانکساری والے

"صَاحِبُ الضَّرَاعَۃِ" اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی عاجزی' انکساری والے اور کمال خضوع و خشوع سے اس کی بارگاہ میں دعا کرنے والے' ممکن ہے کہ وہ عاجزی مراد ہو جو آپ شفاعت کے وقت سجدہ کرتے ہوئے پیش کریں گے' جیسے کہ حدیث شفاعت میں ہے' (کہ آپ سجدہ کریں گے) کیونکہ تمام گفتگو شفاعت ہی کے بارے میں ہے' اور ہو سکتا ہے کہ ہمہ وقتی عاجزی مراد ہو۔ کیونکہ آپ ہمیشہ بارگاہ الٰہی میں انتہائی عجز و انکسار کا مظاہرہ کرتے تھے' اس لئے کہ آپ تمام مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں' سب سے زیادہ خوف خدا رکھتے ہیں' سب سے بلند مقام بندگی پر فائز ہیں اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں' کیونکہ العلامات جتنے زیادہ ہوں گے۔ احتیاج اتنا ہی زیادہ ہو گا۔

"صَاحِبُ الْھِرَاوَۃِ" ہراوۃ ہاء کے کسرہ کے ساتھ' لغت میں عصا کو کہتے ہیں' بعض نے کہا موٹے عصا کو کہا جاتا ہے' حضرت مصنف نے نسخہ سہلیہ کے حاشیہ پر لکھا کہ اس سے مراد موٹا عصا ہے' کتب قدیمہ میں سرکار دو عالم ﷺ کا یہ وصف مذکور ہے۔ بادشاہ لارس نے جب عبد المسیح کو سطیح کاہن کے پاس (اپنے ایک خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے) بھیجا تو سطیح نے بھی

یہی وصف ذکر کیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ اکثر اپنے دست مبارک میں عصا رکھتے اور اس پر ٹیک لگاتے' خادم عصا لے کر آپ کے آگے آگے چ اور بوقت ضرورت زمین میں گاڑ دیتا' تاکہ اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائیں۔ بعض نے فرمایا: کہ اس میں اشارہ ہے کہ آپ عربی ہیں' عجمی نہیں' کیونکہ عصا عام طور پر اونٹ کو مارنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور وہ عربوں کی سواری تھی۔

کثیر نے اونٹ کے بارے میں کہا۔

يَنُوخُ ثُمَّ يُضْرَبُ بِالْهِرَاوَةِ   فَلَا غَيْرَ لَدَيْهِ وَلَا نَكِيرُ

وہ بیٹھ جاتا' پھر اسے ڈنڈا مارا جاتا' کوئی دوسرا اس کے پاس نہ ہوتا اور نہ ہی انکار کرنے والا

حضرت قاضی عیاض نے فرمایا: میرا گمان یہ ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ عصا مراد ہے جو حوض کوثر کی حدیث میں وارد ہے' کہ میں یمن والوں کے لئے لوگوں کو عصا کے ذریعے حوض سے دور کروں گا' تاکہ یمن والے آگے آئیں۔ امام نووی نے فرمایا: کہ یہ قول ضعیف ہے یا باطل' کیونکہ مقصد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ایسی صفت بیان کی جائے جسے لوگ جانتے ہوں اور اہل کتاب جانتے ہوں' کہ ان کی کتابوں میں اسی وصف کے ساتھ آپ کی بشارت دی گئی ہے' لہٰذا! ایسی چیز کے ساتھ تفسیر کرنا صحیح نہیں جو آخرت میں ہو گی' اس لئے صحیح مطلب وہی ہے جو گزر چکا ہے۔

طیبی کے کلام کی روش سے یہی ظاہر ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲؎ "صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ" یہ نعل کا تثنیہ ہے' جس کا معنی جوتا ہے۔ نعلین دونوں پاؤں کے جوتوں کو کہتے ہیں' نعل کلام عرب میں بطور مونث استعمال ہوتا ہے جس کے ساتھ پاؤں کو زمین سے بچایا جائے اور پنڈلیوں تک نہ پہنچے' موزے کو نعل نہیں کہا جاتا۔

انجیل میں حضور اکرم ﷺ کی صفت

انجیل میں نبی اکرم ﷺ کی صفت "صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ" واقع ہے' گویا اس میں آپ کے عربی ہونے کی طرف اشارہ ہے' حضور ﷺ دباغت کئے ہوئے چمڑے کے نعلین استعمال فرماتے تھے جس کے بال اتار دیئے گئے ہوتے تھے' آپ کے نعلین مبا پاؤں کی پشت پر چمڑے کی ایک پٹی دوسری پٹی پر رکھ کر سی ہوئی ہوتی' اس کے آگے دو تسمے ہوتے' ایک انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان ہوتا اور دوسرا درمیانی انگلی اور اس کے ساتھ والی چھوٹی انگلی میں ہوتا' ان دونوں تسموں کا تعلق اس پٹی کے ساتھ ہوتا جو پاؤں کی پشت پر ہوتی' نعل مبارک درمیان سے باریک اور اس کا اگلا حصہ لمبائی اور لطافت میں زبان کی طرح تھا' نعل اقدس کی لمبائی اور چوڑائی میں اختلاف ہے۔ ۱؎

۱؎ نعل اقدس کی برکات اور دیگر تفصیلات کے لئے مطالعہ کیا جائے' رسالہ مبارکہ "شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ" از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ۔ مولانا حسن رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

۵ "صَاحِبِ الْقَضِیْبِ" ایک نسخے کے حاشیہ پر لکھا کہ قضیب سے مراد تلوار ہے' حاشیہ نگار نے کہا کہ میں نے حضرت مصنف کی تحریر نقل کی ہے۔

"رَاکِبِ النَّجِیْبِ" نجیب' اصیل اور فرماں بردار کو کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے۔ اونٹنی کو نجیب اور نجیبہ کہا جاتا ہے اور اس کی جمع نجائبْ ہے۔ نبی اکرم ﷺ اونٹنی پر سواری فرمایا کرتے تھے' ہجرت کے موقع پر اسی پر سواری فرمائی۔ آپ کی ایک مشہور اونٹنی تھی جو اصیل ہونے میں معروف تھی' حدیبیہ کے روز آپ اس پر سوار تھے' تو وہ ایک جگہ بیٹھ گئی' صحابہ کرام نے ازراہ تعجب کہا کہ قصوی (اونٹنی کا نام) رک گئی ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: قصوی خود نہیں رکی اور نہ ہی یہ اس کی عادت ہے' اسے اس ذات اقدس نے روک دیا ہے' جس نے ہاتھیوں کو روکا تھا اور جب اسی سال آپ نے اونٹوں کی دوڑ کا مقابلہ کرایا' تو ایک اعرابی کا اونٹ حضور ﷺ کی اس اونٹنی عضباء (نام) سے آگے نکل گیا' حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا' صحابہ کرام پر یہ بات گراں گزری تو حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی جس چیز کو بلندی عطا فرماتا ہے' اسے پست بھی کر دیتا ہے۔

بعض نے فرمایا: کہ نجیب نبی اکرم ﷺ کے اونٹ کا نام ہے۔

۶ "مُخْتَرِقِ السَّبْعِ الطِّبَاقِ" نسخہ سلیمہ میں مُخْتَرِقْ الف لام کے بغیر ہے' بعض نسخوں میں الف لام کے ساتھ واقع ہے' وہ ذات جو آسمانوں سے گزر کر آگے چلی گئی۔

"السَّبْع" سے مراد سات آسمان ہیں۔

"الطِّبَاقِ" طَبَقَةٌ کی جمع ہے' یعنی آسمانوں کے مختلف طبقات ہیں۔ ایک کے اوپر دوسرا ہے' لیکن آپس میں متصل نہیں ہیں' جیسے علامہ بیضاوی نے اس آیت کریمہ کے تحت فرمایا ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا

کہ طباقا یا تو مصدر بمعنی اسم فاعل ہے' یعنی بعض آسمان بعض کے اوپر اور مطابق ہیں۔ کہا جاتا ہے طَابَقْتُ النَّعْلَ جب ایک ٹکڑا دوسرے کے اوپر رکھ کر سی دیا جائے یا اسم مفعول کے معنی میں ہے یعنی ایک کو دوسرے پر منطبق کیا گیا ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ معنوی طور پر صفت ہے یا اس سے پہلے مضاف محذوف ہے' یعنی آسمان آپس میں مطابقت والے ہیں۔ طِبَاق یا تو طَبَق کی جمع ہے' جیسے جَبَلٌ کی جمع جِبَالٌ ہے یا طَبَقَه کی جمع ہے جیسے رَحَبَه کی جمع رِحَابٌ ہے۔

متن میں الطباق کا موصوف السموات معروف ہونے کی وجہ سے محذوف ہے الطباق اس کی صفت ہے۔ "مُخْتَرِق" الف لام کے بغیر ہو تو السبع کی طرف بغیر کسی اشکال کے مضاف ہے اور اگر الف لام کے ساتھ ہو تو دو صورتیں ہیں۔ (۱) السبع کی طرف مضاف ہے یا اسے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے نصب دے رہا ہے' اور الطباق نصب اور جر میں السبع کے تابع ہے۔

"الشَّفِيْعِ فِي جَمِيْعِ الْأَنَامِ" وہ ذات اقدس جو عمومی اور شفاعت کبریٰ فرمانے والی ہے۔ الانام کی تفسیر میں مختار یہ ہے کہ اس کا معنی مخلوق ہے' لیکن اس جگہ مکلفین مراد ہیں۔

طعام کی تسبیح

۴ "مَنْ سَبَّحَ فِيْ كَفِّهِ الطَّعَامُ" امام بخاری حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے' اور اس دوران کھانے کی تسبیح سن رہے تھے۔ یہ حدیث امام ترمذی نے اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے۔

انار اور انگوروں نے تسبیح پڑھی

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی طبع مبارک ناساز تھی' حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں تھال لائے جس میں انار اور انگور تھے' آپ نے وہ تناول فرمائے' تو وہ تسبیح پڑھ رہے تھے۔ یہ روایت حضرت قاضی عیاض نے شفاء شریف میں بیان کی اور علامہ ابن حجر نے ان کے حوالے سے نقل کی۔

متن میں ہے "فِيْ كَفِّهِ" مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی نے یہی الفاظ نقل کیے ہیں' ابن سید الناس نے عیون الاثر میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

وَسَبَّحَ الطَّعَامُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ

طعام نے حضور ﷺ کی انگلیوں میں تسبیح پڑھی۔

۵ "مَنْ بَكَى إِلَيْهِ الْجِذْعُ" جذع جیم کے کسرہ اور ذال کے سکون کے ساتھ' کھجور کے تنے کو کہتے ہیں۔

ستون حنانہ نبی علیہ السلام کے فراق میں رویا

"وَحَنَّ" فراق کے وقت محب کی غمگین آواز کو حنین کہتے ہیں۔ "لِفِرَاقِهِ" یعنی نبی اکرم ﷺ کے ستون سے جدا ہونے کے سبب (نبی اکرم ﷺ ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے) جب منبر تیار ہو گیا تو آپ کی جدائی کے سبب ستون رونے لگا' یہ حدیث مشہور و معروف ہے' یہ واقعہ اتنا ظاہر و باہر ہے کہ متاخرین نے متقدمین سے بکثرت روایت کیا۔ یہ روایت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے' جسے صحاح کے مصنفین نے روایت کیا ہے' اس کے راوی دس سے زیادہ صحابہ کرام ہیں' یہ واقعہ اس کثرت سے مروی ہے کہ اس پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد کی چھت کھجور کے تنوں پر قائم تھی۔ نبی اکرم ﷺ ایک ستون کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے' جب آپ کے لئے منبر تیار کیا گیا' تو ہم نے اس ستون کے رونے کی آواز کا

جیسے اونٹنی اپنے بچے کی جدائی میں روتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے' کہ اس کے رونے کی آواز سے مسجد گونج اٹھی لے' حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کی والہانہ محبت کو دیکھ کر صحابہ کرام بھی بہت روئے' حضرت مطلب بن وداعہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ وہ فرط غم سے پھٹ گیا' حتی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس پر دست شفقت رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔ بعض دوسری روایات میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اس کے رونے کا سبب یہ ہے کہ اس سے ذکر الٰہی جاتا رہا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے' اگر میں اسے اپنے ساتھ نہ لپٹاتا تو یہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں روتا ہی رہتا" پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: کہ اسے منبر کے نیچے دفن کر دیا جائے۔

؎ حضرت رومی فرماتے ہیں

استن حنانہ در ہجر رسول ناله می زد ہمچو ارباب عقول

لے "مَنْ تَوَسَّلَ بِهٖ" جن کو مطالب کے حصول کے لئے وسیلہ بنایا "ظٰئِرٌ" ظائر کا اسم جمع ہے' بعض نے کہا: کہ طائر کی جمع ہے۔ ایک کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ الفلاۃ۔ یعنی جنگل اس کی جمع فلا اور فلوات آتی ہے۔

ایک پرندے کی تکلیف رفع فرمائی

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں' کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایک صحابی جنگل میں گئے اور ایک سرخ پرندے کے انڈے نکال لائے' وہ مادہ پرندہ آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے سروں پر اڑنے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کس نے تکلیف پہنچائی ہے؟ ایک صحابی نے عرض کیا' میں اس کے انڈے نکال لایا ہوں' آپ نے اس پرندے پر رحم کرتے ہوئے فرمایا: واپس کرو' واپس کرو۔

امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی بیان کی ہے' کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہم ایک درخت کے پاس سے گزرے' جس پر سرخ رنگ کے پرندے کے دو بچے تھے' ہم نے وہ دونوں پکڑ لئے' مادہ پرندہ آ کر بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گزرنے لگی۔ آپ نے فرمایا: اس کے بچے پکڑ کر اسے کس نے تکلیف دی ہے؟ ہم نے عرض کیا' ہم نے پکڑے ہیں' فرمایا: انہیں واپس کرو' چنانچہ ہم انہیں ان کی جگہ رکھ آئے۔

امام بیہقی نے فرمایا: میری کتاب میں یہ لفظ ہے "تَعْرِضُ" وہ چڑیا سامنے آتی تھی۔ بعض دیگر روایات میں تفرش ہے' جس کا معنی ہے کہ وہ پروں کو پھیلا کر زمین کے قریب آتی تھی۔ یہ لفظ سنن ابو داؤد میں ہے۔

صاحب تیسیر الوصول نے امام ابو داؤد کی روایت میں "تَعْرِشُ" کا لفظ نقل کیا ہے' جس کا معنی ہے کہ وہ چڑیا پروں کو پھیلا کر اس طرح زمین کی طرف آتی تھی گویا وہ زمین پر اترنا چاہتی ہے' لیکن اترتی نہ تھی۔ انہوں نے فرمایا: کہ ایک روایت میں

تفرِش ہے' کہا جاتا ہے فرش الجناح پرندے نے پر پھیلائے۔

اس روایت میں اَلْحُمَّرَۃُ کا لفظ حاء کے ضمہ اور میم کی تشدید کے ساتھ ہے' بعض اوقات تشدید کے بغیر بھی پڑھا جاتا ہے' چڑیا کے ہم شکل پرندے کا نام ہے۔ بعض نے کہا کہ چھوٹی چڑیا کا نام ہے' بعض نے کہا کہ خود چڑیا ہی کو کہتے ہیں۔

۞ "مَنْ سَبَّحَتْ فِیْ کَفِّہِ الْحَصَاۃُ" الحصا کنکری کو کہتے ہیں' اس کی جمع الحصاۃ ہے۔

کنکریوں کا کلمہ پڑھنا

محمد بن یحییٰ ذہلی "الزھریات" میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات' نو یا اس کے قریب کنکریاں دست اقدس میں لیں' تو انہوں نے آپ کے دست مبارک میں تسبیح پڑھی' آپ کی مٹھی میں ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ایسی سنی گئی' پھر آپ نے مجھے چھوڑ کر وہ کنکریاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائیں' ان کے ہاتھ میں بھی کنکریاں تسبیح خواں رہیں' پھر آپ نے لے کر زمین پر رکھ دیں' تو وہ خاموش ہو گئیں اور محض کنکریاں ہو گئیں' پھر سرکار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائیں تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرح ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح پڑھی' آپ نے لے کر زمین پر رکھ دیں تو وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں' تو انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی طرح ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح پڑھی' اور جب آپ نے لے کر زمین پر رکھیں تو وہ پھر خاموش ہو گئیں۔

یہ حدیث امام طبرانی نے معجم اوسط میں اور امام بزار نے روایت کی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حلقے میں بیٹھے ہوئے تمام صحابہ کرام نے ان کی آواز سنی' پھر ہمیں دی گئیں تو ہم میں سے کسی کے ہاتھ میں انہوں نے تسبیح نہیں پڑھی' یہ حدیث امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن ابی عاصم سے اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

۞ "مَنْ تَشَفَّعَ اِلَیْہِ الظَّبْیُ" جن کی بارگاہ میں ہرنی حاضر ہوئی کہ میرے لئے سفارش فرمائیں۔

"ظَبْیٌ" ہرن کو کہتے ہیں' اس کی جمع اَظْبٍ اور ظِبَاءٌ ہے مونث کے لئے ظَبْیَۃ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے' اس کی جمع ظَبَیَاتٌ ہے۔ حدیث میں ہرنی کا ذکر ہے۔

"بِاَفْصَحِ کَلَامٍ" ایسی واضح گفتگو جس کا مقصد ظاہر ہو اور سننے والے کو الفاظ اور معانی کی وضاحت کی ضرورت نہ ہو' دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے عربی میں گفتگو کی جو دوسری زبانوں سے زیادہ فصیح ہے' یا انسانی زبان میں گفتگو کی جو ہرنوں کی زبان سے زیادہ واضح ہے' یہ اس وقت ہے جب ہرنوں کی ان آوازوں کو کلام کہا جائے' جن کا مطلب سمجھا جا سکتا ہے۔ جیسے "عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ" (ہمیں پرندوں کی گفتگو کا علم دیا گیا ہے) میں ہے۔ لیکن عرف میں نطق اور منطق کلام سے عام ہے۔ ہر کلام نطق ہے' لیکن ہر نطق کلام نہیں ہے۔ نطق' عقلاء اور غیر عقلاء دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں "نَطَقَتِ الْحَمَامَۃُ" کبوتری بولی' اسی کے مطابق آیت کریمہ میں ہے۔ "عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ" نطق ہر آواز کو کہا جاتا ہے' خواہ

مفرد کی ہو یا مرکب کی' مفید کی ہو یا غیر مفید کی' اور کلام عقلاء کے ساتھ خاص ہے' فصاحت کا معنی واضح گفتگو ہے۔

ہرنی کی حدیث امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ایسی سند سے روایت کی ہے' جس میں متعدد راوی نامعلوم ہیں۔ ائمہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ ابن کثیر نے کہا' اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ لیکن اس کی متعدد سندیں ایک دوسری کے لئے تقویت کا باعث ہیں۔ قاضی عیاض نے شفاء شریف میں' حافظ منذری نے الترغیب والترہیب میں اور حافظ ابن حجر نے "تخریج احادیث المختصر" میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے' علامہ ابن سبکی نے شرح مختصر ابن حاجب میں فرمایا: کہ کنکروں کا تسبیح پڑھنا اور ہرنی کا سلام عرض کرنا ایسے معجزات ہیں کہ اگرچہ آج یہ متواتر نہیں ہیں' لیکن ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ دوسرے معجزات نقل کر دینے پر اکتفا کیا گیا ہو اور اس طرف توجہ نہ ہوئی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت یہ متواتر ہوں۔

ہرنی نے حضور علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنگل میں تشریف فرما تھے کہ کسی نے تین مرتبہ پکارا: یا رسول اللہ! آپ نے توجہ فرمائی تو دیکھا کہ ایک ہرنی رسیوں میں جکڑی ہوئی ہے اور ایک اعرابی دھوپ میں چادر اوڑھے ہوئے سو رہا ہے' آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ ہرنی نے عرض کیا' مجھے اس اعرابی نے پکڑ لیا ہے' اور میرے اس پہاڑ میں دو بچے ہیں۔ آپ مجھے رہا فرما دیجئے' تاکہ میں جا کر انہیں دودھ پلا دوں' پھر واپس آ جاؤں گی' آپ نے فرمایا: تو اپنا وعدہ پورا کرے گی؟ اس نے عرض کیا کہ اگر میں پلٹ کر نہ آؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے اس عذاب میں مبتلا فرمائے جس میں دس مہینے کی حاملہ اونٹنی مبتلا ہوتی ہے' سرکار ﷺ نے اسے رہا فرما دیا' وہ گئی اور واپس آ گئی۔ آپ نے اسے دوبارہ باندھ دیا' اتنے میں اعرابی بیدار ہو گیا' اس نے عرض کیا یا رسول اللہ: آپ کو کوئی کام ہے؟ آپ نے فرمایا: اس ہرنی کو رہا کر دو' اعرابی نے اسے رہا کر دیا' تو وہ خوشی سے سرشار ہو کر دوڑتی ہوئی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

ے "مَنْ تُكَلِّمُهُ الضَّبُّ" ضاد کے فتحہ کے ساتھ' ایک معروف جانور (گوہ) جو جنگل میں پایا جاتا ہے۔ "فِیْ مَحْفِلِہٖ" بیٹھنے کی جگہ میں "مَعَ اَصْحَابِهِ الْاَعْلَامِ" عَلَمٌ (پہاڑ) کی جمع' استقامت میں پہاڑوں کے ساتھ مشابہت کے سبب صحابہ کرام کے لئے اعلام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

بہت سے نسخوں میں "فِیْ اَصْحَابِهٖ" کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ الفاظ ہونے چاہئیں' کیونکہ ان کے بغیر عبارت بے معنی ہو جائے گی۔ (ظاہر ہے کہ اَلْاَعْلَامِ کو مجلس کی صفت نہیں بنایا جا سکتا' بعض نسخوں میں یہ الفاظ ہیں "فِیْ مَجْلِسِ الْاَعْلَامِ"۔ مجلس کی اعلام کی طرف اضافت ہے۔ حدیث میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کی محفل میں تشریف فرما تھے' جیسے کہ عنقریب آئے گا' صحابہ کے ساتھ مجلس میں تشریف فرما ہونے کا ذکر کر کے صورت حال کی

طرف اشارہ کیا ہے۔ نیز اس واقعہ کی شہرت کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ آپ صحابہ کرام کی جماعت میں تشریف فرما تھے۔
مواہب لدنیہ میں ہے کہ ان معجزات میں سے گوہ والی حدیث ہے' جو زبان زد عام ہے۔ امام بیہقی نے اسے متعدد طرق میں روایت کیا' لیکن یہ حدیث غریب ہے۔ مزنی نے کہا کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے نہ متن کے اعتبار سے' حضرت قاضی عیاض نے اسے شفاء شریف میں ذکر کیا ہے۔

گوہ نے رسالت کی گواہی دی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی محفل میں تشریف فرما تھے' اتنے میں بنو سلیم کا ایک اعرابی آ گیا' اس نے ایک گوہ پکڑ کر اپنی آستین میں چھپا رکھی تھی' وہ اسے اپنے گھر لے جا کر اور بھون کر کھانا چاہتا تھا اس نے صحابہ کرام کی جماعت کو دیکھا تو حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے پوچھنے لگا' یہ کون ہیں؟ صحابہ کرام نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں' اس نے گوہ اپنی آستین سے نکالی اور کہنے لگا' لات و عزیٰ کی قسم! میں آپ پر تب ایمان لاؤں گا جب یہ گوہ ایمان لائے گی اور اسے رسول اللہ ﷺ کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔
حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے گوہ! وہ فصیح زبان میں گویا ہوئی جس کو تمام حاضرین نے سنا۔

لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ يَا زَيْنَ مَنْ وَّافَى الْقِيَامَه

میں دل و جان سے حاضر ہوں' اے تمام انسانوں کی زینت! جو قیامت سے دو چار ہونے والے ہیں۔
آپ نے فرمایا: تو کس کی عبادت کرتی ہے؟
گوہ نے کہا: اس ذات کی جس کا آسمانوں کے اوپر عرش ہے' زمین پر جس کی سلطنت ہے' سمندر میں جس کے راستے ہیں' جنت میں جس کی رحمت اور جہنم میں جس کا عذاب ہے۔
آپ نے فرمایا: میں کون ہوں؟ گوہ نے کہا: آپ رب العالمین کے رسول اور خاتم النبیین ہیں' جس نے آپ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے تکذیب کی وہ ناکام ہوا۔ اعرابی یہ گفتگو سن کر مسلمان ہو گیا۔
اس طویل حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ موضوع ہے۔ لیکن احادیث میں نبی اکرم ﷺ کے اس سے بھی بڑھ کر معجزات موجود ہیں' اس روایت میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس پر شرعاً اعتراض کیا جا سکے' خصوصاً جبکہ ائمہ حدیث نے اس کی روایت کی ہے' زیادہ سے زیادہ اسے ضعیف کہا جا سکتا ہے' موضوع نہیں کہا جا سکتا' واللہ تعالیٰ اعلم۔ (شفاء شریف)
ابن دحیہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے' جب کہ امام طبرانی' دار قطنی' ابن عدی' اور حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے فرمایا: یہ حدیث حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے' ہم نے جو سند بیان کی ہے" ضعیف ہونے کے باوجود عمدہ ہے۔
ابن عساکر نے یہ حدیث حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

؎ "مَنْ شَكَى اِلَيْهِ الْبَعِيْرُ" ابو علی فارسی نے فرمایا: لفظ بعیر' اونٹ اور اونٹنی دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے' جس طرح لفظ انسان مرد اور عورت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ قاموس میں ہے کہ بعض اوقات لفظ بعیر کی باء پر کسرہ پڑھا جاتا ہے' اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جو عمر کے پانچویں سال میں داخل ہو یا نو سالہ ہو۔ بعض اوقات اونٹنی کو بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ جمل میم کی حرکت کے ساتھ' بعض اوقات میم ساکن بھی پڑھا جاتا ہے' عام طور پر اونٹ کے لئے اور اونٹنی کے لئے بہت کم استعمال ہوتا ہے۔

اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا

شفاء شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے تو ایک اونٹ نے حاضر ہو کر آپ کو سجدہ کیا' یہ حدیث حضرت ثعلبہ بن مالک' حضرت جابر بن عبد اللہ' حضرت یعلی بن مرہ اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جو شخص بھی اس باغ میں داخل ہوتا' وہ اونٹ اس پر حملہ آور ہوتا تھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں تشریف لے گئے تو اس اونٹ کو بلایا وہ حاضر ہوا' ہونٹ زمین پر رکھ دیئے' اور گھٹنے آپ کے سامنے ٹیک دیئے۔ آپ نے اسے نکیل ڈال دی۔ آپ نے فرمایا:

زمین و آسمان کی ہر شے جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ سوائے نافرمان جنوں اور انسانوں کے

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹ کے مالکوں سے دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا کہ ہم اسے ذبح کرنا چاہتے تھے۔

بارگاہ رسالت میں اونٹ کی شکایت

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالکوں سے فرمایا: کہ اس نے شکایت کی ہے' کہ مجھ سے کام زیادہ لیا جاتا ہے اور چارہ کم دیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس اونٹ نے شکایت کی ہے کہ تم بچپن سے اس عمر تک اس سے سخت مشقت کرواتے رہے ہو اور آج تم اسے ذبح کرنا چاہتے ہو' اس کے مالکوں نے اس بات کی تصدیق کی (شفاء شریف)

اونٹ والی حدیث' امام بزار نے سند حسن سے حضرت ابو ہریرہ سے' امام ابو نعیم نے حضرت ثعلبہ بن مالک سے' امام احمد' حاکم اور بیہقی نے سند صحیح سے' امام بغوی نے شرح السنہ میں' امام مسلم' ابو داؤد اور ابن شاہین نے دلائل میں حضرت عبد اللہ بن جعفر سے روایت کی۔ مصابیح میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے' امام ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت کی' یہ حدیث امام احمد اور نسائی نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی۔ امام طبرانی نے حضرت عکرمہ سے انہوں نے حضرت

ابن عباس سے سند ضعیف سے روایت کی۔

؎ "تَفَجَّرُ" جاری ہوا اور یہ پڑا "مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ الْمَاءُ الثَّمِيْرُ" پاک اور صاف پانی۔

انگلیوں سے پانی جاری ہوا

امام قرطبی فرماتے ہیں کئی مواقع پر، عظیم اجتماعات میں نبی اکرم ﷺ کی مبارک انگلیوں سے طیب و طاہر پانی برآمد ہوا۔ یہ واقعہ بکثرت روایات سے مروی ہے، جو معنوی اعتبار سے تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور مجموعی طور پر ان سے علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے، ایسا معجزہ نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی کے بارے میں نہیں سنا گیا، یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ کے جسد اقدس کی ہڈیوں، پٹھوں، گوشت اور خون سے پانی جاری ہوا (علامہ قرطبی)

انگلیوں سے پانی جاری ہونے کی حدیث، صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے۔ حضرت انس سے امام بخاری و مسلم اور ابن شاہین نے روایت کی، حضرت جابر سے امام بخاری و مسلم اور امام احمد نے اپنی مسند میں، امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن شاہین نے روایت کی۔ ابن عباس سے امام دارمی، اور ابو نعیم نے روایت کی۔ حضرت ابو لیلیٰ انصاری سے امام طبرانی اور ابو نعیم نے روایت کی۔

حضرت قاضی عیاض نے پانی کے جاری ہونے سے متعلق دو قول نقل کیے ہیں۔

۱۔ نبی اکرم ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا۔ یہ اکثر کا مذہب ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کو کثرت عطا فرما دی، تو وہ آپ کی انگلیوں کے درمیان زائد ہوتا رہا۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا: پہلا قول معجزے کے زیادہ مناسب ہے۔ احادیث میں کسی طرح اس کی تردید نہیں ہوتی؟ لہٰذا پہلا قول ہی بہتر ہے۔

انگلیوں سے جاری پانی کی قدر و منزلت

حضرت خطاب نے فرمایا: میں کہتا ہوں کہ پہلے قول کے مطابق وہ پانی دنیا و آخرت کے تمام پانیوں سے زیادہ افضل ہے۔ امام بلقینی نے فرمایا: کہ زمزم کا پانی، کوثر کے پانی سے افضل ہے، کیونکہ اس سے نبی اکرم ﷺ کے دل انور کو غسل دیا گیا تھا پھر اس پانی کا کیا کہنا جو آپ کی ذات اقدس سے جاری ہوا (حضرت خطاب)

مواہب لدنیہ میں ہے کہ کتاب "بہجہ النفوس" میں عارف ابن ابی جمرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ زمزم کا پانی کوثر کے پانی سے افضل ہے۔

علامہ سیوطی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا: کہ کوثر کا پانی زمزم کے پانی سے افضل ہے، کیونکہ نہر کوثر نبی اکرم ﷺ کو عطا کی گئی اور زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کو عطا کیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۱۵ "الطَّاهِرِ الْمُطَهَّرِ" ہاء مشدد مفتوح کے ساتھ' وہ ذات جسے ان کے رب نے پاک اور صاف رکھا- یہ پہلی صفت الطاہر کی تاکید ہے کیونکہ دونوں کی دلالت طہارت کے ثبوت پر ہے اور یہ صفت دلالت کرتی ہے کہ فاعل نے اس طہارت کا ارادہ کیا اور اس کا ثبوت اس کے فعل سے ہے- اس نے اظہار عنایت کے لئے طہارت کو آپ سے مختص فرمایا اور وہ فاعل بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے- اس میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا" کی طرف اشارہ ہے-

۱۶ "عَلٰى نُوْرِ الْاَنْوَارِ" یعنی اس نور پر جو تمام نوروں سے زیادہ روشن ہے' یا اس نور پر کہ تمام مخلوق کا نور اس سے مدد لیتے ہیں اور وہ تمام انوار کی اصل ہے- ایک نسخہ میں "النُّوْرِ الْاَنْوَرِ" ہے' اسم تفضیل کے صیغہ کے ساتھ' جیسے عرب کہتے ہیں لَيْلٌ اَلْيَلُ' گہری سیاہ رات' رعایت سجع کی بنا پر یہ نسخہ مناسب ہے-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنِ انْشَقَّ لَهُ الْقَمَرُ[1] ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الطَّيِّبِ[2] الْمُطَيَّبِ ○

اے اللہ! درود بھیج ان پر جن کے لئے چاند دو ٹکڑے ہو گیا' اے اللہ! رحمت نازل فرما خوشبو والے پاکیزہ کئے گئے پر-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الرَّسُوْلِ الْمُقَرَّبِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْفَجْرِ السَّاطِعِ[3] ○

اے اللہ! رحمت نازل فرما رسول مقرب پر' اے اللہ! رحمت نازل فرما روشن صبح پر-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّجْمِ الثَّاقِبِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ○ اَللّٰهُمَّ

اے اللہ! رحمت نازل فرما تابندہ ستارے پر' اے اللہ! رحمت نازل فرما محکم دستاویز پر-

صَلِّ عَلٰى نَذِيْرِ اَهْلِ الْاَرْضِ[4] ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الشَّفِيْعِ يَوْمَ الْعَرْضِ[5] ○

اے اللہ! رحمت نازل فرما زمین والوں کے ڈرانے والے پر' اے اللہ! رحمت نازل فرما قیامت کے دن شفاعت کرنے والے پر-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى السَّاقِيْ[6] لِلنَّاسِ مِنَ الْحَوْضِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

اے اللہ! رحمت نازل فرما ساقی کوثر پر' اے اللہ! رحمت نازل فرما

صَاحِبِ لِوَآءِ الْحَمْدِ[7] ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْمُشَمِّرِ[8] عَنْ سَاعِدِ الْجِدِّ ○

صاحب لواء الحمد پر' اے اللہ! رحمت نازل فرما کوشش کے بازو سے آستین اوپر چڑھانے والے پر'

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْمُسْتَعْمِلِ فِيْ مَرْضَاتِكَ غَايَةَ الْجُهْدِ[9] ○

اے اللہ! رحمت نازل فرما ان پر جو تیری رضا کے لئے انتہائی کوشش صرف کرنے والے ہیں'

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ الْخَاتِمِ[10] ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الرَّسُوْلِ الْخَاتِمِ ○ اَللّٰهُمَّ

اے اللہ! رحمت نازل فرما نبوت کے ختم کرنے والے نبی پر' اے اللہ! رحمت نازل فرما رسالت کو ختم کرنے والے رسول پر'

صَلِّ عَلَى الْمُصْطَفَى الْقَائِمِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رَسُوْلِكَ اَبِى الْقَاسِمِ ۝

اے اللہ! رحمت نازل فرما برگزیدہ اور تیری فرمانبرداری میں قائم ہستی پر' اے اللہ! رحمت نازل فرما اپنے رسول ابو القاسم پر۔

چاند اشارے سے دو ٹکڑے ہوا

"مَنِ انْشَقَّ لَهُ الْقَمَرُ" جن کے لئے چاند دو نیم ہو گیا۔ چاند کو اس کی سفیدی کے سبب قمر کہا جاتا ہے اور یہ نام تین راتوں کے بعد مہینے کے آخر تک استعمال کیا جاتا ہے۔ (ابتدائی راتوں کے چاند کو ہلال کہا جاتا ہے) بعض علماء نے کہا کہ ساتویں رات سے پچیسویں شب تک کا چاند قمر کہلاتا ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ' اللہ تعالیٰ کے فرمان میں واقع ہے۔ "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" قیامت قریب ہے اور چاند دو ٹکڑے ہو جائے گا' ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ اور اگر وہ نشانی دیکھیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو سے چلا آتا' اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ "اِنْشَقَّ الْقَمَرُ" سے مراد یہ ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا' کیونکہ کافر یہ بات قیامت کے دن نہیں کہیں گے اور جب ظاہر ہو گیا کہ کافروں نے یہ بات دنیا ہی میں کہی تھی' تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ چاند بھی دنیا ہی میں دو ٹکڑے ہو گیا تھا' اور یہی وہ نشانی ہے جسے کافروں نے جادو کہا تھا۔

کسی اور نبی سے شق القمر کا معجزہ رونما نہیں ہوا

ہمارے آقا و مولا ﷺ کے علاوہ چاند کسی کے لئے دوبارہ نہیں ہوا' اور یہ آپ کے اہم معجزات سے ہے۔ مفسرین اور اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یہ معجزہ نبی اکرم ﷺ کے لئے واقع ہوا' کیونکہ کفار قریش نے تصدیق کی بجائے آپ کی تکذیب کی اور آپ کے دعوے کی سچائی پر دلیل طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ عظیم نشانی عطا فرمائی' جس کا ایجاد کرنا کسی انسان کی طاقت میں نہیں ہے' نبی اکرم ﷺ نے دعویٰ کیا تھا کہ (۱) اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔ (۲) وہ ربوبیت میں یکتا ہے۔ (۳) مشرکین جن خداؤں کی پوجا کرتے ہیں وہ معبودان باطلہ ہیں اور نفع و ضرر کی قدرت نہیں رکھتے۔ (۴) عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے' معجزہ شق القمر اس بات کی دلیل تھا کہ آپ کے یہ تمام دعوے سچے ہیں۔

علامہ قسطلانی نے فرمایا: ابن عبد البر فرماتے ہیں' کہ شق القمر کی حدیث۔ صحابہ کرام کی بڑی جماعت سے مروی ہے۔ ان سے تابعین کی بڑی جماعت نے روایت کی' پھر ان سے بہت بڑی جماعت نے روایت کی' یہاں تک کہ یہ حدیث ہم تک پہنچ گئی اور اس حدیث کو آیت کریمہ کی تائید بھی حاصل ہے۔

علامہ ابن سبکی' مختصر ابن حاجب کی شرح میں لکھتے ہیں' کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔ نص قرآن میں واقع ہے اور صحیحین اور ان کے علاوہ کتب حدیث میں متعدد سندوں سے مروی ہے۔

علامہ قسطلانی نے امام ابو نعیم کی تصنیف دلائل النبوۃ سے ایک ضعیف سند سے مروی روایت بیان کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا: مشرکین کی ایک جماعت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی' ان کے چند سرکردہ افراد کا بھی ذکر کیا' انہوں نے مطالبہ کیا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہمیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں' آپ نے اپنے رب کریم سے دعا کی تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

شق القمر کا معجزہ ہجرت سے پانچویں سال پہلے ہوا

شق قمر کا معجزہ' ہجرت سے پانچ سال پہلے رونما ہوا۔ چاند کے دو ٹکڑوں میں اتنا فاصلہ پیدا ہو گیا کہ پہاڑ ان کے درمیان دکھائی دینے لگا۔۔۔ البتہ! یہ جو کہا گیا ہے کہ چاند آپ کے گریبان میں داخل ہو کر آپ کی آستین سے باہر نکلا'۔ تو محدثین نے تصریح کی کہ یہ باطل اور بے اصل بات ہے۔

ع "اَلطَّيِّبُ" وہ ذات جو فی حد ذاتہ پاک ہے اور اس کی پاکیزگی محسوس کی جا سکتی ہے' طیب کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس شے سے پاک جو شرعاً یا طبعاً ناپسندیدہ ہو اور شریعت و طبیعت کے موافق اوصاف سے موصوف ہو' طہارت اور طیب کا قریب قریب ایک ہی معنی ہے اور وہ ہے منزہ ہونا' البتہ! طیب میں ثبوت بھی معتبر ہے۔

"اَلْمُطَيَّبُ" یاء کے فتحہ کے ساتھ۔ اسم مفعول ہے' اس میں وہی تفصیل ہے جو اس سے پہلے "اَلْمُطَهَّرُ" میں گزر چکی ہے' فرق یہ ہے کہ اس میں آیت کی طرف اشارہ نہیں ہے۔

"اَلْمُقَرَّبُ" راء مفتوحہ ہے' جو مکانی طور پر نہیں' بلکہ عزت و کرامت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں۔

ع "اَلْفَجْرُ" استعارہ مصرحہ کے طور پر آپ کی ذات اقدس پر فجر کا اطلاق کیا گیا ہے' اور مناسبت یہ ہے کہ جس طرح فجر رات کے اندھیروں کو مٹا دیتی ہے نبی اکرم ﷺ نے کافروں کے کلام کو مٹا دیا۔ "اَلسَّاطِعُ" مشرق کی جانب شمالاً و جنوباً پھیلنے والی روشنی' یہ استعارہ ترشیحیہ ہے (مشبہ بہ کے عرض مناسب کا ذکر کیا گیا ہے)۔

فرشتوں کی طرف مبعوث رسول

ع "نَذِيْرِ اَهْلِ الْاَرْضِ" زمین کے تمام باشندوں یعنی انسانوں اور جنوں کو ڈر سنانے والے' اس عبارت کے لانے کا یہی مقصد ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہیں اور جنوں کی طرف بھی اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ مصنف نے خاص طور پر جنوں اور انسانوں کا ذکر کیا ہے' حالانکہ صحیح یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرشتوں کی طرف بھی مبعوث ہیں' وجہ یہ ہے کہ نافرمانی جنوں اور انسانوں سے ہی صادر ہوتی ہے' لہٰذا ڈر سنانے کا تعلق بھی انہیں سے ہو گا' فرشتے تو معصوم ہیں۔

فرشتے نافرمانی نہیں کرتے

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ الآیتہ

اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور جو انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ لہٰذا ڈر سنانے کا ان سے تعلق نہ ہو گا' رسالت کا ان سے تعلق ایک خاص طریقے سے ہو گا' اور چونکہ وہ معصوم ہیں' اس لئے ان سے مخالفت حضور نہیں ہو سکتی۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خاص طور پر اہل ارض کا ذکر اس لئے کیا کہ مذہب متفق علیہ کا لحاظ کیا ہے اور ان حضرات کی رعایت کی ہے جنھوں نے اس بات پر اجماع نقل کیا کہ فرشتے آپ کی رسالت میں داخل نہیں' یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ فرشتے عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں' اس لئے ان سے گفتگو کرنا ایک نادر صورت ہے جس کی طرف ذہن بآسانی ملتفت نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہی مخلوق باقی رہ جائے گی جس کے ساتھ عادتاً عام طور پر گفتگو کی جاتی ہے اور جب یہ مراد ہو تو جن بھی کلام سے خارج ہو جائیں گے' صرف انسان باقی رہ جائیں گے' کیونکہ عام طور پر وہی حاضر ہوتے ہیں۔

۵ "یَوْمَ الْعَرْضِ" جس دن کہ اٹھایا جائے گا اور حساب کتاب کے لئے پیش کیا جائے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں کہا گیا ہے۔ "یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ" جس دن تم پیش کئے جاؤ گے۔ علامہ بیضاوی نے فرمایا: حساب کو تشبیہ دی گئی ہے لشکر کو بادشاہ کے سامنے ملاحظہ کے لئے پیش کرنے سے۔

ساقی کوثر

۵ "السَّاقِیْ" پلانے کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ حوض کوثر آپ ہی کا حوض ہے اور آپ ہی اس سے پانی پینے کی دعوت دینے والے ہیں' جیسے کہا جاتا ہے "اَطْعَمَ زَیْدُ نِ النَّاسَ" زید نے لوگوں کو کھانا کھلایا۔ یعنی ان کے لئے کھانا تیار کیا' انہیں پیش کیا اور انہیں کھانے کی اجازت دی۔ اس کا حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا کہ اس نے اپنے ہاتھ سے ان کے منہ میں کھانا ڈالا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن علی مرتضیٰ میرے حوض کے صاحب ہوں گے۔ یہ حدیث امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

"لِلنَّاسِ" یہ لام اسم فاعل کو قوت دینے کے لئے ہے' کیونکہ اس کا عمل فعل کے عمل سے ضعیف ہوتا ہے۔ الناس سے مراد نبی اکرم ﷺ کی امت ہے۔ یہ لفظ عام ہے' لیکن اس سے مراد خاص افراد ہیں' نبی اکرم ﷺ کی تمام امت' حوض سے پانی پیئے گی اور پانی پینے میں ان کے حالات ابتداء ہی مختلف ہوں گے' یا ایک وقت کے بعد جب اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ مرتدین کو اس سے روک دیا جائے گا۔

"مِنَ الْحَوْضِ" الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے' معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے حوض سے۔

لواء الحمد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں

۴ "لِوَاءُ الْحَمْدِ" علامہ خطابی کہتے ہیں کہ میں لواء الحمد کے معنی کی تلاش کرتا رہا' یہاں تک کہ مجھے اس کا معنی حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مل گیا کہ پہلے پہل جنت میں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے والے داخل ہوں گے۔ قیامت کے دن ان کے لئے حمد کا جھنڈا باندھا جائے تو وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے..... اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک محمد اور احمد کی شرح میں صاحب شفاء کا کلام گزر چکا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا: کہ اس اسم کو اسی پر محمول کرنا بہتر ہے۔

۵ "اَلْمُشَمِّرِ" عرب کہتے ہیں "شَمَّرَ الْكُمَّ عَنْ ذِرَاعِهٖ" اس نے اپنی کلائی سے آستین سمیٹی۔ اسی طرح "شَمَّرَ الثَّوْبَ عَنْ سَاقِهٖ" اس نے اپنی پنڈلی سے کپڑا سمیٹا۔ تَشْمِیْرٌ کا معنی ہے اکٹھا کرنا اور سمیٹنا۔

"عَنْ سَاعِدٍ" اس کا معنی کلائی ہے۔ جب کوئی شخص کسی کام کو پوری قوت سے کرنا چاہتا ہے تو اپنی آستین سمیٹ لیتا ہے تاکہ رکاوٹ نہ بنے' کلائیاں تو دو ہیں' لیکن جنس مراد ہونے کے سبب واحد کا صیغہ لائے ہیں' یا دائیں کلائی مراد ہے' بائیں اس کے تابع ہو گی۔ بعض اوقات ایک ہاتھ سے کام کیا جاتا ہے' لہٰذا اسی کی آستین سمیٹی جائے گی۔

"اَلْجِدِّ" اس کا معنی کوشش اور کسی کام میں مبالغہ کرنا۔ شیخ ابو عبد اللہ عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ساعد کی اضافت جِدٌّ کی طرف اختصاص کا معنی دیتی ہے اور وصفیت کے معنی میں ہے' یعنی کوشش کرنے والی کلائی۔ جیسے "لِسَانُ صِدْقٍ" سچ بولنے والی زبان۔ "رَجُلُ الدُّنْيَا" دنیا کا مرد۔ "يَدُ الْجُوْدِ" سخاوت والا ہاتھ "قَلْبُ صَبْرٍ" صبر کرنے والا دل۔ "رَاحَةُ نَدًى" سخاوت والی ہتھیلی وغیرہ مثالوں میں ایک قسم کی خصوصیت ہی مراد ہے۔

"لُجَيْنُ الْمَاءِ" چاندی ایسا پانی وغیرہ مثالوں کی طرح یہ کہنا کہ اس میں مشبہ بہ کی مشبہ کی طرف اضافت ہے۔ ذوق سلیم کے خلاف ہے۔ فنی لحاظ سے یہ گفتگو طویل ہے جس کی اس جگہ ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش۔ اس جگہ کلائی سے کپڑا سمیٹنا اپنے حقیقی معنی میں مستعمل نہیں ہے' بلکہ اسے دوسرے معنی میں استعمال کیا ہے جسے معنی حقیقی کے ساتھ بطور تمثیل تشبیہ دی گئی ہے۔ اس جگہ جو معنی مراد ہے' وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری ہمت و قوت کے ساتھ فرائض رسالت انجام دیئے۔ تبلیغ دین فرمائی اور اپنے رب کا حکم پورے عزم و استقلال کے ساتھ واشگاف انداز میں بیان فرمایا: اور اس راستے میں پیش آنے والی رکاوٹوں کو خس و خاشاک کی طرح دور کر دیا' اس کاروائی کو اس شخص کی کیفیت سے تشبیہ دی جو اپنی کلائی سے آستین سمیٹ کر ہمہ تن اپنے کام کی طرف متوجہ ہو جائے' لہٰذا یہ مجاز مرکب ہے اور بطور استعارہ تمثیل ہے' مجاز اس لئے کہ یہ الفاظ غیر حقیقی معنی میں استعمال کئے گئے ہیں اور مرکب اس لئے کہ اس جگہ لفظ مفرد نہیں بلکہ متعدد الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ تمثیل اس لئے کہ تشبیہ مقصود ہے اور وجہ تشبیہ امور متعددہ سے منتزع ہے اور بطور استعارہ اس لئے کہ اس میں مشبہ بہ کا ذکر کر کے مشبہ مراد لیا گیا ہے' جیسے کہ استعارہ میں ہوتا ہے۔

۶ "اَلْمَشْغُوْلِ فِیْ مَرْضَاتِكَ غَايَةَ الْجُهْدِ" جو تیری رضا میں انتہائی کوشش کو عمل میں لانے والے ہیں۔ "غَايَةَ الْجُهْدِ"

کا معنی ہے کوشش کا آخری درجہ' الجھد کے جیم پر بعض نسخوں میں ضمہ بھی ہے اور فتحہ بھی' ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی طاقت ہے۔ فتحہ کے ساتھ بمعنی مشقت ہے۔ جیسے کہ خلیل وغیرہ نے کہا' یعقوب نے کہا کہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ" میں جیم پر ضمہ اور فتحہ دونوں پڑھے گئے ہیں۔ بعض علماء نے کہا' جہد بمعنی مشقت ہے' یا مبالغہ کے معنی میں ہے' اور اگر اس کا معنی انتہاء ہو تو اس کا جیم مفتوح ہی ہو گا' اس کا معنی وسعت اور طاقت بھی ہے' اس وقت بعض کے نزدیک جیم مضموم ہی ہو گا اور بعض کے نزدیک ضمہ اور فتحہ دونوں پڑھے جا سکتے ہیں۔

تبلیغ رسالت کے دوران سب سے زیادہ تکالیف

نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا تھوڑا بہت مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ آپ نے اپنے رب کی عبادت' فریضہ رسالت کی تبلیغ اور اس کے دشمنوں کو ڈر سنانے اور ان سے جہاد کرنے میں اس قوت کا مظاہرہ کیا جو انسانی طاقت کی انتہا تھی۔ اس راستے میں آپ کو جو مصائب پیش آئے' مشرکوں نے جو اذیتیں دیں اور آپ نے جس طرح ان پر صبر کیا' وہ سب مشہور و معروف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى" (طہ ۲۰'۱-۲) "اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو" اس آیت میں جو نبی اکرم ﷺ کے تمام قوت صرف کر دینے کی گواہی ہے' وہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا اَنْتَ بِمَلُوْمٍ" "اے حبیب! تم ان سے منہ پھیر لو تو تم پر کچھ الزام نہیں"' یعنی کافروں کے منہ پھیر لینے سے تم پر کوئی حرف نہ آئے گا' کیونکہ تم نے تو تبلیغ رسالت میں تمام کوشش صرف کر دی ہے۔

۱۰ "عَلَى الرَّسُوْلِ الْخَاتِمِ" اس جگہ لفظ خاتم دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اکثر نسخوں میں دونوں جگہ نقطے والی خاء کے ساتھ ہے۔ بعض نسخوں میں تاء پر کوئی حرکت نہیں ہے۔ بعض نسخوں میں دونوں جگہ خاء کے نیچے کسرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ" تاء کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت مصنف دونوں قراءتوں کی موافقت کے لئے ایک درود شریف میں تاء کو مکسور لائے ہوں اور دوسرے میں مفتوح' البتہ! پہلے درود شریف میں النبی اور دوسرے میں الرسول لائے ہیں کیونکہ نبوت' رسالت سے مقدم ہے۔ بعض نسخوں میں حاتم حاء کے ساتھ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ لفظ رسول کے ساتھ حاتم پڑھا جائے اور النبی کے ساتھ خاتم تاکہ ختم نبوت پر دلالت کرنے والی آیت مبارکہ کے کلمات کے موافق ہو۔ یوں بھی خاتم کا ذکر النبی کے ساتھ مناسب ہے۔ کہ نبی' رسول سے عام ہے اور عام کا خاتم لازماً خاص کا بھی خاتم ہو گا۔ نیز "خَتَمَ اللّٰهُ الشَّيْءَ خَتْمًا" کا معنی ہے "اللہ تعالیٰ نے فلاں شے کو لازم فرمایا" اور رسالت کا مطلب بھی دعوت کے قبول کرنے اور ملت اسلامیہ میں داخلے کو لازم کرنا ہے۔

۱۱ "اَلْمُصْطَفٰى" کا معنی ہے منتخب اور برگزیدہ۔ "اَلْقَائِمِ" یعنی حق' اللہ تعالیٰ کے دین اس کی اطاعت' دین کے اظہار اور دشمنوں کے جہاد پر قائم' نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس قدر قیام فرماتے کہ آپ کے پائے اقدس میں ورم آ جاتا' قائم کا معنی مستقیم' ثابت اور دائم بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا دین مستقیم' ثابت اور دائم ہے۔ اس میں کسی قسم کا تغیر اور تبدل

واقع ہو گا اور نہ ہی تحریف اور نسخ، وہ قیامت کے دن تک ثابت اور باقی رہے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقسیم فرمانے والے ہیں

۱؎ "اَبِي الْقَاسِمِ" یہ نبی اکرم ﷺ کی مشہور کنیت ہے۔ آپ کے اسم مبارک قاسم کی طرح اسے بھی آپ کی شان کے ساتھ مناسبت ہے۔ آپ کے اسم گرامی قاسم کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اموال میں مخلوق کے حقوق مثلاً زکوٰۃ، غنیمت اور میراث کے احکام بیان فرمائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ" میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ امام حاکم، مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ابوالقاسم ہوں۔ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

آپ ہر شخص کو صدقات، اموال غنیمت وغیرہ سے اس کا لکھا ہوا حصہ عنایت فرماتے تھے، آپ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ، اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا واسطہ اور اس کے عطیات و عنایات کی تقسیم کے متولی ہیں، عالم وجود میں جسے بھی رحمت ملتی ہے یا دنیا و آخرت۔ ظاہر و باطن، علوم و معارف اور طاعات کا جو بھی حصہ ملتا ہے، وہ آپ ہی کے ہاتھوں اور آپ ہی کے واسطے سے ملتا ہے، آپ ہی جنتیوں میں جنت تقسیم فرمائیں گے۔ اسی لئے علماء نے آپ کی ایک خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے کہ آپ کو خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں۔ بعض علماء نے فرمایا: کہ یہ اقسام علم کے خزانے ہیں، جنہیں آپ طالبان علم کی طلب کے مطابق تقسیم فرماتے ہیں۔

ہمارے آقا و مولا ﷺ کے دست اقدس میں چابیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں جسے جو بھی ملتا ہے وہ آپ ہی کے ہاتھوں اور آپ ہی کے وسیلے سے ہے۔ اس جگہ لفظ رسول اس لئے لایا گیا ہے کہ تقسیم اور رسالت میں باہمی مناسبت ہے۔ دونوں میں خلق اور خالق کے درمیان واسطہ ہونا قدر مشترک ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" اے حبیب! ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت تمام جہانوں کے لئے اَرْسَلْنٰكَ فرمایا: نہ کہ نَبَّاْنَاكَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ ۱؎ الْاٰيَاتِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ الدَّلَالَاتِ ۲؎ ○

اے اللہ! صاحب آیات پر رحمتیں نازل فرما۔ اے اللہ! راہنمائیوں والے رسول پر رحمتیں نازل فرما۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ الْاِشَارَاتِ ۳؎ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ الْكَرَامَاتِ ۴؎ ○

اے اللہ! صاحب اشارات پر رحمتیں نازل فرما۔ اے اللہ! صاحب کرامات پر رحمتیں نازل فرما۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ الْعَلَامَاتِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى صَاحِبِ الْبَيِّنَاتِ ○

اے اللہ! نشانیوں والے رسول پر رحمتیں نازل فرما۔ اے اللہ! روشن دلائل والے نبی پر رحمتیں نازل فرما۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ الْمُعْجِزَاتِ۵ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی صَاحِبِ خَوَارِقِ

اے اللہ! صاحب معجزات پر رحمتیں نازل فرما۔ اے اللہ! خلاف عادت امور والے نبی پر رحمتیں نازل فرما۔

الْعَادَاتِ۶ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَنْ سَلَّمَتْ عَلَیْہِ الْاَحْجَارُ۷ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

اے اللہ! اس نبی پر رحمتیں نازل فرما جنہیں پتھروں نے سلام کیا۔ اے اللہ! اس نبی پر رحمتیں نازل فرما جن کے آگے درختوں

مَنْ سَجَدَتْ بَیْنَ یَدَیْہِ الْاَشْجَارُ۸ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَنْ تَفَتَّقَتْ مِنْ نُّوْرِہٖ

نے سجدہ کیا' اے اللہ! اس رسول پر رحمتیں نازل فرما جن کے نور سے پھول کھلے۔ اے اللہ! اس نبی پر رحمتیں نازل فرما

الْاَزْھَارُ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَنْ طَابَتْ بِبَرَکَتِہٖ الثِّمَارُ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَنِ

جن کی برکت سے پھل شریں ہوئے' اے اللہ! اس نبی پر رحمتیں نازل فرما جن کے وضو کے باقی ماندہ پانی سے

اخْضَرَّتْ مِنْ بَقِیَّۃِ وَضُوْئِہٖ الْاَشْجَارُ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَنْ

درخت سرسبز ہو گئے۔ اے اللہ! اس نبی پر رحمتیں نازل فرما

فَاضَتْ مِنْ نُّوْرِہٖ جَمِیْعُ الْاَنْوَارِ ○

جن کے نور سے تمام نور ظاہر ہوئے۔

۱۔ "صَاحِبِ الْاٰیَاتِ" آیات جمع ہے آیت کی اور اس کا معنی علامت ہے۔ اس کی مراد میں دو احتمال ہیں۔ (۱) ہر وہ چیز جو نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی علامت ہے مثلاً معجزات' ارہاصات (اعلان نبوت سے پہلے ظاہر ہونے والے خوارق) کتب سابقہ کی خبریں وغیرہ' قرآنی آیات بھی معجزات میں داخل ہیں۔ قرآن پاک تمام کا تمام آیت ہے' کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کا معجزہ اور آپ کی صداقت کی دلیل ہے' اس کے اجزاء بھی آیات ہیں اور نبوت کی علامات ہیں' کیونکہ ہر سورت کے ساتھ منکرین کو چیلنج کیا گیا ہے۔ مختصر ترین سورت یعنی سورۂ کوثر بھی سورت ہے' جو تین آیات پر مشتمل ہے۔ (۲) آیات سے مراد صرف قرآنی آیات ہوں' کیونکہ ان کی شان عظیم ہے اور وہ صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی باقی ہیں اور باقی رہیں گی۔

۲۔ "صَاحِبِ الدِّلَالَاتِ" یہ جمع ہے دلالۃ کی' دال کے کسرہ کے ساتھ۔ دلالت کا معنی ہے ایک شے کا اس طرح ہونا کہ اس کے علم سے دوسری شے کا علم لازماً آجائے۔ پہلی شے دال اور دوسری مدلول کہلائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی دلیل

نبی اکرم ﷺ کی طرف دلالت کی نسبت اس لحاظ سے ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی دلیل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی ذات اقدس پر دلالت کرائی گئی ہے۔ پہلی بات کی تفصیل یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی دلیل اعظم ہیں' آپ نے اللہ تعالیٰ کی

ذات و صفات اور اسماء و افعال کی طرف مخلوق کی راہنمائی فرمائی' اس تک پہنچنے کا راستہ بتایا' اس کے دروازے کی طرف مخلوق کو بلایا اور انہیں راہ راست پر چلایا' اس لئے آپ کی رسالت عام اور دعوت مکمل ہے' آپ نے اپنے اقوال و افعال سے اللہ تعالیٰ کی طرف راہنمائی فرمائی۔ اور روحوں کو اس کے جلال و جمال کے مشاہدے کے لئے بیدار کیا' ہر رہنما اپنی دعوت اور راہنمائی سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے' اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے آپ ہی پہلے اور آخری داعی ہیں اور آپ ہی پہلی اور آخری دلیل ہیں' دوسرے داعی آپ کے مظہر اور نائب ہیں۔

اعلان نبوت سے پہلے کے خوارق عادت امور

دوسری بات کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو نبوت و رسالت اور فضیلت و جلالت کے ساتھ مختص فرمایا اور اس کی دلیل آپ کی ذات اقدس کا وہ خدا داد خصوصی جمال و کمال ہے جس کی زیارت سے آپ کی سچائی کا پتا چل جاتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عظمت اخلاق' حسن خصائل اور آپ کا اس زمانے میں تشریف لانا ہے' جس سے ایک عرصہ پہلے رسولان گرامی کی آمد منقطع ہو چکی تھی' لوگ ان کے زمانے سے دور تھے' ان کی تعلیمات فراموش کر چکے تھے' ان کی شریعتوں میں رد و بدل کر چکے تھے اور مخلوق۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس نور کی محتاج تھی' جو انہیں گمراہی اور حیرت کی تاریکی سے نکالے۔ اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً بندوں کی غلطیوں کے ازالے کے اسباب فراہم فرماتا ہے' نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری اس طریقے کے عین مطابق تھی' اعلان نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر خوارق ظاہر فرمائے جو آپ کی بعثت کے لئے تمہید کی حیثیت رکھتے تھے' اعلان نبوت کے بعد معجزات عطا فرمائے' کتب سابقہ میں آپ کی بشارتیں دی گئیں' انبیاء کرام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت و حمایت کا عہد لیا گیا' انبیاء کرام نے اپنی امتوں سے اس بات کا عہد لیا' اس عہد کا امم سابقہ کی زبانوں اور کتابوں میں چرچا رہا' پھر کاہنوں نے آپ کی آمد کی خبریں دیں' ایسے حوادث ظاہر ہوئے جو لوگوں کو آپ کی جستجو پر ابھارتے تھے' کچھ لوگوں کو ایسی خوفناک خوابیں دکھائی گئیں جو آپ کی تشریف آوری کی طرف اشارہ کرتی تھیں اور ان کی تعبیر دریافت کرنے پر مجبور کرتی تھیں' اس تعبیر سے آپ کی آمد کا حال کھل جاتا تھا' غیبی آوازوں نے پے در پے آپ کی بشارتیں دیں' یوں معلوم ہوتا تھا کہ پوری کی پوری کائنات ایک زبان ہے جو آپ کی خبریں دے رہی ہے' اور ایک ایسا ہاتھ ہے جو آپ کی طرف اشارہ کر رہا ہے' اس سے بڑھ کر نبی اکرم ﷺ کی نشاندہی اور کیا ہو سکتی ہے۔

؎ "صَاحِبِ الْإِشَارَاتِ" اشارہ کی جمع ہے۔ فرغانی نے کہا کہ اشارات کا جہان غیر محدود ہے' ان کی لطافت اور ان کے جہان کی وسعت کے سبب ان میں مختلف الوجوہ معانی کی گنجائش ہے' الفاظ کا جہان محدود ہے' نیز ان میں کثافت ہے' اس لئے ان میں اتنے پہلو دار معانی کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اس جگہ اشارات سے مراد کیا ہے؟ اس میں دو احتمال ہیں۔ (ا) صریح کلام اور عبارت کے علاوہ وہ امور جو نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً معجزات' ارہاصات (اعلان نبوت سے پہلے ظاہر ہونے والے خوارق) اور خوابیں۔

بخت نصر کا خواب

جیسے بخت نصر کا خواب [1]، جس کی تعبیر دانیال علیہ السلام نے بیان فرمائی۔

[1] بخت نصر مختلف علاقوں میں تباہی مچا کر بابل لوٹ گیا' وہاں اس نے ایک خواب دیکھی' اس کے بعد معاً ایک اور چیز دیکھی جس نے وہ خواب بھلا دی' اس کے پوچھنے پر حضرت دانیال علیہ السلام نے بتایا کہ تم نے ایک مجسمہ دیکھا جس کے پاؤں اور پنڈلیاں بجتی ہوئی مٹی کی ہیں۔ گھٹنے تانبے کے' پیٹ چاندی کا' سینہ سونے کا' گردن اور سر لوہے کا ہے۔ تم اسے پسندیدگی سے دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک بھاری پتھر بھیجا' جس نے اس مجسمے کو پاش پاش کر دیا۔ اس نے پوچھا اس کی تعبیر کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ بادشاہوں کی حکومتوں کی طرف اشارہ ہے۔ کسی کی حکومت کمزور' کسی کی نرم' کسی کی سخت اور خوبصورت' تیری بادشاہی لوہے کی طرح سخت اور غالب ہے' اور وہ بھاری پتھر جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا جس نے سب کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اس کا اشارہ اس نبی کی طرف ہے جسے اللہ تعالیٰ آسمان سے بھیجے گا' پھر انہی کا اقتدار ہو گا۔

(الکامل لابن الاثیر (دار صادر' بیروت ج ۱: ص: ۲۶۹)

موبذان کا خواب اور سطیح کاہن کی تعبیر

اور موبذان کی خواب [1] جس کی تعبیر سطیح نے بیان کی۔

[1] نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی شب زلزلے سے شاہ فارس کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے اور آٹھ باقی رہ گئے۔ مدائن کے بادشاہ ساسان نے ایک خوفناک خواب دیکھا۔ اس نے اپنے ملک کے تمام کاہن' جادوگر' نجومی اور علماء یہود کی ایک جماعت کو بلایا' جنہیں موبذان کہا جاتا تھا' انہیں کہا کہ میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے' تم بتاؤ کہ وہ خواب کیا ہے؟ اور اس کی تعبیر کیا ہے؟ سب حیران رہ گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا' اس سوال کا جواب تمہیں سطیح سے مل سکتا ہے' وہ سال میں ایک بار باہر نکلتا تھا اور آئندہ سال کی خبریں دیتا تھا' بادشاہ کا نمائندہ اس کے پاس پہنچا تو اس نے بتایا کہ کسریٰ نے خواب میں دیکھا کہ عربی گھوڑوں نے مدائن کو بھر دیا ہے اور وہ عراقی اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے وہاں سے نکال رہے ہیں' اور یہ نبی عربی ﷺ کی پیدائش کی نشانی ہے' جن کی نعت تورات اور انجیل میں ہے' اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ نبی عربی ﷺ کے صحابہ فارس کے شہروں کو فتح کریں گے' اور ساسان کے آٹھویں بادشاہ سے مدائن چھین لیں گے' محل کے باقی رہنے والے آٹھ کنگروں کا اسی طرف اشارہ ہے' یہ کہہ کر سطیح رو پڑے اور کہا سطیح کی عمر بہت کم باقی ہے اور وہ اس نبی جلیل ﷺ کی بعثت کے زمانے کو نہیں پا سکے گا' چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

(شرح قصیدہ بردہ' از شیخ زادہ (نور محمد' کراچی) ص ۴۳-۱۱۳)

(۲) صریح عبارت کے بغیر دلالت کرنے والے امور مثلاً علوم و معارف' اسرار خبریں اور رونما ہونے والے واقعات وغیرہ دوسرا احتمال زیادہ قریب ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ صَاحِبِ الْكَرَامَاتِ یہ کرامت کی جمع ہے اس سے مراد یا تو وہ عزت و کرامت اور شرافت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمائی اور اس کے ذریعے آپ کو تمام مخلوق پر فضیلت دی' یا تمام خارق عادت امور اور یا وہ خوارق مراد ہیں جو زمانہ بعثت سے پہلے صادر ہوئے۔

"صَاحِبِ الْعَلَامَاتِ" یہ علامت کی جمع ہے' اس سے مراد وہ علامات نبوت ہیں جن کے ذریعے اہل کتاب آپ کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ تمام ارہاصات اور معجزات مراد ہیں' جو نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر دال ہیں اور جن سے آپ کی نبوت کا علم حاصل ہو جاتا ہے اور وہ حد شمار سے باہر ہیں۔

"صَاحِبِ الْبَيِّنَاتِ" ایسے دلائل و براہین والے جو اپنے مدلول کی حقانیت اور صداقت پر قطعی طور پر دلالت کرتے ہیں جن کے بعد شک و شبہہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی' اس میں معجزات اور ان کے علاوہ دلائل داخل ہیں۔ بَانَ يَبِيْنُ کا معنی ظاہر ہونا ہے' اس سے بَيِّنَةٌ بطور صفت مستعمل ہے' بطور اسم بھی اس کا استعمال کثرت سے ہے۔

۵ "صَاحِبِ الْمُعْجِزَاتِ" یہ معجزہ کی جمع ہے۔ معجزہ وہ خرق عادت امر ہے جو رسالت کے مدّعی کے ہاتھ پر اس کے دعوے کے موافق ظاہر ہو اور اس کے ساتھ زبانی یا دلالت حال سے چیلنج بھی پایا جائے اور کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔۔۔۔ چیلنج' دعوائے رسالت ہے' یا یہ کہنا کہ کون معجزہ پیش کر سکتا ہے؟ اور جو کچھ میں لایا ہوں' اس کی مثل کوئی نہیں لا سکتا۔ یا غیر کو عاجز کرنے کے لئے اس سے مقابلہ کرنے کا مطالبہ کرنا ہے۔ مثلاً کہا جائے کہ اگر میری بات نہ مانو تو مجھ جیسا کام کر کے دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ" "اور اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی تو اس کی مثل ایک چھوٹی سی سورت لا کر دکھاؤ"۔ امام الحرمین کے قول کے مطابق چیلنج یہ ہے کہ دعوائے نبوت کے وقت دعوے کو معجزے سے منسلک کرنا ہے۔

معجزہ' عجز سے ماخوذ ہے اور وہ قدرت کے مقابل ہے۔ اصل میں اعجاز کا معنی عجز کا ثابت کرنا ہے' پھر بطور استعارہ اسے اظہار عجز کے لئے استعمال کیا گیا' پھر مجازاً اس کا اسناد سبب عجز کی طرف کیا گیا' پھر اسے سبب عجز کا اسم قرار دے دیا گیا' اور اسے معجزہ کہا گیا' لفظ حقیقةٌ کی طرح اس میں تاء۔ وصفیت سے اسمیت کی طرف نقل کے لئے ہے۔ بعض نے کہا: مبالغہ کے لئے ہے۔۔۔۔ چیلنج کے وقت رسول کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے خوارق کو معجزہ کہنا علماء کلام کی اصطلاح ہے' ان کے نزدیک چیلنج کے بغیر رسول کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے خرق عادت امر کو صرف آیت اور دلیل کہتے ہیں' لیکن آیات مجموعی حیثیت سے انبیاء کرام کے حق میں معجزہ ہیں' کیونکہ یہ آیات کثیرہ معجزہ کے ساتھ منضم ہیں' اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان سے اشارہ فرمایا: ہر نبی کو ایسی آیات عطا فرمائی گئیں جن کی مثل پر انسان ایمان لائے اور مجھے وہ وحی عطا کی گئی جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔ متکلمین کے علاوہ دیگر اجلہ ائمہ نے ایسے خوارق کو دلائل نبوت اور آیات نبوت کہا ہے' اسی لئے وہ اس موضوع پر لکھی

گئی کتابوں کا نام دلائل النبوۃ یا دلائل الاعجاز رکھتے ہیں۔ اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں' علماء کلام نے معجزہ انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے' اور اولیاء کرام کے خوارق کو کرامات کہتے ہیں۔ امام احمد وغیرہ ائمہ سلف تمام خوارق کو معجزہ کہتے ہیں' ان کے نزدیک آیت اور برہان کے الفاظ انبیاء کرام کے لئے مختص ہیں' بعض اوقات کرامات کو بھی آیات کہہ دیا جاتا ہے' کیونکہ وہ اس نبی کی حقانیت کی دلیل ہیں جس کی پیروی اس ولی نے کی ہے۔

۲ "عَلٰی صَاحِبِ خَوَارِقِ الْعَادَاتِ" عادت وہ طریقہ جاریہ ہے جس کی تبدیلی عقل کے نزدیک جائز ہے' خرق عادت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ طریقہ جاریہ' کسی ظاہری سبب کے بغیر تبدیل ہو جائے' اس جگہ وہ خوارق مراد ہیں جن کا تعلق بعثت سے ہے' مثلاً معجزات اور ارہاصات۔

نسخہ سلیمہ میں "اَلْخَوَارِقِ الْعَادَاتِ" ہے' خوارق پر بھی الف لام ہے' دوسرے بعض مستند نسخوں میں الف لام کے بغیر ہے۔

۷ "اَلْاَحْجَارُ" حجر کی جمع ہے' پتھروں نے دو طرح سلام عرض کیا (۱) قول سے یعنی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کہا (۲) فعل سے مثلاً سجدہ کیا۔

مکہ معظمہ میں پتھر حضور علیہ السلام کو سلام کرتا تھا

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ معظمہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کہا کرتا تھا' میں اب بھی اسے پہچانتا ہوں' بعض علماء نے کہا' وہ حجر اسود تھا۔ بعض نے کہا' وہ دوسرا پتھر تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں' کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ کے بعض اطراف میں جانے کا اتفاق ہوا' جو درخت اور پتھر آپ کے سامنے آیا' اس نے کہا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور اسے حَسَن قرار دیا' امام دارمی اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جبرائیل امین نے مجھے پیغام رسالت دیا تو جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتا' وہ کہتا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" ---- یہ حدیث امام بزار اور ابو نعیم نے روایت کی۔

امام ابو نعیم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے'' آپ کو سجدہ کرتا۔

۵ "اَلْاَحْجَارُ" زمین پر پیشانی رکھنے کو سجود کہا جاتا ہے' اصل میں اس کا معنی جھکنا ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ اس کا اصل معنی خضوع اور تذلل ہے۔ سَجَدَ کا معنی ہوا عاجزی اور فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ نماز کے سجدے کو اس لئے سجود کہا گیا ہے' کہ وہ انتہائی عاجزی ہے۔

شجر و حجر صرف نبی کو سجدہ کرتے ہیں

اس سے پہلے ابھی ابھی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث گزر چکی ہے۔ امام بیہقی ’دلائل النبوۃ‘ میں اور امام ترمذی ’حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے تقریباً بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ پہلا سفر شام کی طرف کیا۔ اس سفر میں آپ کا گزر بحیرا راہب کے پاس سے ہوا تو اس نے آپ کے ساتھیوں کو بتایا کہ میں نے ایک سفید بادل دیکھا جو صرف آپ پر سایہ فگن تھا اور کوئی پتھر اور درخت ایسا نہیں تھا جس نے آپ کو سجدہ نہ کیا ہو اور یہ کہ شجر و حجر صرف نبی کو ہی سجدہ کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ قافلے کے ساتھ ایک درخت کے سائے میں فروکش ہوئے تو اس کا سایہ آپ کی طرف پلٹ گیا۔ راہب نے کہا: دیکھو درخت کا سایہ آپ کی طرف پلٹ گیا ہے۔ علماء سیرت وغیرہم نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

یہ تعظیمی سجدہ تھا جو غیر مکلف نے کیا۔ بعض علماء نے کہا: کہ پہلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی محض جھکنے کا نام تھا۔ زمین پر ماتھا نہیں رکھا جاتا تھا۔ اساس (لغت کی کتاب) میں ہے کہ سجدہ کا مجازی معنی جھکنا ہے کہا جاتا ہے شَجَرَۃٌ سَاجِدَۃٌ وَسَوَاجِدُ جھکے ہوئے درخت اور اَلسَّفِیْنَۃُ تَسْجُدُ لِلرِّیَاحِ کشتی ہواؤں کے دباؤ کے آگے جھک گئی۔

درخت زمین پھاڑتا ہوا حاضر خدمت اقدس ہوا

حضرت علی ابن مرہ ثقفی فرماتے ہیں۔ ہم نے دوران سفر ایک جگہ قیام کیا۔ نبی اکرم ﷺ استراحت فرما تھے کہ ایک درخت زمین کو پھاڑتا ہوا حاضر ہوا اور آپ کو ڈھانپ لیا‘ پھر اپنی جگہ چلا گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو میں نے یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اس درخت نے اللہ تعالیٰ سے میری بارگاہ میں سلام عرض کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی۔ یہ حدیث امام بغوی نے شرح السنہ میں روایت کی ------ متعدد احادیث میں نبی اکرم ﷺ سے درختوں کے ہم کلام ہونے‘ آپ کی بارگاہ اقدس میں سلام عرض کرنے‘ آپ کی فرمانبرداری کرنے‘ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے اور پھر اپنی جگہ واپس چلے جانے اور آپ کی رسالت کی گواہی دینے کا ذکر ہے۔

۵ الازھار زھرۃ کی جمع ہے اس کا معنی ہے سبزہ اور شگوفہ‘ اس جگہ مجازی نسبت ہے۔ اصل مطلب یہ ہے کہ شگوفوں کے غلاف کھل گئے۔ من تعلیلیہ ہے‘ مراد یہ ہے کہ آپ کے نور کی برکت سے وہ شگوفے عالم وجود میں آئے جن کی شان یہ ہے کہ ان کے غلاف کھل جاتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ من ابتدائیہ ہو‘ اب مطلب یہ ہو گا کہ نبی اکرم ﷺ کے نور سے شگوفے پیدا ہوئے۔ اس سے پہلے یہ گفتگو گزر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا نور اصل کائنات ہے۔ خاص طور پر شگوفوں اور پھولوں کا ذکر ان کے حسن رنگ اور خوشبو کی بنا پر کیا گیا ہے اور اس لئے کہ ان میں جنت کی خوشبو کی ایک جھلک ہے۔

یہ حدیث کہ گلاب کا پھول نبی اکرم ﷺ یا براق کے پسینے سے پیدا ہوا تو علامہ زرکشی نے فرمایا: کہ مسند الفردوس اور ابن

فارس کی کتاب الریحان میں یہ متعدد سندوں سے مروی ہے۔ امام نووی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں' ابن عساکر نے فرمایا: یہ موضوع ہے۔۔۔۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے اسے موضوع قرار دیا۔

کھجوروں کے تین سو پودے

مُثْمِرُ الشِّمَارِ وہ ذات اقدس جن کی برکت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت و کرامت کے سبب پھل پک گئے۔۔۔۔ اس کے چھ مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) ان حضرات کی طرف اشارہ ہے جنہیں نبی اکرم ﷺ کھجور کے نر اور مادہ کے ملاپ سے منع فرمایا تو ان کی کھجوروں نے ملاپ کے بغیر پھل دیا۔ (۲) یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: کہ اپنے مولا سے اپنی آزادی کا سودا کریں۔ ان کے مولا نے کہا کہ تم تین سو کھجوروں کے پودے لگاؤ اور پھل دینے تک ان کی دیکھ بھال کرو۔ اس کے علاوہ چالیس اوقیہ سونا ادا کر دو تو تم آزاد ہو جاؤ گے۔ انہوں نے یہ تمام شرائط نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیں۔ آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ پودے لگانے میں ان کی امداد کرو اور خود آپ نے اپنے دست اقدس سے پودے لگائے۔ ان میں سے کوئی بھی ضائع نہیں ہوا' بلکہ اسی سال سب کے سب بار آور ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک پودا کسی اور نے لگایا وہ سرسبز نہیں ہوا۔ آپ نے اسے اکھیڑ کر دوبارہ لگایا تو اس نے بھی اسی سال پھل دیا۔ نیز انہیں مرغی کے انڈے برابر سونے کی ڈلی زبان اقدس پر پھیر کر دی۔ جس میں سے انہوں نے چالیس اوقیہ کی مقدار سونا تول کر اپنے مولا کو دیا اور اتنا ہی سونا ان کے پاس بچ گیا۔ (۳) تمام پھل مراد ہوں کیونکہ جو بھلائی بھی وجود میں آئی ہے' وہ آپ ہی کے سبب اور آپ ہی کی برکت سے ہے۔ خاص طور پر پھلوں کا ذکر ان کے حسن۔ ان کے خصوصی نعمت ہونے۔ خوراک کے لئے ان کی سخت حاجت ہونے اور دلوں میں ان کا شوق پائے جانے کے سبب کیا گیا ہے۔

خشک لکڑی سرسبز ہو گئی

اِخْضَرَّتْ مِنْ وَضُوْئِهِ الْاَشْجَارُ جن کے وضو کے پانی سے درخت سرسبز ہو گئے۔ وضوء واؤ کے فتحہ کے ساتھ وضو میں استعمال کیا جانے والا پانی ...... جس واقعہ کی طرف مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے' ہمارے علم میں نہیں ہے۔ صاحب مواہب نے ذکر کیا کہ خشک لکڑی نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس میں سرسبز ہو گئی اور اس کے پتے نکل آئے۔ ممکن ہے کہ صاحب مواہب نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اس کھجور کی طرف اشارہ کیا ہو جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ وہ خشک ہو گئی تھی۔ آپ نے اسے کھود کر دوبارہ لگایا تو وہ سرسبز اور بار آور ہو گئی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے واقعہ کی طرف اشارہ ہو۔

جَمِيْعُ الْاَنْوَارِ جن کے نور سے تمام حسی اور معنوی اور تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انوار پیدا ہوئے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ تَحُطُّ الْاَوْزَارُ[1] ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ

اے اللہ! اس نبی پر رحمتیں نازل فرما جن پر درود بھیجنے سے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ اے اللہ! اس نبی پر

بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ تُنَالُ مَنَازِلُ الْاَبْرَارِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ

رحمتیں نازل فرما جن پر درود بھیجنے سے نیکوں کے مرتبے حاصل کئے جاتے ہیں۔ اے اللہ! اس نبی پر

بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ يُرْحَمُ الْكِبَارُ وَالصِّغَارُ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ

رحمتیں نازل فرما جن پر درود بھیجنے سے چھوٹوں اور بڑوں پر رحم کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! اس نبی پر

بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ نَتَنَعَّمُ[2] فِيْ هٰذِهِ الدَّارِ وَفِيْ تِلْكَ الدَّارِ ○

رحمتیں نازل فرما جن پر درود بھیجنے سے ہم دنیا اور آخرت میں نعمتیں پاتے ہیں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ تُنَالُ رَحْمَةُ الْعَزِيْزِ[3] الْغَفَّارِ ○

اے اللہ! اس نبی پر رحمتیں نازل فرما جن پر درود بھیجنے سے غالب، بہت بخشنے والے کی رحمت حاصل کی جاتی ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْمَنْصُوْرِ[4] الْمُؤَيَّدِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْمُخْتَارِ[5] الْمُمَجَّدِ ○

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما اس نبی پر جنہیں نصرت و قوت دی گئی۔ اے اللہ! رحمتیں نازل فرما برگزیدہ، بزرگی دیئے گئے نبی پر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰىنَا مُحَمَّدٍ[6] ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ پر، اے اللہ! رحمتیں نازل فرما

كَانَ[7] اِذَا مَشٰى فِى الْبَرِّ الْاَقْفَرِ تَعَلَّقَتِ الْوُحُوْشُ بِاَذْيَالِهٖ ○

اس نبی پر جب وہ بے آب و گیاہ جنگل میں چلتے تھے تو وحشی جانور ان کے دامن سے لپٹ جاتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

اے اللہ! اپنے حبیب، آپ کی آل اور آپ کے صحابہ پر رحمتیں نازل فرما اور خوب خوب سلامتی نازل فرما۔

وَالْحَمْدُ[8] لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

اور تمام تعریفیں سب جہانوں کے پالنے والے اللہ کے لئے۔

[1] "الْاَوْزَارُ" "وِزْرٌ" کی جمع ہے اس کا معنی ہے گناہ کا بھاری بوجھ۔ درود پاک کا گناہوں کا کفارہ ہونا احادیث میں وارد ہے، ان میں سے کچھ اس سے پہلے فضائل میں مذکور ہو چکی ہیں۔ اس درود شریف اور آئندہ درودوں میں مجرور کو اس کے عامل سے پہلے ذکر کرنے سے مقصود حصر نہیں ہے (یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف درود شریف گناہوں کا کفارہ ہے)

مَنَازِلُ الْاَبْرَارِ وہ ذات اقدس جن پر درود بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یا جنت میں ابرار کے خصوصی مقامات حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ یہ سب نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف پیش کرنے کے فضائل میں واقع ہے۔ اس سے پہلے فضائل میں اس قسم کی کچھ حدیثیں بیان کی جاچکی ہیں' اور یہ کہ جس شخص کا مرشد نہ ہو اس کے لئے درود پاک مرشد کے قائم مقام ہے۔

اَلْكِبَارُ وَالصِّغَارُ اس کے چند مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) عمر کے لحاظ سے چھوٹے اور بڑے مراد ہوں۔ (۲) قدر و منزلت کے اعتبار سے چھوٹے اور بڑے مراد ہوں۔ (۳) رحمت کے اعتبار سے مختلف افراد مراد ہوں---- رحمت سے یا تو آخرت کی رحمت مراد ہے یا عام رحمت۔ جس میں وہ رحمت بھی داخل ہے جو دنیا میں دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح تکالیف و مصائب۔ رنج و الم اور غم و اندوہ دور کرنے اور حاجتیں بر لانے کی رحمت بھی داخل ہے اور یہ سب صحیح اور واقع ہے۔

۲؎ نَتَنَعَّمُ فِي هٰذِهِ الدَّارِ ہم دنیا میں دنیاوی نعمتیں اور ایمان و طاعت وغیرہ دینی نعمتیں حاصل کرتے ہیں۔

وَفِي تِلْكَ الدَّارِ اور ہم آخرت میں جنت کی نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل کریں گے۔ اس درود پاک کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہم درود شریف ہی سے دنیا و آخرت میں لطف اندوز ہوں گے جیسے کہ اہل محبت کی شان ہے کہ وہ محبوب کے ذکر سے۔ اس کے تصور سے اور اس کا نام لینے سے کیف و سرور محسوس کرتے ہیں۔ سیدی علی بن وفاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سَكَنَ الْفُؤَادُ فَعِشْ هَنِيْئًا يَا جَسَدُ

هٰذَا النَّعِيْمُ هُوَ الْمُقِيْمُ اِلَى الْاَبَدِ

دل پر سکون ہے' اے جسم! تو خوشگوار زندگی بسر کر یہ نعمت ہمیشہ ہمیشہ برقرار رہنے والی ہے۔

درود شریف جنت کی نعمتوں میں سے ہے

اور یہ بات آخرت میں بھی حاصل ہو گی۔ تلاوت' ذکر اور تسبیح کی طرح جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت درود شریف بھی ہو گا' یہ سب کچھ ان کے لئے سانس لینے کی طرح باعث راحت ہو گا' چونکہ آخرت دار عمل اور دار تکلیف نہیں ہے' اس لئے ان اعمال سے اجر و ثواب مطلوب نہیں ہو گا۔

۳؎ رَحْمَةُ الْعَزِيْزِ قاضی ابوبکر باقلانی کے قول کے مطابق رحمت' صفات فعلیہ میں سے ہے اور حادث ہے اور اس کا معنی احسان ہے لہٰذا یہ صفت ذاتیہ قدیمہ ہو گی جس کا ثبوت ذات باری تعالیٰ کے لئے واجب ہے۔ عبد اللہ بن سعید کے نزدیک رحمت' اللہ تعالیٰ کی سات صفات ذاتیہ کے علاوہ ایک ذاتی اور قدیم صفت ہے۔ دوسرے اور تیسرے قول کے مطابق اس کا اثر حاصل کیا جائے گا۔ لہٰذا اس جگہ یا تو مضاف (اثر) مقدر نکالا جائے یا سبب کا ذکر کرکے اس کا سبب مراد لیا جائے۔

الْعَزِيْزِ وہ ذات جس کی کوئی نظیر نہیں۔ اس کی طرف حاجت شدید ہوتی ہے۔ اس کی بارگاہ تک رسائی نہایت مشکل ہے اور اس کے جلال و جمال کی کماحقہ' تعریف سے زبانیں عاجز ہیں۔

الْغَفَّارِ جس کی مغفرت مکمل اور انتہائی درجات کو پہنچی ہوئی ہے۔

۷ الْمَنْصُوْرِ جن کی خصوصی نصرت و اعانت کی گئی۔ کیونکہ نصرت کا معنی بطور محبت امداد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں فرمایا:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ

اگر تم ان کی امداد نہ کرو تو اللہ نے ان کی امداد فرمائی۔

وَ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا

اور اللہ تمہاری شان و شوکت والی امداد فرمائے گا۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ

جب اللہ کی امداد اور فتح آئی

الْمُؤَيَّدِ جن کو قوت و تائید عطا کی گئی۔ اَيْدٌ کا معنی قوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هُوَ الَّذِیْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ' اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہاری تائید کی اپنی امداد اور مومنین سے۔

۵ الْمُخْتَارِ وہ جنہیں منتخب کیا گیا اور تمام مخلوق میں سے اعلیٰ ترین مرتبہ عطا کیا گیا۔

الْمُمَجَّدِ جیم کے فتحہ کے ساتھ اسم مفعول ہے۔ وہ جن کے افعال و کردار کو عزت و شرافت دی گئی یا وہ کہ عظیم شرافت و سیادت' کثرۃ خیر اور ہمہ گیر فضیلت کے ساتھ جن کی تعریف و توصیف کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدائشی طور پر ہر خلق عظیم عطا کیا اور ہر محترم وصف سے مزین کیا اور آپ کی تعریف میں فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

اور اے حبیب! بے شک تم عظیم خلق پر فائز ہو

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

تحقیق تمہارے پاس تم میں سے ایک عظیم رسول تشریف لایا۔ جسے تمہارا مشقت میں واقع ہونا گراں ہے۔ تم پر بڑی حرص والا مومنوں کے لئے بہت ہی مہربان رحم والا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور اے حبیب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت تمام جہانوں کے لئے۔

اس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جو وسیع فضیلت اور بلند ترین شرافت پر دال ہیں' جہاں تک آپ کے علاوہ کسی مخلوق کی رسائی نہیں ہو سکی۔

آپ کا اسم گرامی روحانی لذت کا باعث ہے

۵ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ اس سے پہلے بعض بزرگوں کا یہ قول گزر چکا ہے، نبی اکرم ﷺ کا یہ اسم گرامی تمام مسلمانوں کے نزدیک سننے میں سب سے زیادہ روحانی لذت کا باعث اور سید المرسلین ﷺ پر درود شریف بھیجنے کا سب سے زیادہ شوق دلانے والا ہے۔

۷ مَنْ كَانَ، علماء اصول کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ لفظ کان لغت اور عرف کے لحاظ سے تکرار کو نہیں چاہتا۔ البتہ ابن حاجب اور ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ یہ کسی چیز کے بار بار پائے جانے پر عرفاً دلالت کرتا ہے۔

فِي الْبَرِّ صحراء اور کھلی زمین الْأَقْفَرِ آبادی سے خالی، تَعَلَّقَتْ چمٹ جاتے الْوُحُوْشُ وَحْشٌ کی جمع، جنگل کے وہ جانور جو انسان سے مانوس نہیں ہوتے۔ بِأَذْيَالِهِ ذَيْلٌ کی جمع، ہر شے کا کنارا، چادر اور کپڑے کا لٹکنے والا حصہ۔

ابو عبد اللہ عربی فرماتے ہیں، بہت دفعہ امداد اور پناہ کا طلبگار اس شخصیت کے دامن سے لپٹ جاتا ہے جس کی پناہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پھر محض امداد اور پناہ طلب کرنے کے معنی میں استعمال کیا گیا، اگرچہ اس کے کپڑے کو نہ چھوئے۔ اس جگہ یہی معنی مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وحشی جانور نبی اکرم ﷺ کی پناہ اور امداد کے طلب گار ہوئے۔ جیسے کہ ہرنی اور حمرہ (ایک پرندہ) کی حدیث میں ہے۔ دوسری مثال اس صورت میں ہے جب پرندوں پر بھی وحشی کا اطلاق ہوتا ہو۔ یہ دونوں واقع اس سے پہلے گزر چکے ہیں۔ یہ بھی اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ لفظ کان اور اذا کسی شے کے بار بار پائے جانے پر دلالت نہیں کرتے اس لئے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ جب بھی جنگل میں تشریف لے گئے ہوں وحشی جانور آپ کے دامن اقدس سے وابستہ ہو گئے ہوں۔ ایک دو دفعہ ایسا ہونے سے یہ بات سچی ہو جائے گی۔

۵ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے کہ اس نے ہم پر احسان فرمایا اور اس نے نبی کریم ﷺ کو ہم میں مبعوث فرمایا۔ ہمیں ان کی محبت، ان پر ایمان لانے، ان کی پیروی کرنے اور ان پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کی ہدایت فرمائی اور ہمیں اس کے وسیع فضل و کرم سے قبولیت اور مقصد تک پہنچانے کی امید ہے۔

صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کا اجر

چونکہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام پیش کرنا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اس درود شریف پڑھنے والے نے اپنے درود کو اہل جنت کے آخری کلمے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) پر ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کے طفیل جنت کا اہل بنائے۔ آپ پر افضل و اطہر صلوٰۃ و سلام ہو...... یہ کیفیت درود پاک کی فصل کے پہلے چوتھائی حصے کا آخر ہے۔ تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لئے جس کے انعام سے نیکیاں پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہیں اور صلوٰۃ و سلام ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو روشن آیات اور ختم نبوت و رسالت کے ساتھ مبعوث ہوئے اور آپ کی تبعیت میں آپ کی آل، اصحاب، آپ کی جماعت اور ازواج مطہرات پر ---- اس کے بعد کیفیت صلوٰۃ کا ربع ثانی شروع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق اور امداد دینے والا ہے۔

اِبْتِدَآءُ الرُّبْعِ الثَّانِیْ

دوسرے چوتھائی حصے کی ابتدا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی حِلْمِہٖ بَعْدَ عِلْمِہٖ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اس کے حلم پر باوجود اس کے علم کے

وَعَلٰی عَفْوِہٖ بَعْدَ قُدْرَتِہٖ ○ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ

اور اس کے معاف کرنے پر باوجود قدرت کے' اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں محتاجی سے

مِنَ الْفَقْرِ اِلَّا اِلَیْکَ ○ وَمِنَ الذُّلِّ اِلَّا لَکَ وَمِنَ الْخَوْفِ

مگر تیری طرف' اور ذلیل ہونے سے مگر تیرے آگے' اور خوف سے

اِلَّا مِنْکَ ○ وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ اَقُوْلَ زُوْرًا ○ اَوْ اَغْشٰی

مگر مجھ سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں جھوٹ بولوں یا بدکاری کا ارتکاب کروں

فُجُوْرًا ○ اَوْ اَکُوْنَ بِکَ مَغْرُوْرًا ○ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ

یا تیرے فضل پر مغرور ہو جاؤں۔ اور تیری پناہ مانگتا ہوں

شَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ وَعُضَالِ الدَّآءِ وَخَیْبَۃِ الرَّجَآءِ

دشمنوں کی خوشی سے اور شدید بیماری سے اور امید کی ناکامی اور نعمت کے زائل ہونے۔

وَزَوَالِ النِّعْمَۃِ وَفُجَآءَۃِ النِّقْمَۃِ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

اور اچانک مصیبت کے آجانے سے۔ اے اللہ! رحمتیں نازل فرما

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ عَلَیْہِ وَاجْزِہٖ عَنَّا مَاھُوَ اَھْلُہٗ

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور ان پر سلامتی نازل فرما اور ہماری طرف سے انہیں وہ جزا عطا فرما

حَبِیْبُکَ ثَلٰثًا ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ

جس کے وہ لائق ہیں' تیرے حبیب ہیں (تین مرتبہ پڑھے) اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا ابراہیم علیہ اسلام پر

وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَاجْزِہٖ عَنَّا مَاھُوَ اَھْلُہٗ خَلِیْلُکَ ثَلٰثًا ○

اور ان پر سلامتی نازل فرما اور انہیں وہ جزا عطا فرما جس کے وہ لائق ہیں' تیرے خلیل ہیں (تین مرتبہ پڑھے)

ل "الحمد للہ علی حلمہ" ایک نسخے میں جس پر اعتماد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' بسم اللہ شریف کے بعد یہ عبارت ہے:

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا

اس کے بعد ہے الحمد للہ علی حلمہ اس کے علاوہ کسی نسخے میں یہ عبارت نہیں ہے۔ علی حلمہ کا معنی ہے گنہگار بندوں سے حلم کا معاملہ کرنے پر۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک حلیم کا تقاضا ہے' حلیم وہ ہے جو گنہگاروں کی نافرمانی اور حکم کی مخالفت دیکھ کر پوری قدرت کے باوجود جلدی انتقام نہ لے۔

بَعْدَ عِلْمِہٖ یعنی بعد اس کے کہ گنہگار کی نافرمانی کو جان لے اور معصیت کے جاننے کے باوجود' یہ بات نعمت پر خوشی کے اظہار اور ذکر نعمت کے مقام میں گفتگو کو طول دینے کے طور پر ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر شے کے وجود سے پہلے اور ہر معدوم کو مکمل طور پر محیط ہے۔ یہ مسئلہ اتنا واضح ہے کہ اس پر تنبیہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت حلیم

مصنف کے کلام میں اگر حلم سے مراد اس کا اثر ہو یعنی سبب کے پائے جانے کے باوجود انتقام نہ لینا اور علم کے بعد حلم کے اثر کا پایا جانا مراد ہو جیسے کہ ظاہر ہے تو کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور اگر حلم سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفت مراد ہو تو ترتیب عقلی کے لحاظ سے بعد میں ہونا مراد ہے' کیونکہ عقلی طور پر سبب کا علم پہلے ہوتا ہے اور حلم کا تصور بعد میں۔ جو شخص گنہگار کو اس لئے سزا نہیں دیتا کہ اسے اس کی نافرمانی کا علم نہیں ہے' اسے حلیم نہیں کہا جائے گا۔ حلیم تب کہلائے گا جب اسے معصیت کا علم ہو اور پھر سزا نہ دے۔ یہ اس وقت ہے جب کہا جائے کہ حلم صفات معانی میں سے ہے' یا صفات سلبیہ اور تنزیہ میں سے ہے اور اگر اسے صفات فعل و تکوین میں سے قرار دیا جائے جس کا مطلب ہے کائنات کا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادے سے صادر ہونا تو بعدیت اپنے معنی پر محمول ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم اس کے فعل سے پہلے ہے۔ ازل میں اللہ تعالیٰ کو صفت حلم سے موصوف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس صفت کا تعلق عفو اور درگزر سے ہو سکتا ہے اور اس کا وہی حکم ہو گا جو صفات معانی اور صفات سلبیہ کا ہے' جیسے کہ اس سے کچھ پہلے گزر چکا ہے' واللہ تعالیٰ اعلم

وَعَلٰی عَفْوِہٖ اور اس کے گناہوں کو مٹا دینے اور ان سے درگزر کرنے پر۔ بَعْدَ قُدْرَتِہٖ سزا دینے پر قادر ہونے کے باوجود قدرت کا معنی یہ ہے کہ چاہے تو کرے اور چاہے تو ترک کر دے۔ بعدیت کا اس جگہ وہی مطلب ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ جلدی سزا نہ دینا اور گناہوں کا معاف کر دینا احسان و انعام ہے۔ یہ حمد چونکہ احسان و انعام پر ہے' اس لئے یہ حمد بھی ہے اور شکر بھی۔

حاملین عرش آٹھ فرشتے ہیں

حلیہ میں دو تابعیوں ہارون بن راب اسدی اور حسان بن عطیہ سے مروی ہے کہ عرش کے حامل آٹھ فرشتے ہیں' دو کے بعد دیگرے حسین اور نرم آواز میں ان کلمات کا ورد کرتے ہیں۔ ان میں سے چار کہتے ہیں سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ ہم تیری پاکیزگی اور حمد بیان کرتے ہیں علم کے باوجود تیرے حلم پر۔ اور چار کہتے ہیں سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ ہم تیری پاکیزگی اور حمد بیان کرتے ہیں' قدرت کے باوجود معاف کرنے پر۔

"اِلَّا اِلَيْكَ" اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیرے سوا کسی بھی چیز کی طرف محتاج اور مجبور ہونے سے "وَ مِنَ الذُّلِّ" اس کا معنی ہے حقیر' ذلیل اور بے قدر ہونا۔ وَ مِنَ الْخَوْفِ اس کا معنی ہے کسی موجود سے ناپسندیدہ چیز کی توقع رکھنا۔ یہ تین چیزیں جن سے پناہ مانگی گئی ہے۔ سب ایمان کی کمزوری۔ غلبہ وہم اور بصیرت کے بے نور ہونے کا نتیجہ ہیں' درحقیقت ان ہی اشیاء سے پناہ مانگی گئی ہے۔

جھوٹ بولنا بڑا گناہ ہے

"اَنْ اَقُوْلَ زُوْرًا" میں تیری پناہ مانگتا ہوں جھوٹ بولنے سے' کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی قباحت بڑے شدومد سے بیان فرمائی۔ جب آپ نے کبیرہ گناہ گنتی کر کے بیان کئے تو آپ پہلے تکیہ لگا کر تشریف فرما تھے۔ پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے خبردار! اور جھوٹ بولنا۔ یہ کلمات بار بار دہرائے۔ یہاں تک کہ حاضرین نے کہا: کہ اب آپ خاموش نہیں ہوں گے اور ازراہ ہمدردی کہا: کہ کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔ زور کا معنی ہے جھوٹ بولنا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور ہر باطل اور ملمع کی ہوئی چیز۔

اَوْ اَغْشٰى فُجُوْرًا یا میں معصیت کا ارتکاب کروں۔ فجور کا معنی ہے اطاعت سے نکل جانا اور گناہوں مثلاً زنا۔ جھوٹ وغیرہ میں دلیر ہونا۔

اَوْ اَنْ اَكُوْنَ یا میں تیری بارگاہ میں مَغْرُوْرًا شیطان یا نفس امارہ کی طرف سے تیرے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا جاؤں اور تیری نافرمانی میں دلیر بنا دیا جاؤں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مغرور ہونا خسارے والوں اور غافلوں کا شیوہ ہے۔ مغرور ہونا کیا ہے؟ گناہوں اور برے کاموں میں منہمک ہو جانا' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کے باوجود شکر کا حق ادا کرنے اور گناہوں سے توبہ و استغفار کرنے کے لئے تیار نہ ہونا' مہلت کے زمانے سے فائدہ نہ اٹھانا اور سزا کے موخر کئے جانے کو اس بات پر محمول کرنا کہ وہ مستحق انعام ہے' حالانکہ یہ مکر خفی اور استدراج ہے۔

مومن کے چار دشمن

سے شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے (اصل میں اعدائی ہے) اور اعداء جمع ہے عدو کی۔ اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں' اس بات سے کہ دشمن مجھے گرفتار بلا اور مبتلائے مصیبت دیکھ کر خوش ہوں۔---- امام دیلمی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ مومن کے چار دشمن ہیں۔ (۱) مومن جو اس پر حسد کرے۔ (۲) منافق جو اسے دشمن رکھے۔ (۳) شیطان جو اسے گمراہ کرے۔ (۴) کافر جو اس سے جنگ کرے۔---- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا سب سے بڑا دشمن۔ تیرا نفس ہے۔ جو تیرے دو پہلوؤں کے درمیان ہے۔

وَعُضَالِ عین مضموم اور ضاد بغیر شد کے الدَّاءِ اس کا معنی بیماری ہے اور عُضَالُ الدَّاءِ وہ سخت بیماری جن کے علاج سے اطباء عاجز آ گئے ہوں۔ اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف کی گئی ہے' اصل میں اَلدَّاءُ الْعُضَالُ ہے' یہ ہر بدنی اور دینی' ظاہری اور باطنی بیماری کو شامل ہے۔ ان میں سے دینی بیماری زیادہ توجہ کے لائق ہے۔

وَ خَيْبَةِ الرَّجَاءِ یعنی آرزو کے حصول میں ناکامی' رجاء کا معنی ہے دل کا کسی چیز کے ساتھ متعلق ہونا اور اس کی توقع کرنا۔ اس کے لئے عمل کا پایا جانا شرط ہے' ورنہ اس امید کو اُمْنِيَّة کہا جائے گا۔ رجاء کے مقابل یاس (ناامیدی) ہے۔

وَزَوَالِ النِّعْمَه اور میں پناہ مانگتا ہوں سلب نعمت سے' نعمہ نون کے کسرہ کے ساتھ' نرمی' خوشحالی اور مسرت' بعض نے اس کی حقیقت کے بارے میں کہا: کہ ہر وہ چیز جو نفس اور طبیعت کے موافق ہو۔ بعض نے کہا: فرحتوں کی فراوانی' غموں کی دوری' مقاصد کا حصول' بیماریوں سے سلامتی اور عوارض سے محفوظ ہونا' ناشکری اور طاعت کا ادا نہ کرنا سلب نعمت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَابِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَابِاَنْفُسِهِمْ" اللہ تعالیٰ بندوں سے نعمت اور احسان و کرم سلب نہیں فرماتا جب تک کہ وہ اطاعت کی بجائے معصیت اور شکر نعمت کی بجائے کفران نعمت نہیں کرنے لگتے۔

وَ فُجَاءَةِ پہلا حرف مضموم اور الف کے بعد ہمزہ' بروزن حذافۃ' دوسری صورت یہ ہے کہ پہلا حرف مفتوح دوسرا ساکن بروزن حمزہ النِّقْمَةِ وہ شے جس میں نقصان بھی ہو اور سزا بھی فُجَاءَةِ النِّقْمَةِ کا معنی ہے عذاب کا بے خبری میں اچانک آ جانا۔

ے اَجْزِهٗ عَنَّا آپ کو ہم مسلمانوں کی طرف سے جزا' خیر عطا فرما کیونکہ آپ ہی کے ذریعے ہمیں رب کریم کی معرفت حاصل ہوئی اور آپ ہی ہماری نجات کا وسیلہ ہیں۔ مَاهُوَ اَهْلُهٗ جس اجر و ثواب کا تو نے انہیں اہل بنایا ہے۔ حَبِيْبُكَ اسے مجرور پڑھیں تو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور درمیان میں دو جملے معترضے ہیں۔ اور اگر اسے مرفوع پڑھیں تو یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے' اصل میں هُوَ حَبِيْبُكَ ہے۔ اس وقت یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ثَلَاثًا یہ کلمات تین مرتبہ کہو۔

وَ اَجْزِهٗ عَنَّا اور ابراہیم علیہ السلام کو امت محمدیہ کی طرف سے جزاء خیر عطا فرما' کیونکہ وہ جد الانبیاء ہیں' اور ہم ان کی ملت کے پیروکار ہیں اور انہوں نے اس امت کا نام مسلمین رکھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَ رَحِمْتَ

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل پر جیسے تو نے

وَبَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○

رحمتیں، مہربانیاں اور برکتیں نازل فرمائیں ہمارے آقا ابراہیم پر تمام جہانوں میں، بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگی والا ہے۔

عَدَدَ خَلْقِکَ [1] وَرِضٰی نَفْسِکَ وَزِنَةَ عَرْشِکَ وَمِدَادَ کَلِمَاتِکَ ○

اپنی مخلوق کی تعداد، اپنی ذات کی رضا، اپنے عرش کے وزن اور اپنے کلمات کی سیاہی کے مطابق

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ ○

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان لوگوں کی تعداد میں جنہوں نے آپ پر درود بھیجا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْهِ ○

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان لوگوں کی تعداد میں جنہوں نے آپ پر درود نہیں بھیجا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا صُلِّیَ عَلَیْهِ ○

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان درودوں کی تعداد میں جو آپ پر بھیجے گئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَضْعَافَ مَا صُلِّیَ عَلَیْهِ ○

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان درودوں سے کئی گنا زیادہ جو آپ پر بھیجے گئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُهٗ ○

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما جن کے آپ لائق ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی [2] لَهٗ ○

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما جسے تو محبوب رکھتا ہے اور ان کے لئے تو پسند فرماتا ہے۔

اَلْحِزْبُ الثَّالِثُ فِیْ یَوْمِ الْاَرْبَعَآءِ

تیسرا حزب بدھ کے دن

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ [3] وَ عَلٰی جَسَدِهٖ فِی الْاَجْسَادِ

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح پر روحوں میں اور آپ کے جسد اقدس پر جسموں میں

وَ عَلٰی قَبْرِہٖ فِی الْقُبُوْرِ ۲ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلِّمْ ○

اور آپ کے مزار انور پر قبروں میں اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر اور سلامتی نازل فرما۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ ○

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جب بھی یاد کرنے والے آپ کو یاد کریں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغٰفِلُوْنَ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما جب بھی غفلت والے آپ کے ذکر سے غفلت کریں۔

۱ عَدَدَ خَلْقِکَ یعنی جتنی تیری مخلوق ہے جوہر ہو یا عرض، جن ہو یا بے جان، بسیط ہو یا مرکب، عالم غیب میں ہو یا شہادت میں۔ ماضی میں ہو یا حال اور مستقبل میں۔

عَدَدَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ ان لوگوں کی تعداد میں جنہوں نے آپ پر زبان سے درود بھیجا۔ زبان سے بھیجنے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اس میں درود نہ بھیجنے والوں کا بھی ذکر ہے جب کہ زبان حال سے تو ہر موجود آپ پر درود بھیجنے والا ہے۔

۲ "وَ تَرْضٰی لَہٗ" یہ ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے۔ محبت اور رضا کا معنی ایک ہے۔---- دوسرا حزب ختم ہوا۔

خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت شفاعت کا سبب ہے

۳ فِی الْاَرْوَاحِ یعنی وہ روحیں جن پر ہم درود بھیجتے ہیں۔ اے اللہ! تو ان میں نبی اکرم ﷺ کی روح انور پر رحمت نازل فرما۔ یا یہ مطلب ہے کہ اے اللہ! ان روحوں میں سے آپ کی روح اقدس پر خصوصی رحمت نازل فرما۔--- یہاں سے تیرا حزب شروع ہو رہا ہے۔ حضرت جر، ابن فاکہانی اور ابن وداعہ نے حدیث کے حوالے سے اس درود پاک کا ذکر کیا۔ فاکہانی کہتے ہیں کہ جو شخص ان کلمات سے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے گا اسے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہو گی۔ حضرت جر اور ابن وداعہ کی روایت میں ہے جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ قیامت کے دن میری زیارت کرے گا اور جسے قیامت کے دن میری زیارت نصیب ہوئی۔ میں اس کی شفاعت کروں گا اور جس خوش بخت کو میری شفاعت حاصل ہو گی، وہ میرے حوض سے پانی پئے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا جسم آگ پر حرام فرما دے گا۔ حضرت جر نے کتاب القربۃ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی۔

خواب میں زیارت کے لئے درود شریف

اَعْمَالُ الصَّفَاءِ فِیْ فَضْلِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمُصْطَفٰی میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے جو شخص یہ درود شریف پڑھے اسے خواب میں میری زیارت کی سعادت حاصل ہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ، وَ صَلِّ عَلٰی
جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ، وَ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی
الْقُبُوْرِ، اَللّٰھُمَّ اَبْلِغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنِّیْ تَحِیَّةً وَّسَلَامًا

حافظ دمیاطی نے یہ حدیث عمل الیوم واللیلہ میں بیان کی۔

؎ "فِی الْقُبُوْرِ" مطلب یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی روح انور، جسم اطہر اور روضۂ اقدس پر رحمت و کرم کی بارش نازل فرما۔ جن روحوں پر اس جگہ درود بھیجا گیا ہے ان سے فرشتوں اور اہل ایمان جنوں اور انسانوں کی روحیں مراد ہیں۔ اجسام سے اہل ایمان انسانوں کے اجسام اور قبروں سے انہی کی قبریں مراد ہیں۔

وَسَلِّمْ یہ فعل دعا ہے، اس کا عطف صَلِّ پر ہے، اس لئے اس کے لام کے نیچے کسرہ ہے اور میم ساکن ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

اے اللہ! رحمتیں اور برکت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نبی امی،

وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ صَلٰوةً

آپ کی ازواج مطہرات امہات المومنین، آپ کی اولاد اور اہل بیت پر،

وَّسَلَامًا لَّا یُحْصٰی ؎ عَدَدُهُمَا وَلَا یُقْطَعُ مَدَدُهُمَا

اتنی رحمتیں اور سلام جن کا شمار نہ کیا جا سکے اور جن کی زیادتی منقطع نہ ہو،

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَآ اَحَاطَ بِهٖ عِلْمُكَ

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان اشیاء کی تعداد میں جنہیں تیرے علم نے احاطہ کیا

وَاَحْصَاهُ كِتَابُكَ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًی وَّلِحَقِّهٖ اَدَآءً

اور تیری کتاب نے ضبط کیا، ایسی رحمتیں جو تیری رضا کا باعث اور ان کے حق کی ادائی ہوں،

وَّاَعْطِهِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ وَابْعَثْهُ

اور آپ کو مقام وسیلہ، فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما اور

اَللّٰھُمَّ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَاهُوَ اَهْلُهٗ

اے اللہ! آپ کو مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے،

وَعَلٰی جَمِیْعِ ؎ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ

اور ہماری طرف سے آپ کو وہ جزا عطا فرما جس کے آپ لائق ہیں اور آپ کے بھائیوں انبیاء پر اور صدیقین، شہیدوں

وَالصَّالِحِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَنْزِلْهُ

اور اولیاء پر، اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور آپ کو

الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ۝

قرب والی منزل پر قیامت کے دن فائز فرما، اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

اَللّٰهُمَّ تَوِّجْهُ بِتَاجِ الْعِزِّ وَالرِّضَا وَالْكَرَامَةِ ۝ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ

اے اللہ! آپ کو عزت، خوشنودی اور کرامت کا تاج عطا فرما، اے اللہ!

لِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَا سَاَلَكَ لِنَفْسِهٖ وَاَعْطِ لِسَيِّدِنَا

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جو کچھ تجھ سے اپنے لئے مانگا

مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَا سَاَلَكَ لَهٗ اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِكَ وَاَعْطِ لِسَيِّدِنَا

اس کا افضل انہیں عطا فرما اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو وہ افضل مرتبہ عطا فرما جو تیری مخلوق میں سے

مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَا اَنْتَ مَسْئُوْلٌ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝

کسی نے آپ کے لئے تجھ سے طلب کیا اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو وہ افضل مقام عطا فرما جو تجھ سے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ سَيِّدِنَا اٰدَمَ وَ سَيِّدِنَا

قیامت تک مانگا جائے گا، اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ، ہمارے آقا حضرت آدم،

نُوْحٍ وَّ سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ وَ سَيِّدِنَا مُوْسٰى وَ سَيِّدِنَا عِيْسٰى

ہمارے آقا حضرت نوح، ہمارے آقا حضرت ابراہیم، ہمارے آقا حضرت موسیٰ، ہمارے آقا حضرت عیسیٰ

وَمَا بَيْنَهُمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ

اور ان انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جو ان کے درمیان تھے، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں

وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ ثَلٰثًا ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

اور سلامتی ان سب پر (تین مرتبہ پڑھیں) اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے جد امجد

اَبِيْنَا سَيِّدِنَا اٰدَمَ وَ اُمِّنَا سَيِّدَتِنَا حَوَّآءَ صَلٰوةَ

سیدنا آدم اور ہماری ماں سیدہ حواء پر، اپنے فرشتوں کا درود، اور انہیں خوشنودی عطا فرما

مَلٰئِكَتِكَ وَاَعْطِهِمَا مِنَ الرِّضْوَانِ حَتّٰى تُرْضِيَهُمَا وَاجْزِهِمَا

یہاں تک کہ تو انہیں راضی کر دے اور انہیں جزا عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ اَفْضَلَ مَاجَازَيْتَ بِهٖ اَبًا وَّ اُمًّا عَنْ وَّلَدَيْهِمَا○

اے اللہ! وہ افضل جزاء جو تو نے کسی باپ اور ماں کو ان کی اولاد کی طرف سے عطا فرمائی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا جِبْرِيْلَ وَسَيِّدِنَا مِيْكَائِيْلَ وَسَيِّدِنَا اِسْرَافِيْلَ

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا جبرائیل، ہمارے آقا میکائیل، ہمارے آقا اسرافیل،

وَسَيِّدِنَا عِزْرَائِيْلَ وَحَمَلَةِ الْعَرْشِ[۹] وَعَلَى الْمَلٰئِكَةِ وَالْمُقَرَّبِيْنَ

ہمارے آقا عزرائیل علیہم السلام پر اور عرش کے اٹھانے والوں پر فرشتوں پر اور مقربین پر

وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ

اور تمام انبیاء و مرسلین پر علیہم السلام، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی نازل ہو ان سب پر (تین مرتبہ پڑھیں)

اَجْمَعِيْنَ ثَلٰثًا○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا عَلِمْتَ[۱]

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان اشیاء کی تعداد میں جنہیں تو جانتا ہے اور ان چیزوں کی

وَمِلْءَ مَا عَلِمْتَ وَزِنَةَ مَا عَلِمْتَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ○

پُر کے برابر جو تیرے علم میں ہیں اور ان چیزوں کے وزن کے برابر جو تیرے علم میں ہیں اور اپنے کلمات کی سیاہی کے برابر

[۱] لَا يُحْصٰى عَدَدُهُمَا ای ایسے صلوٰۃ و سلام کہ ان کی گنتی کبھی انتہاء کو نہ پہنچے کہ ان کا سلسلہ کہیں ختم ہی نہ ہو۔
وَلَا يَنْقَطِعُ مَدَدُهُمَا اور ان کی زیادتی کہیں منقطع نہ ہو۔
تَكُوْنُ لَكَ رِضًا وَّ لِحَقِّهٖ اَدَاءً ایسا درود پاک کہ تیری رضا کا باعث اور نبی اکرم ﷺ کے حق کی ادائی کا ذریعہ ہو۔ یہ وہ درود شریف ہوگا جو محبت، شوق، تعظیم، اخلاص اور دل کی تمام تر توجہ سے ہو، جسے تو اپنے فضل سے قبول فرمائے۔

[۲] وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ اس کا عطف عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ پر ہے، یہ وہی درود شریف ہے جو حزب رابع کی ابتدا میں آرہا ہے۔ یہ قوت القلوب، احیاء العلوم اور کفایہ سے منقول ہے۔ ان کتابوں میں کلمات طیبات اس طرح ہیں وَ صَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ یعنی لفظ صَلِّ دوبارہ لایا گیا ہے۔
مِنْ بیانیہ ہے، اس کا ترجمہ یعنی کیا جا سکتا ہے۔ اَلنَّبِيِّيْنَ انبیاء علیہم السلام کا نبی اکرم ﷺ کے لئے بھائی ہونا معروف ہے اور احادیث میں اس کی تصریح آ چکی ہے۔ وَالصِّدِّيْقِيْنَ کا عطف نَبِيِّيْنَ پر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا وہ بھی آپ کی اخوت کے حامل ہوں

گے، اسی طرح بعد میں آنے والے معطوف، شہداء اور صالحین، ان سب حضرات کی اخوت، اللہ تعالیٰ پر ایمان۔ اس کی محبت، اس کی رضا کے لئے محبت، تقویٰ و صلاح اور آیت مبارکہ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ میں ذکر کے اعتبار سے ہے۔ اس لحاظ سے وہ سب اخوت کے حامل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے مومنوں کو اخوت کے عنوان سے یاد کرکے سرفراز فرمایا ہے۔ امام مسلم کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا دل چاہتا ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے، صحابہ کرام نے عرض کیا: کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا: تم تو میرے صحابہ ہو۔ ہمارے بھائی وہ ہیں جو بعد میں آئیں گے۔ امام احمد، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے ان بھائیوں سے ملاقات کرتا جو مجھ پر ایمان لائے۔ لیکن میری زیارت سے مشرف نہیں ہو سکے۔[1]

دوسرا احتمال یہ ہے کہ الصِّدِّيْقِيْنَ کا عطف اِخْوَانِهٖ پر ہو، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دیگر انبیاء کرام کی اخوت، باقی مومنوں کی اخوت سے خاص ہے، کیونکہ انبیاء کرام آپ کے ساتھ مطلق ایمان سے زیادہ خاص وصف، یعنی نفس نبوت میں شریک ہیں۔

صِدِّيْقِيْنَ صدق سے مشتق اور صِدِّيْقٌ کی جمع ہے اور وہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ (بہت ہی سچا) بعض نے کہا: کہ تصدیق سے مشتق ہے۔ بعض نے اسے صداقت (دوستی) سے مشتق قرار دیا۔ مبالغہ دو طرح ہو سکتا ہے۔ (۱) وصف کی کثرت اور قوت کے لحاظ سے (۲) وصف کے دوام کے اعتبار سے ---- واللہ تعالیٰ اعلم

؎ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ایک نسخے میں "وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ" کا اضافہ ہے، ایک نسخے میں وَ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ہے ایک تیسرے نسخے میں کسی جگہ بھی لفظ سَيِّدِنَا نہیں ہے، نہ پہلے اور نہ بعد۔

؎ الْمُنْزَلَ الْمُقَرَّبَ، مُنْزَل میم مضموم اور زاء مفتوح، باب افعال سے اسم ظرف، اور اگر مَنْزِل میم مفتوح اور زاء مکسور ہو تو یہ ثلاثی مجرد سے ظرف مکان ہے۔ الْمُقَرَّبَ نسخہ سہلیہ میں راء مشدد مفتوح، اسم مفعول، یہ نسبت مجازی ہے۔ مراد یہ کہ اس مقام کی حامل شخصیت مقرب ہو گی۔ دوسرے نسخوں میں راء مکسورہ ہے اور لفظ مِنْكَ زائد ہے۔ اب معنی یہ ہو گا تجھ سے قریب کرنے والی منزل، اس وقت بھی نسبت مجازی ہے۔ حقیقتاً قریب کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اس کا تعلق اَنْزِلْ سے ہے یا مقرب سے۔ اس جگہ قرب مکانی مراد نہیں، بلکہ رتبہ اور منزلت کا قرب مراد ہے۔

---

[1] یہ سرکار دوعالم ﷺ کا کمال کرم ہے کہ اپنے مشتاق زیارت غلاموں کو بھائی کے عنوان سے یاد فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی مرتضیٰ، دیگر صحابہ کرام، ازواج مطہرات، بنات طاہرات نے خطاب کیا تو یا رسول اللہ کہہ کر، ذکر کیا تو رسول اللہ کے عنوان سے، ہمیں یہ بات قطعاً زیب نہیں دیگی کہ ہم کہیں "ان پر وحی نازل ہوتی، تھی ہم پر نہیں ہوتی لہٰذا وہ بڑے بھائی ہوئے اور ہم ان کے چھوٹے۔" جیسے کہ تقویۃ الایمان میں ہے ع ایاز قدر خویش بشناس ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ ۱۲ قادری۔

درود شفاعت

امام طبرانی نے معجم کبیر میں، امام احمد، بزار اور ابن ابی عاصم نے السنہ میں حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ درود شریف روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں جو شخص یہ درود شریف پڑھے، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ مِنْكَ" ایک روایت میں ہے "اَلْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" اے اللہ! محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما اور انہیں اپنی بارگاہ میں منزل قرب عطا فرما۔ انہیں قیامت کے دن اپنی بارگاہ میں مقام قرب عطا فرما..... ابن کثیر نے کہا: اس کی سند حسن ہے۔

ھ اَللّٰهُمَّ تَوِّجْهُ اے اللہ! انہیں عزت، رضا اور کرامت کا تاج خلافت پہنا۔ نسخہ سہلیہ اور بعض دیگر نسخوں میں لفظ اَلْعِزِّ نہیں ہے۔ جب کہ بعض معتمد نسخوں میں موجود ہے۔

تاج سے مراد کیا ہے؟ اس میں دو احتمال ہیں۔ (۱) تاج کا معروف اور محسوس معنی مراد ہو جو عزت و کرامت کا حامل ہو۔ باہمی خصوصیت کو ظاہر کرنے کے لئے تاج کی اضافت عزت کی طرف کی گئی ہے۔ جیسے قَلْبُ صَنَوْبَرٍ لِسَانُ صِدْقٍ اور يَدُ الْجُوْدِ میں ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ آپ کو خصوصی عزت عطا فرمائے جو شرافت اور ظہور میں تاج ایسی ہو۔ اس وقت مشبہ بہ کی اضافت مشبہ کی طرف ہوگی۔ جیسے ذَهَبُ الْاَصِيْلِ سونے ایسی جڑ، وَلُجَيْنُ الْمَاءِ چاندی ایسا پانی، ایک شاعر نے کہا:

وَالرِّيْحُ تَعْبَثُ بِالْغُصُوْنِ وَقَدْ جَرٰى ۔۔۔ ذَهَبُ الْاَصِيْلِ عَلٰى لُجَيْنِ الْمَاءِ

ہوا ٹہنیوں سے کھیل رہی ہے، حالانکہ عصر کے بعد کی سونے ایسی دھوپ چاندی ایسے پانی پر پھیلی ہوئی ہے۔

ئے "لِنَفْسِهٖ" اے اللہ! تیرے حبیب مکرم ﷺ نے اپنے لئے جن بلند مقامات شریفہ اور عالی قدر مراتب کی دعا کی اس دعا کو قبول فرما اور آپ کو افضل و اعلیٰ، بلند اور معزز مقام پر فائز فرما۔

اَفْضَلَ مَا سَاَلَكَ لَهٗ اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِكَ اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو وہ اعلیٰ ترین منصب عطا فرما جو ہماری اس درخواست سے پہلے کسی مخلوق نے آپ کے لئے طلب کیا ہو۔

"وَاَعْطِ لِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَا اَنْتَ مَسْئُوْلٌ لَّهٗ" اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عزت و شرافت کا وہ اعلیٰ ترین مقام عطا جو آپ کے لئے تجھ سے اس وقت یا قیامت تک طلب کیا جانے والا ہے۔ علامہ خفاجی نے فرمایا: یہ ایک تعمیم کے بعد دوسری تعمیم ہے۔ شفاء شریف میں ہے کہ حضرت وہیب ابن الورد یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ حضرت اقلیشی نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں فرمایا: کہ وہیب ابن الورد، ابدال میں سے تھے۔

ئے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰدَمَ" وہ ابو البشر ہیں "وَنُوْحٍ" وہ ابو البشر اصغر ہیں، کیونکہ ان کی اولاد ہی باقی رہی اور وہ زمین والوں کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں۔ "وَاِبْرَاهِيْمَ" وہ عرب و عجم کے جمہور یہود و نصاریٰ اور ان کے ماسوا اور ہمارے نبی اکرم ﷺ کے جد امجد ہیں۔ "وَ مُوْسٰى" اللہ تعالیٰ کے کلیم، جلیل القدر رسول اور تمام بنی اسرائیل کے رسول، امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد ان کی امت سب سے بڑی امت ہے۔ ان کی طرف منسوب کتاب۔ توراۃ

اب تک موجود ہے (لیکن اس میں تحریف کی جاچکی ہے) اسی طرح ان کی طرف اپنی نسبت کرنے والی قوم بھی آج تک باقی ہے "وَ عِیۡسٰی" حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ان کی طرف منسوب کتاب اور قوم آج تک باقی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی یہ خصوصیت یہ ہے کہ انہیں آدم علیہ السلام کی طرح مٹی سے پیدا کیا گیا (دونوں باپ کے بغیر پیدا ہوئے) اسی سبب سے ان کے بارے میں خدا کا بیٹا ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا گیا۔

اولوالعزم رسل چار ہیں

بیان مذکور سے خاص طور پر ان حضرات کا ذکر کرنے اور صرف ان کا ذکر کرنے کی وجہ معلوم ہو گئی' پھر یہ حضرات اکابر انبیاء اور مشاہیر ہیں۔ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بقول ابن عطیہ و مجاہد یہ حضرات سوائے آدم علیہ السلام کے اولوالعزم رسل ہیں۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں اولوالعزم رسل چار ہیں۔ حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت داؤد' حضرت عیسیٰ علیہم السلام' عزم کا معنی صبر ہے اور اصل میں اس کا معنی کسی شے کا پختہ ارادہ کرنا ہے۔ بغوی نے اس کا معنی نفس کا کسی فعل پر آمادہ کرنا بیان کیا۔ کشاف میں ہے وہ نو حضرات ہیں۔ حضرت نوح' ابراہیم' اسحاق' یعقوب' یوسف' موسیٰ' ایوب' داؤد' اور عیسیٰ علی نبینا و علیہم السلام۔

بعض حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء

وَمَا بَیۡنَہُمۡ مِنَ النَّبِیِّیۡنَ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ اور ان انبیاء و مرسلین پر جو ان کے درمیان تھے' ظاہر ہے کہ تمام انبیاء کرام ان حضرات کے درمیان تھے' لہٰذا ان میں سے کوئی بھی خارج نہیں ہو گا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ان کے صاحبزادے اور وصی حضرت شیث علیہ السلام تھے۔ آج تمام انسانوں کا نسب ان ہی سے جا کر ملتا ہے۔ ان کے بعد حضرت ادریس' پھر حضرت نوح' پھر حضرت ہود' پھر حضرت صالح' پھر حضرت ابراہیم' حضرت ذوالقرنین' حضرت لقمان حکیم' حضرت خضر' حضرت لوط' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت ابراہیم کے بعد حضرت شعیب' حضرت یعقوب اور حضرت یوسف اور ان کے بعد حضرت موسیٰ بن میشا' پھر حضرت موسیٰ ابن عمران اور ان کے بھائی حضرت ہارون' پھر حضرت یوشع اور حضرت یسع۔ بعض نے کہا کہ وہی حضرت یوشع ہیں' بعض نے کہا: وہ دوسرے نبی ہیں۔ حضرت عزیز' پھر حضرت یوفنا' پھر حضرت حزقیل' پھر حضرت الیاس' پھر حضرت شمویل' پھر حضرت داؤد' پھر حضرت سلیمان' پھر حضرت ایوب' پھر حضرت یونس ابن متی' پھر حضرت شعیب' پھر حضرت زکریا اور حضرت ذوالکفل' بعض نے کہا: وہ حضرت الیاس ہی ہیں۔ بعض نے کہا: حضرت زکریا ہیں' بعض نے کہا: ان دونوں سے علیحدہ ہیں۔ پھر حضرت یحیٰ' حضرت عیسیٰ' حضرت ارمیان اور حضرت دانیال علی نبینا و علیہم السلام' یہ حضرات ہیں۔ جن کے نام معلوم ہیں۔ ان میں سے بعض کے نبی ہونے میں اختلاف ہے۔ یہ تمام نام سریانی زبان کے ہیں یا عبرانی یا عربی۔ ان میں سے عرب یہ ہیں۔ حضرت ہود' حضرت صالح' حضرت اسماعیل' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وسلم۔

انبیاء کرام کی تعداد

تمام انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو فرمایا: "مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ" ان میں سے بعض وہ ہیں جو تمہیں بیان کئے اور بعض کا اس سے پہلے بیان نہیں ہوا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔ ایک روایت میں تین سو پندرہ ہیں۔ یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں' ابن حبان نے اپنی صحیح میں' امام طبرانی نے معجم اوسط میں' حاکم نے مستدرک میں آجری نے اربعین میں' ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں' ابوداؤد طیالسی اور بزار نے اپنی اپنی مسند میں اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کی۔ ان سب حضرات نے یہ حدیث، ابراہیم بن ہشام بن یحییٰ غسانی اور ابوادریس خولانی وغیرہ کی سند سے روایت کی۔

ثلاثا یہ لفظ بعض نسخوں میں ثابت ہے اور بعض نسخوں میں موجود نہیں' البتہ! حاشیے میں موجود ہے۔ حضرت مصنف کے خادم سیدی محمد امین نے حاشیے میں لکھا کہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے یہ درود شریف تین مرتبہ پڑھا اس نے گویا پوری کتاب پڑھ لی۔

۵ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اَبِیْنَا" یہ درود شریف بعض نسخوں میں واقع ہے۔ ایک نسخہ جس کے مالک کا کہنا ہے کہ یہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے' اس کے حاشیہ میں ہے کہ یہ درود شریف شیخ کے نسخہ میں نہیں ہے۔ پھر مجھے مصنف کے بعض متبعین کا ایک قدیم نسخہ ملا جس میں اس درود شریف کے لکھنے والے کا نام لکھا ہوا تھا۔

صَلٰوةَ مَلٰٓئِكَتِكَ یعنی جس طرح تو نے فرشتوں پر رحمت نازل کی۔ یہ اضافت معنوی لحاظ سے مفعول بہ کی طرف ہے "عَنْ وَلَدَيْهِمَا" یعنی جس طرح تو نے کسی بھی باپ کو اس کی اولاد کی طرف سے اور کسی بھی ماں کو اس کی اولاد کی طرف سے جزا عطا کی۔

۶ وَحَمَلَةِ الْعَرْشِ حَامِلٌ کی جمع' اٹھانے والے' حدیث شریف میں ہے آج عرش کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ اٹھائیں گے۔ یہ حدیث ابن جریر نے حضرت ابن زید سے مرفوعا روایت کی۔ ارشاد باری تعالیٰ "وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ" (قیامت کے دن ان کے اوپر تیرے رب کے عرش کو آٹھ اٹھائیں گے) کی تفسیر میں ابن جریر' ابن منذر اور ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ عرش کو فرشتوں کی آٹھ صفیں اٹھائیں گی۔ کل فرشتوں کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

وَعَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْمُقَرَّبِيْنَ اور تمام فرشتوں اور خصوصا ان میں سے مقربین پر رحمتیں نازل فرما۔
وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ بعض نسخوں میں یہ اضافہ ہے۔ "وَعَلٰى جَمِيْعِ عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ وَالْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ" اور اللہ تعالیٰ کے تمام صالحین بندوں اور انبیاء و مرسلین پر۔

؎ عَدَدَ مَا عَلِمْتَ تیرے معلومات کی گنتی' ان کی پری اور ان کے وزن کے برابر' یہ اسی طرح ہے جیسے مصنف نے فرمایا: عَدَدَ مَا عَلِمْتَ اور اس کا مطلب اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً مَّوْصُوْلَةً بِالْمَزِیْدِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی

اے اللہ! ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ پر وہ رحمتیں نازل فرما جو کبھی منقطع نہ ہوں اور نہ کبھی فنا ہوں' اے اللہ! رحمتیں

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً لَّا تَنْقَطِعُ[1] اَبَدَ الْاٰبَادِ وَلَا تَبِیْدُ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی

نازل فرما ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ پر وہ خاص رحمتیں جو تو نے اپنے حبیب پر نازل فرمائیں اور ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَاتَكَ الَّتِیْ صَلَّیْتَ عَلَیْهِ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَلَامَكَ

پر وہ خاص رحمتیں جو تو نے اپنے حبیب پر نازل فرمائیں اور ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ پر وہ خاص سلامتی نازل فرما جو تو نے

الَّذِیْ سَلَّمْتَ عَلَیْهِ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

آپ پر نازل فرمائی اور ہماری طرف سے آپ کو وہ جزا عطا فرما جس کے آپ لائق ہیں' اے اللہ! ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ پر

صَلٰوةً تُرْضِیْكَ وَتُرْضِیْهِ وَتَرْضٰی بِهَا عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی

وہ رحمتیں نازل فرما جو تجھے راضی کریں اور تو آپ کو راضی کرے اور ان کے وسیلے سے تو ہم سے راضی ہو جائے' وہ رحمتیں

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِكَ[2] وَمَعْدِنِ اَسْرَارِكَ وَلِسَانِ حُجَّتِكَ

جس کے آپ اہل ہیں' اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو تیرے انوار کا سمندر' تیرے رازوں کی

وَعَرُوْسِ مَمْلُكَتِكَ وَاِمَامِ حَضْرَتِكَ وَطِرَازِ مُلْكِكَ وَخَزَآئِنِ رَحْمَتِكَ

کان' تیری محبت کی زبان' تیرے ملک کا دولہا' تیری بارگاہ کے امام' تیرے ملک کی زیب و زینت' تیری رحمت کے خزانے'

وَطَرِیْقِ[3] شَرِیْعَتِكَ الْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِیْدِكَ اِنْسَانِ عَیْنِ[4] الْوُجُوْدِ

تیری شریعت کا راستہ' تیری توحید سے لطف اندوز ہونے والے' وجود کی آنکھ کی پتلی

وَالسَّبَبِ[5] فِیْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ

ہر ممکن موجود کا سبب'

مَوْصُوْلَةً اسم مفعول ہے جس کا مطلب ہے ایک ایسی چیز جو دوسری سے ملائی گئی ہو۔ بِالْمَزِیْدِ اس کا معنی زیادتی ہے' یعنی وہ رحمت زیادتی کے ساتھ ملائی گئی ہو اور ختم ہونے میں نہ آئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ رحمتیں یکے بعد دیگرے پے در پے نازل ہوں۔

لَا يَنْقَطِعُ ایسا درود جو کبھی ختم نہ ہو، بلکہ اَبَدَ الْاٰبَادِ ہمیشہ ہمیشہ جاری ہے۔

اَلَّتِیْ صَلَّیْتَ عَلَیْهِ وہ رحمت جو تو نے اپنے حبیب ﷺ پر بھیجی، یعنی اس کی تجدید فرما۔ اس رحمت سے بعینہا وہ رحمت مراد نہیں جو زمانہ ماضی میں نازل فرمائی گئی، کیونکہ وہ تو حاصل ہو چکی اور مطالبہ اس چیز کا کیا جاتا ہے جو حاصل نہ ہو، بلکہ رحمت کی جنس مراد ہے۔ حضرت مصنف نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ حضور پر وہ رحمت نازل فرمائے جو اس سے پہلے آپ پر نازل فرمائی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم اور تمام مخلوق میں سے منتخب ہستی پر وہی رحمت نازل فرمائی ہوگی، جو اعلیٰ اور اکمل ہوگی اور آپ کی ذات اقدس کے شایان شان ہوگی۔ ﷺ۔

بِحَرِ اَنْوَارِكَ بعض حضرات نے فرمایا: یہ درود شریف "یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ" تک ایک پتھر پر قلم قدرت سے لکھا ہوا پایا گیا۔ بعض اکابر اولیاء سے مروی ہے کہ یہ درود شریف چودہ ہزار درود پاک کے برابر ہے۔

وَطِرَازِ مُلْكِكَ طراز اس پھول بوٹے کو کہتے ہیں جو کپڑے پر کاڑھا جاتا ہے۔ ملک کو بنائی اور زیب و زینت میں کپڑے سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے لئے کپڑے کا لازم یعنی طراز ثابت کیا گیا ہے، اور نبی اکرم ﷺ کے لئے طراز کا لفظ مجازاً استعمال کیا گیا ہے۔ وجہ شبہ زیب و زینت ہے، پھول بوٹے کپڑے کی زینت ہوتے ہیں اور انہیں پر شوق نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے وجود کو زینت عطا فرمائی۔ آپ سارے جہان کی روح، سر، زیبائی، رعنائی، نور اور چمک ہیں۔

ایک دوسرے درود شریف میں ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی عَیْنِ الْعِنَایَةِ وَ طِرَازِ الْحُلَّةِ وَعَرُوْسِ الْمَمْلَكَةِ وَلِسَانِ الْحُجَّةِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ عَدَدَ مَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

اے اللہ! رحمت نازل فرما سراپا رحمت، زینت لباس وجود، کائنات کے دولھا، دلیل کی زبان سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر، آپ کا ذکر کرنے والوں اور آپ کے ذکر سے غافل رہنے والوں کی تعداد میں۔

سیدی علی بن وفاء کے درود شریف میں ہے عَیْنِ الرَّحْمَةِ الرَّبَّانِیَّةِ وَبَهْجَةِ الْاِخْتِرَاعَاتِ الْاَكْوَانِیَّةِ جو ربانی رحمت کا عین اور زینت مخلوقات ہیں۔

شیخ ابوالمواہب تونسی کے درود شریف میں ہے عَرُوْسِ الْمَمْلَكَةِ الرَّبَّانِیَّةِ وَبَهْجَةِ الْاِخْتِرَاعَاتِ الْاَكْوَانِیَّةِ ملک الٰہی کے دولھا اور زینت مخلوقات۔

وَخَزَائِنِ رَحْمَتِكَ جمع ہے خزانہ کی خاء کے نیچے زیر، جہاں مال و متاع اور خوراک محفوظ کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہان کو عطا کی جانے والی رحمتوں کا خزانہ ہیں، جسے بھی رحمت ملتی ہے، اسے آپ ہی کے خزانوں اور آپ ہی کے ہاتھوں سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ ابوالحسن محمد بکری، صدیقی مصری پر رحمتیں نازل فرمائے، وہ فرماتے ہیں۔

مَا اَرْسَلَ الرَّحْمٰنُ اَوْ يُرْسِلُ — مِنْ رَّحْمَةٍ تَصْعَدُ اَوْ تَنْزِلُ

فِيْ مَلَكُوْتِ اللّٰهِ اَوْمُلْكِهٖ مِنْ كُلِّ مَايَخْتَصُّ اَوْيَشْمِلُ
اِلَّا وَطٰهَ الْمُصْطَفٰى عَبْدُهٗ نَبِيُّهٗ مُخْتَارُهٗ الْمُرْسَلُ
وَاسِطَةٌ فِيْهَا وَ اَصْلٌ لَّهَا يَعْلَمُ هٰذَا كُلُّ مَنْ يَّعْقِلُ

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے جو بھی رحمت نازل کی یا آئندہ نازل فرمائے گا' خواہ وہ نیچے اترنے والی ہو یا اوپر جانے والی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم بالا و اسفل میں واسطہ ہیں

عالم بالا اور عالم اسفل میں' خواہ وہ خصوصی نعمت ہو یا عمومی' اس میں اللہ تعالیٰ کے عبد مکرم' نبی مختار' رسول گرامی' سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واسطہ ہیں اور اصل نعمت ہیں' اس حقیقت کو ہر صاحب عقل جانتا ہے۔

خَزَائِنَ' جمع کا صیغہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی پیروی میں لایا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ "قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ اے حبیب! تم فرما دو' اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے' دوسری جگہ ارشاد فرمایا: اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ کیا ان کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں۔ ان آیتوں میں جمع کا صیغہ ان خزانوں کی کثرت اور مختلف قسموں کے ساتھ تعلق رکھنے اور ان میں پائے جانے والے حسی اور معنوی اموال اور رزقوں کی وجہ سے لایا گیا ہے۔ ابن عطیہ نے فرمایا: خزائن رحمت کا لفظ بطور استعارہ اس جگہ کے لئے استعمال کیا گیا' جہاں رحمت جمع اور محفوظ ہو۔ چونکہ انسان حفاظت کا محتاج ہوتا ہے' اس لئے رحمت کے بارے میں ان سے اس انداز میں خطاب کیا گیا' جو اس حفاظت کی طرف اشارہ کرے۔

۵ وَطَرِيْقِ شَرِيْعَتِكَ اور تیری شریعت تک پہنچانے والے پر' شریعت انہی سے حاصل کی جاتی ہے' کیونکہ وہ تیرے نبی' رسول ترجمان' تیرا حکم مخلوق تک پہنچانے والے اور تیرے اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توحید سے لطف اندوز ہونے والے

اَلْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِيْدِكَ یعنی تیری توحید پر دلالت کرنے والے کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وغیرہ لطف اندوز ہونے والے' مطلب یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ اور آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرنے سے روحانی لطف و لذت حاصل کرتے تھے۔ یہ انداز بیان' عام گفتگو کے مطابق ہے' کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کے ذکر سے لطف اندوز ہوتا ہے' ایک محب اپنے محبوب کو کہتا ہے میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور تیرے ذکر سے کیف و سرور حاصل کرتا ہوں۔

اور اگر توحید کو امر باطنی یعنی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک پر ایمان اور اسے ذات و صفات اور افعال میں یکتا ماننے پر محمول کیا جائے' تو پھر محض یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید سے کیف محسوس کرتے تھے اور اسے پر لطف جانتے تھے'

کیونکہ یہ بات اگر آپ کے بعض مقرب امتیوں کے بارے میں کہی جائے تو یہ ان کے مقام و مرتبہ سے کم درجے کی بات ہو گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو کہیں بلند و بالا ہے' بلکہ اس سے بلند مرتبہ کا بیان کرنا مقصود ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) اس جگہ باب تفعل کثرت اور تکثیر کے لئے ہو' یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید سے انتہائی لطف اندوز ہونے والے (۲) باب تفعل صیرورت کے لئے ہو جیسے کہتے ہیں تَحَجَّرَ فلاں چیز پتھر بن گئی۔ اب معنی یہ ہو گا کہ آپ کی ذات سراپا لذت توحید بن گئی۔ اس میں اشارہ ہو گا کہ آپ توحید کے رنگے ہوئے ہیں۔ توحید نے آپ کا اس طرح احاطہ کیا ہوا ہے کہ کسی دوسری چیز کی طرف آپ کی توجہ ہی نہیں' یہ کیفیت دوسری مخلوق کی نسبت آپ کو خصوصیت کے ساتھ حاصل ہے۔ جیسا کہ آپ کی شان رفیع کے لائق ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی روح ہیں

۵ اَنْسَانُ عَيْنِ الْوُجُوْدِ وجود کی آنکھ کی پتلی' جس پر آنکھ کا دارومدار ہوتا ہے اور جس کے ذریعے دیکھنا ممکن ہوتا ہے۔ اَنْسَانُ الْعَيْنِ مسور کے دانے کے برابر آنکھ کی سیاہی میں وہ دائرہ ہے جس کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ اسے ذُبَابُ الْعَيْنِ بھی کہتے ہیں۔

جس طرح آنکھ کی پتلی' آنکھ کا راز' اس کی زینت اور اس کے لئے حاصل وجود ہے اور اسی کے واسطے سے جسم اپنے فوائد و منافع تک پہنچتا ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو آنکھ میں روشنی رہے نہ بینائی اور جسم بے جان لاشہ اور بے معنی صورت رہ جائے' کیونکہ نابینا ایک چلتا پھرتا مردہ ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کی روح' اس کی زندگی اور راز وجود ہیں۔ اگر آپ کی ہستی نہ ہو تو کائنات میں روشنی ہو نہ ہی ہدایت' بلکہ اس کا وجود ہی ختم ہو جائے اور اس کا نام و نشان ہی مٹ جائے۔ جیسے کہ سیدی عبد السلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ہر شے آپ ہی کی ذات اقدس سے وابستہ ہے' اگر واسطہ نہ ہو تو ذوالواسطہ بھی مٹ جائے۔ سیدی علی بن وفا رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رُوْحُ الْوُجُوْدِ حَيَاةُ مَنْ هُوَ وَاجِد — لَوْلَاهُ مَاتَمَّ الْوُجُوْدُ لِمَنْ وُجِد

آپ روح وجود ہیں' جملہ موجودات کی زندگی ہیں۔ آپ نہ ہوں تو موجودات کا وجود مکمل نہ ہو۔

انہوں نے اپنے درود شریف میں فرمایا

نُوْرُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدَاهُ وَ سِرُّ كُلِّ سِرٍّ وَّ سَنَاهُ

ہر شے کے نور اور اس کی ہدایت' ہر راز کے راز اور اس کی زینت

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی' جان ہے تو جہان ہے

پھر فرمایا:

اَنْسَانُ عَیْنِ الْمَظَاهِرِ الْاِلٰهِیَّةِ وَ لَطِیْفَةُ تَرَوُّحَاتِ الْحَضْرَةِ الْقُدْسِیَّةِ، مَدَدُ الْاِمْدَادِ وَجُوْدُ الْجُوْدِ وَاَحَدُ الْآحَادِ وَ سِرُّ الْوُجُوْدِ

مظاہر الٰہیہ کی آنکھ کی پتلی، بارگاہ قدس کی رحمتوں کے سر لطیف، سراپا امداد و بخشش، یکتا اور راز وجود

پھر فرمایا:

وَسِرُّكَ الْمُنَزَّهُ السَّارِیْ فِیْ جُزْئِیَّاتِ الْعَالَمِ وَ كُلِّیَّاتِهٖ عُلْوِیَّاتِهٖ وَسِفْلِیَّاتِهٖ مِنْ جَوْهَرٍ وَّ عَرَضٍ وَّ وَسَائِطَ وَ مُرَكَّبَاتٍ وَبَسَائِطَ

تیرا مقدس راز جو کائنات کی علوی اور سفلی کلیات اور جزئیات میں جلوہ فگن ہے وہ اشیاء جوہر ہوں یا عرض، مرکب ہوں یا بسیط

پھر فرمایا:

وَاَرٰی سُرْیَانَ سِرِّهٖ فِی الْاَكْوَانِ وَ مَعْنَاهُ الْمُشْرِقَ فِیْ مَجَالِیْهِ الْحِسَانِ

میں ان کے راز لطیف کو مخلوقات میں سرایت کئے ہوئے اور ان کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے حسین مظاہر میں چمکتا ہوا دیکھتا ہوں۔

شیخ شمس الدین ابو قدوسی رضی اللہ عنہ اپنے درود شریف میں فرماتے ہیں۔

مَظْهَرُ سِرِّ الْوُجُوْدِ الْجُزْئِیِّ والْكُلِّیِّ وَاَنْسَانُ عَیْنِ الْوُجُوْدِ الْعُلْوِیِّ وَالسِّفْلِیِّ، رُوْحُ جَسَدِ الْكَوْنَیْنِ وَ عَیْنُ حَیَاةِ الدَّارَیْنِ

وجود جزئی اور کلی کے مظہر، وجود علوی اور سفلی کی آنکھ کی پتلی، کونین کے جسم کی روح اور دارین کی زندگی کا عین۔

بعض حضرات نے فرمایا:

كُلُّ الْمَكَارِمِ تَحْتَ طَیِّ بُرُوْدِهٖ ... وَلَقَدْ اَضَاءَ الْكَوْنَ عِنْدَ وُرُوْدِهٖ

وَالْبَحْرُ یَقْصُرُ عَنْ مَوَارِدِ جُوْدِهٖ ... اَنْسَانُ عَیْنِ الْكَوْنِ سِرُّ وُجُوْدِهٖ

تمام فضائل و کمالات آپ کی چادر کے پیچ و خم کے نیچے چھپے ہوئے ہیں اور آپ کی تشریف آوری کے وقت کائنات روشن ہو گئی۔ سمندر آپ کی جود و سخا کے دریا کے کناروں سے عاجز ہے۔ کائنات کی آنکھ کی پتلی اور راز وجود ہیں۔

حدیث جابر اور تخلیق دنیا

کے وَالسَّبَبُ فِیْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو محدث عبد الرزاق نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ تمام اشیاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا کی گئی ہیں۔ اسی طرح وہ حدیث جو ابو مروان الطبنی نے فوائد میں حضرت ابن عباس، ابن عمر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ امام بیہقی، دلائل النبوۃ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے

راوی ہیں اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا: اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے، اگر وہ نہ ہوتے تو میں تمہیں اور زمین و آسمان کو پیدا نہ فرماتا---- ابن عساکر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ جبرائیل امین علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: آپ کا رب عزوجل فرماتا ہے، اگر میں نے ابرہیم کو خلیل بنایا تو تمہیں حبیب بنایا۔ اور میں نے اپنی بارگاہ میں تم سے زیادہ مکرم پیدا نہیں کیا۔ میں نے دنیا اور دنیا والوں کو اس لئے پیدا کیا کہ اپنی بارگاہ میں تمہاری عزت و کرامت سے انہیں آگاہ کروں۔ اے حبیب! اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔ علامہ بوصیری فرماتے ہیں۔

لَوْلَاكَ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی۔

عَيْنِ اَعْيَانِ خَلْقِكَ[۱] الْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُّوْرِ ضِيَآئِكَ صَلٰوةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَ

تیری مخلوق کی آنکھ، سب سے پہلے تیری تجلی کے نور، ایسی رحمت جو تیری ہیشگی کے ساتھ ہمیشہ رہے،

تَبْقٰى بِبَقَآئِكَ لَا مُنْتَهٰى لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ صَلٰوةً تُرْضِيْكَ وَ تُرْضِيْهِ وَ تَرْضٰى بِهَا

تیری بقاء کے ساتھ باقی رہے، تیرے معلومات کے سوا اس کی کوئی انتہا نہ ہو، ایسی رحمت جو تجھے اور انہیں راضی کرے اور

عَنَّا يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا فِيْ عِلْمِ

اسکے سبب تو ہم سے راضی ہو، اے رب العالمین! اے اللہ! رحمت نازل فرما، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

اللّٰهِ صَلٰوةً دَآئِمَةً بِدَوَامِ مُلْكِ اللّٰهِ ○

ان اشیاء کی تعداد کے مطابق جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، ایسی رحمت جو اللہ تعالیٰ کے ملک کی ہیشگی کے ساتھ ہے،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ[۲] كَمَا

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما

صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ[۳] سَيِّدِنَا

جیسے کہ تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل کی اور برکت نازل فرما، سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر

مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ

جیسے کہ تو نے برکت نازل کی سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر تمام جہانوں میں، بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے

مَّجِيْدٌ[۵] ○ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضٰى نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِكَ

تیری مخلوق کی تعداد' تیری ذات کی رضا' تیرے عرش کے وزن' تیرے کلمات کی مقدار کے مطابق

لفظ عین کا اطلاق

لے اَعْیُنِ اَعْیَانِ خَلْقِكَ لفظ عین کا اطلاق کئی معنوں پر ہوتا ہے (۱) آنکھ اس صورت میں اس کی جمع اَعْیَانٌ اَعْیُنٌ اور عُیُوْنٌ ہے' عین پر پیش اور اس کے نیچے زیر بھی پڑھ سکتے ہیں (عُیُوْنٌ) (۲) بہترین شے اور قوم کا بڑا آدمی۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے اعلیٰ ترین افراد انبیاء کرام' رسولان گرامی' ملائکہ مقربین اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے (اولیاء کرام) مخلوق خدا میں سے بہترین افراد اور ان کے اکابر ہیں' اور وہ آنکھیں ہیں جن کے ذریعے بندگان خدا دیکھتے ہیں' اسی طرح نبی اکرم ﷺ ان برگزیدہ حضرات سے افضل اور ان کے مقتداء ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ نبی برد وسرا ﷺ ان حضرات کی آنکھ ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں' اور ان کے وجود کا راز ہیں۔

ہو سکتا کہ لفظ عین جو مضاف ہے اس کا ایک معنی ہو (مثلاً آنکھ) اور مضاف الیہ کا دوسرا معنی ہو (مثلاً سربراہ اور مقتداء) زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ دونوں جگہ آنکھ ہی مراد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سیدی علی بن وفا فرماتے ہیں:

عِیْسٰی وَ آدَمُ وَالصُّدُوْرُ جَمِیْعُهُمْ هُمْ اَعْیُنٌ هُوَ نُوْرُ هَالَمَّا وَرَدَ

حضرت آدم' حضرت عیسیٰ اور تمام اکابر آنکھیں ہیں اور حضور سید عالم ﷺ ان کا نور ہیں جب تشریف لائے۔

شیخ ابو محمد عبد الحق بن سبعین "حزب الفرج والخلاص" میں فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اکابر کی آنکھ' تعینات کا راز' رازوں کا خزانہ اور آئینہ تجلیات ہیں۔

محشی نے اس بارے میں گفتگو کے بعد فرمایا: مختصر یہ کہ اولیاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو تمام جہانوں پر خصوصی فضیلت حاصل ہے' آپ اللہ تعالیٰ کا وہ راز ہیں جو تمام روحوں میں پھیلا ہوا ہے' اور آپ ہی کی خوشبو اور حکمت سے روحوں کی زندگی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خواب میں حضور سید عالم ﷺ کی زیارت اور سوال

سیدی عبد النور یعنی شریف عمرانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ اپنے شیخ ابو العباس حمامی سے اور وہ اپنے شیخ ابو عبد اللہ ابن سلطان (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور عرض کیا' یا سیدی یا رسول اللہ! آپ فرشتوں اور رسولوں کی امداد کرنے والے ہیں' فرمایا: ہم فرشتوں' انبیاء و مرسلین اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کی امداد کرنے والے ہیں۔ ہم موجودات کی اصل ہیں' مبداء و منتہیٰ ہیں اور انتہاؤں کی انتہاء تک پہنچنے والے ہیں' اور کوئی شخص ہم سے آگے نہیں بڑھ سکتا' اسی طرح مجھے خواب میں آپ کی زیارت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر یہ کلمات جاری فرمائے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَيْنَ الْعُيُوْنِ وَيَا مَعْدِنَ السِّرِّ الْمَصُوْنِ

آپ پر سلام ہو اے بڑے بڑوں کی آنکھ! اور اے مخفی راز کے خزانے!

(مِن ابتدائیہ ہے اَنُوْرِ ضِيَائِكَ) وہ آنکھ جو تیرے نور کی تجلی سے پھیلنے والی ہے۔ (نور اور ضیاء دونوں کا معنی ایک ہے) لہٰذا اَنُوْرِ ضِيَائِكَ میں تقویت اور مبالغہ کے لئے شے کی اس کے ہم معنی کی طرف اضافت ہے' یہ قریب ترین احتمال ہے' دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے' یہ اصل کی اضافت فرع کی طرف ہے۔ یہ اس بنا پر کہ نور سے وہ ذات مراد ہے جو روشنی دینے والی ہے اور ضیاء اس کی بکھرنے والی شعاعوں اور کرنوں کا نام ہے' امام اشعری نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نور ہے' لیکن دوسرے نوروں کی طرح نہیں' نبی اکرم ﷺ کی روح مقدس اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی ہے اور فرشتے آپ کے انوار کی کرنیں ہیں۔

سب سے پہلے نور کی تخلیق

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ وَ مِنْ نُوْرِيْ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ" "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا اور میرے نور سے ہر شے کو پیدا فرمایا۔ اس کے ہم معنی دوسری حدیثیں بھی ہیں (تفصیل کے لئے راقم کی کتاب "مِنْ عَقَائِدِ اَهْلِ السُّنَّةِ" ملاحظہ ہو' ۱۲ شرف قادری)۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ سے پہلے صادر ہونے والے اور اس کی بلاواسطہ مخلوق تھے۔

(اَنُوْرِ ضِيَائِكَ) میں چوتھا احتمال یہ ہے کہ اس میں قلب (تقدیم و تاخیر) ہو۔ اصل میں عبارت یوں تھی (مِنْ ضِيَاءِ نُوْرِكَ) یعنی تیرے نور کی شعاعوں سے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

نسخہ سہیلیہ اور دیگر معتمد نسخوں میں (المتقدم) میم کے ساتھ ہے' یہ تَقَدُّمْ سے مشتق ہے جو تَاَخُّرْ کے مقابل ہے (متقدم کا معنی ہوا پہلے) بعض نسخوں میں ہے (اَلْمُتَقَدِّحِ) بے نقطہ حاء کے ساتھ' "اَلصَّلَاةُ الْمُفْرَدَةُ" جس کی طرف اس سے پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے' اس میں اسی طرح واقع ہے۔ اس کا معنی ہے پتھر سے آگ نکالنے اور جلانے والا' کہا جاتا ہے اَوْرَى الزَّنْدَ فلاں شخص نے پتھر سے آگ نکالی' (اَلْمُتَقَدِّحِ) کا دوسرا معنی ہے چلو بھرنے والا' لغت کی کتاب اساس میں دونوں معانی (آگ جلانا اور چلو بھرنا) بیان کئے گئے ہیں۔

(صَلٰوةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ) وہ رحمت جو تیرے دوام کے ساتھ ساتھ پے در پے نازل ہوتی رہے اور منقطع نہ ہو وَتَبْقٰى بِبَقَائِكَ) اور تیری بقاء کے ساتھ ہمیشہ جاری رہے اور فنا نہ ہو۔ (لَا مُنْتَهٰى لَهَا) جس کی کوئی انتہا اور حد نہ ہو (دُوْنَ عِلْمِكَ) تیرے معلومات کے علاوہ اس رحمت کی کوئی حد نہ ہو' بلکہ ان کے برابر ہو' لہٰذا رحمت معلومات کی تعداد کے برابر ہوگی۔ (لَا مُنْتَهٰى) کا جملہ یا تو صلٰوۃ کی دوسری صفت ہے یا حال ہے۔

بعض نسخوں میں وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ کا اضافہ ہے۔ لیکن نسخہ سہیلیہ وغیرہ میں یہ اضافہ نہیں ہے۔

۳ بعض نسخوں میں اس جگہ لفظ آل نہیں ہے۔ بعض حضرات نے اپنے نسخہ کا تقابل نسخہ سہلیہ سے کیا ہے' انہوں نے بیان کیا کہ شیخ نے اپنے قلم سے اس جگہ لفظ آل لکھا ہے۔ دوسرے معتمد نسخوں میں بھی موجود ہے۔

۴ یہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

۵ بعض نسخوں میں عَدَدَ خَلْقِكَ سے كَلِمَاتِكَ تک کا اضافہ ہے۔

وَعَدَدَ مَاذَكَرَكَ بِهٖ[۱] خَلْقُكَ فِيمَا مَضٰى وَعَدَدَ مَا هُمْ ذَاكِرُوْنَكَ[۲] بِهٖ فِيمَا

جتنی تعریفوں کے ساتھ زمانہ ماضی میں تیری مخلوق نے تجھے یاد کیا اور باقی زمانوں میں تجھے یاد کرنے والے ہیں' ہر سال

بَقٰى[۳] فِيْ كُلِّ سَنَةٍ وَّشَهْرٍ وَّجُمُعَةٍ وَيَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَّسَاعَةٍ مِّنَ السَّاعَاتِ وَشَمٍّ[۴] وَّ

ہر مہینے' ہر جمعہ' ہر دن' ہر رات' اور ہر گھڑی' اور خوشبو کے سونگھنے' سانس لینے' پلک جھپکنے

نَفَسٍ[۵] وَّطَرْفَةٍ وَّلَمْحَةٍ مِّنَ الْاَبَدِ اِلَى الْاَبَدِ وَاٰبَادِ[٦] الدُّنْيَا وَاٰبَادِ الْاٰخِرَةِ

اور نظر کرنے کے مطابق زمانہ کی ابتدا سے انتہا تک' دنیا کے آغاز سے آخرت کے لامتناہی حصوں تک اور اس سے زیادہ

وَاَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ لَا يَنْقَطِعُ اَوَّلُهٗ وَلَا يَنْفَدُ اٰخِرُهٗ ۞ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

کہ نہ اس کا اول منقطع ہو اور نہ اس کی انتہا ختم ہو' اے اللہ!

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلٰى قَدْرِ حُبِّكَ فِيْهِ[۷] ۞ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنی رحمت نازل فرما جتنی تجھے ان سے محبت ہے' اے اللہ! سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

عَلٰى قَدْرِ عِنَايَتِكَ بِهٖ[۸] ۞ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَقَّ

اتنی رحمت نازل فرما جتنی کہ ان پر تیری عنایت ہے' اے اللہ! سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

قَدْرِهٖ وَمِقْدَارِهٖ[۹] ۞ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا[۱۰]

ان کے مقام و مرتبہ کے لائق رحمت نازل فرما۔ اے اللہ! سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ[۱۱] وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِيْ لَنَا

ایسی رحمت نازل فرما کہ تو اس کے سبب تمام خوفوں اور آفتوں سے نجات دے اور اس کے سبب تو

بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ

ہماری تمام حاجتوں کو پورا فرمائے اور اس کی بدولت تو ہمیں تمام گناہوں سے پاک کردے

وَتَرْفَعُنَا بِهَا اَعْلَى الدَّرَجَاتِ[۱۲] وَتُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ

اور اس کے ذریعے تو ہمیں بلند درجات پر فائز فرمائے اور اس کی برکت سے تو ہمیں نیکیوں کی آخری انتہا تک

مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرٰتِ فِي الْحَيٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ○

پہنچائے' تمام نیکیوں سے زندگی میں اور موت کے بعد'

۱ (عَدَدَ مَاذَكَرَكَ بِهٖ) ما موصولہ ہے اور بِہٖ میں باء ذَكَرَكَ کے متعلق ہے' معنی یہ ہو گا کہ ان الفاظ کی تعداد میں جن کے ساتھ ماضی میں تیری مخلوق نے تیرا ذکر کیا ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باء بمعنی فِیْ ہو' یعنی ان زمانوں کی تعداد میں جن میں تیری مخلوق نے تیرا ذکر کیا ہے' پہلا احتمال زیادہ قرین قیاس ہے اور زیادہ واضح ہے۔

۲ (ذَاكِرُوْنَكَ) مجھے اس کتاب کے جتنے نسخے میسر آسکے' ان سب میں (ذَاكِرُوْنَكَ) میں نون باقی رکھا گیا ہے۔ ابو طالب مکی کی قوت القلوب اور تسبیحات ابو المعتمر سلیمان تیمی میں جس سے درود شریف کے یہ الفاظ لئے گئے ہیں' نون حذف کر دیا گیا ہے۔ (ذَاكِرُوْكَ) اسی طرح کفایہ ابن ثابت میں ہے۔

اَلْمُكْرِمُكَ اور مُكْرِمُكَ کی ضمیر خطاب میں اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا: کہ یہ مطلقاً محل جر میں ہے (اور مضاف الیہ ہے) بعض نے کہا: مطلقاً محل نصب میں ہے' بعض نے کہا: کہ یہ اسم ظاہر کی طرح ہے' لہٰذا یہ اَلْمُكْرِمُوْكَ (تثنیہ اور جمع معرف باللام ضمیر کے ساتھ ہوں تو ان میں) نصب اور جر دونوں جائز ہیں' یہ سیبویہ کا قول ہے۔

اگر آپ یہ صورت اختیار کریں کہ تثنیہ اور جمع کے ساتھ واقع ہونے والی ضمیر منصوب ہے تو نون باقی رکھا جائے گا' جیسے کہ اس جملہ (ذَاكِرُوْنَكَ میں) ہے اور اگر اس ضمیر کو مجرور قرار دیں تو نون۔ (اضافت کی بنا پر حذف کر دیا جائے گا۔

۳ (فِيْمَا بَقِىَ) باقی زمانوں یعنی حال اور استقبال میں۔ دلائل الخیرات کے نسخہ سہلیہ میں بقی قاف کی زبر کے ساتھ ہے' تاکہ سابقہ فقرے کے موافق ہو' اور یہ بنو طے کی لغت ہے' ان کے نزدیک جس فعل کے لام کلمہ کے مقابل یاء ہو جیسے رضی اور ثوی وہ اس کے عین کلمہ کو ماضی اور مضارع دونوں میں فتحہ دیتے ہیں۔

قمری سال ۳۵۴ دن کا ہوتا ہے

(فِيْ كُلِّ سَنَةٍ) اس کا تعلق صَلِّ کے ساتھ ہے' یعنی ہمارے آقا و مولا ﷺ پر ہر سال اور اس کے بعد مذکورہ زمانوں میں درود بھیج زمانہ ماضی اور اس کے بعد ذکر کرنے والوں کے ذکر کی تعداد میں۔ (سَنَةٌ) سال اور قمری سال تین سو چون ۳۵۴ دن کا ہوتا ہے۔

(وَجُمُعَةٍ) میم پر پیش' اس کو ساکن بھی پڑھ سکتے ہیں' بعض حضرات نے میم پر زبر بھی بیان کی ہے' جمعہ سے مراد سات دن ہیں' جن کی ابتدا بھی جمعہ سے ہے اور انتہاء بھی جمعہ پر ہے۔

(وَيَوْمٍ) فجر کے طلوع ہونے سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک کے وقت کو یوم کہتے ہیں۔ (وَلَيْلَةٍ) یہ واحد ہے اور اس کی جمع اَللَّيَالِىَ ہے' اس کی تعریف گزر چکی ہے (یعنی سورج کے غروب ہونے سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک)

(وَسَاعَةٍ) رات اور دن کی ایک جز یا زمان حاضر کو ساعت کہتے ہیں۔

(وَشَمِّ) یہ ناک کی حس ہے (جس کا معنی سونگھنا ہے) کہا جاتا ہے شَمِمْتُ الشَّیْءَ پہلے میم کے نیچے زیر اَشَمُّهٗ شین پر زبر (باب سمع) اور کہا جاتا ہے شَمَمْتُهٗ پہلے میم پر زبر اَشُمُّهٗ شین پر پیش (باب نصر سے) شَمًّا وَ شَمِیْمًا (میں نے اس چیز کو سونگھا) تاکہ اس کی بو پہچانی جائے شَمٌّ وہ قوت ہے جو دماغ کے اس اگلے حصے میں ہوتی ہے جو عورت کے پستان کی نوک کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس قوت کے ساتھ خوشبوؤں کا ادراک کیا جاتا ہے' خوشبو کی قسمیں اور ان کے نام بے شمار ہیں۔

قوت القلوب اور تسبیحات ابو المعتمر میں اس لفظ کی جگہ نَسِیْم ہے' ابن ثابت کی کفایہ میں نسیم ہے۔

وَ نَفَسٍ فاء پر حرکت (زبر) ہے' دل سے اٹھنے والے بخار کے خارج کرنے (یعنی سانس) کو نفس کہتے ہیں۔ یہ ہر پھیپھڑے والی مخلوق کے ساتھ خاص ہے' اس کی جمع اَنْفَاسٌ ہے۔ سانس لینے کی مقدار زمانے کو بھی نفس کہہ دیتے ہیں' اس جگہ یہی مراد ہے' اسی لئے کہا جاتا ہے کہ انفاس زمانے کے مختصر حصول کو کہتے ہیں جو بندے پر تاحیات گزرتے رہتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ دن رات میں چوبیس ہزار سانس لئے جاتے ہیں۔

(وَطَرْفَةٍ) بے نقطہ طاء پر زبر' راء ساکن۔ کہا جاتا ہے طَرَفَ بِعَیْنِهٖ جب کوئی شخص آنکھ کے چھپر کو حرکت دے۔ طَرَفَ الْبَصَرُ طَرْفًا نظر نے حرکت کی۔ ایک دفعہ پلک جھپکنے کو طَرْفَةٌ کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آنکھ جھپکنے کی تعداد سانسوں سے دوگنی ہے۔ کیونکہ ہر سانس میں آنکھ دو مرتبہ جھپکتی ہے' دن رات میں آنکھ جھپکنے کی تعداد اڑتالیس ہزار ہوگی۔

(وَلَمْحَةٍ) لام پر زبر' میم ساکن۔ اچٹتی ہوئی ہلکی سی نظر۔ شم اور اس کے بعد والے الفاظ سے مراد وہ زمانہ ہے جو ان امور کی گنجائش رکھتا ہو' زمانے کے اجزاء کو یہ نام دے دیئے گئے ہیں۔

(مِنَ الْاَبَدِ) یہ لَمْحَةٍ سے متعلق ہے اور اس کی صفت ہے' اس کی دلالت کی وجہ سے پہلے کلمات (سَنَةٍ وَ شَهْرٍ سے لے کر طرفہ تک) کے ساتھ ایسا متعلق حذف کر دیا گیا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے "مِنْ مُبْتَدَاءِ الْاَبَدِ اِلٰی مُنْتَهٰی الْاَبَدِ" ابد کی ابتدا سے لے کر ابد کی انتہا تک' اس صورت میں الی انتہاء غایت کے لئے ہے' اور مضاف مقدر ہے' جیسے کہ ہم نے بیان کیا۔ اِلٰی کو غایت کے لئے قرار دیا جا سکتا ہے' اگرچہ مضاف مقدر نہ نکالا جائے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الی غایت کے لئے بالکل نہ ہو' یہ بھی احتمال ہے کہ الی معیت کے لئے ہو' یعنی جو کچھ مذکور ہوا ہے' اس حال میں کہ وہ ابد کے ساتھ جاری رہے۔

(وَاٰبَادِ الدُّنْیَا اِلٰی اٰبَادِ الْاٰخِرَةِ) دونوں جگہ آباد کے نیچے زیر ہے' کیونکہ اس کا عطف ہے (عَدَدَ مَا هُمْ میں) عدد کے مدخول پر' یا کُلِّ سَنَةٍ پر یا الْاَبَدِ پر' ان دونوں پر ظرف ہونے کی بنا پر نصب بھی پڑھ سکتے ہیں' اس وقت ان کا عطف ہوگا لفظ عدد پر' ابد کی جمع مبالغہ کے لئے لائی گئی ہے' یا اَبَد کا معنی ہے طویل اور محدود زمانہ' اس سے مطلق زمانہ بھی مراد لے سکتے ہیں۔

(وَاَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ) منصوب ہے اور اس کا عطف عدد پر ہے' ان سابقہ اعداد کی طرف اشارہ ہے جن کے ساتھ صلوۃ کا اندازہ کیا گیا ہے' زیادتی میں کثرت مراد ہے' انتہاء کے اعتبار سے زیادتی مراد نہیں ہے' کیونکہ انتہاء باقی ہی نہیں رہی۔ (لَا يَنْقَطِعُ اَوَّلُهٗ) یہ ماقبل سے حال ہے یا محذوف کی صفت ہے۔ یعنی ایسی تعداد یا ایسی مقدار جس کی ابتدا منقطع نہ ہو (وَلَا يَنْفَدُ)

بے نقط دال کے ساتھ' اور فاء پر زبر یعنی فنا نہ ہو (آخِرُہٗ) اس کا آخر- اس جملے کا ماقبل پر عطف ہے' ان دونوں کا معنی یہ ہے کہ ایسی صلوٰۃ جس کا تجدد اور استمرار منقطع نہ ہو اور ہر نئی آنے والی صلوٰۃ مابعد کے اعتبار سے پہلی اور ماقبل کے اعتبار سے آخری ہے (مطلب یہ ہوا کہ کوئی رحمت بھی منقطع نہ ہو' نہ پہلی نہ پچھلی)

د (عَلٰی قَدْرِ حُبِّکَ فِیْهِ) یعنی تیری ان سے محبت' تیری ان سے رضا اور ان کے لئے کثیر بھلائیوں کے تیرے ارادے کے مطابق -- علیٰ استعلاء کے لئے ہے' مطلب یہ ہے کہ ان پر ایسی رحمت نازل فرما جو تیری ان سے محبت جتنی بلند ہو اور ان پر اس طرح منطبق ہو کہ ان کے مطابق ہو' ان سے کم نہ ہو- آئندہ عبارت میں بھی علیٰ کا یہی مطلب ہے۔

ہ "(عَلٰی قَدْرِ عِنَایَتِکَ بِهٖ) عُنِیَ بِالْاَمْرِ عِنَایَةً" اور ایک لغت میں "عَنِیَ رَضِیَ" کی طرح ہے- اور "اِعْتَنٰی بِهٖ" فلاں چیز کا اہتمام کیا. اس جگہ اس کا لازم مراد ہے- یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی اکرم ﷺ کے مرتبے کی بلندی' قدر و منزلت' اللہ تعالیٰ کا آپ کے لئے ارادہ خیر اور شوق' تمام عیوب کا آپ سے دور کرنا' آپ سے شدید محبت و رافت' آپ کے مقام کو تمام مخلوق سے برتر فرمانا' آپ کی انتہائی تعظیم' آپ کی طرف انتہائی توجہ' آپ کی حاجتوں کو پورا کرنا' آپ کے مطالب کو بر لانا اور وہ کچھ عطا فرمانا مراد ہے جو آپ کو راضی کر دے- ﷺ

و (حَقَّ) مصدر نوعی کا نائب ہونے کی وجہ سے منصوب ہے' یعنی ایسی صلوٰۃ جو مساوی اور مناسب ہو' حَقّ کا معنی واجب ہے (قَدْرِہٖ) یعنی آپ کے مرتبے' عظیم شان اور اس بزرگی کے مطابق جس کے آپ مستحق اور اہل ہیں- حَقّ کی اضافت معنیٰ لام ہے' یعنی جو آپ کے مرتبے کے لئے حق اور واجب ہے- (وَمِقْدَارِہٖ) یہ قَدْرِہٖ کی تاکید ہے۔

کشتی والوں کو درود تنجینا پڑھنے کی ہدایت

ز (صَلَاةً تُنْجِیْنَا بِهَا) علامہ ابن فاکہانی نے اس درود شریف کا ذکر اپنی کتاب الفجر المنیر میں کیا ہے' اس کے تیسرے باب میں اس درود شریف کے بارے میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے پارسا شیخ موسیٰ ضریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ وہ بذریعہ کشتی سمندری سفر پر روانہ ہوئے' راستے میں شدید آندھی نے آلیا' جسے اقلابیہ (الٹ پلٹ کر دینے والی) کہتے ہیں- بہت کم لوگ ہیں جو اس آندھی میں پھنس کر ڈوبنے سے بچتے ہیں' لوگ ڈوبنے کے خوف سے چیخ و پکار کرنے لگے' مجھے نیند آگئی' خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی' آپ نے فرمایا: کشتی والوں کو کہو کہ وہ ایک ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھیں "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَاةً تُنْجِیْنَا بِهَا" سے لے کر "بَعْدَ الْمَمَاتِ" تک' میں بیدار ہوا اور کشتی والوں کو خواب بیان کیا' ہم نے مل کر تین سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے آندھی سے نجات عطا فرمادی' شیخ نے یہی الفاظ کہے یا اس کے قریب قریب بیان کئے (اھ)

صاحب قاموس شیخ مجد الدین فیروز آبادی نے بھی اپنی سند کے ساتھ یہ واقعہ اسی طرح بیان کیا- انہوں نے شیخ حسن بن علی اسوانی کے حوالے سے بیان کیا کہ جو شخص یہ درود پاک کسی بھی مشکل' آفت یا مصیبت میں ایک ہزار مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ

اس مشکل کو آسان فرمادے گا اور اس کا مقصد پورا فرمادے گا۔

[1] (اَلْاَهْوَالِ) هَوْلٌ کی جمع ہے' هَوْل اس چیز کو کہتے ہیں جس سے انسان ڈرے' گھبرائے اور وہ اس پر گراں گزرے' یہ زمینی مصائب مثلاً شریروں کے شر اور مہنگائی اور آسمانی بلیات مثلاً بجلیوں کے کڑکنے اور زلزلوں کو شامل ہے' اسی طرح اس چیز کو شامل ہے جو مخلوق کی وجہ سے ہو' جیسے شر اور فساد یا بغیر سبب کے ہو' جیسے سمندر کی طغیانی' غرض! یہ کہ دنیاوی اخروی بلیات کو شامل ہے۔

(وَالْآفَاتِ) آفہ کی جمع ہے' یعنی وبا اور ہر وہ چیز جو انسان کے دین' دنیا یا بدن کو نقصان پہنچائے۔

(وَتَقْضِیْ لَنَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ) اور تو اس درود شریف کی بدولت ہماری دینی' دنیاوی اور اخروی حاجتیں پوری فرمائے۔

"(وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ)" اور اس درود شریف کی برکت سے تو ہمیں چھوٹے بڑے' ظاہری اور باطنی گناہوں سے پاک فرمادے' خواہ وہ ہمارے اور تیرے درمیان ہوں یا ہمارے اور مخلوق کے درمیان ہوں' یعنی جو تجھ سے متعلق ہیں' انہیں معاف فرمادے اور جو مخلوق سے متعلق ہیں' اپنے ذمہ کرم پر لے لے اور ان کے نشانات ہمارے بدنوں سے مٹادے۔

[2] (وَتَرْفَعُنَا بِهَا اَعْلَی الدَّرَجَاتِ) نسخہ سہلیہ اور تمام معتمد نسخوں میں اسی طرح ہے' بعض نسخوں میں ہے وَتَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ' لفظ عِنْدَكَ کی زیادتی کے ساتھ۔ اسی طرح الفجر المنیر میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں ان بلند درجات پر فائز فرما جو ہمارے لائق ہیں اور ہمارے حق میں صحیح ہیں' یا یہ کلام بطور مبالغہ ہے' آئندہ قول کا بھی یہی مطلب ہے۔

(وَ تُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَی) اقصیٰ کا معنی ہے بعید ترین (الْغَایَاتِ) جمع ہے غَایَہ اس کا معنی ہے انتہا (مِنْ) تبعیضیہ ہے اور اس کا تعلق اقصیٰ سے ہے (جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ) تمام حسی اور معنوی خوبیوں سے (فِی) تُبَلِّغُنَا سے متعلق ہے (الْحَیَاةِ) دنیا کی زندگی میں (وَبَعْدَ الْمَمَاتِ) عالم برزخ میں اور اس کے بعد

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةَ الرِّضٰی[1] وَارْضَ عَنْ

اے اللہ! سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر خوشنودی کی رحمت نازل فرما

اَصْحَابِهٖ رِضَآءَ الرِّضٰی ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا

اور ان کے اصحاب سے اعلیٰ رضا کے ساتھ راضی ہو' اے اللہ! سیدنا

مُحَمَّدِ نِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُهٗ[2] وَرَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ظُهُوْرُهٗ[3] عَدَدَ

محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما جن کا نور تمام مخلوق سے پہلے اور ان کا ظہور تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے' جتنی

مَنْ مَّضٰی مِنْ خَلْقِكَ وَمَنْ بَقِیَ[4] وَمَنْ سَعِدَ مِنْهُمْ وَمَنْ شَقِیَ صَلٰوةً

تیری مخلوق اب تک موجود ہو چکی اور جو باقی ہے' ان میں سے جو نیک بخت اور جو بدبخت ان سب کی تعداد کے مطابق

تَسْتَغْرِقُ الْعَدَّ وَتُحِیْطُ بِالْحَدِّ صَلٰوةً لَّا غَایَةَ لَهَا وَلَا مُنْتَهٰی[5] وَلَا انْقِضَآءَ

ایسی رحمت جو تمام اعداد اور حدود کو محیط ہو اور ایسی رحمت جس کی کوئی حد و نہایت نہیں اور نہ ہی اس کی انتہا ہے'

صَلٰوةً دَآئِمَةً بِدَوَامِكَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا مِّثْلَ ذٰلِكَ

ایسی رحمت جو تیری ہمیشگی کے ساتھ ہمیشہ رہے اور ان کی آل اور اصحاب پر' اور اتنے ہی سلام بھیج

۱ (صَلَاةَ الرِّضٰی) ایسی رحمت جو تجھے راضی کر دے' کیونکہ وہ تیری بارگاہ میں ان کی قدر و منزلت کے مناسب ہے۔ یا ایسی رحمت جو تجھے اور تیرے حبیب اکرم ﷺ کو راضی کر دے اور اس رحمت کے ذریعے تو خوشنودی میں ان کا مرتبہ بلند فرما دے اور اس کے سبب تو ہم سے راضی ہو جائے' کیونکہ یہ مقبول صاف ستھری اور کدورتوں سے پاک ہے (رِضَاءَ) الف ممدودہ کے ساتھ (الرِّضٰی) الف مقصورہ کے ساتھ' یعنی اعلیٰ و ارفع رضا۔

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا درود شریف

۲ شیخ الاسلام سیدی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ نے اس درود پاک کے ساتھ اپنے حزب (وظیفے) کو ختم کیا ہے' بعض علماء نے اس درود شریف کی نسبت شیخ ابو محمد عبد الحق ابن سبعین رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے' شیخ ابن سبعین سیدی عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے متاخر ہیں' مجھے شیخ ابن سبعین کے حوالے سے یہ درود شریف حزب الفتح و النور' حزب الحفظ و الصون اور حزب الفرج و الخلاص میں نہیں ملا' البتہ! یہ درود شریف سیدی عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حزب میں موجود ہے۔ یہ ان خیر و برکت والے دس درودوں میں سے ہے جنہیں امام محی الدین معروف بہ جنید یمن رضی اللہ عنہ نے ترتیب دیا' یہ درود منقول ہیں' انہوں نے فرمایا: یہ درود عمل میں لائے جاتے ہیں اور باقاعدہ پڑھے جاتے ہیں' جو شخص یہ درود شریف صبح و شام دس مرتبہ پڑھے' وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رضا کا مستحق ہوتا ہے' اس کی ناراضگی سے محفوظ رہتا ہے' اس پر متواتر رحمت نازل ہوتی ہے' تکالیف سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے اور اس کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں' شیخ جنید یمن نے فرمایا: بے شک یہ درود شریف اسی طرح ہے۔

علامہ سخاوی نے اس درود پاک کا ذکر کیا ہے اور یہ دس درودوں میں سے آخری ہے' البتہ! انہوں نے کچھ الفاظ کم نقل کئے ہیں' پھر انہوں نے فرمایا: ہمارے بعض معتمد مشائخ نے بیان کیا کہ اس کا ایک واقعہ ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اس کا ایک مرتبہ پڑھنا دس ہزار کے برابر ہے' تاہم انہوں نے واقعہ بیان نہیں کیا۔

حضرت غوث پاک کا درود شریف

دلائل الخیرات میں ہے (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ) امام سخاوی نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ سیدی عبد القادر جیلانی کے الفاظ یہ ہیں (وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُهٗ) اَلْخَلْقَ مصدر ہے خَلَقَ کا اور اس میں یہی اصل ہے

اور اس پر جو لام ہے وہ فِی کے معنی میں ہے یا عِنْدَ کے (یعنی آپ کا نور تخلیق میں یا تخلیق کے وقت پہلے ہے) بہت دفعہ خلق بمعنی مخلوق بھی آتا ہے' اس جگہ اس کا بھی احتمال ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا نور تمام مخلوق سے پہلے ہے' کیونکہ آپ ایجاد اور امداد میں اصل ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُّوْرِیْ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ" اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور میرے نور سے ہر شے کو پیدا فرمایا' اگر آپ کا نور تمام روحوں سے پہلے نہ ہوتا تو الست کے دن تمام روحیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار نہ کرتیں' ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے' واللہ تعالیٰ اعلم

۳؎ (رَحْمَةٌ) ہم نے اس کتاب کے جتنے نسخے دیکھے ہیں ان میں رَحْمَةٌ نکرہ ہے اور واوٴ عاطفہ کے ساتھ ہے' البتہ! بعض نسخوں میں زیر کے ساتھ (رَحْمَةٍ) اور بعض میں پیش کے ساتھ (رَحْمَةٌ) ہے' نسخہ سہلیہ کے ساتھ مقابلہ کئے گئے دو نسخوں میں اسی طرح ہے' حزب مذکور (یعنی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حزب) کے اکثر نسخوں میں الف لام کے ساتھ واوٴ بھی مذکور ہے (وَالرَّحْمَةِ) کہیں بغیر واوٴ کے ہے (الرَّحْمَةِ) بعض معتمد نسخوں میں واوٴ موجود ہے' الف لام نہیں ہے (وَرَحْمَةٍ) علامہ سخاوی کے نزدیک الف لام بھی ہے اور واوٴ بھی ہے (وَالرَّحْمَةِ)

باوثوق صورت یہ ہے الف لام کے ساتھ ہو' کیونکہ صفت کو تعریف و تنکیر میں موصوف کے مطابق ہونا ضروری ہے' زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ (واوٴ مذکور ہونے کی صورت میں) ایک صفت کا دوسری صفت پر عطف ہو گا اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ الف لام کے بغیر صرف رفع والی صورت (وَرَحْمَةٌ) درست ہے' اس صورت میں ظہورہ مبتداء (موخر) ہے اور رَحْمَةٌ خبر (مقدم) ہے' اور جملہ محذوف موصول کا صلہ ہے' اصل عبارت اس طرح ہو گی "وَالَّذِیْ ظُهُوْرُهٗ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْنَ۔"

(رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْنَ ظُهُوْرُهٗ) یعنی آپ کی روح انور کا ظہور اور عدم سے وجود میں آنا' پھر آپ کے جسد اقدس کا ظاہر ہونا' یہ سب تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے۔

۴؎ (عَدَدَ مَنْ مَّضٰی مِنْ خَلْقِكَ وَمَنْ بَقِیَ) ان لوگوں کی تعداد میں جو اس وقت موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے (وَمَنْ سَعِدَ مِنْهُمْ وَ مَنْ شَقِیَ) بطور تخفیف بَقِیَ اور شَقِیَ کی یاء کو ساکن کرنا جائز ہے' یا مفتوحہ کو ساکن کرنا مشہور لغت ہے' آیت کریمہ "وَذَرُوْامَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا" میں حضرت حسن کی یہی قراءت ہے' (انہوں نے مَا بَقِیْ پڑھا ہے یاء ساکنہ کے ساتھ) اور آیت مبارکہ "وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا" میں اعمش نے (فَنَسِیْ) یاء ساکنہ کے ساتھ پڑھا ہے (حضرت حسن نے بَقِیْ اور اعمش نے فَنَسِیْ) حالت وصل میں یاء ساکن پڑھی ہے۔

(صَلَاةً تَسْتَغْرِقُ) وہ صلوٰۃ جو احاطہ کرے (اَلْعَدَّ) گنتی کا' اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں (۱) عدد یعنی سو اور ہزار کی گردش کی انتہاء مراد ہو (۲) انسانی قدرت یعنی اس گنتی کی انتہاء مراد ہو جو انسانی قدرت کے نیچے داخل ہو اور عقل کے احاطہ وہم میں آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(وَتُحِیْطُ بِالْحَدِّ) حد کا معنی ہے شے کی انتہاء' یا تو عدد کی حد اور انتہاء مراد ہے یا صلوٰۃ کی ممکنہ حد مراد ہے۔ دوسری صورت میں یہ کلام بطور مبالغہ ہے' اور اس کی وہی توجیہ ہے جو حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنَ الصَّلَاةِ شَیْءٌ کی ہے اور اس سے پہلے گزر

چلی ہے (شارح نے اس جملے پر گفتگو کرتے ہوئے (مطالع عربی ص ۱۹۲ میں) فرمایا ہے کہ بکثرت رحمت عطا کرنے میں مبالغہ مقصود ہے، کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کو بادشاہ نے ہر شے دیدی، مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کو اتنی نعمتیں دیدی ہیں کہ اسے مزید نعمتوں کا اشتیاق نہیں رہا، یا وہ شخص گمان کرتا ہے کہ بس اتنی ہی نعمتیں ہیں اس سے زیادہ نہیں، یہ تخصیص کرنے کی ضرورت اس لئے ہے کہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ قدرت کا متعلق ہی ختم ہو گیا ہے۔ ۱۲ شرف قادری۔

۵ (صَلَاةً لَّا غَايَةَ لَهَا وَلَا مُنْتَهٰى وَلَا انْقِضَاءَ) یعنی ایسی صلوٰۃ کہ اس کا خاتمہ اور تتمہ نہ ہو (وَسَلِّمْ) لام کے نیچے زیر اور میم ساکن اس کا صَلِّ پر عطف ہے (تَسْلِيْمًا مِّثْلَ ذٰلِكَ) جس طرح صلوٰۃ میں عدد، احاطہ، دوام اور عدم انتہاء کا ذکر کیا گیا ہے۔

نسخہ سہلیہ اور دیگر قابل اعتماد نسخوں میں یہی الفاظ مذکور ہیں، بعض معتمد نسخوں میں یہ الفاظ ہیں (صَلَاةً لَّا غَايَةَ لَهَا وَلَا مُنْتَهٰى وَلَا اَمَدَ لَهَا وَلَا انْقِضَاءَ صَلَاتَكَ الَّتِيْ صَلَّيْتَ عَلَيْهِ صَلَاةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعِتْرَتِهٖ كَذٰلِكَ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا مِّثْلَ ذٰلِكَ) بعض معتمد نسخوں میں دَائِمَةً بِدَوَامِكَ کے بعد ہے بَاقِيَةً بِبَقَائِكَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَ عَلٰى آلِهٖ الخ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِىْ مَلَأْتَ قَلْبَهٗ مِنْ جَلَالِكَ[1] وَعَيْنَهٗ

اے اللہ! سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما جن کا دل تو نے اپنے جلال سے اور آنکھیں اپنے جمال

مِنْ جَمَالِكَ فَاَصْبَحَ فَرِحًا مُّؤَيَّدًا مَّنْصُوْرًا وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

سے بھر دیں، تو وہ خوش اور تائید و نصرت دیئے ہوئے ہو گئے اور ان کی آل اور اصحاب پر اور بہت سلام بھیج، تمام تعریفیں

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ

اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اس پر، اے اللہ! سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما

اَوْرَاقِ الزَّيْتُوْنِ وَجَمِيْعِ الثِّمَارِ[2] ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ

زیتون کے پتوں اور تمام پھلوں کے مطابق، اے اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما جتنی چیزیں

عَدَدَ مَا كَانَ[3] وَمَا يَكُوْنُ وَعَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَيْهِ الَّيْلُ وَاَضَآءَ عَلَيْهِ النَّهَارُ ۝

ہو چکیں اور جو ہوں گی ان کی تعداد کے برابر اور ان اشیاء کی تعداد کے برابر جن پر رات کی تاریکی چھائی اور دن کی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ

روشنی پھیلی، اے اللہ! ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان کی آل، ازواج مطہرات اور اولاد پر اتنی رحمتیں

وَذُرِّيَّتِهٖ عَدَدَ اَنْفَاسِ اُمَّتِهٖ ۝ اَللّٰهُمَّ بِبَرَكَةِ الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ اجْعَلْنَا

نازل فرما جتنے آپ کی امت کے سانس ہیں- اے اللہ! ان پر درود بھیجنے کی برکت اور درود بھیجنے کی بدولت

بِالصَّلٰوةِ عَلَيۡهِ مِنَ الۡفَآئِزِيۡنَ وَ عَلٰى حَوۡضِهٖ ۵

ہمیں کامیاب بنا اور ان کے حوض پر حاضر ہونے

مِنَ الۡوَارِدِيۡنَ الشَّارِبِيۡنَ ○ وَبِسُنَّتِهٖ وَطَاعَتِهٖ مِنَ الۡعَامِلِيۡنَ ○ وَلَا تَحُلۡ

اور پینے والے بنا اور ان کی سنت و طاعت پر عمل پیرا بنا اور ہمارے اور ان کے درمیان

بَيۡنَنَا وَ بَيۡنَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَا رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۶ ○ وَاغۡفِرۡلَنَا وَلِوَالِدِيۡنَا

قیامت کے دن پردہ حائل نہ کرنا، اے رب العالمین! ہمیں اور ہمارے والدین اور تمام

وَلِجَمِيۡعِ الۡمُسۡلِمِيۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ○

مسلمانوں کو بخش دے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے-

۱ (اَلَّذِیۡ مَلَاتَ قَلۡبَهٗ مِنۡ جَلَالِكَ) جن کے دل کو تو نے اپنی عظمت کی ہیبت سے بھر دیا ہے-

حضرت شیخ محی الدین جنید یمن کا مرتب کیا ہوا درود

یہ ان دس درودوں میں سے ہے جن کو امام محی الدین جنید یمن نے مرتب کیا ہے، دل اجلال (تعظیم) اور ہیبت کا محل ہے، جیسے کہ آنکھ جمال کے دیدار کا محل ہے، اس لئے یہ بھی کہا ہے (وَعَيۡنَهٗ مِنۡ جَمَالِكَ) اور جن کے دل کی آنکھ کو تو نے اپنے جمال کے مشاہدے سے دائمی طور پر بھر دیا اور ان کے سر کی آنکھ کو دیدار جمال سے اس وقت بھر دیا، جب تو نے اس آنکھ سے حجاب الٹ دیا، یہاں تک کہ آپ نے اس آنکھ سے تجھے مکان اور کیف کے بغیر دیکھا- (فَاَصۡبَحَ فَرِحًا) تو آپ مسرور ہو گئے، شیخ جنید یمن سے منقول درود شریف میں دونوں لفظ ہیں (فَرِحًا مَّسۡرُوۡرًا)

(وَسَلِّمۡ) فعل دعا ہے اس کا ماقبل (صَلِّ) پر عطف ہے، لہٰذا اس کے لام کے نیچے زیر اور میم ساکن ہے (تَسۡلِيۡمًا وَّالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ) تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہمارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ نعمتیں عطا فرمائیں-

۲ (وَجَمِيۡعِ الثِّمَارِ) اس کا کس پر عطف ہے؟ اس میں دو احتمال ہیں (۱) زیتون پر عطف ہو (۲) اوراق پر عطف ہو- پہلی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ تمام پھلوں کے پتوں کی تعداد میں، اس صورت میں زیتون اور تمام پھلوں کے پتوں کی تعداد مراد ہو گی، خود پھلوں کی تعداد مراد نہیں ہو گی- اس وقت صرف زیتون کے پتوں کا ذکر نہیں ہو گا، بلکہ تمام پھلوں کے پتوں کا بھی ذکر ہو گا- دوسری صورت میں تمام پھلوں کی تعداد مراد ہو گی جن میں سے زیتون بھی ہے، اب دوسرے پھلوں کے پتوں کا نہیں صرف زیتون کے پتوں کا ذکر ہو گا- یہ احتمال زیادہ ظاہر ہے، اس صورت میں جمع کا جمع پر عطف ہے) خاص طور پر زیتون کا ذکر

اس لئے کیا ہے کہ وہ (قرآن پاک کے بیان کے مطابق) بابرکت درخت ہے اور اس لئے کہ اس کے پتوں پر اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک لکھا ہوا ہے۔

میں نے حضرت مولف کے شاگردوں اور ان کے شاگردوں کے شاگردوں کے قدیم نسخہ دلائل کے حاشیہ پر علماء کرام (یعنی ان شاگردوں کے معاصر علماء) کے حوالے سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ دوسرے پھلوں کے پتوں کا نہیں' صرف زیتون کے پتوں کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ زیتون پر اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم لکھا ہوا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ے (عَدَدَ مَا كَانَ) ان اشیاء کی تعداد میں جو زمانہ ماضی میں موجود ہوئیں۔ (وَعَدَدَ مَا يَكُوْنُ) ان اشیاء کی تعداد میں جو اس وقت موجود ہیں یا آئندہ موجود ہوں گی۔

بعض نسخوں میں ہے (وَيَكُوْنُ) ما کے بغیر (اس وقت يَكُوْنُ کا عطف كَانَ پر ہو گا) اور بعض نسخوں میں (وَمَايَكُوْنُ) ما کے اثبات کے ساتھ (لفظ عدد کے بغیر' اس وقت اس کا عطف مَاكَانَ پر ہو گا' ۱۲ قادری)

(وَاَضَاءَ) اس کا عطف ہے اَظْلَمَ پر' بعض نسخوں میں مَا کی زیادتی کے ساتھ ہے (وَمَا اَضَاءَ) (اس وقت مَا اَظْلَمَ پر عطف ہو گا)

ے (بِالصَّلٰوۃِ) باء کا تعلق فَائِزِيْنَ مقدر کے ساتھ ہے' بعد میں مذکور فائزین سے تعلق نہیں ہے' جیسے کہ غیر خالص عربوں کے کلام میں واقع ہوتا ہے' کیونکہ موصول سے پہلے واقع ہونے والی چیز موصول کے صلہ کی معمول نہیں ہوتی (یعنی الفائزین پر الف لام موصول ہے) ہاں! ظروف میں وہ وسعت ہوتی ہے جو غیر ظروف میں نہیں ہوتی (اس اعتبار سے الفائزین سے تعلق ہو سکتا ہے)

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باء کا تعلق اِجْعَلْنَا کے ساتھ ہو' یعنی نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کے سبب ہمیں بنا دے (مِنَ الْفَائِزِيْنَ) نجات اور کامیابی حاصل کرنے والوں میں سے۔ جب باء کا تعلق فَائِزِيْنَ کے ساتھ ہو تو ایک احتمال یہ ہے کہ فوز سے مراد خود درود شریف ہو' یعنی درود پاک کے مستحق ہونے اور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچنے کے ساتھ ہمیں کامیاب بنا' اس میں پھر دو صورتیں ہیں' مطلق درود شریف ہو یا اس کی کثرت۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ درود پاک کا ثواب اور دنیا و آخرت میں اس کے ثمرات اور نتائج مراد ہوں' واللہ تعالیٰ اعلم

مِنَ الْفَائِزِيْنَ میں مِنْ کا تعلق اِجْعَلْنَا سے ہے۔

ہ (وَعَلٰى حَوْضِهٖ) اس کا تعلق وَارِدِيْنَ مقدر سے ہے۔ (مِنَ الْوَارِدِيْنَ) ان لوگوں میں سے بنا جو سرکار دوعالم ﷺ کے حوض کی طرف جانے والے اور اس تک پہنچنے والے ہیں' چونکہ وَرَدَ کا معنی پانی کی طرف جانا اور اس کے قریب جانا ہے اور یہ مرحلہ پانی پینے سے پہلے ہوتا ہے اس لئے (الشَّارِبِيْنَ) کا اضافہ کیا۔ اور سوال میں یہ تصریح کر دی کہ ہمیں صرف حوض کے قریب پہنچنے والوں میں سے بنا بلکہ اس کا پانی پینے والوں میں سے بھی بنا' الشَّارِبِيْنَ کا متعلق محذوف ہے یعنی مِنْهُ (اس حوض سے)

(بِمَشِیْئَتِہٖ) کا تعلق عَامِلِیْنَ مقدر کے ساتھ ہے (وَطَاعَتِہٖ) اور نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے، یعنی تجھے وحدہ لاشریک ماننے اور فقط تیری عبادت کا اس حکم کی اطاعت کرنے والوں میں سے بنا۔

معیت اطاعت سے وابستہ ہے

(وَلَا تَحُلْ) اور رکاوٹ حائل نہ فرما (بَیْنَنَا وَبَیْنَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ) ہمارے اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان۔ ہمارے گناہوں، آپ کی سنت، اطاعت اور طریقے سے نکلنے کے سبب، کیونکہ سنت و اطاعت سے نکلنا آپ کی زیارت سے مستفیض ہونے کے لئے بڑی رکاوٹ ہے۔ اور آپ کی فرمانبرداری آپ کی بارگاہ میں حاضری اور آپ کے قرب سے فیض یاب کا قوی سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ (۴/۶۹) اور جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، معیت سے مراد ان حضرات کا دیدار ہے جن کا آیت کریمہ میں ذکر ہے (یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین) نیز ان کی بارگاہ میں حاضری مراد ہے۔ اگرچہ ان کا ٹھکانہ دوسرے لوگوں کی نسبت بلند و بالا درجات میں ہو گا۔

چونکہ آیت مبارکہ میں معیت کو اطاعت سے وابستہ کیا گیا ہے، جیسے کہ حوض کوثر سے پہلے پہل وہ لوگ پئیں گے جنہوں نے دین میں ردو بدل نہیں کیا ہو گا۔ اس لئے حضرت مصنف نے یہ دعا مانگی کہ ہمیں حوض کوثر سے پانی پینے اور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت عطا فرما تو اس کے ساتھ ہی یہ دعا مانگی کہ ہمیں اپنے حبیب مکرم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونے اور اطاعت کی توفیق عطا فرما (تاکہ ہم پہلے پہل حوض کوثر سے پانی پینے والوں میں شامل ہوں)

دو ظرفیں یعنی بَیْنَنَا اور یَوْمَ لَا سے متعلق ہیں، یہ ان نحویوں کے مطابق ہے جو کہتے ہیں کہ ظرف کا تعلق حرف نفی سے بھی ہو سکتا ہے، یا اس فعل سے متعلق ہیں جو عبارت مذکورہ کا مدلول ہے یعنی اِنْفِ الْحَیْلُوْلَۃَ رکاوٹ کی نفی فرما۔

اس عبارت کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ میدان محشر میں رکاوٹ دور فرما، جس دن نبی اکرم ﷺ کی طرف شدید حاجت ہو گی، اس دن تمام امت آپ کی بارگاہ میں جمع ہو گی اور اسی شخص کو پیچھے چھوڑا جائے گا جو اپنے گناہ اور جرم کی بنا پر محروم ہو گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ میدان محشر اور اس کے بعد یعنی جنت میں رکاوٹ نہ ڈال، جہاں آپ کے دیدار کا شدید اشتیاق ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بعد جنت کی کوئی نعمت نبی اکرم ﷺ کے دیدار سے زیادہ پر لطف نہیں ہو گی۔

(یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ) اے تمام جہانوں کے رب! جو سب کا مالک و ملجا، سب کی حاجتیں برلانے والا، بگڑے ہوئے کام سنوارنے والا ہے اور اس کے سوا ان کا کوئی ملجاء و ماوی نہیں۔

اپنے اور والدین کے لئے دعائے مغفرت

پھر جب انسان اتباع سنت اور ہر نیکی کے اختیار کرنے کے باوجود اپنے عمل کی بنا پر نجات نہیں پائے گا، اپنے رب کی بنا

جنت میں نہیں جائے گا' اپنی کوشش سے اپنی آرزوئیں حاصل نہیں کر سکے گا اور اس کی تمنائیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے حاصل ہوں گی' اس لئے اتباع سنت اور اعمال صالحہ کے ساتھ مغفرت کی دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں (اغفرلنا) اور ہمیں بخش دے' پہلے اپنے لئے دعا کی ہے کیونکہ دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ دعا کرنے والا پہلے اپنے لئے دعا مانگے' جیسے کہ قرآن و حدیث میں وارد ہے' پھر اپنے والدین کے لئے دعا مانگتے ہیں (وَلِوَالِدَيْنَا) اور ہمارے والدین کو بخش دے. کیونکہ دعا مانگنے والے کے لئے مستحب ہے کہ اپنے لئے دعا مانگنے کے بعد اپنے والدین کے لئے دعا مانگے۔ جیسے قرآن پاک میں ہے رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا

پھر عرض کرتے ہیں (وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ) اور تمام مومنوں کو بخش دے۔ اس لئے کہ مناسب یہ ہے کہ دعا میں تمام مومنوں کو شامل کرے' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" اپنے خلاف اولیٰ امور کے لئے مغفرت کی دعا کیجئے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے دعاء و مغفرت کیجئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ یوں فرمایا: رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اے میرے رب! میری اور میرے والدین' میرے گھر میں داخل ہونے والے مومن اور تمام اہل ایمان مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما۔

پھر دعا کے آخر میں کہتے ہیں (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) ابتدا میں واؤ نہیں ہے۔ کیونکہ اجزاء دعا کو اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ ختم کرنا چاہئے' جیسے کہ اہل جنت اور ان کے ماسوا کے بارے میں وارد ہے کہ وہ اپنی دعا کو حمد کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔

فصل کیفیت صلوۃ کا پہلا تہائی حصہ یہاں ختم ہوا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

پھر دوسرے ثلث کی ابتدا کی ہے اپنے اس قول سے (اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ الخ)

اِبْتِدَآءُ الثُّلُثِ الثَّانِیْ

دوسرے ثلث کی ابتدا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَکْرَمِ

اے اللہ! درود و سلام اور برکت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور آپ کی آل پر جو تیری تمام مخلوق سے

خَلْقِكَ[۱] وَ سِرَاجِ اُفُقِكَ وَ اَفْضَلِ قَآئِمٍ بِحَقِّكَ الْمَبْعُوْثِ بِتَیْسِیْرِكَ وَ رِفْقِكَ

زیادہ معزز، تیرے آسمان کے کناروں کے چراغ، تیرے حق کے ساتھ قائم ہونے والوں میں افضل ترین اور جو بھیجے گئے

صَلٰوۃً یَّتَوَالٰی تَکْرَارُھَا وَ تَلُوْحُ عَلَی الْاَکْوَانِ اَنْوَارُھَا اَللّٰھُمَّ صَلِّ

تیری آسانی اور نرمی کے ساتھ ایسی رحمت، جو مسلسل اور بار بار ہو اور جس کے انوار موجودات پر چمکیں، اے اللہ! رحمت و

وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلِ مَمْدُوْحٍ

سلامتی اور برکت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور ان کی آل پر جو تیرے قول کے ساتھ افضل ترین

بِقَوْلِكَ[۲] وَ اَشْرَفِ دَاعٍ لِّلْاِعْتِصَامِ بِحَبْلِكَ وَ خَاتِمِ اَنْبِیَآئِكَ وَ رُسُلِكَ

تعریف کیے ہوئے ہیں، رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کے لئے اشرف ترین بلانے والے اور تیرے انبیاء و رسل کے

صَلٰوۃً تُبَلِّغُنَا فِی الدَّارَیْنِ عَمِیْمَ فَضْلِكَ وَ کَرَامَۃَ رِضْوَانِكَ وَ وَصْلِكَ ○

ختم کرنے والے ہیں، ایسی رحمت جو ہمیں دنیا و آخرت میں تیرے عام فضل، تیری رضا و ملاقات کی عزت تک پہنچائے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَکْرَمِ

اے اللہ! رحمت، سلامتی اور برکت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر اور ان کی آل پر، وہ حبیب کہ

الْکُرَمَاءِ[۳] مِنْ عِبَادِكَ وَ اَشْرَفِ الْمُنَادِیْنَ لِطُرُقِ رَشَادِكَ وَ سِرَاجِ اَقْطَارِكَ

تیرے بندوں میں سب سے زیادہ معزز، تیری ہدایت کے راستوں کی طرف سب بلانے والوں سے اشرف اور تیری زمین

وَ بِلَادِكَ صَلٰوۃً لَّا تَفْنٰی وَ لَا تَبِیْدُ تُبَلِّغُنَا بِھَا کَرَامَۃَ الْمَزِیْدِ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ

اور شہروں کے کناروں کے چراغ ہیں، ایسی رحمت جو کبھی نیست و نابود نہ ہو اور تو ہمیں اس کے ذریعے مزید عزت تک پہنچا،

وَ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ الرَّفِیْعِ مَقَامُهٗ[۴] الْوَاجِبِ

اے اللہ! رحمت، سلامتی اور برکت نازل فرما، ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر، وہ حبیب جن کا مقام بلند اور

تَعْظِيْمُهٗ وَاِحْتِرَامُهٗ صَلٰوةً لَّا تَنْقَطِعُ اَبَدًا وَّلَا تَفْنٰى سَرْمَدًا وَّلَا تَنْحَصِرُ عَدَدًا۝

جن کی تعظیم اور احترام واجب ہے، ایسی رحمت جو کبھی منقطع نہ ہو، نہ کبھی فنا ہو اور نہ گنتی میں آئے۔

(اَكْرَمِ خَلْقِكَ) جو تیری تمام مخلوق یعنی انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور ان کے بعد والی مخلوق سے افضل ہے، یہ پہلے جملے میں واقع نبی اکرم ﷺ کے اسم شریف کی صفت ہے، کیونکہ آپ ہی کے لئے یہ کلام چلایا گیا ہے اور آپ کا ذکر متعین ہے، آل پاک کا ذکر اس لئے ہے کہ ان کا تعلق نبی اکرم ﷺ سے ہے، ان کا ذکر کچھ دیگر مقاصد کے لئے ہے، مثلاً ان کے ذکر سے لطف اندوز ہونا، برکت حاصل کرنا اور ان کی تعظیم، ایسے معطوف کو موصوف اور صفت کے درمیان لانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ ایسے معطوف کا موصوف سے دوسرے معطوف کی نسبت زیادہ تعلق ہے اور وہ ہے اس کا موصوف کی طرف مضاف ہونا اور التباس بھی نہیں ہے (کیونکہ ظاہر ہے کہ بعد میں آنے والی صفت اسم شریف کی ہے نہ کہ آل کی، ۱۲ قادری)

(وَسِرَاجِ اُفُقِكَ) پہلے دونوں حرفوں پر پیش (اُفُقِ) ہمزے پر پیش کے ساتھ، فاء کو ساکن بھی پڑھ سکتے ہیں (اُفْق) جیسے کہ عُنُقٌ اور جُزْءٌ کا قاعدہ ہے ایسے اسماء کو دونوں طرح پڑھنا جائز ہے (پہلے دونوں حرفوں پر پیش پڑھنا جائز ہے اور دوسرے کو ساکن کرنا بھی جائز ہے) اُفُق کنارے اور آسمان کے ان کناروں کو کہتے ہیں جو دکھائی دیتے ہیں۔ نَاحِيَةٌ سے مراد جنس ہے، پس نبی اکرم ﷺ آسمانوں اور زمین کے تمام کناروں کے سراج ہیں، اور عنقریب آئے گا وَسِرَاجِ اَقْطَارِكَ سراج کے ساتھ آپ کی تشبیہ کی وجہ اسماء مبارکہ کی شرح میں گزر چکی ہے۔

* (وَاَفْضَلِ قَائِمٍ بِحَقِّكَ) بندوں پر تیرے واجب حق کو ادا کرنے والوں میں سب سے افضل، یعنی تیرے حکم کی تعمیل کرنا، تیرے قہر کے آگے سر بخم ہونا، تیرے ذکر سے رطب اللسان رہنا، تیری توحید میں محو ہونا، تیری جود و عطا پر رشک کرنا، تیرے مشاہدے کے سبب مستغنی ہونا، تیری رحمتوں کی طرف نظر کرنا اور سب سے روگردانی کر کے تیری طرف متوجہ ہونا، پس مخلوق پر تیرا جو حق واجب ہے اس کو ادا کرنے میں آپ سب سے آگے ہیں، کسی کو آپ کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں۔

(اَلْمَبْعُوْثِ) مخلوق کی طرف بھیجے گئے (بِتَيْسِيْرِكَ) تیرے آسانی دینے کے ساتھ (وَرِفْقِكَ) یہ ماقبل کے قریب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی شریعت میں جو آسانی دی گئی ہے، وہ معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ اور (ہمارے حبیب) ان کے بوجھ کو اتارتے ہیں اور وہ طوق اتارتے ہیں جو ان کے گلے میں پڑے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہماری امت سے خطا، نسیان اور اس کام سے درگزر فرمایا ہے جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

مخلوق کو آسانی فراہم کرنے کے لئے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری

(بِتَيْسِيْرِكَ) میں باء مصاحبت کے لئے ہے، سببیت کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے

بندوں کے لئے آسانی اور نرمی فراہم فرمانے کا ارادہ کیا تو اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا' کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ کی رحمت مجسم ہیں اور رحمت کے لئے تیار کئے گئے ہیں' تو آپ کا مبعوث ہونا اس ارادے کے سبب تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(صَلَاةً تَتَوَالٰی) پہلے نیچے دو نقطے والی یاء' پھر اوپر دو نقطے والی تاء۔ وہ صلاۃ جس کی تکرار لگاتار اور پے در پے ہو (تَكْرَارُهَا) تاء پر زبر' اس کے نیچے زیر بھی پڑھ سکتے ہیں' کہا جاتا ہے كَرَّرْتُهٗ تَكْرِيْرًا وَّتَكْرَارًا جب کسی چیز کا کئی دفعہ اعادہ کیا جائے' اور اعادہ ایک دفعہ لوٹانے کو کہتے ہیں۔

نسخہ سلیمہ سے مقابلہ کئے گئے دو نسخوں میں ہے (تَتَوَالٰی) اوپر دو نقطوں والی دو تاؤں کے ساتھ۔ اس صورت میں (تَكْرَارُهَا) تَتَوَالٰی میں مستتر اور صلوٰۃ کی طرف لوٹنے والی ضمیر سے بدل اشتمال ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ تکرار نے مضاف الیہ سے تانیث حاصل کر لی ہو' لہٰذا دوسری روایت کی طرح اس روایت میں بھی فاعل ہو' کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے ضمیر کی ضرورت نہیں ہے۔

(نوٹ: مصدر بطور مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے' اس لئے اگر مضاف الیہ سے تانیث حاصل نہ کرے تو بھی فاعل بن سکتا ہے' ۱۲ قادری)

(وَتَلُوْحُ) اور چمکتے ہیں (عَلَى الْاَكْوَانِ) مخلوقات پر (اَنْوَارُهَا) صلوٰۃ کے انوار' کیونکہ نبی اکرم ﷺ پر بھیجا جانے والا درود نور ہے' تو اس کے ذریعے تمام جہان منور ہوں گے۔ لیکن درود شریف کا نور معنوی ہے' اس لئے اس جہان میں صرف خرق عادت کے طور پر ظاہر ہوگا۔

ع (اَفْضَلِ مَمْدُوْحٍ بِقَوْلِكَ) قرآن پاک اور دیگر کتب سماویہ میں تیرے ارشاد سے جن کی تعریف کی گئی ہے ان سب سے افضل' اللہ تعالیٰ متعدد انبیاء کرام اور ملائکہ کی عمومی اور خصوصی طور پر تعریف فرمائی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ خدا داد فضیلت کی بنا پر ان سب سے افضل ہیں' اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اور دیگر کتب میں آپ کی جو تعریف فرمائی ہے اس کا کچھ بھی حصہ نقل کیا جائے تو گفتگو طویل ہو جائے گی۔

(وَاَشْرَفِ دَاعٍ) اور مخلوق کو بلانے والی اشرف ترین ہستی پر (لِلْاِعْتِصَامِ) مضبوطی سے تھامنے کی طرف (بِحَبْلِكَ) تیری رسی کو۔ اس رسی سے مستعار ہے جسے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے۔ اس جگہ رسی سے مراد دین ہے' آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ رسی سے مراد دین ہے' یا قرآن' یا جماعت' یا دین کی طرف بلانے والے حضرات یعنی رسولان گرامی اور ان کے متبعین۔

اللہ تعالیٰ کا وسیع فضل اور رضا

(تُبَلِّغُنَا) اس کی پوشیدہ ضمیر صلاۃ کی طرف راجع ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے سبب بنایا ہے۔۔۔ یہ نسخہ سلیمہ وغیرہ کی بناء پر

ہے' بعض نسخوں میں (بِھَا) کا اضافہ ہے' یہ باء سببیت کے لئے ہے اور تبلیغ میں پوشیدہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ یعنی تو ہمیں پہنچائے (اِلَی الدَّارَیْنِ) دنیا اور آخرت میں (عَمِیْمَ فَضْلِكَ) اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ یعنی شامل اور وسیع فضل تک (وَكَرَامَةَ رِضْوَانِكَ) اور تیری رضا کی عزت تک' رضا کے کرامت ہونے میں کوئی شک نہیں' اللہ تعالیٰ کی رضا عزت و کرامت اور رفعت و شرافت والی شے ہے' بلکہ یہ سب سے اعلیٰ' افضل اور نفیس ترین کرامت ہے' کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو وہ نعمتیں عطا فرمادے گا جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں' کسی کان نے سنی نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا خیال نہیں گزرا' جنتی ان پر راضی ہو جائیں گے' ان کی آنکھیں ان نعمتوں سے ٹھنڈی ہو جائیں گی اور وہ اس کا اقرار بھی کریں گے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا' کیا میں تمہیں جنت کی ان نعمتوں سے افضل نعمت عطا نہ کروں؟ جنتی عرض کریں گے' یا اللہ! ان نعمتوں سے افضل نعمت کونسی ہو گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا نازل کروں گا اور اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(وَوَصْلِكَ) وصل' ہجر اور قطع تعلقی کی ضد ہے۔

ﷺ (اَكْرَمِ الْكُرَمَاءِ) کُرَمَاء سے مراد انبیاء' مرسلین' ملائکہ' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف انبیاء مراد ہوں' اب یہ قول آئندہ قول کے مطابق ہو گا' اکرم انبیاء اللہ الکرام

(مِنْ عِبَادِكَ) عباد جمع ہے عبد کی' عبید بھی جمع آتی ہے' اس کی دوسری جمعیں بھی آتی ہیں' لیکن زیادہ یہی دو استعمال میں آتی ہیں۔

لفظ عباد عموماً تعظیم اور رفعت و کرامت کے مقام میں استعمال کیا جاتا ہے' بعض اوقات تحقیر' کمزور جاننے یا ارادہ ذم کے مقام میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس جگہ عباد سے مراد کُرَمَاء ہو سکتے ہیں' اس وقت مِنْ بیانیہ ہو گا (اس کا معنی ہے یعنی) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عِبَادِ سے مراد مطلق بندے ہوں' اب من تبعیضیہ ہو گا (جو بعض کے معنی میں آتا ہے)

(وَاَشْرَفِ الْمُنَادِیْنَ) میم پر پیش' بے نقطہ دال کے نیچے زیر اور آخر میں نون' مُنَادٍ کی جمع ہے' جس کا معنی ہے بلانے والا۔ متعدد معتمد نسخوں میں اسی طرح ہے۔ دوسرے بہت سے نسخوں میں ہے (اَلْمُنَاذِیْرِ) میم پر زبر' الف کے بعد نقطے والا ذال' آخر میں راء' انذار سے۔ دو نسخوں میں ہے (اَلْمُبَادِرِیْنَ) میم پر پیش' اس کے بعد ایک نقطے والی باء' دال کے بعد راء اور آخر میں نون' یہ مُبَادَرَۃٌ سے ہے۔ اَلْبِدَارُ اِلَی الشَّیْئِ کا معنی ہے جلدی کرنا اور شے کی طرف سبقت کرنا' لیکن صحیح پہلا نسخہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(اَلطُّرُقِ) پہلے دونوں حرفوں پر پیش۔ راء کو ساکن بھی پڑھ سکتے ہیں' طریق کی جمع جس کا معنی راستہ ہے۔

(رَشَادِكَ) تیری ہدایت کے راستوں کی طرف' ہدایت کے راستوں کی طرف بلانے والوں سے مراد رسولان گرامی علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

(وَسِرَاجِ اَقْطَارِكَ) قطر پہلے حرف پر پیش' دوسرا ساکن' بمعنی طرف کی جمع (یعنی تیرے آسمان اور زمین کے اطراف کے

سراج) (وَبِلَادِكَ) بَلَدٌ کی جمع' زمین کا ایک ٹکڑا مخلوقات کا نبی اکرم ﷺ کے آفتاب نبوت' نور ہدایت' آپ کی شریعت کی روشنی اور آپ کی ملت کے انوار سے منور ہونا ظاہر و باہر ہے' کسی صاحب علم پر مخفی نہیں۔ والحمد للہ تعالیٰ۔

(صَلَاةً لَا تَفْنٰى) ایسی صلوٰۃ جو معدوم نہ ہو (وَلَا تَبِيْدُ) اور ہلاک نہ ہو (تُبَلِّغُنَا بِهَا) جس کے سبب سے تو ہمیں پہنچائے (كَرَامَةَ الْمَزِيْدِ) زیادتی کی کرامت تک' وہ زیادتی جس کی تفسیر آیات کریمہ میں جنت عدن میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے کی گئی ہے' اور کوئی کرامت اس کرامت کو نہیں پہنچ سکتی۔

ع (الرَّفِيْعِ) یہ صفت بحال متعلقہ ہے' اور لفظوں میں موصوف کے متعلق کی صفت واقع ہو رہی ہے۔ یہ صفت مشبہ ہے۔ (مَقَامُهٗ) الرفیع کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے (الْوَاجِبِ) یہ بھی صفت بحال متعلقہ ہے (تَعْظِيْمُهٗ) الواجب کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے (وَاحْتِرَامُهٗ) یہ تَعْظِيْمُهٗ پر معطوف ہے اور اس کا ہم معنی ہے۔

تعظیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم قرآن میں

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرام ﷺ کی تعظیم اور احترام کا حکم قرآن پاک کی متعدد آیات میں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مومنوں کو حکم دیا' کہ نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر کریں۔ آپ سے آگے نہ بڑھیں' آپ کے پاس آواز نیچی رکھیں' آپ کو آپ کے افضل ناموں سے مخاطب کریں' اچھے انداز میں گفتگو کریں' کہیں جانا ہو تو اجازت لے کر جائیں' نیز آپ کی اطاعت کا حکم دیا' آپ کی سنت کی پیروی اور اقتداء پر ابھارا' آپ کے بلانے پر حاضری کا حکم دیا' آپ کی مخالفت سے بچنے کا حکم دیا اور بطور قسم فرمایا: کہ وہ لوگ مومن نہیں جو آپ کو حاکم تسلیم نہ کریں۔ وَغَيْرُ ذٰلِكَ۔

(صَلَاةً لَا تَنْقَطِعُ اَبَدًا وَلَا تَفْنٰى سَرْمَدًا) اَبَدًا اور سَرْمَدًا کا معنی ہے ہمیشہ' ان کا تعلق لائے نافیہ سے ہے' یا اس فعل سے ہے جس پر نفی نے دلالت کی ہے یعنی اس صلاۃ کی فنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منتفی ہو۔

(لَا تَنْحَصِرُ عَدَدًا) عددا تمیز ہے یعنی اس صلوٰۃ کی تعداد محدود نہ ہو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما' جیسے تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام

سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ فِي الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

اور ان کی آل پر تمام جہانوں میں رحمت نازل فرمائی' بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے' اے اللہ! ہمارے آقا

وَصَلِّ اللّٰهُمَّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهٗ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما، جب بھی ذکر کرنے والے ان کا ذکر کریں

الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغٰفِلُوْنَ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ

اور غفلت والے ان کے ذکر سے غافل ہوں، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمت کاملہ

عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا وَّاٰلَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ

نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحم فرما، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر

عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَرَحِمْتَ وَبَارَكْتَ

برکت نازل فرما۔ جیسے تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود بھیجا اور رحمت و برکت نازل فرمائی۔

عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ [2] ○

بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الطَّاهِرِ الْمُطَهَّرِ وَ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور طاہر و مطہر نبی امی اور ان کی آل پر رحمت و سلامتی نازل فرما،

عَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ [3] ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ خَتَمْتَ [4] بِهِ الرِّسَالَةَ

اے اللہ! اس ذات اقدس پر رحمت نازل فرما جن پر تو نے رسالت

وَاَيَّدْتَهٗ بِالنَّصْرِ وَالْكَوْثَرِ وَالشَّفَاعَةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ

ختم کی اور خاص امداد، کوثر اور شفاعت کے ساتھ انہیں تقویت دی، اے اللہ! رحمت نازل فرما ہمارے آقاء و مولا حضرت محمد

نَبِيِّ الْحُكْمِ [5] وَالْحِكْمَةِ السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ الْمَخْصُوْصِ بِالْخُلُقِ الْعَظِيْمِ وَخَتْمِ

مصطفیٰ ﷺ پر جو حکم اور حکمت کے نبی، روشن چراغ، خلق عظیم اور رسولوں کے ختم کرنے کے ساتھ خاص کیے گئے

الرُّسُلِ ذِي الْمِعْرَاجِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهِ السَّالِكِيْنَ عَلٰى

صاحب معراج ہیں اور ان کی آل، ان کے اصحاب اور ان کے سیدھے راستے پر چلنے والے متبعین

مَنْهَجِهِ الْقَوِيْمِ ○ فَاَعْظِمِ اللّٰهُمَّ بِهٖ مِنْهَاجَ نُجُوْمِ الْاِسْلَامِ وَمَصَابِيْحِ

پر، اے اللہ! اسلام کے ستاروں اور تاریکیوں کے چراغوں کا راستہ کتنا عظیم ہے؟

الظَّلَامِ الْمُهْتَدٰى بِهِمْ فِيْ ظُلْمَةِ لَيْلِ الشَّكِّ الدَّاجِ صَلٰوةً دَآئِمَةً مُّسْتَمِرَّةً

جن سے شک کی اندھیری رات میں ہدایت پائی گئی ایسی رحمت جو ہمیشہ جاری رہے

مَّا تَلَاطَمَتْ فِي الْاَبْحُرِ الْاَمْوَاجِ وَطَافَ بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ

جب تک سمندروں کی موجیں متلاطم رہیں اور حجاج دور دراز راہوں سے آکر

مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ نِ الْحُجَّاجُ

بیت اللہ شریف کا طواف کرتے رہیں۔

درود پاک پڑھنے کا طریقہ

۱ مجھے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ نہیں مل سکی۔ امام نسائی حضرت طلحہ ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر صلوٰۃ کس طرح ہے؟ فرمایا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

۲ یہ وہ صلاۃ ہے جو ابن ابی زید کے رسالہ میں ہے' اس میں دو روایتیں ہیں ایک میں (فِي الْعَالَمِيْنَ) ہے' دوسری میں نہیں ہے۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے وہ روایت ذکر کی ہے جس میں (فِي الْعَالَمِيْنَ) کا ذکر ہے' اس جگہ دوسری روایت ذکر کی ہے۔

۳ (وَ سَلِّمْ) فعل دعا ہے اور اس کا ما قبل پر عطف ہے۔

۴ (خَتَمْتَ) خاء اور تاء پر زبر' آخر میں تاء خطاب ہے (بِهِ الرِّسَالَةَ) جن کے ذریعے تو نے رسالت کو ختم فرمایا' اس جگہ رسالت کا ذکر ہے۔ نبوت کا نہیں' کیونکہ ارسال (بھیجنے) کا حکم نبی اور رسول دونوں کو شامل ہے' یا اس لئے کہ رسالت کو نبوت پر فضیلت حاصل ہے (وَاَيَّدْتَهٗ بِالنَّصْرِ) اور تو نے ان کو تقویت دی امداد کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنی امداد سے آپ کو تقویت دی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوثر عطا ہوئی

(وَالْكَوْثَرِ) اللہ تعالیٰ نے کوثر کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان فرماتے ہوئے فرمایا: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی۔ کوثر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے' اس میں اختلاف ہے کہ کوثر کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ وہ جنت کی نہر ہے' یہی متقدمین اور متاخرین میں مشہور و معروف ہے' بخاری شریف اور دیگر کتب میں اس بارے میں حدیث بھی آئی ہے۔ یہ وہ نہر ہے جو حوض میں ڈالی جائے گی' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ خود حوض ہے' اس بارے میں صحیح مسلم اور ابو داؤد میں حدیث آئی ہے۔ لیکن کہا گیا ہے کہ حوض پر کوثر کا اطلاق اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کی اصل اور اس کا مادہ نہر کوثر ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے' بعض حضرات نے کہا کہ چونکہ اس میں عموم ہے' اس لئے یہ تمام اقوال کو

زیادہ موزوں ہے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کے ارشاد سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کوثر سے مراد خاص طور پر نہر کوثر ہے' اس لئے اس سے عدول نہیں کیا جا سکتا۔

کوثر کے معانی

چند مزید اقوال یہ ہیں: (۴) نبوت' (۵) علم' (۶) اسلام (۷) اخلاق حسنہ' (۸) اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نبوت' قرآن' ذکر عظیم اور دشمنوں کے خلاف امداد (۹) علماء امت (۱۰) اولاد امجاد (۱۱) متبعین کی کثرت (۱۲) تمام نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو عطا فرمائیں۔

ان اقوال میں سے اکثر وہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کوثر وہ شے ہے جو نبی اکرم ﷺ کو دنیا میں عطا کی گئی اور وہ آپ کی فتح و نصرت کا ذریعہ بنی' بعض اقوال سے یہ بات صراحۃً معلوم ہوتی ہے' مثلاً وہ قول جس میں کہا گیا ہے کہ دشمنوں کے خلاف امداد مراد ہے اور بعض اس مطلب میں ظاہر ہیں۔ مثلاً جس میں کہا گیا ہے کہ متبعین کی کثرت مراد ہے۔ بعض میں یہ مطلب غیر واضح ہے۔ البتہ! فتح و نصرت پر التزاماً دلالت ہے۔

شفاعت کے ساتھ تقویت

(وَالشَّفَاعَۃ) اور تو نے سرکار دوعالم ﷺ کو تقویت عطا فرمائی شفاعت کے ساتھ' یعنی آپ کی شفاعت قبول فرما کر۔ آپ کو پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا مقبول شفاعت والا بنا کر' یا رب! تو انہیں تمام مخلوق کا شفیع بنائے گا اور یہ مقام تمام مخلوق کے بڑے لوگوں (انبیاء کرام علیہم السلام) پر ظاہر فرمائے گا اور محشر کے تمام لوگ اس کا مشاہدہ کریں گے' امور مذکورہ سے آپ کی تقویت کا یہی مطلب ظاہر ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اَیَّدْتَہٗ کو اَکْرَمْتَہٗ کے معنی پر متضمن بنایا ہو (یعنی حبیب اکرم ﷺ کو تقویت دی اس حال میں کہ آپ کو شفاعت کبریٰ سے عزت دی)

ہ (نَبِیِّ الْحُکْمِ) پہلے حرف پر پیش' دوسرا ساکن' اس سے حکمت مراد لی جاتی ہے' نیز اس سے حکومت' قضا اور بندوں کے درمیان فیصلہ کرنا مراد لیا جاتا ہے' دوسری صورت میں دو احتمال ہیں (۱) آپ کو بندوں کے درمیان حکم (فیصلہ) کرنے سے موصوف کیا گیا ہے' اس میں اشارہ ہے کہ آپ نبی بھی ہیں اور سلطان بھی' جیسے آپ ﷺ کی خصوصیات میں بیان کیا گیا ہے (۲) حکم کی صفت محذوف ہو' یعنی آپ ایسے حکم کے نبی ہیں جو راستی اور عدل کے طریقے پر نافذ اور جاری ہے۔ حکم کا معنی ضبط' فساد اور نامناسب کاموں سے روکنا بھی ہو سکتا ہے' اس کتاب کے سوا دوسری کتابوں میں نبی اکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں سے اَلضَّابِط بھی ہے۔

(وَالْحِکْمَۃ) حاء کے نیچے زیر۔ اس کی تفسیر درج ذیل امور سے کی جاتی ہے (۱) نبوۃ (۲) قرآن پاک اور اس کا فہم (۳) اللہ تعالیٰ کے دین کی معرفت (۴) احکام کی پہچان (۵) عقل و دانش (۶) وعظ و نصیحت (۷) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھی طرح علم اور

فہم کا حاصل کرنا (۸) حکم اور فعل کو مستحکم کرنا (۹) اشیاء کو ان کے لائق مقام پر رکھنا اور ان کا حق ادا کرنا (۱۰) حق و انصاف کے ساتھ حکم کرنا۔ یہ تمام امور نبی اکرم ﷺ کے لئے ثابت ہیں۔

(السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ) چکاچوند روشنی والے سراج (الْمَخْصُوْصِ) جن کو تمام مخلوق پر فضیلت دی گئی (بِالْخُلُقِ) خاء پر پیش لام پر پیش بھی پڑھ سکتے ہیں اور اسے ساکن بھی پڑھ سکتے ہیں۔ مزاج طبیعت، مروت، دین اور خلق۔ خلقت وہ طبیعت جس پر انسان پیدا کیا گیا ہو۔

اخلاق کریمہ کے پیکر

(الْعَظِيْمِ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور بے شک آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہمیں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا۔ اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مجھے پہنچی۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت معاذ بن جبل ﷺ سے، امام بزار نے حضرت ابو ہریرہ سے اور امام طبرانی نے حضرت جابر ﷺ سے روایت کی۔

کسی دوسرے میں آپ سے زیادہ اخلاق کریمہ جمع نہیں ہوئے

نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس میں اخلاق عظیم، عادات کریمہ اور فضائل جلیلہ پوری قوت و عظمت کے ساتھ جمع ہیں، آپ کی ذات کریمہ میں اتنے خصائل کمال اور اوصاف جلال و جمال جمع ہیں کہ کسی دوسری مخلوق میں جمع نہیں ہوئے اور کسی کو ان اوصاف میں شرکت ہے تو وہ بھی اسماء میں ہے۔ امام بوصیری نے (قصیدہ ہمزیہ میں) کیا خوب کہا ہے:

كَيْفَ تَرْقٰى رُقِيَّكَ الْاَنْبِيَاءُ ۔۔۔ يَا سَمَاءً مَا طَاوَلَتْهَا سَمَاءُ

لَمْ يُسَاوُوْكَ فِيْ عُلَاكَ وَ قَدْ ۔۔۔ حَالَ سَنًى مِنْكَ دُوْنَهُمْ وَسَنَاءُ

اِنَّمَا مَثَّلُوْا صِفَاتِكَ لِلنَّا سِ ۔۔۔ كَمَا مَثَّلَ النُّجُوْمَ الْمَاءُ

اَنْتَ مِصْبَاحُ كُلِّ فَضْلٍ فَمَا تَصْ ۔۔۔ دُرُ اِلَّا عَنْ ضَوْئِكَ الْاَضْوَاءُ

لَكَ ذَاتُ الْعُلُوْمِ مِنْ عَالِمِ الْغَيْـ ۔۔۔ ـبِ وَمِنْهَا لِاٰدَمَ الْاَسْمَاءُ

- انبیاء کرام آپ ایسی ترقی کیونکر کر سکتے ہیں؟ اے وہ آسمان عظمت! جس پر کسی آسمان نے بلندی حاصل نہیں کی۔
- انبیاء کرام فضائل میں آپ کے برابر نہیں ہوئے، آپ کی نورانیت اور رفعت ان کے لئے اس مقام تک پہنچنے سے مانع ہوئی۔
- انبیاء کرام نے لوگوں کو آپ کی صفات کا عکس دکھایا ہے، جس طرح پانی ستاروں کا عکس دکھاتا ہے۔
- آپ ہر فضیلت کا سرچشمہ ہیں، تمام روشنیاں آپ کی ضیاء ہی سے پھوٹتی ہیں۔

○ آپ کے لئے عالم غیب سے علوم کی ذوات ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ان ذوات کے اسماء ہیں۔

(وَاَتْبَاعِهٖ) تابع کی جمع ہے' ہر اس شخص کو شامل ہے جو نبی اکرم ﷺ کی ملت اور طریقے کی پیروی کرے' یہ خاص کے بعد عام ہے (آل و اصحاب خاص ہیں اور اتباع عام ہے۔ ۱۲ قادری) (السَّالِكِيْنَ) جو اپنے نفوس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کرنے والے ہیں (عَلٰى مَنْهَجِهٖ) میم پر زبر ہے' بروزن مقعد۔ واضح راستہ' اس طرح منہاج ہے' جیسے کہ نبراس' اَلنَّهْج بغیر میم کے بھی اس معنی میں آتا ہے (الْقَوِيْمِ) یعنی سیدھا۔ یہ وہ درمیانہ راستہ ہے جس میں کجی نہ ہو۔

حضرت علی نے ایک شہید کو دیکھ کر فرمایا

(فَاَعْظِمِ) فعل تعجب ہے' اور فاء استینافیہ ہے یا سببیہ ہے (اَللّٰهُمَّ) بہت سے نسخوں میں یہ کلمہ موجود ہے' بعض میں نہیں ہے۔ فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیاں منادیٰ کا فاصلہ لایا گیا ہے' جیسے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید دیکھ کر فرمایا تھا: اَعْزِزْ عَلَيَّ اَبَا الْيَقْظَانِ اَنْ اَرَاكَ صَرِيْعًا مُجَدَّلًا اے ابو الیقظان! (حضرت عمار بن یاسر کی کنیت) مجھ پر یہ بات کتنی گراں ہے کہ میں تمہیں شہید خاک آلود دیکھ رہا ہوں؟ (بِهٖ) یہ ضمیر منہج قویم کی طرف راجع ہے۔ (مِنْهَاجَ) بروزن مصباح۔ فعل مقدر امدح' اعنی یا ایسے ہی کسی دوسرے فعل کی بنا پر منصوب ہے۔ فراء اور ان کے ہم خیال نحویوں کے مذہب پر (بِهٖ) ضمیر کے محل سے بدل بنانا بھی صحیح ہے' کیونکہ یہ ضمیر ان کے نزدیک محل کے اعتبار سے منصوب ہے' لہٰذا اس سے جو بدل ہے وہ بھی منصوب ہے۔ جمہور بصریوں کے نزدیک یہ ضمیر مرفوع محلاً ہے' ان کے نزدیک بدل بھی مرفوع ہے۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لفظ ضمیر سے بدل ہو' اس اعتبار سے منہاج کو مجرور ہونا چاہئے۔ اگرچہ تمام نسخوں میں اس کا ضبط زبر کے ساتھ ہے۔

(نُجُوْمِ الْاِسْلَامِ وَمَصَابِيْحِ الظَّلَامِ) مصابیح کے نیچے زیر ہے' اس کا عطف نجوم پر ہے۔ مصابیح جمع ہے مصباح کی جس کا معنی چراغ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی آل پاک' صحابہ کرام اور آپ کے راستے پر چلنے والے متبعین کے لئے بطور استعارہ نجوم اور مصابیح کا لفظ لایا گیا ہے' کیونکہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے' جیسے ستاروں سے راستوں کی ہدایت پائی جاتی ہے اور چراغوں کے ذریعے اندھیروں میں اشیاء کا پتا چلتا ہے' یا اس لئے آل و اصحاب اور متبعین کے ذریعے شک کے اندھیرے سے نکل کر یقین کے نور تک رسائی ہوتی ہے جیسے ستاروں اور چراغوں کے ذریعے' زمین' اس کے خطوں اور ان میں موجود اشیاء کا پتا چلتا ہے' یا ان سب باتوں کے باوجود خود منور ہیں' اسی لئے انہیں ستارے اور چراغ قرار دیا گیا ہے۔

(الْمُهْتَدٰى بِهِمْ فِيْ ظُلْمَةِ لَيْلِ الشَّكِّ) شک کو رات کی تاریکی سے تشبیہ دی ہے' ان میں قدر مشترک حیرت' اشتباہ' دکھائی نہ دینا اور راستہ بتانے والی علامات کا معلوم نہ ہونا ہے۔ اس جگہ حرف تشبیہ حذف کر کے مشبہ بہ کی اضافت مشبہ کی طرف ہے۔ لغت میں شک کا معنی ہے شے کے وجود و عدم کے درمیان متردد ہونا (یعنی معلوم نہ ہونا کہ وہ شے موجود ہے یا نہیں) یہ یقین کے خلاف ہے' شک احکام شرعیہ میں بھی ہوتا ہے اور ایمان کے حال میں بھی ہوتا ہے' اس لئے کہ وہ کمزور ہوتا ہے اور اس کا نور

ختم ہو چکا ہوتا ہے۔

شک اور سینہ کی تنگی کا علاج

شیخ ابن عباد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نفس کو کسی ناپسندیدہ امر کے لاحق ہونے کا احساس ہوتا تو سینہ تنگ ہو جاتا ہے اسی کو شک کہتے ہیں' اور جب سینہ تنگ ہوتا ہے تو دل تاریک ہو جاتا ہے اور انسان کو رنج و الم لاحق ہو جاتا ہے۔ سینے کی طہارت یہ ہے کہ شک کی ضد یعنی یقین حاصل ہو جائے' اس سے شرح صدر حاصل ہوتا ہے' تنگی اور غم دور ہو جاتا ہے۔ بعض دیگر مشائخ نے فرمایا: اہل یقین کے میل جول سے ہی یقین قوی ہوتا ہے' یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اسلام کے ستارے اور اندھیروں کے چراغ کہا گیا ہے۔

(الدَّاجِ) تاریک (مَاتَلَاطَمَتْ) جب تک مضطرب اور آپس میں ٹکرائیں (فِي الْاَبْحُرِ) بحر کی جمع جس کا معنی ہے کثیر پانی (سمندر) (الْاَمْوَاجُ) موج کی جمع۔ موجٌ اسم جنس ہے (جو قلیل و کثیر پر بولا جاتا ہے۔ سمندر کا وہ پانی جو مضطرب رہتا ہے اور اس کے جوش مارنے پر اوپر اٹھتا ہے۔

(وَطَافَ بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ) یعنی جو اللہ تعالیٰ کا حرمت والا گھر ہے۔ (مِنْ كُلِّ فَجٍّ) یہ متعلق ہے آتِيْنَ کے یعنی حجاج آنے والے ہوں ہر وسیع راستے سے فَجٌّ وسیع پہاڑی راستہ' یہ شعب سے بڑا ہوتا ہے (عَمِيقٍ) یعنی اس راستے کی گزرگاہ طویل بھی ہے اور گہری بھی (اس پر آمدورفت زیادہ رہتی ہے) (الْحُجَّاجُ) یہ ذوالحال ہے اور اس کا حال آتِيْنَ پہلے آ چکا ہے۔

وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ[1] وَالتَّسْلِيْمِ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِهٖ[2] الْكَرِيْمِ وَصَفْوَتِهٖ

طواف کرتے رہیں اور افضل ترین صلوٰۃ و سلام نازل ہو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اللہ تعالیٰ کے رسول کریم'

مِنَ الْعِبَادِ وَشَفِيْعِ الْخَلَائِقِ فِي الْمِيْعَادِ صَاحِبِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَالْحَوْضِ

اس کے تمام بندوں میں برگزیدہ' قیامت کے دن تمام مخلوقات کی شفاعت کرنے والے' مقام محمود اور حوض کے صاحب

الْمَوْرُوْدِ النَّاهِضِ بِاَعْبَاءِ الرِّسَالَةِ وَالتَّبْلِيْغِ الْاَعَمِّ وَالْمَخْصُوْصِ بِشَرَفِ

جہاں لوگ حاضر ہوں گے' رسالت اور عام تبلیغ کی بھاری ذمہ داریوں کو اٹھانے والے' سب سے بڑی نیکی میں کوشش کی

السِّعَايَةِ فِي الصَّلَاحِ الْاَعْظَمِ ○ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلٰوةً دَائِمَةً

شرافت سے خاص کیے گئے' اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی آل پر دائمی رحمت نازل فرمائے جو گردش لیل و نہار

مُّسْتَمِرَّةَ الدَّوَامِ عَلٰى مَرِّ اللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامِ ○ فَهُوَ سَيِّدُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَ

کے ساتھ ہمیشہ جاری رہے' پس آپ اولین و آخرین کے سردار اور تمام

اَفْضَلُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ○ عَلَیْهِ اَفْضَلُ صَلٰوةِ الْمُصَلِّیْنَ ○

اولین و آخرین سے افضل ہیں، آپ پر درود بھیجنے والوں کا افضل ترین درود ہو اور

وَاَزْکٰی سَلَامِ الْمُسَلِّمِیْنَ ○ وَاَطْیَبُ ذِکْرِ الذَّاکِرِیْنَ ○ وَاَفْضَلُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○

سلام بھیجنے والوں کا پاکیزہ ترین سلام، ذکر کرنے والوں کا بہترین ذکر، اللہ تعالیٰ کی افضل ترین رحمت،

وَاَحْسَنُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَجَلُّ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَجْمَلُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَ

حسین ترین رحمت، بزرگ ترین رحمت، اور بہت ہی خوبصورت رحمت،

اَکْمَلُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَسْبَغُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَتَمُّ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَظْهَرُ

کامل ترین رحمت، بہت ہی مکمل رحمت، بہت ہی تام رحمت، روشن ترین

صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَعْظَمُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَزْکٰی صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَطْیَبُ

رحمت، عظیم ترین رحمت، بہت ہی مقدس رحمت، بہت ہی پاکیزہ

صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَبْرَكُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَزْکٰی صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَنْمٰی

رحمت، بہت ہی بابرکت رحمت، بہت ہی عمدہ رحمت،

صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَوْفٰی صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَسْنٰی صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَعْلٰی

بہت ہی نشوونما پانے والی رحمت، بہت ہی بلند رحمت،

صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَکْثَرُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَجْمَعُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○

بڑی کثرت والی رحمت، جامع ترین رحمت،

وَاَعَمُّ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَدْوَمُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَبْقٰی صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○

اللہ تعالیٰ کی عام ترین رحمت، اللہ تعالیٰ کی دائم ترین رحمت، اللہ تعالیٰ کی بہت باقی رہنے والی رحمت،

وَاَعَزُّ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ وَاَرْفَعُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○

اللہ تعالیٰ کی بڑی عزت والی رحمت، اللہ تعالیٰ کی بلند ترین رحمت،

وَاَعْظَمُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ ○ عَلٰی اَفْضَلِ خَلْقِ اللّٰهِ ○

اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین رحمت، اللہ تعالیٰ کی افضل ترین مخلوق،

وَاَحْسَنِ خَلْقِ اللّٰہِ○ وَاَجَلِّ خَلْقِ اللّٰہِ○

حسین ترین مخلوق، جلیل القدر مخلوق،

وَاَکْرَمِ خَلْقِ اللّٰہِ○ وَاَجْمَلِ خَلْقِ اللّٰہِ○ وَاَکْمَلِ خَلْقِ اللّٰہِ○

معزز ترین مخلوق، خوبصورت ترین مخلوق، کامل ترین مخلوق،

وَاَتَمِّ خَلْقِ اللّٰہِ○ وَاَعْظَمِ خَلْقِ اللّٰہِ○ عِنْدَ اللّٰہِ○ رَسُوْلِ اللّٰہِ○ وَنَبِیِّ اللّٰہِ○

باکمال مخلوق، عظیم ترین مخلوق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی

وَحَبِیْبِ اللّٰہِ○ وَصَفِیِّ اللّٰہِ○ وَنَجِیِّ اللّٰہِ○ وَخَلِیْلِ اللّٰہِ○

اللہ تعالیٰ کے حبیب، برگزیدہ، اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے والے، اللہ تعالیٰ کے خلیل،

وَوَلِیِّ اللّٰہِ○ وَاَمِیْنِ اللّٰہِ○ وَخِیَرَةِ اللّٰہِ مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ○

اس کے دوست اور امین، تمام مخلوق سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ،

وَنُخْبَةِ اللّٰہِ مِنْ بَرِیَّةِ اللّٰہِ○ وَصَفْوَةِ اللّٰہِ مِنْ اَنْبِیَآءِ اللّٰہِ○

تمام خلقت سے اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے، تمام انبیاء سے اللہ تعالیٰ کے منتخب،

وَعُرْوَةِ اللّٰہِ○ وَعِصْمَةِ اللّٰہِ○ وَنِعْمَةِ اللّٰہِ○ وَمِفْتَاحِ رَحْمَةِ اللّٰہِ○

اللہ تعالیٰ کی رسی، اس کی پناہ، اس کی نعمت، اللہ کی رحمت کی کنجی،

اَلْمُخْتَارِ مِنْ رُّسُلِ اللّٰہِ

اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سب سے پسندیدہ

۱۔ (اَفْضَلُ) یعنی خیر و برکت میں زیادہ (اَلصَّلَاةِ) وہ لطیف ترین رحمت جو مہربانی اور محبت پر مبنی ہو۔ (وَالتَّسْلِیْمِ) یہ سَلَّمَ کا مصدر ہے جس کا معنی ہے کہ فلاں شخص نے السلام علیک کہا۔ پھر اگر ہم السلام کو اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک قرار دیں تو اس کا معنی ہو گا اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ہے یا تیرا محافظ ہے، یا تجھ سے راضی ہے، یا تیری طرف (رحمت کے ساتھ) متوجہ ہے۔ بعض نے کہا: کہ یہ مصدر ہے، اب تقدیر کلام یہ ہو گی اللہ تعالیٰ تجھے سلامتی عطا فرمائے، پھر اسے دعا سے خبر کی طرف نقل کیا گیا (غالباً برعکس ہونا چاہئے کہ اسے خبر سے دعا کی طرف نقل کیا گیا۔ ۱۲ قادری) بعض نے کہا: کہ یہ سَلَامَہ کی جمع ہے، اس صورت میں مخاطب کے لئے دعا ہو گی کہ اللہ تعالیٰ اسے ہر شر سے سلامتی اور نجات عطا فرمائے۔

۲۔ (عَلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ) یہ صلوٰۃ قاضی ابو محمد عبد الحق بن عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر کے خطبہ میں ہے، اس

اَفْضَلِ خَلْقِ اللّٰہِ) اپنے ما قبل یعنی (وَاَعْظَمُ صَلَوٰتِ اللّٰہِ) کی خبر ہو۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ (اَفْضَلُ خَلْقِ اللّٰہِ) (عَلَیْہِ اَفْضَلُ صَلٰوۃِ الْمُصَلِّیْنَ) میں واقع عَلَیْہِ جار مجرور سے بدل ہو۔

(وَاَحْسَنُ) یعنی حسین ترین (وَاَجَلُّ) عظیم ترین (وَ اَجْمَلُ) یعنی خوبصورت ترین (وَاَکْمَلُ) مکمل ترین (وَاَسْبَغُ) نہایت کامل، تام اور وسیع (وَاَظْھَرُ) نسخہ سہلیہ وغیرہ میں نقطے والی ظاء کے ساتھ ہے، یعنی نورانیت کے اعتبار سے قوی ترین اور دلکش۔ بعض نسخوں میں ہے (اَنْقٰی) یعنی پاکیزہ ترین اور منتخب (وَاَذْکٰی) نمایاں خوشبو والی اور قوی (وَاَطْیَبُ) خالص ترین اور نہایت صاف (وَاَبْوَکُ) بہت نشوونما پانے والی اور بابرکت۔ (وَاَوْفٰی) مکمل اور جامع ترین (وَاَسْنٰی) اشرف اور ارفع، یہ اس وقت ہے جب یہ سَنَاءٌ سے مشتق ہو جو الف ممدودہ کے ساتھ ہے اور اگر الف مقصورہ کے ساتھ سَنَا سے مشتق ہو تو اس کا معنی ہو گا روشن ترین۔ (وَاَعْلٰی) بلند ترین (وَاَجْمَعُ) ہر خیر کی جامع ترین (وَاَعَمُّ) جامع ترین، یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ رحمتیں جو آپ کی روح اقدس، جسد مبارک اور قبر انور کو شامل ہوں۔ (وَاَدْوَمُ) ہمیشہ رہنے والی (وَاَبْقٰی) نو بنو آنے والی اور منقطع نہ ہونے والی۔ (وَاَعَزَّ) یعنی عقول کے ادراک اور اوہام کے تخیلات کے اندازوں سے بلند و بالا (وَاَرْفَعُ) اعلیٰ اور اشرف (وَاَعْظَمُ) عظیم ترین۔

تمام نسخوں میں اَعْظَمُ کا دو مرتبہ ذکر ہے، پہلی مرتبہ (اَظْھَرُ) کے بعد اور (اَذْکٰی) سے پہلے اور دوسری مرتبہ تمام معطوفوں کے آخر میں، جس کا ابھی ابھی ذکر ہوا ہے۔ دعاؤں میں تکرار نقصان دہ نہیں ہے۔

؎ (وَاَکْرَمِ خَلْقِ اللّٰہِ) میں نے جتنے نسخے دیکھے ہیں، ان میں اسی طرح ہے۔ ایک نسخے کے حاشیہ پر اس کے کاتب نے لکھا، میں نے اس کا مقابلہ حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے اپنے تحریر کردہ نسخے سے کیا ہے، صرف اس نسخے میں عبارت یوں ہے۔ (وَاَجَلِّ خَلْقِ اللّٰہِ وَ اَکْبَرِ خَلْقِ اللّٰہِ وَ اَکْرَمِ خَلْقِ اللّٰہِ) اس میں (وَاَکْبَرِ خَلْقِ اللّٰہِ) کا اضافہ ہے، اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے عظیم اور جلیل ترین ہستی پر۔

(رَسُوْلِ اللّٰہِ) جر کے ساتھ، کیونکہ یہ ما قبل کا تابع (بدل) ہے، ما قبل سے جدا کریں تو اس پر رفع (پیش) بھی پڑھ سکتے ہیں اور زبر بھی۔ (مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ) مِنْ تبعیضیہ ہے (وَنُخْبَۃِ اللّٰہِ) اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ (مِنْ) تبعیضیہ ہے (بَرِیَّۃِ) یعنی مخلوق، اصل اور قیاس کے مطابق ہمزہ کے ساتھ (بَرِیْئَۃِ) پڑھ سکتے ہیں۔ ہمزے کے بغیر یاء مشدد کے ساتھ (بَرِیَّۃِ) بھی پڑھ سکتے ہیں۔ عرب کے نزدیک اسی کا استعمال زیادہ ہے۔ یہ فَعِیْلَۃٌ بمعنی مَفْعُوْلَۃٌ ہے اور بَرَءَ اللّٰہُ الْخَلْقَ سے ماخوذ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا اور عدم کے بعد وجود عطا فرمایا۔ (وَعَصْمَۃِ اللّٰہِ) اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے اس کی حفاظت کی جگہ، اپنے متبعین کو شیطان سے بچا کر اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے بہرہ ور فرمانے والے، جہنم کی آگوں سے بچانے والے اور تمام مصائب و آلام سے محفوظ کرنے والے۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَحَلَّ اُمَّتَہٗ فِیْ حِرْزِ مِلَّتِہٖ
كَاللَّيْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِیْ اَجَمِ

نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اپنی ملت کی حفاظت میں اتارا، جیسے شیر بچوں کے ساتھ جنگل میں اترا ہو۔

سیدی علی وفا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَصْبَحْتُ فِیْ كَنَفِ الْحَبِیْبِ وَ مَنْ یَّكُنْ ۔۔۔ جَارَ الْكَرِیْمِ فَعَیْشُهُ الْعَیْشُ الرَّغَد

عِشْ فِیْ اَمَانِ اللّٰهِ تَحْتَ لِوَائِهٖ ۔۔۔ لَاخَوْفَ فِیْ هٰذَا الْجَنَابِ وَلَانَكَد

لَا تَخْتَشِیْ فَقْرًا فَعِنْدَكَ بَیْتُ مَنْ ۔۔۔ كُلُّ الْمُنٰی لَكَ مِنْ اَیَادِیْهِ مَدَد

○ میں حبیب کریم ﷺ کی پناہ میں ہوں اور جو شخص کریم کی پناہ میں ہو، اس کی زندگی خوشحال زندگی ہے۔

○ اللہ تعالیٰ کی امان میں آپ کے جھنڈے کے نیچے زندہ رہ، اس بارگاہ میں نہ خوف ہے نہ صدمہ۔

○ تو فقر سے نہ ڈر، تیرے پاس اس ہستی کا گھر ہے جس کی عنایات سے تیری تمام آرزوؤں کی امداد ہے۔

۵ اَوْ مِفْتَاحِ رَحْمَةِ اللّٰهِ) اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کنجی، وجہ استعارہ ظاہر ہے اور وہ یہ کہ جس طرح محسوس اور دندانوں والی چابی کے بغیر خزانوں میں محفوظ اشیاء تک نہیں پہنچا جا سکتا، اسی طرح کوئی شخص اپنے مولا کی رحمت تک نہیں پہنچ سکتا اور اس کی عنایت سے نبی اکرم ﷺ کی نوازش اور پیروی کے بغیر مستفید نہیں ہو سکتا۔

اَلْمُنْتَخَبِ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ الْفَائِزِ بِالْمَطْلَبِ[۱] فِی الْمَرْهَبِ وَالْمَرْغَبِ○

اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سے چنے ہوئے، خوف اور امید میں مقصد کو پانے والے، جو کچھ انہیں دیا گیا اس میں

اَلْمُخْلَصِ فِیْ مَاوُهِبَ○ اَكْرَمِ مَبْعُوْثٍ○ اَصْدَقِ قَائِلٍ○ اَنْجَحِ شَافِعٍ○

خالص کئے گئے، معزز ترین بھیجے ہوئے، ہر کہنے والے سے زیادہ سچے، کامیاب ترین شفاعت کرنے والے، مقبول شفاعت والوں

اَفْضَلِ مُشَفَّعٍ نِ الْاَمِیْنِ فِیْ مَا اسْتُوْدِعَ الصَّادِقِ فِیْ مَا بَلَّغَ[۲] الصَّادِعِ بِاَمْرِ

سے افضل، اس امانت کے امین جو ان کے پاس رکھی گئی، جو تبلیغ کی اس میں سچے، اپنے رب کا حکم دو ٹوک بیان کرنے والے،

رَبِّهِ الْمُضْطَلِعِ بِمَا حُمِّلَ اَقْرَبِ رُسُلِ اللّٰهِ اِلَی اللّٰهِ وَسِیْلَةً وَّاَعْظَمِهِمْ غَدًا

جو کچھ ان کے ذمہ لگایا گیا اس میں ثابت قدم، تمام رسولوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قریب ترین وسیلہ

عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً وَّ فَضِیْلَةً○ وَ اَكْرَمِ اَنْبِیَآءِ اللّٰهِ الْكِرَامِ الصَّفْوَةِ عَلَی اللّٰهِ○

کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مرتبہ و فضیلت میں ان سب سے بڑے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام

وَ اَحَبِّهِمْ اِلَی اللّٰهِ وَ اَقْرَبِهِمْ زُلْفٰی لَدَی اللّٰهِ○

برگزیدہ انبیاء کرام سے زیادہ مکرم، اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب، اس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ قریب،

وَ اَكْرَمِ الْخَلْقِ عَلَى اللّٰهِ ۝ وَ اَحْظَاهُمْ وَ اَرْضَاهُمْ

اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام مخلوق سے زیادہ معزز، دربار الٰہی میں سب سے زیادہ نزدیک

لَدَى اللّٰهِ ۝ وَ اَعْلَى النَّاسِ قَدْرًا ۝ وَّ اَعْظَمِهِمْ مَّحَلًّا وَّ اَكْمَلِهِمْ مَّحَاسِنًا

اور پسندیدہ، مرتبہ میں تمام لوگوں سے زیادہ بلند، مقام میں سب سے عظیم، خوبیوں اور فضیلت میں

وَّ فَضْلًا وَّ اَفْضَلِ الْاَنْبِيَآءِ دَرَجَةً ۝ وَ اَكْمَلِهِمْ شَرِيْعَةً وَ اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ

سب سے کامل، درجے میں تمام نبیوں سے افضل، شریعت میں سب سے کامل، اصل میں تمام انبیاء سے

نِصَابًا وَّ اَبْيَنِهِمْ بَيَانًا وَّ خِطَابًا وَّ اَفْضَلِهِمْ مَّوْلِدًا وَّ مُهَاجَرًا وَ عِتْرَةً وَّ اَصْحَابًا

زیادہ شرافت والے، بیان و خطاب میں سب سے روشن، ولادت اور ہجرت کی جگہ اور اولاد و اصحاب میں افضل، اصل میں

وَّ اَكْرَمِ النَّاسِ اَرُوْمَةً وَّ اَشْرَفِهِمْ جُرْثُوْمَةً وَّ خَيْرِهِمْ نَفْسًا وَّ اَطْهَرِهِمْ قَلْبًا

تمام لوگوں سے زیادہ بزرگ، جماعت میں زیادہ فضیلت والے، ذات کے لحاظ سے سب سے بہتر، سب سے زیادہ پاک دل، زیادہ

وَّ اَصْدَقِهِمْ قَوْلًا وَ اَزْكٰهُمْ فِعْلًا وَّ اَثْبَتِهِمْ اَصْلًا وَّ اَوْفٰهُمْ عَهْدًا وَّ اَمْكَنِهِمْ مَجْدًا

سچے قول والے، زیادہ پاکیزہ فعل والے، زیادہ پختہ اصل والے، عہد کے زیادہ وفا کرنے والے، بہت مضبوط عزت والے،

وَّ اَكْرَمِهِمْ طَبْعًا وَّ اَحْسَنِهِمْ صُنْعًا وَّ اَطْيَبِهِمْ فَرْعًا وَّ اَكْثَرِهِمْ طَاعَةً وَّ سَمْعًا

زیادہ کریم طبیعت والے، معاملہ میں سب سے اچھے، سب سے اچھی اولاد والے، اطاعت و فرمانبرداری میں سب سے زیادہ

وَ اَعْلٰهُمْ مَّقَامًا وَّ اَحْلٰهُمْ كَلَامًا وَّ اَزْكٰهُمْ سَلَامًا وَّ اَجَلِّهِمْ قَدْرًا وَّ اَعْظَمِهِمْ

بہت بلند مقام والے، بہت ہی شیریں کلام، سب سے زیادہ پاکیزہ سلام والے، مرتبے میں سب سے زیادہ بزرگ، فخر میں

فَخْرًا وَّ اَسْنٰهُمْ فَخْرًا وَّ اَرْفَعِهِمْ فِي الْمَلَاِ الْاَعْلٰى ذِكْرًا وَّ اَصْدَقِهِمْ وَعْدًا وَّ

سب سے عظیم اور روشن، فرشتوں کی مجلس میں سب سے زیادہ بلند ذکر والے، وعدے میں سب سے زیادہ سچے، شکر میں سب

اَكْثَرِهِمْ شُكْرًا وَّ اَعْلٰهُمْ اَمْرًا وَّ اَجْمَلِهِمْ صَبْرًا وَّ اَحْسَنِهِمْ خَيْرًا وَّ اَقْرَبِهِمْ

سے زیادہ، فرمان میں سب سے بلند، صبر میں سب سے جمیل، بھلائی میں سب سے اچھے، آسانی میں سب سے قریب، مرتبہ میں

يُسْرًا وَّ اَبْعَدِهِمْ مَّكَانًا وَّ اَعْظَمِهِمْ شَانًا وَّ اَثْبَتِهِمْ بُرْهَانًا وَّ اَرْجَحِهِمْ مِيْزَانًا وَّ

سب سے بلند، سب سے عظیم شان والے، مضبوط دلیل والے، نیز! ان میں سب سے غالب، ایمان میں سب سے پہلے، بیان میں

اَوَّلِهِمْ اِيْمَانًا وَّ اَوْضَحِهِمْ بَيَانًا وَّ اَفْصَحِهِمْ لِسَانًا وَّ اَظْهَرِهِمْ سُلْطَانًا۝

سب سے واضح، کلام میں سب سے شیریں اور سب سے زیادہ جانب سلطنت والے

لے (اَلْفَائِزِ) کامیاب (بِالْمَطْلَبِ) میم اور لام پر زبر ان دونوں کے درمیان طاء ساکنہ، مطلب اس چیز کو کہتے ہیں جس کے وجود کا ارادہ کیا جائے۔ (فِي الْمَرْهَبِ) اس کا اور مرغب کا وزن وہی ہے جو مطلب کا ہے، یعنی خوف کی حالت میں (وَالْمَرْغَبِ) رَغَبَ کا معنی ہے توقع، کسی شے کا ارادہ اور اس کا طلب کرنا، مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے مطالب کے حاصل کرنے میں کامیاب رہے، حالت خوف میں ناپسندیدہ چیز کو دور کر دیا گیا اور حالت امید و رجاء میں پسندیدہ چیز اور مراد حاصل ہو گئی۔

(اَلْمُخْلَصِ) لام پر زبر، معتمد نسخوں میں اسی طرح ہے، یعنی پاک صاف کئے ہوئے، مہذب اور چنے ہوئے، بعض نسخوں میں لام کے نیچے زیر ہے، اس کا معنی ظاہر ہے (خلوص والے) (فِيْمَا وُهِبَ) بعض نسخوں میں صیغہ مجہول ہے، بعض نسخوں میں صیغہ معروف ہے اور یہ ظاہر ہے، پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو جو نبوت، رسالت اور ان کے تابع اوصاف عطا فرمائے ان میں آپ اللہ تعالیٰ کے منتخب، برگزیدہ اور پسندیدہ ہیں، خود نبوت محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا اس میں آپ کی کوشش اور کسب کا دخل نہیں تھا (علامہ بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں) "تَبَارَكَ اللّٰهُ مَا وَحْيٌ بِمُكْتَسَبٍ" اللہ تعالیٰ برکت والا ہے وحی کسبی چیز نہیں ہے۔ نیز آپ اللہ تعالیٰ کی تائید اور حفاظت کے ساتھ نبوت و رسالت کے فرائض انجام دیتے تھے، اللہ تعالیٰ کی نصرت و حفاظت کی آپ کو تائید حاصل تھی، اس کی عنایت اور رعایت شامل حال تھی، آپ اپنی قوت و طاقت سے دست بردار تھے۔

(اَكْرَمِ مَبْعُوْثٍ) تمام لوگوں کی طرف بھیجے ہوئے مکرم ترین رسول (اَصْدَقِ قَائِلٍ) سب مخلوق سے زیادہ سچے (اَنْجَحِ شَافِعٍ) سب سے بڑے شفاعت کرنے والے، اپنے مقصد کو حاصل کرنے اور شفاعت کی قبولیت میں سب سے زیادہ کامیاب (اَفْضَلِ مُشَفَّعٍ) سب شفاعت کرنے والوں میں زیادہ مقبول شفاعت والے اور سب سے زیادہ کامیاب (الاَمِيْنِ فِيْمَا) ماموصولہ ہے (اسْتُوْدِعَ) صیغہ مجہول ہے اور ضمیر منصوب محذوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی، اس کے علم اور ملک و ملکوت میں اس کے تمام اسرار کے امین جن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا، آپ نے ہر اس چیز کی تبلیغ کی جس کی تبلیغ کا آپ کو حکم دیا گیا اور اس طرح تبلیغ کی جس طرح آپ کو حکم دیا گیا تھا، اور جس چیز کو مخفی رکھنے کا حکم دیا اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مخفی رکھا اور اسے ظاہر نہیں کیا، آپ کے افعال واجب اور مستحب کے درمیان دائر تھے، آپ اپنے تمام افعال و اقوال، تمام حرکات اور سکنات اور خوشی و ناخوشی کی حالت میں امین بھی تھے اور مقتداء بھی۔ آپ کی زبان حق ترجمان پر صرف حق جاری ہوتا تھا، آپ اپنی خواہش سے گفتگو نہیں فرماتے تھے، آپ وہی کچھ فرماتے تھے جس کی آپ پر وحی کی جاتی تھی۔

حضرت مصنف اس سے پہلے کہہ چکے ہیں (فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ وَ خَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ) پس وہ تیرے معتمد امین اور تیرے مخفی علم کے خازن ہیں۔ اور آئندہ یہ قول آئے گا (وَ اَمِيْنُكَ عَلٰى وَحْيِ السَّمَاءِ) اور تیری آسمانی وحی کے امین ہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امانت میں مشہور تھے

نبی اکرم ﷺ ابتدا ہی سے امانت میں مشہور تھے' اس وصف کا اعتراف آپ کے دشمن اور مخالفین بھی کرتے تھے' آپ کو اعلان نبوت سے پہلے الامین کہا جاتا تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس میں عظیم اخلاق' خصائل کریمہ اور موزوں ترین اوصاف جمع فرمادیے تھے' دوست ہو یا دشمن جس کسی کے پاس ایسی چیز ہوتی جس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا' وہ آپ ہی کے پاس امانت رکھتا' کیونکہ ہر شخص آپ کیصداقت اور امانت کا معترف تھا۔ ہو سکتا ہے کہ متن میں الامین سے یہی مراد ہو یا اس سے عام معنی مراد ہو۔ اگرچہ متبادر وہی معنی ہے جو پہلے بیان ہوا (کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وحی' علم اور اسرار کے امین ہیں۔

(الصَّادِقِ فِیمَا) یہ ماموصولہ ہے (بَلَّغَ) موصول کی طرف عائد ضمیر محذوف ہے' اصل عبارت یوں ہے بَلَّغَهُ الْخَلْقَ عَنِ اللّٰهِ' یعنی نبی اکرم ﷺ اس چیز میں سچے ہیں جو آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کو پہنچائی' کیونکہ آپ کی نبوت ثابت ہے اور معصوم ہونا واجب ہے۔ (الصَّادِعِ بِاَمْرِ رَبِّهٖ) اپنے رب کے حکم کو صراحت اور بلند آواز سے بیان کرنے اور نافذ کرنے والے' ایک نسخہ میں ہے (بِمَا اَمَرَ رَبُّهٗ) اس میں ما مصدریہ ہے' اس لئے اس کا مطلب بھی وہی ہے جو مشہور روایت (بِاَمْرِ رَبِّهٖ) کا ہے۔

حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا جلد قبول ہوتی ہے

(الْمُضْطَلِعِ) قوت کے ساتھ کھڑے ہونے والے بِمَا حُمِّلَ) صیغہ مجہول اور میم مشدد' رسالت کی گراں بار ذمہ داریاں اور بوجھ جو آپ کے ذمہ لگائے گئے (اَقْرَبِ رُسُلِ اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ وَسِيلَةً) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ ہونے کی حیثیت سے تمام رسولوں سے زیادہ قریب -------- پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرے گا اس کا مطلب اور مقصد جلد پورا ہو گا' بہ نسبت اس شخص کے جو دیگر رسولان گرامی کا وسیلہ پیش کرے گا' پس آپ اقرب الوسائل ہیں یعنی آپ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا اہم ترین ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔

(وَاَعْظَمِهِمْ) یہ ضمیر رسل کی طرف راجع ہے۔ اس کتاب میں یہ ضمیر اور بعد والی تمام ضمیریں صیغہ جمع کے ساتھ ہیں' درپی لغت میں ایسی جگہ جمع کا صیغہ لانا بھی صحیح ہے' اور لفظ یا جنس کے ارادے سے واحد کا صیغہ بھی لایا جا سکتا ہے۔ ابوحاتم بجستانی کہتے ہیں کہ عرب اکثر و بیشتر مفرد کا صیغہ ہی استعمال کرتے ہیں۔ (غَدًا) کل قیامت کے دن (عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً) یعنی مقام اور مرتبے کے اعتبار سے (وَفَضِيلَةً) خوبی کا بلند درجہ (وَاَحَبِّهِمْ اِلَى اللّٰهِ) یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام رسولوں سے زیادہ محبوبیت اور خصوصیت والے' انبیاء و رسل سب اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں' لیکن نبی اکرم ﷺ محبوبیت' خصوصیت' خوشنودی اور نوازشات میں سب سے بلند مقام رکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملائکہ سے افضل ہیں

(وَاَقْرَبِهِمْ زُلْفٰی) یعنی قرب اور مقام رفیع میں سب سے بلند (لَدَی اللّٰہِ) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں (وَاَكْرَمِ الْخَلْقِ عَلَی اللّٰہِ) اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق سے زیادہ معزز' مخلوق میں فرشتے بھی شامل ہیں' اگرچہ اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ انبیاء اور ملائکہ میں سے کون افضل ہیں؟ تاہم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتوں سے افضل ہونے پر اجماع ہے' اور علماء نے تصریح کی ہے کہ آپ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے' آپ تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں (وَ اَحْظَاهُمْ) حَظْوَةٌ حاء پر زبر' اس پر پیش بھی پڑھ سکتے ہیں' قرب مقام- معنی یہ ہوا کہ آپ کا مقام اللہ تعالیٰ کے دربار میں سب سے زیادہ مقرب ہے۔

(وَاَكْمَلِهِمْ مَحَاسِنًا وَّ فَضْلًا) یہ تینوں اوصاف (اَعْلَى النَّاسِ وَاَعْظَمُهُمْ وَاَكْمَلُهُمْ) شفاء (قاضی عیاض) میں قسم اول کے دوسرے باب کی تیسری فصل کی ابتدا میں اسی طرح ہیں' مگر اس میں لفظ محاسن بغیر تنوین کے ہے' کیونکہ مشہور لغت میں یہ لفظ غیر منصرف ہے' لیکن اس جگہ اسے منصرف بنایا گیا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے سَلٰسِلًا وَّ اَغْلٰلًا' دوسری جگہ ہے قَوَارِيْرَا قَوَارِيْرَا ان حضرات کی قراءت میں جنھوں نے دونوں جگہ تنوین پڑھی ہے- اس کی کئی وجہیں بیان کی گئی ہیں' ایک وجہ تناسب ہے (جیسے اغلالا کی مناسبت کی بنا پر سَلٰسِلًا پر تنوین پڑھی گئی ہے) دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض عرب ہر غیر منصرف کو منصرف پڑھتے ہیں' بعض عرب کہتے ہیں کہ جس جمع کا مفرد اس کے لفظ سے نہ ہو (جیسے محاسن جمع ہے حسن کی) اسے منصرف پڑھنے کا اختیار ہے' بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جمع کی یہ قسم مفرد کے مشابہ ہے (کیونکہ اس کا مفرد اس کے لفظوں سے نہیں ہے) لہٰذا! اسے منصرف پڑھا گیا ہے' یہ ایسے ہی ہے جیسے صَوَاحِبٌ وَصَوَاحِبَاتٌ

بعض قراء نے وصل کی حالت میں سَلٰسِلَ بغیر تنوین کے اور وقف کی حالت میں سَلٰسِلًا الف کے ساتھ بغیر تنوین کے پڑھا ہے' اس جگہ بھی اس طرح پڑھ سکتے ہیں (مَحَاسِنَا بغیر تنوین کے) اس کتاب کے ایک معتمد نسخے میں یہ لفظ اسی طرح پایا گیا ہے- ایک زبر اور الف کے ساتھ (مَحَاسِنَا) مَحَاسِنٌ خلاف قیاس حسن کی جمع ہے جس کا معنی جمال اور فضیلت ہے اور یہ نقص کی ضد ہے۔

تمام عبادات کی جامع شریعت

ے (وَاَفْضَلِ الْاَنْبِيَاءِ) اور تمام انبیاء سے اعلیٰ اور اشرف (دَرَجَةً) مرتبہ اور مقام کے اعتبار سے (وَاَكْمَلِهِمْ شَرِيْعَةً) اور شریعت کے لحاظ سے تمام انبیاء سے اکمل' کیونکہ آپ کی کتاب (قرآن پاک) تمام ان امور پر مشتمل ہے جن پر کتب سابقہ مشتمل تھیں' بلکہ ان سے زائد امور پر بھی مشتمل ہے' نیز یہ کتاب ہر شے پر مشتمل ہے اور ہر دوسری کتاب سے بے نیاز ہے' ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کی شریعت تمام جہان کی عبادتوں کی جامع عبادات پر مشتمل ہے' جیسے کہ نماز اور حج وغیرہ عبادات سے پتا چلتا ہے' عبادات اسلام کسی دوسری شریعت میں جمع نہیں ہوتیں' علاوہ ازیں یہ شریعت بہت سی ایسی عبادات پر مشتمل

ہے جو کسی دوسری شریعت میں نہیں ہیں' پھر یہ شریعت وہ آسانی' سہولت اور وسعت فراہم کرتی ہے جو کسی دوسری شریعت میں نہیں ہے' نیز اس شریعت نے (فتنہ و فساد کے خاتمہ کے لئے) جہاد' جنگ' قتل' حدود کے قائم کرنے' تعزیرات کے نافذ کرنے' ادب سکھانے اور بائیکاٹ کا حکم دیا ہے' خلاصہ یہ کہ یہ شریعت حلال و حرام کے بیان کرنے پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ اس شریعت کے اکمل ہونے کے بہت سے دلائل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصیح و بلیغ اور دل نشین گفتگو

(وَاَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ) تمام انبیاء سے ارفع و اعلیٰ (نِصَابًا) یعنی اصل کے اعتبار سے۔ اَلنِّصَاب اور اَلْمَنْصَب ایک ہی معنی کے لئے آتے ہیں۔ (وَاَبْيَنِهِمْ) تمام انبیاء سے زیادہ فصیح (بَيَانًا) کلام کو ایسی عبارت سے بیان کرنے میں جو فصیح و بلیغ ہو' تفصیل کی حامل ہو' مراد کو ظاہر کرنے والی' اشکالات کو دور کرنے والی' مخاطبوں کی عقلوں کے مطابق ہو۔ آپ کی گفتگو کا ہر لفظ فصیح اور ایک دوسرے سے جدا ہوتا' آپ ہر لفظ نپے تلے انداز میں ارشاد فرماتے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ احکام شرعیہ لوگوں کو بیان کرنے میں سب انبیاء سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں۔ (وَخِطَابًا) جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کی گفتگو واضح اور دل نشین لہجے میں ہوتی' ایک ایک لفظ دوسرے سے جدا ہوتا' سننے والا ان کی گنتی کر سکتا تھا' ہر سننے والا آپ کی گفتگو کو سمجھتا اور اپنے سینے میں محفوظ کر لیتا' آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ ایک بات کو تین دفعہ دہراتے تاکہ سننے والے اچھی طرح یاد کر لیں' جب کلام فرماتے تو آواز سننے والوں کے کانوں تک پہنچاتے' سامعین کی عقل اور فہم کے مطابق گفتگو فرماتے' آپ ایسے کلمات ارشاد فرماتے جو الفاظ کے اختصار کے باوجود معانی کا ایک جہان اپنے دامن میں لئے ہوتے' مختصر ترین عبارت' بآسانی ادا ہونے والے کلمات حسن بیان اور تفصیل مطلب پر مشتمل ہوتے' آپ کا کلام فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ درجات پر مشتمل ہوتا' اس میں نہ تو زیادتی ہوتی اور نہ ہی کمی' آپ فصاحت و بلاغت کے اس اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے جسے کوئی دوسرا حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہاں پہنچ سکتا ہے' آپ کی فصاحت' آپ کے بیان اور آپ کے حسن خطاب کا ایک پہلو یہ تھا کہ آپ عربوں کی تمام زبانیں جانتے تھے' اور اس سلسلے میں کوئی آپ کا ہمسر پیش نہیں کیا جا سکتا' آپ ہر قوم کے ساتھ ان کی زبان اور لغت میں گفتگو فرماتے تھے۔

زمانہ صحابہ اور ان کے قلوب افضل ہیں

(وَاَفْضَلِهِمْ مَوْلِدًا) لام کے نیچے زیر۔ نبی اکرم ﷺ کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے (وَمُهَاجَرًا) جیم پر زبر۔ دار ہجرت مدینہ طیبہ ہے' حرمین شریفین کی فضیلت ہر کس و ناکس کو معلوم ہے' صحیحین وغیرہما میں اس بارے میں کثیر احادیث وارد ہیں (وَعِتْرَةً) اس لئے کہ سرکار دوعالم ﷺ تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں' آپ کا نسب ان کے نسبوں سے افضل اور آپ کی امت جس میں آپ کی اولاد امجاد بھی شامل ہے' تمام امتوں سے افضل ہے۔ (وَاَصْحَابًا) اور اصحاب میں تمام انبیاء کرام سے

افضل... کیونکہ آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے' اور اس امت کا افضل ترین دور' دور صحابہ کرام ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے قلب اقدس کے بعد بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو صحابہ کرام کے دلوں کو تمام بندوں (امتوں) کے دلوں سے افضل پایا' تو انہیں اپنے نبی اکرم ﷺ کے وزراء بنا دیا' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی حمایت میں جہاد کیا۔

(وَاَكْرَمُ النَّاسِ اَرُوْمَةً) اَرُوْمَةً ہمزے پر زبر' اس پر پیش بھی پڑھ سکتے ہیں' اس کا معنی ہے اصل۔ (وَاَشْرَفُهُمْ جُرْثُوْمَةً) جرثومۃ جیم پر پیش' اس کا معنی اصل ہے یا جماعت' جماعت کے ساتھ تفسیر کی جائے تو اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کا خاندان ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جماعت سے مراد آپ کے گرد جمع ہونے والے صحابہ کرام اور متبعین ہوں۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے نسخہ سہلیہ میں جرثومہ کی تفسیر فرع (اولاد) سے کی ہے۔ اس جگہ انہوں نے حاشیہ میں لکھا: ای اَصْلاً وَّ فَرْعاً یعنی تمام لوگوں سے اصل اور فرع کے اعتبار سے مکرم۔ ارومۃ کی تفسیر اصل سے کی اور جرثومہ کی تفسیر فرع سے فرمائی۔ ابن سبع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَطْيَبُهَا اَرُوْمَةً وَّاَعَزُّهَا جُرْثُوْمَةً۔ اصل کے اعتبار سے سب سے زیادہ پاکیزہ اور اولاد کے اعتبار سے سب سے معزز۔

حضور علیہ السلام بہترین قبیلے اور خاندان میں پیدا ہوئے

(وَخَيْرُهُمْ نَفْسًا) ذات کے لحاظ سے سب سے بہتر۔ حضرت عباس بن عبد المطلب (نبی اکرم ﷺ کے چچا) اور مطلب بن وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (مرفوعاً) روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو فرقوں میں پیدا فرمایا تو مجھے دونوں میں سے بہتر فرقے میں شامل فرمایا۔ پھر اس فرقے کو کئی قبیلوں میں تقسیم فرمایا اور مجھے بہترین قبیلے میں شامل فرمایا' پھر اس قبیلے کے گھروں کو فضیلت دی اور مجھے بہترین گھر میں پیدا فرمایا' "فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَّ خَيْرُهُمْ بَيْتًا" پس میں ذات کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں اور گھر کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہوں' اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا' خَيْرُهُمْ نَفْسًا کا مطلب یہ ہے کہ میں روح اور ذات کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں اور خَيْرُهُمْ بَيْتًا کا مطلب یہ ہے کہ میں اصل کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں۔ یہ معنی اس بنا پر ہے کہ نفس سے مراد آپ کا وجود' حقیقت اور ذات اقدس ہے جو جسم مبارک اور روح مقدس سے عبارت ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت مولف کی عبارت میں نفس سے مراد فقط آپ کی روح منور ہو' کیونکہ نفس تین ہیں (۱) اَمّارہ (۲) لَوّامہ (۳) مطمئنہ۔ پھر اطمینان کے بے شمار درجات و مراتب ہیں' ان سب سے اقوی' اعلیٰ اور اشرف سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نفس مطہر ہے۔

(وَاَطْهَرُهُمْ قَلْبًا) اور سب سے زیادہ پاکیزہ دل والے۔۔۔ کیونکہ آپ کا دل اقدس نور ہی نور ہے اور تمام انوار کی اصل ہے (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں):

دل سمجھ سے ورا ہے' مگر یوں کہوں غنچہ راز وحدت پہ لاکھوں سلام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصی صفات

نیز! آپ عصمت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں' اللہ تعالیٰ کی عنایت کاملہ آپ کے شامل حال ہے' اور آپ کو اپنے رب کریم جل شانہٗ کی بارگاہ میں وجاہت اور بلند مرتبہ حاصل ہے۔ پھر اصح قول کے مطابق شق صدر (سینے کا کھولنا) اور دل اقدس سے خون کے لوتھڑے کا نکالنا آپ کے ساتھ خاص ہے۔ مہر نبوت آپ کی پشت مبارک پر دل اقدس کے مقابل تھی' جہاں سے شیطان داخل ہوتا ہے' یہ اس لئے تھا کہ شیطان کے لئے آپ کے دل اقدس کی طرف جانے کا راستہ نہ ملے۔ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مہر نبوت دائیں جانب تھی' وہ سب بھی معصوم تھے' لیکن نبی اکرم ﷺ کو خصوصی عصمت اور اعلیٰ تحفظ عطا کیا گیا تھا۔

آپ کا خلق قرآن ہے

اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل اقدس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنَ آپ کا خلق قرآن پاک تھا۔ شیخ ابو محمد عبد الجلیل القصری نے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد کا مطلب یہ بیان کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے (اپنی شان کے لائق) متصف تھے' اسی طرح شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عوارف المعارف میں بیان کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل انور کو تمام بندوں کے دلوں سے بہتر پایا' تو اسے اپنے لئے منتخب فرمالیا اور آپ کو بحیثیت رسول مبعوث فرمایا' اللہ کا فرمان ہے: اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے۔

(وَاَصْدَقُھُمْ قَوْلاً) اور گفتگو میں سب سے زیادہ سچے' حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: اَصْدَقُ النَّاسِ لَھْجَۃً سب لوگوں سے زیادہ سچے لہجے والے۔ سرکار دوعالم ﷺ اہل اسلام تو کیا اہل جاہلیت (کافروں) کے نزدیک بھی صداقت میں مشہور و معروف تھے۔ آپ کی سچائی کی گواہی دینے والے کافروں کے اقوال مشہور و معروف ہیں اور کتب سیرت میں بیان کئے گئے ہیں' طوالت سے بچنے کے لئے ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔

نبی اکرم ﷺ نے جب (اعلان نبوت کے بعد قریبی رشتہ داروں کو) جمع کیا' تاکہ انہیں ڈر سنائیں تو انہوں نے کہا: ہمیں آپ کے بارے میں جھوٹ کا تجربہ نہیں ہوا (یعنی ہم نے آپ سے کبھی جھوٹی بات نہیں سنی) ہرقل (شاہ روم) نے ابوسفیان سے

حرب سے پوچھا: جب کہ وہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے' کیا تم ان پر اعلان نبوت سے پہلے جھوٹ بولنے کی ہمت لگاتے تھے؟ تو انہوں نے کہا' نہیں' اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ بے شک اے حبیب! وہ تمہیں تو جھوٹا نہیں کہتے۔

۵ (وَاَزْكَاهُمْ فِعْلًا) اَلزَّكَاءُ کا معنی بڑھنا اور زیادہ ہونا ہے' مراد عمل کے ثمرہ اور اس پر مرتب ہونے والے ثواب کی زیادتی ہے' آپ جب بھی کوئی عمل کرتے تھے تو اس کی بدولت اللہ تعالٰی کا اتنا قرب حاصل کرتے تھے کہ کوئی دوسرا اپنے عمل کے ذریعے اتنا قرب حاصل نہیں کرتا' کسی بھی عمل کرنے والے کے عمل کی نشوونما اس کے اخلاص' دنیا سے بے رغبتی' اللہ تعالٰی کے ماسوا سے بے تعلقی اور اللہ تعالٰی کی محبت اور تعظیم کے مطابق ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب عالی ہے

(وَاَثْبَتُهُمْ اَصْلًا) سب سے زیادہ مضبوط اور مستحکم اصل والے۔ شے کی اصل وہ چیز ہے جس سے اس کا وجود پیدا ہو' اس جگہ اصل سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان اور نسب ہے' مطلب یہ ہوا کہ آپ کا نسب معروف ترین' بزرگی اور فضیلت میں مستحکم ترین ہے' ان شاء اللہ تعالٰی آئندہ بعض احادیث پیش کی جائیں گی جن سے آپ کے نسب کی شرافت اور مقام و مرتبہ کی جلالت کا پتا چلتا ہے' ہرقل نے ابوسفیان بن حرب سے پوچھا کہ تم میں ان کا نسب کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہمارے ہاں عالی نسب ہیں۔ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ (آل عمران ۳۳' ۳۴ / ۳) (ترجمہ) بے شک اللہ نے منتخب فرمایا آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر' بعض بعض کی اولاد ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل حدیث میں فرمایا: بے شک اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسمٰعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا (اور ان کی اولاد میں سے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ ۱۲ قادری)

احسان کرنے میں سب سے اعظم

(وَاَوْفَاهُمْ عَهْدًا) سب سے زیادہ اللہ تعالٰی اور اس کے بندوں کے معاہدے کی حفاظت فرمانے والے (وَاَمْكَنُهُمْ مَجْدًا) عظیم شرافت اور افعال کریمانہ میں سب سے زیادہ راسخ قدم' بعض علماء نے فرمایا: مجد صرف اس بزرگی کو کہتے ہیں جو آباء و اجداد کی طرف سے ہوتی ہے (وَاَكْرَمُهُمْ طَبْعًا) اور طبیعت کے اعتبار سے سب سے زیادہ کریم اور مہربان --- چند الفاظ یعنی طبع' طبیعت' سَجِيَّةٌ' جِبِلَّةٌ' خُلُقٌ' طِيْنَةٌ' خِيْمٌ نقطے والی خاء کے نیچے زیر اور سَلِيْقَةٌ سب کا ایک ہی معنی ہے' یعنی وہ حالت جس پر انسان کو ڈھالا اور پیدا کیا گیا (وَاَحْسَنُهُمْ صُنْعًا) صاد پر پیش--- یعنی احسان کرنے میں سب سے بہتر--- اس میں شک نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہرا اور باطنا احسان کرنے میں تمام مخلوق سے احسن و اعظم بھی ہیں اور سب سے بڑھ کر بھی ہیں۔ آپ نے مخلوق پر جو باطنی احسان فرمایا کہ انہیں توحید' اللہ تعالٰی پر ایمان اور اس کی معرفت کی ہدایت فرمائی' وہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے' اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ آپ کی ظاہری عنایات کے قریب بھی کوئی نہیں پہنچا' اللہ تعالٰی نے جو آپ پر احسانات

فرمائے ان کا اندازہ اور ادراک بھی کوئی شخص نہیں کر سکتا' لہٰذا آپ ہر لحاظ سے احسان کرنے میں تمام انسانوں سے بڑھ کر ہیں ﷺ

تمام معززین سے معزز

(وَاَطْیَبِھِمْ) اور سب سے احسن' منزہ ترین اور ہر عیب سے خالص ترین فَرْعًا) ازروئے فرع- فرع کی جمع فروع ہے' جس کا معنی ہے اصل سے پھوٹنے والی شاخیں--- ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہو یا آپ کا قبیلہ مراد ہو جس سے آپ ہیں' یا آپ کی نسل پاک مراد ہو جو آپ کی فرع ہے اور دوسروں کی نسل سے طیب و طاہر ہے- فرع کا لفظ قوم کے معزز فرد کے لئے بھی بولا جاتا ہے' اس اعتبار سے معنی یہ ہو گا کہ نبی اکرم ﷺ سب معززین سے زیادہ معزز ہیں-

(وَاَکْثَرِھِمْ طَاعَۃً وَّسَمْعًا) اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ اپنے رب کی دعوت کو قبول کرنے والے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے والے ہیں- دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے رب نے حکم فرمایا تو سب سے زیادہ آپ کی اطاعت کی گئی اور آپ کا ارشاد سنا گیا- آپ کا فرمان دل و جان سے سنا گیا اور آپ کا امر نافذ ہوا' یہ مقام کسی نبی' رسول اور مقتداء کو حاصل نہیں ہوا' صحابہ کرام کا آپ کی بارگاہ میں ادب دیکھئے' آپ کی ذات اقدس کی محبت و تعظیم' ان کے سینوں میں آپ کی مستحکم ہیبت کا مطالعہ کیجئے' انہوں نے آپ کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا دی' قتل ہو جانا گوارا کر لیا لیکن دشمن کو آپ تک نہ پہنچنے دیا' آپ کی راہ میں اپنے عزیزوں کو قتل کر دیا اور آپ کو خوشنودی کے لئے اپنے آباء اور بیٹوں سے جنگ کی- اس قسم کے واقعات اور عروہ ابن مسعود ثقفی اور ام معبد وغیرھما کی روایات [1] کو دیکھئے معلوم ہو جائے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم آپ کے ارشادات کو کس طرح دل و جان سے سنتے تھے اور تعمیل بجالاتے تھے؟

قبل از اسلام عروہ بن مسعود کے تاثرات

[1] حضرت عروہ ابن مسعود (ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صلح حدیبیہ کے موقع پر حالت کفر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' انہوں نے اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے بتایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے جب بھی لعاب دہن گرایا' وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں واقع ہوا' جو انہوں نے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیا' جب آپ انہیں حکم دیتے تو صحابہ فوراً تعمیل کرتے' جب آپ وضو کرتے تو قریب ہوتا کہ صحابہ وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے لڑ پڑتے' اور جب آپ کلام کرتے تو صحابہ پست آواز میں گفتگو کرتے' آپ کی تعظیم کے پیش نظر آپ کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔

انہوں نے واپس جا کر اپنے ساتھیوں کو بتایا: اے میری قوم! اللہ کی قسم! میں شاہان وقت کے درباروں میں گیا ہوں' میں روم' ایران اور حبشہ کے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں' اللہ کی قسم! میں نے کسی کے درباریوں کو بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس قدر (حضرت) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے ہیں (بخاری شریف عربی' ج ا' ص: ۷۹-۳۷۸) حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت شرح میں آرہی ہے- ۱۲ شرف قادری-

حضرت ام معبد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کیں

(وَاَعْلَاهُمْ مَقَامًا) اور سب سے زیادہ بلند مقام والے اپنے رب کی بارگاہ میں اور خصوصی مقامات میں (وَاَحْلَاهُمْ كَلَامًا) اور سب سے زیادہ احسن' اطیب' لذیذ تر اور روح پرور کلام والے' کانوں کے لئے بھی اور دلوں کے لئے بھی' حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: آپ کی گفتگو میٹھی اور جدا جدا کلمات پر مشتمل تھی' آپ کی گفتگو نہ تو ضرورت سے کم ہوتی اور نہ ہی زیادہ ہوتی' آپ کی گفتگو یوں ہوتی جیسے موتی پروئے ہوئے ہوں' آواز دل کش' بلند' شفقت بھری اور سب سے زیادہ سریلی تھی' آپ کی آواز بھاری تھی' کانوں کو بھلی لگتی تھی اور اس میں تیزی نہیں تھی' اس لئے آپ کی گفتگو سب سے زیادہ میٹھی' دل کش اور نرم تھی' جب آپ گفتگو فرماتے تو دلوں اور روحوں کو قبضے میں لے لیتے تھے۔

(وَاَزْكَاهُمْ سَلَامًا) اور سب سے زیادہ بابرکت اور عمدہ سلام والے۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ بکثرت سلام کہتے تھے' کیونکہ آپ ملاقاتی کو سلام کہنے اور مصافحہ کرنے میں پہل کرتے تھے' بچوں کو سلام کہتے' اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو انہیں تین مرتبہ سلام کہتے تھے' یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا سلام پر کیف' پر لطف اور روح افزا ہوتا تھا' آپ کے قلب اقدس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی پھوار برستی تھی' آپ کا سلام دلوں پر اثر انداز ہوتا تھا اور انہیں منور کرتا تھا' کیونکہ آپ جن حضرات کو سلام کہتے تھے' آپ کے سلام کی بدولت ان کے مراتب میں ترقی ہوتی تھی اور آپ کی توجہ کی برکت سے ان پر فیوض و برکات کی بارش ہونے لگتی تھی' جس کی بدولت ان کے ایمان کی قوت میں اضافہ ہوتا' نیز ان کے انوار اور اسرار و معارف میں ترقی ہوتی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم) واللہ تعالیٰ اعلم

لے (وَاَجَلِّهِمْ قَدْرًا) مقام اور مرتبے میں سب سے بڑے وَاَعْظَمِهِمْ فَخْرًا) قابل فخر اوصاف جمیلہ اور محاسن حمیدہ میں سب سے بڑے--- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لائق ستائش تمام خصائل و اخلاق کے جامع ہیں' آپ کو وہ عظیم اخلاق و اوصاف عطا کئے گئے جو کائنات میں کسی کو نہیں دیئے گئے' آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل تھا۔ اس کتاب کے جتنے نسخے میری نظر سے گزرے ہیں ان سب میں یہ لفظ اسی طرح ہے' بعض شارحین نے اس طرح نقل کیا ہے۔

فرشتوں کی عبادت اور ذمہ داری

(وَاَعْظَمِهِمْ اَجْرًا) سب سے زیادہ ثواب والے۔ (وَاَسْنَاهُمْ فَخْرًا) سب سے زیادہ روشن یا بلند فخر والے۔ گزشتہ لفظ کی طرح یہ بھی تمام نسخوں میں اسی طرح ہے۔ ایک نسخے میں (فَجْرًا) ہے' خاء کی جگہ جیم کے ساتھ' اس صورت میں اس کا معنی ہے سب سے زیادہ روشن اور چمکدار فجر والے' فجر سے بطور استعارہ آپ کی ذات اقدس مراد ہے' جیسے کہ حزب ثانی میں گزر چکا

ہے۔ (وَاَرْفَعِهِمْ فِی الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی ذِکْرًا) فی ظرفیت مجازیہ کے لئے ہے' اس کا اور تمییز (ذِکْرًا) کا تعلق اَرْفَعَ سے ہے' ملاء اعلیٰ سے مراد فرشتے ہیں' جیسے اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا ذکر فرشتوں میں کسی بھی دوسرے کی نسبت ارفع و اعظم اور اعلیٰ ہے۔ ان کے نزدیک آپ کی شان اور آپ کا مرتبہ وہ ہے جسے کوئی دوسرا نہیں پہنچا' کیونکہ فرشتے ہمیشہ آپ پر درود بھیجتے ہیں' یہ ان کی عبادت اور ذمہ داری ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی برگزیدگی اور عظمت کو جانتے ہیں۔ ﷺ

صاحب دلائل الخیرات پر محبت رسول غالب ہے

(وَاَوْفَاهُمْ عَهْدًا) اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے۔۔۔ تمام نسخوں میں یہ کلمات دو دفعہ مذکور ہوئے ہیں' ایک دفعہ اس سے پہلے اور ایک دفعہ اس جگہ' اور یہ نقصان دہ نہیں' بلکہ یہ زیادہ بہتر ہے' خالص تکرار ان علمی کتابوں میں عیب شمار کی جاتی ہے جن کا مقصد قارئین کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے' جب ایک دفعہ فائدہ پہنچا دیا تو دوبارہ ذکر کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہوتا' لیکن دلائل الخیرات ایسی کتاب جس کا مقصد نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادات کرنا مقصود ہو تو اس کا یہ طریقہ نہیں ہوتا' خاص طور پر اس کتاب کی تو بنیاد ہی درود پاک کی تکرار اور بار بار عرض کرنے پر ہے' پھر اس کے مولف رحمۃ اللہ علیہ دنیا و مافیہا سے بے تعلق (اور فنافی الرسول ﷺ کے مقام پر فائز) ہیں' ان پر سرکار دوعالم ﷺ کی محبت غالب ہے اور وہ نبی اکرم ﷺ کی مدح و ثنا میں اس قدر محو ہیں کہ وہ لفظوں کی طرف بھی پوری طرح توجہ نہیں دیتے اور تکرار وغیرہ کی بھی پروا نہیں کرتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات

(وَاَصْدَقِهِمْ وَعْدًا) بھلائی کا وعدہ پورا کرنے میں سب سے زیادہ سچے' جب بھلائی کا وعدہ فرماتے تو اس کے ایفاء کرنے میں کوئی آپ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا (وَاَكْثَرِهِمْ شُكْرًا) اور سب سے زیادہ شکر کرنے والے کیونکہ آپ کے پاس سب سے زیادہ شکر کرنے کے اسباب جمع تھے' اللہ تعالیٰ کی نعمتیں آپ پر سب سے زیادہ ہیں' آپ جس نور کے ذریعے ان نعمتوں کو ملاحظہ کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ قوی ہے' آپ کی عقل کامل ترین' آپ کی طبیعت سب سے زیادہ عدل والی' اللہ تعالیٰ پر آپ کا یقین سب سے زیادہ قوی' اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق آپ کے لئے نہایت قوی' اللہ تعالیٰ کی عنایت آپ پر عظیم تر' آپ کی ہمت ارفع و اعلیٰ' آپ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والے ہیں' جن کے ساتھ اس کی حمد کی جاتی ہے' اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نعمت آپ کے لئے وسیع تر' آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے' اس کی بارگاہ میں عاجزی کرنے' اس کے عطیات اور اس کی طرف سے آنے والی تکالیف' اس کے جلال و جمال اور ہر حال پر اس کا شکر ادا کرنے میں سب سے زیادہ ثابت قدم ہیں۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم

(وَاَعْلَاهُمْ اَمْرًا) اور سب سے زیادہ بلند شان والے' لفظ امر شے کے معنی میں ہے اس کی جمع امور ہے' یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ امر بمعنی حکم ہو جس کی جمع اوامر ہے' آپ کا حکم سب سے زیادہ بلند ہے کیونکہ تمام جہانوں میں آپ کا حکم مانا جاتا ہے'
سب آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی تعمیل کرتے ہیں' آپ ہی بلند ہیں (مخلوق میں سے) کوئی آپ سے بلند
نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۶۳/۲۴) ان
لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اس بات سے انہیں فتنہ لاحق ہو یا دردناک عذاب پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے
متعدد آیات میں اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

سب سے زیادہ صبر کرنے والے

(وَاَجْمَلِهِمْ صَبْرًا) اور سب سے اچھے صبر والے ...... اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اطاعت پر' اس کی بندگی کے احکام پر'
اس کی ربوبیت کے احکام کے جاری ہونے کے لئے ثابت قدمی میں' ان رازوں کے مخفی رکھنے میں جنہیں مخفی رکھنے کا آپ کو
حکم دیا گیا' دنیا اور آخرت میں خلافت کے امور پر' مخلوق کی اذیتوں کو برداشت کرنے میں' انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں'
مصائب پر' بہترین اخلاق پر' اللہ تعالیٰ کی موافقت میں ثابت قدمی پر' جلال کی تجلی کے غلبے اور ذات قدیم کی ہیبت کے ناگاہ طاری
ہونے پر' موجودات خارجیہ کی حقیقتوں کے ظاہر ہونے' اللہ تعالیٰ کے علوم اور اسرار کے نازل ہونے' بھاری قول (وحی) کے
حاصل کرنے اور اس کا بوجھ برداشت کرنے پر' یہ سب بغیر کسی واسطے کے تھا' آپ ہی واسطہ ہیں اور باقی سب کے لئے حجاب
ہیں' ﷺ (وَاَخْسَبِهِمْ خَیْرًا) نقطے والی خاء پر زبر' اس کے بعد دو نقطے والی یاء' اسی طرح نسخہ سہلیہ وغیرہ میں ہے' اس کا معنی
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خیر اور اس کا فضل جو آپ کے پاس ہے وہ احسن و اجمل بھی ہے اور اکثر و اوفر بھی ہے' اس خیر سے جو
کسی بھی دوسرے کے پاس ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا (۱۱۳/۴) آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم
ہے' پس اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل دین' دنیا اور آخرت میں حسی اور معنوی' نیز! کم اور کیف کے اعتبار سے عظیم ہے' یا اس کا
مطلب یہ ہے کہ مخلوق کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کی خیر اور آپ کی نعمت' کسی بھی دوسرے کی نعمت سے احسن اور اعظم ہے'
یا دین و دنیا اور آخرت میں آپ کی نعمت' کسی بھی دوسرے کی نعمت سے احسن اور اعظم ہے' یا دین و دنیا اور آخرت میں آپ
کی نعمت اور خیر' نیز مخلوقات کا آگ سے دور ہونا اور جنت میں مقیم ہونا احسن و اجمل ہے' حقیقت یہ ہے کہ جو خیر' رحمت اور
برکت معرض وجود میں آئی ہے' وہ مخلوق کو آپ ہی کے ہاتھوں اور آپ ہی کے واسطے سے ملی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ بیک
وقت دونوں معانی مراد ہوں' واللہ تعالیٰ اعلم۔

امت کو آسانی فراہم کرنے والے

بعض معتمد نسخوں میں (اَخْبَرًا) ہے' نقطے والی خاء پر پیش' اس کے بعد ایک نقطے والی باء یعنی سب سے بہتر علم والے' یا سب
سے بہتر آزمائش اور امتحان کے اعتبار سے' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ تمام ان امور میں جنہیں آزمایا جاتا ہے اور امتحان لیا

جاتا ہے سب انسانوں سے احسن اور اعلیٰ ہیں' ظاہر و باطن میں' اخلاق اور طبعی اوصاف میں' اور تمام احوال میں (وَاَقْرَبِهِمْ يُسْرًا) اور سب سے زیادہ آسانی فراہم کرنے والے' اس سے پہلے گزر چکا ہے (اَلْمَبْعُوْثِ بِتَيْسِيْرِكَ وَرِفْقِكَ) جو بھیجے گئے ہیں تیری آسانی اور مہربانی کے ساتھ ...... سرکار دو عالم ﷺ اپنی امت کے لئے تخفیف (آسانی) کو پسند فرماتے تھے' اور کئی اشیا کو اس لئے ناپسند کیا اور ترک کیا کہ کہیں ان پر فرض نہ ہو جائیں اور وہ ان کے ادا کرنے سے عاجز نہ ہو جائیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم آسانی دینے والے بنا کر بھیجے گئے ہو' نہ کہ تنگی دینے والے' آپ کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے اس کام کو اختیار کیا جو آسان' بشرطیکہ گناہ نہ ہو' آپ صحابہ کرام کی تنگ دلی کا خیال فرماتے ہوئے وقفے وقفے سے وعظ و نصیحت فرماتے تھے' اس کے علاوہ متعدد احادیث ہیں جن میں آپ کے امت کو آسانی اور سہولت عطا فرمانے اور ان پر شفقت کا ذکر ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رؤف و رحیم رکھا اور فرمایا: عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۹/۱۲۸) ان پر تمہاری مشقت گراں ہے' تمہاری بھلائی کی فکر رکھنے والے اور مومنوں کے لئے رؤف و رحیم ہیں۔ یہ بھی فرمایا: وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (۲۱/۱۰۷) اور اے حبیب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت تمام جہانوں کے لئے۔

۵ (وَاَبْعَدِهِمْ) اور سب سے زیادہ بلند ------ اسی طرح معتمد نسخوں میں ہے' اس سے پہلے فرمایا: (وَاَقْرَبِهِمْ) مذکورہ نسخہ اس کے مطابق ہے (کیونکہ اقرب کے مقابلے میں ابعد ہے) بعض نسخوں میں (وَاَكْبَرِهِمْ) ہے' ایک نقطے والی باء کے ساتھ (مَكَانًا) مقام اور مرتبے کے اعتبار سے (وَاَعْظَمِهِمْ شَانًا) اور قدر و مرتبہ میں سب سے بڑے (وَاَثْبَتِهِمْ بُرْهَانًا) اور سب سے قوی دلیل والے ...... مطلب یہ ہے کہ آپ کے دلائل و براہین اتنے قطعی' واضح اور مضبوط ہیں کہ ان میں شک نہیں کیا جا سکتا' اور نہ ہی ان کے توڑنے' رد کرنے' کمزور کرنے یا ان پر معارضہ کرنے کا کوئی راستہ ہے۔

ساری امت سے بھاری

(وَاَرْجَحِهِمْ مِيْزَانًا) اور سب سے زیادہ راجح عقل اور مرتبے والے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میزان کا معنی عدل ہو اور یہ کہ آپ تمام انسانوں سے زیادہ عدل کرنے والے ہیں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس روایت کی طرف اشارہ ہو جس میں آیا ہے کہ جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں تھے اور فرشتوں نے آپ کا سینہ کھولا تو انہوں نے آپ کی امت کے دس افراد کے ساتھ آپ کا وزن کیا تو آپ ان پر بھاری تھے' پھر سو افراد کے ساتھ وزن کیا تو آپ ان پر بھی بھاری تھے' پھر ہزار افراد کے ساتھ وزن کیا تو بھی آپ بھاری تھے۔ کچھ فرشتوں نے کہا' انہیں رہنے دو' اگر تم نے ان کا وزن پوری امت کے ساتھ کیا تو یہ ان پر بھی بھاری ہوں گے (الحدیث) یا اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم جنت کے دروازے سے نکلے تو ہمارے پاس ترازو لایا گیا' ایک پلڑے میں ہمیں اور ایک پلڑے میں ہماری امت کو رکھا گیا' ہم ان سے بھاری ثابت ہوئے' پھر ہماری جگہ ابوبکر صدیق کو رکھا گیا تو وہ پوری امت سے بھاری ثابت ہوئے' پھر عمر فاروق کو ان کی جگہ رکھا گیا تو وہ تمام امت سے بھاری ثابت ہوئے۔ حکیم ترمذی نے یہ حدیث کتاب الختم میں' امام ابو عمرو نے الاستیعاب میں بیان

کی' امام ابو نعیم اور امام طبرانی نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی۔

ایمان کے سب سے زیادہ لائق اور حقدار

(وَاَوَّلِهِمْ اِيْمَانًا) اسی طرح نسخہ سہلیہ وغیرہ میں ہے' اَوَّلِهِمْ واؤ کی تشدید کے ساتھ ------- اور ایمان میں سب سے پہلے' اس میں شک نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح انور سب سے پہلے ایمان لائی' اور جس دن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب سے پہلے آپ کی روح اقدس نے ہی بلیٰ (کیوں نہیں) کہا۔ بعض نسخوں میں ہے (وَاَوْلَاهُمْ) واو ساکن اور لام کے بعد الف ----- ایمان کے سب سے زیادہ لائق' اور اس میں شک نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ہیں' کیونکہ آپ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے' سب سے زیادہ اس کے محبوب' سب سے زیادہ اس کے مقرب' اس کی بارگاہ میں مکرم' انعام یافتہ' اور اس کی بارگاہ میں پسندیدہ ہیں' لہٰذا آپ ہی ایمان کے سب سے زیادہ حق دار ہیں' اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اہلیت اور اس کی بارگاہ میں منتخب اور برگزیدہ ہونے کے سبب ایمان کے سب سے زیادہ اہل ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(وَاَوْضَحِهِمْ بَيَانًا) اور سب سے زیادہ واضح گفتگو کرنے والے (وَاَفْصَحِهِمْ) اور سب سے زیادہ تفصیل فرمانے والے اور کسی کمی یا زیادتی کے بغیر مطلب پر قوی دلالت کرنے والے (لِسَانًا) یعنی کلام کے اعتبار سے ------ ابن سبع کی عبارت ان امور کے بارے میں اس طرح ہے وَاَفْصَحِهَا یعنی تمام عرب سے زیادہ فصیح لِسَانًا وَاَوْضَحِهَا بَيَانًا وَاَرْجَحِهَا مِيْزَانًا وَاَصَحِّهَا اِيْمَانًا (وَاَظْهَرِهِمْ سُلْطَانًا) سب سے زیادہ واضح اور بلیغ حجت والے اور سب سے زیادہ حکم نافذ کرنے کی قدرت رکھنے والے' آپ کا ارشاد اور حکم نافذ ہے' سنا جاتا ہے اور اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔

اس جگہ وہ درود شریف مکمل ہوا جس میں حضرت شیخ مولف (سید محمد بن سلیمان جزولی) رضی اللہ عنہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوی محبت اور جذب کا غلبہ ہوا اور آپ کے ذکر شریف اور آپ پر درود شریف بھیجنے میں محویت طاری ہوئی۔

اَلْحِزْبُ الرَّابِعُ فِیْ یَوْمِ الْخَمِیْسِ

چوتھا حزب جمعرات کے دن

اَللّٰھُمَّ[1] صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا

اے اللہ! رحمت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو تیرے عبد خاص، رسول اور نبی امی ہیں اور ان کی

مُحَمَّدٍ ۝ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً

آل پر، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر ایسی رحمت نازل فرما جو تیری رضا

تَكُوْنُ لَكَ رِضًی وَّ لَهٗ جَزَآءً وَّ لِحَقِّهٖ اَدَآءً وَّ اَعْطِهِ الْوَسِیْلَةَ وَ الْفَضِیْلَةَ وَ

کا ذریعہ، ان کے لئے جزا اور ان کے حق کی ادائی ہو، انہیں مقام وسیلہ، فضیلت اور

الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ وَ اجْزِهٖ[2] عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ وَ اجْزِهٖ اَفْضَلَ مَا

مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا، ہماری طرف سے ان کی شان کے لائق جزا عطا فرما اور وہ افضل ترین جزا

جَازَیْتَ نَبِیًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَ رَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهٖ وَ صَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ

عطا فرما جو تو نے کسی نبی کو ان کی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو ان کی امت کی طرف سے دی اور آپ کے تمام بھائیوں

النَّبِیِّیْنَ وَ الصّٰلِحِیْنَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

انبیاء پر رحمت نازل فرما اور صالحین پر، اے سب رحم والوں سے زیادہ رحم والے!

[1] (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ) یہاں سے چوتھا حزب شروع ہوتا ہے۔ بعض نسخوں میں اس حزب کی ابتداء بعد والے درود شریف سے ہے اور وہ یہ ہے (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ صَلَاۃً تَكُوْنُ لَكَ رِضًا) یہ درود شریف قوت القلوب، احیاء العلوم اور کفایہ ابن ابی ثابت میں مذکور ہے، جسے جمعہ کے دن عصر کے بعد پڑھنا چاہئے، البتہ! بعض الفاظ کی کمی بیشی ہے، حضرت مولف رحمہ اللہ تعالیٰ یہ درود شریف اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، اس کے آخر میں ہے یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ شیخ ابو طالب مکی اور شیخ ابو حامد غزالی نے فرمایا: کہ کہا جاتا ہے کہ جو شخص یہ درود شریف سات جمعے ہر جمعہ کو سات مرتبہ پڑھے، اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔ امام سخاوی نے القول البدیع میں اس درود شریف کی نسبت، ابن ابی عاصم کی مرفوع روایت کی طرف کی ہے، امام قاضی عیاض کے حوالے سے مسئلہ شفاعت پر اس سے پہلے گفتگو کی جا چکی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شفاعت کی متعدد قسمیں ہیں، اور ہر شخص کے حق میں اس کے حال کے مطابق شفاعت ہو گی۔

ل (وَاجْزِہٖ) بعض نسخوں میں (عَنَّا) کا اضافہ ہے (اَفْضَلَ مَاجَازَیْتَ) جیم کے بعد الف، ایک نسخے میں الف کے بغیر (جَزَیْتَ) ہے (نَبِیًّا عَنْ قَوْمِہٖ) اور اپنے حبیب ﷺ کو وہ افضل ترین جزا عطا فرما جو تو نے کسی نبی کو ان کی قوم کی طرف سے عطا فرمائی یعنی جس قوم میں سے وہ نبی تھے، انہوں نے قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو قوم نے ان کی پیروی کی (وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِہٖ) اور وہ افضل ترین جزا جو تو نے کسی رسول کو ان کی امت کی طرف سے عطا کی ------ وہ امت جس کی طرف رسول بھیجے گئے اور امت نے ان کی پیروی کرکے کامیابی حاصل کی۔

(وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ) لفظ صالحین آسمان اور زمین میں پائے جانے والے اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے کو شامل ہے، یہ عام کا خاص پر عطف ہے (انبیاء مخصوص ہیں اور صالحین عام) (یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ) اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فَضَآئِلَ صَلَوَاتِكَ ل وَشَرَآئِفَ زَكَوَاتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ

اے اللہ! اپنی بہترین رحمتیں، اشرف ترین خوبیاں، ہر لحظہ بڑھنے والی برکتیں

وَعَوَاطِفَ رَاْفَتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَتَحِيَّتِكَ وَفَضَآئِلَ اٰلَآئِكَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

اپنی خاص مہربانیاں، رحمتیں اور سلام اور بہترین نعمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَآئِدِ الْخَيْرِ وَفَاتِحِ الْبِرِّ وَنَبِيِّ الرَّحْمَةِ

رسولوں کے سردار، تمام جہانوں کے پالنہار رسول، بھلائی کے قائد، نیکی کے دروازے کھولنے والے، نبی رحمت اور

وَسَيِّدِ الْاُمَّةِ ○ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا تُزْلِفُ بِهٖ قُرْبَهٗ وَتُقِرُّ بِهٖ عَيْنَهٗ

امت کے سردار پر، اے اللہ! تو انہیں مقام محمود پر فائز فرما جس کے ذریعے تو انہیں انتہائی قرب عطا فرمائے، ان کی آنکھیں

يَغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ ○ اَللّٰهُمَّ اَعْطِهِ الْفَضْلَ وَالْفَضِيْلَةَ

ٹھنڈی کرے اور اس مقام کے سبب اولین و آخرین ان پر رشک کریں، اے اللہ! اپنے حبیب اکرم ﷺ کو فضیلت و بزرگی،

وَالشَّرَفَ وَالْوَسِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَالْمَنْزِلَةَ الشَّامِخَةَ ○

شرافت، مقام وسیلہ، بلند درجہ اور بلند مقام عطا فرما،

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَبَلِّغْهُ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مقام وسیلہ عطا فرما، ان کی امید

مَاْمُوْلَهٗ وَاجْعَلْهُ اَوَّلَ شَافِعٍ وَّاَوَّلَ مُشَفَّعٍ ○ اَللّٰهُمَّ عَظِّمْ بُرْهَانَهٗ ٢ وَ

پوری فرما اور انہیں پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا مقبول شفاعت والا بنا' اے اللہ! ان کی دلیل کو عظمت فرما'

ثَقِّلْ مِيْزَانَهٗ وَاَبْلِجْ حُجَّتَهٗ وَارْفَعْ فِيْ اَهْلِ عِلِّيِّيْنَ دَرَجَتَهٗ○ وَفِيْ

ان کے ترازو کو بھاری فرما' ان کی صحبت روشن فرما اور علیین والوں میں ان کا درجہ اور عظیم ترین قرب والوں

اَعْلَى الْمُقَرَّبِيْنَ مَنْزِلَتَهٗ○ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا عَلٰى سُنَّتِهٖ[۳]○ وَتَوَفَّنَا عَلٰى مِلَّتِهٖ○

میں ان کا مرتبہ بلند فرما- اے اللہ! ہمیں ان کی سنت پر زندہ رکھ اور ان کے دین پر موت عطا فرما'

وَاجْعَلْنَا مِنْ اَهْلِ شَفَاعَتِهٖ○ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ○ وَاسْقِنَا

ہمیں ان کی شفاعت والوں میں بنا' ہمیں ان کے گروہ میں اٹھا' ہمیں ان کے حوض پر حاضری عطا فرما اور ہمیں ان کے

مِنْ كَاْسِهٖ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيْنَ وَلَا شَاكِّيْنَ وَلَا مُبَدِّلِيْنَ وَلَا مُغَيِّرِيْنَ

پیالے سے پلا' اس حال میں کہ ہم نہ ذلیل ہوں' نہ شرمسار' نہ شک کرنے والے نہ ردوبدل کرنے والے'

وَلَا فَاتِنِيْنَ وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ اٰمِيْنَ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ○

نہ فتنہ میں ڈالنے والے اور نہ فتنہ میں پڑنے والے ہوں' ایسا ہی ہو' اے تمام جہانوں کے پالنہار!

۱؎ (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فَضَائِلَ صَلَوَاتِكَ) یہ درود شریف بھی قوت القلوب اور احیاء العلوم میں سابقہ درود شریف کے بعد بعض الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ مذکور ہے' صاحب کفایہ نے بھی اس درود پاک کا ذکر کیا ہے' قوت القلوب میں گزشتہ درود شریف کے بعد فرمایا: اگر اس درود شریف کا اضافہ کرے تو یہ بھی ماثور (منقول) ہے "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فَضَائِلَ صَلَوَاتِكَ" الخ اس کے آخر میں ہے یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ- احیاء العلوم میں بھی اسی طرح ہے- علامہ عراقی نے احیاء العلوم کی احادیث کی تخریج کرتے ہوئے فرمایا: یہ حدیث (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فَضَائِلَ صَلَوَاتِكَ (الحدیث) ابن ابی عاصم نے کتاب الصلوۃ علی النبی ﷺ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح سند ضعیف سے روایت کیا' امام ابن ماجہ نے اسے حضرت ابن مسعود پر موقوف (یعنی ان کا قول) قرار دیا (اھ) فضائل جمع ہے فَضِیْلَةٌ کی جیسے کَرَائِمُ جمع ہے کَرِیْمَةٌ کی۔

(وَشَرَائِفَ زَكَوَاتِكَ) یہ جمع ہے زکوۃ کی- یعنی اپنی خیر کی زیادتیاں اور ترقیاں (وَعَوَاطِفَ) عَاطِفَةٌ کی جمع ہے جو عَطْفٌ سے مشتق ہے' اس کا معنی رحمت' شفقت اور توجہ ہے (رَاْفَتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَ تَحِيَّتِكَ) آخری دونوں کلمے مجرور ہیں اور ان کا عطف (رَاْفَتِكَ) پر ہے (وَفَضَائِلَ اٰلَائِكَ) آلاء کا معنی نعمتیں ہے' لفظ فضائل پر اس لئے نصب ہے کہ اس کا پہلے فضائل پر عطف ہے یا شَرَائِفَ پر (وَفَوَاتِحَ الْبِرِّ) ایک نقطے والی باء کے نیچے کسرہ ہے- "بِر" ایسا اسم ہے جو بھلائی' اطاعت' صداقت' صلہ رحمی اور احسان کی وسعت کو شامل ہے- نبی اکرم ﷺ ان سب امور کے شارع ہیں اور ان کا دروازہ کھولنے والے ہیں- "بِرّ" کا اطلاق جنت پر بھی کیا جاتا ہے' نبی اکرم ﷺ جنت کا دروازہ کھولنے والے اور اس میں داخل ہونے کا سبب ہیں (وَسَيِّدِ الْاَئِمَّةِ) اس

جگہ امت سے تمام مخلوق مراد ہے (نبی اکرم ﷺ تمام مخلوق کے سردار اور ملجا ہیں۔ ۱۲ قادری)

(اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا تُزْلِفُ بِهٖ قُرْبَهٗ) اے اللہ! ہمارے آقا و مولا ﷺ کو مقام محمود پر فائز فرما جس کے ذریعے تو آپ کو مزید قرب عطا فرمائے۔ تُزْلِفُ کا معنی ہے تُقَرِّبُ تو قریب کرے (بِهٖ) میں باء سببیہ ہے یا ظرفیہ (اس مقام کے سبب یا اس مقام میں۔ ۱۲ قادری)

(وَتُقِرُّبِهٖ عَيْنَهٗ) تاء پر پیش، قاف کے نیچے زیر، عَیْنَہٗ پر مفعول بہ ہونے کی وجہ سے نصب، بعض حضرات نے (تَقَرُّ بِهٖ عَيْنُهٗ) بھی بیان کیا ہے، تاء پر زبر اور (عَیْنُہٗ) پر فاعل ہونے کی بنا پر پیش، اس صورت میں قاف کے نیچے زیر بھی پڑھ سکتے ہیں اور زبر بھی۔ قَرَّتْ عَيْنُهٗ کا معنی یہ ہے کہ آپ کی آنکھیں جس چیز کے دیکھنے کا شوق رکھتی تھیں اسے دیکھ کر خوشی سے ٹھنڈی ہو گئیں، یا جو وہ پسند کرتی تھیں وہ عطا کر دیا گیا، اس لئے پر سکون ہو گئیں اور اس سے اوپر کسی چیز کو دیکھنے کی کوشش نہیں کرتیں۔

(وَالْمَنْزِلَةَ الشَّامِخَةَ) اور بلند اور عالی مرتبہ۔

(وَبَلِّغْهُ مَأْمُوْلَهٗ) اور آپ کو ایسے مقام پر فائز فرما جس کی آپ آرزو رکھتے ہیں۔

ے (اَللّٰهُمَّ عَظِّمْ بُرْهَانَهٗ) اے اللہ! اپنے حبیب اکرم، سرور دو عالم ﷺ کی دلیل اور حجت کی عظمت و قوت اور غلبے میں اضافہ فرما۔ (وَثَقِّلْ مِيْزَانَهٗ) اور آپ کے میزان (پلڑے) کو بھاری فرما -------- اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ آپ کا وزن پوری امت کے ساتھ کیا گیا تو آپ بھاری ثابت ہوئے، ہو سکتا ہے کہ اس جگہ اسی طرف اشارہ ہو، یعنی جس طرح تو نے ان کے پلڑے کو بھاری کیا اس میں مزید اضافہ فرما۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ آپ کی امت کا میزان مراد ہو۔ رہی یہ بات کہ نبی اکرم ﷺ کے اعمال قیامت کے دن تولے جائیں گے تو مجھے اس کا ذکر صرف شیخ یوسف بن عمر کے ایک رسالہ پر حاشیہ میں ملا ہے کہ انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوات والتسلیمات کے اعمال بھی تولے جائیں گے، اس کے علاوہ کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(وَاَبْلِجْ حُجَّتَهٗ) اور آپ کی دلیل کو واضح اور ظاہر فرما ------ بعض نسخوں میں فاء کے ساتھ (اَفْلِجْ) واقع ہے۔ یہ فَلَجٌ سے مشتق ہے جس کا معنی مقصد کو حاصل کرنے میں کامیابی اور کامرانی ہے۔ کفایہ ابن ثابت میں بالمروسہ کا لفظ ہے (جس کا معنی نکبا مقصد ہے۔ ۱۲ قادری) قوت القلوب کے نسخے اس بارے میں مختلف ہیں۔

(وَارْفَعْ فِيْ اَهْلِ عِلِّيِّيْنَ دَرَجَتَهٗ) اور علیین والوں کے درجات میں ان کا درجہ بلند فرما---- پس آپ کا درجہ عِلِّیِّیْن میں بنا اور آپ کو اہل عِلِّیِّیْن میں سے بنا۔ یا یہ مطلب ہے کہ آپ کا درجہ خصوصاً عِلِّیِّیْن والوں میں بلند فرما، اِرْفَعْ کا معنی یہ ہے کہ رفعت میں منفرد بنا، یا فِیْ بمعنی علیٰ ہے یعنی نبی اکرم ﷺ کا درجہ ان کے درجوں سے بلند فرما---- عِلِّیُّوْن کا مطلب ہے بلند مقامات، اس کے اہل سے مراد ہو سکتا ہے کہ ابرار ہوں جن کا ذکر آیت مبارکہ میں ہے، اس سے پہلے جو مطلب بیان کیا گیا ہے وہ اسی احتمال پر مبنی ہے، یہ بھی احتمال ہے کہ اہل عِلِّیِّیْن سے مراد وہاں رہنے والے فرشتے ہوں، اب مطلب یہ ہو گا کہ آپ کا درجہ فرشتوں کے نزدیک بلند فرما اور آپ کا ذکر ان کے درمیان معظم اور مکرم بنا، اس سے کچھ پہلے گزر چکا ہے (وَارْفَعْهُمْ فِیْ

الْمَلَاءِ الْاَعْلٰى ذِكْرًا) اور ملاء اعلیٰ (فرشتوں میں) سب سے بلند ذکر والے' اور آئندہ آئے گا اَلْمَرْفُوْعِ الذِّكْرِ فِی الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ جن کا ذکر ملائکہ مقربین میں بلند ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(وَفِیْ اَعْلَى الْمُقَرَّبِيْنَ مَنْزِلَتَهٗ) اور آپ کا مرتبہ مقربین کی اعلیٰ منزلوں میں بلند فرما------ اس کی شرح بھی وہی ہے جو اس سے پہلے جملے کی ہے' مُقَرَّبِيْنَ سے مراد وہ حضرات ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (۱۰/۵۶) (اور آگے رہنے والے ہی آگے رہنے والے ہیں' وہی مقرب ہیں)--- ان حضرات کو جنت عدن میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل ہو گا اور یہ آخرت میں تمام انسانوں سے زیادہ بلند مرتبہ ہوں گے۔

(اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا عَلٰى) علی استعلاء مجازی کے لئے ہے (وَتَوَفَّنَا عَلٰى) یہ علی بھی استعلاء مجازی کے لئے ہے (مِلَّتِهٖ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَهْلِ شَفَاعَتِهٖ) اور ہمیں آپ کی شفاعت حاصل کرنے کے قابل بنا' یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت میں داخل فرما اور ہمیں آپ کی شفاعت سے محروم نہ فرما' ایسی دعا اس کے بعد بھی دو دفعہ آئے گی' اور یہ سلف صالحین سے نقل مشہور کے ساتھ منقول ہے' متاخرین میں سے قابل ذکر علماء نے اس پر اعتماد کیا ہے' جب کہ بعض علماء نے بعض احادیث کے ظاہر کے خلاف ہونے کی بنا پر اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ (وَاحْشُرْنَا) اور ہمیں قیامت کے دن اٹھا (فِیْ) مصاحبت کے لئے ہے اور ظرفیت کے لئے بھی ہو سکتا ہے (زُمْرَتِهٖ) آپ کی جماعت میں' کیونکہ ہر امت اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ وہ اپنے نبی ﷺ کے گرد جمع ہو گی۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے نبی اکرم ﷺ کی جماعت میں اٹھائے اور انہیں اپنے حبیب کریم ﷺ سے جدا نہ فرمائے۔

(وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ وَاسْقِنَا مِنْ كَاْسِهٖ) کَاْس وہ برتن ہے جس میں شراب' نبیذ یا اور کوئی مشروب وغیرہ ہو۔ بعض علماء نے کہا کہ مٹی کے بغیر کھلے منہ والے برتن کو کہتے ہیں' خواہ اس میں شراب وغیرہ کوئی مشروب ہو یا نہ ہو' خود شراب کو بھی کاس کہہ دیتے ہیں۔ یہ مونث ہے اور ہمزہ کے ساتھ ہے' اس میں تسہیل بھی کی جاتی ہے (یعنی اسے الف سے بدل دیا جاتا ہے) مِنْ بمعنی باء ہے' یا ابتدائیہ یا تبعیضیہ ہے' اس بنا پر کہ کاس سے مراد خود مشروب ہو' قوت القلوب میں باء کے ساتھ ہے اس کتاب میں بھی اس جگہ کے علاوہ متعدد جگہوں پر باء کے ساتھ ہے (بِكَاْسِهٖ)

(غَيْرَ خَزَايَا) یہ حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے' اس حال میں کہ ہم ذلیل نہ ہوں' یہ حال لازمہ ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے پیالے سے اسی کو پانی پلایا جائے گا جو اس حالت پر ہو گا۔ خزایا جمع ہے خَزْيَانُ کی' خَزِیَ خِزْيًا کا معنی ہے وہ ذلیل ہوا' اور خَزِیَ خَزَايَةً کا معنی ہے وہ شرمندہ ہوا (وَلَا نَادِمِيْنَ) اور نہ ہم شرمندہ ہوں' اس کوتاہی پر جو ہم سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی اطاعت اور اس کی رضا جوئی کے سلسلے میں سرزد ہوئی' اس وقت شرمساری لاحق نہ ہو' جب ہم عذاب کو دیکھیں اور انجام ہمیں لاحق ہو۔ اور جب ہم مومنوں کی کامیابی اور عمل کرنے والوں کا اچھا ثواب دیکھیں۔

سنت تبدیل کرنے والا حوضِ کوثر پر روکا جائے گا

(وَلَا شَاكِّيْنَ) اور ہم شک کرنے والے نہ ہوں' ان امور میں جو ہمارے رسول کریم ﷺ اپنے رب کریم جل شانہ کی طرف سے لائے' جن پر ایمان لانا واجب ہے' ان امور میں سے قیامت کے دن قبروں سے اٹھایا جانا ہے اور اس کے بعد کے احوال (وَلَا مُبَدِّلِيْنَ) اور ہم اپنے دین کو تبدیل کرنے والے نہ ہوں (وَلَا مُغَيِّرِيْنَ) اور نہ ہی ہم اپنے نبی اکرم ﷺ کی سنت کو بدلنے والے ہوں' کیونکہ جس نے تغیر اور تبدل کیا وہ نبی اکرم ﷺ کے حوض سے روکا جائے گا' یہ بھی احتمال ہے کہ تغیر اور تبدیلی سے مراد مرتد ہونا ہو' تو اس دعا کا مطلب یہ ہو گا کہ ہمیں ایمان پر وفات عطا فرما' ایک احتمال یہ ہے کہ تبدیلی بدعات' فسق و فجور اور ظلم کو شامل ہو' لیکن (معاذ اللہ) جو مرتد ہو گا وہ نبی اکرم ﷺ کے حوض سے قطعاً نہیں پیئے گا' دوسرے لوگ ہو سکتا ہے کہ نہ پئیں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے ایک وقت انہیں روک دیا جائے اور دوسرے وقت مغفرت کے بعد پئیں' یا تو آگ سے نکالے جانے کے بعد یا ان کو آگ میں پیاس کے بغیر عذاب دیا جائے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

(وَلَا فَاتِنِيْنَ) اور ہم دوسروں کو ایمان اور اطاعت سے گمراہ کرنے والے نہ ہوں (وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ) اور ہمیں ہمارے ظاہری اور باطنی دشمن یعنی نفس' خواہش نفس اور جن و انسان کے شیاطین ایمان وطاعت سے گمراہ نہ کر دیں۔ (آمِيْنَ) ہمزہ ممدودہ کے ساتھ' اسے مقصورہ پڑھنا بھی جائز ہے (آمِيْنَ) میم تشدید کے بغیر اور نون پر زبر' یہ منصوب اس لئے ہے کہ اس سے پہلے فعل مثلاً ادعو مقدر ہے' یا یہ مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے' یہ امان سے مشتق ہے' مطلب یہ ہے کہ ہمیں ہماری دعا کی ناکامی سے محفوظ فرما' آمین کا معنی ہے اسی طرح ہو' بعض نے کہا: اس کا معنی ہے كَذٰلِكَ (اسی طرح) یا اس کا معنی ہے فَافْعَلْ ہماری مراد پوری کر دے' یا یہ معنی ہے قبول فرما' بعض نے کہا آمِنَّا بِخَيْرٍ ہمیں خیر کے ساتھ امن عطا فرما۔ بعض نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ایک اسم ہے' یہ دراصل عبرانی زبان کا لفظ ہے جسے عربوں نے اپنا لیا' اس کی فضیلت اور اس کے ساتھ دعا مانگنے کی قبولیت کے بارے میں احادیث اور آثار وارد ہیں' ہر دعا کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ اس کے ساتھ دعا کو ختم کرے' جیسے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے والے کے لئے اس کا کہنا مستحب ہے' اگرچہ نماز میں نہ ہو۔

(يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ) قاموس میں ہے کہ عالم تمام مخلوق کو کہتے ہیں یا وہ اشیاء جو آسمان کے اندر ہیں۔ اس کے علاوہ فَاعِلٌ کے وزن پر آنے والے کسی کلمہ کی جمع واؤ نون کے ساتھ نہیں آتی۔ صحاح میں ہے عالم مخلوق کو کہتے ہیں' اس کی جمع عَوَالِمُ ہے اور اَلْعٰلَمُوْنَ مخلوق کی اقسام کو کہتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما'

وَاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ

انہیں مقام وسیلہ، بزرگی اور بلند درجہ عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر فائز فرما، جس کا تو نے

نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ مَعَ اِخْوَانِہِ النَّبِیِّیْنَ ○ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ

ان سے وعدہ فرمایا، ان کے بھائیوں انبیاء کے ساتھ، اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نبی رحمت

وَسَیِّدِ الْاُمَّۃِ وَعَلٰی اَبِیْنَا سَیِّدِنَا اٰدَمَ وَاُمِّنَا سَیِّدَتِنَا حَوَّآءَ وَمَنْ وَّلَدَا

اور ان کے سردار پر اور ہمارے باپ سیدنا آدم، ہماری ماں سیدہ حواء، اور ان کی اولاد

مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَصَلِّ عَلٰی مَلٰٓئِکَتِکَ

میں سے انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین پر اور رحمت نازل فرما اپنے تمام فرشتوں پر جو

اَجْمَعِیْنَ مِنْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِیْنَ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ○

آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والے ہیں، اور ان کے ساتھ ہم پر، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے!

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَلِوَالِدَیَّ

اے اللہ! میرے اور میرے والدین کے گناہ بخش دے،

وَارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا وَّلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور ان (دونوں، والدین) پر رحم فرما جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں پالا اور تمام مومن مردوں، عورتوں

وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَآءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ وَتَابِعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ

اور مسلمان مردوں، عورتوں پر، خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت ہو چکے ہوں، اور ہمیں نیکیوں میں

بِالْخَیْرٰتِ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ ○ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ

ان کا پیروکار بنا، اے رب! بخش دے اور رحم فرما تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے، گناہوں سے بچنے

اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نُوْرِ

اور نیکی کی طاقت اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی توفیق کے سوا نہیں، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

الْاَنْوَارِ وَسِرِّ الْاَسْرَارِ وَسَیِّدِ الْاَبْرَارِ وَزَیْنِ الْمُرْسَلِیْنَ الْاَخْیَارِ

رحمتیں نازل فرما جو نوروں کے نور، رازوں کے راز، نیکوں کے سردار، افضل ترین رسولوں کی زینت،

وَاَکْرَمِ مَنْ اَظْلَمَ عَلَیْہِ الَّیْلُ وَاَشْرَقَ عَلَیْہِ النَّھَارُ عَدَدَ مَا نَزَلَ

ان سب لوگوں سے معظم ترین جن پر رات کی تاریکی چھائی اور دن کی روشنی پھیلی، بارش کے ان قطروں کے مطابق

مِنْ اَوَّلِ الدُّنْيَآ اِلٰى اٰخِرِهَا مِنْ قَطْرِ الْاَمْطَارِ وَعَدَدَ مَا نَبَتَ مِنْ اَوَّلِ

جو دنیا کی ابتدا سے آخر تک برسے، اور ان درختوں اور نباتات کے برابر

الدُّنْيَآ اِلٰى اٰخِرِهَا مِنَ النَّبَاتِ وَالْاَشْجَارِ

جو دنیا کی ابتداء سے آخر تک اُگے، ایسی رحمت جو

صَلٰوةً دَآئِمَةً بِدَوَامِ مُلْكِ اللّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ اَللّٰهُمَّ[۵] صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

اللہ تعالیٰ واحد قہار کے ملک کے ساتھ ہمیشہ رہے، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایسی رحمت نازل

مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُكْرِمُ بِهَا مَثْوٰهُ وَتُشَرِّفُ بِهَا عُقْبٰهُ وَتُبَلِّغُ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُنَاهُ وَ

فرما جس کی بدولت تو ان کی آرام گاہ کو معزز اور ان کی آخرت کو مشرف اور قیامت کے دن ان کی آرزو اور خوشی کو پورا

رِضَاهُ ۝ هٰذِهِ الصَّلٰوةُ تَعْظِيْمًا لِّحَقِّكَ يَا سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا ۝ ثَلٰثًا ۝

فرمائے، اے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ یہ درود آپ کے حق کی تعظیم کے لئے ہے، یہ تین مرتبہ عرض کرے

[۱] (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ) یہ درود شریف بھی قوت القلوب میں الفاظ کے کسی قدر اختلاف کے ساتھ مذکور ہے اور اس کے آخر میں ہے وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ (وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ مَعَ اِخْوَانِهِ النَّبِيِّيْنَ) مَعَ اِخْوَانِهٖ حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ آپ اپنے بھائیوں انبیاء کرام کے ساتھ ہوں۔ میں نے جتنے نسخے دیکھے ہیں ان سب میں اسی طرح ہے۔ البتہ! ایک نسخے میں مَعَ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ، مِنْ کی زیادتی کے ساتھ، جیسے کہ قوت القلوب میں ہے، انہوں نے اس درود شریف کی نسبت حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخے کی طرف کی اور فرمایا: میں نے اس نسخے سے مقابلہ کیا جس کا مقابلہ خود مصنف کے لکھے ہوئے نسخے سے کیا گیا تھا، پھر مجھے ایک اور نسخہ اسی قسم کا مل گیا، یہ لفظ مِنْ بیان جنس کے لئے ہے۔

(صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ وَسَيِّدِ الْاُمَّةِ وَعَلٰى اَبِيْنَا آدَمَ) اور ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام پر ان کے باپ ہونے کے حق اور ان کی نبوت کی بنا پر (وَاُمِّنَا حَوَّآءَ) اور ہماری ماں حضرت حواء علیہا السلام پر، ان کے ماں ہونے کے حق اور فضیلت کی بنا پر۔ حَوَّآءَ واؤ مشدد اور آخر میں الف ممدودہ، یہ حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ تھیں جو ان کے ساتھ جنت میں ٹھہرائی گئیں اور ان کے ساتھ جنت سے اتاری گئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ان ہی سے تھی، اور ان کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔ (وَمَنْ وَّلَدَا) مِنْ بیانیہ ہے (الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَصَلِّ عَلٰى مَلَآئِكَتِكَ) یہ اضافت عزت افزائی کے لئے ہے (اَجْمَعِيْنَ مِنْ) یہ من بیانیہ ہے (اَهْلِ السَّمٰوٰتِ) ساتوں آسمانوں (وَالْاَرْضِيْنَ) اور ساتوں زمینوں، مراد ان کے رہنے والے ہیں۔ اَرْضُوْنَ راء پر زبر، جمع ہے اَرْضٌ کی، راء ساکن۔ جوہری نے بیان کیا کہ جمع بھی راء کے سکون کے ساتھ

آتی ہے اور یہ شاذ ہے' جیسے اس شعر میں ہے۔

لَقَدْ صَحَّتِ الْاَرَضُوْنَ اِذْقَامَ مِنْ بَنِیْ سَدُوْسٍ خَطِیْبٌ فَوْقَ اَعْوَادِ مِنْبَرِ

جب بنو سدوس کا خطیب منبر کی لکڑیوں پر کھڑا ہوا تو زمینیں چیخ پڑیں۔

جوہری کے علاوہ بعض علماء نے کہا: کہ شاعر نے ضرورت شعری کی بنا پر راء کو ساکن کیا ہے۔

والدین کے لئے دعائے مغفرت و رحمت

ے (اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَارْحَمْھُمَا کَمَا) کاف تعلیلیہ ہے یا تشبیہ کے لئے' یہ محذوف مصدر کی صفت ہے' اور ما مصدریہ ہے' بعض نے کہا: کہ کافہ ہے۔ معنی یہ ہے کہ میرے والدین پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھ پر رحم کیا جب (رَبَّیَانِیْ) انہوں نے مجھے غذا دی' میری دیکھ بھال کی اور میرے حال کی اصلاح کی کوشش کی (صَغِیْرًا) جب کہ میں کم عمر تھا امام ابوداؤد اور ابن ماجہ سند حسن سے حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو سلمہ کے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میرے والدین کی خدمت کے سلسلے میں مجھ پر کوئی چیز باقی ہے؟ فرمایا: ہاں! ان کی نماز جنازہ ادا کرنا اور ان کے لئے مغفرت کرنا' پھر انہیں یہ دعا سکھائی۔ (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَعْطِهِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ) یہ درود شریف بھی قوت القلوب میں الفاظ کے کسی قدر اختلاف کے ساتھ مذکور ہے اور اس کے آخر میں ہے وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ مَعَ اِخْوَانِهٖ النَّبِیِّیْنَ) مَعَ اِخْوَانِهٖ حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ آپ اپنے بھائیوں انبیاء کرام کے ساتھ ہوں۔ میں نے جتنے نسخے دیکھے ہیں ان سب میں اسی طرح ہے۔ البتہ! ایک نسخے میں ہے مَعَ اِخْوَانِهٖ

اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی اور ایماندار مردوں اور عورتوں اور مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے' ان میں سے زندوں کو اور مردوں کو۔

عام مومنوں کے لئے دعائے مغفرت

(وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) اور مذکر و مونث تمام ایمان دار انسانوں اور جنوں کو' یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تمام گزشتہ امتوں کو شامل ہو' جیسے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی آئندہ حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے (وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ) یہ کامل ایمان والوں اور ان کے غیر کو شامل ہے' یا یہ مطلب ہے کہ جو مقام ایمان واسلام میں پختہ (کامل) ہیں۔ (اَلْاَحْیَاءِ وَالْاَمْوَاتِ) ابھی حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کی تعلیم دی گئی ہے۔ شیخ ابن حبان نے الثواب میں اور شیخ مستغفری نے الدعوات میں سند ضعیف سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی

حدیث روایت کی ہے' کہ جس نے ایماندار مردوں اور عورتوں کی مغفرت کی دعا کی' اللہ تعالیٰ اس پر ہر اس مومن کی طرف سے دعا لوٹاتا ہے جو زمانے کی ابتدا سے گزر چکا ہے یا قیامت کے دن تک ہونے والا ہے' امام طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کی' اللہ تعالیٰ اس کے لئے مومن مرد اور عورت کے بدلے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔

(وَتَابِعْ) یہ فعل دعا ہے' یعنی پیروی واقع فرما' (بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ) ہمیں ان کا تابع بنا (بِالْخَيْرَاتِ) نیکیوں کے ساتھ' یعنی اعمال صالحہ پر عمل کرنے کے ساتھ' باء ظرفیت کے لئے ہو سکتی ہے' علیٰ کے معنی میں بھی ہو سکتی ہے' یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ نیکیوں کو ہمارے اور ان کے درمیان ایک سے دوسرے کی طرف جاری و ساری فرما باہمی صلہ رحمی' رحمت و شفقت' محبت' ایک دوسرے کا اہتمام کرنے' ترجیح دینے' لطائف کے مقابل کرنے اور اغیار کی کدورتوں سے پاک کرنے' اچھے ذکر' اچھی تعریف' دعاء خیر' ایک دوسرے کی غیبی امداد کرنے' ملکوتی انوار کے پھیلانے' وہبی اسرار کے سکھانے' شکستہ حالی کے دور کرنے اور معاملے کی اصلاح کے ذریعے سے' یہاں تک کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایک جسم کی طرح ہو جائیں' اس صورت میں بِالْخَيْرَاتِ میں باء زائدہ ہے یا محذوف کے متعلق ہے یعنی عمل بالخیرات وغیر ذلک' واللہ تعالیٰ اعلم

(رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ) اے میرے رب! ان سب کو بخش دے اور ان سب پر رحم فرما جن کے لئے میں نے تجھ سے مغفرت اور رحمت کی دعا کی ہے۔ (وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ) امام طبرانی الدعاء میں اور ابو حفص ملا موصلی سیرت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے کہا کرتے تھے۔ اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما' تو بہت ہی عزت و کرم والا ہے' امام احمد اور ملا موصلی کی روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور مجھے بہت ہی سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما' احیاء العلوم' امام غزالی میں ہے۔ اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور اس چیز سے تجاوز فرما جو تو جانتا ہے اور تو بہت ہی عزت و کرم والا ہے اور تو سب سے زیادہ رحم اور مغفرت فرمانے والا ہے' امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طواف کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ چار چکروں میں یہ دعا مانگے۔ اے میرے رب! تو بخش دے' رحم فرما اور جو کچھ تیرے علم میں ہے' اسے معاف فرما اور تو بہت ہی عزت و کرم والا ہے' اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

ﷺ (وَلَا حَوْلَ) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اس کی حفاظت اور ارادے کے بغیر بچا نہیں جا سکتا (وَلَا قُوَّةَ) اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم نہیں رہا جا سکتا (اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ) مگر اللہ تعالیٰ کی امداد سے جو جلیل بھی ہے اور عظیم بھی' اور اس کی بلندیوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

جنت کا خزانہ

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ بکثرت پڑھنے کا حکم اور اس کی ترغیب بہت سی حدیثوں میں آئی ہے' اور یہ بھی آیا ہے کہ یہ جنت' عرش اور عرش کے نیچے کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے' جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے' جنت کا پودا ہے' ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جن میں سب سے کم درجہ غم ہے' یہ ان باقی رہنے والی نیکیوں میں سے ہے جو گناہوں کو اس طرح گراتی ہیں جس طرح درخت اپنے پتے گراتا ہے۔

دلائل الخیرات کے ایک قدیم نسخے میں اس درود شریف کے آخر میں ہے کہ نصف مکمل ہو گیا' یعنی خطبے کی ابتداء سے لے کر یہاں تک نصف کتاب مکمل ہوئی' دو اور نسخوں میں بھی یہی تصریح موجود ہے' دوسرے نسخوں کے مطابق ہم آیندہ نصف مکمل ہونے کے مقام کی نشاندہی کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

لے (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ نُوْرِ الْاَنْوَارِ) اے اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما جو نور الانوار ہیں اور تمام نوروں نے ان سے روشنی حاصل کی ہے (وَسِرِّ الْاَسْرَارِ) اور جن کی بدولت تمام راز روشن ہوئے (وَسَيِّدِ الْاَبْرَارِ وَزَيْنِ الْمُرْسَلِيْنَ الْاَخْيَارِ) ہو سکتا ہے کہ لفظ زین اس جگہ اسم تفضیل کے معنی میں استعمال کیا گیا ہو' یعنی اس ذات اقدس پر جو تمام رسولوں سے زیادہ زینت والے اور سب سے افضل ہیں' جیسے کہا جاتا ہے کہ "فُلَانٌ عَالِمُ الْعُلَمَاءِ" اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں شخص علم میں دوسرے علماء کے ساتھ شریک ہونے کے باوجود علم میں ان سے زیادہ ہے' یہ اسی طرح ہے جیسے کہہ دیا جائے "فُلَانٌ اَعْلَمُ الْعُلَمَاءِ" فلاں شخص سب سے بڑا عالم ہے۔ نُوْرِ الْاَنْوَارِ میں بھی یہی احتمال ہے' یعنی وہ نور جو سب سے زیادہ نورانی ہے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ زین بمعنی حسن و جمال ہو یعنی نبی اکرم ﷺ تمام رسولوں کی زینت ہیں۔ اخیار جمع ہے خیّر کی اور وہ خیّر مشدد سے مخفف ہے' یعنی بھلائی اور حسن سے موصوف۔

(وَاَكْرَمِ مَنْ اَظْلَمَ عَلَيْهِ اللَّيْلُ وَاَشْرَقَ عَلَيْهِ النَّهَارُ) جن پر رات کی تاریکی چھائی اور دن کی روشنی پھیلی سے مراد زمین کے باشندے ہیں' کیونکہ دن اور رات کی آمدورفت زمین پر ہی ہوتی ہے' اور زمین کے باشندوں میں سے انبیاء و مرسلین ہیں' اور دو مشہور قول کے مطابق آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق سے افضل ہیں' اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ تمام زمینی اور آسمانی مخلوق سے افضل ہیں ..... (صَلَاةً دَائِمَةً بِدَوَامِ مُلْكِ الْوَاحِدِ) اللہ تعالیٰ واحد ہے' نہ تو اس کے اجزاء ہیں اور نہ ہی اس کی تقسیم ہو سکتی ہے' نہ اس کی ذات میں کوئی اس کا مشابہ ہے اور نہ صفات میں۔ اسی طرح کوئی افعال میں اس کا شریک نہیں ہے اور نہ ہی بادشاہی میں (الْقَهَّارِ) جو تمام مخلوق پر غالب ہے اور اس کا حکم اور اس کی بادشاہی سب پر جبراً نافذ ہے۔

یہ درود شریف قدیم نسخے میں موجود ہے' ایک دوسرے نسخے کے حاشیہ پر کسی نے لکھا ہے کہ یہ نسخہ خود مصنف کا لکھا ہوا ہے' اس نسخے کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ درود شریف شیخ (محمد بن سلیمان جزولی' صاحب دلائل الخیرات رحمہ اللہ تعالیٰ) کے نسخے میں نہیں ہے' پھر حضرت مصنف کے نسخہ کے ساتھ مقابلہ کئے ہوئے ایک نسخے کے حاشیہ میں دیکھا کہ مروی ہے کہ حضرت شیخ (صاحب دلائل) ﷫ نے ایک مدت بعد یہ درود شریف اپنی کتاب میں شامل کیا' انہوں نے اپنے ایک شاگرد کو یہ درود

شریف پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: یہ درود شریف اس لائق ہے کہ اسے اس کتاب میں شامل کیا جائے' چنانچہ اسے کتاب میں لکھ دیا (۱۵)

پھر مجھے حضرت شیخ مولف کے بعض شاگردوں کا ایک نسخہ ملا' جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارے بعض دوستوں سے ثابت ہے کہ حضرت شیخ نے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ہمیں ان کے طفیل نفع عطا فرمائے' یہ درود شریف نہیں لکھا اور نہ ہی ان سے مروی ہے' یہ تو ان کے بعض شاگردوں نے لکھا ہے' حضرت شیخ کو نہ تو اس کا علم تھا اور نہ ہی ان کے حکم سے لکھا گیا ہے' جو شخص میری اس کتاب (نسخے) کو نقل کرنا چاہے' وہ اس درود شریف کو اصل کتاب میں نہ لکھے' بلکہ حاشیہ پر لکھے (انتہی) پھر اس کے بعد لکھا کہ اس کے بعد ہمیں ایک ثقہ عالم نے بتایا کہ حضرت شیخ نے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہمیں ان کے طفیل نفع عطا فرمائے' اپنے بعض شاگردوں کو یہ درود شریف پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: یہ درود شریف اس لائق ہے کہ اسے اس کتاب میں شامل کیا جائے' چنانچہ ان کے شاگرد نے اسے اس جگہ لکھ دیا (انتہی) لہٰذا یہ درود شریف دلائل الخیرات کی تالیف سے ایک مدت بعد حضرت مولف کی اجازت سے اس کتاب میں لکھا گیا' خود انہوں نے اس نسخے میں نہیں لکھا جس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ اس میں یہ درود شریف نہیں ہے' بلکہ انہوں نے اپنے شاگرد کو لکھنے کا حکم دینے پر اکتفا کیا' ممکن ہے کہ وہ نسخہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہو' تاہم یہ احتمال ہے کہ شیخ نے اپنے شاگرد کو اس جگہ کی نشاندہی کر دی ہو جس نے اس جگہ لکھ دیا' یہ بھی احتمال ہے کہ شاگرد نے اپنی صوابدید پر لکھ دیا ہو---- واللہ تعالیٰ اعلم

(اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَاةً تُكْرِمُ بِهَا مَثْوَاهُ) شیخ ابو عبد اللہ سنوسی رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس درود شریف کا ایک مرتبہ پڑھنا ایک ہزار کے برابر ہے' مَثْوَاهُ کا معنی ہے منزل اور قیام کی جگہ' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصدر ہو اور اس کا معنی ٹھکانہ ہو' جیسے ابن عطیہ نے فارسی سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں نقل کیا ہے اَلنَّارُ مَثْوٰىكُمْ (وَتُشَرِّفُ) اور تو بلند کرے (بِهَا عُقْبَاهُ) آپ کی عاقبت کو' شے کی عاقبت کا معنی ہے اس کا آخر اور انجام (وَتُبَلِّغُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُنَاهُ) اور اس صلوٰۃ کے ذریعے قیامت کے دن آپ کے مقصود کو بر لائے اور آپ کے مطلوب اور آرزو کو پورا فرمائے (وَرِضَاهُ) جو چیز آپ کو راضی کر دے' تینوں جگہ باء سببیت کے لئے جیسے کہ ظاہر ہے۔

(هٰذِهِ الصَّلٰوةُ تَعْظِيْمًا لِحَقِّكَ) میں نے یہ درود شریف آپ کے مرتبے کی تعظیم کے لئے پڑھا ہے (يَا مُحَمَّدُ) یہ نبی اکرم ﷺ کو آپ کے نام پاک کے ساتھ ندا ہے' لیکن یہ نداء تعظیم کے ساتھ ہے' کیونکہ اس کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کا ذکر بھی ہے' علاوہ ازیں یہ حقیقی ندا نہیں ہے جس میں منادی کی توجہ اور جواب دینا مطلوب ہوتا ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ زندہ بھی ہیں اور (روحانی اعتبار سے) حاضر بھی ہیں' یا یوں کہہ لیجئے کہ آپ سنتے ہیں یا آپ کے سننے کی امید کی جاتی ہے' لہٰذا اس ندا میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بارگاہ نبوی میں سیدنا صدیق اکبر کی ایک درخواست

اس کی نظیر بعض سلف سے آئی ہے، جیسے کہ اس سے پہلے فضائل میں حدیث گزر چکی ہے کہ جس شخص کو کسی حاجت میں مشکل پیش آئے، بلکہ اس کی دلیل حدیث صحیح میں آئی ہے اور بعض صحابہ نے بعض تابعین کو تلقین فرمائی، جیسے کہ حضرت مصنف کے آئندہ قول کی شرح میں آئے گا اور وہ قول یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِحَبِیْبِكَ الْمُصْطَفٰی عِنْدَكَ یَا حَبِیْبَنَا یَا مُحَمَّدُ ----- نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ اثر مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا: اُذْكُرْنَا یَا مُحَمَّدُ عِنْدَ رَبِّكَ وَلْنَكُنْ مِنْ بَالِكَ اے محمد! ﷺ ہمیں اپنے رب کی بارگاہ میں یاد کریں اور ہمارا خیال رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(حضرت شارح اس سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو نام لے کر ندا کرنا ممنوع ہے، جیسے کہ مفسرین نے آیہ کریمہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (الایة) کی تفسیر میں بیان کیا ہے، تو اس جگہ نام لے کر ندا کیوں کی گئی ہے؟ حضرت شارح نے فرمایا: کہ اگر تعظیم و تکریم کے ساتھ ندا کی جائے تو نام لے کر ندا کرنے میں کوئی حرج نہیں، دوسرا جواب یہ دیا کہ یہ حقیقی ندا نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی روحانیت تو درود شریف پڑھنے والے کی طرف پہلے ہی متوجہ ہے۔ اس لحاظ سے بھی حرج نہیں، ایک جواب یہ دیا جاتا ہے کہ نام لے کر پکارنا اگرچہ ممنوع ہے، لیکن اسم رسالت (محمد ﷺ) کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ صیغہ صفت ہے، اس کا معنی ہے وہ ذات جن کی بار بار تعریف کی گئی ہے، اس معنی صفتی کے اعتبار سے ندا کرنا جائز ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲ شرف قادری)

(ثَلَاثًا) یہ لفظ بعض نسخوں میں موجود ہے، نسخہ سہلیہ اور اکثر نسخوں میں نہیں ہے، بعض طلباء نے مجھے بتایا کہ انہوں نے یہ لفظ ایسے نسخے میں پایا جس پر حضرت مصنف کی تحریر تھی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ درود شریف اول سے آخر تک تین مرتبہ پڑھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَآءِ الرَّحْمَةِ وَمِیْمَیِ الْمُلْكِ وَدَالِ الدَّوَامِ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما جن کے نام پاک کی حاء رحمت، دونوں میم دنیا اور آخرت کا

السَّیِّدِ الْكَامِلِ الْفَاتِحِ الْخَاتِمِ عَدَدَ مَا فِیْ عِلْمِكَ كَآئِنٌ اَوْ قَدْ كَانَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ

ملک اور دال دوام رحمت پر دال ہے اور جو سردار، کامل، درِ رحمت کھولنے والے، خاتم انبیاء ہیں، ان اشیاء کی تعداد کے مطابق

وَذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ ۝ صَلٰوةً

جو تیرے علم میں ہو چکی ہیں یا ہونے والی ہیں، ہر اس وقت جب تجھے اور انہیں یاد کرنے والے یاد کریں اور تیری اور ان کی

دَآئِمَةً بِدَوَامِكَ بَاقِیَةً بِبَقَآئِكَ لَا مُنْتَهٰی لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ اِنَّكَ

یاد سے غفلت والے غفلت کریں (یعنی ہمیشہ) ایسی رحمت جو تیرے دوام کے ساتھ دائم اور تیری بقاء کے ساتھ باقی رہے،

عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ ثَلٰثًا ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ

تیرے علم کے سوا اس کی کوئی انتہا نہ ہو، بے شک تو ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔ یہ تین بار پڑھے ○ اے اللہ! ہمارے

الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ هُوَ اَبْهٰی شُمُوْسِ الْهُدٰی [2] نُوْرًا وَّ

آقا حضرت محمد مصطفیٰ نبی امی ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما جو روشنی میں ہدایت کے آفتابوں میں حسین ترین اور

اَبْهَرُهَا ○ وَاَسْیَرُ الْاَنْبِیَآءِ فَخْرًا وَّاَشْهَرُهَا ○ وَنُوْرُهٗ اَزْهَرُ اَنْوَارِ الْاَنْبِیَآءِ

فخر میں تمام انبیاء سے زیادہ سبقت والے اور مشہور ہیں اور ان کا نور تمام انبیاء کے نوروں سے روشن تر،

وَاَشْرَفُهَا وَاَوْضَحُهَا وَاَزْكَی الْخَلِیْقَةِ اَخْلَاقًا وَّاَطْهَرُهَا وَاَكْرَمُهَا خَلْقًا وَّ

اشرف اور واضح ترین ہے، تمام مخلوق سے اخلاق میں پاکیزہ ترین اور اطہر اور مکرم صورت میں سب سے زیادہ حسین اور

اَعْدَلُهَا ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی سَیِّدِنَآ

پرکشش ہیں، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ نبی امی ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما جو

مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ هُوَ اَبْهٰی مِنَ الْقَمَرِ التَّآمِّ [3] وَاَكْرَمُ مِنَ السَّحَابِ

چودھویں کے چاند سے زیادہ حسین، بھیجے گئے بادلوں اور عظیم دریا سے زیادہ سخی ہیں،

الْمُرْسَلَةِ وَالْبَحْرِ الْخِضَمِّ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

اے اللہ! ہمارے آقا نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما،

وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ قُرِنَتِ الْبَرَكَةُ بِذَاتِهٖ [4]

جن کی ذات اقدس اور روئے زیبا سے برکت وابستہ کی گئی

وَمُحَیَّاهُ وَتَعَطَّرَتِ الْعَوَالِمُ بِطِیْبِ ذِكْرِهٖ وَرَیَّاهُ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی

تمام جہاں ان کے ذکر اور ان کی خوشبو سے معطر ہوئے، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّمْ [5] ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

ﷺ اور ان کی آل پر رحمت و سلامتی نازل فرما، اے اللہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان

اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

کی آل پر رحمت نازل فرما، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل فرما،

وَارْحَمْ سَيِّدَنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحم نازل فرما' جیسے تو نے رحمت و برکت نازل فرمائی' اور رحم فرمایا

عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ[۱] ○ اَللّٰهُمَّ

سیدنا ابراہیم علیہ اسلام اور ان کی آل پر' بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے' اے اللہ!

صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ[۲]

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما جو تیرے عبد خاص' نبی' رسول اور نبی امی ہیں

وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ○

اور آپ کی آل پاک پر

[۱] (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَاءِ الرَّحْمَةِ) میرے نانا شیخ ابوالعباس احمد ابن شیخ ابوالمحاسن یوسف فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے بعض حواشی میں دیکھا کہ شیخ فقیہہ صالح ولی ابوالعباس سیدی احمد حاجری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یہ بات پہنچی کہ جس نے نبی اکرم ﷺ پر یہ درود شریف پڑھا' اس کے لئے دس نیکیاں ہیں' انہیں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی' انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! جو شخص آپ کی بارگاہ میں یہ درود شریف پڑھے' کیا اس کے لئے دس نیکیاں ہیں؟ جیسے لوگ کہتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بلکہ یہ دس درودوں کے برابر ہے' ہر درود شریف کے لئے دس نیکیاں اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا (یعنی درود پاک پڑھنے کا ثواب ہزار نیکیوں کے ثواب کے برابر ہے) اور وہ درود شریف یہ ہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَاءِ الرَّحْمَةِ آخر تک (انتہی)

شیخ فقیہہ صالح ابوالحسن علی بن محمد مدراسی معروف بالحاج نے یہی درود شریف اس جگہ منقول الفاظ سے کسی قدر مختلف الفاظ میں نقل کیا' انہوں نے کہا کہ یہ اَلْفِيَّه کے نام سے معروف ہے (کیونکہ اس کا ثواب ہزار نیکیوں کے ثواب کے برابر ہے) انہوں نے یہ درود شریف خیر خواہ' ولی صالح بھائی سیدی عبد اللہ بن موسیٰ طرابلسی سے نقل کیا' انہوں نے سیدی محمد بن عبد اللہ زیتونی سے نقل کیا جو کہ جرید کے شہر مُسَیلہ میں مدفون ہیں' انہوں نے بیس مشائخ سے نقل کیا۔

حَاءِ الرَّحْمَةِ ماقبل کی صفت نہ بنا کر مرفوع ہے اور صفت قرار دے کر مجرور ہے' نسخہ سہلیہ اور بہت سے دوسرے نسخوں میں منصوب بھی ہے' فعل مقدر اَعْنِی کا مفعول بہ ہونے کی بنا پر اور یہ ظاہر ہے۔

[۲] (وَمِيْمَا الْمُلْكِ) الف کے ساتھ اس صورت میں کہ اسے ماقبل سے منقطع (جدا) قرار دیا جائے اور ماقبل کا تابع قرار دیں تو یاء کے ساتھ ہے (وَمِيْمِي الْمُلْكِ) نسخہ سہلیہ اور بہت سے دوسرے نسخوں میں ہے مِيْمَاءِ الف ممدودہ کے ساتھ' لیکن مجھے اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔

اسم محمد کے حروف کے فوائد

(وَذَالِ الدَّوَام) میں نے اپنے نانا کے بھائی شیخ ابو عبد اللہ محمد عربی ابن شیخ ابو المحاسن یوسف فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلم کی تحریر اس درود شریف پر دیکھی' انہوں نے لکھا کہ ملک دو ہیں (۱) ملک دنیا (۲) ملک آخرت' پس پہلا میم پہلے ملک (دنیا) کے لئے اور دوسرا میم دوسرے ملک (آخرت) کے لئے ہے اور رحمت دونوں کے لئے عام ہے' پس حاء ایک ہے اور دو میموں کے درمیان ہے' تاکہ دونوں میم حاء رحمت کو اپنی طرف کھینچیں' تو ہر میم اس سے اپنا حصہ حاصل کرتا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ حاء رحمت دونوں ملکوں کے درمیان رابطہ ہے' کیونکہ اسی کی بدولت انسان کو ملنے والی دنیا کی نعمتیں آخرت کے ساتھ متصل ہو جاتی ہیں' پس وہ رحمت انسان کو نبی اکرم ﷺ کا دامن تھامنے سے حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ اسے آخرت کی رحمت تک پہنچادیں گے' لہٰذا نبی اکرم ﷺ ہی واسطہ ہیں- دال موخر ہے' اس لئے کہ دوام انتہاء کی طرف سے حاصل ہوتا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ دال ملک ثانی کے ساتھ متصل ہو' تاکہ دلالت کرے کہ دوسرا ملک (آخرت) دائمی ہے' رہا پہلا ملک (دنیا) تو وہ دائمی نہیں ہے' لکھنے والے نے یہ بات کہی' اللہ تعالیٰ اسے نوازے (انتہی)

(اَلسَّیِّدِ الْکَامِلِ) آپ کی سرداری دنیا کی تمام مخلوقات انسانوں' جنوں اور ان کے ماسوا پر ہے' خواہ وہ خشکی پر ہوں یا سمندر میں' پہلے ہوں یا پچھلے' اسی طرح آسمان کے رہنے والوں' میدان قیامت کی تمام مخلوقات اور تمام اہل جنت پر ہے (عَدَدَ مَا) اَیِ الَّذِیْ هُوَ فِیْ عِلْمِكَ كَائِنٌ) كَائِنٌ مبتداء محذوف کی خبر ہے جو کہ صدر صلہ ہے اور جسے ہم نے هُوَ کے ساتھ ظاہر کیا ہے' اس کا معنی ہے جو چیز پہلے معدوم تھی پھر اس وقت یا آئندہ خارج میں موجود ہو گی (اَوْ قَدْ كَانَ) یعنی جو چیز ماضی میں موجود ہوئی' اس کا كَائِنٌ پر عطف ہے' مطلب یہ ہے کہ ان ممکن اشیاء کی تعداد میں جو تیرے علم کے مطابق آئندہ موجود ہوں گی یا ماضی میں موجود ہو چکی ہیں ...... (صَلَاةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ بَاقِيَةً) بعض نسخوں میں ہے وَبَاقِيَةً واؤ عاطفہ کے ساتھ (بِبَقَائِكَ) (لَاَمُنْتَهٰى لَهَادُوْنَ عِلْمِكَ) یہ صلاۃ کی دوسری صفت ہے یا حال ہے-

(اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ) كل ایسا لفظ ہے جو ذات شے کے اجزاء کو جمع کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے' اس کا استعمال شے کے اجزاء اور اس کے احوال مختصہ کو جمع کرنے کے لئے بھی آتا ہے' یہ تکمیل کا معنی دیتا ہے' چونکہ یہ جمع کرنے اور احاطہ کے لئے ہے' اس لئے الفاظ عموم میں سے ہے اور قضیہ موجبہ کلیہ سور ہے- (شَیْءٍ) ہر وہ چیز جس کو تو چاہے- (قَدِیْرٌ ثَلَاثًا) بعض نسخوں میں لفظ ثَلَاثًا موجود ہے' جب کہ نسخہ سہلیہ اور بعض دوسرے نسخوں میں نہیں ہے' اس سے پہلے درود شریف میں جس طالب کا ذکر کیا گیا ہے اس نے مجھے بتایا کہ اس نے یہ لفظ مذکورہ نسخے میں پایا' واللہ تعالیٰ اعلم- مطلب یہ ہے کہ پورا درود شریف تین مرتبہ پڑھا جائے

ے (الَّذِیْ هُوَ اَبْهٰی) اَبْهٰی کا معنی ہے حسین ترین (شُمُوْسِ الْهُدٰی) هُدٰی سے مراد ہدایت ہے یا توفیق اور رشد مراد ہے (انوار) ہدایت کے آفتابوں سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں' ان کے نورانی' ہدایت یافتہ ہونے اور ان کی بدولت ہدایت ملنے کی بنا پر ان کے لئے لفظ شموس مجازاً لایا گیا ہے' مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام آفتاب ہیں' ہمارے آقا و مولیٰ اور نبی حضرت محمد

مصطفیٰ ﷺ وہ آفتاب ہیں جو ان تمام آفتابوں سے زیادہ حسین ہیں (وَأَبْهَرُهَا) اور سب سے غالب اور ضیاء میں سب سے قوی ہیں۔ یہ لفظ معتمد نسخوں میں اسی طرح ہے' ایک نقطے والی باء کے ساتھ' بعض نسخوں میں أَجْهَرُهَا جیم کے ساتھ ہے' اس کا معنی ہے تمام آفتابوں سے زیادہ عظیم اور جمیل' پھر مجھے یہ لفظ جیم کے ساتھ نسخہ سہلیہ میں مل گیا' حضرت شیخ مولف نے اسی طرح اصلاح فرمائی ہے۔

(وَأَسْيَرُ الْأَنْبِيَاءِ فَخْرًا) أَسْيَرُ اسم تفضیل کا صیغہ سیر سے مشتق ہے' مطلب یہ ہے کہ آپ کا فخر مشہور ہونے اور اطراف عالم میں پھیلنے کے اعتبار سے سواروں کے پھیلاؤ سے زیادہ ہے' محشی نے کہا کہ اس سلسلے میں تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی رسالت عامہ پوری دنیا میں پھیلی' نیز وہ دائمی ہے' اس کا نفع عام ہے' سابقہ کتابوں میں اس کی خوشخبری دی گئی ہے اور اکابر رسولوں نے اس میں شامل ہونے کی آرزو کی۔ (وَأَشْهَرُهَا) اور تمام انبیاء سے زیادہ مشہور و معروف اور مخلوق میں سب سے زیادہ چرچے والے (وَنُوْرُهُ أَزْهَرُ) اور آپ کا نور سب سے زیادہ روشن (أَنْوَارِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَشْرَفُهَا) بعض نسخوں میں فاء کے ساتھ ہے اور بعض میں قاف کے ساتھ (وَأَوْضَحُهَا) سب سے زیادہ ظاہر (وَأَزْكٰى) اور سب سے زیادہ پسندیدہ اور مظہر (الْخَلِيْقَةِ) یعنی مخلوق' مراد اہل عقول ہیں (أَخْلَاقًا) جمع ہے خُلُق کی' خاء اور لام دونوں پر پیش' لام کو ساکن بھی پڑھ سکتے ہیں' اس کا معنی ہے طبیعت' اس سے مراد باطنی صفت ہے' یعنی نفس میں وہ راسخ ہیئات جس کے سبب افعال آسانی سے صادر ہوں' اگر اچھے افعال صادر ہوں تو خلق حسن ہے اور اگر قبیح افعال صادر ہوں تو قبیح ہے۔ (وَأَطْهَرُهَا) بے نقطہ طاء کے ساتھ' اور تمام عیوب و نقائص' کم درجہ افعال اور بے مقصد کاموں سے تمام مخلوق سے زیادہ پاکیزہ (وَأَكْرَمُهَا) اور تمام مخلوق سے اشرف (خَلْقًا) نسخہ سہلیہ وغیرہ میں خَلق خاء کی زبر کے ساتھ ہے' اس کا معنی ہے ذات کی شرافت' بعض نسخوں میں لام پر پیش ہے' اس وقت معنی ہوگا اخلاق کی شرافت اور اس سے پیدا ہونے والے افعال۔

آپ ﷺ کے اعضاء مبارکہ معتدل تھے

(وَأَعْدَلُهَا) اور تمام مخلوق سے زیادہ معتدل مزاج والے' چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا جسم اقدس نہ تو دبلا تھا اور نہ ہی بہت موٹا' آپ کا قد مبارک نہ زیادہ طویل تھا اور نہ زیادہ چھوٹا (بلکہ قد شریف درمیانہ تھا) آپ کا رنگ نہ اتنا سفید تھا کہ برص کے رنگ کے مشابہ ہو اور نہ ہی گہرا گندمی تھا' بلکہ سرخی مائل تھا اور سرخی غالب تھی' آپ کے اعضاء شریفہ حسن و جمال اور مقدار میں انتہائی متناسب تھے' آپ کو کامل و اکمل حسن دیا گیا' آپ کی عقل کامل' سوچ اعلیٰ ذکاوت کی حامل' حواس قوی' زبان فصیح اور حرکات میں کمال درجے کا اعتدال تھا' بالوں کی سفیدی اور بڑھاپے نے تیزی کے ساتھ آپ کی طرف راہ نہیں پائی کیونکہ آپ کی ذات عالی اعتدال کا شاندار نمونہ تھی۔

آپ کے اخلاق کریمانہ

جس نسخے میں خلق کے لام پر پیش ہے اس کے مطابق ہم کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق میں خوشی اور ناراضگی کے موقع پر نہ تو سختی تھی اور نہ انحراف' واجب کے ادا کرنے میں کوتاہی فرماتے اور نہ ہی سستی کا مظاہرہ فرماتے' مداہنت' جفاء' شدت و غلظت اور تنگ دلی کا آپ میں شائبہ نہ تھا' ناحق ناراضگی نہ فرماتے اور جہاں موقع ہوتا وہاں درگزر نہ فرماتے۔ اپنی ذات کے لئے بدلہ نہ لیتے' اپنی طرف سے انصاف فراہم فرماتے' زیادتی کرنے والے کو معاف فرمادیتے' قطع تعلق کرنے والے سے تعلق قائم فرماتے' جفا کرنے والے سے چشم پوشی کرتے' جاہل کے ساتھ حلم کا مظاہرہ فرماتے' معذرت کرنے والے کی معذرت قبول فرماتے' کسی پر بدچلنی کی تہمت نہ لگاتے' غرض! یہ کہ آپ کے اخلاق میں وسعت' خصائل میں لطف و کرم اور معاملے میں حسن تھا' اگر آپ کے اہل بیت میں سے کسی سے کذب صادر ہو جاتا تو اس سے اعراض فرماتے اور اسے چھوڑ دیتے' یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیتے' آپ کمال کی انتہا پر فائز تھے' آپ عمدہ اخلاق و شمائل کے آخری نقطہ کے حامل تھے ﷺ

۲۔ (اَلَّذِیْ هُوَ اَبْهٰی مِنَ الْقَمَرِ التَّامِّ) جو ماہ تمام سے زیادہ حسین ہیں' چاند کو ماہ تمام اس وقت کہتے ہیں جب اس کی پوری ٹکیہ روشن ہو۔ یہ کیفیت تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کو ہوتی ہے' اس وقت چاند کو بدر کہتے ہیں۔ بعض نسخوں میں اَلتَّمِّ ہے بغیر الف کے (وَاَکْرَمِ مِنَ السَّحَابِ) اَلسَّحَابُ' سَحَابَةٌ کا اسم جنس ہے' یہ وہ بادل ہے جو بارش کو اٹھائے ہوئے ہو اور اسے برسانے والا ہو۔ اسم جنس جب جمع کے معنی میں مستعمل ہو تو اسے مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال کیا جا سکتا ہے' اَلسَّحَابُ کی صفت مونث (اَلْمُرْسَلَةِ) لا کر اسی طرف اشارہ کیا ہے' (اَلْمُرْسَلَةِ) بھیجے ہوئے یا کسی طرف متوجہ کئے ہوئے' اس کا مطلب ہے وہ بادل جو تیز اور موسلا دھار بارشوں کے ساتھ بھیجے گئے' (نبی اکرم ﷺ ان بادلوں سے بھی زیادہ کریم ہیں)

(وَالْبَحْرِ الْخَطِمِ) اس لفظ کے بارے میں نسخے مختلف ہیں' نسخہ سہلیہ اور اکثر نسخوں میں اَلْخَطِمِ ہے' نقطے والی خاء اور بے نقطہ طاء کے ساتھ' ایک معتبر اور صحیح نسخہ میں اسی طرح' اس سے قریب دو اور نسخوں میں اَلْخِضَمِّ ہے' نقطے والی خاء کے نیچے زیر' نقطے والے ضاد کے اوپر زبر' اور میم مشدد' ایک صحیح نسخہ میں ہے اَلطَّامِ حضرت شیخ کے بعض متبعین کے لکھے ہوئے ایک قدیم نسخہ میں ہے اَلطَّمِ بغیر خاء کے اور طاء کے بعد بغیر الف کے حاشیہ میں ہے اَلْخَطِمِ' محشی نے کہا کہ میں نے اسی طرح بعض دوستوں سے سنا' یہ بھی کہا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ سے اَلْخَطِمِ لکھا تھا' خاء اور بے نقطہ طاء کے ساتھ پھر اس نسخہ کے صاحب نے کہا: کہ یہ دونوں صحیح ہیں' ان دونوں کا معنی بھی لکھا' لیکن حاشیہ کے اکثر الفاظ اڑ گئے ہیں۔ دو اور نسخوں میں ہے الخظم نقطے والی خاء اور نقطے والی ظاء کے ساتھ' لیکن اس کا ضبط نہیں کیا گیا۔ رہا الخطم نقطے والی خاء اور بے نقطہ طاء کے ساتھ تو اس کا معنی قاموس اور غریب الھروی میں ہے امر عظیم' اس بنا پر (البحر الخطم) کا معنی ہو گا عظیم و جلیل سمندر۔ الخضم خاء اور ضاد دونوں نقطے والے حرف' پہلے کے نیچے زیر اور میم مشدد' اس کا معنی ہے بھرا ہوا۔ اساس میں بَحْرٌ خِضَمٌّ بہت پانی والا سمندر (انتھی) کسی نے یہ شعر پیش کیا ہے۔

دَعَانِیْ اِلٰی عَمْرٍو جُوْدُهٗ وَقَوْلُ الْعَشِیْرَةِ بَحْرٌ خِضَمٌّ

مجھے عمرو کی سخاوت اور قبیلے کے اس قول نے اس کی طرف بلایا کہ وہ پانی سے بھرا ہوا سمندر ہے۔

الْقَطَامّ میم مشدد ہو خَطَمٌّ سے ہے اور مخفف ہو تو خطما سے ہے' اس کا معنی ہے' بہت پانی والا' بھرا ہوا اور بلند' الخطم نقطے والی ظاء کے ساتھ' یہ الخضم سے تبدیل کیا ہوا ہے (یعنی ضاد کو ظاء سے غلط طور پر بدل دیا گیا) غالباً الخطم میں بھی ایسی ہی تبدیلی ہوئی ہے' اس سے مراد الخضم ہی تھا' ضاد کو لمبا کر کے ظاء بنا دیا گیا' پھر نقطہ گرا دیا گیا اور خاء کی زبر اور طاء کے سکون کے ساتھ ضبط کر دیا گیا' (یعنی صحیح ضاد ہے نہ کہ طاء اور ظاء) واللہ تعالیٰ اعلم۔

چاند' سمندر اور بادل سے تشبیہ

چونکہ چاند' سمندر اور بادل کے ساتھ تشبیہ معروف و مشہور تھی' اس لئے حضرت مولف نے فرمایا: کہ نبی اکرم ﷺ وجہ تشبیہ میں ان سے بلند و بالا ہیں' ورنہ نبی اکرم ﷺ اور ان اشیاء میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے' کیونکہ چاند کی روشنی نہ تو کمل ہے اور نہ ہی دائمی ہے۔ بادل کی بخشش ختم ہو جاتی ہے' اور سمندر گھٹتا رہتا ہے' جو موج وہ پھینکتا ہے وہ اس کی طرف لوٹ جاتی ہے' نیز اس کی بخشش مقدار اور مرتبے میں حضور سید عالم ﷺ کی بخشش کو نہیں پہنچتی' کیونکہ آپ کی عطاء ایمان ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور نزدیکی ہے اور جنات النعیم میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی دائمی رضا اور خوشنودی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(اَلَّذِیْ قُرِنَتِ الْبَرَکَةُ بِذَاتِهٖ) جن کی ذات سے برکت ملا دی گئی اور وابستہ کر دی گئی (وَمُحَیَّاهُ) میم پر پیش' حاء پر زبر اور یاء مشدد یعنی آپ کے چہرہ انور سے نسخہ سلیمہ میں ہے میم پر زبر اور حاء ساکن یعنی آپ کی حیات سے (وَتَعَطَّرَتْ) اور معطر ہو گئے۔ یہ عطر سے ہے عین کے نیچے زیر' خوشبو (اَلْعَوَالِمُ) عالَم کی جمع ہے غیب اور شہادت کے جہانوں کو شامل ہے (بِطِیْبِ ذِکْرِهٖ وَرَیَّاهُ) رَیَّاهُ کا معنی ہے آپ کی پاکیزہ خوشبو' اس کا عطف طِیْبِ پر ہے یا ذِکْرِهٖ پر' پہلی صورت میں ضمیر ذکر کی طرف راجع ہے یا نبی اکرم ﷺ کی طرف' دوسری صورت میں نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے۔

ابن ہشام نے نحویوں سے نقل کیا ہے کہ یہ صفت ہے اور اس پر اسمیت کا غلبہ ہے' اساس میں ہے رَیًّا طَیِّبَةً کہنے کی اجازت ہے' یہ تیز خوشبو ہے جو الطیب سے نقل کی گئی ہے اور صفت غالبہ ہے (انتھی)

نبی اکرم ﷺ کی خوشبو آپ کے ذکر اور آپ پر بھیجے جانے والے درود پاک سے جہانوں کا معطر ہونا اور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بکثرت درود شریف بھیجنے والوں سے خوشبو کا پایا جانا سب مشہور و معروف ہے' احادیث اور اولیاء کرام کی حکایات میں وارد ہے' اس کا کچھ تذکرہ درود شریف کے فضائل اور اسماء مبارکہ کی شرح کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

بیٹھنے سے پہلے مغفرت

۵ (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَسَلِّمْ) استاذ ابو محمد جبر نے فرمایا: کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کھڑے ہو کر یہ درود شریف پڑھا "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَسَلِّمْ" اس کے بیٹھنے سے پہلے اس کی مغفرت کر دی جائے گی' اور اگر وہ بیٹھا ہوا تھا تو اس کے کھڑے ہونے سے پہلے اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

٦ اس روایت کو حاکم نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نماز کے تشہد میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کے باب میں بیان کیا۔

٧ (النَّبِی ءِ) حضرت شیخ نے نسخہ سہلیہ میں اسے ہمزہ کے ساتھ لکھا ہے (اَلْاُمِّیِّ) اس درود پاک کو خطیب وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے' اس کی مثل وہ درود شریف ہے جسے امام دار قطنی نے حضرت سعید بن مسیب سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' قوت القلوب اور احیاء العلوم میں جمعہ کے دن نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جانے والے درود شریف کی صورت میں اس کا ذکر کیا ہے' لیکن اس جگہ یہ اضافہ ہے (وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ) یہ بیک وقت دو درودوں پر اضافہ ہے:-

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّلْءَ الدُّنْیَا

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما' دنیا

وَمِلْءَ الْاٰخِرَةِ ۝ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا

اور آخرت کی پُری کے برابر' ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل فرما

مُحَمَّدٍ مِّلْءَ الدُّنْیَا وَمِلْءَ الْاٰخِرَةِ ۝ وَارْحَمْ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا وَّاٰلَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

دنیا و آخرت کی پُری کے برابر' ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحم فرما

مِلْءَ الدُّنْیَا وَمِلْءَ الْاٰخِرَةِ ۝ وَاجْزِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا وَّاٰلَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّلْءَ

دنیا و آخرت کی پُری کے برابر' ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل کو دنیا و آخرت کی پُری کے برابر

الدُّنْیَا وَمِلْءَ الْاٰخِرَةِ ۝ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

جزا عطا فرما' اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر سلامتی نازل فرما دنیا و آخرت کی

مِّلْءَ الدُّنْیَا وَمِلْءَ الْاٰخِرَةِ ۝ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَآ اَمَرْتَنَآ

پڑی کے برابر، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے ہمیں ان پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْهِ[۲] ۝ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّصَلّٰی عَلَیْهِ ۝

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما جیسے کہ ان کی شان کے لائق ہے،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ الْمُصْطَفٰی وَرَسُوْلِكَ الْمُرْتَضٰی وَوَلِیِّكَ

اے اللہ! اپنے نبی مصطفیٰ، پسندیدہ رسول، برگزیدہ دوست

الْمُجْتَبٰی وَاَمِیْنِكَ عَلٰی وَحْیِ السَّمَآءِ[۳] ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

اور آسمانی وحی پر، اپنے امین پر رحمت نازل فرما، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل

اَكْرَمِ الْاَسْلَافِ الْقَائِمِ بِالْعَدْلِ وَالْاِنْصَافِ الْمَنْعُوْتِ فِیْ سُوْرَةِ الْاَعْرَافِ

فرما جو تمام سابقین سے زیادہ معزز، عدل وانصاف کے ساتھ قائم، سورۂ اعراف میں جن کی تعریف کی گئی، بزرگوں

الْمُنْتَخَبِ مِنْ اَصْلَابِ الشِّرَافِ وَالْبُطُوْنِ الظِّرَافِ الْمُصَفّٰی

کی پشتوں صاف اور پاکیزہ شکموں سے برگزیدہ،

مِنْ مُّصَاصِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ابْنِ عَبْدِ مَنَافِ نِ الَّذِیْ هَدَیْتَ بِهٖ

عبد المطلب بن عبد مناف کے خاندان کا پاکیزہ خلاصہ، جن کے ذریعے تو نے باطل

مِنَ الْخِلَافِ وَبَیَّنْتَ بِهٖ سَبِیْلَ الْعَفَافِ ۝ اَللّٰهُمَّ[۴] اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَفْضَلِ

کو ہدایت فرمائی اور ان کے ذریعے پاک دامنی کی راہ واضح کی، اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری

مَسْئَلَتِكَ وَبِاَحَبِّ اَسْمَآئِكَ اِلَیْكَ وَاَكْرَمِهَا عَلَیْكَ وَبِمَا مَنَنْتَ عَلَیْنَا

بارگاہ میں مانگے گئے افضل ترین سوال کے طفیل اور تیری بارگاہ میں تیرے محبوب ترین اور مکرم ترین نام کے وسیلے سے

بِسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نَّبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنْقَذْتَنَا

اور اس ذریعے سے کہ تو نے ہمارے آقا و نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیج کر ہم پر احسان کیا اور ہمیں ان کی بدولت

بِهٖ مِنَ الضَّلٰلَةِ وَاَمَرْتَنَا بِالصَّلٰوةِ عَلَیْهِ وَجَعَلْتَ صَلَاتَنَا

گمراہی سے نکالا اور تو نے ہمیں ان پر درود بھیجنے کا حکم دیا اور تو نے ان کی بارگاہ میں ہمارے

عَلَیْهِ دَرَجَةً وَّكَفَّارَةً وَّلُطْفًا وَّمَنًّا مِّنْ اَعْطَآئِكَ فَاَدْعُوْكَ تَعْظِیْمًا

درود بھیجنے کو گناہوں کا کفارہ، مہربانی اور بخششوں میں سے ایک بخشش قرار دیا، پس میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں تیرے حکم

لِاَمْرِكَ وَاتِّبَاعًا لِّوَصِيَّتِكَ وَمُنْتَجِزًا لِّمَوْعُوْدِكَ لِمَا يَجِبُ لِنَبِيِّنَا

کی تعلیم اور تیرے تاکیدی ارشاد کی تعمیل کے لئے اور تیرے وعدے کی تکمیل طلب کرنے کے لئے، اس لئے کہ ہمارے نبی

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَدَاءِ

اور آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حق کی ادائیگی کے لئے ادائیگی ہم پر واجب ہے،

حَقِّهٖ قِبَلَنَا اِذْ اٰمَنَّا بِهٖ وَصَدَّقْنَاهُ وَاتَّبَعْنَا النُّوْرَ الَّذِيْ اُنْزِلَ مَعَهٗ وَقُلْتَ وَقَوْلُكَ

کیونکہ ہم ان پر ایمان لائے، ان کی تصدیق کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا، تو نے فرمایا اور

الْحَقُّ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ

تیرا فرمان حق ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ کی شان کا اہتمام کرتے ہیں، اے ایمان والو!

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ وَاَمَرْتَ الْعِبَادَ بِالصَّلٰوةِ عَلٰى نَبِيِّهِمْ فَرِيْضَةً نِ افْتَرَضْتَهَا

تم ان پر درود بھیجو اور سلام بھیجو سلام بھیجنا، تو نے بندوں کو حکم دیا کہ اپنے نبی پر درود بھیجیں، یہ ایک فریضہ ہے

وَاَمَرْتَهُمْ بِهَا فَنَسْئَلُكَ بِجَلَالِ وَجْهِكَ وَنُوْرِ عَظَمَتِكَ

جو تو نے فرض فرمایا اور بندوں کو اس کا حکم دیا، پس ہم تیری ذات کے جلال اور تیری عظمت کے نور کے وسیلے

وَبِمَا اَوْجَبْتَ عَلٰى نَفْسِكَ لِلْمُحْسِنِيْنَ اَنْ تُصَلِّيَ اَنْتَ وَمَلٰٓئِكَتُكَ عَلٰى سَيِّدِنَا

اور اس ذریعے سے کہ تو نے نیکوں کے لئے اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمایا کہ تو اور تیرے فرشتے ہمارے آقا حضرت محمد

مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَنَبِيِّكَ وَصَفِيِّكَ وَخِيَرَتِكَ مِنْ خَلْقِكَ اَفْضَلَ

مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیجیں، جو تیرے عبد خاص، رسول، نبی، برگزیدہ اور تیری تمام مخلوق سے افضل ہیں، وہ افضل ترین

مَا صَلَّيْتَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

درود جو تو نے اپنی کسی مخلوق پر بھیجا، بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔

ل اس درود شریف کا ذکر امام جبر، ابن الفاکہانی، ابن وداعہ اور سخاوی نے حضرت معروف کرخی کے ساتھی (مرید) کے حوالے سے کیا کہ حضرت معروف کرخی یہ درود شریف نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا کرتے تھے، البتہ! الفاظ میں کسی قدر اختلاف ہے، ابن الفاکہانی نے فرمایا: کہ ابن بشکوال نے کتاب القربہ میں اپنی سند کے ساتھ ابوبکر کاتب صوفی کے حوالے سے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوالحسن کرخی کو یہ درود شریف نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہوئے سنا۔

ع میں نے اس جگہ تین نسخوں کے حاشیہ پر لکھا ہوا پایا، جن میں سے ایک کا مقابلہ نسخہ سہلیہ کے ساتھ کیا گیا تھا، اس نسخہ

کے صاحب نے اس پر کچھ نہیں لکھا' البتہ! مقابلہ کئے ہوئے نسخے پر یہ لکھا ہوا ہے کہ ابتداء سے درود شریف چھوڑ کر یہ مقام تحقیق نصف ہے (انتہیٰ) معتمد نسخوں میں اسی طرح ہے' وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ' نسخہ سہلیہ اور ایک معتبر نسخے میں ہے وَصَلِّ عَلَیْہِ' حضرت جبر کی کتاب میں ہے کہ حضرت دینار نوبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا؟ کہ آپ پر ہم درود شریف کس طرح بھیجا جائے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں! اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور اس میں ہے وَصَلِّ عَلَیْہِ جس طرح نسخہ سہلیہ میں ہے'

ے (وَاَمِیْنِكَ عَلٰی وَحْيِ السَّمَاءِ) وَحْيِ السَّمَاءِ میں اضافت بمعنی مِنْ ہے (یعنی آسمان سے آنے والی وحی) (اَکْرَمِ الْاَسْلَافِ) اسم تفضیل مضاف الیہ کا بعض ہے' پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسلاف (سابقین) میں سے ہیں اور ان سب سے مکرم' مشرف اور بلند و بالا ہیں' اسلاف جمع ہے سلف کی' اور سلف مفرد بھی ہوتا ہے اور سالف کی جمع بھی' جیسے خادم کی جمع خدم ہے' اس کا اطلاق امت کے ان افراد پر ہوتا ہے جو ماضی میں گزر چکے ہوں' نیز پیش رو اور متقدم پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے' اسی طرح انسان کے آباء اور رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے جو گزر چکے ہوں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے پیش رو متقدم ہیں' جیسے کہ احادیث مبارکہ میں آیا ہے' ایک احتمال یہ ہے کہ اصل لفظ اَلْاَکْرَمِ الْاَسْلَافِ ہو' دونوں لفظوں پر الف لام ہو (اس کا معنی ہے مکرم اسلاف والے) تو اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کی شرافت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(اَلْقَائِمِ) یعنی اس عدل کے کفیل اور ضامن ہیں جسے آپ لائے اور اس کے حقوق جیسے چاہیے ادا کرنے والے ہیں یا قائم کا معنی ہے ظاہر (بِالْعَدْلِ) اس حال میں کہ آپ عدل کے حامل ہیں' عدل کا معنی ہے استقامت' حق کے ساتھ حکم کرنا' اسے بیان کرنا' اشیاء کو ان کی جگہوں پر رکھنا اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جس کی وہ مستحق ہیں (وَالْاِنْصَافِ) یہ عدل کا ہم معنی ہے'! اس کا معنی ہے حق کے ظاہر ہونے پر اس کی طرف رجوع کرنا' مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عدل و انصاف کے حامل تھے اور اپنے دین میں اسے اپنی امت کے لئے شروع فرمایا اور یہ امر آپ کی سیرت اور شریعت میں ظاہر ہے

(اَلْمَنْعُوْتِ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کی گئی ہے (فِیْ سُوْرَةِ الْاَعْرَافِ) سورہ اعراف کی اس آیت میں: اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (الآیتین) وہ لوگ جو اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کا نام اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں تورات اور انجیل میں (اَلْمُنْتَخَبِ) جو پسندیدہ ہیں اور نکالے گئے (مِنْ اَصْلَابِ الشِّرَافِ) معزز آباء کی پشتوں سے۔ اَلشِّرَافِ جمع ہے شریف کی' جیسے کریم کی جمع کِرَام اور عظیم کی جمع عِظَام ہے۔ اَصْلَابٌ جمع ہے صُلْبٌ کی' یہ وہ ہڈی ہے جو کندھے سے شروع ہو کر بیٹھنے کی جگہ تک جاتی ہے (ریڑھ کی ہڈی) صرف ایک نسخے میں ہے؟ مِنَ الْاَصْلَابِ الشِّرَافِ' اصلاب پر بھی الف لام ہے اور اَلشِّرَافِ اس کی صفت ہے (معزز پشتوں سے) (وَالْبُطُوْنِ) جمع ہے؟ بطن کی' یہ مذکر ہے اور اس کا معنی پیٹ ہے جو پشت کے مقابل ہے۔ ابو عبیدہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک لغت میں یہ مونث ہے۔

(اَلْمُصْفّٰی) خالص اور پاک صاف کئے ہوئے' ایک نسخے میں ہے المصطفیٰ طاء کے ساتھ (مِنْ مُّصَاصِ) میم پر پیش' یعنی

عباس (عَبْدُ الْمُطَّلِب) ہو سکتا ہے کہ لفظ مصاص نبی اکرم ﷺ کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر واقع ہو' وہ حضرت عبدالمطلب کے مصاص ہیں' یعنی ان سے خالص اور صاف کئے ہوئے اور نبی اکرم ﷺ اپنے والد سے صاف کئے ہوئے ہیں' دوسرا احتمال یہ ہے کہ لفظ مصاص حضرت عبدالمطلب پر واقع ہو' اس وقت اضافت بیانیہ ہوگی' وہ نبی اکرم ﷺ کے دادا ہیں' عبد اللہ بن ھاشم (ابْنِ عَبْدِ مَنَاف) جتنے نسخے بھی ہم نے دیکھے ہیں ان میں ھاشم کا ذکر نہیں ہے' عبد المطلب کی نسبت ان کے براہ راست باپ کی طرف نہیں' بلکہ دادا کی طرف کی گئی ہے' آخری ربع (چوتھائی حصے) میں آئے گا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ۔ اس جگہ جس طرح نسبت کی گئی ہے اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' اور اس کی صحت ظاہر ہے' مخفی نہیں ہے' جس طرح نبی اکرم ﷺ اپنی نسبت اپنے جد امجد کی طرف کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ بہت سے علماء اور ان کے غیر اپنی نسبت اپنے دادا کی طرف کرتے ہیں' عبد مناف کی طرف نسبت کرنے سے نبی اکرم ﷺ کی اولاد ان لوگوں سے ممتاز ہو جاتی ہے جو ان کے ساتھ قصی میں شریک ہیں' جیسے بنو عبدالدار اور بنو اسد بن عبدالعزی۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس جگہ لفظ ابن الف کے ساتھ لکھا جائے گا یا بغیر الف کے' تاہم سطر کی ابتدا میں ہو (تو الف لکھا جائے گا)

نور محمدی پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف

متن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خالص کئے ہوئے سے خالص کئے گئے ہیں' احادیث اس پر گواہ ہیں' بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم یکے بعد دیگرے بنی آدم کے زمانوں میں سے بہتر زمانے میں بھیجے گئے ہیں' یہاں تک کہ ہم اس زمانے میں بھیجے گئے جس میں ہم ہیں' امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جب بھی لوگ دو جماعتوں میں تقسیم ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان میں سے بہتر میں شامل فرمایا (الحدیث) امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں متعدد سندوں سے حضرت انس سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (مرفوعاً) روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے پاکیزہ پشتوں سے طاہر رحموں کی طرف پاک صاف منتقل فرماتا رہا' جب بھی دو شاخیں ہوئیں تو میں ان میں سے بہتر شاخ میں تھا' امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا' امام ترمذی نے فرمایا: کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسمٰعیل کو منتخب فرمایا' حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو' بنو کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا اور مجھے بنو ہاشم میں سے منتخب فرمایا۔

حافظ ابو القاسم حمزہ ابن یوسف سہمی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ان الفاظ سے بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منتخب

فرمایا اور انہیں خلیل بنایا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسمٰعیل کو منتخب فرمایا' پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نزار کو' پھر نزار کی اولاد میں سے مضر کو' پھر مضر میں سے کنانہ کو' پھر کنانہ میں سے قریش کو' پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو' بنو ہاشم میں سے عبدالمطلب کو منتخب فرمایا' پھر بنو عبدالمطلب میں سے مجھے منتخب فرمایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہترین لوگوں سے منتقل ہوتے رہے

امام طبرانی معجم کبیر اور معجم اوسط میں سند حسن سے' امام بیہقی اور ابو نعیم دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس میں سے بنی آدم کو منتخب فرمایا' بنی آدم میں سے عرب کو' عرب میں سے مضر کو' مضر میں سے قریش کو' قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا' اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا' تو ہم بہترین لوگوں سے بہترین لوگوں کی طرف منتقل ہوتے رہے ہیں' سنو! جس نے عرب سے محبت رکھی تو اس نے ہماری محبت کے سبب ان سے محبت رکھی اور جس نے عرب سے بغض رکھا' اس نے ہمارے بغض کے سبب ان سے بغض رکھا۔

امام ابن سعد الطبقات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عربوں میں سے بہترین مضر ہیں' مضر میں بہترین عبد مناف' بنو عبد مناف میں سے بہترین بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں سے بہترین بنو عبدالمطلب ہیں' اللہ کی قسم! جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا: اس وقت سے جب بھی دو گروہ بنے تو ہم ان میں سے بہترین گروہ میں تھے۔

امام ترمذی نے حدیث روایت کی اور اسے حسن قرار دیا' اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرمایا تو ہمیں اپنی بہترین مخلوق میں سے بنایا' پھر جب قبیلے پیدا فرمائے تو ہمیں بہترین قبیلے میں شامل فرمایا' اور جب نفوس کو پیدا فرمایا تو ہمیں بہترین نفوس میں شامل فرمایا' پھر جب کنبوں کو پیدا فرمایا تو ہمیں بہترین کنبے میں بنایا' پس ہم سب انسانوں سے کنبے اور ذات کے اعتبار سے بہتر ہیں۔

امام طبرانی' بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو قسموں میں پیدا فرمایا تو ہمیں بہترین قسم میں سے بنایا' پھر دونوں قسموں کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا' تو ہمیں بہترین تہائی حصے میں شامل فرمایا' پھر ان تین حصوں کو قبیلوں میں تقسیم فرمایا' تو ہمیں بہترین قبیلے میں بنایا' پھر قبائل کو کنبوں میں تقسیم کیا تو ہمیں بہترین کنبے میں شامل فرمایا۔

حاکم نے حضرت ربیعہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا تو اسے دو حصوں میں تقسیم فرمایا اور ہمیں بہترین حصے میں شامل فرمایا' پھر ان کو کنبوں میں تقسیم کیا تو ہمیں بہترین کنبے میں شامل فرمایا' پھر فرمایا' ہم قبیلے اور کنبے کے اعتبار سے تم سب سے افضل ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام کا ایمان

شیخ الحدیث حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام کی شرک سے براءت اور نجات کی تائید کی ہے' یہ بھی کہا کہ وہ کسی ملت کے پیروکار تھے یا زمان فترت میں تھے (زمان فترت وہ زمانہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی اس دنیا میں تشریف فرمانہ ہو) زمانہ فترت کے لوگوں کے بارے میں صحیح یہ ہے کہ وہ نجات پانے والے ہیں' ان سے پہلے امام فخرالدین رازی بھی یہ عقیدہ پیش کر چکے ہیں' امام سیوطی نے اس موضوع پر چھ رسالے لکھے ہیں' انہوں نے متعدد حدیثیں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء کرام اپنے زمانے والوں میں سے بہترین تھے' اور ایسی احادیث بھی نقل کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین اولیاء کرام اور مسلمانوں سے خالی نہیں ہوتی' ثابت ہوا کہ وہ مسلمان تھے' کیونکہ وہ زمین کے باشندوں سے افضل تھے' اس وقت زمین میں مسلمان بھی تھے اور مشرک بھی' اور مشرک مسلمان سے ہرگز بہتر نہیں ہو سکتا' انہوں نے ایسی آیات اور آثار بھی بیان کئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر یا تمام کے تمام مومن تھے' خاص طور پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے براہ راست والدین کے زندہ کئے جانے اور ان کے ایمان پر دو حدیثیں بیان کیں' اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے راہ راست کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

جمعہ کا دن عبادت کے لئے امت محمدیہ کو عطا ہوا

(اَلَّذِیْ هَدَیْتَ بِهٖ) یہ باء سببیہ ہے (مِنَ الْخِلَافِ) جن کے سبب تو نے اختلاف سے ہدایت فرمائی' یہ اختلاف لوگوں میں ادیان کے بارے میں تھا' یا بعض کی کتاب کی تکذیب کرتے تھے' اور کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے یا نصرانی تھے' یا قبلہ میں اختلاف تھا' کیونکہ یہودی بیت المقدس کی طرف اور نصاریٰ مشرق کی طرف رخ کرتے تھے' یا جمعہ کے دن میں اختلاف تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں پر ایک دن فرض فرمایا تھا' یہودیوں نے ہفتے کا دن اور نصاریٰ (عیسائیوں) نے اتوار کا دن منتخب کیا' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو جمعہ کے دن کی ہدایت فرمائی جو مقرر کیا گیا تھا' جیسے کہ حدیث صحیح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے' (اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں پر ایک دن خصوصی عبادت کے لئے مقرر فرمایا تھا' لیکن اس کی تعیین بندوں کے سپرد کر دی گئی' دوسری قومیں جمعہ کا دن اختیار نہ کر سکیں' یہ شرف اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو عطا فرمایا۔ (۱۲۔ قادری) یا اختلاف سے مراد وہ عداوت اور تفریق ہے جو عربوں میں پائی جاتی تھی۔

(لَوْ بَيَّنْتَ بِهٖ) سابقہ باء کی طرح یہ بھی سببیہ ہے (سَبِیْلَ الْعِفَافِ) اور تو نے آپ کے سبب حرام کاموں اور ناحق خواہشات کی پیروی سے باز رہنے کا راستہ بیان فرمایا' ابو سفیان بن حرب نے ہرقل (بادشاہ روم) کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا تھا کہ وہ ہمیں نماز' سچائی' پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں (جیسے کہ بخاری شریف میں ہے۔ (۱۲۔ قادری)

ے (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاَفْضَلِ مَسْاَلَتِکَ) اس درود شریف کا ذکر ابن سبع نے کیا ہے اور عزفی نے ان کی پیروی کی ہے' ابن الفاکہانی نے صاحب علم الاعلام اور ابن وداعہ نے عزفی سے اسے نقل کیا' نیز امام سخاوی اور رصاع نے بھی اسے نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے: رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ اے ہمارے رب! تو بہت ہی مہربان رحم والا ہے' ان حضرات نے اس درود شریف کی نسبت حضرت علی بن عبداللہ بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف کی ہے' حضرت علی بن عبد اللہ کے صاحبزادے حضرت سلیمان نے اسے روایت کیا' انہوں نے کہا: میرے والد علی بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب رات کی نماز سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے' پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے اور کہتے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاَفْضَلِ مَسْاَلَتِکَ الی آخرہٖ علامہ شقراطسی نے اپنی کتاب الاعلام میں اس درود شریف کا ذکر حضرت یعقوب بن جعفر بن سلیمان کی روایت سے کیا' حضرت یعقوب نے اپنے والد سے' انہوں نے ان کے دادا سلیمان بن علی سے روایت کیا کہ میرے والد یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے' کتب مذکورہ اور دلائل الخیرات میں اس درود شریف کے بعض الفاظ میں اختلاف ہے' بعض اختلافات کی طرف ہم اشارہ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین اسم' اسم اعظم ہے

مسئوال کی طرح مَسْاَلَۃٌ سَاَلَ کا مصدر ہے' جس کا معنی طلب کرنا ہے' مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میں اس عظیم ترین سوال کے طفیل جو تجھ سے مانگا جاتا ہے سوال کرتا ہوں' باء استعانت کے لئے ہے' اسی طرح (بِاَحَبِّ اَسْمَائِکَ اِلَیْکَ) میں بھی باء استعانت کے لئے ہے' اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین اسم پاک سے مراد اسم اعظم ہے' جب اس کے طفیل دعا مانگی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے اور جب اس کے ذریعے سوال کیا جاتا ہے تو سوال پورا کیا جاتا ہے' یہ محبوبیت ہی ہے جس کی بدولت اسم اعظم ممتاز ہوتا ہے (وَاَکْرَمِھَا) اور اس اسم مبارک کے طفیل جو تیری بارگاہ میں بہت ہی معزز ہے (وَبِمَا) باء استعانت کے لئے ہے یا سببیہ ہے اور ما مصدریہ ہے (مَنَنْتَ) تو نے انعام اور احسان بغیر کسی سبب اور علت کے فرمایا (عَلَیْنَا) ہم پر یعنی امت مسلمہ پر یا یہ مطلب ہے کہ اس سبب سے کہ تو نے ہم پر احسان فرمایا (اس صورت میں جب باء سببیہ ہو) حضرت مصنف نے اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کو اس کے فضل و احسان کے لئے وسیلہ بنایا ہے۔

(فَاسْتَنْقَذْتَنَا) تو نے ہمیں خلاصی عطا فرمائی' فاء عطف اور سببیت کے لئے ہے' الفجر المنیر میں واؤ کے ساتھ (وَاسْتَنْقَذْتَنَا) ہے (بِہٖ) یعنی نبی اکرم ﷺ کے سبب' اگر آلہ بغیر استعانت کے ہو سکتا ہے تو اس جگہ ہو سکتا ہے' جیسے خطبہ میں حضرت مصنف کے قول اَلَّذِی اسْتَنْقَذْتَنَا بِہٖ میں ہے' یا اس درود شریف سے پہلے اَلَّذِیْ ھَدَیْتَ بِہٖ مِنَ الْجَلَالِ میں اور کتاب کے آخر میں مصنف کے قول وَھَدَیْتَ بِھِمْ خَلْقَکَ میں ہے' یہ بات قرین قیاس ہے کہ آلہ کی باء اس چیز پر داخل ہوتی ہے جو ملکیت میں ہو اور اسے عمل کا آلہ بنایا جائے' جیسے کہ مواضع مذکورہ میں ہے اور استعانت کی باء اس چیز پر داخل ہوتی ہے جو ملکیت میں نہ ہو اور اسے مطلوب تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا جائے' جیسے بسم اللہ شریف کی باء' واللہ تعالیٰ اعلم

(مِنْ) ابتداء غایت کے لئے ہے (الضَّلَالَةِ) گمراہی' ہدایت کے مقابل' ضلال اور ضلالت کا اصل استعمال راستے اور قصد وغیرہ میں ہوتا ہے' پھر مجازاً ان کا استعمال دین میں کیا گیا ہے۔ (وَاَمَرْتَنَا) اس کا عطف مِنَّتُكَ پر ہے یا اسْتَنْقَذْتَ پر (بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ) تو نے ہمیں آیت کریمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کا حکم دیا ہے (وَجَعَلْتَ) اس کا عطف اَمَرْتَ پر ہے (صَلَاتَنَا عَلَيْهِ دَرَجَةً) تو نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارے درود کو ہمارے لئے درجہ' یعنی زائد مرتبہ بنایا ہے' لغت میں درجہ مرتبے کو کہتے ہیں' لیکن نیچے سے اوپر چڑھنے کے اعتبار سے' جب کہ اوپر سے نیچے اترنے کے لحاظ سے اسے درک کہتے ہیں' جیسے دَرَجَاتُ الْجِنَانِ اور دَرَكَاتُ النِّيْرَانِ (جنتوں کے درجے ترقی کے لحاظ سے اور جہنم کے درجے تنزل کے لحاظ سے) (وَكَفَّارَةً) اور تو نے درود شریف کو ہمارے گناہوں کے مٹانے اور بخشنے کا ذریعہ بنایا ہے (وَلُطْفًا) اور تو نے درود شریف کو مہربانی یا توفیق کا ذریعہ بنایا ہے (وَمَنًّا مِنْ) مِنْ ابتدائیہ ہے (اِعْطَائِكَ) اَعْطٰی کا مصدر ہے' احسان کرنا اور انعام دینا' ایک نسخے میں ہمزے پر زبر ہے اور زیر بھی پڑھ سکتے ہیں' زبر ہو تو یہ عطاء کی جمع ہے (جس کا معنی عطیات ہے)

(فَاَدْعُوْكَ) اس کا عطف اَسْأَلُكَ پر ہے' الفجر المنیر میں وَاَدْعُوْكَ واؤ کے ساتھ ہے (تَعْظِيْمًا) مفعول مطلق ہے' یا حال یا مفعول لہ ہے' جیسے پہلی فصل میں حضرت مصنف کے قول مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ تَعْظِيْمًا لِحَقِّيْ میں گزر چکا ہے (لِاَمْرِكَ) تیرے اس امر کی تعظیم کے لئے جو تو نے ہمارے لئے صادر فرمایا ہے' اس جگہ اور آئندہ قول میں لام عامل کی تقویت کے لئے ہے۔ (وَاتِّبَاعًا لِوَصِيَّتِكَ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بارے میں تیرے حکم کی پیروی کے لئے (وَمُنْتَجِزًا) اس حال میں کہ میں سوال کرنے والا ہوں' وعدہ پورا کرنے یا نافذ کرنے کا' کہا جاتا ہے نَجَزَ الْوَعْدُ جب وعدہ حاصل اور مکمل ہو' اَنْجَزَ وَعْدَهٗ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا' اَنْجَزَ حَاجَتَهٗ وَنَجَزَهَا وَنَجَّزَهٗ اِيَّاهَا اس نے حاجت پوری کر دی' اِسْتَنْجَزَ حَاجَتَهٗ وَتَنَجَّزَهَا حاجت پوری کرنے کی کوشش کی' اِسْتَنْجَزَ الْعِدَةَ وَتَنَجَّزَهَا وعدہ پورا کرنے کا سوال کیا۔

(الْمَوْعُوْدَكَ) وہ وعدہ جو تو نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے پر درجہ عطا فرمانے یا گناہوں کا کفارہ بنانے کا کیا ہے' نسخہ سلیمہ میں واؤ سے پہلے میم اور عین کے بعد واؤ ہے (الْمَوْعُوْدَكَ) بعض نسخوں میں لِمَوْعِدِكَ ہے' میم پر زبر' عین کے نیچے زیر' دونوں وَعْد کا مصدر ہیں۔ (لِمَا) لام تعلیلیہ ہے' اس کا تعلق اَدْعُوْكَ سے ہے' الفجر المنیر اور القول البدیع میں بِمَا ہے' ایک نقطے والی باء کے ساتھ' ابن وداعہ کی روایت میں كُلَّمَا ہے' کاف کے ساتھ اور ما موصولہ ہے (يَجِبُ لِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) امام سخاوی نے عَلَيْنَا کا اضافہ کیا ہے (فِيْ) بمعنی مِنْ ہے (اَدَاءِ حَقِّهٖ) جو ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہم پر واجب ہے' آپ کا حق ادا کرنے اور اس کے ساتھ قائم ہونے سے (قِبَلَنَا) یعنی ہمارے نزدیک' اس کا تعلق بِحَقِّهٖ سے ہے (اِذْ) تعلیلیہ ہے اور يَجِبُ سے متعلق ہے۔ (...... وَاتَّبَعْنَا النُّوْرَ الَّذِيْ اُنْزِلَ) اور ہم نے اس نور کی پیروی کی جو نازل کیا گیا' نور سے مراد قرآن پاک ہے یا تمام شریعت (مَعَهٗ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کے ساتھ' ابن عطیہ نے فرمایا: شریعت اور ہدایت کو نور سے تشبیہ دی گئی' کیونکہ دل اس سے روشن ہوتے ہیں' جس طرح آنکھ نور سے روشن ہوتی ہے (انتھی)

درود شریف بھیجنے کا سبب دو چیزیں ہیں

(وَ قُلْتَ) اس کا عطف آمنّا اور اس کے مابعد پر ہے' پس نبی اکرم ﷺ کے حق کے واجب ہونے' آپ کی شان کا اہتمام کرنے اور آپ پر درود شریف بھیجنے کا سبب دو امر ہیں (۱) آپ پر ایمان اور آپ کی ملت میں داخل ہونا (۲) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ (وَ قَوْلُكَ الْحَقُّ) فعل اور اس کے مفعول کے درمیان جملہ معترضہ ہے' بعض نسخوں میں موجود ہے' لیکن نسخہ سلیمہ میں نہیں ہے۔

(وَ اَمَرْتَ) یہ قُلْتَ پر معطوف ہے (فَرِيْضَةً) یہ فَرَضَ اور اِفْتَرَضَ کا اسم ہے' فَرَضَ کا معنی ہے واجب کیا' فَرِيْضَةً صلوٰۃ سے حال ہونے کی بنا پر یا اَمَرْتَ کا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے' اَمَرْتَ کا معنی فَرَضْتَ ہے اور فَرِيْضَةً مصدر ہے اور اَمَرْتَ کی تاکید ہے۔ (اِفْتَرَضْتَهَا) فَرِيْضَةً کی صفت ہے' اس کا معنی ہے تو نے درود شریف کو فرض فرمایا' بعض نسخوں میں اس کے بعد عَلَيْهَا کا اضافہ ہے (ضمیر عباد کی طرف راجع ہے) (وَ اَمَرْتَهُمْ بِهَا) اس کا عطف ہے اِفْتَرَضْتَهَا پر اور دونوں کا معنی ایک ہے' کیونکہ کہا جاتا ہے فَرَضَ الشَّيْءَ وَ افْتَرَضَهُ اس کا معنی ہے کہ شے کو واجب اور لازم کیا اور اس کا حکم دیا۔

(فَنَسْأَلُكَ) فاء ترتیب کے لئے ہے یا سببیت کے لئے' بعض نسخوں میں اَللّٰهُمَّ کا اضافہ نہیں ہے' دوسرے جن حضرات نے اس درود شریف کا ذکر کیا ہے' ان کے نزدیک یہ اضافہ نہیں ہے۔ بِجَلَالِ وَجْهِكَ) تیری ذات کی عظمت کے طفیل (وَ نُوْرِ عَظَمَتِكَ) یعنی تیری عظمت کے آثار کے ظہور اور بصیرتوں کے سے اس کے جلوہ گر ہونے کے طفیل۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے

(وَ بِمَا) ما موصولہ ہے (اَوْجَبْتَ) موصول کی طرف راجع ضمیر منصوب محذوف ہے (اصل میں اَوْجَبْتَهُ ہے) یعنی تو نے لازم فرمایا (عَلٰى نَفْسِكَ) اس جگہ نفس بمعنی' ذات اور حقیقت کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں وجوب کا مطلب وعدہ ہے' گویا حضرت مصنف نے فرمایا: اس لئے کہ تو نے وعدہ فرمایا' اس کو وجوب سے تعبیر فرمایا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور ضرور پورا کیا جائے گا' وجوب کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کی نسبت متصور نہیں ہے' کیونکہ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور علی الاطلاق غنی ہے' وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں کی جا سکتی' اگر (قرآن و حدیث میں) وارد ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر کچھ واجب کیا ہے یا اپنے وعدے پر قسم فرمائی ہے یا ایسا ہی کوئی اور طریقہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے بطور تنزل اور ان پر مہربانی کرتے ہوئے فرمایا ہے' تاکہ انہیں اطمینان حاصل ہو' ان کے دل یقین کی کیفیت سے لبریز ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی تائید و امداد سے ان کی بے چینی دور ہو جائے' یا اس شے کی عظمت کا اظہار فرماتا ہے جو اس نے واجب فرمائی ہے' یا کسی چیز کی قسم یاد فرما کر بندوں کو اس امر کا احساس دلایا گیا ہے کہ اس کی توفیق اور تقویت کی بنا پر اس چیز کی مخالفت سے بچا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محسنین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ

(لِلْمُحْسِنِیْنَ) یہ کلمہ بعض نسخوں میں موجود ہے اور یہ زیادہ واضح اور لائق ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔ مَا اَوْجَبْتَ میں مَا کا بیان ذکر نہیں کیا گیا۔ اس سے مراد وہ رحمت' احسان اور اچھی جزا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی آیات میں نیکوں کے لئے ثابت فرمائی ہے' سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نیکوں کے سردار اور ان کی بنیاد ہیں' آپ نے بکمال حسن و خوبی اپنے رب کی عبادت کی اور تمام مخلوقات پر احسان فرمایا' اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے ذمہ کرم پر لازم فرمایا ہے' ہو سکتا ہے اس کا اشارہ اس درجہ اور کفارہ ذنوب کی طرف ہو' جس کا وعدہ اس نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے پر کیا ہے' اور جو شخص حضور اقدس ﷺ پر درود شریف بھیجتا ہے وہ نیکوں میں سے ہو گا' یا اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجتا ہے' اس نے نیک کام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نیکی کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے' اب یا تو درود شریف بھیجنے والے سے کئے جانے والے اس وعدے کی طرف اشارہ ہے جو خاص طور پر درود شریف بھیجنے سے متعلق ہے' یا اس عام وعدے کی طرف اشارہ ہے جو زمرۂ محسنین (نیکوں) میں داخل ہونے والے انسان سے کیا گیا ہے۔

(اَنْ تُصَلِّیَ) یہ نَسْاَلُ کا دوسرا مفعول ہے (اَفْضَلَ) یہ اَنْ تُصَلِّیَ کا مفعول مطلق ہے (مَا) اس سے مراد درود شریف ہے (صَلَّیْتَ) اس کے بعد ضمیر منصوب محذوف ہے (جو مَا کی طرف راجع ہے' اصل میں ہے صَلَّیْتَهٗ)

اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ دَرَجَتَهٗ وَاَكْرِمْ مَقَامَهٗ وَثَقِّلْ مِيْزَانَهٗ وَ

اے اللہ! اپنے حبیب کریم کا درجہ بلند فرما' ان کے مقام کی عزت میں اضافہ فرما' ان کی میزان کو بھاری فرما'

اَبْلِجْ حُجَّتَهٗ وَاَظْهِرْ مِلَّتَهٗ وَاَجْزِلْ ثَوَابَهٗ وَاَضِئْ نُوْرَهٗ وَاَدِمْ كَرَامَتَهٗ

ان کی دلیل کو روشن فرما' ان کے دین کو غالب فرما' ان کو بے اندازہ ثواب عطا فرما' ان کے نور کو روشن فرما' ان کی عزت کو

وَاَلْحِقْ بِهٖ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ مَا تُقِرُّ بِهٖ عَيْنَهٗ وَعَظِّمْهُ فِي النَّبِيِّيْنَ

دوام عطا فرما' ان کی اولاد اور آل پاک میں سے اتنے افراد ان کے ساتھ لاحق فرما' جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں

الَّذِيْنَ خَلَوْا قَبْلَهٗ ۝ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا اَكْثَرَ النَّبِيِّيْنَ

اور ان سے پہلے گزشتہ انبیاء میں ان کی عظمت دو بالا فرما' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متبعین اور وزراء

تَبَعًا وَّاَكْثَرَهُمْ وُزَرَآءَ وَاَفْضَلَهُمْ كَرَامَةً وَّنُوْرًا ۝ وَاَعْلَاهُمْ دَرَجَةً ۝

تمام انبیاء سے زیادہ بنا اور ہمارے آقاء و مولیٰ کو تمام انبیاء سے عزت اور نورانیت میں زیادہ' درجہ میں سب سے بلند

وَاَفْسَحَهُمْ فِي الْجَنَّةِ مَنْزِلًا ۝ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي السَّابِقِيْنَ غَايَتَهٗ

اور جنت میں سب سے وسیع مقام والا بنا' اے اللہ! سبقت کرنے والوں میں انہیں انتہا عطا فرما'

وَفِي الْمُنْتَخَبِينَ مَنْزِلَهُ ۝ وَفِي الْمُقَرَّبِينَ دَارَهُ وَفِي الْمُصْطَفَيْنَ مَنْزِلَهُ ۝

برگزیدہ حضرات میں ان کا مقام' مقربین میں ان کا گھر اور منتخب ہستیوں میں ان کا مرتبہ بنا'

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ اَكْرَمَ الْاَكْرَمِينَ عِنْدَكَ مَنْزِلًا وَّ اَفْضَلَهُمْ ثَوَابًا وَّ

اے اللہ. انہیں اپنی بارگاہ میں سب سے زیادہ معزز مرتبے والا' ثواب میں سب سے افضل

اَقْرَبَهُمْ مَّجْلِسًا وَ اَثْبَتَهُمْ مَّقَامًا وَّ اَصْوَبَهُمْ كَلَامًا وَّ اَنْجَحَهُمْ مَّسْئَلَةً

مجلس میں سب سے قریب' مقام میں سب سے مستحکم' گفتگو میں سب سے زیادہ درستی والا' دعا میں سب سے کامیاب'

وَّ اَفْضَلَهُمْ لَدَيْكَ نَصِيبًا وَّ اَعْظَمَهُمْ فِيمَا عِنْدَكَ رَغْبَةً

اپنی بارگاہ میں سب سے افضل حصے والا' اپنے اجر و ثواب میں سب سے زیادہ رغبت والا بنا'

وَاَنْزِلْهُ فِي غُرَفَاتِ الْفِرْدَوْسِ مِنَ الدَّرَجَاتِ الْعُلَى الَّتِي لَا دَرَجَةَ فَوْقَهَا ۝

اور انہیں جنت الفردوس کے ان بلند مرتبہ بالا خانوں میں جگہ عطا فرما جن سے اوپر کوئی درجہ نہیں'

اَللّٰهُمَّ ۵ اجْعَلْ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا اَصْدَقَ قَائِلٍ وَّ اَنْجَحَ سَائِلٍ وَّ اَوَّلَ شَافِعٍ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو سب سے زیادہ سچا قائل' سب سے زیادہ مقبول دعا والا' سب سے پہلی شفاعت

وَّ اَفْضَلَ مُشَفَّعٍ وَّ شَفِّعْهُ فِي اُمَّتِهِ بِشَفَاعَةٍ يَّغْبِطُهُ بِهَا الْاَوَّلُونَ وَ الْاٰخِرُونَ

کرنے والا اور سب سے زیادہ مقبول شفاعت والا بنا' اور امت کے حق میں ان کی ایسی شفاعت قبول فرما' جس پر اگلے اور پچھلے

وَاِذَا مَيَّزْتَ عِبَادَكَ بِفَصْلِ قَضَائِكَ فَاجْعَلْ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا فِي الْاَصْدَقِينَ

رشک کریں' اور جب تو فیصلہ کن قضاء کے ساتھ اپنے بندوں کو جدا جدا کرے تو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو

قِيلًا وَّ فِي الْاَحْسَنِينَ عَمَلًا وَّ فِي الْمَهْدِيِّينَ سَبِيلًا ۝ اَللّٰهُمَّ ۶ اجْعَلْ نَبِيَّنَا لَنَا

سب سے زیادہ سچے قول والوں' سب سے بہتر عمل والوں اور دین کے ہدایت دیئے ہوئے حضرات میں بنا' اے اللہ! ہمارے

فَرَطًا وَّ اجْعَلْ حَوْضَهُ لَنَا مَوْعِدًا لِاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا ۝

نبی ﷺ کو ہمارے لئے پیشرو بنا اور ان کے حوض کو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے وعدے کی جگہ بنا'

اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِ وَ اسْتَعْمِلْنَا فِي سُنَّتِهِ وَ تَوَفَّنَا

اے اللہ! ہمیں ان کے گروہ میں اٹھا' ہمیں ان کی سنت پر عمل کی توفیق عطا فرما' ہمیں ان کے

عَلٰی مِلَّتِهٖ وَعَرِّفْنَا وَجْهَهٗ وَاجْعَلْنَا فِیْ زُمْرَتِهٖ وَحِزْبِهٖ ○ اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ

دین پر موت عطا فرما' ہمیں ان کے چہرہ اقدس کی پہچان عطا فرما اور ہمیں ان کے گروہ اور ان کی جماعت میں بنا' اے اللہ!

بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ كَمَآ اٰمَنَّا بِهٖ وَلَمْ نَرَهٗ وَلَا تُفَرِّقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ

ہمیں اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ جمع فرما' جسے ہم دیکھے بغیر ان پر ایمان لائے ہیں' اور ہمیں ان سے جدا نہ فرما'

حَتّٰی تُدْخِلَنَا مُدْخَلَهٗ وَتُوْرِدَنَا حَوْضَهٗ وَتَجْعَلَنَا

یہاں تک کہ تو ہمیں ان کی جگہ میں داخل کرے اور ان کے حوض پر پہنچائے اور تو ہمیں

مِنْ رُّفَقَآئِهٖ مَعَ الْمُنْعَمِ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ

ان کے رفقاء میں سے بنائے انعام یافتہ حضرات انبیاء' صدیقین' شہداء

وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

صالحین کے ساتھ اور یہ حضرات بہت اچھے ساتھی ہیں' سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۱ (اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ دَرَجَتَهٗ) اے اللہ! اپنے حبیب اکرم ﷺ کے درجے کو مزید بلندی عطا فرما- دَرَجَةٌ کی جمع ہے دَرَجَاتٌ یعنی مراتب کے طبقے وَاَكْرِمْ مَقَامَهٗ) یعنی آپ کے مقام کو مزید کرامت' شرافت اور بلندی عطا فرما- مقام کی میم پر زبر' اس کا اصل معنی کھڑے ہونے کی جگہ ہے' اس کا استعمال رتبے کے لئے کیا جاتا ہے' کہا جاتا ہے "مَقَامُ فُلَانٍ" یعنی فلاں کا مرتبہ' یہ دوسرا معنی اس جگہ واضح طور پر متعین ہے' ممکن ہے پہلا معنی (کھڑے ہونے کی جگہ) مراد ہو' اس کی عزت و کرامت نبی اکرم ﷺ کے قرب کی طرف یا آپ کی ثابت قدمی اور دوام کی طرف یا دونوں کی طرف راجع ہوگی- واللہ تعالیٰ اعلم-

نور اور ضیاء میں فرق

(وَاَبْلِجْ) ایک نقطہ والی باء کے ساتھ' اور واضح فرما (حُجَّتَهٗ) آپ کی دلیل کو' ایک جماعت کے نزدیک فاء کے ساتھ ہے (اَفْلِجْ) اس کا معنی ہے مقصد کے حصول میں کامیابی عطا فرما- (وَاَظْهِرْ مِلَّتَهٗ) اور آپ کی ملت کو ظہور' سربلندی اور تمام ملتوں پر غلبے میں زیادہ فرما (وَاَجْزِلْ ثَوَابَهٗ) اور آپ کے ثواب کو عظمت اور کثرت عطا فرما' (وَاَضِئْ نُوْرَهٗ) اور آپ کے نور کو قوت عطا فرما اور اسے ضیاء بنا دے' کیونکہ ضیاء نور سے اعظم ہے' امام سہیلی فرماتے ہیں کہ نور اور ضیاء میں فرق یہ ہے کہ روشن کرنے والی ذات کو نور اور اس کی منتشر ہونے والی شعاعوں کو ضیاء کہتے ہیں' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا" کیونکہ سورج کی شعاعیں زیادہ ہوتی ہیں (انتہی) اس بنا پر معنی یہ ہو گا کہ نبی اکرم ﷺ کے نور کے لئے منتشر ہونے والی شعاعیں بنا' مراد ان شعاعوں کی کثرت ہے-

علماء کہتے ہیں کہ ضوء کی کئی قسمیں ہیں (۱) پہلی ضوء: یہ وہ روشنی ہے جو بذاتہ روشن کرنے والی ذات کے مقابلے سے جسم میں سے حاصل ہوتی ہے' جیسے سورج کے طلوع ہونے سے زمین کا ظاہر روشن ہو جاتا ہے' اگر یہ روشنی قوی ہو تو اسے ضیاء کہتے ہیں اور اگر کمزور ہو تو اسے شعاع کہتے ہیں' (۲) دوسری ضوء: یہ وہ روشنی ہے جو غیر کے واسطے سے روشن کرنے والی شے کے مقابلے کے سبب جسم میں حاصل ہو' جیسے وہ روشنی جو سورج نکلنے سے پہلے یا غروب کے بعد زمین پر پڑتی ہے' کیونکہ زمین کا رخ ہوا کے ذریعے اور ہوا سورج کے سبب روشن ہوتی ہے۔ اسی طرح چاند کی وجہ سے زمین پر پڑنے والی روشنی ضوء ثانی ہے' دوسری ضوء کو نور کہا جاتا ہے۔ سورج کی وجہ سے ہوا روشن ہو اور ہوا کی وجہ سے جسم زمین روشن ہو تو اس روشنی کو ظل کہا جاتا ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے نور سے مراد آپ کی ذات اقدس کا نور ہے یا تو خاص طور پر قیامت میں یا مطلقاً (دنیا میں ہو یا قیامت میں) یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کی ملت اور شریعت کا نور مراد ہو اور نور کی تقویت سے مراد ملت و شریعت کی شہرت اور تمام ملتوں پر اس کا غلبہ ہے' واللہ تعالیٰ اعلم

ء (مَا) یہ ما موصولہ ہے یا موصوفہ یعنی اتنی مقدار (تَقَرُّ) دو نقطوں والی تاء پر زبر' قاف پر زبر' اس کے نیچے زیر بھی پڑھ سکتے ہیں (بِهٖ عَيْنُهٗ) لفظ عین فاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے۔ (تُقِرُّ) تاء پر پیش' قاف کے نیچے زیر اور (عَيْنَهٗ) پر مفعول ہونے کی بنا پر زبر بھی ضبط میں لائی گئی ہے۔ (پہلی صورت میں معنی یہ ہے کہ آپ کی اولاد اور آپ کے اہل بیت کو اتنی مقدار میں آپ کے ساتھ لاحق فرما جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں' دوسری صورت (تُقِرُّ عَيْنَهٗ) میں یہ معنی ہو گا اتنی مقدار میں جس کے ذریعے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرے۔ (۱۲ قادری)

مومنوں کی اولاد جنت میں

یہ اشارہ ہے اس آیت کریمہ کی طرف: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (الطور ۵۲/۲۱) اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی' ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی (کنز الایمان) نیز! نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے: بے شک اللہ تعالیٰ مومن کے لئے اس کی اولاد کو جنت میں اس کے درجے میں بلند فرمائے گا' اگرچہ اولاد عمل میں اس سے کم درجہ ہو' تاکہ ان کی بدولت اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ (الآیۃ) نیز فرمایا: معنی یہ ہے کہ ہم نے جو کچھ بیٹوں کو دیا اس کے سبب ہم نے آباء کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ کی' اس حدیث کو امام طبرانی اور ابو نعیم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا' ابن مردویہ اور ضیاء مقدسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے یہ حدیث مرفوعاً بھی روایت کی کہ جب ایک شخص جنت میں داخل ہو گا تو وہ اپنے والدین' بیوی اور اولاد کے بارے میں پوچھے گا' اسے کہا جائے گا کہ وہ تیرے درجے یا تیرے عمل تک نہیں پہنچے' تو وہ کہے گا' اے میرے

رب! انہیں نے اپنے لئے اور ان کے لئے عمل کیا تھا' تو حکم دیا جائے گا کہ انہیں اس شخص کے ساتھ لاحق کر دیا جائے (اور اس کے درجے میں پہنچا دیا جائے) امام ھناد بن سری نے یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفاً روایت کی' امام ابو نعیم نے روایت کیا کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا یہ مومنوں کی اولاد ہوں گے؟ انہوں نے فرمایا: یہ لوگ اپنے والدین میں سے بہتر کے ساتھ ہوں گے' اگر باپ ماں سے بہتر ہو گا تو باپ کے ساتھ ہوں گے اور اگر ماں باپ سے بہتر ہو گی تو ماں کے ساتھ ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اہل جنت کی سردار ہے

جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت اور آل کا تعلق ہے تو ان کی خصوصیت اور فضیلت کے بارے میں بہت سی مشہور حدیثیں وارد ہیں' اور یہ بھی وارد ہے کہ وہ اہل جنت کے سردار ہیں اور جنت کے اعلیٰ ترین درجے میں ہوں گے' ان میں سے ہر ایک کے لئے قیامت کے دن شفاعت ہو گی' اور اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ فرمایا کہ ان میں سے کسی کو آگ میں داخل نہیں فرمائے گا' البتہ! جو شخص حد کفر تک پہنچ جائے تو اس کا نسب ہی درست نہیں ہوتا' کسی نہ کسی جگہ خلل واقع ہو گیا ہوتا ہے۔ (۱۳ قادری) خاص طور پر حضرت سیدہ فاطمہ زہراء خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آیا ہے کہ وہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور ان کے دو صاحبزادوں (حسنین کریمین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں آیا ہے کہ وہ جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(وَعَظِّمْهُ) اور آپ کو عظیم بنا (فِی النَّبِیِّیْنَ) انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان' اس جگہ لفظ فِی اسی طرح ہے جیسے اس سے پہلے "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ" میں گزر چکا ہے' اس جگہ رجوع کیجئے (اَلَّذِیْنَ خَلَوْا قَبْلَهٗ) جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے گزر چکے ہیں' تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام آپ سے پہلے گزر چکے ہیں' لہٰذا یہ صفت کاشفہ ہے' (احترازی نہیں ہے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے ہیں' کیونکہ وہ (فرائض نبوت انجام دینے میں زمانی اعتبار سے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تھے۔

جنت میں کل ایک سو بیس صفیں

۵ (اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ مُحَمَّدًا اَکْثَرَ النَّبِیِّیْنَ تَبَعًا) اے اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین تمام انبیاء سے زیادہ بنا' یہ حقیقت احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے' اور یہ کہ آپ کی امت تعداد میں تمام امتوں سے زیادہ ہو گی' اور جنتی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں اسی صفیں اس امت کی اور چالیس باقی امتوں کی ہوں گی۔ تَبَعْ یاء اور باء دونوں پر زبر' بطور مفرد اور جمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے' اس کی جمع اَتْبَاعْ ہے' اس کا فعل فَرِحَ کی طرح تَبِعَ آتا ہے' اس کا معنی ہے کہ ایک شخص دوسرے کے پیچھے چلا۔

(وَاَكْثَرَهُمْ اَزْرَاءً) اَزْرَاءٌ جمع ہے وزیر کی' اس کا معنی ہے مددگار اور ذمہ داریوں کے بوجھ اٹھانے والا' اساس میں ہے' ملک کا وزیر وہ ہے جو ملک کی ذمہ داریوں کے بوجھ اٹھاتا ہے' یہ مُوَازَرَةٌ بمعنی معاونت نہیں ہے' کیونکہ وزیر کی واؤ ہمزے کی جگہ آئی ہوئی ہے' اس سے فعیل کا ہم وزن اَزِيْرٌ آتا ہے (انتہی) حضرت مصنف کے اصل نسخے میں اَزْرَاء ہے' ابتداء میں ہمزہ ہے' یا تو اَزِيْرٌ کی جمع ہے جس کی ابتدا میں ہمزہ ہے' یا وزیر کی جمع ہے' لیکن واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا ہے' کیونکہ یہ کلمہ کی ابتداء میں واؤ ہے' لہٰذا اسے ہمزہ سے بدلنا جائز ہے' جیسے وَجْهٌ کی جمع وُجُوْهٌ اور اُجُوْهٌ دونوں طرح آتی ہے۔ مبرد نے کہا کہ ہر مضموم واؤ کو ہمزہ سے بدلنا جائز ہے' سوائے ایک واؤ کے کہ اس میں اختلاف ہے' اور وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے۔ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اور اس جیسی جمع کی دوسری واؤ' اس میں مختار یہ ہے کہ اسے ہمزہ سے نہ بدلا جائے' جیسے کہ صحاح میں نقل کیا گیا ہے' بعض نسخوں میں اَزْرَاءٌ کی جگہ اَزْرًا ہے' اَزْرٌ ہمزہ پر زبر' زاء ساکن' اس کا معنی قوت اور امداد ہے۔

(وَاَفْضَلَهُمْ كَرَامَةً) اور تمام انبیاء میں عزت و کرامت کے اعتبار سے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ کامل' یہ وہ عزت و شرافت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی طور پر عطا فرمائی اور آپ کو دوسروں پر فضیلت عطا فرمائی۔ (وَنُوْرًا) اسی طرح نسخہ سہیلہ وغیرہ میں ہے' بعض نسخوں میں ہے (وَقَدْرًا) (وَاَفْسَحَهُمْ فِي الْجَنَّةِ مَنْزِلًا) اور جنت میں سب سے وسیع گھر والے بنا۔

(اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي السَّابِقِيْنَ) اے اللہ! تیری طرف' ہر سرداری' شفاعت' جنت میں داخل ہونے اور زیارت وغیرہ کے خیر کی طرف سبقت کرنے والوں میں بنا (غَايَتَهٗ) آپ کی انتہا کو (وَفِي الْمُنْتَخَبِيْنَ مَنْزِلَهٗ) اور منتخب حضرات کی منزلوں میں آپ کی منزل بنا۔ اسی طرح نسخہ سہیلہ وغیرہ میں ہے' بعض معتمد نسخوں میں ہے (مَنْزِلَتَهٗ) تاء کے ساتھ' ابن سبع اور عزفی کے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔ (وَفِي الْمُقَرَّبِيْنَ دَارَهٗ) اور اپنی بارگاہ کے مقربین کے گھروں میں آپ کا گھر بنا۔

(وَاَقْرَبَهُمْ مَجْلِسًا) اور انہیں زیارت کے دن حظیرۃ القدس (بارگاہ خاص) میں قریب ترین مجلس عطا فرما (وَاَثْبَتَهُمْ مَقَامًا) اور انہیں اپنی بارگاہ میں سب سے زیادہ مضبوط اور مستحکم کھڑے ہونے کی جگہ عطا فرما' یعنی انہیں ہمیشہ اپنے سامنے اس طرح رکھ کہ آپ ہر لحظہ تیری طرف متوجہ ہوں' ایک لمحہ بھی دوسری طرف متوجہ نہ ہوں' اور آپ کے لئے کوئی پردہ اور واسطہ نہ ہو' بلکہ آپ ہی دوسروں کے لئے پردہ اور واسطہ ہوں---- کلام کی روش سے یہی مطلب واضح طور پر سامنے آتا ہے' ممکن ہے کہ مقام سے رتبہ مراد ہو' یعنی اے اللہ! تو نے اپنے حبیب ﷺ کو جو رتبہ عطا فرمایا ہے اسے اتنا مستحکم فرما کہ آپ اس سے منتقل نہ ہوں۔

(وَاَصْوَبَهُمْ كَلَامًا) اور سب سے زیادہ درست کلام کرنے والے' ہر مقام میں قیامت' شفاعت اور جنت میں اور زیارت کے وقت' خصوصاً جب تو انہیں سب سے زیادہ توفیق دے کہ وہ تیری طرف متوجہ ہوں اور تیرا مشاہدہ کریں' اور تو انہیں کلام کا اذن عطا فرمائے' تو آپ وہی کلام کریں جو درستی اور صواب کی انتہا ہو۔ (وَاَنْجَحَهُمْ مَسْئَلَةً) اور سوال کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب بنا' خواہ وہ سوال اور دعا اپنی حاجت کے لئے ہو یا دوسروں کے لئے' قیامت کے ہر میدان میں اور جنت میں اور زیارت کے دن خصوصاً...... اس جگہ حاشیہ میں لکھا گیا ہے اَلنَّجَاحُ وَالنُّجْحُ کا معنی ہے کسی شے کے حاصل کرنے میں

کامیاب ہونا (انتہیٰ) اور اس تحریر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ حضرت مصنف نے اپنے قلم سے لکھی ہے۔ (وَاَعْطِهِمْ لَدَيْكَ نَصِيْبًا) اور آپ کو اپنی بارگاہ میں ہر بھلائی کا سب سے بڑا اور سب سے عظیم حصہ عطا فرما' آپ کو وہ کچھ عطا فرما جو تو نے تمام کائنات میں کسی کو عطا نہیں فرمایا۔

(وَاَعْطِهِمْ فِيْمَا عِنْدَكَ رَغْبَةً) اور تو نے اپنے نیک بندوں کے لئے یا خاص طور پر نبی اکرم ﷺ کے لئے جو اجر تیار فرمایا ہے' اس کی سب سے زیادہ طلب اور رغبت آپ کو عطا فرما' وہ عظیم طلب جو تجھے آپ سے منظور ہے...... ایک احتمال یہ ہے کہ رغبت سے مراد مرغوب اور مطلوب ہو' یعنی اپنی بارگاہ میں آپ کا مطلوب سب سے بڑا بنا' اور یہ اس لئے کہ آپ کی ہمت بلند اور عظیم ہے' اور یہ سب کچھ آپ کو عطا فرما' کیونکہ تری رحمت خاص آپ کی طرف مبذول ہے۔

(وَاَنْزِلْهُ) اور آپ کو دار آخرت میں نازل فرما' ظاہر اور متبادر یہی ہے' ایک احتمال یہ ہے کہ برزخ اور اس کے بعد کے مقامات مراد ہوں' کیونکہ برزخ میں روحوں کے مقامات مختلف ہیں جیسے کہ اس بارے میں وارد مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ (اِلٰى غُرُفَاتٍ) اسے تین طرح پڑھ سکتے ہیں (۱) پہلے پر پیش دوسرا دونوں حرفوں پر پیش' (۲) پہلے حرف پر پیش دوسرے پر زبر (۳) پہلے پر پیش دوسرا ساکن' غُرْفَةٌ کی جمع ہے' اس کا معنی ہے رہنے کی بلند جگہ۔ (الْفِرْدَوْسِ) لغت میں اس کا معنی ہے باغ' یا حسین باغ' فردوس میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جو باغات میں ہوتا ہے' مثلاً انگور کی بیلیں عرب بیلوں کو فرادیس کہتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ فردوس جنت میں ایک باغ ہے اور یہ انگوروں کا باغ ہے' یہ ماخوذ ہے فَرْدَسَةٌ سے جس کا معنی وسعت ہے' کہا جاتا ہے صَدْرٌ مُفَرْدَسٌ جب سینہ وسیع ہو' جنت الفردوس درمیانی جنت ہے جو جنت عدن سے نیچے ہے' یہ افضل و اعلیٰ اور مرکزی جنت ہے' اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے' اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔

(مِنْ) بیان جنس کے لئے ہے (الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى) عین پر پیش اور الف مقصورہ' عُلْيَا کی جمع ہے جس کے مقابل سُفْلٰی ہے' کیونکہ فُعْلٰی کے وزن کی جمع فُعَلٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے کُبْرٰی اور کُبَرٌ' مصباح میں ہے اَلْعُلْيَا ہر بلند مکان کو کہتے ہیں (الَّتِیْ لَا دَرَجَةَ فَوْقَهَا) وہ بلند درجات جن کے اوپر کوئی درجہ نہیں' ابھی گزرا ہے کہ فردوس اعلیٰ ترین جنت ہے' اسم موصول (الَّتِیْ) ظاہر یہ ہے کہ درجات کی صفت ہے' اور ہو سکتا ہے کہ اَنْزِلْهُ کے مفعول محذوف کی صفت ہو' یعنی اپنے حبیب اکرم ﷺ کو جنت الفردوس کے بالا خانوں کے بلند ترین درجات میں سے اس درجے پر فائز فرما جس کے اوپر بلند ترین درجات میں سے کوئی درجہ نہیں ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مِنَ الدَّرَجَاتِ' غُرُفَاتٍ سے بدل ہو اور اَلَّتِیْ اَنْزِلْ کے مفعول کی صفت ہو' یعنی اپنے حبیب اکرم ﷺ کو بلند ترین درجات میں سے اس درجے پر فائز فرما جس کے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے۔

ف (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مُحَمَّدًا اَصْدَقَ قَائِلٍ) اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو سب سے سچا قائل بنا' شہادت کے وقت' عنقریب آئے گا کہ جب آپ بات کریں تو آپ کی تصدیق فرما اور جب سوال کریں تو آپ کو عطا فرما۔ (وَاَنْجَحَ سَائِلٍ) اور آپ کو کامیاب ترین دعا کرنے والا بنا' خواہ وہ دعا اپنے لئے ہو یا قیامت اور جنت میں دوسروں کے لئے ہو اور آپ کو میدان قیامت میں پہلا شفاعت کرنے والا بنا (وَاَفْضَلَ مُشَفَّعٍ) اور آپ کو افضل ترین مقبول شفاعت بنا' قیامت میں (وَشَفِّعْهُ

(فِي أُمَّتِهِ) اور آپ کی شفاعت امت کے حق میں قبول فرما...... ظاہر یہ ہے کہ امت سے مراد تمام مخلوق ہے (جس کے حق میں آپ شفاعت کبری فرمائیں گے' ۱۲ قادری) (بِشَفَاعَتِهِ) باء جارہ کے ساتھ' ابن سبع کے نزدیک اسی طرح ہے' ابن الفاکہانی' ابن وداعہ اور علامہ سخاوی کے نزدیک شَفَاعَةَ نصب کے ساتھ ہے' کہا گیا ہے کہ یہ زیادہ ظاہر ہے' اس وقت شَفَاعَةَ مفعول مطلق ہو گا' اس سے مراد شفاعت کبری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ حساب و کتاب شروع فرمائے' واللہ تعالیٰ اعلم' کیونکہ حضرت مصنف نے اس کے بعد فرمایا ہے (يَغْبِطُهُ بِهَا الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ) وہ شفاعت جس کے سبب تمام اولین اور آخرین تیرے حبیب ﷺ پر رشک کریں گے (اور یہ شفاعت کبری ہی میں ہو گا)

(وَإِذَا مَيَّزْتَ) اور جب تو جدا کرے (عِبَادَكَ) بعض بندوں کو بعض سے (بِفَصْلِ قَضَائِكَ) بندوں میں فرق کرنے والے فیصلے کے ساتھ...... اس کتاب میں اسی طرح ہے' ایک نقطے والی باء کے ساتھ جو سببیت کے لئے ہے یا ظرفیت کے لئے۔ دوسرے حضرات نے لام تعلیلیہ کے ساتھ ذکر کیا ہے (لِفَصْلِ قَضَائِكَ) یا باء بمعنی عند ہے' پھر مجھے یہ لفظ اس کتاب کے بعض نسخوں میں لام کے ساتھ بھی ملا' یہ صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے' معنی یہ ہو گا کہ جب تو فرق کرنے والے فیصلے کے لئے اپنے بندوں کو جدا کرے' یعنی ایسا فیصلہ جو ارباب حقوق کو ان کے حقوق دینے کے لئے کیا جائے۔ (فَاجْعَلْ مُحَمَّدًا فِي) ہو سکتا ہے کہ کلمہ فی ظرفیت کے لئے ہو' جیسے کہ عام طور پر استعمال ہوتا ہے' اور یہ بھی احتمال ہے کہ مِنْ یا مَعَ کے معنی میں ہو' ابن وداعہ کے الفاظ یہ ہیں "فَاجْعَلْ مُحَمَّدًا أَصْدَقَ (الْأَصْدَقِيْنَ)" جمع ہے أَصْدَق کی جو صدق سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے (قِيْلًا) قول کی طرح مصدر ہے' بعض علماء نے کہا کہ یہ اس کا اسم ہے' مراد یہ ہے کہ جب آپ کسی شخص کے حق میں یا کسی کے خلاف گواہی دیں' مطلب یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کو ان حضرات میں شامل فرما جن کی تو تصدیق فرمائے اور جن کی گواہی اس وقت قبول فرمائے۔

عمل صالح کی دعا

(وَالْأَحْسَنِيْنَ عَمَلًا) اور آپ کو اچھے عمل والوں میں سے بنا...... ہو سکتا ہے اس کا یہ مطلب ہو کہ آپ سے آپ کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا' اسی طرح حضرت مصنف نے دعا کی ہے کہ فیصلے کے وقت آپ کو سب سے اچھے عمل والوں میں سے بنا' اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ سے تبلیغ دین پر کوئی گواہ طلب نہیں کیا جائے گا' جب کہ دیگر تمام انبیاء سے گواہ طلب کیا جائے گا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے سوال تو کیا جائے گا' لیکن تبلیغ دین پر آپ سے گواہ طلب نہیں کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ (۷/۶) اور بے شک ہمیں ضرور پوچھنا ہے رسولوں سے۔ اس ارشاد کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے بھی سوال کیا جائے گا۔

بندوں کی قسمیں

امام فخرالدین رازی نے فرمایا: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں سے حساب لے گا کیونکہ بندوں کی دو ہی قسمیں ہیں یا تو رسول ہیں یا وہ ہیں جن کی طرف رسول بھیجے گئے ہیں' اور اس شخص کا قول باطل ہو جاتا ہے جس نے کہا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے حساب نہیں لیا جائے گا اور کافروں کا حساب بھی نہیں ہو گا۔ انتھی) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَا اُجِبْتُمْ (۱۰۹/۵) جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا' پھر انہیں فرمائے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا؟---- اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے سوال ہو گا۔

لیکن حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان دیکھئے' وہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے جس سے چاہے گا پیغام رسالت کے پہنچانے کے بارے میں پوچھے گا اور جس کافر سے چاہے گا رسولوں کی تکذیب کے بارے میں پوچھے گا' مبتدعین سے سنت کے بارے میں پوچھے گا (کہ تم نے سنت کی مخالفت کیوں کی؟) اور مومنوں سے اعمال کے بارے میں پوچھے گا؟ (انتھی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت اگرچہ عام ہے لیکن اس سے مراد خاص ہے (کہ اللہ تعالیٰ جس سے چاہے گا' پوچھے گا) امام ابو طالب مکی اور امام ابو حامد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسی پر اعتماد کیا ہے' امام رازی کا کلام اس کے منافی نہیں ہے' تمام بندوں سے ان کی مراد بندوں کی ہر قسم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہٰذا دلائل الخیرات میں جو دعا کی گئی ہے کہ فیصلے کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین عمل والوں میں سے بنا تو اس کا یہی مطلب ہو گا (کہ جب آپ سے مشیت الٰہیہ کے مطابق سوال کیا جائے تو آپ کو بہترین عمل والوں میں سے بنا) تاکہ آپ مخلوق کی شفاعت کریں اور آپ کی شفاعت بغیر کسی تاخیر کے قبول کی جائے اور کسی ایسے عمل کا ذکر ہی نہ ہو جس کی بنا پر شفاعت کے قبول نہ کئے جانے کا خطرہ ہو' یہ اشارہ ہے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف کہ جب انہیں شفاعت کی درخواست کی جائے گی تو وہ اپنے کچھ اعمال کا ذکر کریں گے اور شفاعت کبریٰ نہیں فرمائیں گے۔

انبیائے کرام علیہم السلام سے حساب نہیں ہو گا

امام حافظ جلال الدین سیوطی نے "البدور السافرة" میں امام نسفی کی تصنیف بحرالکلام کے حوالے سے یہ فائدہ بیان کیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا حساب نہیں ہو گا' اسی طرح مومنوں کے بچوں اور ان دس صحابہ کرام سے بھی حساب نہیں لیا جائے گا جنہیں جنت کی بشارت دی جا چکی ہے' یہ حساب مناقشہ ہے' جہاں تک حساب عرض کا تعلق ہے تو وہ انبیاء کرام اور صحابہ کرام کے لئے بھی ہو گا' اور وہ یہ کہ آپ نے یہ کام کیا اور ہم نے معاف کر دیا' حساب مناقشہ یہ ہے کہ کہا جائے گا تم نے یہ کام کیوں کیا؟

تعلیم امت کے لئے آسان حساب کی دعا

امام احمد' ابن جریر اور حاکم سند صحیح سے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بعض نمازوں میں یہ کہتے ہوئے سنا' اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آسان حساب کیا ہے؟ فرمایا: بندے کے نامہ اعمال کو دیکھا جائے گا اور اسے معاف کر دیا جائے گا' اے عائشہ: جس کے حساب میں مناقشہ (باز پرس) کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا' مومن کو جو تکلیف بھی پہنچتی ہے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دی جاتی ہے' یہاں تک کہ اسے جو کانٹا چبھتا ہے (وہ بھی اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے)

نبی اکرم ﷺ نے دعا کی' اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لینا' ہو سکتا ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر ہو' اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے امت کو سکھانے کے لئے یہ دعا کی ہو' یا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور بندگی' عاجزی اور تذلل کے یہ دعا کی ہو' اللہ تعالیٰ کی یاد میں محو ہونے اور دل و جان سے اس کی طرف متوجہ ہونے کی بنا پر اس کے وعدے کی طرف توجہ نہ رہی ہو' یہی پیش نظر رہا کہ اس کا علم وسیع ہے اور وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے' اس کے پورے کلام اور احکام کی طرف التفات نہ ہو

(وَفِی الْمَهْدِیِّیْنَ) میم پر زبر' ہاء کے بعد تاء نہیں ہے اور دال کے بعد دو یاء ہیں' اسی طرح نسخہ سہلیہ میں ہے' بعض نسخوں میں اَلْمُهْتَدِیْنَ میم پر پیش' ہاء کے بعد تاء اور دال کے بعد ایک یاء' امام رصاع کے نزدیک بھی اسی طرح ہے' اسلام یعنی راستہ' مراد اس کے صاحب یا اس پر چلنے والے کی ہدایت ہے۔

لہ (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَبِیَّنَا لَنَا) اے اللہ! ہمارے نبی ﷺ کو ہمارے لئے یعنی امت مسلمہ کے لئے (فَرَطًا) پیش رو منتظم بنا' نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ہم حوض کوثر پر تمہارے پیش رو ہوں گے' اور ہم اپنی امت کے پیش رو ہیں' ان کو ہماری مثل کے ساتھ ہرگز صدمہ نہیں پہنچایا جائے گا' اور فرمایا: ہم تمہارے لئے پیش رو ہیں' اور ہم تمہارے گواہ ہیں' اس حدیث کو امام بخاری' مسلم' ابو داؤد اور نسائی نے حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' اور فرمایا: ہر قوم کے لئے ایک پیش رو ہوتا ہے اور ہم حوض کوثر پر تمہارے پیش رو ہوں گے' جس شخص نے حوض پر حاضر ہو کر پانی پیا' وہ پیاسا نہیں ہو گا اور جو پیاسا نہیں ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا' اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سہل بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

فرط فاء زبر' اس کے بعد راء' اس شخص کو کہتے ہیں جو قوم سے پہلے پانی پر جاتا ہے اور ان کے لئے رسیوں اور ڈولوں کا انتظام کرتا ہے' وہ قوم کے لئے حوض تلاش کرتا ہے اور ان کے پینے کے لئے پانی حاصل کرتا ہے' یہ لفظ واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے' یہ فَعَلٌ کا وزن ہے اور فاعل کے معنی میں ہے جیسے تَبَعٌ بمعنی تابع ہے' فارط بھی کہتے ہیں' اساس میں ہے: اَرْسَلُوْا فَارِطَهُمْ وَ فَرَطَهُمْ (انتہی) اسی سے مردہ بچے کے لئے کہا گیا ہے "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا" اے اللہ! اسے ہمارے لئے ایسا اجر بنا جو ہم سے پہلے جنت میں جائے تاکہ اس کے مہمان بنیں' نبی اکرم ﷺ بحیثیت شفیع کے اپنی امت سے پہلے جائیں گے اور ان کے لئے انتظام فرمائیں گے۔

(وَاجْعَلْ حَوْضَهٗ لَنَا مَوْعِدًا) اسی طرح نسخہ سہلیہ میں ہے' عرفی کے نزدیک بھی یہی لفظ ہے' بعض نسخوں میں مَوْرِدًا ہے'

ابن سبع' فاکہانی اور سخاوی کے نزدیک یہی ہے' بخاری شریف میں ہے إنّ موعدكم الحوض تمہارے وعدے کی جگہ حوض ہے اور ہم اپنے اس مقام سے اسے دیکھ رہے ہیں' مسلمان پانی پینے کے لئے حوض پر وارد ہوں گے' لہٰذا معنی کے اعتبار سے دونوں نسخے صحیح ہیں۔ (لأوّلنا وآخرنا) یہ لنا سے بدل ہے' اور اس پر حرف جر دوبارہ لایا گیا ہے۔

(اللّٰهمّ احشرنا في زمرته) اسی طرح بہت سے صحیح نسخوں میں ہے' بعض نسخوں میں اس سے پہلے ہے (اللّٰهمّ اجعلنا من أمّته وشرّفنا بطاعته واحشرنا في زمرته) اسی طرح کچھ زیادتی اور تقدیم و تاخیر کے ساتھ امام رصاع کے نزدیک ہے--- لفظ في صحابته کے لئے ہے' اور ظرفیت کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ (واستعملنا) اور ہمیں عمل کرنے والے بنا آپ کی سنت پر (بسنّته) ابتداء میں ایک نقطے والی باء کے ساتھ' یہی بعض معتمد نسخوں میں ہے اور یہی عزفی کی در منظم' ابن فاکہانی کی الفجر المنیر' ابن وداعہ کی لمحات الانوار اور علامہ سخاوی کی تصنیف القول البدیع میں ہے' نسخہ سلیمہ میں (في سنّته) ہے (وعرّفنا وجهه) اور ہمیں اپنے حبیب اکرم ﷺ کے ساتھ جمع فرما اور ہمارے دل میں آپ کی معرفت پیدا فرما' تاکہ کسی دوسرے کا اشتباہ باقی نہ رہے (ورنہ) ہم تذبذب کا شکار رہیں گے۔ (واجعلنا في زمرته) یہ لفظ فی اسی طرح ہے جیسے اس سے کچھ پہلے گزر چکا ہے۔ (وحزبه) اور ہمیں آپ کے اصحاب میں سے بنا' اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کے عام متبعین ہیں' قاموس میں ہے مرد کا حزب اس کا لشکر اور اس کے ہم خیال اصحاب ہیں۔

(اللّٰهمّ اجمع بيننا وبينه) اے اللہ! ہمیں اپنے حبیب اکرم ﷺ کے ساتھ آخرت میں جمع فرما (كما) کاف تعلیلیہ اور ما مصدریہ ہے (آمنّا به) جیسے کہ ہم دنیا میں آپ پر ایمان لائے ہیں (ولم نره) اور ہمیں سر کی آنکھوں سے آپ کے محسوس جسم اقدس کا دیدار اور مشاہدہ نہیں ہوا' یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جو صرف صحابہ کرام کو حاصل ہوئی۔

بارگاہ نبوی سے جدا نہ ہونے کی دعا

(ولا تفرّق بيننا وبينه) اور ہمارے اور اپنے حبیب اکرم ﷺ کے درمیان قیامت کے دن جدائی نہ ڈال------ حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے دعا کی ہے کہ اے اللہ! ہمیں اور اپنے حبیب اکرم ﷺ کو جمع فرما اور جدائی نہ ڈال' ہم نے جو اس کا مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے آخرت کا اجتماع مراد ہے' تو یہ کلام کی روش کا تقاضا ہے۔ بعض اوقات اس کو دنیا اور آخرت میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اجتماع اور اتصال پر محمول کیا جاتا ہے' دنیا میں روحانی طور پر اور بصیرت کے مشاہدہ سے اور آخرت میں روحانی اور جسمانی طور پر آنکھ اور بصیرت کے مشاہدہ سے' دنیا میں اگر دعا کرنے والے کو روحانی اتصال حاصل نہیں ہے تو اس کا مقصد یہ ہے یہ دولت عظمیٰ حاصل ہو جائے' اور اگر یہ دولت حاصل ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نعمت عظمیٰ ہمیشہ رہے اور اسے تقویت حاصل ہو' یہی وہ صورت ہے جس کا تقاضا حضرت علی بن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم حال تقاضا کرتا ہے' کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کی آل میں سے ہیں اور تابعین کے سرداروں اور رؤسا میں سے ہیں' حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ان کے حالات تحریر کئے ہیں' یہ درود شریف ان ہی کا بیان کردہ ہے' جیسے کہ شارح آگے جا کر بیان کریں

گے۔ (۱۲ قادری) اسی طرح حضرت مصنف شیخ ابو عبد اللہ جزولی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال ہے۔

حضور علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب کون؟

نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اتصال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب آپ کی محبت دل میں راسخ ہو جائے، شیخ ابو عبد اللہ ساحلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا اقتباس اس سے پہلے گزر چکا ہے، اس کے بعد اس حدیث شریف "اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً" سب لوگوں سے زیادہ ہمارے قریب وہ شخص ہو گا جو ہم پر درود شریف سب سے زیادہ بھیجے گا۔ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کی محبت دل میں راسخ ہو جائے تو آپ کی صورت کریمہ مبارکہ ایک لمحے کے لئے بھی بصیرت (دل) کی آنکھ سے غائب نہیں ہو گی، اور یہ حقیقی زیارت ہے، کیونکہ آنکھ سے کوئی چیز اس لئے دکھائی دیتی ہے کہ حقیقت بصر (اس چیز کی صورت جو دیکھی ہے) بصیرت کی آنکھ تک پہنچ جاتی ہے، تو جس شے تک نظر پہنچی تھی، اس کی حقیقت پر بصیرت کو اطلاع ہو جاتی ہے۔

محبت کے ساتھ درود پاک پڑھنے کا فائدہ

اس میں شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں جب پوری محبت کے ساتھ درود شریف پیش کیا جائے تو اس کے انوار باطن میں جگمگا اٹھتے ہیں۔ اور نفس انسانی سرکار دو عالم ﷺ کی صورت مقدسہ کے لئے آئینہ بن جاتا ہے اور وہ صورت کریمہ اس سے غائب نہیں ہوتا، اور یہ وہ علم حقیقی ہے جس میں شک نہیں ہوتا، سند جتنی قریب ہو اتنا ہی علم شبہات کے راہ پانے سے دور ہو جاتا ہے، آنکھوں سے دیکھ کر روایت کرنے والے اور بصیرت کے ساتھ دیکھ کر روایت کرنے والے میں فرق ہے، آنکھ کے دیکھنے میں بعض اوقات اوہام کی آمیزش ہو جاتی ہے، لیکن صاف بصیرت کے دیکھنے میں نہ وہم کا دخل ہے اور نہ خیال کا۔ اس اشارے کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے (بعد والے اصحاب معرفت و محبت صحابہ کرام کو نہیں پہنچ سکتے، کیونکہ صحابہ کرام نے تو حضور انور ﷺ کو سر اور دل دونوں کی آنکھوں سے دیکھا تھا، ۱۲ قادری)

حضور علیہ السلام کی زیارت کرنے والے خوش نصیب

شیخ عبد اللہ ساحلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کی صورت کریمہ کے نفس انسانی میں منقش ہونے میں سچائی اور حضور کے اعتبار سے لوگ اپنے اپنے ذوق اور مشرب کے لحاظ سے مختلف ہیں، بعض وہ ہیں جن کے آئینہ نفس میں نبی اکرم ﷺ کی صورت مبارکہ سوچ بچار اور غور و فکر کے بعد جلوہ گر ہوتی ہے، اس قسم کے لوگ (روحانی اعتبار سے) کمزور ترین ہوتے ہیں، ان کے نفس کو اس منزل سے مخصوص بہت تھوڑی کیفیات حاصل ہوتی ہیں، انہیں نیند کی حالت میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے، اگر بیداری میں بھی دیدار ہو تو مکمل نہیں ہوتا، بعض حضرات وہ ہوتے ہیں جن کے آئینہ و نفس میں نبی اکرم

ﷺ کی صورت کریمہ ان اوقات میں جلوہ گر ہوتی ہے جب وہ آپ کا ذکر کرتے ہیں، خصوصاً تنہائیوں میں جب ان کے فکر کو خالص صفائی حاصل ہوتی ہے، جب فکر کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے تو وہ صورت مبارکہ بھی غائب ہو جاتی ہے، یہ لوگ پہلی قسم سے اعلیٰ ہیں، لیکن ابھی انہیں کمال حاصل نہیں ہوتا، یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی صورت کاملہ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوتے ہیں

تیسری قسم ان خوش نصیبوں کی ہے جو بیداری یا نیند کی حالت میں جب بھی آنکھیں بند کرتے ہیں بصیرت کی آنکھ کے ساتھ ہر حال میں آپ کے دیدار کی دولت عظمیٰ حاصل کر لیتے ہیں، یہ انتہائی باکمال حضرات ہیں جن کے دل پوری طرح اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان حاصل کر چکے ہیں، یہاں تک کہ ان کے نفوس قرب کے باغوں تک ترقی کر چکے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے انعام یافتہ حضرات انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی صحبت میسر آ چکی ہے اور یہ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔

چوتھی قسم وہ پیکران سعادت ہیں جو ان سے بھی اعلیٰ ہیں، جنہیں سر کی کھلی آنکھوں سے سرکار دو عالم ﷺ کی صورت کریمہ کی زیارت کا شرف حسی طور پر حاصل ہوتا ہے، خصوصاً ذکر کے اوقات میں، اور یہ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بکثرت درود شریف بھیجنے سے جب روحوں کو آپ کی کامل الفت و محبت حاصل ہو جاتی ہے تو آپ کی روح انور آپ کے ظاہری جسم اقدس کی صورت میں متشکل ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات آپ کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنے والا کھلی آنکھوں سے آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے اور کبھی اسے باطنی ادراک اور دیدار حاصل ہوتا ہے، اس کا دارو مدار باہمی محبت کی قوت اور کمزوری پر ہوتا ہے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ بصیرت کا دیکھنا آنکھوں کے دیکھنے سے زیادہ قوی ہوتا ہے (انتہی)

شیخ ساحلی کے اس فرمان پر غور کریں کہ نبی اکرم ﷺ کی روح انور آپ کے جسم مقدس کی صورت میں متشکل ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ درود شریف بھیجنے والے کو آپ کی زیارت ہو جاتی ہے۔ بہت سے اولیاء کرام کو بیداری میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، امام حجۃ الاسلام غزالی اور دیگر حضرات کا کلام اس جگہ نقل کیا جائے تو اختصار جاتا رہے گا اور کلام طویل ہو جائے گا۔

حدیث "جس نے مجھے خواب میں دیکھا" کی شرح

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "تنویر الحلک" میں فرماتے ہیں: شیخ کمال الدین بابرتی حنفی مشارق الانوار کی شرح میں حدیث شریف مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِي الْيَقْظَةِ (الحدیث) کی شرح میں فرماتے ہیں: بیداری یا نیند میں دو شخصوں کا اجتماع اس لئے ہوتا ہے کہ ان میں وجہ اتحاد پائی جاتی ہے، اور اتحاد کے پانچ کلی اصول ہیں (۱) ذات میں شرکت، (۲) ایک یا زیادہ صفات میں شرکت (۳) ایک یا ایک سے زیادہ احوال میں شرکت (۴) افعال میں شرکت (۵) مراتب میں شرکت، دو یا دو سے زیادہ اشیاء میں مناسبت کی جتنی صورتیں بھی تصور کی جا سکتی ہیں وہ ان پانچ سے باہر نہیں ہیں۔

وجہ اتحاد جتنی قوی ہو گی اجتماع اتنا ہی زیادہ ہو گا' اور وجہ اتحاد جتنی کمزور ہو گی اجتماع اتنا ہی کم ہو گا' بعض اوقات اتحاد اتنا قوی اور محبت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ قریب ہے کہ دو شخص جدا ہی نہ ہوں' کبھی صورت حال اس کے برعکس ہوتی ہے' جو شخص پانچوں اصول اتحاد حاصل کرلے اور اسے گزشتہ زمانے کے کاملین کی روحوں سے پختہ مناسبت حاصل ہو جائے تو وہ جب چاہے ان سے ملاقات کر سکتا ہے (انتہی) بہر حال! دلائل الخیرات میں حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے دعا کی ہے کہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتصال عطا کیا جائے' اور اتصال ایسا ہو جو کبھی منقطع نہ ہو' یہاں تک کہ وہ آپ کے ساتھ دائمی وصال اور لازوال نعمتوں کے دار جنت میں داخل ہو جائیں' حضرت مصنف کے اس قول کا یہی مطلب ہے (حَتّٰى تُدْخِلَنَا مُدْخَلَهٗ)

(حَتّٰى تُدْخِلَنَا) فعل منصوب ہے اور حَتّٰى حرف جر ہے اور انتہاء غایت کے لئے ہے' یہ الیٰ کے معنی میں ہے اور فعل استقبال کے لئے ہے۔ (مَدْخَلَهٗ) میم پر زبر' یہ دَخَلَ کا مصدر ہے یا اسم مکان ہے' مطلب یہ ہے کہ ہمیں آپ کے داخل ہونے کی طرح داخل کرے' یا آپ کے ہونے کی جگہ داخل فرما' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میم پر پیش ہو اس وقت یہ اَدْخَلَ چار حرف والے فعل کا مصدر یا اسم مکان ہے' تو یہ پہلے فعل کی طرح ہو گا (دونوں ایک باب (افعال) سے ہوں گے) (وَتَجْعَلَنَا مِنْ رُفَقَائِهٖ) رُفَقَاء جمع ہے رفیق کی' واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے' اس کا معنی ہے مددگار' یہ رِفْق سے ماخوذ ہے جس کا معنی امداد اور نفع ہے' اسی سے رُفْقَةٌ ہے' ایک ساتھ سفر کرنے والوں کی جماعت کو کہا جاتا ہے' جو ایک ساتھ قیام اور کوچ کرتے ہیں' اور ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں' اس کی جمع رِفَاقٌ ہے' کہا جاتا ہے رَافَقْتُهٗ اور اِرْتَفَقْنَا تَرَافَقْنَا' جب وہ الگ الگ ہو جائیں تو رفقت ختم ہو جاتی ہے' لیکن رفیق والا نام ختم نہیں ہوتا۔

(مَعَ الْمُنْعَمِ عَلَيْهِمْ) اس حال میں کہ ہم انعام دیے گئے حضرات کے ساتھ ہوں ---- اسی طرح اکثر نسخوں میں ہے' ایک نسخہ میں ہے (مِنَ الْمُنْعَمِ عَلَيْهِمْ) کلمہ مِنْ بیان جنس کے لئے ہے (مِنَ النَّبِيِّيْنَ) یہ کلمہ مِنْ بھی بیان جنس کے لئے ہے (وَالصِّدِّيْقِيْنَ) اور انبیاء کرام علیہم السلام کے اصحاب فضیلت تابعین سے' کیونکہ وہ سچائی اور تصدیق میں خوب کوشش کرتے ہیں (وَالشُّهَدَاءِ) یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والے' ایک احتمال یہ ہے کہ وہ بھی مراد ہوں اور احادیث میں مذکور باقی شہداء بھی مراد ہوں جو ان کے حکم میں ہیں (وَالصّٰلِحِيْنَ) مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ نیک لوگ (وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ) اور یہ چاروں قسم کے حضرات (رَفِيْقًا) یہ یا تو مفرد ہے اور اس سے مراد جنس ہے یا یہ جمع ہے یعنی یہ جنت میں بہترین ساتھی ہوں گے' جن کی زیارت' دیدار اور ان کی بارگاہ میں حاضری سے فائدہ حاصل کیا جائے گا' اگرچہ دوسروں کی نسبت ان کی رہائش بلند و بالا درجات میں ہو گی --- رَفِيْقًا تمیز ہونے کی بنا پر منصوب ہے' بعض نے کہا کہ حال ہے' ابن عطیہ نے فرمایا: اس کا تمیز ہونا زیادہ درست ہے۔

(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) کئی نسخوں میں یہ جملہ نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ یہ ثابت ہے' حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی عادت یہی ہے کہ وہ اپنی کتاب کے اجزاء مثلاً چوتھائی یا تہائی حصے کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پر ختم کرتے ہیں' یہ فصل الکیفیتہ کے نصف اول کا اختتام ہے' اس کے بعد فصل کے دوسرے نصف کی ابتداء ہے۔

اِبْتِدَآءُ الرُّبْعِ الثَّالِثْ

تیسرے چوتھائی حصے کی ابتدا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نُّوْرِ الْهُدٰی وَالْقَآئِدِ اِلَی الْخَیْرِ وَالدَّاعِیْ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما جو ہدایت کے نور، بھلائی کی طرف لے جانے والے، ہدایت

اِلَی الرُّشْدِ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

کی طرف بلانے والے، نبی رحمت، پرہیزگاروں کے امام اور رب العالمین کے رسول ہیں جن کے بعد کوئی نیا نبی نہیں،

کَمَا بَلَّغَ رِسَالَتَكَ وَنَصَحَ لِعِبَادِكَ وَتَلَا اٰیَاتِكَ وَاَقَامَ حُدُوْدَكَ وَوَفّٰی بِعَهْدِكَ

جیسے انہوں نے تیرا پیغام پہنچایا، تیرے بندوں کو نصیحت کی، تیری آیتوں کی تلاوت کی، تیری حدوں کو قائم کیا، تیرے عہد کو

وَاَنْفَذَ حُکْمَكَ وَاَمَرَ بِطَاعَتِكَ وَنَهٰی عَنْ مَّعْصِیَتِكَ وَوَالٰی وَلِیَّكَ الَّذِیْ

پورا کیا، تیرا حکم جاری کیا، تیری فرمانبرداری کا حکم دیا، تیری نافرمانی سے منع کیا، تیرے اس دوست کو دوست رکھا جسے دوست

تُحِبُّ اَنْ تُوَالِیَهٗ وَعَادٰی عَدُوَّكَ الَّذِیْ تُحِبُّ اَنْ تُعَادِیَهٗ

رکھنا تو پسند فرماتا ہے اور تیرے اس دشمن کو دشمن جانا جس کی دشمنی کو تو پسند فرماتا ہے،

وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِهٖ

اللہ تعالیٰ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرمائے، اے اللہ! جسموں میں ان کے

فِی الْاَجْسَادِ وَعَلٰی رُوْحِهٖ فِی الْاَرْوَاحِ وَعَلٰی مَوْقِفِهٖ فِی الْمَوَاقِفِ وَعَلٰی

جسم پر رحمت نازل فرما، روحوں میں ان کی روح پر، مقامات میں ان کے مقام پر، حاضری کی جگہوں میں

مَشْهَدِهٖ فِی الْمَشَاهِدِ وَعَلٰی ذِکْرِهٖ اِذَا ذُکِرَ صَلٰوةً مِّنَّا عَلٰی نَبِیِّنَا ۝

ان کی حاضری کی جگہ پر اور ان کے ذکر پر جب ان کا ذکر کیا جائے، ہماری طرف سے ہمارے نبی ﷺ پر درود بھیج،

اَللّٰهُمَّ اَبْلِغْهُ مِنَّا السَّلَامَ کَمَا ذُکِرَ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ

اے اللہ! انہیں ہمارا سلام پہنچا جیسے کہ سلام ذکر کیا گیا، سلام ہو نبی مکرم پر

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَبَرَکَاتُهٗ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مَلٰٓئِکَتِكَ

اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں، اے اللہ! اپنے مقرب فرشتوں پر

الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى اَنْبِيَآئِكَ الْمُطَهَّرِيْنَ وَعَلٰى رُسُلِكَ الْمُرْسَلِيْنَ

رحمت نازل فرما، اپنے مقدس نبیوں پر، اپنے بھیجے ہوئے رسولوں پر،

وَعَلٰى حَمَلَةِ عَرْشِكَ وَعَلٰى سَيِّدِنَا جِبْرِيْلَ وَسَيِّدِنَا مِيْكَآئِيْلَ وَسَيِّدِنَا

اپنے عرش کے اٹھانے والوں پر، سیدنا جبرائیل، سیدنا میکائیل، سیدنا

اِسْرَافِيْلَ وَسَيِّدِنَا مَلَكِ الْمَوْتِ وَسَيِّدِنَا رِضْوَانَ خَازِنِ جَنَّتِكَ

اسرافیل، سیدنا ملک الموت، سیدنا رضوان خازن جنت

وَسَيِّدِنَا مَالِكٍ وَّصَلِّ عَلَى الْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ وَصَلِّ عَلٰى اَهْلِ طَاعَتِكَ

اور سیدنا مالک پر اور رحمت نازل فرما لکھنے والے مکرم فرشتوں پر، اور رحمت نازل فرما اپنے تمام فرمانبرداروں پر

اَجْمَعِيْنَ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِيْنَ ○ اَللّٰهُمَّ اٰتِ ۖ اَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ اَفْضَلَ

جو آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والے ہیں، اے اللہ! اپنے نبی کے اہل بیت کو وہ افضل ترین جزا عطا فرما

مَآ اٰتَيْتَ اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ بُيُوْتِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاجْزِ اَصْحَابَ نَبِيِّكَ

جو تو نے رسولان گرامی کے اہل بیت میں سے کسی کو عطا فرمائی ہے اور اپنے نبی کے صحابہ کو وہ بہترین

اَفْضَلَ مَاجَازَيْتَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

ثواب عطا فرما جو تو نے رسولوں کے اصحاب میں سے کسی کو عطا کیا ہے، اے اللہ! ایماندار مردوں اور

وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَآءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ ○ وَاغْفِرْ لَنَا

عورتوں، مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے، ان میں سے جو زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں، ہمیں اور

وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی دشمنی نہ ڈال،

رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

اے ہمارے رب! بے شک تو مہربان اور بہت ہی رحم والا ہے،

لے (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نُوْرِ الْهُدٰى) اے اللہ! رحمتیں نازل فرما ہدایت پانے کے نور پر، جس کی بدولت جہالت، کفر اور گمراہی کے اندھیروں میں ہدایت پائی جاتی ہے (وَالْقَائِدِ اِلَى الْخَيْرِ) اور اس ذات اقدس پر جو خیر کی طرف قیادت فرمانے والے ہیں۔ خیر

سے مراد ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان' اس کی اطاعت' اس کی رضامندی کی پیروی' اس کی جنت اور خوشنودی میں داخل ہونا اور دین و دنیا کی بھلائی۔ (وَالدَّاعِیْ اِلَی الرُّشْدِ) اور مخلوق کو ہدایت کی طرف بلانے والے۔

(نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ) لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ جملہ حالیہ ہے یا معلول اور اس کی علت کے درمیان جملہ معترضہ ہے (معلول کا ذکر پہلے ہو چکا ہے' بعد میں علت بیان کی جارہی ہے' ۱۲ قادری) (کَمَا بَلَّغَ رِسَالَتَکَ) کَمَا میں کاف تعلیل کے لئے ہے اور ما مصدریہ ہے یعنی اس لئے کہ آپ نے تبلیغ فرمائی (رِسَالَتَکَ) مفرد کے صیغہ کے ساتھ ہے' تیرے پیغام کی' یہ وہ پیغام اسلام تھا جسے مخلوق تک پہنچانے اور لوگوں کو اس کی طرف بلانے کا حکم دیا گیا' یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید' اس کی عبادت' اس کی اطاعت کو لازم جاننا اور ہر اس حکم کی تصدیق جو رسولانِ گرامی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ (وَنَصَحَ لِعِبَادِکَ) اور تیرے بندوں کی خیر خواہی کی' انہیں ہر وہ حکم پہنچایا جس کی تبلیغ کا تو نے انہیں حکم دیا تھا' نیز ان کی راہنمائی کی' انہیں زیور علم سے آراستہ کیا اور بندوں کو تیری طرف حکمت اور عمدہ نصیحت سے بلایا' اور ان سے بہترین طریقے سے بحث مباحثہ کیا...... نَصَحَ براہ راست بھی متعدی ہوتا ہے اور لام کے واسطے سے بھی' جیسے شَکَرَ اور نَصَحَ دونوں متعدی ہوتے ہیں۔

حدود اللہ سے تجاوز ممنوع ہے

(وَتَلَی اٰیَاتِکَ) اور تیری آیتیں انہیں پے در پے پڑھ کر سنائیں' آیاتٌ جمع ہے آیَۃٌ کی اور قرآن پاک میں آیت کا معنی حروف کی ایک جماعت (مجموعہ) قاموس میں ہے قرآن پاک کی آیت وہ متصل کلام ہے آخر تک۔ (وَاَقَامَ حُدُوْدَکَ) حَدٌّ کی جمع ہے' لغت میں اس کا معنی منع ہے' اللہ تعالیٰ کی حدود وہ ہیں جن سے تجاوز کرنا ممنوع ہے' یہ بھی احتمال ہے کہ حدود سے مراد دین کے نشانات' مامورات اور منہیات ہوں' یا وہ امور مراد ہوں جن سے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا ہے' مثلاً شرک اور دیگر گناہ' دونوں صورتوں میں اَقَامَ کا معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان حدود کو متعین کیا اور قول و فعل کے ذریعے ان کی تشہیر کی' یا قائم اور درست کرنا مراد ہو' کہا جاتا ہے اَقَامَ الشَّیْءَ فَقَامَ اس نے فلاں شے کو درست کیا تو وہ درست ہو گئی' ایک احتمال یہ ہے کہ حدود سے زنا اور قتل کی سزائیں مراد ہوں۔ حد وہ سزا ہے جو امور معلومہ سے منع کرنے کے لئے خاص طریقے سے معین کی گئی ہو' حدود کے قائم کرنے کا مطلب ان کا مجرم پر جاری کرنا اور ان میں عزم اور اجتہاد سے کام لیتا ہے۔

(وَوَفٰی) فاء کی شد اور بغیر شد کے دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے' نسخہ سہیلیہ میں تشدید کے ساتھ ہے' اس کا معنی ہے عہد کو پورا کیا اور خلاف ورزی نہیں کی' معروف تخفیف ہی ہے' زرکشی اور ابن حجر نے تشدید بیان کی ہے۔ (بِعَھْدِکَ) اور تیرا پیغام پہنچانے میں تیرے پختہ حکم کو پورا کیا' تبلیغ رسالت کی مشکلات اور اس کے سبب پیش آنے والی مشقتوں کو برداشت کیا' تیری مخلوق سے نرمی کا برتاؤ کیا' انہیں آسانی فراہم کی' اور ان سے حلم' بردباری' خوش اخلاقی اور رحمت و رافت سے پیش آئے' یہاں تک کہ پیغام رسالت پہنچا دیا اور امانت ادا کر دی۔

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگوں سے محبت کرنا

(وَأَنْفَذَ حُكْمَكَ) اور تو نے امر' نہی اور تکالیف شرعیہ کا جو بندوں پر حکم اور فیصلہ فرمایا اسے جاری کیا (وَأَمَرَ بِطَاعَتِكَ) اور تیری طاعت کا حکم دیا' طاعت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے امر اور نہی کی موافقت کرنا (وَنَهٰى عَنْ مَعْصِيَتِكَ) اور تیری معصیت سے منع کیا' اللہ تعالیٰ کے امر اور نہی کی مخالفت کو معصیت کہتے ہیں۔ (وَوَالَى وَلِيَّكَ الَّذِيْ تُحِبُّ اَنْ تُوَالِيَهٗ) اور قرب' وصل اور محبت سے نوازا تیرے اس دوست کو جسے تو نے ہدایت عطا فرمائی تو وہ تجھ پر ایمان لایا' تجھے وحدہ لاشریک جانا اور صرف تیری عبادت کی (تُحِبُّ) یعنی تو ارادہ فرماتا ہے اور تیری شان یہ ہے کہ (اَنْ تُوَالِيَهٗ) تو اس کی دوستی کا ارادہ فرمائے۔ (تُوَالِيَهٗ) تا کے ساتھ جس کے اوپر دو نقطے ہیں۔ یعنی جسے تو منتخب کرتا' دوست بناتا اور دنیاء و آخرت میں احسان کے ساتھ معاملہ پسند فرماتا ہے۔۔۔ مطلب یہ کہ نبی اکرم ﷺ کی محبت اور دوستی تیری محبت اور دوستی کے تابع ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ آپ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جن سے آپ کا محبت کرنا تجھے پسند ہے۔ یعنی تو آپ کو ان لوگوں کی محبت کا حکم دیتا ہے' اور تو آپ کی ان لوگوں سے محبت پر راضی ہے' جب یہ محبت اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی رضا سے ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت فرمانے والا ہو گا۔ رہا یہ کہ کن لوگوں کی محبت کا حکم دیا گیا ہے؟ تو وہ اہل ایمان ہیں اگرچہ نسب کے لحاظ سے وہ دور دراز ہی ہوں۔

اللہ تعالیٰ اور نیک مومنین کی دوستی

(وَعَادٰى) اور دوری اختیار کی' قطع تعلق کیا' اور تیرے دین کو ترک کرنے والے اور تیرے دشمن کافر سے جنگ کی (الَّذِيْ تُحِبُّ) اس میں وہی گفتگو ہے جو اس سے پہلے جملے میں ہے (اَنْ تُعَادِيَهٗ) دو نقطے والی تاء کے ساتھ' بعض نسخوں میں ہے (عَدَاوَتَهٗ) یعنی جسے تو دور کرنا' چھوڑنا' دشمن قرار دینا اور دنیاء و آخرت میں ذلیل کرنا پسند فرماتا ہے' مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جسے دشمن رکھنا تو پسند فرماتا ہے' تجھے یہ پسند ہے کہ تیرے بندے اسے دشمن جانیں اور تو بندوں کو اسے دشمن جاننے کی اجازت دیتا ہے اور اس بنا پر ان سے راضی ہوتا ہے' ایسے شخص کا تو بھی دشمن ہو گا' رہا یہ مسئلہ کہ وہ کون ہیں؟ جن کی عداوت کا حکم دیا گیا ہے' وہ کفار ہیں' اگرچہ وہ نسبی طور پر قریب ترین لوگ ہوں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بنو فلاں کی آل کے لوگ ہمارے دوست نہیں ہیں' ہمارا دوست صرف اللہ تعالیٰ ہے اور نیک مومنین ہیں۔

(وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ) تقریباً تمام نسخوں میں اسی طرح ہے صَلّٰی فعل ماضی ہے اور اسم جلالت اس کا فاعل ہے' ایک نسخے میں ہے (وَصَلِّ اللّٰهُمَّ عَلٰى مُحَمَّدٍ) صیغہ دعا کے ساتھ' بعض نسخوں میں وَسَلَّمَ کا اضافہ ہے' پہلی صورت میں حرکت کے ساتھ اس کا ضبط کیا جائے گا (وَسَلَّمَ) اور دوسری صورت میں لام کے نیچے زیر اور میم ساکن ہو گا (وَسَلِّمْ)

ے (وَعَلٰى زَوْجِهٖ فِي الْأَزْوَاجِ) بعض نسخوں میں یہ اضافہ ہے: (وَعَلٰى قَبْرِهٖ فِي الْقُبُوْرِ) تاہم یہ اضافہ نہ نسخہ سہیلیہ میں ہے اور نہ ہی ان تمام کتابوں میں ہے جن میں یہ درود شریف نقل کیا گیا ہے۔ (وَعَلٰى مَوْقِفِهٖ) وقوف کا اسم مصدر ہے یا ظرف مکان

ہے۔ (فِی الْمَوَاقِفِ) قیام کی تمام جگہوں میں سے آپ کے قیام کی جگہ کی تخصیص کی ہے (وَعَلٰی مَشْهَدِهٖ) شہود بمعنی حضور کا اسم مصدر ہے یا اسم مکان ہے (فِی الْمَشَاهِدِ) اس کا معنی وہی ہے جو عَلٰی مَوْقِفِهٖ فِی الْمَوَاقِفِ کا ہے۔

ایسی چیزوں پر درود شریف بھیجنے کا باعث والہانہ محبت اور شغف کے حال کا غلبہ ہے۔ ورنہ صلوٰۃ بمعنی ثنا کا تعلق آپ کے موقف اور مشہد (قیام اور حضور کی جگہ) سے ہو سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ آپ کے موقف اور مشہد کی تعریف کی جائے' اور اگر صلوٰۃ بمعنی رحمت ہو اور موقف و مشہد اسم مکان ہوں تو مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جس جگہ بھی ٹھہریں اور تشریف فرما ہوں آپ پر رحمت نازل فرما' لیکن سوال اور طلب رحمت کا تعلق تو استقبال سے ہے اور آپ کا کسی جگہ ٹھہرنا اور جلوہ فرما ہونا ماضی کا واقعہ ہے جو گزر چکا ہے (یعنی اس دعا کا کیا مطلب ہے؟ کہ زمانہ ماضی میں جہاں آپ تشریف فرما ہوئے وہاں آپ پر رحمت نازل فرما' حضرت شارح اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں) یہ درود شریف غلبہ محبت کی وجہ سے صادر ہوا ہے' کیونکہ محب کی شان یہ ہے کہ وہ درود و سلام بھیجے اور مدح و ثنا کے تحفے اپنے محبوب' اس کے آثار اور اس سے متعلق ہر چیز پر نچھاور کرے اور اس کی توجہ معنی کی طرف نہیں رہتی۔

ہر محفل اور مقام میں درود شریف پڑھا جائے

اسی سلسلے کی مثال وہ ہے جو کتاب کے آخر میں آئے گی: "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ فِيْ كُلِّ مَحْفَلٍ وَّمَقَامٍ" اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر ہر محفل اور مقام میں' اسی طرح اس درود شریف کے قریب ایک درود شریف ہے "وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ شَابًّا زَكِيًّا وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَهْلًا مَّرْضِيًّا وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مُنْذُ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا" نبی اکرم ﷺ پر رحمتیں نازل فرما اس وقت جب آپ پاکیزہ جوان تھے' آپ پسندیدہ عمر رسیدہ تھے اور جب آپ آغوش مادر میں بچے تھے۔ اسی طرح وہ درود شریف ہے جو آخری ربع کی ابتدا میں لایا گیا ہے وَاَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ مُنْذُ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا اِلٰى اَنْ صَارَ كَهْلًا مَّهْدِيًّا۔ تاہم ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے دنیا' آخرت یا برزخ کے ہر موقف و مشہد پر رحمتیں نازل فرما' اب بغیر کسی اشکال کے مطلب واضح ہو جائے گا۔

اور یہ جو حضرت مصنف نے کہا ہے (وَعَلٰى ذِكْرِهٖ اِذَا ذُكِرَ) تو اس جگہ صلوٰۃ بمعنی ثناء ہے' یعنی جب بھی آپ کا ذکر کیا جائے اس کی تعریف و توصیف فرما۔ ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ذکر کا محل مراد ہو' یعنی جس جگہ بھی آپ کا ذکر کیا جائے اللہ تعالیٰ اس جگہ اور اس کے حاضرین کو پاکیزگی عطا فرمائے اور ان پر رحمتیں نازل فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (صَلٰوۃً) اس سے پہلے مذکور صَلِّ کا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے (مِنَّا) یہ من ابتدائیہ ہے (عَلٰى نَبِيِّنَا) اس جگہ ضمیر لانی چاہیے تھی' لیکن لطف اندوز ہونے یا ایسے ہی کسی دوسرے مقصد کے پیش نظر اسم ظاہر لائے ہیں۔

ک (اَللّٰهُمَّ اَبْلِغْهُ مِنَّا) ایک نسخے میں ہے عَنَّا (السَّلَامَ كَمَا) کاف تشبیہ کے لئے ہے اور مصدر محذوف کی صفت ہے' ما کافہ ہے۔ بعض نسخوں میں كَمَا کی جگہ مِثْلَمَا ہے (ذُكِرَ السَّلَامُ) اے اللہ! اپنے حبیب اکرم ﷺ کو ہمارا سلام پہنچا' جیسے کہ

سلام ذکر کیا گیا ہے' اس آیت میں جس کی رو سے خوب خوب سلام بھیجنا واجب کیا گیا ہے۔ (وَالسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی) لفظ تعالیٰ حضرت شیخ نے اپنے قلم سے نسخہ سہلیہ میں زیادہ کیا ہے۔ دوسرے نسخوں میں بھی ہے۔ (وَبَرَكَاتُهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مَلَائِكَتِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ) (صَلِّ سے پہلے) واؤ نہیں ہے (وَعَلٰی اَنْبِيَائِكَ الْمُطَهَّرِيْنَ) اور اپنے انبیاء پر جو ذنوب' معاصی اور عیوب سے پاک ہیں۔ اور ہر اس چیز سے پاک ہیں جو ان کے بلند و بالا اور پاکیزہ مراتب کے لائق ہیں۔

(عَلٰی رُسُلِكَ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰی حَمَلَةِ عَرْشِكَ وَعَلٰی جِبْرِيْلَ) وہ ہوا اور لشکروں پر مقرر کئے گئے ہیں' جنگ اور قتال کے موقع پر نازل ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی وحی انبیاء کرام علیہم السلام کو پہنچانے پر مقرر اور سفیر ہیں (وَمِيْكَائِيْلَ) وہ رزق' خرچ کرنے کے خزانوں' بارش نازل کرنے اور تمام دنیا میں نباتات پر مقرر کئے گئے ہیں (وَاِسْرَافِيْلَ) وہ صور پر مقرر کئے گئے ہیں جس میں انسانوں کی روحیں ہیں' وہ روحوں کو اپنی قوت اور مہربانی سے جسموں تک پہنچاتے ہیں (وَمَلَكِ الْمَوْتِ) وہ حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں جن کو روحوں کے قبض کرنے پر مقرر کیا گیا ہے۔ (وَ رِضْوَانَ خَازِنِ جَنَّتِكَ وَ مَالِكٍ) وہ جہنم کے خازن ہیں۔

(وَصَلِّ عَلَی الْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ) اور رحمتیں نازل فرما اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محترم فرشتوں پر جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں اور ان کے محافظ ہیں (وَصَلِّ عَلٰی اَهْلِ طَاعَتِكَ) اور ان لوگوں پر رحمت نازل فرما جو تیری دی ہوئی توفیق سے تیری اطاعت میں مشغول ہیں (اَجْمَعِيْنَ) سب پر (مِنْ) بیان جنس کے لئے ہے یا تبعیضیہ ہے۔ کیونکہ زمین کے باشندوں سے مراد فرمانبردار ہیں (اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِيْنَ) ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے رہنے والے

ترجمہ (اَللّٰهُمَّ آتِ) ہمزہ ممدودہ کے ساتھ' عطا فرما (وَاجْزِ اَصْحَابَ نَبِيِّكَ) اور ہماری طرف سے اپنے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کو جزا عطا فرما' کیونکہ انہوں نے ہمیں دین پہنچایا' ہدایت پانے والوں کے لئے دین کا راستہ ہموار کیا' دین کے لئے جہاد کیا اور اس کا دفاع کیا اور دین کے لئے اطراف عالم میں پھیل گئے۔ (اَفْضَلَ مَا جَازَيْتَ) جیم کے بعد الف' بعض نسخوں میں جَزَيْتَ بھی ہے (اَلَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ) جو ایمان میں ہم سے سبقت لے جا چکے ہیں اور ہمارے اسلاف ہیں (وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا) غین کے نیچے زیر' درشتی' بد اخلاقی' کینہ اور ردی عقیدہ (لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا) اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کینہ پیدا نہ فرما' جو ہماری خواہشات نفس یا بد اخلاقی کی بنا پر ہو۔ (رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ) ہمیں اس سے دور رکھ ...... حضرت علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا درود شریف اس جگہ ختم ہوا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ الْهَاشِمِیِّ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ

ترجمہ اے اللہ! نبی ہاشمی ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل اور اصحاب پر رحمت اور بہت

تَسْلِيْمًا ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ صَلٰوةً تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ

سلامتی نازل فرما' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ افضل الخلق پر ایسی رحمت نازل فرما جو تجھے اور ان کو راضی

وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ

کرے اور جس کے سبب تو ہم سے راضی ہو جائے' اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد

عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبٰرَكًا فِيْهِ جَزِيْلًا جَمِيْلًا

مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل اور اصحاب پر رحمت اور بہت سلامتی نازل فرما جو پاکیزہ' بابرکت' بے شمار' حسین

دَآئِمًا بِدَوَامِ مُلْكِ اللّٰهِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ

اور دائمی ہو اللہ تعالیٰ کے ملک کی ہمیشگی کے ساتھ' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر

مِلَاَ الْفِضَآءِ وَعَدَدَ النُّجُوْمِ فِى السَّمَآءِ صَلٰوةً تُوَازِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

زمین کی وسعت کی پری اور آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر رحمت نازل فرما' ایسی رحمت جو آسمانوں اور زمین کے ہم وزن

وَعَدَدَ مَا خَلَقْتَ وَمَا اَنْتَ خَالِقُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

اور جتنی مخلوق کہ تو پیدا فرما چکا اور جتنی مخلوق تو قیامت تک پیدا فرمانے والا ہے اس کی تعداد کے برابر' اے اللہ!

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ وَبَارِكْ

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر نازل کی اور ہمارے

عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا

آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام

اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرٰهِيْمَ فِى الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

اور ان کی آل پر نازل فرمائی تمام جہانوں میں' بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے'

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ

اے اللہ! میں تجھ سے معافی اور عافیت مانگتا ہوں

فِى الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ○ ثَلٰثًا ○ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْنَا بِسِتْرِكَ

دین' دنیا اور آخرت میں' تین بار پڑھے' اے اللہ! ہمیں اپنے حسین پردے

الْجَمِيْلِ ○ ثَلٰثًا ○ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّكَ الْعَظِيْمِ وَبِحَقِّ نُوْرِ وَجْهِكَ

میں چھپا لے' یہ تین بار پڑھے' اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے حق عظیم کے طفیل' تیری ذات کریم کے

الْكَرِيْمِ وَ بِحَقِّ عَرْشِكَ الْعَظِيْمِ وَ بِمَا حَمَلَ كُرْسِيُّكَ مِنْ عَظَمَتِكَ

نور کے طفیل' تیرے عرش عظیم کے وسیلے سے اور تیری عظمت' تیرے جلال و جمال

وَ جَلَالِكَ وَ جَمَالِكَ وَ بَهَآئِكَ وَ قُدْرَتِكَ وَ سُلْطَانِكَ وَ بِحَقِّ

تیرے نور' تیری قدرت اور تیری حکومت کے صدقے جن کی حامل تیری کرسی ہے اور خزانہ میں محفوظ

اَسْمَآئِكَ الْمَخْزُوْنَةِ الْمَكْنُوْنَةِ الَّتِیْ لَمْ يَطَّلِعْ عَلَيْهَا اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِكَ○

اور پوشیدہ تیرے ان ناموں کے وسیلے سے جن پر تیری مخلوق میں سے کوئی آگاہ نہیں ہوا'

اَللّٰهُمَّ وَ اَسْئَلُكَ بِالْاِسْمِ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَى الَّيْلِ فَاَظْلَمَ وَ عَلَى النَّهَارِ

اے اللہ! میں تجھ سے اس نام پاک کے وسیلے سے مانگتا ہوں جسے تو نے رکھا تو رات

فَاسْتَنَارَ وَ عَلَى السَّمٰوٰتِ فَاسْتَقَلَّتْ○ وَ عَلَى الْاَرْضِ فَاسْتَقَرَّتْ○

تاریک ہو گئی اور دن روشن ہو گیا اور آسمان قائم ہو گئے اور زمین ٹھہر گئی

وَ عَلَى الْجِبَالِ فَاَرْسَتْ وَ عَلَى الْبِحَارِ وَ الْاَوْدِيَةِ فَجَرَتْ○

اور پہاڑ مضبوط ہو گئے اور دریا اور ندیاں جاری ہو گئیں

وَ عَلَى الْعُيُوْنِ فَنَبَعَتْ○ وَ عَلَى السَّحَابِ فَاَمْطَرَتْ○ وَ اَسْئَلُكَ

اور چشمے بہ پڑے' اور بادل برسنے لگا'

اَللّٰهُمَّ بِالْاَسْمَآءِ الْمَكْتُوْبَةِ فِیْ جَبْهَةِ سَيِّدِنَا اِسْرَافِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ان ناموں کے طفیل جو سیدنا اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی پر لکھے ہوئے ہیں'

وَ بِالْاَسْمَآءِ الْمَكْتُوْبَةِ فِیْ جَبْهَةِ سَيِّدِنَا جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ

اور ان ناموں کے طفیل جو سیدنا جبریل علیہ السلام کی پیشانی پر لکھے ہوئے ہیں' سلام ہو ان پر اور تمام مقرب

الْمُقَرَّبِيْنَ○ وَ اَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ بِالْاَسْمَآءِ الْمَكْتُوْبَةِ حَوْلَ الْعَرْشِ

فرشتوں پر' اے اللہ! میں تجھ سے ان اسماء مبارکہ کے طفیل مانگتا ہوں جو عرش مجید کے گرد لکھے ہوئے ہیں

وَ بِالْاَسْمَآءِ الْمَكْتُوْبَةِ حَوْلَ الْكُرْسِیِّ○ وَ اَسْئَلُكَ

ان ناموں کے وسیلے سے جو کرسی کے گرد لکھے ہوئے ہیں- اور اے اللہ! میں تجھ سے

اَللّٰھُمَّ بِالْاِسْمِ الْمَکْتُوْبِ عَلٰی وَرَقِ الزَّیْتُوْنِ ○ وَاَسْئَلُكَ اللّٰھُمَّ بِالْاَسْمَآءِ

اس نام پاک کے طفیل مانگتا ہوں جو زیتون کے پتوں پر لکھا ہوا ہے' اے اللہ! میں تجھ سے ان عظیم ناموں کے طفیل

الْعِظَامِ الَّتِیْ سَمَّیْتَ بِھَا نَفْسَكَ مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ ○

مانگتا ہوں جو تو نے اپنی ذات کے لئے مقرر کئے ہیں' خواہ وہ میرے علم میں ہیں یا نہیں'

ل (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ الْھَاشِمِيِّ) اَلْھَاشِمِیِّ نبی اکرم ﷺ کی صفت ہے اور آپ کے والد ماجد کے دادا کی طرف نسبت ہے (مُحَمَّدٍ) اَلنَّبِی سے بدل ہے یا عطف بیان ہے (وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ) لام کے نیچے زیر' میم ساکن (تَسْلِیْمًا)

۲ (وَسَلِّمْ کَثِیْرًا تَسْلِیْمًا طَیِّبًا) معتبر نسخوں میں کَثِیْرًا پہلے ہے اور تَسْلِیْمًا بعد میں ہے- کَثِیْرًا میں دو احتمال ہیں (۱) بعد میں واقع تَسْلِیْمًا کی (معنوی) صفت ہو (۲) اس تَسْلِیْمًا کی صفت ہو جو کثیر سے پہلے محذوف ہے- پہلی صورت میں پھر دو احتمال ہیں (۱) کَثِیْرًا مفعول مطلق ہو اور تَسْلِیْمًا اس سے بدل ہو (۲) بعد میں واقع تَسْلِیْمًا سے حال ہو' کیونکہ صفت جب موصوف سے پہلے آجائے تو اگر صفت براہ راست فعل سے متعلق ہو سکے تو اس پر عامل کے تقاضے کے مطابق اعراب آئے گا' اور موصوف کو اس سے بدل قرار دیا جائے گا' متبوع تابع ہو جائے گا اور تابع کی تبعیت ختم ہو جائے گی' اس جگہ یہی پہلی صورت ہے اور یہی زیادہ مناسب ہے' اور اگر صفت براہ راست عامل سے متعلق نہ ہو سکے تو وہ حال بن جائے گی' دوسری صورت میں (جب کَثِیْرًا کو تَسْلِیْمًا محذوف کی صفت قرار دیا جائے) تَسْلِیْمًا مذکور میں دو احتمال ہیں (۱) تَسْلِیْمًا محذوف سے بدل ہو (۲) اس سے پہلے حرف عطف محذوف ہو اس مذہب پر جس کے مطابق غیر شعر (نثر) میں بھی حرف عطف حذف کر دیا جاتا ہے' اب اصل عبارت یوں ہو گی- وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا وَ تَسْلِیْمًا طَیِّبًا----- واللہ تعالیٰ اعلم

(مُبَارَکًا فِیْہِ) وہ سلام جو نشو و نما پانے والا ہو (جَزِیْلًا) یعنی عظیم اور کثیر ہو (جَمِیْلًا) حسن ہو

(اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ مِلْءَ الْفَضَاءِ) فضاء کہتے ہیں زمین کی وسعت کو (وَ عَدَدَ النُّجُوْمِ) ستاروں کی تعداد میں خواہ وہ سیارے ہوں یا ثواقب (فِی السَّمَاءِ' صَلَاۃً تُوَازِنُ) ایسا درود شریف جو برابر اور مقابل ہو (السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ) یعنی آسمانوں اور زمینوں کے وزن کے برابر ہو (وَعَدَدَ مَا خَلَقْتَ) اور ان اشیاء کی تعداد میں جو تو نے اس وقت تک پیدا فرمائیں (وَمَا اَنْتَ خَالِقُہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ) اور ان اشیاء کی تعداد میں جو تو نے ابتدا سے پیدا فرمائیں اور قیامت کے دن تک پیدا فرمائے گا۔

حضرت ابو مسعود انصاری سے مروی درود شریف

۳ یہ درود شریف حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے- (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ) اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں عفو' درگزر اور مغفرت کا (وَالْعَافِیَۃِ) اور اس امر کا کہ تو اپنے بندے کو مصائب و تکالیف سے محفوظ فرما (فِی

الدِّین) دین میں عافیت عطا فرما' مجھے نافرمانی سے بچا' میری حفاظت فرما اور مجھے میرے نفس کے حوالے نہ فرما (والدُّنیا) اور دنیا میں مصیبتوں اور مشقتوں سے محفوظ فرما (والآخرۃ) اور آخرت میں اس طرح کہ بندے کے گناہوں پر گرفت نہ فرما اور اس کے اعمال کے سبب اسے ہلاک نہ فرما

حضرت ابوذر کی دعا

امام ابو عبد اللہ محمد بن علی ترمذی حکیم رحمۃ اللہ علیہ نوادر الاصول میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی دعا کے اس حصے وَالْعَافِيَةَ مِنْ كُلِّ بَلِيَّةٍ کی شرح میں فرماتے ہیں: عافیت یہ ہے کہ جب بندے پر کوئی بلاء نازل ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے سپرد نہ کرے اور اسے بے یار و مددگار نہ چھوڑ دے' بلکہ اس کی حفاظت اور نگہداشت فرمائے' یہ ایک مطلب ہے' دوسرا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے کہ اسے ہر برائی اور سختی سے محفوظ رکھے' کیونکہ اکثر مصیبتیں گناہوں کے سبب وارد ہوتی ہیں' گویا بندہ یہ سوال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مصیبت سے محفوظ رکھے اور وہ گناہ معاف فرما دے جس کی وجہ سے جان پر مصیبت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (ترجمہ) تمہیں جو مصیبت لاحق ہوئی وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کے سبب لاحق ہوئی (۳۰/۴۲) نیز فرمایا: ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب ضرور چکھائیں گے (۲۱/۳۲) (انتہی)

عفو آخرت میں اور عافیت دنیا میں

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ عافیت کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کے نفس کے سپرد نہ کرے اور خود اس کی سرپرستی فرمائے (انتہی) احادیث مبارکہ میں عافیت کا سوال اور اس سوال پر ابھارنا بکثرت واقع ہوا ہے' اور یہ بھی واقع ہوا ہے کہ بندوں کو یقین یا کلمہ اخلاص کے بعد عفو اور عافیت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں دی گئی' حکیم ترمذی نے فرمایا: عفو آخرت میں اور عافیت دنیا میں ہے' ان میں سے ہر ایک دوسرے سے مشتق (ماخوذ) ہے۔ اور ان دونوں کا مآل یہ ہے کہ تجھے بے توفیق خیر نہ چھوڑا جائے اور تجھے گناہ میں واقع نہ ہونے دیا جائے' اور تجھے دنیا و آخرت میں مصائب و بلیات اور آفتوں سے محفوظ رکھا جائے (انتہی)

رکن یمانی پر ستر ہزار فرشتے

امام ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکن یمانی (بیت اللہ شریف کے جنوب مغرب کے کونے) پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہیں' جو شخص یہ دعا مانگے۔ اے اللہ: میں تجھ سے دین' دنیا اور آخرت میں عفو اور عافیت کا سوال کرتا ہوں' اے اللہ: ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما' تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ بعض نسخوں میں اس جگہ لکھا ہے ثلاثًا (تین بار پڑھیں) لیکن نسخہ سہلیہ میں نہیں ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا

(اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنَا) اے اللہ! ہمیں پوشیدہ فرما' ہم سے دور فرما اور ہمیں محفوظ فرما (بِسِتْرِكَ) سین پر زبر سَتْر کا مصدر ہے' سین کے نیچے زیر ہو تو پردے کو کہتے ہیں (الْجَمِیْلِ) ایسا ڈھانپنا جو حسن بھی ہو اور کافی بھی' جو اس کے ڈھانپنے میں آجائے اسے ہر برائی سے بچانے میں کافی ہو' اور جس چیز کا اسے خوف اور خطرہ ہو اس سے محفوظ ہو جائے......... اُسْتُرْنَا میں کے واسطے سے مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے' اسے تعمیم کے ارادے کی بنا پر حذف کر دیا گیا یعنی نافرمانیوں' مصائب و بلیات' اور آخرت میں برے اعمال کے مواخذے میں واقع ہونے سے ڈھانپ لے' یہ مومن کا ہتھیار ہے' نبی اکرم ﷺ کی دعا میں ہے۔ اے اللہ! مجھے اپنے حسین پردے میں ڈھانپ لے' اے اللہ! بے شک تو عفو اور عافیت کو محبوب رکھتا ہے' مجھے معاف فرما... اس جگہ بعض نسخوں میں ہے ثَلاثًا (تین مرتبہ پڑھیں) لیکن نسخہ سہلیہ میں نہیں ہے۔

ع (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَلُكَ بِحَقِّكَ الْعَظِیْمِ) یہاں سے وہ درود شریف شروع ہوتا ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آئندہ عبارت میں کہا گیا ہے۔ جس نے اس درود شریف کو پڑھا۔ دو نسخوں کے حاشیہ میں اس درود شریف کے مقابل لکھا گیا ہے (ص ع) یعنی بے نقطہ صاد اور عین دو حروف لکھے گئے ہیں' ایک نسخے میں لکھا ہے کہ صاد اور عین کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے پاس وقت کم ہو' وہ جمعہ کے دن ان دو حرفوں کے بعد والے درود شریف پر اکتفاء کرے' یہ درود شریف وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ تک ہے' میں نے اسی طرح سید سعید الدائی سے سنا' انہوں نے فرمایا: کہ ص کے بعد کی تحریر مٹ گئی ہے۔

سیدی سعید الدائی مذکور شیخ ابو عثمان سعید الدائی الدغوغی' مدفون مقبرہ مقرمدہ فاس کے علاقے میں' اصحاب ولایت و عرفان میں سے جلیل القدر اور عظیم الشان بزرگ تھے' کہا گیا ہے کہ وہ خود حضرت شیخ (صاحب دلائل) کے اصحاب میں سے تھے' بعض نے کہا کہ وہ حضرت شیخ کے متبعین کے اصحاب میں سے تھے' ممکن ہے انہوں نے حضرت شیخ اور ان کے شاگردوں' دونوں ہی سے استفادہ کیا ہو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ جو ان کی قلمی تحریر میں نے نقل کی ہے' وہ انہوں نے شیخ سے حاصل کی تھی۔...... اس درود شریف کے جہاں ملنے کا گمان ہو سکتا تھا مثلاً شفاء ابن سبع' وہاں میں نے تلاش کیا' لیکن مجھے کہیں نہیں ملا بِحَقِّكَ کا معنی ہے تیرے مرتبے کے طفیل۔

(وَبِحَقِّ نُوْرِ وَجْھِكَ) یعنی اپنی ذات کے نور کے طفیل۔ ہمارے مشائخ کے شیخ ابو محمد عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے الحزب الکبیر میں بِنُوْرِ ذَاتِكَ کی شرح کرتے ہوئے فرمایا: یعنی وہ ذات پاک بصیرتوں (دل کی بینائیوں) پر ظاہر ہو جائے اور اس کا راز کاملین کی ذات میں راسخ ہو جائے' اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دوئی کا شعور جاتا رہے (یعنی تو ہے میں نہیں ہوں کی کیفیت طاری ہو جائے' ۱۲ قادری) جیسے کہ شیخ ابن وفا نے اشارہ کیا ہے۔

اِنْ تَلَاشَی الْحِجَابُ عَنْ عَیْنِ کَشْفِیْ   شَاهَدَ السِّرُّ غَیْبَهٗ فِیْ بَیَانِ

فَاَطْرَحِ الْکَوْنَ عَنْ عِیَانِكَ وَامْحُ   نُقْطَةَ الْغَیْنِ اِنْ اَرَدْتَ تَرَانِیْ

اگر میرے کشف کی آنکھ سے پردہ اٹھ جائے تو سر (لطیفہ سر) اس کی غیوبت کا مشاہدہ بیان میں کرے گا

اگر تو مجھے دیکھنا چاہتا ہے تو کائنات کو اپنی نگاہوں سے اوجھل کردے اور عین کا نقطہ مٹادے ....

انہوں نے مشاہدہ کے راز کی طرف اشارہ کیا ہے' اور یہ ان رازوں میں سے ہے جن کے بیان سے زبانیں گنگ ہیں' روحوں کا قربان کردینا ان رازوں کا کمترین معاوضہ ہے۔

(اَلْکَرِیْمِ) وہ ذات جو تمام اوصاف کمال کی جامع ہے (وَبِحَقِّ عَرْشِكَ) لغت میں ہر بلند چیز کو عرش کہتے ہیں' اس جگہ عظیم مخلوق مراد ہے جو جنت کی چھت ہے' نیز کرسی' آسمانوں اور زمین کو محیط ہے' حضرت مصنف نے اس کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے کیونکہ وہ جلیل القدر اور معزز و محترم مخلوق ہے' اسی لئے اس کی صفت (اَلْعَظِیْمِ) کا ذکر کیا ہے' وہ جسامت میں بھی عظیم ہے اور مرتبے میں بھی عظیم ہے (وَبِمَا حَمَلَ) ما موصولہ ہے اور اس کی طرف راجع ہونے والی ضمیر محذوف ہے۔ اصل میں یوں ہے بِمَا حَمَلَهُ (كُرْسِیُّكَ) جس چیز کو تیری کرسی نے اٹھایا ہے۔ کرسی کاف پر پیش ہے' بعض اوقات اس کے نیچے زیر بھی پڑھی جاتی ہے' لغت میں اس کا معنی وہ شے ہے جس پر ٹیک لگائی جائے اور اس پر بیٹھا جائے' اس جگہ وہ محسوس اور عظیم جسم مراد ہے جو عرش سے نیچے اور ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔ (مِنْ عَظَمَتِكَ) مِنْ بیانیہ ہے' وہ عظمت جو تو نے کرسی کو عطا کی ہے اور اس پر اسے پیدا فرمایا ہے' دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ عَظَمَتِكَ سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت ذات ہو یعنی تیری عظمت ذات کے آثار کرسی میں ظاہر ہیں' پس کرسی ان آثار کے لئے مظہر اور ان کی تجلی کے لئے آئینہ ہے' یہ دوسرا احتمال زیادہ ظاہر ہے' اس صورت میں لفظ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(وَجَلَالِكَ) یہ تمام صفات کمال کا جامع ہے (وَجَمَالِكَ) یہ لفظ نسخۂ سہلیہ اور دوسرے نسخوں میں موجود ہے' لیکن بعض نسخوں میں نہیں ہے۔ (وَبَهَائِكَ) اس کا معنی جمال اور حسن ہے (بِقُدْرَتِكَ) اس قدرت سے مراد بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جو اس کی صفت ذاتیہ ہے' کیونکہ کرسی کے لئے قدرت نہیں ہے' اس کی بنا پر قریب اِلَی الْفَهم یہ ہے کہ عظمت' جمال' جلال اور بہاء ایسے الفاظ جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں' ان سے مراد بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ہوں' تاکہ تمام الفاظ ایک ہی طریقے پر ہو جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بِمَا حَمَلَ كُرْسِیُّكَ سے مراد ان صفات کے آثار ہیں اور قدرت وہ صفت ہے جس سے ارادے کے موافق ممکنات کو موجود اور معدوم کیا جاتا ہے۔

(وَسُلْطَانِكَ) یعنی مخلوق پر تیری غالب محبت کے طفیل' وہ ہے اللہ تعالیٰ کا مالک ہونا جس کا تقاضا ہے ہر طرح کا تصرف' ایک تصرف امر کے ساتھ ہے' دوسرا تصرف قہر اور غلبہ کے ساتھ ہے' پہلے کا مقتضا تعمیل ہے اور دوسرے کا مقتضا گردن خم کر دینا ہے' کیونکہ ہر ممکن شے اس کی مخلوق ہے' ان میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے' امر صرف اس کا ہے اس کے علاوہ کسی کا امر نہیں ہے۔

(وَبِحَقِّ اَسْمَائِكَ الْمَخْزُوْنَةِ) اور تیرے ان اسماء مبارکہ کے طفیل جو پوشیدہ ہیں (اَلْمَكْنُوْنَةِ) اس کا معنی بھی مخفی ہے (الَّتِیْ لَمْ يَطَّلِعْ عَلَيْهَا اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِكَ) وہ اسماء کریمہ جن پر تیری مخلوق میں سے کوئی بھی آگاہ نہیں ...... یہ تمام انبیاء ملائکہ اور تمام

مخلوق کو شامل ہے' احادیث اس پر گواہ ہیں۔ ہمارے مشائخ کے شیخ ابو محمد عبد الرحمن نے فرمایا: مخفی نہ رہے کہ ان اسماء مبارکہ
کے طفیل دعا مانگنا وارد ہے جو معین طور پر معلوم نہیں ہیں۔ ان میں تصرف کرنا (اور ان کا ورد کرنا) اس امر پر موقوف ہے کہ
بطور حال ان کی معین طریقے پر معرفت حاصل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (انتہی)

ھ (اَللّٰھُمَّ وَاَسْاَلُكَ) ایک نسخے میں ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ (بِالْاِسْمِ) اسی طرح نسخہ سہلیہ میں ہے۔ ایک دوسرے نسخے میں
ہے بِاسْمِكَ الَّذِیْ (وَضَعْتَہٗ...... (وَعَلَی السَّمٰوٰتِ فَاسْتَقَلَّتْ) اور ان اسماء کے طفیل جنہیں تو نے آسمانوں پر رکھا تو وہ بغیر
کسی ستون اور سہارے کے بلند ہو گئے (وَعَلَی الْاَرْضِ فَاسْتَقَرَّتْ) اور زمین پر رکھا تو وہ ٹھہر گئی اور پر سکون ہو گئی (وَعَلَی
الْجِبَالِ) جمع ہے جَبَلٌ کی' یہ عظیم اور طویل میخیں ہیں جو زمین میں گاڑ دی گئی ہیں (فَاَرْسَتْ) الف بصورت ہمزہ کے ساتھ' ایک
نسخہ میں ہے۔ فَرَسَتْ الف کے بغیر' اس کا ضبط تخفیف اور تشدید دونوں طرح کیا گیا ہے۔ فَرَسَتْ اور فَرَسَّتْ' کہا جاتا ہے رَسٰی
الْجَبَلُ وَغَیْرُہٗ' رَسُوًّا' اور اَرْسٰی کا معنی ثابت ہوا' اَرْسَیْتُہٗ میں نے اسے ثابت کیا' دلائل الخیرات کی عبارت میں تخفیف زیادہ
ظاہر ہے' تشدید گویا متعدی کرنے کے لئے ہے اور مفعول محذوف ہے' ای رَسَّتْ ھِیَ ای الجبالُ الْاَرْضَ یعنی پہاڑوں نے
زمین کو ثابت کر دیا اور اسے باشندوں سمیت جھکنے نہیں دیا' اس بنا پر پہلی روایت (فَاَرْسَتْ) میں احتمال ہے کہ وہ لازم ہو یا
متعدی۔

اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے طفیل دعا

(وَعَلَی الْبِحَارِ وَالْاَوْدِیَۃِ) وَادٍ کی جمع ہے' وادی صحیح اور معروف قول کے مطابق پست جگہ کو کہتے ہیں' اگرچہ وہاں پانی نہ
ہو' اس جگہ دلائل الخیرات میں وہ جگہ مراد ہے جس میں پانی ہو' کیونکہ اس کے بعد ہے (فَجَرَتْ.....وَعَلَی السَّحَابِ
فَاَمْطَرَتْ) حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس جگہ عبارت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہی اسم ہے
جس سے اشیاء مذکورہ پیدا ہوتی ہیں' قوت القلوب میں اس قسم کی دعائیں ہے: میں تجھ سے تیرے اس اسم کے طفیل سوال کرتا
ہوں جسے تو نے زمین پر رکھا تو قرار پا گئی' اور میں تجھ سے تیرے اس اسم کے طفیل سوال کرتا ہوں جسے تو نے آسمانوں پر رکھا تو
وہ بلند ہو گئے' اور میں تجھ سے تیرے اس اسم مبارک کے طفیل سوال کرتا ہوں جس کے سبب تیرا عرش بلند ہو گیا' اور میں تجھ
سے تیرے اس اسم کے طفیل سوال کرتا ہوں جو طاہر مطہر' احد' صمد' وتر ہے' جسے تیری طرف سے نور مبین سے تیری کتاب میں
نازل کیا گیا' اور میں تجھ سے تیرے اس اسم کے طفیل سوال کرتا ہوں جسے تو نے دن پر رکھا تو وہ روشن ہو گیا اور رات پر رکھا تو
وہ تاریک ہو گئی (انتہی) اس عبارت کے مطابق ہر ایک موصوف اور صفت کو حذف کیا گیا ہے' یعنی اس اسم کے طفیل جسے تو
نے دن پر رکھا تو وہ روشن ہو گیا اور اس اسم کے طفیل جسے تو نے آسمانوں پر رکھا تو وہ بلند ہو گئے' اسی طرح آخر تک (اس
عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متعدد اسماء کے وسیلے سے دعا مانگی گئی ہے' ۱۲۔ قادری)

اللہ تعالیٰ کے ہر اسم پاک میں راز ہے

ابن شافع فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اسم میں ایک راز رکھا ہے جو دوسرے اسم میں نہیں ہے' بعض اسماء وہ ہیں جن کی بدولت بارش طلب کی جاتی ہے' بعض وہ ہیں جن کی برکت سے ہوائیں اور سمندر پر سکون ہو جاتا ہے' بعض کی برکت سے پانی پر چلا جاتا ہے' بعض کی بدولت ہوا میں پرواز کی جاتی ہیں' بعض کی برکت سے مادر زاد نابینا اور برص کے مریض تندرست ہو جاتے ہیں' واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اسمائے حسنیٰ مقرر فرمائے ہیں

حدیث شریف میں ہے بِاسْمِكَ اَحْيَا وَاَمُوْتُ تیرے نام کی بدولت میں زندہ ہوں اور تیرے نام ہی کی بدولت مجھے موت آئے گی' امام قرطبی اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ بعض مشائخ نے مجھے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ مقرر کئے ہیں' ان کے معانی اس کی ذات کریم کے لئے ثابت ہیں' عالم وجود میں جو چیز بھی ظاہر ہوتی ہے وہ ان معانی مقتضیہ سے صادر ہوتی ہے' گویا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تیرے اسم مُحیی کی بدولت میں زندہ ہوں اور تیرے اسم مُمیت کی بدولت میں موت کا سفر کروں گا۔

شیخ ابو محمد عبد الرحمٰن نے فرمایا: امام قرطبی اس امر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر اسم کائنات میں اپنے معنی کے مناسب فعال اور موثر ہے۔ انہوں نے فرمایا: بِاسْمِكَ وَضَعْتُ جَنْبِيْ تیرے نام کے ساتھ میں نے اپنا پہلو رکھا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس طرف کہ بندہ اپنے کسب سے منقطع ہو کر اپنے رب کی امداد سے اشیاء میں داخل ہو رہا ہے (انتہی)

اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے اشیاء کی تخلیق

حضرت مصنف نے کہا ہے: تیرے اس اسم کی بدولت جسے تو نے رات پر رکھا تو وہ تاریک ہو گئی' اس پر گفتگو کرتے ہوئے شیخ ابو محمد عبد الرحمٰن نے فرمایا: یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے فرماتا ہے ہو جا' تو وہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اس کے اسماء کے معانی سے (اپنی حیثیت کے مطابق) متصف ہو جائیں تو اشیاء ان کی مرضی کے مطابق معرض وجود میں آجاتی ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں خبر دی' انہوں نے کہا۔ "بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا" اللہ تعالیٰ کے نام سے کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا: کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردے زندہ کرتے تھے' مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفا دیتے تھے' اسی طرح ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اے حبیب! جب تم نے مٹی پھینکی وہ تم نے نہیں پھینکی' بلکہ ہم نے پھینکی' اس کے علاوہ جو قرآن وحدیث میں وارد ہوا ہے۔

یہ طریقہ رسولان گرامی علیہم الصلوۃ والسلام کے متبعین میں بھی جاری ہے' جیسے کہ آصف (بن برخیا) اور علاء ابن الحضرمی و غیرہما کے بے شمار واقعات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ پہاڑ ہلا سکتا ہے

امام ابو العباس احمد الاقلیشی رحمہ اللہ تعالیٰ سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہیب ابن الورد ابدال میں سے تھے' انہوں نے فرمایا: اگر کوئی سچا آدمی پہاڑ پر بِسْمِ اللہ شریف پڑھے تو وہ اپنی جگہ سے ٹل جائے' بعض ارباب اشارات نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تیرا بِسْمِ اللہ کہنا اس کے کُنْ کہنے کے قائم مقام ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم یقین کے ساتھ بِسْمِ اللہ شریف پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری حاجت اور تمہارا مطلوب بغیر کسی تاخیر کے عطا فرما دے گا (انتہی)

امام حاتمی نے اسماء تکوین کو کرامات میں سے شمار کیا ہے' یا اسماء کی معرفت کی بنا پر یا محض دل کی سچائی کی بنا پر' کیونکہ تیرا بِسْمِ اللہ شریف کہنا اس کے کُنْ کہنے کے قائم مقام ہے' انہوں نے فرمایا: بعض اہل تکوین نے اس طرف اشارہ کیا ہے اور یہ صحیح ہے (انتہی)

جبریل اور اسرافیل علیہما السلام پر سلام بھیجنا

۵ (وَاَسْاَلُكَ اللّٰهُمَّ بِالْاَسْمَاءِ الْمَكْتُوْبَةِ فِيْ جَبْهَةِ اِسْرَافِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ بِالْاَسْمَاءِ الْمَكْتُوْبَةِ فِيْ جَبْهَةِ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعَلَى الْمَلَائِكَةِ) اس کا عطف ہے عَلَيْهِ السَّلَامُ پر (جبرائیل اور فرشتوں پر سلام ہو) (الْمُقَرَّبِيْنَ) ظاہر یہ ہے کہ صفت مخصصہ نہیں ہے' بلکہ صفت کاشفہ ہے تاکہ تمام فرشتوں پر سلام ہو' ایک احتمال یہ ہے کہ جب ان دو مقرب فرشتوں کا ذکر کیا اور ان پر سلام بھیجا تو پھر تعمیم کر دی کہ ان جیسے دوسرے مقرب فرشتوں پر بھی سلام ہو' اس میں اشارہ ہے کہ یہ دو فرشتے مقربین فرشتوں میں سے ہیں اور ان میں سے عظیم ترین فرشتے ہیں' اسی لئے خاص طور پر ان کا ذکر کیا (...... وَاَسْاَلُكَ بِالْاَسْمَاءِ) نسخہ سہلیہ کے علاوہ دیگر بعض معتمد نسخوں میں اس جگہ لفظ اَسْاَلُكَ نہیں ہے۔ (..... وَاَسْاَلُكَ اللّٰهُمَّ بِالْاِسْمِ الْمَكْتُوْبِ عَلٰى وَرَقِ الزَّيْتُوْنِ) اسی طرح نسخہ سہلیہ میں ہے' وَرَق اسم جنس ہے' بعض نسخوں میں اَوْرَاقِ جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کون سے اسماء ہیں جو حضرت اسرافیل اور حضرت جبرائیل علیہما السلام کی پیشانیوں پر' عرش و کرسی کے گرد اور زیتون کے پتوں پر لکھے ہوئے ہیں' اسی طرح ان اسماء کا تعین بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جن کے وسیلے سے ہر نبی نے دعا کی' کیونکہ اس سلسلے میں ہمیں کسی حدیث کا علم نہیں ہے' حضرت مولف نے اس کی نسبت حدیث کی طرف کی ہے۔

وہ اسماء جو عرش کے گرد لکھے گئے ہیں ان کے بارے میں احتمال ہے کہ وہ اس کے اندر ہیں یا باہر یا اندر بھی ہیں اور باہر بھی' زبان عربی کے استعمال کے مطابق تو وہ عرش کے باہر ہی ہونے چاہئیں' کیونکہ کسی شے کے گرد اسی چیز کو کیا جاتا ہے جو اس سے باہر ہو...... غالباً زیتون پر لکھا ہوا اسم ہی انہیں گرنے نہیں دیتا اور وہی ان میں موثر ہے' تو وہ ان معانی میں سے ہے جو اس امر کا فائدہ دیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اَلْحِزْبُ الْخَامِسُ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ

پانچواں حزب جمعہ کے دن

وَاَسْئَلُكَ اَللّٰهُمَّ بِالْاَسْمَآءِ الْعِظَامِ الَّتِیْ سَمَّیْتَ بِهَا نَفْسَكَ مَا عَلِمْتُ

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے ان عظیم ناموں کے وسیلے سے مانگتا ہوں جو تو نے اپنی ذات کے لئے مقرر کئے،

مِنْهَا وَ مَالَمْ اَعْلَمْ ○ وَاَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا

خواہ وہ مجھے معلوم ہیں یا نہیں، اور اے اللہ! میں تجھ سے ان ناموں کے طفیل مانگتا ہوں جن کے ساتھ تجھے سیدنا

اٰدَمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا نُوْحٌ عَلَیْهِ السَّلَامُ

آدم علیہ السلام نے پکارا، اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا نوح علیہ السلام نے یاد کیا۔

بِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا هُوْدٌ عَلَیْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ

اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا ہود علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل

دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا اِبْرٰهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا

جن کے ساتھ تجھے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا

صَالِحٌ عَلَیْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا یُوْنُسُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ○

صالح علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا یونس علیہ السلام نے یاد کیا

وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا اَیُّوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ○

اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا ایوب علیہ السلام نے یاد کیا

وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا یَعْقُوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ○

اور ان اسماء کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا یعقوب علیہ السلام نے یاد کیا،

وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا یُوْسُفُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ

اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا یوسف علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے

دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا

ساتھ تجھے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا

هَارُوْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ

ہارون علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں

الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا شُعَيْبٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ

کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا شعیب علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے

بِهَا سَيِّدُنَا اِسْمٰعِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا

سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا

دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا سُلَيْمٰنُ عَلَيْهِ

داؤد علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا سلیمان علیہ السلام نے

السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ

یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ

بِهَا سَيِّدُنَا زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا

تجھے سیدنا زکریا علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا

يَحْيٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا اَرْمِيَآءُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○

یحییٰ علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا ارمیاء علیہ السلام نے یاد کیا

وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا شَعْيَآءُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ

اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا شعیاء علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل

دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا اِلْيَاسُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○

جن کے ساتھ تجھے سیدنا الیاس علیہ السلام نے یاد کیا،

وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا اَلْيَسَعُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ

اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا الیسع علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ

بِهَا سَيِّدُنَا ذُو الْكِفْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا

تجھے سیدنا ذوالکفل علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا

يُوْشَعُ عَلَيْهِ السَّلَامُ○ وَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ

یوشع علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے یاد کیا

السَّلَامُ○ وَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا

اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے

سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ○ وَعَلٰى جَمِيْعِ النَّبِيِّيْنَ وَ الْمُرْسَلِيْنَ اَنْ

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے یاد کیا' اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں ان پر اور تمام انبیاء و مرسلین پر' یہ کہ تو رحمت نازل

تُصَلِّيَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ نَّبِيِّكَ عَدَدَ مَا خَلَقْتَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَكُوْنَ السَّمَآءُ

فرما اپنے نبی ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اس مخلوق کی تعداد کے برابر جو تو نے پیدا فرمائی آسمان کے

مَبْنِيَّةً وَالْاَرْضُ مَدْحِيَّةً وَالْجِبَالُ مُرْسَاةً وَّالْبِحَارُ مُجْرَاةً وَّالْعُيُوْنُ

بنائے جانے' زمین کے بچھائے جانے' پہاڑوں کے مستحکم کرنے' دریاؤں کے جاری کرنے' چشموں اور

مُنْفَجِرَةً وَّالْاَنْهَارُ مُنْهَمِرَةً وَّالشَّمْسُ مُضْحِيَةً○

نہروں کے جاری ہونے' سورج کے روشن ہونے'

وَالْقَمَرُ مُضِيْئًا وَّالْكَوَاكِبُ مُسْتَنِيْرَةً كُنْتَ حَيْثُ كُنْتَ لَا يَعْلَمُ

چاند کے ضیاء پاش ہونے اور ستاروں کے منور ہونے سے پہلے' تو موجود تھا جس شان سے تھا' تیری اس

اَحَدٌ حَيْثُ كُنْتَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

شان کو صرف تو ہی جانتا تھا اور کوئی نہ جانتا تھا' میرا کوئی شریک نہیں' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ حِلْمِكَ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ عِلْمِكَ○

نازل فرما اپنے درگزر کرنے کی تعداد کے مطابق' اور رحمت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنی معلومات

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ كَلِمَاتِكَ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ

کے برابر' اور رحمت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے کلمات کی تعداد کے برابر' اور رحمت نازل فرما

نِعْمَتِكَ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّلْءَ سَمٰوٰتِكَ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنی نعمتوں کے برابر' اور رحمت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے

مُحَمَّدٍ مِّلْءَ اَرْضِكَ ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّلْءَ عَرْشِكَ ○

آسمانوں کی پُری کے برابر، اپنی زمین کی پری کے برابر، اور رحمت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے عرش کی

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ زِنَةَ عَرْشِكَ ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

پُری کے برابر، اور رحمت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے عرش کے وزن کے برابر، اور رحمت نازل فرما

عَدَدَ مَا جَرٰى بِهِ الْقَلَمُ فِىْ اُمِّ الْكِتَابِ ○

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان اشیاء کی تعداد کے برابر جن کے ساتھ قلم لوح محفوظ میں جاری ہوا،

لے بعض نسخوں میں پانچویں حزب کی ابتدا (وَاَسْاَلُكَ) سے ہے۔ مطالع المسرات کے مطابق پانچواں حزب اَلَّتِى سَمَّيْتَ بِهٖ (الْعِظَام) صفت مُخَصِّصہ نہیں بلکہ صفت مُبَيِّنہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء عظیم ہیں۔ (اَلَّتِىْ سَمَّيْتَ بِهَا نَفْسَكَ) وہ اسماء جو تو نے ازل میں اپنے کلام نفسی کے ذریعے اپنی ذات کے لئے مقرر فرمائے (مَا عَلِمْتُ مِنْهُ . اء سے بدل ہے، مبدل منہ میں اجمال اور بدل میں تفصیل ہے (وَمَالَمْ اَعْلَمْ) مَا دونوں جگہ موصولہ ہے اور دونوں جگہ اس کی طرف عائد محذوف ہے------ کچھ پہلے حضرت شیخ ابو محمد عبد الرحمٰن کا یہ قول گزر چکا ہے کہ ان اسماء کے وسیلے سے دعا وارد اور مفید ہے جو معین طور پر معلوم نہیں ہیں۔

انبیاء کرام و علیہم السلام کی دعائیں

(وَاَسْاَلُكَ اللّٰهُمَّ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِىْ دَعَاكَ بِهَا آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وہ تمام انسانوں کے باپ ہیں، جنہیں زمین میں خلیفہ بنانے کے لئے جنت سے اتارا گیا، وہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور صفی ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ آدم عربی اسم ہے اُدْمَةٌ یا اَدِيْمُ الْاَرْضِ (زمین کا ظاہر) سے مشتق ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ عجمی ہے یا سریانی ------ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت کی بنا پر وہ تمام انسانوں سے زیادہ اس کی معرفت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جتنے اسماء اور صفات کی معرفت چاہی، عطا فرمائی۔ ان سب کو افتقار کی صفت سے موصوف فرمایا، بلکہ وہ سب لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف افتقار اور اضطرار اور اس کے سامنے سب سے زیادہ عاجزی اور انکساری پیش کرتے ہیں اور اس کی بندگی کے مقام پر قائم ہوتے ہیں، لازمی بات ہے ان میں سے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، اس کے ناموں کا ورد کیا، اسے پکارا اور دعائیں کیں۔ دعا کا اطلاق رغبت، ندا اور نام لینے پر ہوتا ہے، قرآن عزیز میں بکثرت ان کی دعائیں اور مناجاتیں بیان کی گئی ہیں، جو شخص قرآن پاک کی تلاوت کرے وہ انہیں پالے گا، اس لئے ان کا ذکر کر کے ہم کلام کو طول نہیں دیتے۔

شیخ ابن عطاء اللہ اپنی کتاب التنویر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایجاد کی معرفت عطا کی تو انہوں نے ندا کی "یَا قَدِيْمُ" پھر انہیں تخصیص ارادہ کی معرفت عطا فرمائی تو انہوں نے پکارا "یَا مُرِيْدُ" پھر انہیں پودے سے کھانے سے منع کیا

اور اپنے حکم کی معرفت عطا فرمائی تو انہوں نے پکارا "یَا حَکِیْمُ" پھر پودے سے کھانے کا فیصلہ فرمایا تو انہوں نے پکارا "یَا فَاطِرُ" پھر جب پودے سے کھانے پر جلد عقوبت نہ فرمائی تو انہوں نے پکارا "یَا حَلِیْمُ" پھر جب اس سلسلے میں بے وقار نہیں فرمایا تو انہوں نے پکارا "یَا سَتَّارُ" اس کے بعد ان کی توبہ قبول فرمائی تو انہوں نے پکارا "یَا تَوَّابُ" پھر انہیں اس حقیقت سے آگاہ فرمایا کہ پودے سے کھانے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان سے محبت کا تعلق منقطع نہیں فرمایا' تو انہوں نے پکارا "یَا وَدُوْدُ" پھر انہیں زمین پر اتارا اور انہیں اسباب معیشت عطا فرمائے تو انہوں نے پکارا "یَا لَطِیْفُ" پھر انہیں اپنے مطلب کے حاصل کرنے کی قوت عطا فرمائی تو انہوں نے پکارا "یَا مُعِیْنُ" پھر انہیں نبی' پودے کھانے اور زمین پر اترنے کے راز سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے پکارا "یَا حَکِیْمُ" پھر انہیں دشمن اور اس کے مکروں پر امداد فرمائی تو انہوں نے پکارا "یَا نَصِیْرُ" پھر بندگی کی مشقتوں کے برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائی تو انہوں نے پکارا "یَا ظَهِیْرُ" ...... انہیں زمین پر اس لئے اتارا کہ ان کے لئے معرفت کے طرق مکمل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ انہیں وظائف تکلیف پر قائم فرمائے' ان میں بندگی کے طریقے مکمل ہو گئے' ان پر اللہ تعالیٰ کا عظیم کرم اور احسان ہوا (انتھی)

انبیاء کرام علیہم السلام تو اپنی جگہ' ہر اس مومن پر ان اسماء مذکورہ کی معرفت لازم ہے جس کی چشم بصیرت کو اللہ تعالیٰ کھول دے' ہر نبی نے اللہ تعالیٰ کو ان اسماء سے یاد کیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا شجرہ نسب

ﷺ (وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا نُوْحٌ عَلَیْهِ السَّلَامُ) حضرت نوح علیہ السلام کا شجرہ نسب یہ ہے ابن لامک بن متوشلخ بن خنوخ' وہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں ابن یرد بن مہلیل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام' حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا نام یشکر ہے' بعض نے کہا: عبدالغفار ہے' ان کا نام نوح اس لئے رکھا گیا کہ وہ اپنے بارے میں طویل عرصہ تک روتے رہے' لیکن اس میں نظر ہے کیونکہ یہ عجمی نام ہے' اس لئے (عربی لفظ سے) مشتق نہیں ہے' وہ پہلے صاحب شریعت نبی تھے۔

ﷺ (وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا هُوْدٌ عَلَیْهِ السَّلَامُ) ان کا نسب اس طرح ہے۔ ابن عبد اللہ بن رباح بن حاور بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام (وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ) آپ کا نسب اس طرح ہے الخلیل ابن تارخ بن ناحور بن راغو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ---- کہا گیا ہے کہ ابراہیم کا معنی ہے أَبٌ رحیم مہربان باپ۔

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا صَالِحٌ عَلَیْهِ السَّلَامُ) ان کا نسب یہ ہے۔ ابن عبید بن آسف بن ساسح بن عبید بن حاذق بن ثمود بن عاد بن ارم بن سام ابن نوح علیہ السلام' بعض نے یہ شجرہ بیان کیا ہے۔ صالح بن عبید بن عامر بن ارم ابن سام بن نوح علیہ السلام

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا يُوْنُسُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ان کا نسب اس طرح ہے۔ ابن متی بنی اسرائیل میں سے بنیامین بن یعقوب علیہما السلام کی اولاد میں سے تھے۔ یونس کے نون پر تینوں حرکتیں پڑھ سکتے ہیں' آپ موصل کے گاؤں نینوی کے رہنے والے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد تھے' کہا گیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان حضرت ایوب تھے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا اَيُّوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ان کا نسب یہ ہے۔ ابن موصی بن زیرح بن رعوئیل بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام' کہا گیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھے۔

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) آپ اسرائیل ابن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام ہیں۔

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا يُوْسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں' جن کا ابھی ذکر ہوا ہے' یوسف کے سین پر تینوں حرکتیں پڑھ سکتے ہیں۔

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ) آپ کا نسب اس طرح ہے۔ ابن عمران بن یصہر بن قاہث ابن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا هَارُوْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وہ حضرت موسیٰ کے بھائی تھے' علیہما الصلوٰۃ والسلام' حضرت ہارون حضرت موسیٰ سے تین یا چار سال بڑے تھے۔

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا شُعَيْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ان کا نسب اس طرح ہے: ابن خویل بن رعوئیل بن عنقا بن مدین بن ابراہیم اللہ علیہ السلام' کہا گیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام ان کے نانا تھے' بعض نے کہا: وہ حضرت لوط علیہ السلام کے داماد تھے۔

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا اِسْمَاعِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے' علیہما الصلوٰۃ والسلام' کہا گیا ہے کہ اسماعیل کا معنی اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے۔ وہ حجاز کے عربوں کے جد اعلیٰ ہیں' جن سے قریش ہے اور قریش میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) کہا جاتا ہے کہ وہ ایشی کے بیٹے ہیں اور بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ہیں۔

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے ہیں جن کا ذکر ابھی ہوا ہے۔

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ) بعض علماء نے کہا: کہ وہ ابن اذن بن برکتا ہیں' بعض نے کہا: کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے احزم کے بیٹے ہیں' یہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ہیں' زکریا الف ممدودہ اور مقصورہ دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔

(وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا اَرْمِيَاءُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) بعض حضرات نے کہا: کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں' حضرت مؤلف (شیخ سید سلیمان جزولی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے نسخہ سہلیہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ وہ خضر علیہ السلام ہیں (انتہی) صحیح یہ ہے کہ وہ نبی

اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ہیں' حضرت خضر اسرائیل سے پہلے ہیں۔ اَرْمِیاءُ کے ہمزہ پر بعض معتمد نسخوں میں زبر ہے' قاموس میں ہمزہ کے نیچے زیر ہے' علامہ حجر نے بھی ہمزہ کے نیچے زیر بیان کی ہے' بعض نے اس پر پیش بیان کی ہے اور اسے لمبا کر کے واؤ بیان کی ہے (اُرْمِیاءُ)

(وَ بِالْاَسْمَاءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا شَعْیَاءُ عَلَیْهِ السَّلَامُ) بعض معتمد نسخوں میں عین ساکن ہے اور بعض میں اس پر زبر ہے' بعض جگہ شین سے پہلے الف زائد ہے' شین ساکن اور عین کے نیچے زیر ہے۔ (اَشْعِیَاءُ)

(وَبِالْاَسْمَاءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا اِلْیَاسُ عَلَیْهِ السَّلَامُ) ابن اسحاق (سیرت و مغازی کے مشہور امام) کے نزدیک وہ ابن لسایا انہوں نے کہا: ابن بشر بن فنحاص بن العیزار بن ہارون' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون کی اولاد میں سے ہیں' بعض علماء نے فرمایا: وہ حضرت ادریس ہیں اور حضرت نوح سے بعد ہیں' حضرت نوح سے پہلے ادریس کوئی نہیں ہے (علیہما السلام) بعض نے فرمایا: کہ حضرت الیاس حضرت ادریس کے علاوہ ہیں' حضرت ادریس تو حضرت نوح کے جد ہیں' جب کہ حضرت الیاس حضرت نوح کی اولاد میں سے ہیں' بعض نے کہا: وہ حضرت ادریس ہی ہیں' لیکن وہ ادریس نہیں ہیں جو حضرت نوح کے جد ہیں (علیہما السلام)

(وَ بِالْاَسْمَاءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا الْیَسَعُ عَلَیْهِ السَّلَامُ) کہا گیا ہے کہ یوشع ابن نون ہیں' بعض نے کہا: وہ الیسع بن اخطوب ابن العجوز ہیں' اس نام کا تلفظ دو طرح بیان کیا گیا ہے (۱) اَلْیَسَعُ لام ساکن' یاء اور سین دونوں پر زبر (۲) اَللَّیْسَعُ لام مشدد' یاء ساکن اور سین پر زبر۔

(وَ بِالْاَسْمَاءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا ذُوالْكِفْلِ عَلَیْهِ السَّلَامُ) کہا گیا ہے کہ وہ حضرت الیاس ہیں' بعض نے کہا: وہ حضرت زکریا ہیں' بعض نے فرمایا: کہ وہ مذکورہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہیں۔ روایت کیا گیا ہے کہ وہ ایک شخص کی طرف بھیجے گئے تھے' بعض نے کہا: کہ وہ نبی نہیں' بلکہ مرد صالح تھے' ان کا نام ذوالکفل رکھا گیا' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حصہ ملا' بعض نے کہا: کہ حضرت الیسع نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے فرمایا: کون مجھے دن کے روزوں' رات کے قیام اور غصہ نہ کرنے کی ضمانت دیتا ہے؟ میں اسے بندوں کی نگرانی پر مامور کر دوں' ایک جوان اٹھا اور اس نے کہا' کہ میں ضمانت دیتا ہوں' انہوں نے اسے بندوں کی نگرانی پر مقرر فرما دیا' جب حضرت الیسع رحلت فرما گئے تو وہ شخص حکمران بنا' اس کا نام ذوالکفل رکھا گیا' کیوں کہ اس نے ایک کام کی ذمہ داری قبول کی اور اسے پورا کیا' ان کے نسب کے بارے میں کہا گیا ہے۔ بشیر بن ایوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

(وَ بِالْاَسْمَاءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا یُوْشَعُ عَلَیْهِ السَّلَامُ) ان کے والد کا نام نون ہے' وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھانجے اور ان کے جوان خدمت گار تھے (جن کا ذکر قرآن و حدیث میں آیا ہے' ۱۲ قادری) نیز! وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے' فتیٰ کا معنی اس جگہ خادم ہے۔

(وَ بِالْاَسْمَاءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ) ایک نسخہ میں ابن مریم نہیں ہے (عَلَیْهِ السَّلَامُ) حضرت مریم عمران کی

باشان یا ابن ماثان کی بیٹی تھیں' بعض علماء نے کہا کہ ان کے والد عمران بن ماشھم بن اموون ابن حزقیا تھے' کہا گیا ہے کہ وہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی اولاد میں سے تھے۔

(وَبِالْاَسْمَاءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی) یہ عَلَیْهِ پر معطوف ہے (جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ) اس درود شریف کی ابتداء میں ہے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِحَقِّكَ الْعَظِیْمِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ" اس میں واقع اَسْاَلُ کا مفعول ثانی ہے (نَبِیِّكَ عَدَدَ مَا) یہ ما موصولہ ہے۔ (خَلَقْتَهٗ) ضمیر مفعول موصول کی طرف راجع ہے (مِنْ) ابتداء غایت کے لئے ہے اور خَلَقْتَ کے متعلق ہے (قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ السَّمَاءُ مَبْنِیَّةً) قبل اس کے کہ آسمان قائم اور ثابت تھے' ابن القوطیہ نے کہا بَنَیْتُ الشَّیْئَ وَالْاَمْرَ بُنْیَانًا وَّبِنَاءً اَقَمْتُهٗ (انتہی) بَنَیْتُ الشَّیْئَ کا معنی ہے۔ میں نے اس شے کو قائم کیا' بعض علماء نے کہا کہ مَبْنِیَّةً کا معنی ہے مخلوق' ثابت ہوا کے اوپر بغیر ستون کے بلند (وَالْاَرْضُ مَدْحِیَّةً) قبل اس سے کہ زمین بستر کی طرح بچھائی گئی' کہا جاتا ہے بَسَطْتُ الشَّیْئَ جب وہ شے اکٹھی ہو پھر تو اسے کھول دے اور پھیلا دے' بعض نے کہا مَدْحِیَّةً کا مطلب ہے ہموار کی ہوئی' اس جگہ بسط اور بچھانے سے مراد اس طرح پھیلانا ہے کہ عادۃً اس کی سطح پر رہائش ممکن ہو' اگرچہ وہ گول ہی ہو' لہٰذا یہ بات علماء ہیئت کے اس اجماع کے خلاف نہیں ہے کہ زمین کرہ ہے (اور گیند کی طرح گول ہے' ۱۲ قادری)

(وَالْجِبَالُ) جَبَلٌ کی جمع ہے' وہ عظیم اور طویل میخ ہے جو زمین میں گاڑی گئی ہے (مُرْسِیَةً) میم پر پیش اور راء ساکن' پھر معتمد نسخوں میں اختلاف ہے' بعض میں سین پر زبر' اس کے بعد الف (مُرْسَاةً) بعض میں سین کے نیچے زیر' اس کے بعد یاء مخففہ پر زبر' دونوں صورتوں میں یہ لفظ چار حرف والے اَرْسٰی سے ہے' البتہ! یاء کے ساتھ مُرْسِیَةً اَرْسٰی لازم سے اسم فاعل ہے اور مُرْسَاةً اَرْسٰی متعدی سے اسم مفعول ہے۔ ابن عطیہ نے فرمایا: روایت کیا گیا ہے کہ زمین اپنے باشندوں سمیت کشتی کی طرح حرکت کرتی رہتی تھی' اللہ تعالیٰ نے اسے پہاڑوں کے ذریعے استقرار عطا فرما دیا' کہا جاتا ہے رَسَی الشَّیْئُ یَرْسُوْ جب وہ شے راسخ اور ثابت ہو جاتے (انتہی)

شمس کا طبعی مقام

(وَالْبِحَارُ مُجْرَاةً) میم پر پیش' جیم ساکن اور اس کے بعد واقع راء پر زبر' اس کے بعد الف' اسم مفعول ہے (وَالْعُیُوْنُ مُتَفَجِّرَةً) قبل اس کے کہ چشمے پھوٹنے' بہنے اور نکلنے والے تھے (وَالْاَنْهَارُ) نَهْرٌ کی جمع ہے' ہاء پر زبر' اس کو ساکن بھی پڑھ سکتے ہیں' کثرت میں دریا سے کم جاری پانی کو نہر کہتے ہیں (مُنْهَمِرَةً) قبل اس کے کہ نہریں شدت سے بہنے والی ہوئیں (وَالشَّمْسُ) یہ جسامت میں سب سے بڑا ستارہ ہے اور اس کی روشنی سے زیادہ تیز ہے' اس کا طبعی مقام چوتھے کرے (آسمان) میں ہے شمس مونث ہے' اس کی جمع شموس آتی ہے' گویا علماء لغت نے اس کے ہر گوشے کو شمس قرار دیا ہے (اسی لئے اس کی جمع لائی گئی ہے' ۱۲ ق) (مُضْحِیَةً) میم پر پیش' یاء مخففہ' اَلضُّحٰی' اَلضَّحْوَةُ اور اَلضَّحِیَّةُ بروزن عَشِیَّةٌ کا معنی ہے سورج کا بلند ہونا'

الضُّحٰی پہلے حرف پر پیش' آخر میں الف مقصورہ' سورج کے طلوع ہونے سے کچھ اوپر' روشنی کا بلند اور کامل ہونا (اسے چاشت کا وقت کہتے ہیں' سورج کے نکلنے سے بیس منٹ بعد' ۱۲ قادری) اَلضَّحَاءُ پہلے حرف پر زبر' آخر میں الف ممدودہ' کا معنی معلوم وقت ہے' یعنی جب دن کے نصف کے قریب ہو' اَضْحَتِ الشَّمْسُ کا معنی ہے سورج اس وقت معلوم کو پہنچ گیا۔ ایک احتمال یہ ہے کہ مُضْحِیَۃٌ اَضْحَی الشَّیْئَ سے ہو' فلاں شے کو ظاہر کیا' جب سورج اس شے پر چمکا تو اس نے اس شے کو ظاہر کر دیا' البتہ! یہ بات قابل غور ہے کہ کیا مفعل' بمعنی فاعل' آتا ہے یا نہیں؟ یعنی یہ ماخوذ ہو ضَحِیَتِ الشَّمْسُ حاء کے نیچے زیر ضحاء الف ممدودہ کے ساتھ' جب سورج ظاہر ہو (اب معنی یہ ہو گا کہ قبل اس کے کہ سورج ظاہر ہوا' ۱۲ قادری)

(وَالْقَمَرُ) یہ ایک ستارہ ہے جس کا طبعی مقام پہلے آسمان میں ہے' اس میں مختلف شکلوں میں سورج سے روشنی حاصل کرنے کی صلاحیت ہے' اس کا ذاتی رنگ سیاہی مائل ہے۔ (مُضِیْئًا) قبل اسکے کہ چاند سورج سے روشنی حاصل کر کے روشنی بکھیرنے والا بنا۔ (وَالْکَوَاکِبُ) جمع ہے کَوْکَبٌ کی' کوکب بسیط' کروی (گول) اور شفاف جسم ہے' یعنی اس کا کوئی رنگ نہیں ہے' اس کی شان یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے اس کے پیچھے کی چیزیں دیکھی جا سکتی ہیں' نیز کوکب آسمان میں گڑا ہوا ہے اور روشنی دینے والا ہے' سوائے چاند کے کہ وہ سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ سورج سے قریب اور بعید ہونے کے اعتبار سے اس کی روشنی مختلف ہوتی ہے۔ (مُسْتَنِیْرَۃٌ) قبل اسکے کہ ستارے روشنی دینے والے تھے۔

ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں فرشتہ کا ایک لقمہ

(کُنْتَ) اسی طرح تمام معتمد نسخوں میں ہے' ایک نسخہ میں ہے وَکُنْتَ ابتدا میں واؤ کے ساتھ (حَیْثُ کُنْتَ لَا یَعْلَمُ اَحَدٌ حَیْثُ کُنْتَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ) اس کی مثل وہ ہے جسے ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایسا ہے کہ اگر اسے کہا جائے کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو ایک لقمے میں نگل جا تو وہ نگل جائے گا' اس کی تسبیح ہے۔ سُبْحَانَکَ حَیْثُ کُنْتَ' ایک نسخہ میں ہے حضرت شیخ (محمد سلیمان جزولی) ﷫ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے جلال و جمال کے لائق موجود تھا' لیکن نہ تو مکان میں تھا' نہ جہت میں (انتہی) اس جگہ یہ لفظ حضرت شیخ کے کلام میں سے نہیں ہے' یہ تو ایک حدیث ہے جس کی طرف حضرت شیخ کے قول قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ الخ کی شرح میں اشارہ کیا جائے گا' ورنہ کسی کے لئے نہیں کہ اپنے پاس سے اس قسم کے کلمات کہے' کیونکہ اس کا محال ہونا ظاہر ہے (اس سے اللہ تعالیٰ کا مکان میں ہونا وہم میں آتا ہے' حالانکہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے' ۱۲ قادری)

ط (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ حِلْمِکَ) حلم میں اختلاف ہے کہ آیا یہ (اللہ تعالیٰ کی) قدیم صفت ہے یا صفت فعلیہ حادثہ ہے' دوسری صورت میں اس کا عدم نہیں ہو سکتا' ہاں! اگر اس کا اثر مراد ہو (تو وہ اثر معدوم ہو سکتا ہے) اور وہ ہے سبب کے موجود ہونے کے باوجود انتقام کا نہ لینا۔

(وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ نِعْمَتِكَ) دنیاوی نعمتیں اگرچہ ہمارے شمار اور احاطہ میں نہیں آتیں، تاہم انہیں کوئی نہ کوئی عدد لاحق ہوتا ہے، کیونکہ وہ متناہی ہیں اور ختم ہونے والی ہیں۔ اخروی نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے، لہٰذا! وہ تعداد سے بھی ماوراء ہیں، البتہ! اللہ تعالیٰ کا علم انہیں محیط ہے۔ (وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مِّلْءَ سَمٰوٰتِكَ) نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ" امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کا ثواب میزان کو بھر دیتا ہے وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ یعنی اگر سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کے ثواب کو جسم فرض کیا جائے تو زمین و آسمان کی درمیانی فضا کو بھر دے گا۔

ام الکتاب سے مراد

(وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ زِنَةَ عَرْشِكَ) تیسیر الوصول الی جامع الاصول میں ہے کہ وہ صلوٰۃ جو مقدار کی عظمت میں عرش کے ہم وزن ہو (وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَاجَرٰی بِهِ الْقَلَمُ فِیْ اُمِّ الْكِتَابِ) ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے يَمْحُوا اللّٰهُ مَايَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر حضرات نے فرمایا: آیت میں ام الکتاب سے مراد اصل کتاب ہے جس میں کوئی چیز تبدیل نہیں کی جاتی۔ حضرت جلال الدین محلی نے فرمایا۔ ام الکتاب وہ ہے جو ازل میں لکھی گئی، بخلاف اس کے کہ جو دوسری کتاب مثلاً لوح محفوظ میں لکھا گیا (اس میں تبدیلی واقع ہوتی ہے) یہ (جو شیخ محلی نے فرمایا: اور جو متن سے معلوم ہو رہا ہے) اس کے خلاف جو بعض علماء نے فرمایا اور حضرت مولف کے اس قول کی شرح میں گزر چکا ہے جو انہوں نے حزب ثانی میں فرمایا: وَجَرٰی بِهِ قَلَمُكَ، کہ لوح محفوظ میں حذف اور تبدیلی نہیں ہوتی، تبدیلی صرف ان کتابوں میں ہوتی ہے جو لوح محفوظ سے نقل کی گئی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم، لوح محفوظ کے لئے اُم مجازاً استعمال کیا گیا ہے، کیونکہ وہ قیامت تک ہونے والی اشیاء کی جامع ہے، یا اس لئے کہ وہ ان نسخوں کی اصل ہے جو فرشتوں کے پاس ہیں، اور یہ بات زیادہ واضح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم، اس کے بعد نسخہ سہلیہ میں ہے (وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ)۔

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ فِیْ سَبْعِ سَمٰوٰتِكَ ○

اور رحمت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان اشیاء کی تعداد کے برابر جو تو نے اپنے سات آسمانوں میں

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا اَنْتَ خَالِقٌ فِیْهِنَّ

پیدا کیں، اور رحمت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان اشیاء کی تعداد کے برابر

اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○

جنہیں تو آسمانوں میں قیامت تک پیدا فرمانے والا ہے، ہر دن ہزار بار

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ کُلِّ قَطْرَۃٍ قَطَرَتْ مِنْ سَمٰوٰتِكَ اِلٰی

اے اللہ! رحمت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان قطروں کی تعداد کے برابر جو تیرے آسمانوں سے

اَرْضِكَ مِنْ یَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْیَآ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ ○

تیری زمین پر اترے، جس دن تو نے دنیا کو پیدا کیا اس وقت سے قیامت کے دن تک ہر دن میں ہزار مرتبہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ یُّسَبِّحُكَ وَ یُهَلِّلُكَ وَ یُكَبِّرُكَ وَ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان لوگوں کی تعداد کے برابر رحمتیں نازل فرما جو تیری تسبیح کرتے ہیں،

یُعَظِّمُكَ مِنْ یَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْیَآ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

تیرا کلمہ پڑھتے ہیں، تیری بڑائی بیان کرتے ہیں، تیری عظمت بیان کرتے ہیں اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا

فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ

قیامت کے دن تک، ہر روز ہزار مرتبہ، اے اللہ! رحمت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان لوگوں کے

اَنْفَاسِهِمْ وَ اَلْفَاظِهِمْ ○ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ کُلِّ نَسَمَۃٍ

سانسوں اور لفظوں کی تعداد کے برابر، اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما ان روحوں کی تعداد

خَلَقْتَهَا فِیْهِمْ مِنْ یَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْیَآ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

کے برابر جو تو نے ان لوگوں میں پیدا کیں اس دن سے لے کر کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن

فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ السَّحَابِ

تک ہر روز ہزار مرتبہ، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما دوڑنے والے بادلوں کی

الْجَارِیَۃِ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الرِّیَاحِ الذَّارِیَۃِ مِنْ یَّوْمِ

تعداد میں اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما چلنے والی ہواؤں کی تعداد میں اس دن سے کہ

خَلَقْتَ الدُّنْیَآ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّۃٍ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی

تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک ہر دن میں ہزار مرتبہ، اے اللہ۔ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ هَبَّتْ عَلَیْهِ الرِّیَاحُ وَ حَرَّکَتْهُ مِنَ الْاَغْصَانِ

ان ہواؤں کی تعداد میں جو ان پر چلیں اور ان شاخوں، درختوں اور پتوں کی

وَالْاَشْجَارِ وَالْاَوْرَاقِ وَالثِّمَارِ وَجَمِيْعِ مَاخَلَقْتَ عَلٰى اَرْضِكَ وَمَابَيْنَ سَمٰوٰتِكَ

تعداد میں جن کو ان ہواؤں نے حرکت دی اور ان تمام اشیاء کی تعداد میں جو تو نے اپنی زمین پر اور اپنے آسمانوں کے درمیان

مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَآ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ

پیدا کیں اس دن سے لے کر کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک ہر دن میں ہزار بار' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد

عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَآءِ مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَآ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما آسمان کے ستاروں کی تعداد میں اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا فرمایا قیامت کے دن تک

فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ۝ اَللّٰهُمَّ ٥ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّلْءَ اَرْضِكَ مِمَّا

ہر دن میں ہزار مرتبہ' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما تمام ان چیزوں کے برابر

حَمَلَتْ وَاَقَلَّتْ مِنْ قُدْرَتِكَ ۝ اَللّٰهُمَّ ٦ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ

جن کو زمین نے تیری قدرت سے اٹھایا اور برداشت کیا ہے' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

مَاخَلَقْتَ فِىْ سَبْعِ بِحَارِكَ مِمَّا لَا يَعْلَمُ عِلْمَهٗ اِلَّآ اَنْتَ وَمَآ

ان چیزوں کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما جو تو نے اپنے ساتوں سمندروں میں پیدا کیں جن کا تیرے سوا اور کوئی احاطہ نہیں کرتا

اَنْتَ خَالِقُهٗ فِيْهَآ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ۝

اور ان چیزوں کی تعداد میں جو تو قیامت تک ان سمندروں میں پیدا فرمانے والا ہے۔ ہر دن ہزار مرتبہ'

اَللّٰهُمَّ ٧ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مِلْءِ سَبْعِ بِحَارِكَ ۝

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنی چیزوں کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما جو تیرے ساتوں سمندروں کو پر کر

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ زِنَةَ سَبْعِ بِحَارِكَ مِمَّا حَمَلَتْ

دیں' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے ساتوں سمندروں کے وزن کے برابر رحمتیں نازل فرما ان چیزوں کی

وَاَقَلَّتْ مِنْ قُدْرَتِكَ ۝ اَللّٰهُمَّ ٨ وَصَلِّ عَلٰى

مقدار میں کہ سمندروں نے تیری قدرت سے اٹھائیں اور برداشت کیں' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ اَمْوَاجِ بِحَارِكَ

پر اپنے سمندروں کے موج زن ہونے کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما

مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ

اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک ہر دن میں ہزار مرتبہ' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الرَّمْلِ وَالْحَصٰى فِىْ مُسْتَقَرِّ الْاَرَضِيْنَ وَسَهْلِهَا

رحمتیں نازل فرما' ریت کے ذروں اور کنکروں کی تعداد میں جو زمین کے آباد حصول' نرم اور پہاڑی علاقوں میں ہیں'

وَجِبَالِهَا مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ اَللّٰهُمَّ

اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک ہر دن میں ہزار مرتبہ' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ اضْطِرَابِ[1] الْمِيَاهِ الْعَذْبَةِ وَالْمِلْحَةِ مِنْ يَّوْمِ

محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما' میٹھے اور کھاری پانیوں کے ابلنے کی تعداد میں' اس دن سے کہ تو نے

خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ وَصَلِّ[1] عَلٰى سَيِّدِنَا

دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک' ہر دن میں ہزار مرتبہ' اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں

مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَهٗ عَلٰى جَدِيْدِ اَرْضِكَ فِىْ مُسْتَقَرِّ الْاَرَضِيْنَ شَرْقِهَا

نازل فرما ان چیزوں کی تعداد میں جو تو نے روئے زمین پر پیدا فرمائیں' زمین کے آباد حصوں' اس کے مشرقی' مغربی

وَغَرْبِهَا وَسَهْلِهَا وَجِبَالِهَا وَاَوْدِيَتِهَا وَطَرِيْقِهَا وَعَامِرِهَا وَغَامِرِهَا اِلٰى

حصوں' نرم' پہاڑی علاقوں' وادیوں' راستوں' آباد اور ویرانوں میں' ان کے علاوہ

سَائِرِ مَا خَلَقْتَهٗ عَلَيْهَا وَمَا فِيْهَا مِنْ حَصَاةٍ وَّمَدَرٍ وَّحَجَرٍ مِّنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ

تو نے جو کچھ پیدا کیا زمین پر اور زمین میں یعنی کنکر' ڈھیلے اور پتھر' اس دن سے تو نے

الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○

زمین کو پیدا کیا قیامت کے دن تک' ہر دن میں ہزار بار۔

[1] (وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ) ضمیر محذوف ہے (اصل میں خَلَقْتَهٗ ہے) (فِىْ سَبْعِ سَمٰوٰتِكَ) جتنی چیزیں تو اس زمانے سے پہلے پیدا فرما چکا (وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا اَنْتَ خَالِقٌ فِيْهِنَّ) اور اپنے حبیب ﷺ پر ان اشیاء کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما جنہیں تو زمان ماضی کے آخر سے ملاقات کرنے والی آن کے بعد آسمانوں میں پیدا کرنے والا ہے (اِلٰى) خَالِقٌ سے متعلق ہے (يَوْمِ الْقِيَامَةِ) بعض نسخوں میں سَمٰوٰتِكَ کی جگہ بِحَارِكَ ہے یعنی سمندروں میں' بعض نسخوں میں ہے "فِىْ سَبْعِ بِحَارِكَ وَسَبْعِ سَمٰوٰتِكَ" ایک نسخہ میں السَّمٰوٰتِ کے بعد ہے وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ فِى الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ اور

اس کے بعد "وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا اَنْتَ خَالِقٌ فِیْهِنَّ" ہے' اس صورت میں فِیْهِنَّ کی ضمیر آسمانوں اور زمینوں کی طرف راجع ہوگی۔ صَلِّ سے متعلق ہے (کُلَّ یَوْمٍ) دنیا کے ہر دن میں' ایک احتمال یہ ہے کہ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ (اَلْفَ مَرَّةٍ) سے حال ہو' یعنی ہزار مرتبہ جو ہر دن میں ہو' اس صورت میں لفظ فِیْ کَائِنٍ مقدر کے متعلق ہے اور اَلْفَ مَرَّةٍ صَلِّ کا معمول ہے یا مصدر کے قائم مقام لفظ عدد سے حال ہے' آئندہ آنے والی عبارات میں بھی اسی طرح ترکیب کریں۔

بارش آسمانوں سے برستی ہے

(اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ کُلِّ قَطْرَةٍ قَطَرَتْ) پہلے حرف پر زبر' ہر قطرہ جو بہا (مِنْ) ابتدائیہ ہے (سَمٰوَاتِكَ) تیرے آسمانوں سے جو سات طبق ہیں' اس میں اشارہ ہے کہ بارش آسمانوں سے ہے نہ کہ زمین سے' قرآن وحدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (ترجمہ) اور اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا' تو اس کے ذریعے پھل نکالے تمہارے رزق کے لئے (۲/۲۲) یہ بھی فرمایا: ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا (۲۵/۴۸) ہم نے آسمان سے پانی اتارا' پھر تمہیں پلایا (۱۵/۲۲) اور اس نے آسمان سے پانی اتارا' پھر اس کے ذریعے ہم نے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے (۲۰/۵۳) اس طرح کی دوسری بہت سی آیات ہیں۔

بارش کا پانی عرش سے نکلتا ہے

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ہوا کو بھیجتا ہے جو آسمان سے پانی حاصل کر کے چلتی ہے' جیسے دودھ دینے والی اونٹنی' ابوالشیخ حضرت حسن بصریؒ سے راوی ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ بارش آسمان سے ہے یا بادل سے؟ انہوں نے فرمایا: آسمان سے ہے' بادل تو دھوئیں جیسی شئے ہے' جس پر آسمان سے پانی اترتا ہے' امام ابوالشیخ اور ابن حاتم حضرت خالد بن معدان سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا: بارش وہ پانی ہے جو عرش کے نیچے سے نکل کر ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پہنچتا ہے' یہاں تک کہ پہلے آسمان پر پہنچ کر ایک جگہ جمع ہوتا ہے' جسے الایزم کہا جاتا ہے' سیاہ بادل اس جگہ داخل ہو کر اس طرح پیتا ہے جیسے اسفنج پانی کو پیتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے' اسے بھیج دیتا ہے۔

سیاہ اور سفید بادل کا فائدہ

امام ابوالشیخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سیاہ بادل میں سفید بارش ہوتی ہے اور سفید بادل میں تری (رطوبت) ہوتی ہے' جو پھلوں کے پکنے میں مدد دیتی ہے' ابوالشیخ اور ابن حاتم حضرت عکرمہ (تابعی) سے روایت کرتے ہیں کہ پانی آسمان سے اترتا ہے اور اونٹ کے برابر اس کا قطرہ بادل پر ٹپکتا ہے' ابوالشیخ امام شعبی سے اللہ تعالیٰ کے

ارشاد: فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ زمین میں جو بھی پانی ہے آسمان سے ہے' ابوالشیخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی کا جو چلو بھی (اس) اندازے سے اتارا' اور ہوا کی جو مقدار بھی نازل فرمائی' وہ اندازے سے نازل فرمائی' سوائے طوفان نوح (علیہ السلام) کے کیونکہ ہوا خازن فرشتوں کے قابو سے باہر ہو گئی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ (۶/۶۹) قوم عاد تیز ہوا سے ہلاک کی گئی جو فرشتوں کے قابو سے باہر ہو گئی۔

امام ابوالشیخ حضرت عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش کا جو قطرہ بھی نازل کیا اس کے ذریعے زمین میں سبزہ اور سمندر میں موتی پیدا فرمائے' یہ تمام دلائل اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے' بخلاف ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ بارش زمین کے سمندر سے اٹھنے والے بخارات اور رطوبتوں سے ہوتی ہے' یہ قول معتزلہ کی طرف منسوب ہے (جو ہر جگہ عقل کے فیصلوں کو ترجیح دیتے ہیں' یہی فلاسفہ کا مذہب ہے ۱۲ قادری)

(اِلٰی اَجَلِكَ مِنْ) ابتداء زمان کے لئے ہے اور فطرت کے متعلق ہے (يَوْمِ) اس میں تین احتمال ہیں (۱) اسے مبنی بر فتح پر پڑھا جائے اور یہی راجح ہے' کیونکہ یہ فعل مبنی کی طرف مضاف ہے (۲) اس کے نیچے تنوین اور زیر پڑھی جائے (يَوْمٍ) اسے مضاف قرار نہ دیں (۳) تنوین کے بغیر زیر پڑھیں' کیونکہ یہ فعل کی طرف مضاف ہے (خَلَقْتَ) خا' لام اور تا پر زبر اور قاف ساکن' فعل معروف ہے' (الدُّنْيَا) خَلَقْتَ کا مفعول بہ ہے' مشہور یہ ہے کہ الدُّنْيَا کی دال پر پیش ہے' ابن قتیبہ نے اس کے نیچے زیر بیان کی ہے' اس کی حقیقت میں دو قول ہیں (۱) یہ ہوا اور فضاء ہے (۲) دار آخرت سے پہلے جتنے جواہر اور اعراض موجود ہیں' ان سب کا مجموعہ ہے۔

دنیا کی عمر پچاس ہزار سال

جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے اس وقت سے لے کر اس کے ختم ہونے تک کا عرصہ سات ہزار سال ہے' جیسے احادیث میں آیا ہے' حضرت عکرمہ نے فرمایا: اول سے آخر تک دنیا کی عمر پچاس ہزار سال ہے' تم میں سے کوئی از خود نہیں جان سکتا کہ اس کی کتنی عمر گزر گئی ہے اور کتنی باقی ہے؟ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' غالباً ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے جب سے زمین پیدا کی گئی ہے۔

حضرت مولف نے فرمایا: مِنْ يَوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اس کا مطلب ہے اس پہلے دن سے جب تو نے زمین کو پیدا فرمایا' ایک احتمال یہ ہے کہ اصل میں كُلِّ يَوْمٍ کی صفت ہو' جب یہ اس سے پہلے آ گئی تو اس سے حال بن گئی' یہ قریب ترین احتمال ہے اور اولیٰ ہے' کیونکہ یہ آئندہ عبارات میں بھی جاری ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مولف کے قول وَصَلِّ عَلَيْهِ عَدَدَ كَذَا أَلْفَ مَرَّةٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ يَوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا کی شرح میں گفتگو کی جا چکی ہے۔

۲؎ (اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي كُلِّ يَوْمٍ) دنیا کے ہر دن میں (اَلْفَ مَرَّةٍ) (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ) بعض نسخوں میں اضافہ ہے

وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ (عَدَدَ مَنْ یُسَبِّحُكَ) ان لوگوں کی تعداد میں جو تیری پاکیزگی اور تقدس زبان حال سے بیان کرتے ہیں کیونکہ ان کی تحقیق اس امر کی دلیل ہے کہ تو موجود ہے اور تمام وادودی اور سلبی صفات کاملہ سے موصوف ہے' یا وہ زبان قال سے تیری پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں "سُبْحَانَ اللّٰهِ" یا سُبْحَانَكَ وغیرہ الفاظ جو تیری پاکیزگی اور تقدیس پر دلالت کرتے ہیں۔

(وَیُهَلِّلُكَ) اور کہتے ہیں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ (وَیُكَبِّرُكَ)" اور کہتے ہیں اللّٰهُ اَكْبَرُ یا اَلْاَكْبَرُ یا اَلْكَبِیْرُ وَغَیْرُ ذٰلِكَ (وَیُعَظِّمُكَ) اور الفاظ تعظیم یا عقیدہ تعظیم یا عظمت کی گواہی کے ساتھ تیری عظمت کا اظہار کرتے ہیں۔

(اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی) ایک نسخے میں اضافہ ہے سَیِّدِنَا (مُحَمَّدٍ عَدَدَ اَلْفَاسِهِمْ وَاَلْفَاظِهِمْ) الفاظ جمع ہے لفظ کی' یعنی تمام انسانوں نے جتنے الفاظ بولے' خواہ وہ ایک حرف پر مبنی تھے یا زیادہ پر' خیر سے متعلق تھے یا شر سے' مباح تھے یا معصیت' ایک نسخے میں اس کے بعد ہے

وَاَلْحَاظِهِمْ بعض نے اس کی نسبت حضرت شیخ محمد بن سلیمان جزولی) کے نسخے کی طرف کی ہے' اَللَّحظ کا معنی ہے گوشہ چشم سے دیکھنا۔

(وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ كُلِّ نَسَمَةٍ) نون اور سین پر زبر' اس کا معنی ہے نفس' روح اور جسم' اس کی جمع ہے لِنَسَمٍ ہر جانور جس میں روح ہے وہ نَسَمَہ ہے' قاموس میں ہے اَلنَّسَمَةُ پہلے حرف کی حرکت کے ساتھ' اس کا معنی ہے انسان' صحاح میں ہے اَلنَّسَمَةُ کا معنی ہے نفس انسانی' مشارق میں ہے اَلنَّسَمَةُ نفس' روح اور بدن۔ خلیل نے کہا: اَلنَّسَمَةُ کا معنی انسان ہے' حدیث شریف میں ہے وَبَرَأَ النَّسَمَةَ اور اللہ تعالیٰ نے روح کو پیدا فرمایا' اساس میں ہے: غبار سے بچو فَاِنَّ مِنْهُ النَّسَمَةَ کیونکہ اس سے جان (جراثیم) ہے

"وَهٰذِهٖ نَسَمَةٌ مُبَارَكَةٌ" یہ بابرکت روح ہے "وَاَعْتَقَ نَسَمَةً" اس نے ایک جان کو آزاد کیا "وَاللّٰهُ بَارِئُ النَّسَمِ" اللہ تعالیٰ روحوں کو پیدا فرمانے والا ہے۔ "وَاَمْصَلَتِ النَّاقَةُ وَلَدَهَا قَبْلَ اَنْ تَنَسَّمَ" اونٹنی نے اپنے بچے کو خارج کر دیا قبل اس کے کہ وہ مجسم' مکمل اور جانور بن جائے (انتہی)

(خَلَقْتَهَا فِیْهِمْ) ہر جان جسے تو نے تسبیح کرنے والوں اور ان کے ساتھ جن حضرات کا ذکر کیا گیا ہے' ان میں پیدا فرمایا (وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ الرِّیَاحِ الذَّارِیَةِ) کہا جاتا ہے ذَرَتِ الرِّیْحُ التُّرَابَ تَذْرُوْهُ وَتَذْرِیْهِ ذَرْوًا وَذَرْیًا وَاَذْرَتْهُ وَذَرَّتْهُ (یعنی یہ ناقص واوی اور یائی دونوں طرح آتا ہے' اسی طرح باب نصر اور ضرب دونوں سے آتا ہے' معنی یہ ہے کہ) ہوا نے مٹی کو پھینکا اسے لے گئی اور اسے اڑا دیا۔

(اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا) یہ ما موصولہ ہے (هَبَّتْ) حرکت دی ہے (عَلَیْهِ الرِّیَاحُ وَحَرَّكَتْهُ) دونوں ضمیریں ما کی طرف راجع ہیں (مِنَ) ما کا بیان ہے (الْاَغْصَانِ) جمع ہے غصن کی پہلے حرف پر پیش' غصن درخت کے تنے سے نکلنے والی باریک اور موٹی شاخ کو کہتے ہیں (وَجَمِیْعِ) اس کے نیچے زیر ہے اور اس کا مَاهَبَّتْ کی ما پر عطف ہے (مَاخَلَقْتَ) ما کی طرف راجع ضمیر محذوف ہے

علی اَرْضِکَ) جو کچھ تو نے زمین پر پیدا فرمایا' مثلاً حیوان' مٹی' طرح طرح کے پتھر اور پانی وغیرہ (وَمَا بَیْنَ سَمٰوٰتِکَ) اور جو کچھ تو نے اپنے آسمانوں میں پیدا کیا' جس کا ہمیں علم نہیں ہے۔

۵ (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّلْءَ اَرْضِکَ مِنْ) یہ مِنْ مِلْءٍ کا بیان ہے (مَا) موصولہ ہے (حَمَلَتْ) اس فعل اور بعد والے فعل کے بعد ضمیر محذوف ہے (وَاَقَلَّتْ) جس چیز کو زمین نے اٹھایا اور بلند کیا' یہ پہلے فعل کا مرادف ہے (مِنْ) تبعیضیہ ہے۔ (قُدْرَتِکَ) یعنی قدرت کے آثار جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اپنی قدرت سے انہیں زمین پر وجود عطا فرمایا۔ ایک احتمال یہ ہے کہ یہ مِنْ تعلیلیہ ہو' یعنی زمین نے جو کچھ اٹھایا' وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اٹھایا۔ ایک نسخے میں اس کی جگہ "بِمَا وَسِعَتْ وَبِمَا حَمَلَتْ" ہے' دونوں جگہ ایک نقطے والی باء کے ساتھ "وَاَسْتَقَلَّتْ مِنْ قُدْرَتِکَ" ہے۔ اَقَلَّهٗ وَاسْتَقَلَّهٗ اور اِسْتَقَلَّ بِهٖ سب کا معنی ایک ہی ہے۔

سات سمندر

(اَللّٰھُمَّ صَلِّ) ایک نسخے میں ہے وَصَلِّ واؤ کے ساتھ (عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ) موصول کی طرف راجع ہونے والی ضمیر محذوف ہے' یعنی ان اشیاء کی تعداد میں جو تو نے زمان حال سے پہلے پیدا فرمائیں۔ (فِیْ سَبْعِ بِحَارِکَ) زبان عربی کے مشہور طریقے کے مطابق سَبْعَةِ کہنا چاہیے تھا' مفرد یعنی بحر کا اعتبار کرتے ہوئے جو مذکر ہے۔ بغداد کے نحویوں اور امام کسائی کا اس میں اختلاف ہے' وہ جمع کا اعتبار کرتے ہوئے تاء کو ترک کر دیتے ہیں (کیونکہ جمع بتاویل جماعت مونث ہے' ۱۲ قادری) سیبویہ اور فراء نے کہا کہ کلام عرب اس کے خلاف ہے (کہ سَبْعِ بِحَارِکَ بغیر تاء کے کہا جائے' ۱۲ قادری) نیز صحیح یہ ہے سَبْعَةُ اَبْحُرٍ کہا جاتا' کیونکہ تین سے لے کر دس تک اسم عدد کا مضاف الیہ جمع مکسر اور جمع قلت کے وزن پر ہونی چاہیے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ (۳۱/۲۷) رہے سات سمندر تو کہا گیا ہے کہ وہ یہ ہیں (۱) بحر ہند (۲) بحر طبرستان (۳) بحر کرمان (۴) بحر عمان (۵) بحر قلزم (۶) بحر روم (۷) اور بحر مغرب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار امتیں

(مِنْ) بیانیہ ہے (مَا) موصولہ ہے (لَا یَعْلَمُ عِلْمَهٗ) عِلْمَهٗ مفعول بہ ہے' یعنی اس کا احاطہ نہیں کرتا (اِلَّا اَنْتَ) اَنْتَ یَعْلَمُ کا فاعل ہے' یحییٰ بن کثیر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار امتیں (جانداروں کی قسمیں) پیدا فرمائیں' چھ سو کو سمندر میں ٹھہرایا اور چار سو کو خشکی پر' یہ بھی ایک روایت ہے کہ ہر امت عرش کی زبانوں میں سے ایک زبان سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ (وَمَا اَنْتَ خَالِقُهٗ) اور جسے تو زمان ماضی کے بعد پیدا فرمانے والا ہے (فِیْهَا) سات سمندروں میں

۶ (اَللّٰھُمَّ صَلِّ) ایک نسخے میں وَصَلِّ ہے واؤ کے ساتھ (عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ مِلْءِ سَبْعِ بِحَارِکَ) یعنی ان چیزوں کی تعداد میں جنہوں نے سات سمندروں کو بھر رکھا ہے' اور وہ اشیاء ہیں پانی کے اجزاء' مچھلیاں' جانور اور ریت وغیرہ یا یہ مطلب ہے کہ

اتنے درود جو ساتوں سمندروں کو بھر دیں' اگر انہیں اجسام فرض کیا جائے۔ نسخہ سہلیہ اور بعض دوسرے معتبر نسخوں میں مِلْءَ کو بعض نے منصوب پڑھا ہے اور بعض نے مجرور قرار دیا ہے' نصب کی صورت میں یہ عدد سے بدل ہے' جر کی صورت میں اضافت ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے' اس کا معنی وہ ہے جو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں' بعض نسخوں میں لفظ عدد نہیں ہے' بعض نسخوں میں آئندہ درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ زِنَةَ سَبْعِ بِحَارِكَ سے پہلے یہ اضافہ ہے "بِمَا حَمَلَتْ وَاَقَلَّتْ مِنْ قُدْرَتِكَ" ایک نسخے میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں "مِنْ يَوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ"

۵ (اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ) اس جگہ اور اس درود شریف میں آئندہ ہر جگہ واؤ کے ساتھ ہے' البتہ! ایک جگہ واؤ نہیں ہے' جس کی ہم آئندہ نشاندہی کر دیں گے (عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ اَمْوَاجِ بِحَارِكَ) یعنی سمندروں کے موج زن ہونے کی تعداد میں۔

۶ (فِيْ مُسْتَقَرِّ الْاَرْضِيْنَ) مُسْتَقَرّ قاف پر زبر کے ساتھ' اسم مفعول ہے' معنی یہ ہے کہ زمین اپنے ماسوا مخلوقات کے قرار پانے کی جگہ ہے' اگر قاف کے نیچے زیر ہو تو اسم فاعل ہے' یہ ماخوذ ہے حضرت مصنف کے گزشتہ اور آئندہ قول سے وَعَلَى الْاَرْضِ فَاسْتَقَرَّتْ (اس اسم کے طفیل جسے تو نے زمین پر رکھا تو وہ پرسکون ہو گئی) (وَسَهْلِهَا) یہ واؤ کے ساتھ خاص کا عام پر عطف ہے' سَهْل زمین کا وہ حصہ جو پہاڑ کے علاوہ ہے (یعنی نرم زمین)

۷ (عَدَدَ اِضْطِرَابِ الْمِيَاهِ الْعَذْبَةِ) میٹھے پانیوں کے متلاطم ہونے کی تعداد میں۔ الْعَذْبَة بے نقطہ عین پر زبر' نقطے والا ذال ساکن' اس کا واحد عَذْب ہے' وہ پانی جو آسانی کے ساتھ حلق سے اتارا جا سکے۔

(وَالْمِلْحَةِ) میم کے نیچے زیر' لام ساکن' اس کا مفرد مِلْح ہے' یہ عَذْب کے مقابل ہے (کھاری اور نمکین پانی) بعض نسخوں میں ہے اَلْمَالِحَةِ۔

کھاری اور میٹھے پانی

صحاح میں ہے مَاءٌ مَالِحٌ صرف ردی لغت میں کہا جاتا ہے' قرآن عزیز میں ہے هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (۳۵/۱۲) یہ میٹھا ہے خوب میٹھا جس کا پینا خوشگوار ہے اور یہ کھاری ہے تلخ۔ طلحہ بن مصرف نے پڑھا ہے مَلِحٌ میم پر زبر اور لام کے نیچے زیر۔ ابو حاتم بجستانی فرماتے ہیں' یہ قرات منکر ہے' ابن جنی کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ کی مراد مَالِحٌ ہے اور الف حذف کر دیا گیا' جیسے مَرِدٌ اور بَرِدٌ (اصل میں مَارِدٌ اور بَارِدٌ ہے)

مذکورہ پانیوں کے متلاطم ہونے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں (۱) میٹھے پانی اپنی جگہ اور کھاری پانی اپنی جگہ متلاطم ہوتے ہیں (۲) میٹھے پانی کھارے پانیوں کے ساتھ مل کر متلاطم ہوتے ہیں' میٹھے پانی بارش' چشموں اور نہروں کے پانی ہیں جو سمندر کے کھاری پانی میں گرائے جاتے ہیں' یہ دونوں مل کر متلاطم ہوتے ہیں' بعض لوگوں نے کہا: کہ میٹھے پانی کھاری پانی میں مخلوط نہیں ہوتے' بلکہ الگ رہتے ہیں' ابن عطیہ نے کہا: کہ یہ بات دلیل یا حدیث صحیح کی محتاج ہے' ورنہ مشاہدہ اس کی تائید نہیں کرتا (انتہیٰ)

۸ (وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَهٗ) نسخہ سہلیہ میں ضمیر مفعول موجود ہے' جب کہ بعض نسخوں میں نہیں ہے (علی

جَدِيْدِهَا) جدید کا معنی چہرہ اور ظاہر ہے (اَدِيْمُكَ فِيْ مُسْتَقَرِّ الْأَرَضِيْنَ) اسم ظاہر (الْاَرَضِيْنَ) کو ضمیر کی جگہ رکھا ہے' ورنہ اصل یہ تھا کہ فِيْ مُسْتَقَرِّهَا کہا جاتا' یہ بدل مبدل منہ کے مطابق ہے (مفرد اور جمع کا فرق نہیں ہے) اَرَضِيْنَ جمع کا صیغہ زمین کے اطراف اور اقلیموں کے اعتبار سے ہے (یہ ایک قول کے مطابق ہے کہ زمین ایک ہی ہے' اس کے مختلف حصوں کے پیش نظر سات زمینیں کہا جاتا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ حقیقتاً سات زمینیں ہیں) واللہ تعالیٰ اعلم (شَرْقِهَا) مبدل منہ میں اجمال تھا جب کہ بدل میں تفصیل ہے (وَغَرْبِهَا) اس کا عطف ہے شَرْقِهَا پر (سَهْلِهَا) واؤ کے بغیر' ایک کے بعد دوسری بدل ہے وَجِبَالِهَا اس کا دوسرے بدل یعنی سَهْلِهَا پر عطف ہے (وَاَوْدِيَتِهَا) وادی کی جمع ہے' جس کا معنی ہے پست جگہ' اگرچہ وہاں پانی نہ ہو (وَظَرِيْفِهَا) نسخ سلیمہ میں صیغہ مفرد کے ساتھ ہے' اس سے مراد جنس ہے' بعض معتمد نسخوں میں جمع کے لفظ کے ساتھ ہے وَظَرَائِفِهَا بعض نسخوں میں وَاَوْدِيَتِهَا کے بعد ہے وَاَشْجَارِهَا وَثِمَارِهَا وَاَوْرَاقِهَا وَزَرْعِهَا وَجَمِيْعِ مَا يَخْرُجُ مِنْ نَبَاتِهَا وَبَرَكَاتِهَا وَظَرِيْفِهَا اپنے حبیب ﷺ پر رحمتیں نازل فرما بشمار زمین کے درختوں' پھلوں' پتوں' کھیتوں' اس سے نکلنے والی نباتات' برکات اور اس کے راستوں کے' صحیح یہ ہے کہ اس جگہ یہ اضافہ نہیں ہونا چاہیے' کیونکہ یہ اضافہ بعد والے درود شریف میں آرہا ہے' اس نسخے میں وَزَرْعِهَا ہے' جب کہ ایک نسخے میں وَزُرُوْعِهَا جمع کے صیغے کے ساتھ ہے۔

(عَامِرِهَا) وہ حصہ جس میں عمارت ہے (وَغَامِرِهَا) نقطے والی غین کے ساتھ' بے آباد جگہ اور ویرانہ (اِلٰى سَائِرِ) اِلٰى معنی مع ہے یا مضموما کے متعلق ہے' سائر کا معنی باقی ہے یا جمیع (مَا) موصولہ ہے (خَلَقْتَهٗ عَلَيْهَا) تمام وہ چیزیں جو تو نے زمین کے ظاہر پر پیدا فرمائی ہیں' اور وہ امور مذکورہ کی جنس سے ہیں' یعنی زمینیں' سمندر وغیرہ' پس تمام مخلوق کے ساتھ جو چیزیں جمع کی گئی ہیں (اِلٰى سَائِرِ مَا خَلَقْتَهٗ عَلَيْهَا) وہ مشرق و مغرب اور ان کے بعد ذکر کی گئی اشیاء ہیں' وہ مخلوقات نہیں ہیں جو عَدَدَ مَا خَلَقْتَهٗ کے مَا کے تحت داخل ہیں (وَمَا) اس مَا کا عطف ہے عَدَدَ مَا خَلَقْتَهٗ کے مَا پر (فِيْهَا) زمین کے پیٹ میں' ایک نسخے میں ہے وَفِيْهَا بغیر مَا کے (مِنْ) یہ پہلے مَا اور اس پر معطوف مَا کے اجمال کا بیان ہے' ایک احتمال یہ ہے کہ یہ دوسرے کا۔

(سَائِرِ مَا خَلَقْتَهٗ عَلَيْهَا) کے اجمال کا بیان ہے اور تیسرا مَا (وَمَا فِيْهَا) کا عطف ہے دوسرے مَا پر' پہلے مَا کا بیان ذکر نہیں کیا گیا' بلکہ شہروں اور مقامات کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے اور ان میں پائی جانے والی مخلوقات کی گنتی چھوڑ دی گئی ہے' اس مَا کو عام اور تمام اشیاء کو شامل رہنے دیا گیا ہے' مطلب یہ ہے کہ ان اشیاء کی تعداد میں جو تو نے ان خطوں میں پیدا فرمائی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: (حَصَاةٍ وَّمَدَرٍ) میم پر زبر اور بے نقطہ دال' خشک مٹی کا ٹکڑا جس میں ریت نہ ہو (وَحَجَرٍ) حاء اور راء پر زبر' سخت مٹی' حکماء کہتے ہیں کہ زمین میں پتھر کے پیدا ہونے کا سبب یہ ہے کہ منجمد مٹی پر سخت گرمی پڑتی ہے جو اسے پتھر بنا دیتی ہے' یہ اشیاء اگرچہ پہلے مَا کے نیچے داخل ہیں لیکن ان کی کثرت کی وجہ سے صراحتاً یا بطور خاص ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ وجہ بھی ہے کہ بعض اوقات ان کی طرف توجہ نہیں جاتی اور ان کا تصور دل میں نہیں آتا۔

ایک احتمال یہ ہے کہ مَا خَلَقْتَهٗ عَلٰى جَدِيْدِ اَدِيْمِكَ سے مراد صرف حیوانات ہوں' یا اس درود شریف سے پہلے ذکر کیے گئے پانی ہی مراد ہوں' اس صورت میں پہلا مَا عام ہوگا' لیکن اس سے مراد خاص اشیاء ہوں گی' اور لفظ مِنْ دوسرے اور تیسرے مَا

کا بیان ہو۔ اس گفتگو کے باوجود یہ بعید نہیں کہ کلام کا کچھ حصہ حذف ہو گیا ہو' یا اس کلام میں کچھ تقدیم و تاخیر واقع ہو گئی ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

(مِنْ يَوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا) یہ ان چیزوں سے متعلق ہے جو معتمد نسخوں میں اس سے پہلے ذکر کی گئی ہیں۔ بعض نسخوں میں وَحَجَرٍ کے بعد اضافہ ہے وَعَامِرٍ وَغَامِرٍ کا' صحیح یہ ہے کہ یہ اضافہ نہیں ہونا چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ[1] صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ عَدَدَ نَبَاتِ الْاَرْضِ
اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ نبی پاک (ﷺ) پر رحمتیں نازل فرما زمین کی پیداوار کی تعداد میں
مِنْ قِبْلَتِهَا وَشَرْقِهَا وَغَرْبِهَا وَسَهْلِهَا وَجِبَالِهَا وَاَوْدِيَتِهَا وَاَشْجَارِهَا وَ
اس کے قبلہ' مشرقی' مغربی حصوں' نرم اور پہاڑی علاقوں' وادیوں' درختوں'
ثِمَارِهَا وَاَوْرَاقِهَا وَزُرُوْعِهَا وَجَمِيْعِ مَا يَخْرُجُ مِنْ نَّبَاتِهَا وَبَرَكَاتِهَا مِنْ
پھلوں' پتوں' کھیتوں اور تمام ان نباتات اور برکتوں کی تعداد میں جو نکلتی ہیں زمین سے' اس دن سے کہ
يَوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ اَللّٰهُمَّ[2] وَصَلِّ
تو نے دنیا کو پیدا کیا' قیامت کے دن تک ہر روز ہزار مرتبہ' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت
عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالشَّيَاطِيْنِ وَمَا
محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما ان جنوں' انسانوں اور شیطانوں کی تعداد میں جن کو تو نے پیدا کیا اور
اَنْتَ خَالِقُهٗ مِنْهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ اَللّٰهُمَّ[3] وَصَلِّ
جن کو ان میں سے تو پیدا کرنے والا ہے' قیامت کے دن تک' ہر دن میں ہزار مرتبہ' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ
عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ كُلِّ شَعْرَةٍ فِيْ اَبْدَانِهِمْ وَفِيْ وُجُوْهِهِمْ وَعَلٰى رُءُوْسِهِمْ
ﷺ پر اتنی رحمتیں نازل فرما جتنے ان لوگوں کے جسموں' چہروں اور سروں کے بال ہیں
مُنْذُ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلٰى
جب سے تو نے دنیا کو پیدا فرمایا قیامت کے دن تک' ہر دن میں ہزار مرتبہ' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ خَفَقَانِ الطَّيْرِ وَطَيَرَانِ الْجِنِّ وَالشَّيَاطِيْنِ مِنْ يَّوْمِ
رحمتیں نازل فرما پرندوں کے پروں کو حرکت دینے' جنوں اور شیطانوں کے اڑنے کی تعداد میں' اس دن سے کہ

خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ۝ اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلٰى

تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک' ہر دن میں ہزار مرتبہ' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ كُلِّ بَهِيْمَةٍ خَلَقْتَهَا عَلٰى جَدِيْدِ اَرْضِكَ مِنْ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ

رحمتیں نازل فرما تمام ان چوپایوں کی تعداد میں جن کو تو نے روئے زمین پر پیدا کیا' چھوٹا یا بڑا'

فِىْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا مِنْ اِنْسِهَا وَجِنِّهَا وَمِمَّا لَا يَعْلَمُ عِلْمَهٗ اِلَّا

زمین کے مشرقی اور مغربی حصوں میں جتنے انسان اور جن اور وہ مخلوقات جن کو صرف تو ہی

اَنْتَ مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ۝ اَللّٰهُمَّ

جانتا ہے' اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک ہر دن میں ہزار مرتبہ' اے اللہ!

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ خُطَاهُمْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما روئے زمین پر ان مخلوقات کے قدموں کی تعداد میں' اس دن سے کہ

الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ۝ اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

تو نے دنیا کو پیدا کیا' قیامت کے دن تک' ہر دن میں ہزار مرتبہ' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ يُّصَلِّىْ عَلَيْهِ ۝ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ

رحمتیں نازل فرما ان لوگوں کی تعداد میں جو ان پر درود بھیجتے ہیں اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما

لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ ۝ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الْقَطْرِ وَالْمَطَرِ وَالنَّبَاتِ ۝

ان لوگوں کی تعداد میں جنہوں نے ان پر درود نہیں بھیجا اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما قطروں'

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ ۝ اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

بارشوں اور نباتات کی تعداد میں' اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما ہر شے کی تعداد میں' اے اللہ!

مُحَمَّدٍ فِى الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِى النَّهَارِ اِذَا

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما رات میں جب چھا جائے' اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

تَجَلّٰى ۝ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِى الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

رحمتیں نازل فرما دن میں جب روشن ہو' اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما دنیا و آخرت میں'

مُحَمَّدٍ شَابًّا زَكِيًّا ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَهْلًا مَّرْضِيًّا ○ وَصَلِّ عَلٰى

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما جو پاکیزہ جوان تھے اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مُّنْذُ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

رحمتیں نازل فرما جو پسندیدہ پختہ عمر تھے اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جب گہوارے میں بچے تھے اور

حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنَ الصَّلٰوةِ شَيْءٌ ○ اَللّٰهُمَّ وَاَعْطِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَ نِ الْمُقَامَ

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتنی رحمتیں نازل فرما کہ رحمت سے کوئی شے باقی نہ رہے' اے اللہ! ہمارے آقا

الْمَحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ الَّذِيْ اِذَا قَالَ صَدَقْتَهُ وَاِذَا سَاَلَ اَعْطَيْتَهُ ○

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا' وہ حبیب کہ جب انہوں نے کہا:

اَللّٰهُمَّ وَاَعْظِمْ بُرْهَانَهُ وَشَرِّفْ بُنْيَانَهُ وَاَبْلِجْ حُجَّتَهُ

تو نے ان کی تصدیق کی اور جب انہوں نے سوال کیا تو نے انہیں عطا کیا' اے اللہ! ان کی دلیل کو عظمت' ان کے دین کی

وَبَيِّنْ فَضِيْلَتَهُ ○ اَللّٰهُمَّ وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ فِيْ اُمَّتِهِ ○

عمارت کو بلندی' ان کی حجت کو روشنی عطا فرما اور ان کی فضیلت ظاہر فرما' اے اللہ! امت کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرما'

وَاسْتَعْمِلْنَا بِسُنَّتِهِ وَتَوَفَّنَا عَلٰى مِلَّتِهِ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهِ

ہمیں ان کی سنت پر عمل پیرا بنا' ہمیں ان کے دین پر موت عطا فرما' ہمیں ان کے گروہ میں اور ان کے جھنڈے کے

وَتَحْتَ لِوَائِهِ وَاجْعَلْنَا مِنْ رُّفَقَائِهِ وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهُ وَاسْقِنَا بِكَاْسِهِ وَ

نیچے اٹھا اور ہمیں ان کے دوستوں میں بنا' ہمیں ان کے حوض پر پہنچا' ہمیں ان کے پیالے سے پلا اور ہمیں ان کی

انْفَعْنَا بِمَحَبَّتِهِ ○ اَللّٰهُمَّ اٰمِيْنَ ○ وَاَسْئَلُكَ بِاَسْمَآئِكَ الَّتِيْ دَعَوْتُكَ بِهَا

محبت سے نفع عطا فرما' اے اللہ! ایسا ہی ہو' اس میں تجھ سے تیرے ان ناموں کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جن کے

اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا وَصَفْتُ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُ عِلْمَهُ اِلَّا اَنْتَ

ساتھ میں نے تجھے پکارا کہ تو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرمائے ان چیزوں کی تعداد میں جو میں نے بیان

کیں اور ان چیزوں کی تعداد میں جنہیں صرف تو جانتا ہے

وَاَنْ تَرْحَمَنِيْ وَتَتُوْبَ عَلَيَّ وَتُعَافِيَنِيْ مِنْ جَمِيْعِ الْبَلَاءِ

بیان کیں اور ان چیزوں کی تعداد میں جنہیں صرف تو جانتا ہے اور یہ کہ تو مجھ پر رحم فرما' میری توبہ قبول فرما'

وَالْبَلْوَاءِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَتَرْحَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ

مجھے تمام مصیبتوں اور تکلیفوں سے عافیت عطا فرما اور تو مجھے اور میرے والدین کو بخش دے

وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ

اور رحم فرما تمام ایماندار مردوں' عورتوں اور تمام مسلمان مردوں' عورتوں پر' خواہ وہ زندہ ہیں

وَالْاَمْوَاتِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِعَبْدِكَ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ ۂ الْمُذْنِبِ الْخَاطِئِ الضَّعِيْفِ

یا فوت ہو چکے ہیں اور یہ کہ تو بخش دے اپنے بندے فلاں ابن فلاں (اپنا اور والد کا نام لے) گنہگار' خطاکار اور کمزور کو

وَاَنْ تَتُوْبَ عَلَيْهِ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَللّٰهُمَّ اٰمِيْنَ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور اسے توبہ کی توفیق عطا فرما' بے شک تو بہت بخشنے والا مہربان ہے' اے اللہ! ایسے ہی ہو' اے تمام جہانوں کے پالنے والے'

اہل مدینہ اور شام کی سمت قبلہ

۱ (اَللّٰهُمَّ صَلِّ) بعض نسخوں میں ہے وَصَلِّ واؤ کے ساتھ (عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ عَدَدَ نَبَاتِ الْاَرْضِ) اے اللہ! حضرت محمد مصطفیٰ نبی اکرم ﷺ پر رحمتیں نازل فرما زمین کی نباتات کی تعداد میں' جتنی ان کی جنسیں' نوعیں' صنفیں اور اشخاص ہیں (من) بیانیہ ہے' یہ زمین کا بیان ہے' یا فِیْ کے معنی میں ہے' عنقریب آخری ربع کے درود شریف میں آئے گا (قِبْلَتِهَا) زمین کا وہ حصہ جو مکہ معظمہ کی جانب ہے' خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں' جنوب میں ہو یا شمال میں' یا چاروں طرف سے متصل ہو' حدیث شریف میں ہے کہ پیشاب یا قضاء حاجت کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ رخ کرو اور نہ پشت' بلکہ مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف' اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ قبلہ مشرق اور مغرب کے علاوہ کے ساتھ خاص ہے' کیونکہ یہ حکم مدینہ منورہ اور شام کا ہے' ورنہ مکہ مکرمہ بعض شہروں سے مشرق میں ہے اور بعض سے مغرب کی جانب ہے' جیسے ہم نے بیان کیا اور نماز صرف مکہ مکرمہ میں واقع کعبہ شریف کی طرف پڑھی جاتی ہے (وَاَشْجَارِهَا) یہ اور اس کا مابعد نَبَاتِ الْاَرْضِ پر معطوف ہے' یہ خاص کا عام پر عطف ہے۔

(وَثِمَارِهَا وَاَوْرَاقِهَا وَزُرُوْعِهَا) معتمد نسخوں میں اس طرح ہے' ایک نسخے میں زُرُوْعِهَا کی جگہ عُرُوْقِهَا ہے' دونوں جمع کے صیغہ کے ساتھ ہیں (وَجَمِيْعِ مَا يَخْرُجُ) اس میں احتمال ہے (۱) یاء پر زبر' راء پر پیش (۲) تاء پر پیش' راء کے نیچے زیر' پہلی صورت میں ضمیر مَا کی طرف اور دوسری صورت میں زمین کی طرف راجع ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی طرف (صیغہ خطاب کے ساتھ) (من) بیانیہ ہے (نَبَاتِهَا وَبَرَكَاتِهَا) زمین کی برکات اس میں اگنے والی چیزیں' پھول' پانی' کانیں' ان میں پائے جانے والے جواہر اور زمین کے تمام منافع ہیں' یہ عام کا خاص پر عطف ہے۔

جن ہوائی مخلوق ہیں

ے (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ) اس کے بعد ضمیر محذوف ہے' بعض نسخوں میں مذکور ہے (مِنْ) بیانیہ (اَلْجِنِّ) امام حجة الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف معیار الامام میں ہے کہ حکماء کے نزدیک جن شفاف جسم والا ہوائی حیوان ناطق ہے' اس کی شان یہ ہے کہ مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے' ابن بریزہ شرح الارشاد میں فرماتے ہیں کہ جن اور شیاطین آگ کے اجسام لطیفہ ہیں اور انسان کے ادراک سے غائب ہیں۔ انہوں نے بعض تابعین سے نقل کیا کہ جنات کی دو قسمیں ہیں (۱) روحانی جو کھاتے اور پیتے نہیں ہیں (۲) وہ ہیں جو کھاتے پیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کیفیت کو بہتر جانتا ہے (انتھی) برزلی نے اسے اپنی کتاب نوازل میں نقل کیا ہے۔

جنات کی تین قسمیں

حافظ ابو نعیم حلیة الاولیاء میں حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن تین قسم ہیں (۱) کے پر ہیں جن کے ساتھ وہ ہوا میں اڑتے ہیں (۲) سانپ اور کتے کی شکل میں ہوتے ہیں (۳) قیام کرتے ہیں اور کوچ کرتے ہیں' حافظ سیوطی لقط المرجان میں فرماتے ہیں کہ متکلمین اور عربی زبان کے ماہرین کے نزدیک جنات کی کئی قسمیں ہیں' جب خالص جن کا ذکر کرتے ہیں تو اسے جِنِّیْ کہتے ہیں' اگر یہ مراد ہو کہ وہ انسانوں کے ساتھ رہتے ہیں تو انہیں عامِرْ کہتے ہیں' اگر وہ بچوں کے در پے ہوتا ہو تو انہیں ارواح کہتے ہیں' وہ اگر خبیث اور سرکش ہوں تو انہیں شیطان کہتے ہیں' اگر اس سے بھی زیادہ ہو اور اس کا معاملہ سخت ہو تو اسے عفریت کہتے ہیں (انتھی)

ہر سرکش و نافرمان شیطان ہے

(وَالْاِنْسِ وَالشَّيَاطِيْنِ) جمع ہے شیطان کی' شیطان کافر جن کو کہتے ہیں' ہر سرکش اور نافرمان کو شیطان کہتے ہیں' خواہ وہ انسان ہو' جن ہو یا چارپایہ' عالم جن اور عالم شیاطین انسانوں کے عالم سے بہت وسیع ہے' ایک روایت ہے کہ انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں۔

ے (اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ كُلِّ شَعْرَةٍ فِيْ اَبْدَانِهِمْ) یعنی انسانوں کے بدنوں کے تمام بالوں کی مقدار (اس سے پہلے' انسانوں' جنات اور شیاطین کا ذکر ہے' لیکن اَبْدَانِهِمْ کی ضمیر صرف انسانوں کی طرف راجع ہے) یہ عبارت میں مجاز ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے "يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ" اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے؟ حالانکہ رسول صرف انسانوں میں سے ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (۲۲/۵۵) ان دو سمندروں سے موتی اور مرجان نکلتا ہے اور یہ بھی فرمان باری تعالیٰ ہے: وَمِنْ كُلِّ

تَاْكُلُوْنَ طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا(۱۴/۳۵) اور تم ہر ایک سمندر سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو۔ حالانکہ لولو اور مرجان اور دوسری آیت کے مطابق یہی زیور ہیں ایک پانی یعنی کھاری سے نکلتے ہیں۔

(عَدَدَ خَفَقَانِ الطَّيْرِ) نقطے والی خاء اور فاء پر زبر' اس کا معنی ہے اڑنا یا اڑنے کے لئے پروں کا پھڑ پھڑانا (وَطَيَرَانِ الْجِنِّ وَالشَّيَاطِيْنِ) طاء اور یاء پر زبر' جنوں اور شیطانوں کا اڑنا اور ہوا میں بلند ہونا۔

(عَدَدَ كُلِّ بَهِيْمَةٍ) ہر چار ٹانگوں والا جانور اگرچہ پانی میں ہو' یا ہر تمیز نہ رکھنے والا جانور' اس جگہ اس کا اطلاق چارپائے پر کیا ہے اور اس کے بدلے میں لائے ہیں 'دَابَّةٌ زمین پر چلنے والے ہر جانور کو کہتے ہیں۔ (مِنْ) بَهِيْمَةٍ کا بیان ہے (صَغِيْرٍ) دیکھنے میں چھوٹے جسم والا یا معنوی طور پر اس کا مرتبہ کم ہو (اَوْكَبِيْرٍ) حسی اور معنوی اعتبار سے صغیر کے برعکس ہو (جسامت میں یا مرتبے میں بڑا) (اِنْسِهَا وَجِنِّهَا) یہ ضمیر زمین کی طرف راجع ہے یا مَشَارِقِهَا وَمَغَارِبِهَا کی طرف--- اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات زمین پر رہتے ہیں' احادیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض زمین پر' پہاڑوں' وادیوں' زمین کے اطراف' جنگلات' حماموں اور نجاست کی جگہوں میں رہتے ہیں' اور بعض زمین کے نیچے رہتے ہیں' اس جگہ احادیث نقل کی جائیں تو کلام طویل ہو جائے گا۔

(وَ) اور لفظ بہیمہ کے تحت داخل جن اشیاء کا میں نے ذکر نہیں کیا (مِنْ مَا) ما موصولہ ہے (لَا يَعْلَمُ عِلْمَهٗ) جن کا علم مجا (اِلَّا اَنْتَ) تیرے سوا کسی کو نہیں۔

ے (عَدَدَ خُطَاهُمْ) خطوۃ کی جمع ہے خطوۃ کی خاء پر پیش ہے' بعض اوقات زبر بھی پڑھی جاتی ہے' چلتے وقت دو قدموں کا درمیانی فاصلہ (عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ) زمین کی پشت پر..... (عَدَدَ الْقَطْرِ وَالْمَطَرِ) قطروں اور بارشوں کی تعداد میں (وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ) شے سے موجود ممکن مراد ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کمالات کی کوئی انتہا نہیں ہے' لہٰذا انہیں کوئی عدد بھی لاحق نہیں ہو سکتا۔

ھ (فِى اللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى) جب رات ڈھانپ لے اور چھپا دے' مفعول محذوف ہے یعنی دن کو یا سورج کو یا زمین کو یا زمین کی تمام چیزوں کو یا ہر اس چیز کو جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے (فِى النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى)

دن میں جب دنیا کے تمام اطراف ظاہر اور واضح ہو جائیں (وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِى الدَّارِ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى) دار آخرت میں اور دار دنیا میں (وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ شَابًّا) اور اپنے حبیب پر رحمتیں نازل فرما جب آپ تیس سال کے جوان تھے' مطرزی نے کہا: تیس اور چالیس سال کی درمیانی عمر والے کو شابّ کہتے ہیں۔ شابًّا مجرور (مُحَمَّدٍ) سے حال ہے' اور اس میں اشکال نہیں ہے' کیونکہ مطلب یہ ہے کہ اس وقت آپ پر رحمتیں نازل فرما جو آپ کی جوانی کے زمانے کے مطابق ہوں' یا اس وقت آپ پر رحمتیں نازل فرما جو آپ کے زمانۂ شباب کے مناسب اور لائق ہوں۔ مبالغہ اور کثرت کا مطالبہ ہے اور دعا ہے کہ ایسی رحمت نازل فرما جو نبی اکرم ﷺ کا مکمل طور پر احاطہ کر لے' اس مقصد پر دلالت کرنے والے الفاظ کا اعتبار نہیں کیا گیا' اور اگر صلوٰۃ کا معنی تعریف و ثنا ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے' کیونکہ کسی انسان کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے باوجود اس کی جوانی کی

تعریف کی جاتی ہے۔ (اَزْكِيَا) اس حال میں کہ آپ بہت زیادہ بھلائی اور فضیلت والے جوان تھے۔

(وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَهْلًا) تیس سال سے زیادہ عمر والے کو کَھْلٌ کہا جاتا ہے' بعض نے کہا: چالیس سے پچاس اور ساٹھ سال تک عمر والے کو کَھْلٌ کہتے ہیں' بعض علماء نے کہا: کہ ۳۳ اور بعض نے کہا: ۳۴ سال سے اکاون سال کی عمر والے کو کَھْلٌ کہتے ہیں (وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مُنْذُ) نون کے ساتھ اور اس کے بغیر (مُذْ) (وَكَانَ فِي الْمَهْدِ) وہ بستر جو بچے کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اس کے سونے کے لئے بچھایا جاتا ہے (صَبِيًّا) جوہری نے اس کا معنی لڑکا بیان کیا' بعض دوسرے علماء نے اس کا معنی شیر خوار بتایا ہے۔

۵ (وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنَ الصَّلٰوةِ شَيْءٌ) ظاہر عبارت سے جو وہم ہوتا ہے اس کا جواب رصاع وغیرہ کے حوالے سے اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے' جس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے' اس فصل کی ابتداء میں دیکھئے۔

اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ يُّصَلِّي عَلَيْهِ سے لے کر اس جگہ تک نسخہ سلیمہ اور اکثر نسخوں کے مطابق ہے۔ ایک معتمد نسخہ میں کچھ تقدیم و تاخیر بھی ہے اور اضافہ بھی ہے' اس میں اَلْفَ مَرَّةٍ کے بعد اس طرح عبارت ہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنَ الصَّلٰوةِ شَيْءٌ اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِي اللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِي النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ يُّصَلِّي عَلَيْهِ

۶ (وَشَرِّفْ بُنْيَانَهٗ) یعنی اپنی بارگاہ میں آپ کے مقام و مرتبہ میں رفعت اور شرافت کے اعتبار سے اضافہ فرما' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بنیان سے مراد آپ کی شریعت اور ملت ہو' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری دعا ہے کہ آپ کی شریعت اور ملت کو شرافت وجلالت اور ظہور کے اعتبار سے مزید ترقی عطا فرمائے۔ (وَبَيِّنْ فَضِيْلَتَهٗ) اور آپ کی عظمت' فضائل اور مفاخر کو واضح فرما (وَاسْقِنَا بِكَاْسِهٖ) لغت میں کَاْسٌ اس برتن کو کہتے ہیں جس میں مشروب ہو' کبھی صرف برتن اور صرف مشروب کو بھی کاس کہہ دیتے ہیں' چنانچہ کہا جاتا ہے کَاْسٌ خَالِيَةٌ خالی پیالہ اور شَرِبْتُ كَاْسًا میں نے ایک پیالہ پیا' بعض علماء نے کہا: کہ جب پیالہ خالی ہو تو اسے کاس نہیں بلکہ قَدَحٌ کہتے ہیں۔

محبت رسول کی دعا

(وَاَنْفَعْنَا بِمَحَبَّتِهٖ) اور ہمیں آپ کی محبت پر موت عطا فرما اور اس محبت کو قبول فرما' ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اے اللہ! ہمیں آپ کی محبت عطا فرما' کیونکہ آپ کی محبت خود نفع ہے' یا یہ مطلب ہے کہ ہمیں دنیا اور آخرت میں آپ کی محبت کے نتائج یعنی آپ کی ذات اقدس سے اتصال' آپ کے قرب کی راحت اور آپ کی زیارت وغیرہ عطا فرما' واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵ (وَاَسْاَلُكَ بِاَسْمَائِكَ) اسی طرح نسخہ سلیمہ میں ہے' ایک معتمد نسخہ میں ہے بِالْاَسْمَاءِ الَّتِيْ دَعَوْتُكَ بِهَا میں تجھ سے

ان اسماء مبارکہ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جن کے وسیلے سے اس درود شریف کی ابتداء میں تجھ سے دعا کی ہے۔ (علمته) ما موصول ہے (وصفت) ان اشیاء کی تعداد میں جن کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے

(ومَا لَا یَعْلَمُ عِلْمَهٗ اِلَّا اَنْتَ) اور ان اشیاء کی تعداد میں جن کا میں نے ذکر نہیں کیا اور جنہیں تو ہی جانتا ہے۔ دوسرے نسخوں میں ہے وَمَالَا یَعْلَمُ حرف جر کے بغیر اور یہ زیادہ واضح ہے' یہ مَا پہلے مَا پر معطوف ہے۔

(وَاَنْ تَرْحَمَنِیْ) اس کا عطف ہے اَنْ تُصَلِّیَ پر' نسخہ سہلیہ وغیرہ میں اَنْ تَرْحَمَنِیْ ہے' بغیر حرف عطف کے' اس صورت میں یہ اَسْاَلُكَ کا مفعول ثانی ہے' اور اَنْ تُصَلِّیَ سے پہلے حرف جر فی محذوف ہے اور اس کا تعلق دَعَوْتُكَ سے ہے' یعنی میں نے تیری طرف اس امر میں رغبت کی کہ تو اپنے حبیب ﷺ پر رحمتیں نازل فرمائے (وَتُعَافِیَنِیْ مِنْ جَمِیْعِ الْبَلَاءِ) اس کے دو معنی ہیں (۱) عذاب (۲) امتحان (وَالْبَلْوَاءِ) نسخہ سہلیہ اور اکثر نسخوں میں الف ممدودہ کے ساتھ ہے' البتہ! مشہور الف مقصورہ ہے' جیسے کہ بعض نسخوں میں ہے' اس میں وہی معنی ہے جو اس سے پہلے لفظ کا ہے (وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ) بعض نسخوں میں اس کے بعد ہے وَلِوَالِدَیَّ جب کہ بہت سے نسخوں میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ (اَلْاَحْیَاءَ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتَ) یہ دونوں منصوب ہیں اور ان کا عامل تَرْحَمَ ہے' اگرچہ متعدد نسخوں میں ان کے نیچے زیر ہے' لیکن یہ سہو ہے یا قواعد نحو سے بے خبری ہے' اس کتاب کے اکثر کاتب وہ ہیں جنہیں قواعد عربیت کا علم نہیں ہے۔

(وَاَنْ تَغْفِرَ لِعَبْدِكَ) تیری بارگاہ میں یہ دعا بھی ہے کہ تو اپنے مملوک بندے کو بخش دے جو تیری طرف محتاج ہے (فُلَانٍ) اس سے مراد پڑھنے والا ہے (ابْنِ فُلَانٍ) پڑھنے والے کے والد کے نام سے کنایہ ہے (مثلاً محمد عبد الحکیم شرف قادری ابن مولوی اللہ دتہ کی مغفرت فرما ۱۲ قادری) والد کے نام کی طرف اشارہ اس لئے کیا گیا ہے۔ تاکہ پڑھنے والے کی پوری طرح تعیین ہو جائے' اور اگر وہ لقب وغیرہ کے ذریعے سے مشہور و معروف ہو تو اس کا ذکر کر دینا کافی ہے۔۔۔ یہ گفتگو اس لئے ہے تاکہ ظاہر الفاظ کا حق ادا کر دیا جائے' ورنہ اگر انسان اپنا نام ذکر کر دے اور اپنی ذات مراد لے تو وہی کافی ہے' اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے' ہر پڑھنے والا اس جگہ اپنا نام ذکر کر دے' اسی لئے حضرت مصنف نے لفظ کنایہ (فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ) کہا ہے' تاکہ ہر پڑھنے والے مرد اور عورت کے لئے کار آمد ہو۔۔۔ بعض علماء سے میں نے سنا کہ اس جگہ حضرت مصنف کا نام لے' کسی دوسرے کا نام نہ لے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ اگر حضرت مصنف کا مقصد یہ ہوتا تو اپنا نام اس جگہ لکھ دیتے' بطور کنایہ ذکر نہ کرتے جس میں ہر شخص کے مراد لینے کی گنجائش ہے' دوسری بات یہ ہے کہ یہ درود شریف حضرت مصنف کا اپنا لکھا ہوا نہیں ہے' بلکہ انہوں نے حدیث شریف سے نقل کیا ہے' جیسے کہ ہم عنقریب اس کی طرف اشارہ کریں گے' یہ تو نبی اکرم ﷺ نے ہر مومن کو سکھایا ہے۔

(اَلْمُذْنِبِ) جرم کے مرتکب (اَلْخَاطِیْ) خَطِئَ سے ہے طاء کے نیچے زیر' قصداً غلطی کرنے والے (اَلضَّعِیْفِ) یہ ضعف سے مشتق ہے جس کا معنی ہے جسمانی طور پر کمزور ہونا' عقل اور رائے کا کمزور ہونا' خواہش کی پیروی کرنا اور شہوت کے وقت اپنے آپ پر کنٹرول نہ کرنا' اس جگہ یہی آخری معنی مراد ہے' یہ عذر کی طرف اشارہ ہے' اور اس امر کا اظہار ہے کہ میری خطا

اس لئے ہے کہ میں قضاء و قدر کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہوں اور شہوت کے ہیجان کے وقت اپنے آپ پر قابو نہیں رکھتا اور خواہش اور شہوت کے پھندے سے نکل نہیں سکتا' اللہ تعالیٰ غنی اور کریم ہے اور اس امر کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ عذر پیش کرنے والے کا عذر قبول فرمائے اور اپنے گناہ کا اعتراف اور اقرار کرنے والے کو معاف فرما دے

(وَاَنْ تَتُوْبَ عَلَيْهِ اِنَّكَ غَفُوْرٌ) بے شک تیری مغفرت مکمل ہے اور مغفرت کے آخری درجات کو پہنچی ہوئی ہے۔ (رَحِيْمٌ) تیری رحمت کامل ترین ہے' تیرے ان دونوں ناموں کا تقاضا ہے کہ تو اپنے فضل سے مجھے میرا مقصد عطا فرما دے' میری لغزش معاف فرما دے' میرے لئے توبہ آسان فرما دے' یہ جملہ ما قبل کی علت اور مقام کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کی مہربانی اور رحمت حاصل کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ (اَللّٰهُمَّ آمِيْنَ) یہ اس لئے ہے کہ دعا کے آخر میں آمین کہنے پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور دعا کی قبولیت کے وعدہ کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔

(يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ) اے وہ ذات جس کے بغیر تمام جہانوں کے لئے کوئی مالک' کوئی سردار اور کوئی ان کے معاملات کو درست کرنے والا نہیں ہے۔ ایک نسخہ میں اس دعا کی جگہ اَلْاَحْيَاءَ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتَ کے بعد ہے وَتَغْفِرَ وَ تَرْحَمَ وَتَتَجَاوَزَ عَمَّا تَعْلَمُ لِعَبْدِكَ الْمُذْنِبِ الْخَاطِى فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ وَاَنْ تَتُوْبَ عَلَيْهِ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ تیری بارگاہ میں دعا ہے کہ تو بخش دے' رحم فرما اور اپنے گناہگار' خطاکار بندے فلاں ابن فلاں کے بارے میں جو کچھ جانتا ہے اس سے درگزر فرما' اور اسے توبہ کی توفیق عطا فرما۔ اے رب العالمین! بے شک تو بہت ہی بخشنے والا' نہایت مہربانی والا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَءَ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ مَرَّةً وَّاحِدَةً كَتَبَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہ درود شریف ایک مرتبہ پڑھا' اللہ تعالیٰ اس کے لئے

اللّٰهُ لَهٗ ثَوَابَ حَجَّةٍ مَّقْبُوْلَةٍ وَّثَوَابَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مِّنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِيْلَ

ایک مقبول حج کا ثواب اور اس شخص کا ثواب لکھ دے گا جس نے ایک غلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے

عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا مَلٰئِكَتِىْ هٰذَا عَبْدٌ مِّنْ عِبَادِىْ

آزاد کیا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اے میرے فرشتو! میرے اس بندے نے

اَكْثَرَ الصَّلٰوةِ عَلٰى حَبِيْبِىْ مُحَمَّدٍ فَوَعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ وَجُوْدِىْ وَمَجْدِىْ

میرے محبوب محمد مصطفیٰ پر کثرت سے درود بھیجا ہے' مجھے اپنی عزت و جلال' اپنی بخشش' بزرگی اور بلندی کی قسم! میں

وَارْتِفَاعِىْ لَاُعْطِيَنَّهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ صَلّٰى بِهٖ قَصْرًا فِى الْجَنَّةِ وَلَيَاْتِيَنِّىْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اسے ہر حرف کے بدلے جس کے ساتھ اس نے درود بھیجا ہے' جنت میں ایک محل دوں گا اور وہ قیامت کے دن میرے پاس

تَحْتَ لِوَاۤءِ الْحَمْدِ نُوْرُ وَجْهِهٖ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَكَفُّهٗ

لواء الحمد کے نیچے اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے کی روشنی چودھویں کے چاند کی طرح

فِیْ کَفِّ حَبِیْبِیْ مُحَمَّدٍ ○ ھٰذَا لِمَنْ قَالَھَا فِیْ کُلِّ

اور اس کا ہاتھ میرے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ میں ہو گا یہ اس شخص کے لئے ہے

یَوْمِ الْجُمُعَةِ لَهٗ ھٰذَا الْفَضْلُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ○

جس نے یہ درود شریف ہر جمعہ کے دن پڑھا' اس کے لئے یہ فضیلت ہے' اللہ تعالیٰ بہت بڑی بزرگی والا ہے'

وَفِیْ رِوَایَةٍ[۲] ○ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مَاحَمَلَ كُرْسِیُّكَ مِنْ عَظْمَتِكَ

ایک روایت میں ہے' اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری اس عظمت' قدرت' جلال' نور اور سلطنت کے

وَقُدْرَتِكَ وَجَلَالِكَ وَبِھَآئِكَ وَسُلْطَانِكَ وَبِحَقِّ اِسْمِكَ الْمَخْزُوْنِ

طفیل جس کی مظہر تیری کرسی ہے اور تیرے اس نام پاک کے طفیل جو پوشیدہ

الْمَكْنُوْنِ الَّذِیْ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ وَاَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ وَاسْتَاْثَرْتَ بِهٖ

اور مخفی ہے اور جو تو نے اپنی ذات کے لئے مقرر فرمایا اور اسے تو نے اپنی کتاب میں نازل کیا اور اسے اپنے پاس

فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَ

علم غیب میں اختیار کیا کہ تو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے عبد خاص اور رسول مکرم پر رحمت نازل فرما'

اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْٓ اِذَا دُعِیْتَ بِهٖ اَجَبْتَ

اور میں تجھ سے تیرے اس نام پاک کے طفیل سوال کرتا ہوں کہ جب تجھے اس کے ساتھ پکارا جائے تو تو قبول فرماتا ہے

وَاِذَا سُئِلْتَ بِهٖ اَعْطَیْتَ ○ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ

اور جب اس کے ذریعے سوال کیا جائے تو تو عطا فرماتا ہے اور میں تجھ سے تیرے اس نام پاک کے طفیل

وَضَعْتَهٗ عَلَی الَّیْلِ فَاَظْلَمَ ○ وَعَلَی النَّھَارِ فَاسْتَنَارَ

سوال کرتا ہوں' جسے تو نے رات پر رکھا تو وہ تاریک ہو گئی' دن پر رکھا تو وہ روشن ہو گیا'

وَعَلَی السَّمٰوٰتِ فَاسْتَقَلَّتْ ○ وَعَلَی الْاَرْضِ فَاسْتَقَرَّتْ ○ وَعَلَی الْجِبَالِ

آسمانوں پر رکھا تو وہ قائم ہو گئے' زمین پر رکھا تو وہ ٹھہر گئی' اور پہاڑوں پر رکھا تو وہ

فَرَسَتْ[۳] ○ وَعَلَی الصَّعْبَةِ فَذَلَّتْ ○ وَعَلٰی مَآءِ السَّمَآءِ فَسَكَبَتْ ○ وَعَلٰی

مستحکم ہو گئے' اور سخت چیزوں پر رکھا تو وہ نرم ہو گئیں' آسمانوں کے پانی پر رکھا' تو وہ بہہ پڑا اور بادل پر رکھا تو وہ

Scanned by CamScanner

السَّحَابِ فَاَمْطَرَتْ ○ وَاَسْئَلُكَ بِمَاسَاَلَكَ بِهٖ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ نَّبِيُّكَ ○

برس پڑا اور میں تجھ سے اس نام پاک کے طفیل سوال کرتا ہوں جس کے طفیل تیرے نبی سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے

وَاَسْئَلُكَ بِمَاسَاَلَكَ بِهٖ اَنْبِيَآؤُكَ وَرُسُلُكَ

تجھ سے سوال کیا اور میں تجھ سے ان ناموں کے طفیل سوال کرتا ہوں جن کے طفیل تجھ سے تیرے نبیوں،

وَمَلٰئِكَتُكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ ○ وَاَسْئَلُكَ

رسولوں اور مقرب فرشتوں نے سوال کیا اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رحمت ہو اور میں تجھ سے ان ناموں کے ذریعے سوال کرتا

بِمَاسَاَلَكَ بِهٖ اَهْلُ طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ ○ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ

ہوں جن کے ذریعے تجھ سے تیرے تمام فرمانبرداروں نے سوال کیا، کہ تو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَكُوْنَ السَّمَآءُ مَبْنِيَّةً وَّالْاَرْضُ

آل پر رحمتیں نازل فرما اس مخلوق کی تعداد میں جو تو نے پیدا فرمائی، پہلے اس کے کہ آسمان بنایا گیا،

مَطْحِيَّةً وَّالْجِبَالُ مُرْسِيَةً وَّالْعُيُوْنُ مُنْفَجِرَةً وَّالْاَنْهَارُ مُنْهَمِرَةً وَّالشَّمْسُ

زمین بچھائی گئی، پہاڑ مستحکم کیے گئے، چشمے جاری ہوئے، نہریں رواں ہوئیں، سورج

مُضْحِيَّةً وَّالْقَمَرُ مُضِيْئًا وَّالْكَوَاكِبُ مُنِيْرَةً ○

ضیاء بار ہوا، چاند روشن ہوا اور ستارے منور ہوئے،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور

اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ عِلْمِكَ ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا

ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما اپنے معلومات کی تعداد میں اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں

مُحَمَّدٍ عَدَدَ حِلْمِكَ ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

نازل فرما اپنے حلم کی تعداد میں اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما اپنے ان

عَدَدَ مَا اَحْصَاهُ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ مِنْ عِلْمِكَ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

معلومات کی تعداد میں جنہیں لوح محفوظ احاطہ کیے ہوئے ہے، اے اللہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا جَرٰى بِهِ الْقَلَمُ فِىْ اُمِّ الْكِتٰبِ عِنْدَكَ ۝

آل پر رحمتیں نازل فرما اس تعداد میں کہ تیری بارگاہ میں قلم لوح محفوظ میں جاری ہوا اور

وَ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّلْاَ سَمٰوٰتِكَ ۝ وَ صَلِّ عَلٰى

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما اپنے آسمانوں کی پُری کے برابر اور ہمارے آقا حضرت

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِلْاَ اَرْضِكَ ۝ وَ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما اپنی زمین کی پری کے برابر اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِلْاَ مَا اَنْتَ خَالِقُهٗ مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى

اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما ان چیزوں کی پری کے برابر جن کا تو خالق ہے' اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا'

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ

قیامت کے دن تک' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر اتنی رحمتیں نازل فرما جتنی فرشتوں کی

صُفُوْفِ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ تَسْبِيْحِهِمْ وَ تَقْدِيْسِهِمْ وَ تَحْمِيْدِهِمْ وَ تَمْجِيْدِهِمْ وَ

صفیں ہیں اور جتنی تعداد ان کی تسبیح' تقدیس' تحمید' تمجید'

تَكْبِيْرِهِمْ وَ تَهْلِيْلِهِمْ مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝

تکبیر اور تہلیل کی ہے اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک'

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ السَّحَابِ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما حرکت کرنے والے بادلوں

الْجَارِيَةِ وَ الرِّيَاحِ الذَّارِيَةِ مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝

اور چلنے والی ہواؤں کی تعداد میں اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک'

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ كُلِّ قَطْرَةٍ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما ان تمام قطروں کی تعداد میں

تَقْطُرُ مِنْ سَمٰوٰتِكَ اِلٰى اَرْضِكَ وَ مَا تَقْطُرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝

جو تیرے آسمانوں سے زمین پر گر رہے ہیں اور جو قیامت تک گریں گے'

حدیث ضعیف کا حکم

لے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ) یہ حدیث حضرت مصنف نے اس کتاب میں پائی ہے جہاں سے انہوں نے نقل کی ہے (شارح رحمہ اللہ تعالیٰ کو اسکا حوالہ نہیں مل سکا' ۱۲ قادری) اس کی ذمہ داری حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہے' علماء امت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ حدیث اگرچہ ضعیف ہی ہو اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی جاسکتی ہے' بشرطیکہ موضوع نہ ہو اور اس کے ذکر کرنے یا نقل کرنے والے کا علم ہو' پھر یہ حدیث عقائد اور احکام سے متعلق بھی نہیں ہے۔

درود شریف پڑھنے کے لئے حج مقبول کا ثواب

(مَنْ قَرَءَ ھٰذِہِ الصَّلَاۃَ) جس شخص نے یہ درود شریف پڑھا جس کی شرح اس سے پہلے کی جاچکی ہے اور جس کی ابتدا ان کلمات سے ہوئی ہے۔ (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِحَقِّکَ الْعَظِیْمِ' اس طرف پہلے بھی اشارہ کیا جاچکا ہے۔ (مَرَّۃً وَّاحِدَۃً) زندگی میں ایک مرتبہ (کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ) اللہ تعالیٰ اس کے لئے فیصلہ فرمادیتا ہے' یا واجب کر دیتا ہے یا ثابت کر دیتا ہے' یا اس کے نامہ اعمال میں اس درود شریف کے عوض لکھ دیتا ہے' (ثَوَابَ حَجَّۃٍ مَقْبُوْلَۃٍ) پسندیدہ حج کا ثواب' وہ حج جس پر اجر دیا جاتا ہے' حج کا ثواب احادیث مبارکہ میں مشہور و معروف ہے (وَ ثَوَابَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَۃً) اور اس شخص کا ثواب جو ایک انسان کو آزاد کرے (مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ) حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ------------- حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کی خصوصیت' شرافت اور منتخب ہونے کی بنا پر ان میں سے کسی کو آزاد کرنا دوسرں کو آزاد کرنے کی نسبت افضل ہے۔ فضائل میں حضرت ابن ابی عاصم کی روایت گزر چکی ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں کوئی سا درود شریف پیش کرے' اس کے لئے دس گردنوں کے برابر ثواب ہے' اس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کی قید نہیں ہے۔

(فَیَقُوْلُ) ابتدا میں فاء کے ساتھ' جب کہ بعض نسخوں میں نہیں ہے۔ (اَللّٰہُ تَبَارَکَ) بعض نسخوں میں لفظ تبارک ہے' بعض میں نہیں ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عظیم اور بلند ہے' اس کی برکات بے شمار ہیں' یہ کلمہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے بولا جاتا ہے' لفظ تبارک کی گردان نہیں آتی' ماہرین زبان عربی نے تصریح کی ہے کہ عرب اس کا مضارع استعمال نہیں کرتے' ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کے لئے نہیں بولا جاتا' اس لئے اس کے مضارع کی گنجائش ہی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ تو ازل سے بابرکت ہے۔

(وَتَعَالٰی) اور وہ بلند ہے' عظیم ہے اور منزہ ہے (یَامَلَائِکَتِیْ) تمام فرشتوں کو خطاب فرماتا ہے یا مخصوص فرشتوں کو (ھٰذَا) یہ شخص جس کے بارے میں تمہیں خبر دے رہا ہوں یا جس کے درود شریف کو تم نے سنا ہے یا جانا ہے (عَبْدٌ مِّنْ عِبَادِیْ) میرے مملوکوں میں سے ایک مملوک ہے)اَکْثَرَ الصَّلَاۃَ) اس نے بکثرت درود شریف بھیجا ہے' اس درود شریف کو کثرت سے اس لئے

موصوف کیا کہ اس میں بار بار صلوٰۃ کا ذکر ہے' یہ بھی دعا کی گئی ہے کہ فلاں فلاں اشیاء کثیرہ کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما' ان میں بھی اضافہ کی درخواست ہے کہ دنیا کے ہر دن میں ہزار مرتبہ رحمت نازل فرما۔ (عَلٰی حَبِیْبِیْ) اس میں اشارہ ہے کہ اس شخص کو اتنا عظیم ثواب کیوں دیا جا رہا ہے؟ یہ اس لئے ہے کہ جن کی بارگاہ ناز میں درود شریف پیش کیا جا رہا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور یہ شخص اس محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقرب حاصل کر رہا ہے۔ (مُحَمَّدٍ) یہ عطف بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ قسمیں یاد فرماتا ہے

(فَوَ عِزَّتِیْ) یہ فاء سببیہ ہے' یعنی مخلوق سے میری بے نیازی' کمال قدرت' میری الوہیت کی عظمت شان اور میری وحدانیت کی قسم! (وَجَلَالِیْ) میرے تمام صفات کمال سے موصوف ہونے' ہر نقص سے مقدس ہونے' میری مطلق بے نیازی اور میری دائمی اور محیط حکومت کی قسم! (وَوُجُوْدِیْ) اور میرے وجود کی قسم! جو میری ذات کا عین ہے ------ یہ نسخہ سہلیہ کے مطابق ہے' پہلی واؤ پر زبر' دوسری پر پیش' دوسرے نسخوں میں ہے وَجُوْدِیْ صرف واوِ عاطفہ کے ساتھ' یعنی اور میرے لطف و کرم کی قسم! (وَمَجْدِیْ) میرے ذاتی کرم اور عظیم انعام کی قسم! (وَارْتِفَاعِیْ) اور مخلوق پر میری برتری' صفات نقص سے میرے مقدس ہونے اور ہر اس کمال سے برتر ہونے کی قسم! جو کسی کے دل یا خیال میں آئے ---- ظاہر ہے کہ جس شے کی قسم یاد کی جائے اس کی تاکید مقصود ہوتی ہے' یہ تو مخلوق کے حق میں ہے' خالق کائنات کی قسم اور وہ بھی ایسی جسے بار بار دہرایا جائے' اس کا کیا حال ہو گا؟ لہٰذا اس تاکید سے زیادہ پختہ اور کوئی تاکید نہیں ہو سکتی۔

درود پاک پڑھنے والے کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہو گا

(لَاُعْطِیَنَّهٗ) میں اسے قیامت کے دن ضرور عطا کروں گا (بِکُلِّ حَرْفٍ) ہر حرف کے بدلے (صَلّٰی بِهٖ) جس کے ساتھ اس نے درود شریف پڑھا ---- بعض نسخوں میں لفظ بِهٖ موجود ہے' لیکن نسخہ سہلیہ میں نہیں ہے (قَصْرًا) وہ منزل (رہائش گاہ) ہے جس میں متعدد اور مضبوط عمارت والے گھر اور کمرے ہوں (اَلْجَنَّةِ وَلَیَاْتِیَنِّیْ) دوسری یاء پر زبر' نون مشدد کے نیچے زیر' آخر میں یاء ساکن۔ اور وہ ضرور میری بارگاہ میں حاضر ہو گا (یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَحْتَ لِوَاءِ الْحَمْدِ) قیامت کے دن لواء الحمد کے نیچے' لواء الحمد وہ جھنڈا ہے جو ہمارے۔ آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باندھا اور لہرایا جائے گا (وَنُوْرُ وَجْهِهٖ) اس حال میں کہ اس کے چہرے کا نور ----- یہ جملہ حالیہ ہے اور بعض نسخوں میں واؤ کے ساتھ ہے (یعنی بعض نسخوں میں واؤ نہیں ہے۔ ۱۲ قادری) کَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ چودھویں رات کے چاند کی طرح ----- یعنی اس رات کی طرح جس میں چاند بدر بن جاتا ہے' بدر وہ چاند ہے جو (روشنی سے) بھرا ہوا دکھائی دے' اسے بدر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بھرا ہوا اور مکمل ہوتا ہے' ہر وہ چیز جو مکمل ہو' اسے بدر کہا جاتا ہے' بعض علماء نے کہا: کہ اسے بدر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سورج سے پہلے طلوع ہوتا ہے (مُبَادَرَةٌ کا معنی جلدی کرنا ہے ۱۲ ق) (وَکَفُّهٗ فِیْ کَفِّ حَبِیْبِیْ مُحَمَّدٍ) اور اس کا ہاتھ میرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہو گا ----- یہ مکمل ترین قرب اور اتصال ہے'

نیز اس کے حق اور مرتبے کی تاکید ہے' ایک نسخے میں یہ اضافہ ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جمعہ کے درود پاک پڑھنے کا بے حد فائدہ

(ھٰذَا) یہ تمام اجر وثواب جو مذکور ہوا مختص اور اس شخص کی ملکیت میں ہے' (لِمَنْ قَالَھَا) جس نے یہ مذکور درود شریف پڑھا۔۔۔۔ یہ غالباً حدیث کے مکمل ہونے کے بعد حضرت مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے (کُلَّ یَوْمِ جُمُعَۃٍ) ہر جمعہ کے دن۔۔۔۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جس بزرگ کا یہ کلام ہے' انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان: (مَنْ قَرَأَ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً) سے یہ سمجھا ہے کہ جس نے ہر جمعہ کے دن ایک مرتبہ یہ درود شریف پڑھا' غالباً انہوں نے حدیث شریف کے الفاظ (اَکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلٰی حَبِیْبِیْ مُحَمَّدٍ) سے یہ مطلب سمجھا ہے (کہ ہر جمعہ کو پڑھے) لیکن جیسے بیان کیا گیا کہ ہر جمعہ کے دن پڑھنا متعین نہیں ہے' کیونکہ اس درود شریف میں تکرار ہے' اس لئے ایک دفعہ سے زیادہ پڑھنے پر مشتمل ہے (مطلب یہ ہے کہ یہ اجر وثواب ایک دفعہ اس درود شریف کے پڑھنے والے کے لئے ہے' ظاہر ہے کہ جو خوش قسمت ہر جمعہ کے دن پڑھے گا اس کے اجر وثواب کا کیا کہنا؟ ۱۲ قادری) (لَہٗ ھٰذَا الْفَضْلُ) اس کے لئے یہ فضیلت ہے' ایک نسخہ میں العظیم کا اضافہ ہے (وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ) اللہ تعالیٰ کا احسان کثیر اور وسیع ہے۔۔۔۔ ایک نسخہ میں یہ اضافہ ہے (ھٰذِہٖ رِوَایَۃٌ) یہ درود شریف جو مذکور ہوا حدیث شریف کی ایک روایت ہے۔

؎ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) اور ایک دوسری روایت میں ہے (اَللّٰھُمَّ) یہ حدیث بطور وظیفہ دلائل الخیرات کے ساتھ نہیں پڑھی جائے گی' بلکہ یہ کلمات "وَ اَنْ تَتُوْبَ عَلَیْہِ اِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" "اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ" پڑھنے کے بعد یہاں سے پڑھے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِحَقِّ مَا حَمَلَ کُرْسِیُّکَ مِنْ عَظَمَتِکَ" سے آخر تک۔ حدیث شریف اور حضرت مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) وہ شخص پڑھے گا جو اس حدیث کا مطلب جاننا چاہتا ہے' اسی طرح وظیفے میں یہ کلمات نہیں پڑھے جائیں گے جو حزب اول میں ہیں: ثُمَّ تَدْعُوْ بِھٰذَا الدُّعَاءِ فَاِنَّہٗ مَرْجُوُّ الْاِجَابَۃِ الخ' اسی طرح اس فصل کا عنوان: فَصْلٌ فِیْ کَیْفِیَّۃِ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نہیں پڑھا جائے گا (یعنی ان کا پڑھنا وظیفے میں ضروری نہیں ہے' اور اگر پڑھ لے تو حرج بھی نہیں ہے ۱۲ قادری) یہ تمام گفتگو ظاہر ہے' لیکن اس کتاب کو حاصل کرنے والے اکثر عوام الناس اس بارے میں پوچھتے ہیں اس لئے وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی' ۱۲ قادری)

(اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِحَقِّ مَا حَمَلَ) ایک نسخے میں بِمَا حَمَلَ ہے' اس میں لفظ حق نہیں ہے ا۔۔۔ وَبِحَقِّ اسْمِکَ الْمَخْزُوْنِ الْمَکْنُوْنِ) ہو سکتا ہے کہ اسم سے مراد جنس ہو' اس لحاظ سے یہ روایت سابقہ روایت کے موافق ہو گی' جس میں ہے: (وَبِحَقِّ اَسْمَائِکَ الْمَخْزُوْنَۃِ الْمَکْنُوْنَۃِ) لیکن اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: وَ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ وَاسْتَاْثَرْتَ بِہٖ' ان میں او نہیں' بلکہ واؤ ہے' اس لئے ظاہر یہ ہے کہ مخزون اور مکنون اسم سے مراد قرآن پاک میں نازل کئے گئے سو ناموں میں سے مخفی اسم ہے اور وہی اسم اعظم ہے۔ یہ اسم جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے معین فرمایا ہے' باوجودیکہ اسے قرآن پاک میں نازل کیا ہے' تاہم

اسے مخفی رکھا ہے' اور اپنی ذات تک رکھا ہے یعنی یہ تصریح نہیں فرمائی کہ فلاں اسم اعظم ہے اور نہ ہی اسے معین فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

اسم اعظم معین نہیں ہے

اسم اعظم میں اختلاف ہے کہ وہ کونسا اسم پاک ہے؟ بعض نے کہا: کہ وہ معین نہیں ہے' بلکہ جس اسم کے وسیلے سے تمام تر تعظیم اور توجہ قلبی سے دعا مانگی جائے وہ قبول کی جائے گی' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ظاہر ہے: اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (۲۷/۶۲) یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے۔ مشہور یہ ہے کہ اسم اعظم اللہ تعالیٰ کا معین نام ہے جسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اپنے خاص بندوں میں سے جسے چاہتا ہے' الہام فرما دیتا ہے۔ پھر نظر و فکر' آثار سے استدلال اور کشف و الہام کی بنا پر جن حضرات کے نزدیک وہ معین اسم پاک ہے ان میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: وہ اسم جلالت اللہ ہے' بعض حضرات نے اس قول کی نسبت اکثر اہل علم کی طرف کی ہے' بعض نے کہا: وہ ھو ہے' بعض نے کہا: اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے' بعض نے کہا: اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ الْعَلِیْمُ ہے' بعض نے کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ہے۔ بعض نے کہا: اَللّٰھُمَّ ہے۔ بعض نے کہا: اَلْحَقُّ ہے' بعض نے کہا: ذُوالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ ہے۔ بعض نے کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ہے۔ یہ بھی آیا ہے۔ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ہے' یہ بھی آیا ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْمَنَّانُ اَوِ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ یہ بھی آیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِكَ (الآیۃ) بعض نے کہا: اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ہے' بعض نے کہا: رَبَّنَا' بعض نے کہا: اَلْوَھَّابُ' بعض نے کہا: اَلْغَفَّارُ' بعض نے کہا: اَلسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ' بعض نے کہا: سَمِیْعُ الدُّعَاءِ' بعض نے کہا: خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ' بعض نے کہا: اَلْقَرِیْبُ الْوَكِیْلُ ------ واللہ تعالیٰ اعلم

بعض نے کہا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الَّذِیْ سَمَّیْتَهٗ یہ تَسْمِیَةٌ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے کسی اسم کا ذات کے لئے معین کرنا' بعض نے کہا: اس کا معنی ہے اسم کا وضع کرنا یا ذکر کرنا' اسم وہ لفظ ہے جو کسی ذات کی تعریف یا تخصیص کے لئے وضع کیا گیا ہو' مُسَمِّی میم پر زبر' وہ ذات جس کے لئے لفظ وضع کیا گیا ہو' بعض اوقات اسم کا ذکر کرکے اس سے مراد مسمی لیتے' مسمی میم کے نیچے زیر' لفظ کی وضع کرنے والا (نام رکھنے والا) یا اسے بولنے یا لکھنے والا۔ (نَفْسَكَ) جو نام تو نے اپنی ذات اور وجود کے لئے مقرر فرمایا' پس اللہ تعالیٰ کے نام خود اس کے مقرر کرنے اور نام رکھنے سے واقع ہیں اور نام رکھنا اس کے کلام سے ہے اور اس کا کلام قدیم ہے' لہٰذا اس کے اسماء مبارکہ قدیم ہیں (او انزلتہ) اَوْ کے ساتھ نہیں' بلکہ واؤ کے ساتھ (فِیْ كِتَابِكَ) اور تو نے وہ نام اس کتاب میں اتارا جسے تو نے اپنے رسول گرامی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا۔

(وَ اَسْتَاْثَرْتَ بِهٖ) یہ بھی واؤ کے ساتھ ہے۔ نیز اس میں تین نقطے والی ثاء سے پہلے الف ہے۔ اس کا معنی ہے تو اس نام کے

ساتھ منفرد اور مختص ہے۔ (فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ) تیرے علم غیب میں (عِنْدَكَ) اس کا تعلق اِسْتَأْثَرْتَ سے ہے یا علم الغیب سے، یعنی تو نے اس نام کا علم مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔

۲ (وَ عَلَى الْجِبَالِ فَرَسَتْ) یہ لفظ اس جگہ نسخہ سہلیہ میں اسی طرح ہے کہ فاء کے بعد الف نہیں ہے، ایک دوسرے معتمد نسخہ میں فَاَرْسَتْ الف کے ساتھ ہے (وَ عَلَى الصَّعْبَةِ فَذَلَّتْ) صعب کا معنی دشواری اور ذلول اس کے مقابل ہے (جس کا معنی آسانی ہے) 'عَلٰى مَاءِ السَّمَاءِ فَسَكَبَتْ وَ عَلَى السَّحَابِ فَامْطَرَتْ) اسی طرح نسخہ سہلیہ اور ایک دوسرے قدیم نسخہ میں ہے' ایک نسخہ میں لفظ ماء نہیں ہے' ایک نسخہ میں وَ عَلٰى مَاءِ السَّمَاءِ فَسَكَبَتْ وَ عَلَى السَّحَابِ فَامْطَرَتْ بغیر کسی اضافے کے۔ ماء کی طرف مونث کی ضمیر اس لئے راجع کی گئی ہے کہ اس کی اضافت السماء کی طرف ہے اور وہ مونث ہے' مضاف نے مضاف الیہ سے تانیث حاصل کر لی' یا یہ ضمیر مونث السماء اور السَّحَاب کی طرف راجع ہے' یہ دونوں اسم چونکہ اسم جنس جمعی ہیں' ان کو بطور مونث استعمال کیا جا چکا ہے' جہاں حضرت مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اَكْرَمُ مِنَ السَّحَابِ الْمُرْسَلَةِ نیز پہلی روایت میں بھی گزر چکا ہے اور آخری ربع کی ابتدا میں بھی آئے گا وَ عَلَى السَّحَابِ فَامْطَرَتْ ایک نسخہ میں فَسَكَبَ ہے تاء تانیث کے بغیر۔

سحاب ہواؤں کے تابع بادل کا نام ہے

السَّحَابُ وہ بادل ہے جو زمین و آسمان کے درمیان ہواؤں کے تابع ہے' ہوائیں جس طرح چاہتی ہیں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ان میں ردو بدل کرتی ہیں اور بادلوں سے بارش نمودار ہوتی ہے۔ امام ابو الشیخ حضرت عطاء (تابعی) سے روایت کرتے ہیں کہ بادل زمین سے نکلتا ہے' اور حضرت خالد بن معدان سے روایت کرتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس سے بادل برآمد ہوتا ہے' سیاہ بادل اس درخت کا پکا ہوا پھل ہے' جو بارش کو اٹھائے ہوئے ہوتا ہے' اور سفید بادل وہ پھل ہے جو نہ تو پکا ہوا ہوتا ہے اور نہ ہی بارش کا حامل ہوتا ہے۔ انہوں نے سدی سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ ہوا کو بھیجتا ہے جو مشرق و مغرب کے درمیان سے بادل لاتی ہے (الحدیث) نیز! حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بادل بارش کی چھلنی ہے۔

۳ (وَ اَسْاَلُكَ بِمَا سَاَلَكَ بِهٖ اَهْلُ طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ) اور میں تجھ سے ان اسماء اور وسیلوں کے ذریعے سوال کرتا ہوں جن کے ذریعے تیرے تمام اہل طاعت نے تجھ سے سوال کیا' یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے' یا یہ مطلب ہے کہ صدیقین' شہداء' صالحین اور جن وانس کے باقی مومنوں کا اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے' ان کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں' وہ اس جگہ مراد ہیں۔ لفظ (اَجْمَعِيْنَ) دلائل الخیرات میں اسی طرح ہے' نسخہ سہلیہ وغیرہ میں یاء کے ساتھ ہی ہے' ایک نسخہ میں اَجْمَعُوْنَ واؤ کے ساتھ ہے' اور یہ ظاہر ہے اور اپنے موکد (اَهْلُ طَاعَتِكَ) کے مطابق ہے۔ اَجْمَعِيْنَ والے نسخے میں کئی احتمال ہیں (۱) اصل سے حال ہونے کی بنا پر منصوب ہو (۲) ضمیر مقدر کی تاکید ہو' گویا اصل میں یوں تھا اَعْنِيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ (۳) طَاعَتِكَ کے قرب اور جوار کی بنا پر مجرور ہو (۴) اس سے پہلے مذکور اجمعین کی مناسبت کی بنا پر مجرور ہو (۵) ان لوگوں کی لغت کے

مطابق ہے جو جمع مذکر سالم اور اس کے ملحقات کو تمام احوال میں یاء کے ساتھ ہی پڑھتے ہیں اور نون پر تنوین کے ساتھ اعراب پڑھتے ہیں۔

۵ (مِنْ قَبْلِ اَنْ تَکُوْنَ السَّمَاءُ مَبْنِیَّۃً) قبل اس کے کہ آسمان جہت علو میں بغیر کسی ستون کے بلند چھت بنایا گیا۔(وَالْاَرْضُ مَظْحِیَّۃً) بے نقطہ طاء کے ساتھ۔ یہ ماخوذ ہے طحی الشیئی سے جس کا معنی ہے اس نے شے کو پھیلا دیا اور بچھا دیا۔ اسی طرح نسخہ سہلیہ میں ہے، بعض نسخوں میں ہے مَدْحِیَّۃً دال کے ساتھ، دونوں نسخوں کا ایک ہی معنی ہے، یعنی قبل اس کے کہ زمین بچھائی گئی (وَالْجِبَالُ مُرْسِیَۃً) سین کے نیچے زیر اور یاء مخففہ کے ساتھ۔

لوح محفوظ ساتویں آسمان کے اوپر واقع ہے

۶ عَدَدَ مَا اَحْصَاہُ اللَّوْحُ) لام پر زبر، بعض نے اس پر پیش پڑھی ہے، لوح ساتویں آسمان کے اوپر سفید موتی کی بنائی ہوئی اور ہوا میں معلق ہے، ایک روایت یہ ہے کہ وہ سرخ یاقوت سے بنائی ہوئی ہے، اس کا اوپر والا حصہ عرش کے ساتھ باندھا ہوا ہے اور نچلا حصہ ایک فرشتے کی آغوش میں ہے، اس کا قلم نور ہے، ایک روایت میں ہے کہ وہ سفید موتی سے ہے، اس کے صفحات سرخ یاقوت کے ہیں (اس کے مطابق دو مختلف روایتوں میں تطبیق ہو جائے گی (قادری) اس کا قلم نور ہے، اس کی تحریر نور ہے، ایک روایت میں ہے کہ اس کی لمبائی زمین و آسمان کے باہمی فاصلے کے برابر اور چوڑائی مشرق و مغرب کے فاصلے کے برابر ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی میں ہے، ایک روایت میں ہے کہ قلم لولو (موتی) کا ہے اور اس کی لمبائی سات سو سال ہے (اَلْمَحْفُوْظِ) جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شیاطین کی رسائی سے محفوظ ہے، نیز تبدیل و تغییر سے محفوظ ہے (حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لوح محفوظ است پیش اولیاء

آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

(۱۳۔ قادری)

(مِنْ) تبعیضیہ ہے (عِلْمِکَ) بمعنی معلوم ہے۔ لوح محفوظ میں ہر وہ چیز لکھ دی گئی ہے جو قیامت کے دن تک ہونے والی ہے، یہی وہ کتاب ہے جس میں تمام اشیاء کا احاطہ کیا گیا ہے، اس کے علاوہ دوسری کوئی کتاب ایسی نہیں ہے۔

۷ (اِلٰی اُمِّ الْکِتَابِ) یعنی لوح محفوظ (عِنْدَ) یعنی تیرے غیب میں، باوجودیکہ وہ تیری بارگاہ میں معزز اور مکرم ہے، یہ عندیت (قرب) شریف و تکریم کے لئے ہے۔

۸ مِلْأَ مَا اَنْتَ خَالِقُہٗ) اس خیر اور مکان کی پری کے برابر جسے تو پیدا فرمائے گا (مِنْ یَوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْیَا) بعض نسخوں میں یہ کلمات موجود نہیں ہیں، صحیح یہ ہے کہ موجود ہوں (اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ) ایک نسخے میں یہ اضافہ ہے کہ ہر دن میں ہزار مرتبہ

۹ (عَدَدَ صُفُوْفِ الْمَلَائِکَۃِ) فرشتوں کی صفوں کی تعداد میں، اس میں چند احتمال ہیں۔ (۱) یہ اپنے ظاہر پر ہو کیونکہ فرشتوں

کی صفوں کی تعداد کثیر ہے (۲) یہ مطلب ہو کہ صفوں کے فرشتوں کی تعداد میں، اس صورت میں مضاف محذوف ہو گا (یعنی صفوف سے پہلے لفظ ملائکہ محذوف ہو) (۳) فرشتوں کی صفوں اور ان میں موجود فرشتوں کی تعداد میں، اس صورت میں حرف عطف اور معطوف دونوں محذوف ہوں گے (وَ مَا فِيْهَا مِنْهُمْ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرشتوں کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

ملائکہ وہ عظیم لشکر ہیں جن کی تعداد کو وہی جانتا ہے جس نے انہیں پیدا کیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (۳۱/۷۴) اور تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے، یہ جہاں اپنے ظاہر و باطن کے اعتبار سے اور عالم بالا تمام ان چیزوں سمیت جن چیزوں پر مشتمل ہے فرشتوں سے بھرا ہوا ہے، کوئی جگہ ان سے خالی نہیں ہے، کیونکہ وہ بادشاہ حقیقی کے خدام ہیں اور تمام کائنات میں اس کی عبادت و اطاعت میں مصروف ہیں (وَ تَسْبِيْحِهِمْ) اور جتنی بار انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی ان اشیاء سے بیان کی جو اس کی ذات اقدس کے لائق نہیں ہیں، ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جتنی مرتبہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے میں جلدی کی اور اس کی اطاعت میں مستعدی دکھائی (وَ تَقْدِيْسِهِمْ) اور جتنی بار انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور تقدس بیان کیا (وَ تَحْمِيْدِهِمْ) اور جتنی مرتبہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور اس کا شکریہ ادا کیا، تحمید کا معنی ہے یکے بعد دیگرے حمد کرنا (وَ تَمْجِيْدِهِمْ) اور جتنی بار انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور اس کے عالی قدر مجد و کرم کے لائق اس کی صفات بیان کیں۔ (وَ تَكْبِيْرِ هِمْ) اور جتنی بار انہوں نے اللہ تعالیٰ کو کبریائی کے ساتھ موصوف کیا اور اللہ اکبر یا الکبیرا ایسے کلمات بار بار دہرائے ((وَ تَهْلِيْلِهِمْ) اور جتنی دفعہ انہوں نے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا اور اس جیسے دوسرے کلمات پڑھے، یا یہ مطلب ہے کہ جتنی مرتبہ انہوں نے بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔ (مِنْ يَّوْمِ) تهليلهم سے متعلق ہے۔

لے (عَدَدَ كُلِّ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ) ہر اس قطرے کی تعداد میں جو اس وقت ٹپک رہا ہے، ایک نسخہ میں ہے قطرت جو اس سے پہلے ٹپک چکا ہے (وما) موصلہ ہے (تقطر) اور جو مستقبل میں ٹپکے گا، بعض نسخوں میں ہے: (وَ مَا تَقْطُرُ مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ) اس میں اضافہ ہے، مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا کا اس صورت میں تقطر کا معنی یہ ہو گا کہ جس قطرے کی شان یہ ہے کہ ٹپکے، یا صیغہ مضارع قطروں کے نزول کے حال کی حکایت کے لئے لایا گیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَاهَبَّتِ الرِّيَاحُ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما، ان ہواؤں کی تعداد میں جو چلی ہیں اور

وَ عَدَدَ مَا تَحَرَّكَتِ الْاَشْجَارُ وَ الْاَوْرَاقُ وَ الزُّرُوْعُ وَ جَمِيْعِ مَا خَلَقْتَ فِيْ قَرَارِ

ان درختوں، پتوں اور سبزوں کی تعداد میں جنہوں نے حرکت کی ہے اور تمام ان چیزوں کی تعداد

الْحِفْظِ مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

میں جنہیں تو نے مقام حفاظت میں پیدا فرمایا' اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک' اے اللہ! ہمارے آقا

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الْقَطْرِ وَالْمَطَرِ وَالنَّبَاتِ مِنْ یَّوْمِ خَلَقْتَ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما قطروں' بارشوں اور سبزوں کی تعداد میں اس دن سے کہ تو نے دنیا

الدُّنْیَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا

پیدا کیا قیامت کے دن تک' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما

مُحَمَّدٍ عَدَدَ النُّجُوْمِ فِی السَّمَآءِ مِنْ یَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْیَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۝

آسمان کے ستاروں کی تعداد میں اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما ان چیزوں کی تعداد میں جنہیں تو نے اپنے

فِیْ بِحَارِكَ السَّبْعَةِ مِمَّا لَا یَعْلَمُ عِلْمَهٗ اِلَّا اَنْتَ وَ مَا اَنْتَ خَالِقُهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۝

ساتوں سمندروں میں پیدا کیا' جن کو صرف تو ہی جانتا ہے اور جن چیزوں کو تو قیامت کے دن تک پیدا کرنے والا ہے'

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الرَّمْلِ وَالْحَصٰی

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما' ریت کے ذروں اور کنکریوں کی تعداد میں

فِیْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبِهَا ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی

جو زمین کے مشرقی اور مغربی حصوں میں موجود ہیں' اے اللہ! ہمارے آقا محمد حضرت۔ مصطفیٰ ﷺ اور

آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَ مَا اَنْتَ خَالِقُهٗ

ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما ان جنوں اور انسانوں کی تعداد میں جنہیں تو نے پیدا کیا اور جنہیں تو قیامت کے

اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

دن تک پیدا فرمانے والا ہے' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما

عَدَدَ اَنْفَاسِهِمْ وَ اَلْفَاظِهِمْ وَ اَلْحَاظِهِمْ مِنْ یَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْیَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۝

ان کے سانسوں' لفظوں اور نگاہوں کی تعداد میں اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ طَیَرَانِ الْجِنِّ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما جنوں اور فرشتوں

وَالْمَلٰئِكَةِ مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

کی پروازوں کی تعداد میں اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک، اے اللہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الطُّيُوْرِ وَالْهَوَامِّ وَعَدَدَ الْوُحُوْشِ وَ

اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما، پرندوں، حشرات الارض، جنگلی جانوروں اور زمین کے

الْاٰكَامِ فِيْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى

مشرقی اور مغربی حصوں کے ٹیلوں کی تعداد میں، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور

آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ

ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما زندوں اور مردوں کی تعداد میں، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی

عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا آلِ مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَيْهِ الَّيْلُ وَاَشْرَقَ عَلَيْهِ النَّهَارُ مِنْ

آل پر رحمتیں نازل فرما ان چیزوں کی تعداد میں جن پر رات تاریک ہوئی اور دن روشن ہوا اس دن سے

يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى

کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ مِنْ

اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما اس مخلوق کی تعداد میں جو دو پاؤں پر چلتی ہے اور جو چار پاؤں پر چلتی ہے

يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى

اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور

آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْمَلٰئِكَةِ مِنْ

ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما ان جنوں، انسانوں اور فرشتوں کی تعداد میں جنہوں نے تیرے حبیب کریم ﷺ پر درود بھیجا

يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى

اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان

آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ يُّصَلِّيْ عَلَيْهِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ

کی آل پر رحمتیں نازل فرما ان کی تعداد میں جو آپ پر درود بھیجتے ہیں، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی

عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْهِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا

آل پر رحمتیں نازل فرما آپ پر درود شریف نہ بھیجنے والوں کی تعداد میں ' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا یُحِبُّ اَنْ یُّصَلّٰی عَلَیْهِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی

پر رحمتیں نازل فرما جیسا کہ ان پر نازل کرنے کا حق ہے ' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّصَلّٰی عَلَیْهِ ○ اَللّٰهُمَّ

اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما جیسے کہ ان پر رحمتیں نازل کرنا لائق ہے ' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی شَیْءٌ مِّنَ

اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما یہاں تک کہ ان پر نازل کی جانے والی کوئی رحمت باقی نہ رہے '

الصَّلٰوةِ عَلَیْهِ[١] ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَوَّلِیْنَ ○

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اولین میں رحمت نازل فرما اور

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ○

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر مقرب فرشتوں میں رحمت نازل فرما '

مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ○

نیکی کی طاقت نہیں مگر اللہ بلند و برتر کی امداد سے

١ (عَدَدَ مَاهَبَّتِ الرِّیَاحُ) اسی طرح نسخہ سہلیہ میں ہے ' اس صورت میں ما مصدریہ ہے ' معنی یہ ہے کہ ہواؤں کے چلنے کی تعداد میں ' بعض معتمد نسخوں میں ہے مَا هَبَّتْ عَلَیْهِ الرِّیَاحُ اس میں علیہ زائد ہے ' اس صورت میں ما موصولہ ہے ' یعنی ان اشیاء کی تعداد میں جن پر ہوا چلی - وَ عَدَدَ مَا تَحَرَّکَتِ الْاَشْجَارُ ما مصدریہ ہے ' یعنی درختوں کے حرکت کرنے کی تعداد میں مناسب یہ ہے کہ کم سے کم وہ مقدار مراد ہو جس پر حرکت کرنا صادق آئے (وَ الْاَوْرَاقِ وَالزُّرُوْعِ وَ جَمِیْعِ) جمع کے نیچے زیر ہے اور اس کا عطف ما پر ہے (مَا خَلَقْتَ) ما کی طرف راجع ہونے والی ضمیر محذوف ہے (فِیْ قَرَارِ الْحِفْظِ) اور ان تمام چیزوں کی مقدار میں جنہیں تو نے حفاظت کی جگہ اور اس کے ٹھکانے میں پیدا فرمایا ' ہر مخلوق کے لئے قرار وہ جگہ ہے جو اس کی حفاظت کے لئے اس کا احاطہ کرے اور مدت کے ختم ہونے تک اس شے کی حفاظت کی جائے ' لہٰذا لفظ قرار زمین ' آسمان اور جنت وغیرہ کو شامل ہے ' نطفہ کی حفاظت کے لئے قرار (ٹھکانہ) پشت اور رحم ہے ' پھل کی حفاظت کے لئے قرار اس کا غلاف اور درخت کی شاخ ہے ' بیج کی حفاظت کے لئے قرار زمین کا پیٹ ہے ' اسی پر دوسری مثالوں کو قیاس کریں۔

ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ قرار الحفظ سے مراد خاص طور پر زمین ہو' اس سے پہلے' پہلی روایت میں ان الفاظ کی جگہ گزر چکا ہے: وَ جَمِيْعِ مَا خَلَقْتَ عَلٰى اَرْضِكَ وَ بَيْنَ سَمٰوٰتِكَ اس درود شریف کے انداز پر لکھے ہوئے درود شریف میں آئندہ آئے گا۔ وَعَدَدَ مَا خَلَقْتَ عَلٰى قَرَارِ اَرْضِكَ تیرا احتمال یہ ہے کہ صرف جنت مراد ہو' کیونکہ اس میں جو کچھ ہے اسے کمال تحفظ حاصل ہے' اس پر تغیر اور فناء طاری نہیں ہوا' چوتھا احتمال یہ ہے کہ لوح محفوظ مراد ہو اور خلقت کا معنی یہ ہو گا کہ جو کچھ تو نے مقدر فرمایا' تمام کائنات لوح محفوظ میں مقدر ہے اور وہ ان اشیاء کی محافظ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

؎ (عَدَدَ الْقَطْرِ) یہ قطرہ کا اسم جنس ہے (وَالْمَطَرِ) یہ مطرۃ کا اسم جنس ہے' دعا یہ کی گئی ہے کہ بارشوں اور ہر بارش کے قطروں کی تعداد میں اپنے حبیب ﷺ پر رحمتیں نازل فرما۔

(عَدَدَ مَا خَلَقْتَ فِيْ بِحَارِكَ السَّبْعَةِ) کہا گیا ہے' کہ سات سمندر یہ ہیں (۱) بحر ہند (۲) بحر طبرستان (۳) بحر کرمان (۴) بحر عمان (۵) بحر قلزم (۶) بحر روم (۷) بحر مغرب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مِمَّا لَا يَعْلَمُ عِلْمَهُ اِلَّا اَنْتَ) جو کچھ تو نے سات سمندروں میں پیدا کیا ہے' جن کی جنس' نوع' شخصیت اور صفات کے بارے میں صرف تو ہی جانتا ہے۔ بعض نسخوں میں ہے "وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُ" واؤ زائدہ کے ساتھ' لیکن صحیح یہ ہے کہ واؤ نہیں ہونی چاہیے۔ (وَ مَا اَنْتَ خَالِقُهٗ) اور جن چیزوں کو تو اس وقت اور آئندہ پیدا فرمانے والا ہے۔ بعض نسخوں میں لفظ فیہا اور بعض میں لفظ فیہ کا اضافہ ہے' بتاویل مذکور یا بتاویل بحر محیط (واحد کی ضمیر راجع کی گئی ہے) کیونکہ تمام سمندروں کی اصل بحر محیط ہے اور وہ واحد ہے' لہٰذا اصل کے اعتبار سے واحد کی ضمیر راجع کی جا سکتی ہے۔

(اِلٰى مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبِهَا) مشرق اور مغرب کی جمع اس لئے لائی گئی ہے کہ سال کے دنوں میں سردیوں اور گرمیوں کے ہر دن سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی جگہ مراد ہے (برج سرطان کی ابتدا سے لے کر برج جدی تک ہر دن سورج کے طلوع ہونے کی الگ جگہ ہے' کل ایک سو بیاسی مطالع ہیں' اسی طرح سورج کے غروب ہونے کی جگہ ہر دن نئی ہے' حاشیہ مولانا عبدالغفور خطبہ شرح جامی' ۱۲ قادری)

ابن عطیہ نے فرمایا: جب مشرق اور مغرب کا ذکر کیا جائے تو یہ مجموعی طور پر دو جانبوں کی طرف اشارہ ہو گا' اور جب مشارق و مغارب کا ذکر ہو تو یہ ہر دن کے مشرق و مغرب کی تفصیل کی طرف اشارہ ہو گا' جب مشرقین اور مغربین کا ذکر ہو تو یہ مشرقوں اور مغربوں کی دو انتہاؤں کا ذکر ہو گا' کیونکہ کسی شے کی دو انتہاؤں کا ذکر اس کے تمام افراد کے ذکر کے برابر ہے (انتہی) اس کی انتہائی سردیوں اور گرمیوں میں سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کی جگہ ہے' سردیوں کا مشرق وہ نقطہ ہے جہاں سے سورج افق پر نصف دسمبر میں طلوع ہوتا ہے اور یہ سال کا مختصر ترین دن ہوتا ہے' گرمیوں کا مشرق افق کا وہ نقطہ ہے جہاں سے سورج نصف جون کو طلوع ہوتا ہے اور یہ سال کا طویل ترین دن ہوتا ہے' سردیوں اور گرمیوں کا مغرب وہ نقطہ ہے جہاں سورج ان دو دنوں میں غروب ہوتا ہے۔

؎ (عَدَدَ مَا خَلَقْتَ) اس جگہ ضمیر عائد محذوف ہے' ایک نسخہ میں عائد مذکور ہے (خَلَقْتَهٗ) (مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ) اور جن کو

تو اس وقت اور آئندہ پیدا فرمانے والا ہے۔ (وَ اَلْحَاظِهِمْ) جمع ہے لحظ کی اور اس کا معنی ہے گوشہ چشم سے دیکھنا (وَالْهَوَامِّ) صحیح نسخوں میں میم مشدد کے ساتھ ہے اور ھامۃ کی جمع ہے' زمین پر چلنے پھرنے والے کیڑے مکوڑے اور جوئیں وغیرہ (وَالْاٰکَامِ) زبر اور مد کے ساتھ بروزن اجبال (آکام) اور زیر کے ساتھ بروزن جبال (اکام) جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد ہے اَکَمَۃٌ ہمزہ اور کاف دونوں پر زبر' جس کا معنی ہے چھوٹا پہاڑ۔

سر سبز درخت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے

(عَدَدَ الْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ) زندوں اور مردوں کی تعداد میں' یعنی ہر حیوان عاقل (انسان) اور غیر عاقل کی تعداد میں خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں یا زمین کے نیچے' یہ بھی احتمال ہے کہ اموات بے جان چیزوں کو بھی شامل ہو' کیونکہ کہا گیا ہے کہ درخت جب تک سرسبز اور قائم ہو تو وہ زندہ ہے' اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے' جب کاٹ دیا جائے اور خشک ہو جائے تو یہ اس کی موت ہے' پھر وہ تسبیح نہیں کرتا' نیز یہ ایمان کی حیات اور کفر کی موت پر بھی منطبق ہے (یعنی ایمانداروں اور کافروں کی تعداد میں)

۴ (عَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَيْهِ اللَّيْلُ وَ مَا) بعض نسخوں میں لفظ ما نہیں ہے (عَدَدَ مَنْ يَمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ) دو پاؤں پر چلنے والوں کی تعداد میں' انسان بھی دو پاؤں سے چلتا ہے' بعض اوقات پرندے بھی دو پاؤں سے زمین پر چلتے ہیں (وَ مَنْ يَمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ) اور ان چوپاؤں کی تعداد میں جو چار پاؤں سے چلتے ہیں۔

۵ (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ) بعض معتمد نسخوں میں یہ اضافہ ہے وَ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ (دلائل الخیرات) کے پیش نظر نسخے میں بھی یہ اضافہ موجود ہے۔ (۱۲ قادری)

۶ (حَتّٰى لَا يَبْقٰى شَيْءٌ مِّنَ الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ) عَلَيْهِ' الصلاۃ کے متعلق ہے اور کوئی اشکال نہیں ہے' یہ درود شریف اسی درود پاک کی طرح ہے جس کا امام رصاع وغیرہ نے مطلب بیان کیا ہے' جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

ماشاء اللہ کا معنی

(مَا) موصولہ ہے (شَاءَ) موصول کی طرف راجع ضمیر محذوف ہے' اصل عبارت اس طرح ہے مَاشَاءَهُ (اللّٰهُ)' یا اسم موصول مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف عبارت یوں ہے اَلْكَائِنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ' یا اسم موصول مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے یعنی مَاشَاءَ اللّٰهُ الْكَائِنُ یا کان' اس کی تائید' امام ابو داؤد اور نسائی کی روایت کردہ حدیث مرفوع سے ہوتی ہے: مَاشَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَ مَا لَمْ يَشَاءِ اللّٰهُ لَمْ يَكُنْ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ موجود ہوا اور جو اس نے نہیں چاہا وہ موجود نہیں ہوا' تو وہی موجود ہو گا جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا' ہر شے اس کی مشیت کی طرف منسوب ہے' اس کی مشیت کسی کی طرف منسوب نہیں ہے' یہ بھی احتمال ہے کہ تقدیر عبارت اس طرح ہو هٰذَا مَاشَاءَ اللّٰهُ اور ہذا کا اشارہ اس درود شریف کی طرف ہو جو اس سے پہلے گزر چکا ہے' اس کا

مطلب یہ ہو گا کہ بندہ اپنی قوت و طاقت سے برأت کا اظہار کرتا ہے اور تمام اشیاء کو اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے جانتا ہے اور تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کے احسان کا مشاہدہ کرتا ہے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتا ہے' قرآن کریم میں ہے (ترجمہ) ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم اپنے باغ میں داخل ہوتے تو کہتے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا' اس کی امداد کے بغیر کوئی قوت نہیں ہے (الکہف ۳۹/۱۸) درختوں اور پھلوں کی جنت پر علوم' اعمال اور احوال کی جنت کو قیاس کیجئے! واللہ تعالیٰ اعلم۔ حدیث شریف میں ہے کہ جسے بھلائی دی گئی یعنی اہل یا مال دیا گیا اور اس وقت وہ کہے "مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ) تو وہ اس اہل یا مال میں ناپسندیدہ حالت نہیں دیکھے گا' اس جگہ پانچواں حزب مکمل ہوا۔

اَلْحِزْبُ السَّادِسُ فِيْ يَوْمِ السَّبْتِ

چھٹا حزب ہفتے کے دن

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما' انہیں مقام وسیلہ'

وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ

فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا' بے شک تو

لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ اَللّٰهُمَّ عَظِّمْ شَانَهٗ وَ بَيِّنْ بُرْهَانَهٗ وَ اَبْلِجْ حُجَّتَهٗ

وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا' اے اللہ! ان کی شان کو عظمت عطا فرما' ان کی دلیل کو واضح اور ان کی حجت کو روشن فرما'

وَ بَيِّنْ فَضِيْلَتَهٗ وَ تَقَبَّلْ شَفَاعَتَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ وَ اسْتَعْمِلْنَا بِسُنَّتِهٖ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ان کی فضیلت کو ظاہر فرما' امت کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرما اور ہمیں ان کی سنت پر عمل کی توفیق عطا فرما' اے تمام

وَ يَا رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ احْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ وَ تَحْتَ

جہانوں کے پالنہار! اور اے عرش عظیم کے مالک! اے اللہ! اے رب! ہمیں ان کے گروہ میں اور ان کے جھنڈے کے نیچے

لِوَآءِهٖ وَ اسْقِنَا بِكَاْسِهٖ وَ انْفَعْنَا بِمَحَبَّتِهٖ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ

اٹھا' ہمیں ان کے پیالے سے پلا اور ہمیں ان کی محبت سے نفع عطا فرما' ایسا ہی ہو اے تمام جہانوں کے پروردگار! اے اللہ!

بَلِّغْهُ عَنَّا اَفْضَلَ السَّلَامِ وَ اجْزِهٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازَيْتَ بِهٖ

اے رب! انہیں ہماری طرف سے افضل ترین سلام پہنچا اور انہیں ہماری طرف سے وہ افضل ترین جزا عطا فرما جو تو نے

النَّبِيَّ عَنْ اُمَّتِهٖ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ

کسی نبی کو ان کی امت کی طرف سے دی ہے' اے تمام جہانوں کے رب! اے اللہ! اے رب!

اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اَنْ تَغْفِرَلِيْ وَ تَرْحَمَنِيْ وَ تَتُوْبَ

اے اللہ! اے رب! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے' مجھ پر رحم فرما' میری توبہ قبول

عَلَيَّ وَ تُعَافِيَنِيْ مِنْ جَمِيْعِ الْبَلَآءِ وَالْبَلْوَآءِ الْخَارِجِ مِنَ الْاَرْضِ وَ النَّازِلِ مِنَ

فرما اور مجھے ان تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے عافیت عطا فرما جو زمین سے نکلتی ہیں اور آسمان سے نازل

السَّمَآءِ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْ تَغْفِرَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

ہوتی ہیں، بے شک تو ہر ممکن چیز پر قادر ہے، اپنی رحمت سے اور یہ کہ تو تمام مومن مردوں اور عورتوں

وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَآءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ وَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْ اَزْوَاجِهٖ

اور مسلمان مردوں عورتوں کو بخش دے، خواہ وہ زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ راضی ہو حضور کی ازواج

الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْ اَصْحَابِهِ الْاَعْلَامِ اَئِمَّةِ الْهُدٰی

مطہرات، مسلمانوں کی ماؤں سے اور اللہ تعالیٰ راضی ہو سرکار کے عظیم المرتبت صحابہ سے جو ہدایت کے امام اور

وَمَصَابِیْحِ الدُّنْیَا وَعَنِ التَّابِعِیْنَ وَتَابِعِ التَّابِعِیْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

دنیا کے چراغ ہیں اور اچھے طریقے سے ان کے تابعین اور تبع تابعین سے قیامت کے دن تک

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے

ل (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ) اس جگہ سے حزب سادس کا آغاز ہے (اَللّٰهُمَّ عَظِّمْ شَانَهٗ) اے اللہ! آپ کی شان کو مزید عظمت عطا فرما، بہتر یہ ہے کہ آئندہ جملے کی موافقت میں شان کا ہمزہ ترک کر دیا جائے اور ہمزہ کی جگہ الف (وَبَیِّنْ بُرْهَانَهٗ) یعنی آپ کی حجت کو تمام مخلوقات کے درمیان زیادہ ظہور اور وضاحت عطا فرما تاکہ مخلوقات کو آپ کی عظمت شان اور بلندی مقام ظاہر ہو جائے (وَاَبْلِجْ) ایک نقطے والی باء کے ساتھ (حُجَّتَهٗ) اس کا مطلب وہی ہے جو اس سے پہلے جملے کا ہے۔ (وَبَیِّنْ فَضِیْلَتَهٗ) اور آپ کی برتری کا اس طرح اظہار فرما کہ تمام مخلوق سر کی آنکھوں سے آپ کی فضیلت و برتری کو دیکھ لے۔ (وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهٗ فِیْ اُمَّتِهٖ) اور آپ کی عام اور خصوصی شفاعت امت کے حق میں قبول فرما

(وَیَارَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ) عظیم شے خصوصاً عرش عظیم کا رب لازمی طور پر عظیم ہوگا، رب عرش کی عظمت کا نہ تو ادراک کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے بیان کیا جا سکتا ہے، اس کی عظمت عقل و وہم سے ماوراء ہے۔ (اَفْضَلَ مَاجَازَیْتَ) جیم کے بعد الف کے ساتھ (بِهِ النَّبِیَّ) النبی میں الف لام جنس کے لئے ہے، دو نسخوں میں ہے نَبِیًّا مطلب ایک ہی ہے، کیونکہ لام جنسی سے معرفہ ہونے والا اسم نکرہ ہی کی طرح ہوتا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے افضل جزا کی دعا

(عَنْ اُمَّتِهٖ) اس جگہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو وہ افضل جزا عطا فرمائے جو کسی نبی کو ان کی امت کی طرف سے دی گئی اس جگہ دعا یہ مانگی ہے کہ انبیاء کرام کو جو افضل جزا دی گئی، وہ اپنے حبیب اکرم ﷺ کو عطا فرما۔ اس جگہ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں اور ان کو دی جانے والی جزاء سے افضل جزا کے مستحق ہیں، پھر کس طرح فقط یہ دعا کی گئی ہے؟ کہ ان کی افضل جزا اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرما۔ یہ دعا ہونی چاہئے کہ ان کی افضل جزا سے افضل عطا فرما۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے لئے اس قسم کی دعا مانگنے میں حرج نہیں ہے کیونکہ آپ اس جزا کے بھی مستحق ہیں جس کا ذکر ہوا ہے اور اس سے زیادہ کے بھی مستحق ہیں' اس جگہ حضرت مصنف نے جزاء مذکور ہی پر اکتفا کیا ہے' اس سے زیادہ کی نفی لازم نہیں آتی۔

اس سے پہلے حضرت علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا درود شریف گزر چکا ہے جس میں یہ کلمات ہیں: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِی السَّابِقِیْنَ غَایَتَهٗ وَ فِی الْمُنْتَخَبِیْنَ مَنْزِلَهٗ وَفِی الْمُقَرَّبِیْنَ دَارَهٗ وَفِی الْمُصْطَفَیْنَ مَنْزِلَهٗ اور یہ کلمات بھی ہیں: "فَاجْعَلْ مُحَمَّدًا فِی الْاَصْدَقِیْنَ قِیْلاً وَّ الْاَحْسَنِیْنَ عَمَلاً وَّ فِی الْمُهْتَدِیْنَ سَبِیْلاً" انہوں نے مجمل طور پر دعا مانگی کہ اپنے حبیب ﷺ کو ان حضرات میں شامل فرما جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے' یہ دعا نہیں مانگی کہ مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ان سے افضل اور اعلیٰ بنا' اس دعا سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس ﷺ کی مذکورہ حضرات کے ساتھ برابری مطلوب ہے۔

ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود نبی اکرم ﷺ لفظ النبی میں شامل ہوں' پس آپ کے لئے وہ افضل جزاء مطلوب ہو گی جس کے آپ مستحق اور اہل ہیں اور اس جزاء کی نسبت ہو گی اس جزاء کی طرف جو آپ کو عطا کی گئی ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ (اَللّٰھُمَّ یَارَبِّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ یہ تمام کلمات ہونے چاہئیں (وَالْبَلْوَاءِ) الف ممدودہ کے ساتھ' بعض نسخوں میں الف مقصورہ کے ساتھ ہے اور یہی صحیح ہے' جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے (اَلْخَارِجِ مِنَ الْاَرْضِ) زمین سے نکلنے والی مصیبتیں' مثلاً بیماریاں' پریشانیاں' ذلتیں اور مخلوق کی ایذائیں' خَارِجٌ مِنَ الْاَرْضِ سے مراد زمین میں پیدا ہونے والی مصیبتیں نہیں' آئندہ قول کے مقابلے کیلئے ان کو خارج سے مجازاً تعبیر کیا ہے۔

(وَالنَّازِلِ مِنَ السَّمَاءِ) اور آسمان سے نازل ہونے والی اشیاء مثلاً بجلی کی کڑکوں' زلزلوں اور پتھر' بارش اور قحط ایسی نقصان دہ اشیاء کے نزول سے بِرَحْمَتِكَ) اس کا تعلق تُعَافِیَنِیْ سے ہے' مطلب یہ ہے کہ حضرت مصنف مذکورہ اشیاء کا اللہ تعالیٰ سے جو سوال کر رہے ہیں تو وہ محض اس کی رحمت سے سوال ہے' اپنے عمل' یا کمال یا استحقاق' کسی چیز کا بھی دخل نہیں ہے' یہ با بیبیہ

(وَاَنْ تَغْفِرَ) بعض نسخوں میں ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ (وَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْ اَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ) اور اللہ تعالیٰ راضی ہو نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات سے جن کی چادریں بھی پاک تھیں اور گریبان بھی' جو عیوب سے بھی پاک تھیں اور دیگر جملہ گناہوں سے بھی پاک تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنھن (اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ) وہ احترام اور تحریم نیز خدمت و تعظیم کی مستحق ہونے میں مومنوں کی مائیں ہیں (وَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْ اَصْحَابِهِ الْاَعْلَامِ) اَعْلَام جمع ہے عَلَمٌ کی' اس کا اطلاق پہاڑ پر بھی ہوتا ہے اور قوم کے سردار پر بھی (اَئِمَّةِ) جمع ہے امام کی اس جگہ امام کا معنی مقتدا ہے یا دلیل' اس کا اطلاق معاملے کے نگہبان اور مصلح (حکمران) پر بھی ہوتا

ہے (اَلْهُدٰی) یعنی صحابہ کرام ہدایت میں امام ہیں یا ہدایت والوں کے امام ہیں (وَمَصَابِیْحِ الدُّنْیَا) وہ دنیا کی زینت ہیں، دنیا کے اندھیروں میں ان کے نور سے ہدایت پائی جاتی ہے اور ان کی بدولت ہی جانا جاتا ہے کہ دنیا کے دن رات کن کاموں میں گزارنے چاہئیں (وَعَنِ التَّابِعِیْنَ) ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ یہ نام اس طبقے کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کرنے والوں (صحابہ کرام) کی زیارت کی (وَتَابِعِ التَّابِعِیْنَ لَهُمْ) یہ ضمیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف راجع ہے (بِاِحْسَانٍ) جنہوں نے اخلاص کے ساتھ اور اس کی شرط کے ساتھ صحابہ کرام کی پیروی کی، یہ تابعین اور تبع تابعین کے لئے قید ہے (اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ) جزاء کے دن تک۔

(وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ) اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کے رب کے لئے کہ اس نے اپنے نبی ﷺ پر درود شریف بھیجنے، آپ کی محبت، آپکی نسبت رکھنے والوں مثلاً ازواج مطہرات، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کی محبت اور ان کے لئے دعائے رحمت و رضوان کی توفیق عطا فرمائی۔ بعض صحیح نسخوں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے پہلے واؤ موجود ہے، بعض نسخوں میں واؤ نہیں ہے، اس جگہ دوسری روایت ختم ہوئی جس کی ابتدا میں یہ کلمات ہیں: اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مَا حَمَلَ كُرْسِیُّكَ مِنْ عَظْمَتِكَ۔ نسخہ سہلیہ میں اس جگہ کی نشاندہی کی گئی ہے کہ دوسری روایت اس جگہ ختم ہوئی، اس کے ساتھ ہی فصل الکیفیۃ کا دوسرا ثلث بھی مکمل ہو گیا۔

اِبْتِدَآءُ الثُّلُثِ الثَّالِثِ

تیسرے تہائی حصے کی ابتدا

اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ وَالْاَجْسَادِ الْبَالِیَةِ اَسْئَلُكَ بِطَاعَتِہِ الْاَرْوَاحِ الرَّاجِعَةِ

اے اللہ! اے روحوں اور بوسیدہ جسموں کے رب! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جسموں کی طرف رجوع کرنے والی

اِلٰی اَجْسَادِھَا وَبِطَاعَةِ الْاَجْسَادِ الْمُلْتَئِمَةِ بِعُرُوْقِھَا وَبِکَلِمَاتِكَ النَّافِذَةِ فِیْھِمْ

روحوں کی طاعت، اپنی رگوں سے ملے ہوئے جسموں کی طاعت، اور ان میں نافذ ہونے والے تیرے کلمات کے طفیل اور

وَاَخْذِكَ الْحَقَّ مِنْھُمْ وَالْخَلَائِقُ بَیْنَ یَدَیْكَ یَنْتَظِرُوْنَ فَصْلَ قَضَائِكَ وَ

ان سے تیرے حق لینے کے وسیلے سے اس حال میں کہ تمام مخلوق تیری بارگاہ میں تیرے فیصلہ کن حکم کی منتظر ہوگی اور

یَرْجُوْنَ رَحْمَتَكَ وَیَخَافُوْنَ عِقَابَكَ اَنْ تَجْعَلَ النُّوْرَ فِیْ بَصَرِیْ وَذِکْرَكَ

تیری رحمت کے امیدوار اور تیرے عذاب سے خوف زدہ ہوگی کہ تو میری بینائی میں نور عطا فرما اور میری زبان پر

بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ عَلٰی لِسَانِیْ وَعَمَلًا صَالِحًا فَارْزُقْنِیْ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

دن رات اپنا ذکر جاری فرما، اور مجھے نیک عمل عطا فرما، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰی ﷺ

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا

پر رحمتیں نازل فرما جیسے تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائیں اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰی ﷺ

مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ ○ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَکَاتِكَ

پر برکتیں نازل فرما جیسے تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائیں، اے اللہ! اپنی رحمتیں اور برکتیں ہمارے

عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا جَعَلْتَھَا عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ

آقا حضرت محمد مصطفٰی ﷺ اور ان کی آل پر نازل فرما جیسے تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی

وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

آل پر نازل فرمائیں، بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰی ﷺ

وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا

اور ان کی آل پر برکتیں نازل فرما، جیسے تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر نازل فرمائیں

اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ

بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے عبد خاص اور رسول مکرم ﷺ

رَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ○

پر رحمتیں نازل فرما اور تمام مومن مردوں عورتوں اور مسلمان مردوں عورتوں پر رحمتیں نازل فرما

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ مَا اَحَاطَ بِهٖ عِلْمُكَ وَ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما ان چیزوں کی تعداد میں جن کا تیرے علم نے

اَحْصَاهُ كِتَابُكَ وَشَهِدَتْ بِهٖ مَلٰئِكَتُكَ صَلٰوةً دَآئِمَةً تَدُوْمُ بِدَوَامِ مُلْكِ اللّٰهِ ○

احاطہ کیا' جن کو تیری کتاب محیط ہے اور جن کی شہادت تیرے فرشتوں نے دی' ایسی دائمی رحمت جو اللہ تعالیٰ کے ملک کی

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَسْمَآئِكَ الْعِظَامِ مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ وَبِالْاَسْمَاءِ

ہیشگی کے ساتھ ہمیشہ رہے' اے اللہ! میں تجھ سے تیرے عظیم ناموں کے طفیل سوال کرتا ہوں خواہ وہ مجھے معلوم ہیں

الَّتِیْ سَمَّیْتَ بِهَا نَفْسَكَ مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ ○ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰى سَيِّدِنَا

یا نہیں اور ان ناموں کے طفیل جو تو نے اپنی ذات کے لئے مقرر کئے' خواہ وہ مجھے معلوم ہیں یا نہیں کہ تو ہمارے آقا

مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَكُوْنَ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما جو تیرے عبد خاص' نبی اور رسول محترم ہیں ان چیزوں کی تعداد میں

السَّمَآءُ مَبْنِيَّةً وَّالْاَرْضُ مَدْحِيَّةً وَّالْجِبَالُ مُرْسِيَةً وَّالْعُيُوْنُ مُنْفَجِرَةً وَّ

جو تو نے پیدا کیں قبل اس کے کہ آسمان بنایا گیا' زمین بچھائی گئی' پہاڑ مستحکم ہوئے' چشمے بہنے لگے

الْاَنْهَارُ مُنْهَمِرَةً وَّالشَّمْسُ مُشْرِقَةً وَّالْقَمَرُ مُضِيْئًا وَّالْكَوَاكِبُ مُسْتَنِيْرَةً

نہریں جاری ہوئیں' سورج روشن ہوا' چاند ضیاء بار ہوا' ستارے منور ہوئے

وَّالْبِحَارُ مُجْرِيَةً وَّالْاَشْجَارُ مُثْمِرَةً ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ

دریا جاری ہوئے' درخت پھل دار ہوئے' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے معلومات کی تعداد میں

عِلْمِكَ ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ حِلْمِكَ ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

رحمتیں نازل فرما اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے درگزر کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما اور ہمارے آقا حضرت محمد

مُحَمَّدٍ عَدَدَ كَلِمَاتِكَ ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ نِعْمَتِكَ ○ وَ

مصطفیٰ ﷺ پر اپنے کلمات کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنی نعمتوں کی تعداد میں

صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ فَضْلِكَ ○

رحمتیں نازل فرما اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنی فضیلتوں کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ جُوْدِكَ ○

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنی بخششوں کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ سَمٰوٰتِكَ ○

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے آسمانوں کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ اَرْضِكَ [٦] ○

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنی زمینوں کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما

نابینا بینا ہو گیا

[۱] (اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ وَالْاَجْسَادِ الْبَالِيَةِ) یہ تیسرے ثلث کی ابتدا ہے، اس دعا کا ذکر صاحب "اثمد العینین" (کتاب کا نام اس کا معنی ہے آنکھوں کا سرمہ) نے کیا ہے، اور انہوں نے بیان کیا کہ یہ دعا نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو سکھائی اور انہیں حکم دیا کہ اس شخص کو سکھائیں جو دنیا اور آخرت کے معاملات میں یہ دعا مانگے، نیز! انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا واقعہ بیان کیا کہ ایک نابینے نے ان کے پاس رات گزاری، آپ نے یہی دعا اس کے لئے کی تو وہ اسی وقت بینا ہو گیا۔ ابن ثابت نے بھی اپنی کفایۃ میں یہ دعا نقل کی ہے، میں نے ابن ثابت کی شرح اس دعا پر نہیں پڑھی، ورنہ معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے یہ کہاں سے نقل کی ہے؟ اثمد میں ہے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ الْعَالِيَةِ وَالْاَجْسَادِ الْبَالِيَةِ کفایہ میں ہے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ الزَّائِلَةِ وَالْاَجْسَادِ الْبَالِيَةِ۔ اس کتاب (دلائل الخیرات) کے بعض نسخوں میں ہے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ الزَّائِلَاتِ وَالْاَجْسَادِ الْبَالِيَاتِ۔ دونوں جگہ جمع کا صیغہ ہے، صحیح یہ ہے کہ لفظ الزَّائِلَاتِ حذف کر دیا جائے اور البالیاتِ واحد کا صیغہ لایا جائے (جس طرح دلائل الخیرات کے پیش نظر نسخہ میں ہے ۱۲ قادری)

ارواح اور اجساد سے مراد انسانوں کی روحیں اور ان کے جسم ہیں، ایک احتمال یہ ہے کہ انسانوں کے علاوہ جنوں اور فرشتوں کی روحیں اور ان کے جسم بھی مراد ہوں، اجساد جمع ہے جسد کی، جس سے اس جگہ مراد انسانی جسم ہے، ہر جسم والے کو اٹھایا جائے گا، البالیۃ بلاءٌ سے مشتق ہے، کہا جاتا ہے بَلِيَ الثوبُ رَضِيَ کی طرح بَلِيَ باء کے نیچے زیر آخر میں الف مقصورہ، اور

بلاءً باء پر زبر اور آخر میں الف ممدودہ بوسیدہ ہوا اور بوسیدہ کیا' بَلاءً وَاَبْلاءً۔

اجزاء جسم کے اجتماع پر دو قول

(اَسْأَلُكَ بِطَاعَةِ الْأَرْوَاحِ الرَّاجِعَةِ إِلٰى أَجْسَادِهَا) میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جسموں کی طرف لوٹنے والی روحوں کی اطاعت کے طفیل' روحوں کا جسموں کی طرف لوٹنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہوگا۔ (وَبِطَاعَةِ الْأَجْسَادِ الْمُلْتَئِمَةِ بِعُرُوقِهَا) اور اپنی رگوں کے ساتھ جمع ہونے والے جسموں کی اطاعت کے طفیل' بِعُرُوقِهَا میں باء مصاحبت کے لئے ہے' سببیہ بھی ہو سکتی ہے' یعنی اجسام اپنی رگوں کے سبب مجتمع ہوئے' یہ رگیں ہی ہوں گی جو اجسام کے بعض حصوں کو بعض کے ساتھ جمع کر دیں گی' اجسام کی اطاعت یہ ہوگی کہ ان کے جوڑ مجتمع ہو جائیں گے اور درست ہو جائیں گے' جیسے کہ پہلے تھے۔ اجزاءِ جسم کے اجتماع کے بارے میں دو قول ہیں (۱) جسم معدوم ہو جاتا ہے اس کے بعد پھر مجتمع ہوتا ہے' اس قول کے مطابق پہلے جسم فنا ہو جاتا ہے' اس کے اجزاء مضمحل ہو جاتے ہیں' پھر پہلی مرتبہ کی طرح اسے دوبارہ مجتمع کیا جاتا ہے اور لوٹایا جاتا ہے (۲) صرف جسم کے اجزاء کو متفرق کیا جاتا ہے' شکلیں بدلتی ہیں اور اعراض زائل ہو جاتے ہیں' ان کی جگہ دوسرے اعراض آ جاتے ہیں' پھر جب جسم لوٹایا جائے گا تو اس کے جوڑ ملا دیئے جائیں گے' اس کی شکلیں اور اعراض لوٹا دیئے جائیں گے' علماء نے اس بارے میں توقف کیا ہے' کیونکہ اس مسئلے میں فیصلہ کن نص نہیں ہے' پہلی صورت میں کہا گیا ہے کہ پورا جسم معدوم ہو جاتا ہے' بعض علماء نے کہا کہ ریڑھ کی ہڈی کا آخری حصہ باقی رہتا ہے' اسی سے وہ جسم دوبارہ پیدا کیا جاتا ہے' باقی اجزاء ختم ہو جاتے ہیں۔

(وَبِكَلِمَاتِكَ) صیغہ جمع کے ساتھ اسی طرح کفایہ میں ہے' بعض صحیح نسخوں میں بِكَلِمَاتِكَ صیغہ مفرد کے ساتھ ہے (اَلنَّافِذَةِ فِيهِمْ) اور تیرے ان کلمات کے طفیل جو ان اجسام اور ارواح کے بارے میں نافذ اور جاری ہیں' جیسے کہ ذکر کیا گیا کہ اجسام کے اجزاء دوبارہ جمع ہو جائیں گے اور روحیں ان کی طرف لوٹ آئیں گی' یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا' حکم کرے گا اور حساب کتاب لے گا' پہلی صورت میں کلمات کو جمع کا صیغہ اس لئے لایا گیا ہے کہ وہ اجسام متعدد ہوں گے جن کے بارے میں یہ کلمات نافذ ہوں گے' دوسری صورت میں اس لئے صیغہ جمع لایا گیا ہے کہ ان کلمات کی دلالت مختلف ہوگی۔ لفظ فِي ظرفیت مجازیہ کے لئے ہے یا استعلاء کے لئے اور علیٰ کے معنی میں ہے۔ فِيهِمْ کی ضمیر جمع مذکر ارواح اور اجسام کی طرف راجع کی ہے' حالانکہ یہ ضمیر ذوی العقول کی طرف راجع کی جاتی ہے' وجہ یہ ہے کہ اصحابِ ارواح و اجسام میں ارباب عقل مذکر بھی ہیں (ان کو غلبہ دیتے ہوئے ضمیر جمع مذکر راجع کر دی گئی ہے جو اصحاب عقول کی طرف راجع کی جاتی ہے ۱۲ قاری) ایک احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر کلام کی روش سے سمجھ آنے والے ان اشخاص کی طرف راجع ہو جو اجزاء جسم کے مجتمع ہونے اور روحوں کے ان کی طرف رجوع کرنے سے تشکیل پائیں گے' ان میں مذکر ذوی العقول بھی ہوں گے۔

(وَأَخْذِكَ الْحَقَّ مِنْهُمْ) اس میں الف لام جنسی ہے' حق وہ امر ہے جو ذمہ میں اس طرح ثابت ہو کہ اس کا انکار نہ کیا جا سکے' (وَالْخَلَائِقُ) یعنی انسان' جن اور حساب کے لئے جمع کی گئی مخلوقات (بَيْنَ يَدَيْكَ) تیرے قبضہ میں' تیرے حکم اور قہر کے

تحت ہوں گی' یہ جملہ حالیہ ہے (مُنْتَظِرُوْنَ) اس کی ترکیب میں تین احتمال ہیں (۱) ظرف میں ثابت خبر سے حال ہے (یعنی بَیْنَ یَدَیْكَ کا متعلق ثَابِتَۃٌ ہے' اس میں پوشیدہ ضمیر سے جملہ منتظروں حال ہے ۱۲ قادری) (۲) یہ (اَلْخَلَائِقُ کی دوسری خبر ہے (۳) یہ خبر ہے اور بَیْنَ یَدَیْكَ اس (کی ضمیر فاعل) سے حال ہے (فَضْلَ قَضَائِكَ) (وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَكَ) اور تیری رحمت سے امید رکھتے ہیں کہ تو انہیں بخش دے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ (وَيَخَافُوْنَ عِقَابَكَ) اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں کہ تو انہیں ان کے برے اعمال کی سزا دے گا' یہ امید اور یہ خوف اس لئے ہو گا کہ وہ اپنی نیند سے بیدار ہو چکے ہیں اور اپنی غفلت کی اونگھ سے باہر آ چکے ہیں جس میں وہ دنیا میں مبتلا تھے اور ان کی نگاہوں کے سامنے سے پردہ الٹ دیا گیا ہے۔ امور منکشف ہو گئے ہیں' اور راز کھول دیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالٰی سے دعا

(اَنْ تَجْعَلَ) اس سے پہلے اَسْاَلُكَ گزر چکا ہے' اس کا یہ مفعول ثانی ہے (اَلنُّوْرَ فِيْ بَصَرِيْ) یعنی تو میری بصیرت کو منور فرما دے' یہاں تک کہ میں گواہی دوں کہ تو اپنے ملک میں منفرد ہے' تو ہی عبادت کے لائق ہے' تو ہی اس لائق ہے کہ تجھ سے امید رکھی جائے' تیرا خوف رکھا جائے' تیری اطاعت کی جائے اور نافرمانی نہ کی جائے' تیرا ذکر کیا جائے اور تجھے بھلایا نہ جائے' یہ یقین رکھا جائے کہ تیرے ماسوا جو بھی ہے باطل ہے' مجھے یا تیری کسی مخلوق کو جو بھی نعمت ملی ہے وہ صرف تیری طرف سے ہے' تیرا کوئی شریک نہیں' لہٰذا تیرے غیر سے ہم نہ ڈریں' تیرے غیر سے ہم امید نہ رکھیں' تیرے غیر سے محبت نہ رکھیں' تیرے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' صرف تیری گواہی دیں' تیرا شکر ادا کرتے رہیں' تیری ناشکری نہ کریں اور ہر حال میں تجھ سے راضی رہیں۔

(وَذِكْرَكَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ عَلٰى لِسَانِيْ) اور اپنا ذکر دن رات میں میری زبان پر جاری فرما' یعنی دن رات کی ہر ساعت میں اور ہر حال میں' تاکہ تیرا حق اور شکریہ ادا کروں' تیری محبت اور تعظیم کا تقاضا پورا کروں' تیری یاد سے خوش رہوں اور تیری طرف اس طرح متوجہ ہو جاؤں کہ حب ماسوا کو بھلا دوں۔

(عَلٰى لِسَانِيْ) علیٰ استعلاء مجازی کے لئے ہے' یا فی کے معنی میں ہے (وَعَمَلًا صَالِحًا) ایسا عمل جو امر اور سنت کے موافق ہو (فَارْزُقْنِيْ) کیونکہ تو نے مجھے حکم دیا ہے کہ دن رات تیرا ذکر کروں اور نیک کام کروں اور تو اس کا اہل بھی ہے' فاء زائدہ ہے یا مقدر پر عطف کے لئے ہے' یعنی "اِسْمَعْنِيْ فَارْزُقْنِيْ عَمَلًا صَالِحًا" میری درخواست سن اور مجھے عمل عطا فرما' جیسے کہ اللہ تعالٰی کے اس فرمان میں کہا گیا ہے بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ۔

اُرْزُقْ عَمَلًا کو نصب دے رہا ہے' ایک احتمال یہ ہے کہ عَمَلًا کا عطف حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول اَنْ تَجْعَلَ اور اس کے معطوف پر ہو اور عطف کے واسطے سے اَسْاَلُكَ کا مفعول ہو' فَارْزُقْنِيْ کا مفعول ثانی محذوف ہو' یعنی فَارْزُقْنِيْ ذَالِكَ یا مَا اَسْاَلُكَ۔

۲ بعض نسخوں میں ہے عَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ۔ جبکہ معتمد نسخوں میں لفظ آل نہیں ہے' جیسے کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ میں نہیں ہے۔

(اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰاتِكَ وَ بَرَكَاتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ایک روایت ہے' استاذ جزری نے اسے امام ابن بشکوال کی کتاب القربۃ سے نقل کیا ہے' اس کے آخر میں ہے اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

۳ بعض نسخوں میں اسی طرح کہ چاروں جگہوں میں آل کے ساتھ لفظ علیٰ موجود ہے' بعض نسخوں میں تیسری جگہ یعنی علٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ میں لفظ علیٰ نہیں۔

جس کے پاس صدقہ نہ ہو

۴ (وَالْمُسْلِمَاتِ) ایک جماعت نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے پاس صدقہ نہ ہو' وہ اپنی دعا میں کہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔ یہ اس کے لئے زکوٰۃ ہے۔

۵ (وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ) اور قبل اس کے کہ سورج روشنی بکھیرنے والا' پھیلا ہوا' بلند اور صاف شعاع والا ہو' اور یہ کیفیت چاشت کے وقت ہوتی ہے' یا مُشْرِقَةٌ کا معنی ہے کہ سورج طلوع ہو' کیونکہ باب افعال سے اَشْرَقَ کا استعمال دونوں معنوں (روشن کرنا اور طلوع ہونا) میں ہوتا ہے' جیسے کہ قاموس میں ہے' برخلاف شَرِقَ ثلاثی مجرد کے کہ اس کا معنی صرف طلوع ہونا ہے' ابن عباس اور عبید بن عمیر نے پڑھا ہے وَاُشْرِقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ہمزہ پر پیش اور راء کے نیچے زیر صیغہ مجہول کے ساتھ' اور مجہول کا صیغہ صرف فعل متعدی سے آتا ہے' کہا جاتا ہے اَشْرَقَ الْبَیْتُ گھر روشن ہوا۔ اَشْرَقَهُ السِّرَاجُ چراغ نے گھر روشن کر دیا' تو یہ فعل لازم اور متعدی دونوں طرح آتا ہے' جیسے رَجَعَ رَجَعْتُهٗ وَقَفَ اور وَقَفْتُهٗ اس بنا پر اس جگہ معنی یہ ہو گا کہ قبل اس کے کہ سورج زمین کو روشن کرنے والا ہو' مفعول کو حذف کر دیا گیا' کیونکہ اس کے ساتھ کوئی غرض متعلق نہیں ہے۔

وَالْبِحَارُ مُجْرِیَةٌ کا معنی

(وَالْبِحَارُ مُجْرِیَةٌ) میم پر پیش' راء کے نیچے زیر اور یاء مشدد' بعض حضرات نے نسخہ سلیمہ سے نقل کیا ہے اور بعض دوسرے نسخوں کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میم پر پیش' راء کے نیچے زیر اور یاء مخفف ہے (مُجْرِیَةٌ) بعض معتبر نسخوں میں میم پر پیش اور راء پر زبر ہے' بعض نسخوں میں میم پر زبر' راء کے نیچے زیر اور یاء مشدد ہے' پہلے ضبط کے مطابق مُجْرِیَةٌ غلطی سے کسی دوسرے صیغہ سے بدلا ہوا ہے' وہ کونسا صیغہ ہے؟ اس میں چند احتمال ہیں (۱) مُجْرَاةٌ بروزن اسم مفعول' اور الف کو بصورت یاء لکھ دیا گیا ہے (۲) مَجْرِیَّةٌ میم پر زبر' راء کے نیچے زیر اور یاء مشدد (۳) مُجْرِیَةٌ میم پر پیش اور یاء مخفف اسم

فاعل۔ اس صورت میں یا تو اسم فاعل کو اسم مفعول کی جگہ رکھا گیا ہے جیسے کہ بصرہ اور کوفہ کے نحویوں میں اختلاف ہے' شاعر کے اس مصرع میں اَمْسٰی فُؤَادِیْ بِهٖ فَاتِنًا (اس جگہ فَاتِنٌ معنی مَفْتُوْنٌ ہے) یا مُفْعِلٌ معنی فَاعِلٌ ہے' اگر اس کے معنی میں ہو سکے' یا اسناد مجازی ہے' سمندروں کے شدت سے جاری اور مضطرب ہونے کی بنا پر (جاری کرنے کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی' ۱۲ قادری) یا یہ مطلب ہے کہ سمندر ان چیزوں کو جاری کرنے والے ہیں جو ان میں ہیں۔ یا مُجْرِیَۃٌ کا معنی ہے تیز چلنے والے' ابن القوطیہ نے کہا جَزِئْتُ اِلَی الشَّیْءِ جَزْئًا وَجَزَاءَۃً اور جَرِئْتُ کا معنی ہے میں نے جلدی کی' اس کا معنی یہ بھی ہے کہ میں نے ارادہ کیا۔ "مُجْزَاۃٌ" میم پر پیش اور راء کے بعد الف کا معنی ظاہر ہے (قبل اس کے کہ سمندر جاری کئے گئے) مُجْرِیَۃٌ میم پر زبر' راء کے نیچے زیر اور یاء مشدد تو یہ ثلاثی مجرد کے مفعول کو ثلاثی مزید کے مفعول کی جگہ رکھا گیا ہے' اس کا معنی وہی ہے جو مُجْزَاۃٌ کا ہے۔ (وَالْاَثْمَارُ مُثْمِرَۃٌ) (وَالْاَشْجَارُ مُثْمِرَۃٌ) اور قبل اس کے کہ درخت پھل دار ہوئے۔

آسمانوں اور زمینوں کی تعداد سات ہے

۵ (وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ سَمٰوَاتِكَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ اَرْضِكَ) ظاہر یہ ہے کہ آسمانوں کے افراد کا عدد مراد ہے' یعنی سات' اسی طرح زمینوں کے افراد کا عدد بھی سات ہی مراد ہے' نبی اکرم ﷺ پر اس قلیل تعداد میں درود شریف بھیجنا کوئی عجیب بات نہیں ہے' کیونکہ حضرت مصنف نے کوئی چھوٹا یا بڑا عدد نہیں چھوڑا جس کی مقدار میں حضور سید عالم ﷺ پر درود شریف نہ بھیجا ہو' اگر آسمانوں اور زمینوں کی تعداد کا ذکر نہ کرتے تو باوجودیکہ زمینیں اور آسمان معدود ہیں' ان کی تعداد کا ذکر باقی رہ جاتا' یہ بھی احتمال ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے اجزاء کی تعداد مراد ہو یا اس چیز کی مقدار مراد ہو جس سے تمام زمینیں اور آسمان بھر جائیں' یا ایسا ہی کوئی اور مطلب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آسمانوں کی تعداد کا سات ہونا قرآن و حدیث کی نص میں وارد ہے' حضرت مرصفی کے پوتے شیخ ابو عبد اللہ عمری "تنبیہ الساجد علی فضل المساجد" میں فرماتے ہیں' کہ اگر کوئی شخص کہے کہ کیا آسمانوں کے سات ہونے کی تصریح زائد نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ حق یہ ہے کہ خاص طور پر کسی عدد کو ذکر کرنا زائد کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (انتہی) یہ مفہوم عدد کو دیکھتے ہوئے کہا گیا ہے جس میں اختلاف ہے' ورنہ ظاہر احادیث زائد کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ فِیْ سَبْعِ سَمٰوَاتِكَ مِنْ مَّلٰٓئِكَتِكَ ۵

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر ان فرشتوں کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما جن کو تو نے اپنے ساتوں آسمانوں میں پیدا

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ فِیْ اَرْضِكَ

کیا اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما ان جنوں اور انسانوں کی تعداد میں جنہیں تو نے اپنی زمین میں

مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْوَحْشِ وَالطَّيْرِ وَغَيْرِهِمَا ۝

پیدا کیا اور ان کے علاوہ جنگلی جانوروں' پرندوں وغیرہ کی تعداد میں اور رحمتیں نازل فرما

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا يَجْرِىْ بِهِ الْقَلَمُ فِىْ عِلْمِ غَيْبِكَ

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر ان چیزوں کی تعداد میں جن کے ساتھ تیرے علم غیب میں قلم جاری ہوا اور جن کے ساتھ

وَمَا يَجْرِىْ بِهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

قیامت تک جاری ہو گا' اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما قطروں اور بارشوں کی تعداد میں

عَدَدَ الْقَطْرِ وَالْمَطَرِ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ يَّحْمَدُكَ وَيَشْكُرُكَ

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما ان لوگوں کی تعداد میں جو تیری تعریف کرتے ہیں'

وَيُهَلِّلُكَ وَيُمَجِّدُكَ وَيَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ وَصَلِّ عَلٰى

شکر کرتے ہیں' تیرا کلمہ پڑھتے ہیں' تیری بزرگی بیان کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ تو ہی معبود برحق ہے

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا صَلَّيْتَ عَلَيْهِ اَنْتَ وَمَلٰٓئِكَتُكَ ۝

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما جس قدر کہ تو نے اور تیرے فرشتوں نے ان پر درود بھیجا ہے'

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ صَلّٰى

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما تیری اس مخلوق کی تعداد میں جنہوں نے ان پر درود بھیجا'

عَلَيْهِ مِنْ خَلْقِكَ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ مِنْ

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر اپنی اس مخلوق کی تعداد میں رحمتیں نازل فرما جنہوں نے ان پر درود نہیں بھیجا'

خَلْقِكَ ۝ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الْجِبَالِ وَالرِّمَالِ وَالْحَصٰى ۝ وَ

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما پہاڑوں' ریت کے ذروں اور کنکریوں کی تعداد میں'

صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الشَّجَرِ وَاَوْرَاقِهَا وَالْمَدَرِ وَاَثْقَالِهَا ۝

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما' درختوں' اور ان کے پتوں' ڈھیلوں اور ان کے

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ كُلِّ سَنَةٍ وَّمَا تَخْلُقُ فِيْهَا

وزنوں کی مقدار میں' اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما تمام سالوں' اور تو ان میں جو

وَمَا يَمُوْتُ فِيْهَا ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا تَخْلُقُ

مخلوق پیدا کرتا ہے اور ان میں مرنے والی مخلوق کی تعداد میں اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں

كُلَّ يَوْمٍ وَّمَا يَمُوْتُ فِيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ○

نازل فرما اس مخلوق کی تعداد میں جسے تو ہر دن میں پیدا فرماتا ہے اور جو ہر دن میں مرتی ہے قیامت کے دن تک

اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ السَّحَابِ الْجَارِيَةِ مَابَيْنَ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما زمین و آسمان کے درمیان چلنے والے بادلوں اور

السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَمَا تَمْطُرُ مِنَ الْمِيَاهِ ○

ان پانیوں کی تعداد میں جنہیں وہ بادل برساتے ہیں اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الرِّيَاحِ الْمُسَخَّرَاتِ ج

ان ہواؤں کی تعداد میں جو تابع فرمان ہیں

فِيْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا وَجَوْفِهَا وَقِبْلَتِهَا ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

زمین کے مشرقی اور مغربی حصوں، اس کے پیٹ اور اس کے قبلہ میں، اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں

مُحَمَّدٍ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَآءِ ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ فِيْ

نازل فرما آسمان کے ستاروں کی تعداد میں اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما ان مچھلیوں، چوپایوں،

بِحَارِكَ مِنَ الْحِيْتَانِ وَالدَّوَآبِّ وَالْمِيَاهِ وَالرِّمَالِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

پانیوں اور ریت کے ذروں وغیرہ کی تعداد میں جنہیں تو نے اپنے سمندروں میں پیدا فرمایا، اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ

مُحَمَّدٍ عَدَدَ النَّبَاتِ وَالْحَصٰى ○ وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ النَّمْلِ ○

ﷺ پر رحمتیں نازل فرما سبزوں اور کنکریوں کی تعداد میں اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما چیونٹیوں

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الْمِيَاهِ الْعَذْبَةِ ○

کی تعداد میں، اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما میٹھے پانیوں کی تعداد میں

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الْمِيَاهِ الْمِلْحَةِ ○

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما نمکین پانیوں کی تعداد میں

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ نِعْمَتِكَ

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما ان نعمتوں کی تعداد میں جو تو نے اپنی تمام مخلوق

عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِكَ ۞ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ نِقْمَتِكَ وَعَذَابِكَ

کو عطا کیں' اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما اپنے انتقاموں اور عذابوں کی تعداد میں'

عَلٰی مَنْ كَفَرَ بِسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۞

جو واقع ہیں ان لوگوں پر جنہوں نے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا انکار کیا' اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ عَدَدَ مَا دَامَتِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ ۞

ﷺ پر رحمتیں نازل فرما ان اوقات کی تعداد میں جن میں دنیا اور آخرت ہمیشہ رہیں'

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا دَامَتِ الْخَلَائِقُ فِی الْجَنَّةِ ۞

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما ان اوقات کی تعداد میں جب تک مخلوقات جنت میں رہے'

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا دَامَتِ الْخَلَائِقُ فِی النَّارِ ۞

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما ان اوقات کی تعداد میں جب تک مخلوقات دوزخ میں رہے

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلٰی قَدْرِ مَا تُحِبُّهٗ وَتَرْضَاهُ ۞

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر اتنی رحمتیں نازل فرما جس قدر کہ تو انہیں محبوب اور پسند رکھتا ہے

وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلٰی قَدْرِ مَا یُحِبُّكَ

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر اتنی رحمتیں نازل فرما جس قدر کہ وہ تجھ سے محبت رکھتے ہیں

وَیَرْضَاكَ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ

اور تجھ سے راضی ہیں' اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ رحمتیں نازل فرما'

وَاَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ وَاَعْطِهِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَالشَّفَاعَةَ

انہیں اپنی بارگاہ میں قریب ترین مرتبہ پر فائز فرما' انہیں مقام وسیلہ' فضیلت' شفاعت'

وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ ۨ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا

اور بلند درجہ عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے' بے شک تو

تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ○ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ مَالِكِيْ وَ سَيِّدِيْ وَ مَوْلَايَ وَ

وعدہ کے خلاف نہیں کرتا'، اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس لئے کہ تو میرا مالک' میرا آقا و مولا'

ثِقَتِيْ وَرَجَائِيْ اَسْئَلُكَ بِحُرْمَةِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْبَلَدِ الْحَرَامِ وَالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ

میرے اعتماد اور امید کی جگہ ہے' میں تجھ سے سوال کرتا ہوں عزت والے مہینے' عزت والے شہر (مکہ مکرمہ) مشعر حرام (پہاڑ)

وَقَبْرِ نَبِيِّكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ تَهَبَ لِيْ مِنَ الْخَيْرِ مَالَا يَعْلَمُ عِلْمَهٗ اِلَّا اَنْتَ

اور تیرے نبی کریم علیہ السلام کی قبر کے طفیل کہ تو مجھے وہ بھلائی عطا فرما جس کا علم صرف تجھے ہے

وَ تَصْرِفَ عَنِّيْ مِنَ السُّوْءِ مَالَا يَعْلَمُ عِلْمَهٗ اِلَّا اَنْتَ○ اَللّٰهُمَّ يَا مَنْ وَّهَبَ

اور مجھ سے وہ برائی دور فرما جس کا علم صرف تجھے ہے' اے اللہ! اے وہ ذات جس نے سیدنا آدم علیہ السلام کو

لِسَيِّدِنَا اٰدَمَ سَيِّدَنَا شِيْثَ○ وَلِسَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ سَيِّدَنَا اِسْمٰعِيْلَ

کو سیدنا شیث عطا کئے' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سیدنا اسماعیل

وَ سَيِّدَنَا اِسْحٰقَ○ وَرَدَّ سَيِّدَنَا يُوْسُفَ عَلٰى سَيِّدِنَا يَعْقُوْبَ

اور سیدنا اسحاق علیہما السلام عطا کئے' سیدنا یوسف علیہ السلام کو سیدنا یعقوب علیہ السلام کے پاس لوٹایا

وَيَا مَنْ كَشَفَ الْبَلَاءَ عَنْ سَيِّدِنَا اَيُّوْبَ○

اور اے وہ ذات جس نے سیدنا ایوب علیہ السلام کی آزمائش ختم کی!

وَيَا مَنْ رَدَّ سَيِّدَنَا مُوْسٰى اِلٰى اُمِّهٖ

اور اے وہ ذات جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے پاس لوٹایا!

وَيَا زَائِدَ سَيِّدِنَا الْخَضِرِ فِيْ عِلْمِهٖ

اور اے وہ ذات جس نے سیدنا خضر علیہ السلام کے علم میں اضافہ کیا!

فرشتوں کی اصل جگہ آسمان ہیں

ل (مِنْ مَلَآئِكَتِكَ) ان فرشتوں کی تعداد میں جنہیں تو نے اپنے ساتوں آسمانوں میں پیدا فرمایا- فرشتوں کی اصل جگہ آسمان ہیں جو بلندی کی جگہ ہیں اور فرشتوں کے مناسب بھی ہیں (عَدَدَ مَا خَلَقْتَ فِيْ اَرْضِكَ) ان چیزوں کی تعداد میں جنہیں تو نے زمین کے ظاہر و باطن میں پیدا فرمایا (مِنْ) ما کا بیان ہے (الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَ غَيْرِهِمَا مِنْ) یہ غیر کا بیان ہے (الْوَحْشِ) (عَدَدَ مَا

صَلَّیْتَ عَلَیْهِ اَنْتَ وَمَلَائِکَتُکَ) نبی اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تعریف و ثناء فرمائے' لہٰذا تعداد کلام تنجیزی کے تعلق کی طرف راجع ہے' اور اس جگہ کلام تنجیزی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی تعداد کے برابر نبی اکرم ﷺ کی تعریف فرمائے اور انہیں اس تعریف کی خبر دے اور ان پر اس تعریف کا اظہار فرمائے اور یہ حادث ہے اور تعدد کا احتمال رکھتا ہے۔ جہاں تک صفت کلام (اور کلام نفسی) کا تعلق ہے تو وہ دوسری صفات کی طرح ایک ہی صفت ہے۔ اسی طرح کلام کا اصلاحی اور تنجیزی قدیم تعلق بھی ایک ہی ہے' اس میں کوئی تعدد نہیں ہے' اور اگر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ کا مطلب اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ پر رحمت فرمانا' آپ کی مغفرت فرمانا یا ایسا ہی کچھ اور مطلب ہے تو جن حضرات کے نزدیک رحمت و مغفرت صفت فعل ہے' ان کے نزدیک رحمت بھی متعدد ہو گی اور جن کے نزدیک رحمت اللہ تعالیٰ کی ذات کی قدیم صفت ہے' ان کے نزدیک اس کے آثار متعدد ہوں گے' واللہ تعالیٰ اعلم (یہ ایک اشکال کا جواب ہے اور وہ یہ کہ رحمت صفت واحدہ ہے' اس میں تعدد نہیں ہے' لہٰذا عَدَدَ مَا صَلَّیْتَ کا کوئی مطلب نہیں ہے؟ جواب غور کرنے سے واضح ہو جائے گا۔ ۱۲ قادری)

۲ (عَدَدَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ مِنْ خَلْقِكَ) ان مخلوقات کی تعداد میں جنہوں نے تیرے محبوب پر درود بھیجا' خواہ وہ ذوی العقول میں سے ہوں یا غیر ذوی العقول میں سے' انہوں نے زبان حال سے درود پاک کا نذرانہ پیش کیا ہو یا زبان چال سے (عَدَدَ الْجِبَالِ) بڑے چھوٹے پہاڑوں کی تعداد میں (وَالرِّمَالِ وَالْحَصٰی) خشکی اور تری' زمین کے اوپر یا اس کے پیٹ میں پائے جانے والے ریت کے ذروں اور کنکریوں کی تعداد میں (عَدَدَ الشَّجَرِ) زمین کے آباد حصوں اور جنگلات میں اگائے گئے یا خود رو درختوں کی تعداد میں (وَ اَوْرَاقِهَا) درختوں پر قائم اور ان سے ٹوٹ کر گرنے والے پتوں کی تعداد میں (وَالْمَدَرِ وَاَثْقَالِهَا) ڈھیلوں اور ان کے بھاری بوجھوں کی مقدار میں' اَثْقَال جمع ہے ثِقْلٌ کی' ثاء کے نیچے زیر' قاف ساکن' یہ ماخوذ ہے ثِقَلٌ سے ثاء کے نیچے زیر' قاف پر زبر' اس کا معنی خِفَّتٌ (ہلکا پن) کے مقابل ہے (یعنی بھاری ہونا) (کُلَّ سَنَةٍ) دنیا کے سالوں میں سے ہر سال کی تعداد میں (وَمَا یَمُوْتُ فِیْهَا) اور ان حیوانات کی تعداد میں جو ہر سال ہلاکت کا شکار ہوتے ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ جتنے حیوانات یا غیر حیوان مثلاً نباتات پر موت آتی ہے' اور ہر شے کی موت اس کے حسب حال ہو گی (عَدَدَ مَا تَخْلُقُ کُلَّ یَوْمٍ) ان تمام اشیاء کی تعداد میں جنہیں تو ہر دن پیدا فرماتا ہے (وَمَا یَمُوْتُ فِیْهِ) اور ان اشیاء کی تعداد میں جو ہر دن موت کے گھاٹ اترتی ہیں' یہ اشیاء ان اشیاء میں داخل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہر دن پیدا فرماتا ہے یا وہ اشیاء مراد ہیں جو پورے سال میں موت کی وادی میں اترتی ہیں' لہٰذا یہ عام کے بعد خاص کا ذکر ہے۔

(عَدَدَ السَّحَابِ الْجَارِیَةِ) سفید اور سیاہ بادلوں کی تعداد میں' بادلوں کے افراد کی تعداد بھی مراد ہو سکتی ہے اور ان کے اجزاء کی تعداد بھی مراد ہو سکتی ہے' جیسے کہ اس سے پہلے زمین اور آسمانوں کی تعداد کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے۔ (مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ) نسخہ سہلیہ اور دیگر نسخوں میں اسی طرح ہے' اس صورت میں مَا زائدہ ہے' اور ممکن ہے کہ مَا موصولہ ہو اور اپنے صلہ کے ساتھ مل کر السحاب کی دوسری صفت ہو' بعض معتمد نسخوں میں وَمَا ہے واؤ کے ساتھ' اس صورت میں مَا موصولہ ہے اور اس کا عطف ہے السحاب پر' مراد وہ چیزیں ہیں جو زمین و آسمان کے درمیان ہیں یعنی ہوا' پانی' پرندے اور

ان کے علاوہ وہ کچھ جسے ہم نہیں جانتے۔

(وَمَا تَمَطَّرُ) اور ان اشیاء کی تعداد میں جن کو بادل برسائیں' تَمَطَّرُ مبنی للفاعل ہے' تاء پر زبر اور بے نقطہ طاء پر پیش' ایک احتمال یہ ہے کہ تاء پر پیش ہو اور طاء کے نیچے زیر ہو' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نسخہ کمزور ہے جس میں مَا یَئِنُّ سے پہلے واؤ ہے' ایک احتمال یہ ہے کہ ضمیر ارض کی طرف راجع ہو' کیونکہ وہ ذکر کے اعتبار سے قریب ترین ہے' اس صورت میں تُمْطَرُ کی تاء پر پیش اور طاء پر زبر ہے اور یہ صیغہ مبنی للمفعول ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ضمیر السماء کی طرف راجع ہو کیونکہ وہ ارض کے لئے معطوف علیہ ہے' پہلی صورت کی طرح اس وقت بھی تمطر مبنی للفاعل ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مِنَ الْمِيَاهِ) رحمت یا عذاب کے پانیوں سے۔

ہوائیں آٹھ قسم کی ہیں

۵۔ (عَدَدَ الرِّيَاحِ) ہواؤں کی قسموں اور بار بار چلنے والی ہواؤں کی تعداد میں' ہوائیں آٹھ قسم ہیں (۱) الصبا جو مشرق سے مغرب کو چلتی ہے۔ (۲) الدبور جو مغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہے (۳) الجنوب اسے یمانیہ بھی کہتے ہیں (یہ جنوب سے شمال کی طرف چلتی ہے (۴) الشمالیہ یہ نمبر ۳ کے مقابل ہے (شمال سے جنوب کی طرف چلتی ہے' ہر وہ ہوا جو دو ہواؤں کے درمیان ہو اسے نَكْبَاء کہتے ہیں' کیونکہ وہ ہواؤں کے رخ سے ہٹ کر چلتی ہے' اصل چار ہوائیں ہیں اور نواکب بھی چار ہیں' بعض علماء نے کہا کہ نکباء وہ ہوا ہے جو خاص طور پر صباء اور شمال کے درمیان چلتی ہے۔ بعض نسخوں میں السحاب ہے۔

(الْمُسَخَّرَاتِ) مُسَخَّرَةٌ کی جمع ہے' جس کا معنی ہے ذلیل کی ہوئی' کہا جاتا ہے سَخَّرَهُ تَسْخِيْرًا یعنی فلاں چیز کو ذلیل کیا اور اسے تابع بنالیا (وَجَوْفِهَا) یہ وہ ہے جو قبلہ کے مقابل ہے (اس کا مطلب واضح نہیں ہے' گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ ہوائیں مراد ہیں جو زمین کے اندر چلتی ہیں' جیسے پانی چلتا ہے اور قِبْلِيِّهَا سے وہ ہوائیں مراد ہیں جو زمین کے رخ پر چلتی ہیں' برخلاف ان ہواؤں کے جو زمین کی ایک جانب سے گزر جاتی ہیں۔ ۱۲ قادری) (مِنَ الْحِيْتَانِ) جمع ہے حُوْت کی جس کا معنی مچھلی ہے (وَالدَّوَابِّ) یہ خاص کے بعد عام کا ذکر ہے (کیونکہ سمندر میں مچھلیوں کے علاوہ بھی بے شمار قسموں کے جانور پائے جاتے ہیں۔ ۱۲ قادری) (وَالْمِيَاهِ وَالرِّمَالِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ) یعنی درختوں' پتھروں' موتیوں اور مرجان وغیرہ کی تعداد میں۔ (عَدَدَ النَّبَاتِ وَالْحَصَاءِ) خشکی اور تری میں پائی جانے والی نباتات اور کنکریوں کی تعداد میں (عَدَدَ النَّمْلِ) چیونٹیوں کی قسموں کی تعداد میں (عَدَدَ الْمِيَاهِ الْعَذْبَةِ) چشموں' نہروں' کنوؤں' حوضوں وغیرہ میں پائے جانے والے میٹھے پانیوں کی تعداد میں (عَدَدَ الْمِيَاهِ الْمِلْحَةِ) سمندروں میں پائے جانے والے نمکین پانیوں میں' ایک نسخے میں ہے الْمِلْحِ ہے۔

کافر کو دنیاوی نعمتیں اور لذتیں دی گئی ہیں

(عَدَدَ نِعَمِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ) ان نعمتوں کی تعداد میں جو تو نے اپنی تمام مخلوق فرشتوں' انسانوں اور جنوں وغیرہم کو

عطا فرمائی ہیں' اگر یہ غیر نعمت کا شعور اور امتیاز رکھتا ہو' قاضی ابو بکر باقلانی فرماتے ہیں کہ کافر کو وجود کی نعمت دی گئی ہے اور وہ دنیاوی نعمتیں دی گئی ہیں جو وجود کے تابع ہیں۔ اس قول کے مطابق نعمتیں حاصل کرنے والوں میں انسانوں اور جنات کے مومن اور کافر سب ہی داخل ہوں گے۔

شیخ ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ کافر کو کوئی دینی یا دنیاوی نعمت نہیں دی گئی' اسے جو دنیاوی لذتیں دی گئی ہیں' یہ اسے آہستہ آہستہ جہنم کے قریب کرنا ہے اور از قبیل انتقام ہے (کہ وہ لذتوں ہی میں منہمک رہتا ہے اور اسے راہ راست کی طرف آنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ ۱۲ قادری) بعض علماء نے کہا: کہ یہ لفظی اختلاف ہے' پہلے قول میں معاملہ کے ظاہر اور حال کو پیش نظر رکھا اور دوسرے قول میں معاملہ کے باطن اور انجام کو سامنے رکھا گیا ہے۔

ابن ناجی نے شرح رسالہ میں لکھا ہے کہ اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ کافر دنیا اور آخرت میں نعمت یافتہ ہے' دنیا میں تو ظاہر ہے' آخرت میں اس لئے کہ وہاں پر عذاب اور انتقام سے بڑھ کر عذاب اور انتقام ہے (تو اگرچہ وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے' تاہم بڑے عذاب سے محفوظ ہونا بھی نعمت ہے۔ ۱۲ قادری) لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ نعمت میں ہیں' کیونکہ وہ تو انتقام اور غضب کی جگہ میں ہوں' غضب اور شدید عذاب ان پر مسلسل جاری رہے گا اور کمزور نہیں پڑے گا' اور وہ مایوسی کی حالت میں عذاب میں رہیں گے۔ ابن ناجی نے فرمایا: کہ اختلاف کو لفظی قرار دینا بعید ہے' جیسے کہ ہم نے بیان کیا (انتہی) ان کے اس کلام میں نظر ہے' کیونکہ جن حضرات نے اختلاف مذکور کو لفظی قرار دیا ہے' انہوں نے اس اختلاف کو آخرت تک نہیں پھیلایا' بلکہ دنیاوی لذتوں تک محدود رکھا ہے۔

پھر علماء نے ایک اور اختلاف بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ کیا کافر کے لئے رحمت ہے؟ بعض حضرات نے کہا کہ نہیں' انہوں نے اس عذاب شدید کو پیش نظر رکھا جس میں کافر مبتلا ہو گا' بعض نے کہا: کہ ہاں! کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی کوئی انتہا نہیں ہے' ہر عذاب سے زیادہ شدید عذاب ہو سکتا ہے' اس اعتبار سے وہ رحمت میں ہے (کہ بڑے عذاب سے محفوظ ہے۔ ۱۲ قادری) لیکن کافر کے بارے میں مطلقاً یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ رحمت میں ہے' اعتبار مذکور کے ساتھ مقید کر کے کہا جائے گا۔

ایک احتمال یہ ہے کہ یہ کلام (عَدَدَ نِعَمِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ) بطور مبالغہ صادر ہوا ہے' کیونکہ بقول سیدی عبد الجلیل کفار' فرماں بردار مخلوقات کے درمیان ذرے کی حیثیت رکھتے ہیں' وہ قابل اعتبار ہی نہیں' کیونکہ وہ مردے اور کالعدم ہیں اور نعمت جو حاصل کرتا ہے اور جو قابل اعتبار ہے وہ تو صرف زندہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثرت سے درود پاک پڑھنے کا حکم

۱۷ (عَلٰى مَنْ كَفَرَ بِمُحَمَّدٍ) ان انتقاموں اور عذابوں کی تعداد میں جو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا انکار کرنے والوں پر ہیں۔ اس کی دلیل کتاب و سنت اور امت مسلمہ کے بدیہی اجماع سے ہے۔ اور اس وحی میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف توراۃ میں کلام طویل میں نازل فرمائی' ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ جس قدر آپ کا کلام آپ

کی زبان سے قریب ہے' جس قدر دل کے خیالات آپ کے دل کے قریب ہیں' جس قدر آپ کی روح آپ کے بدن کے قریب' اور جس قدر بینائی کا نور آپ کی آنکھوں کے قریب ہے' میں اس سے زیادہ آپ کے قریب ہو جاؤں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ہاں! میں یہی چاہتا ہوں' ارشاد ہوا: پھر (میرے حبیب) محمد مصطفےٰ ﷺ پر کثرت سے درود شریف بھیجئے! اور بنی اسرائیل کو یہ اطلاع پہنچادیں کہ جو شخص اس حال میں میری بارگاہ میں حاضر ہوا کہ وہ احمد (مجتبیٰ ﷺ) کا منکر ہے تو میں اس پر میدان محشر میں زبانیہ (جہنم کے فرشتوں) کو مسلط کر دوں گا' اپنے اور اس کے درمیان ایک پردہ حائل کر دوں گا اور وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گا' وہ کسی کتاب (نامہ اعمال) کو نہیں دیکھے گا' اسے کسی کی شفاعت میسر نہیں ہوگی' کوئی فرشتہ اس پر رحم نہیں کرے گا' یہاں تک کہ فرشتے اسے گھسیٹ کر میری آگ میں داخل کر دیں گے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت

اے موسیٰ! بنی اسرائیل کو یہ اطلاع پہنچادیں کہ جس نے (میرے حبیب) احمد (مجتبیٰ ﷺ) اور ان کی کتاب کی تصدیق کی' میں اس کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت فرماؤں گا' اے موسیٰ! جس شخص نے احمد (مجتبیٰ ﷺ) کی لائی ہوئی کسی چیز اگرچہ ایک حرف کا انکار کیا' میں حکم دوں گا کہ اسے گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے۔

اسی کلام میں ہے کہ اے موسیٰ! میری حمد کیجئے! کہ میں نے تمہیں اپنی ہم کلامی کے شرف کے ساتھ (اپنے حبیب احمد مجتبیٰ ﷺ) پر ایمان لانے کی توفیق دے کر احسان کیا' اگر آپ احمد (مجتبیٰ ﷺ) پر ایمان نہ لاتے تو میرے دار (جنت) میں میرا قرب حاصل نہ کرتے اور میری جنت میں نعمتوں سے مستفید نہ ہوتے (یہاں تک کہ فرمایا:) اے موسیٰ! تمام رسولوں میں سے جو احمد (مجتبیٰ ﷺ) پر ایمان نہ لائے' ان کی تصدیق نہ کرے اور ان کا شوق نہ رکھے' اس کی نیکیاں اس پر رد کر دی جائیں گی' اسے میں حکمت و دانش کے یاد کرنے سے روک دوں گا' میں اس کے دل میں نور ہدایت داخل نہیں کروں گا' اور اس کا نام دفتر نبوت سے مٹا دوں گا (یہاں تک کہ فرمایا) اے موسیٰ! جو لوگ احمد (مجتبیٰ ﷺ) پر ایمان لائے' وہی کامیاب ہیں اور جنہوں نے میری تمام مخلوق میں سے احمد (مجتبیٰ ﷺ) کا انکار کیا اور ان کی تکذیب کی وہی گھاٹے والے ہیں' وہی نادم ہونے والے ہیں' وہی غافل ہیں۔ لفظ نقمتہ اور عذاب کو علیٰ سے متعدی اس لئے کیا گیا ہے کہ انتقام اور عذاب کے کافروں پر واقع ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے' دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے عذّب اور نقم کو غضب اور سخط پر محمول کیا گیا ہے' جیسے کہ اس سے پہلے رضوان کو لفظ علیٰ سے متعدی کرنے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ توجیہات نہ کی جائیں تو نقم مِن سے متعدی ہوتا ہے اور عذّب براہ راست متعدی ہوتا ہے اور اس کے مصدر کو لام سے تقویت دی جاتی ہے۔

۵ (عَدَدَ مَا دَامَتِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ) دنیا کے دن اور اس کی موت تو گنتی کے دن ہیں اور ختم ہونے والے ہیں' رہی آخرت تو اہل جنت و دوزخ کے اپنی اپنی جگہوں پر ٹھہرنے سے پہلے کا عرصہ محدود اور متناہی ہوگا' اس کے بعد کا عرصہ نہ تو محدود ہوگا اور نہ ہی کسی گنتی شمار میں آئے گا' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا علم اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رہتی دنیا

اور رہتی آخرت تک اپنے حبیب ﷺ پر رحمتیں نازل فرما جو نہ تو منقطع ہوں اور نہ ہی ان کی انتہا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس جگہ اور آئندہ دو جگہ لفظ ما مصدریہ ہے

شیخ ابن عباد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے بندے سے یہ ہے کہ اس پر رحمت فرماتا ہے' اس کی تعریف کرتا ہے اور اس پر احسان فرماتا ہے' اور بندے کی اپنے رب سے محبت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی اطاعت کرتا ہے' اس کے حکم کی موافقت کرتا ہے' اس کی تعظیم کرتا ہے اور اس کی ہیبت کو پیش نظر رکھتا ہے (انتہی) بندوں سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انہیں قبول فرماتا ہے اور انہیں اجر و ثواب دینے کا ارادہ فرماتا ہے' اور بندوں کے اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں سر خم کر دیں' اس پر اعتراض نہ کریں' اس کی تدبیر کے آگے اپنی تدبیر کو چھوڑ دیں' اس کے احکام سے اختلاف نہ کریں' بلکہ پورے وثوق کے ساتھ اس کے احکام کو مانیں۔

امام زین العابدین کا درود پاک

لہ (اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ) معتمد نسخوں میں اَلْاٰبِدِیْنَ کا ہمزہ ممدودہ ہے اور باء کے نیچے زیر ہے' بعض نسخوں میں باء پر زبر ہے' دونوں نسخے صحیح ہیں۔ کہا جاتا ہے اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ جیسے کہا جاتا ہے دَھْرَ الدَّاھِرِیْنَ۔ حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درود شریف میں ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ وَدَھْرَ الدَّاھِرِیْنَ دونوں کا معنی ہمیشہ ہمیشہ ہے' قاموس میں ان کے ہم معنی کئی الفاظ ذکر کیے ہیں۔

(وَاَنْزِلْهُ الْمُنْزَلَ) میم پر پیش اور زاء پر زبر' باب افعال سے ظرف مکان ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میم پر زبر ہو اور زاء کے نیچے زیر ہو' اس وقت ثلاثی مجرد سے ظرف مکان ہے (اَلْمُقَرَّبَ) راء مشدد پر زبر (عِنْدَكَ) تیرے غیب میں' اس کا تعلق اَنْزِلْ سے ہے یا مقرب سے' یہ عزت والی عندیت ہے' یہ ظرف اپنے حقیقی معنی پر نہیں ہے' ہاں البتہ! اگر منزل سے جنت میں منزل حسی مراد ہو تو معنی یہ ہو گا جنہیں قرب عطا کیا گیا ہے' تیرے پاس تیرے عزت کے دار میں' مقرب میں اسناد مجازی ہے یعنی منزل کے صاحب کو قرب دیا گیا ہے۔

(اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِاَنَّكَ) یہ باء سببیت کے لئے ہے یا استعانت کے لئے۔ (مَالِكِیْ وَ سَیِّدِیْ) سیدی کا معنی بھی یہ ہے کہ تو میرا مالک ہے (وَ مَوْلَایَ) اس کا معنی بھی وہی ہے جو سیدی کا ہے یا یہ معنی ہے کہ تو میرے امور کا والی ہے (وَثِقَتِیْ) اور تجھ ہی پر میرا اعتماد اور بھروسہ ہے اور تمام امور میں تیرا ہی ارادہ کرتا ہوں' یہ ماخوذ ہے وَثَقَ بِهٖ ثِقَةً سے (فلاں شخص پر اعتماد کیا۔ (وَرَجَائِیْ) اور اس سے پہلے مضاف مقدر ہے' یعنی دوام کے اجزاء کی تعداد میں' واللہ تعالیٰ اعلم

اس جگہ عدم انتہا اور عدد کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے وہی اس سے پہلے دنیا کی نعمت اور نعمت کے بارے میں ہو گا اور وہی آئندہ عبارت میں ہو گا جہاں مخلوقات کے جنت اور دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا ذکر ہے۔

جنتی جنت میں ہمیشہ رہیں گے

(عَدَدَ مَا دَامَتِ الْخَلَائِقُ فِی الْجَنَّۃِ) جب تک مخلوقات جنت میں رہیں' مخلوقات تو ہمیشہ جنت میں رہیں گی' یہ زمانہ نہ تو ختم ہو گا اور نہ ہی منقطع ہو گا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ (الحجر ۴۸/۱۵) اور جنتی جنت سے نہیں نکالے جائیں گے۔ شیخین وغیرہ کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن جنتیوں اور دوزخیوں کو موت کے ذبح کے وقت کہا جائے گا۔ اے جنت والو! ہمیشہ رہنا ہے بغیر موت کے (الحدیث) اس کے علاوہ متعدد آیات اور احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جنتی ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

گنہگار مومن ہمیشہ آگ میں نہیں رہیں گے

(عَدَدَ مَا دَامَتِ الْخَلَائِقُ فِی النَّارِ) ان زمانوں کی تعداد میں جن میں مخلوقات آگ میں رہیں گی' کافر ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے' ان کی مدت کی نہ تو حد ہے اور نہ انتہا ہے' جیسے کہ آیات و احادیث میں ہے' رہے نافرمان تو گنہگار مومن کے ہمیشہ آگ میں نہ رہنے کے بارے میں احادیث حد تواتر سے بھی زیادہ ہیں' حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ "البدور السافرہ" میں فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ احادیث چالیس سے زیادہ صحابہ کرام سے روایت کی ہیں اور اپنی کتاب: الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ میں بیان کر دی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

(فَقَدْ مَا یُحِبُّكَ وَیَرْضَاكَ) نسخہ سلیمہ میں اسی طرح ہے' اس میں وَیَرْضَاكَ بھی موجود ہے' اس کا معنی واضح ہے' حدیث شریف میں ہے ذَاقَ طَعْمَ الْإِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰهِ رَبًّا (الحدیث) اس شخص نے ایمان کا ذائقہ چکھا جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوا' یہ اور دوسری حدیثیں جملہ مذکورہ کی تائید میں گواہی دیتی ہیں۔ رَضِیْتُهٗ اور رَضِیْتُ بِهٖ کا ایک ہی مطلب ہے' اللہ تعالیٰ کی بندوں سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کی عزت کا ارادہ فرماتا ہے اور ان کو خصوصی انعام دینا چاہتا ہے' بندوں کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی اطاعت کا ارادہ رکھتے ہیں اور کمال مطلق اسی کے لئے مانتے ہیں' تو ہی وہ ذات ہے جس سے میں اپنے تمام مطالب و مقاصد میں امید رکھتا ہوں۔ امام حاکم نے مستدرک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا نقل کی ہے' جس کا ترجمہ یہ ہے: اے وہ ذات جس نے خوبصورت کو ظاہر کیا اور قبیح کو پوشیدہ کیا' اے وہ کریم جو جرم کی بنا پر (فوری) گرفت نہیں فرماتا اور پردہ دری نہیں فرماتا! اے عظیم معافی دینے والے! اے بہترین درگزر کرنے والے! اے وسیع مغفرت والے! اے رحمت کے دونوں ید پھیلانے والے! اے ہر سرگوشی کے صاحب! اے ہر شکوہ کے منتہی! اے ازراہ کرم درگزر فرمانے والے! اے عظیم احسان والے! اے بندوں کے استحقاق سے پہلے نعمتوں کا آغاز فرمانے والے! اے ہمارے رب! اے

ہمارے آقا و مولا! اے ہماری رغبت کی انتہا! میری تجھ سے درخواست یہ ہے کہ تو میری صورت کو آگ سے نہ بگاڑنا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعا

امام طبرانی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک دعا موقوفاً روایت کی ہے' اس میں ہے: اے اللہ! ہر دکھ میں میرا تجھ پر ہی اعتماد ہے' اور ہر مصیبت میں تجھ ہی سے مجھے امید ہے' اور ہر نازل ہونے والے امر میں تجھ ہی پر میرا بھروسہ ہے' ان دعاؤں میں وہ الفاظ وارد ہیں جو حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ استعمال کئے ہیں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی دعا

(اَسْاَلُكَ) چونکہ پہلے اَسْاَلُكَ سے یہاں تک فاصلہ واقع ہو گیا تھا' اس لئے تاکید اور بیان کے لئے اس کا دوبارہ ذکر کیا ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلا لفظ مطلق سوال کے لئے ہو جو تمام مطالب میں حضرت مصنف کے تمام سوالات کو شامل ہو' گویا انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ! میں تجھ سے اپنے تمام مطالب اور مقاصد کا سوال کرتا ہوں' کیونکہ تو میرا مالک اور آقا و مولا ہے' خاص سوال سے پہلے بطور تمہید و ثنا' اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حاصل کرنے اور اس بات کا اعتراف کرنے کے لئے یہ درخواست پیش کی ہے کہ میرے لئے اس کے سوا کوئی نہیں' میں اس سے روگردانی کر کے کہیں نہیں جا سکتا اور اس کے سوا میرا کوئی رب نہیں ہے' اس کے بعد وہ خاص سوال کیا ہے جو اس وقت مانگنا چاہتے ہیں اور عرض کیا کہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں (بِحُرْمَةِ) یہ باء استعانت کے لئے ہے (اَلشَّهْرِ الْحَرَامِ) یہ الف لام جنس کے لئے ہے' لہٰذا حرمت والے چاروں مہینوں کو شامل ہے اور وہ چار مہینے یہ ہیں۔ ذوالقعدہ' ذوالحجہ' محرم اور رجب (وَالْبَلَدِ الْحَرَامِ) حرمت والے شہر مکہ معظمہ کے طفیل (اَنْ تَهَبَ) کہ تو عطا فرمائے' یہ اَسْاَلُكَ کا دوسرا مفعول ہے (لِیْ) یہ لام تعدیہ کے لئے ہے یا تملیک کے لئے (مِنَ) ابتدائیہ ہے (الْخَیْرِ) یہ اسم جنس ہے' ہر کمال' نفع اور موزوں امر کو شامل ہے' (مَا) مجھے وہ شے یا خیر عطا فرما (اس صورت میں ما موصوفہ ہے) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ موصولہ ہو اور موصوف محذوف کی صفت ہو' یعنی وہ امر عطا فرما۔ (اَلَّذِیْ لَا یَعْلَمُ عِلْمَهٗ اِلَّا اَنْتَ) جس کا تجھے ہی علم ہے (وَتَصْرِفَ) اور تو دور فرما دے (عَنِّیْ) عن مجاورت کے لئے ہے (مِنَ) ابتدائیہ ہے (السُّوْءِ) ناپسندیدہ امر (مَا) موصوفہ ہے یا موصولہ (لَا یَعْلَمُ عِلْمَهٗ اِلَّا اَنْتَ) جس کا علم صرف تجھے ہے۔ امام ابوداؤد طیالسی' امام طبرانی معجم کبیر میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا روایت کرتے ہیں: اے اللہ! میں تجھ سے ہر خیر کا سوال کرتا ہوں' خواہ مجھے اس کا علم ہے یا نہیں' اور میں ہر شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں خواہ مجھے اس کا علم ہے یا نہیں۔ ایسی ہی دعا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت ابن ماجہ اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں

ے (اَللّٰهُمَّ يَا مَنْ وَّهَبَ) بعض علماء نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مبہم کلمات (مَنْ وغیرہ) کا اطلاق کرنے کے بارے میں شریعت مبارکہ کا اذن وارد نہیں ہوا' دوسرے حضرات نے جواب دیا کہ یہ اطلاق وارد ہوا ہے' مثلاً امام نووی نے اذکار میں یہ دعا نقل کی ہے یَا مَنْ اِحْسَانُهٗ فَوْقَ كُلِّ اِحْسَانٍ اے وہ ذات جس کا احسان ہر احسان سے برتر ہے! اسے کوئی چیز بے بس نہیں کر سکتی' ابھی کچھ پہلے ہم یہ دعا حدیث شریف کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں یَا مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِيْلَ اے وہ ذات جس نے خوبصورت کو ظاہر اور بدصورت کو پوشیدہ کیا اور جو جرم پر (فوری) گرفت نہیں فرماتا (الحدیث) امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں یہ کلمات طیبات ہیں: یَا مَنْ لَّا تَرَاهُ الْعُيُوْنُ اے وہ ذات جسے آنکھیں نہیں دیکھتیں' گمانوں کی جس تک رسائی نہیں' حوادث جسے تبدیل نہیں کرتے' اسے مصائب کا کوئی خوف نہیں' وہ پہاڑوں کے اوزان اور سمندروں کی مقداروں' بارشوں کے قطروں' درختوں کے پتوں کی تعداد کو جانتا ہے' وہ ان اشیاء کی تعداد کو جانتا ہے جن پر رات کی تاریکی چھائی اور دن کی روشنی چمکی' ایک حدیث میں اَضَاءَ عَلَيْهِ النَّهَارُ ہے تو دوسری روایت میں اَشْرَقَ ہے۔

مسند الفردوس میں امام دیلمی کی روایت کردہ حدیث شریف میں ہے: "فَيَا مَنْ قَلَّ عِنْدَ نِعْمَتِهٖ شُكْرِيْ" اے وہ ذات جس کی نعمت کے آگے میرا شکر کم ہے! لیکن تو نے مجھے محروم نہیں کیا' اے وہ ذات جس کے ابتلاء کے وقت میرا صبر کم ہے! لیکن تو نے مجھے بے یار و مددگار نہیں چھوڑا' اے وہ ذات جس نے مجھے خطاؤں پر دیکھا اور مجھے بے عزت نہیں کیا! اے احسان والے جس کا احسان کبھی ختم ہونے والا نہیں' اے نعمتوں والے! جس کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں' پھر عرض کیا: اے وہ ذات جسے گناہ نقصان نہیں دیتے' جسے معاف کرنے میں کوئی نقصان نہیں' مجھے عطا فرما جس میں تیرا نقصان نہیں' اور مجھے وہ کچھ بخش دے جو تیرے لئے مضر نہیں' بے شک تو بہت ہی عطا فرمانے والا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی عرض کرتے ہیں ۔

نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں مرا
غفران میں کچھ خرچ نہ ہو گا تیرا

جس سے تجھے نقصان نہیں کر دے معاف
جس میں تیرا خرچ نہیں دے مولیٰ

(شرف قادری)

حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کو یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ سے ندا کی گئی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے "ذِی الْمَعَارِجِ" سے بھی ندا کی گئی ہے' حدیث شریف میں ہے سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ ملک اور ملکوت (عالم بالا) کا مالک ہر عیب سے پاک ہے وَ تَحَصَّنْتُ بِذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ اور میں صاحب عزت و عظمت کی پناہ لیتا ہوں (مختصر یہ کہ اسماء مبہمہ کا اطلاق قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے بکثرت وارد ہوا ہے اور اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے)

(لَا دَمَ شِيْنَتْ نقطوں والے شین کے نیچے زیر' یاء ساکن پھر تین نقطوں والی ثاء' نسخہ سہلیہ میں دو نقطوں والی تاء کے

ساتھ ہے' اس کتاب کے علاوہ دوسری کتاب میں ہے شات شین کے املہ کے ساتھ' اور شَتْ شین پر زبر اور تاء مشدد اکثر طور پر اسے منصرف پڑھا جاتا ہے' اسے غیر منصرف پڑھنے کی وجہ بھی ہے' بعض نسخوں میں اسے غیر منصرف ہی لکھا گیا ہے' بعض علماء نے کہا: کہ اس قسم کے عجمی اسماء کے پہلے حرف پر زبر' دوسرا ساکن اور تیسرے کے نیچے زیر اور تنوین شَیْثٍ اکثر اسے منصرف پڑھا جاتا ہے' اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا ہبہ' بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ کا عطیہ' وہ حضرت آدم علیہ السلام کے خلیفہ اور وصی تھے اور ان کی اولاد کے سربراہ اور مرکز تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقولہ

(وَلِاِبْرَاهِیْمَ اِسْمَاعِیْلَ وَ اِسْحَاقَ) اور اے وہ ذات جس نے حضرت ابراہیم کو حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق عطا فرمائے' علیہم الصلوٰۃ والسلام' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ مقولہ نقل فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق (ایسے بیٹے) عطا فرمائے۔ حضرت اسحاق ان کی اہلیہ حضرت سارہ سے تھے' نیز حضرت اسحاق بنی اسرائیل اور رومیوں کے جد امجد تھے' حضرت اسماعیل حضرت ابراہیم کی کنیز حضرت ہاجرہ سے تھے اور حضرت اسحاق سے بڑے اور حجاز کے تمام عربوں کے جد امجد تھے' جن میں سے نبی اکرم ﷺ تھے۔ یمن کے بعض عربوں کے بھی جد امجد تھے' اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے ذبیح کون تھے؟ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان میں سے کونسا قول راجح ہے؟ اہل اسلام کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں' نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْنِ" بنی اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہیں' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے صرف نبی اکرم ﷺ ہیں۔ اگر حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہوں تو نبی اکرم ﷺ دو ذبیحوں کی اولاد نہیں ہو سکتے۔ دو ذبیح یہ ہیں (۱) حضرت اسماعیل علیہ السلام اور (۲) حضرت عبد اللہ والد نبی اکرم ﷺ۔ ۱۲ شرف قادری)

(وَرَدَّ یُوْسُفَ عَلٰی یَعْقُوْبَ) اور اے وہ ذات جس نے حضرت یوسف کو حضرت یعقوب (علیہما السلام) تک دوبارہ پہنچایا۔ جب کہ وہ کئی سال غائب رہے' لفظ علیٰ استعلاء اور مجرور کے قریب کر دینے کے لئے ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا) اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ هُدًی یا میں آگ پر اور اس کے قریب ہدایت پاؤں۔

(وَیَامَنْ کَشَفَ الْبَلَاءَ عَنْ اَیُّوْبَ) اور اے وہ ذات جس نے حضرت ایوب علیہ السلام سے مصیبت کو دور کیا' وہ پھوڑے پھنسیوں کی تکلیف میں مبتلا تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماں کی طرف لوٹایا

(وَیَامَنْ رَدَّ مُوْسٰی اِلٰی اُمِّهٖ) اور اے وہ ذات جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کی طرف لوٹایا' جب کہ وہ انہیں دریا کے سپرد کر چکی تھیں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ہم نے موسیٰ کی والدہ کو حکم دیا کہ انہیں دودھ پلاؤ' جب تمہیں ان کے

بارے میں خطرہ ہو تو انہیں دریا کے سپرد کر دو' نہ تو ڈرنا اور نہ ہی غمگین ہونا' ہم انہیں تمہارے پاس دوبارہ پہنچا دیں گے اور انہیں رسولوں میں سے بنائیں گے' پھر فرمایا: ہم نے انہیں دوبارہ ان کی ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غمگین نہ ہوں' یہ بھی ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! ہم نے تمہارا مطلوب تمہیں دے دیا' اور ہم نے ایک دفعہ پھر تم پر احسان کیا جب ہم نے تمہاری والدہ کو وہ حکم دیا جو انہیں دیا' وہ یہ کہ انہیں تابوت میں ڈال کر اس تابوت کو دریا میں ڈال دو' پھر فرمایا: ہم نے تمہیں تمہاری والدہ کی طرف لوٹا دیا' تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غمگین نہ ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام کا نسب

وَبَازِيْدَ الْخَضِرِ اور اے خضر علیہ السلام کے علم میں اضافہ فرمانے والے' خَضِرٌ بَرْوَزْنِ كَتِفٍ' فَلْسٌ اور ضِرْسٌ ہے (یعنی تین طریقوں سے پڑھ سکتے ہیں) اور جو لفظ کَتِفٌ کے وزن پر ہو اسے تین طریقوں میں سے کسی طریقے پر بھی پڑھنا جائز ہے' کہا گیا ہے کہ ان کا نام بَلْيَا ہے' باء پر زبر' لام ساکن' اس کے بعد دو نقطوں والی یاء۔ بعض علماء نے کہا: کہ باء کے بعد الف زیادہ ہے۔ ابن ملکان' بعض نے کہا: کہ ان کا نام الیاس ہے' بعض نے الیسع' بعض نے عامر نام بتایا' بعض نے کہا: خضرون ابن ملکان بن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح۔ بعض علماء نے کہا: کہ ان کا نام ارمیاء بن طبقا ہے' ان کے نام و نسب کے بارے میں کچھ دوسرے اقوال بھی ہیں' ان کی کنیت ابو العباس ہے' کہا گیا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے پہلے تھے' بعض نے کہا: ان کے بعد تھے' اکثر علماء اس امر کے قائل ہیں کہ وہ نبی تھے' البتہ! رسول ہونے میں اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا: کہ وہ سمندر میں پائی جانے والی قوم کی طرف بھیجے گئے' جنہیں بنو کنانہ کہا جاتا تھا۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حزب میں کہا ہے النَّبِيِّ الْمُرْسَلِ لِبَنِي كِنَانَةَ اس قول کا اسی طرف اشارہ ہے' بعض علماء نے کہا: کہ وہ صرف ولی تھے' اس قول کی نسبت بھی اکثر علماء کی طرف کی گئی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں صوفیہ کا مذہب

صوفیہ کرام کا اجماع ہے کہ وہ زندہ اور موجود ہیں' ہر زمانے کے اولیاء سے بتواتر ان کی ملاقات ثابت ہے' مولف کتاب (دلائل الخیرات شریف) حضرت شیخ جزولی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مریدین کے بارے میں مروی ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے' حدیث صحیح میں ہے کہ ان کا نام خضر اس لئے رکھا گیا کہ وہ خشک گھاس پر بیٹھے تو وہ ان کے نیچے سرسبز ہو کر لہلہانے لگی۔ فَرْوَةٌ (یہ لفظ اس حدیث شریف میں آیا ہے) کا معنی ہے خشک نباتات کا ایک ٹکڑا

حضرت خضر علیہ السلام غیب پر مطلع ہیں

(الىٰ عِلْمِهٖ) یہ ضمیر حضرت خضر علیہ السلام کی طرف راجع ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے انہیں اپنی طرف سے رحمت عطا

زبانی اور اپنے پاس سے انہیں علم سکھایا' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم والا ہو تو انہوں نے فرمایا: نہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی نازل فرمائی کہ ہاں! ہمارا بندہ خضر ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں ہے کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس سبب سے علم غیب پر مطلع فرمایا؟ انہوں نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے گناہوں کے چھوڑنے کے سبب سے۔

وَيَا مَنْ وَّهَبَ لِسَيِّدِنَا دَاوٗدَ سَيِّدَنَا سُلَيْمٰنَ وَلِسَيِّدِنَا زَكَرِيَّا سَيِّدَنَا

اور اے وہ ذات جس نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو سیدنا سلیمان عطا کئے' سیدنا زکریا کو سیدنا یحییٰ عطا کئے

يَحْيٰى ۝ وَلِسَيِّدَتِنَا مَرْيَمَ سَيِّدَنَا عِيْسٰى وَيَا حَافِظَ ابْنَةِ سَيِّدِنَا شُعَيْبٍ اَسْئَلُكَ

اور سیدہ مریم کو سیدنا عیسیٰ عطا کئے (علیہم السلام) اور اے سیدنا شعیب کی صاحبزادی کی حفاظت فرمانے والے! میں تجھ سے

اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى جَمِيْعِ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَيَا مَنْ

سوال کرتا ہوں کہ تو رحمت نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور تمام انبیاء و مرسلین پر اور اے وہ ذات جس نے

وَّهَبَ لِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّفَاعَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو شفاعت اور بلند درجہ عطا کیا

اَنْ تَغْفِرَ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَتَسْتُرَ لِيْ عُيُوْبِيْ كُلَّهَا وَتُجِيْرَنِيْ مِنَ النَّارِ وَتُوْجِبَ

تو میرے گناہ بخش دے' میرے تمام عیبوں کو ڈھانپ دے' مجھے آگ سے پناہ دے اور میرے لئے اپنی

لِيْ رِضْوَانَكَ وَاَمَانَكَ وَغُفْرَانَكَ وَاِحْسَانَكَ وَتُمَتِّعَنِيْ فِيْ جَنَّتِكَ مَعَ

رضا' اپنی امان' اپنی بخشش' اپنا احسان لازم فرما اور مجھے اپنی جنت میں نفع عطا فرما

الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

ان حضرات کے ساتھ جن کو تو نے انعام دیا یعنی انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ' بے شک تو ہر ممکن

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ مَا

چیز پر قادر ہے' اللہ تعالیٰ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرمائے' جب تک ہوائیں

اَزْعَجَتِ الرِّيَاحُ سَحَابًا رُّكَامًا وَذَاقَ كُلُّ ذِيْ رُوْحٍ حِمَامًا وَاَوْصِلِ

گھرے بادلوں کو اٹھائیں اور ہر جان دار موت کا ذائقہ چکھے' اور سلام پہنچا ان لوگوں کو جو

السَّلَامُ لِاَهْلِ السَّلَامِ فِيْ دَارِ السَّلَامِ تَحِيَّةً وَّ سَلَامًا ۝

جنت میں سلامتی کے مستحق ہیں، بطور تحفہ اور دعائے سلامتی، اے اللہ! مجھے اس مقصد کے لئے مختص فرما

اَللّٰهُمَّ اَفْرِدْنِيْ لِمَا خَلَقْتَنِيْ لَهٗ وَلَا تَشْغَلْنِيْ بِمَا تَكَفَّلْتَ لِيْ بِهٖ وَلَا

جس کے لئے تو نے مجھے پیدا کیا اور مجھے اس چیز میں مصروف نہ فرما جس کا تو میرے لئے ضامن ہے

تَحْرِمْنِيْ وَاَنَا اَسْئَلُكَ وَلَا تُعَذِّبْنِيْ وَ اَنَا اَسْتَغْفِرُكَ ۝ ثَلٰثًا ۝

اور مجھے محروم نہ فرما اس حال میں کہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تو مجھے عذاب نہ دے، اس حال میں کہ میں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ سَلِّمْ ۝

تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں، تین بار پڑھے، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر رحمت و سلامتی نازل فرما

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِحَبِيْبِكَ الْمُصْطَفٰى

اے اللہ! بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، تیرے حبیب کریم کے وسیلہ سے جو

عِنْدَكَ يَا حَبِيْبَنَا يَا سَيِّدَنَا مُحَمَّدُ اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِكَ

تیری بارگاہ میں برگزیدہ ہیں، اے ہمارے محبوب! اے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ! ہم آپ کو وسیلہ بناتے ہیں

اِلٰى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ الْمَوْلَى الْعَظِيْمِ يَا نِعْمَ الرَّسُوْلُ الطَّاهِرُ ۝

آپ کے رب کی بارگاہ میں، آپ ہمارے لئے مولائے عظیم کی بارگاہ میں شفاعت کیجئے! اے بہت ہی اچھے رسول پاک!

اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيْنَا بِجَاهِهٖ عِنْدَكَ ۝ ثَلٰثًا ۝ وَاجْعَلْنَا

اے اللہ! تیری بارگاہ میں انہیں جو مقام حاصل ہے اس کی بدولت ان کی شفاعت ہمارے حق میں قبول فرما، تین بار پڑھے

مِنْ خَيْرِ الْمُصَلِّيْنَ وَالْمُسَلِّمِيْنَ عَلَيْهِ ۝ وَمِنْ خَيْرِ الْمُقَرَّبِيْنَ مِنْهُ وَالْوَارِدِيْنَ

اور ہمیں ان کی بارگاہ میں بہترین درود و سلام بھیجنے والوں، ان کے بہترین مقرب، ان کی خدمت میں حاضر

عَلَيْهِ وَمِنْ اَخْيَارِ الْمُحِبِّيْنَ فِيْهِ وَالْمَحْبُوْبِيْنَ لَدَيْهِ ۝ وَفَرِّحْنَا بِهٖ

ہونے والوں، ان کے ساتھ بہترین محبت کرنے والوں، اور ان کے محبوبوں سے بنا، اور ہمیں ان کے ذریعے قیامت

فِيْ عَرَصَاتِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَاجْعَلْهُ لَنَا دَلِيْلًا اِلٰى جَنَّةِ النَّعِيْمِ بِلَا مُؤْنَةٍ وَّلَا

کے میدانوں میں فرحت عطا فرما، اور انہیں ہمارے لئے جنت نعیم کی طرف راہنما بنا، بغیر محنت و مشقت کے

مَشَقَّةٍ وَّلَا مُنَاقَشَةِ الْحِسَابِ وَاجْعَلْهُ مُقْبِلاً عَلَيْنَا ۝ وَلَا تَجْعَلْهُ غَاضِبًا عَلَيْنَا ۝

اور بغیر حساب کی کھود کرکے' اور انہیں ہم پر توجہ فرمانے والا بنا اور انہیں ہم پر غضبناک نہ بنا

وَاغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْمَيِّتِيْنَ وَ

ہمیں' ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کو بخش دے' خواہ وہ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں'

اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ہماری آخری دعا یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

(یَا مَنْ وَّھَبَ لِدَاوٗدَ سُلَیْمَانَ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا۔ (وَلِزَکَرِیَّا یَحْیٰی) اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کا قول حکایت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما' بے شک تو دعا کو سننے والا ہے' فرشتوں نے انہیں پکارا جب کہ وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے' بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے' یہ بھی ان سے نقل فرمایا: مجھے اپنے پاس سے ولی عطا فرما جو میرا وارث بنے' پھر فرمایا: اے زکریا! ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے۔

(وَلِمَرْیَمَ عِیْسٰی) اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے فرشتے کی گفتگو کو نقل کرتے ہوئے فرمایا: میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں' تاکہ تمہیں پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔

بنت شعیب زوجہ موسیٰ علیہم السلام

(وَیَا حَافِظَ ابْنَةَ شُعَیْبٍ) ابنۃ کا صیغہ واحد ہے' تاہم دونوں بیٹوں کو شامل ہے (بتاویل کل واحدۃ) ایک احتمال یہ ہے کہ صرف وہ بیٹی مراد ہو جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نکاح کیا تھا' بعض نسخوں میں تثنیہ کا صیغہ ہے' ان کی حفاظت اس وقت فرمائی جب وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہی تھیں' انہیں غصب' قتل' قیدی بنائے جانے' بیچے جانے اور درندوں وغیرہ آفات سے محفوظ رکھا' ایک بیٹی کا نام صفورہ تھا' بعض نے صفوراء' بعض نے صفوریا بتایا' دوسری بیٹی کا نام لیّا' بعض نے کہا: سرفا' بعض نے عبدا' بعض نے کہا: ایک کا نام لیا اور دوسری کا نام شرفا تھا۔ کہا گیا ہے کہ وہ دونوں جڑواں بہنیں تھیں' جمہور کے نزدیک وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں' ان میں سے جس خاتون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نکاح کیا' ان کا نام صفوراء تھا' اس میں اختلاف ہے کہ وہ چھوٹی تھیں یا بڑی؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ) یہ اَسْاَلُكَ مقدر کا معمول ہے' غَفْرٌ کا معنی ڈھانپنا اور مواخذہ نہ کرنا ہے۔ (وَ تَسْتُرَلِیْ عُیُوْبِیْ) عیب کی

جمع ہے' جس کا معنی نقص ہے' درخواست یہ ہے کہ میرے تمام عیوب کو بخش دے (کُلَّھَا) خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ' ظاہر ہوں یا مخفی' ان گناہوں کے سبب مجھے دنیا اور آخرت کی رسوائی میں مبتلا نہ فرما' آخرت کی رسوائی تو بہت ہی شدید ہے۔

(وَتُعِيذَنِيْ مِنَ النَّارِ) مجھے جہنم کی آگ' بارگاہ قرب سے دوری کی آگ' رد' حجاب اور دوری کی آگ سے پناہ عطا فرما (وَتُوْجِبَ لِيْ رِضْوَانَكَ) اور تو میرے لئے اپنی رضا ثابت فرما اور میرے ساتھ رضا کا معاملہ فرما' مجھ پر دنیا اور آخرت میں اپنی رضا نازل فرما۔ دنیا میں تو اس طرح کہ میں تیری اطاعت کو لازم پکڑوں' تیرے پسندیدہ امور کی پیروی کروں' تیرے حکم کے آگے سر جھکا دوں اور تمام احوال میں تجھ سے راضی رہوں' اور آخرت میں بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جاؤں اور تیرے دیدار اور قرب سے بہرہ ور ہوں۔

امان' غفران اور احسان کا معنی

(وَاَمَانَكَ) اور تو میرے لئے امان ثابت فرما ان امور سے جن سے میں ڈرتا ہوں' یعنی برے حساب' سزا اور عقاب کے لاحق ہونے' عذاب کی شدت (بلکہ وجود عذاب) حجاب کے غم اور برے خاتمے سے۔

(وَغُفْرَانَكَ) اور دنیا و آخرت میں میرے گناہوں کو معاف فرما دے' دین و دنیا اور آخرت میں میرے گناہوں کے سبب مجھ پر گرفت نہ فرما۔ (وَاِحْسَانَكَ) اس کے باوجود اپنا احسان ثابت فرما' اس طرح کہ تو میرے دین کو درست فرما جس پر میرے معاملے کا دارو مدار ہے' میری دنیا کو درست فرما جس میں' میں نے زندگی گزارنا ہے' اور میری آخرت کو درست فرما جس کی طرف میں نے لوٹنا ہے۔

(وَتُمَتِّعَنِيْ) ابن القوطیہ کہتے ہیں کہ اَمْتَعْتُ الرَّجُلَ بِالشَّيْءِ میں نے فلاں شخص کو فلاں شے سے نفع پہنچایا۔ اَمْتَعَ الرَّجُلَ وَ تَمَتَّعَ کا معنی ہے کہ فلاں شخص نے عافیت سے نفع اٹھایا' اساس (لغت کی کتاب) میں ہے مَتَّعَكَ اللّٰهُ بِكَذَا اور اَمْتَعَكَ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے فلاں شے سے طویل عرصہ تک نفع حاصل کرنے کی توفیق دے اور وہ چیز تمہاری ملکیت کر دے۔

(فِيْ جَنَّتِكَ) اور تو مجھے اپنی جنت میں نفع عطا فرمائے' دنیا میں تیرے سبب اور تجھ سے راضی رہنے کی جنت میں رہوں' تیری معرفت حاصل کروں' تجھ سے تعلق مضبوط کروں' ٹوٹ کر محبت کروں' تیری امداد کی بدولت تیرے ماسوا سے بے نیاز ہو جاؤں' اور آخرت میں جنت کی ان نعمتوں سے استفادہ کروں جو تو نے جنت النعیم میں تیار کی ہیں' اور ان میں سے سب سے بڑی اور سب سے اہم نعمت تیرا دیدار' تیری بارگاہ کی حاضری' تیرے قرب کا حصول' تیری رضا سے لطف اندوز ہونا ہے۔ حضرت مصنف کے قول فِيْ جَنَّتِكَ کا متعلق محذوف ہے' کیونکہ اس میں عموم ہے (یعنی جنت کی ہر نعمت سے مجھے فیض یاب فرما) اور خصوصی طور پر ذکر کی ضرورت نہیں ہے' جَنَّتِكَ میں اضافت تشریف (جنت کی عظمت و شرافت بیان کرنے) کے لئے ہے۔

(اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) بے شک تو ہر ممکن پر قادر ہے' لہٰذا میری دعاؤں میں سے کسی کا پورا کرنا نہ تو تیرے لئے مشکل ہے اور نہ ہی تیری قدرت سے خارج ہے۔

ے (وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ) صرف ایک نسخے میں ہے عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ (مَا) مصدریہ ظرفیہ ہے اَزْعَجَتِ الرِّيَاحُ سَحَابًا رُكَامًا) جب تک کہ ہوائیں گھرے بادلوں کو ان کی جگہوں سے تیزی کے ساتھ اکھیڑتی رہیں' رُکام راء پر پیش' کاف مخفف گھرا بادل جو زیادتی کی وجہ سے تہ بہ تہ ہو (وَذَاقَ كُلُّ ذِيْ رُوْحٍ حِمَامًا) حِمَامٌ بروزن كِتَابٌ اس کا معنی ہے موت' زندگی کا پورا ہونا' اور اس کے چکھنے کا مطلب ہے موت کا نازل ہونا اور وارد ہونا' عذاب کی طرح موت کے لئے چکھنے کا استعمال بطور مجاز ہے' یہ بلیغ استعارہ ہے' مطلب یہ کہ ذی روح نے موت کے ساتھ اس طرح ملاقات کی جس طرح چکھنے والا ملاقات کرتا ہے' اور قوی ترین ملاقات ہوتی ہے' موت کے چکھنے اور اس سے ملاقات کرنے سے پتا چلتا ہے کہ وہ امر وجودی ہے' اس میں اختلاف ہے کہ کیا موت زندگی کی ضد ہے یا موت عدم حیات کا نام ہے (یعنی موت امر وجودی ہے یا عدمی) اس میں دو قول ہیں۔ (وَاَوْصِلْ) فعل دعا ہے جس کا معنی ہے پہنچا (اَلسَّلَامُ) یہ مفعول بہ ہے اَوْصِلْ کا' اسی طرح معتمد نسخے میں ہے' ایک نسخے میں ہے وَاُوْصِلَ السَّلَامُ ہمزے پر پیش' صاد کے نیچے زیر' لام پر زبر' فعل ماضی مجہول کا صیغہ ہے اور اَلسَّلَامُ نائب فاعل ہے' ایک اور غیر معتمد نسخے میں ہے وَاُوْصِلُ السَّلَامَ ہمزے پر پیش' صاد کے نیچے زیر' لام پر پیش' فعل مضارع معلوم ہے' اور اَلسَّلَامَ مفعول بہ ہے' تینوں صورتوں میں حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول تَحِيَّةً حال ہے' پہلے اَلسَّلَامُ سے' ایک معتبر نسخے میں مجھے یہ لفظ دو اور طریقوں پر ملا ہے (۱) اَوْصَلَ ہمزہ صاد اور لام تینوں پر زبر' فعل ماضی معلوم ہے (۲) اَوْصِلِ السَّلَامَ صاد اور لام دونوں کے نیچے زیر' یہ فعل دعا ہے' پہلی صورت میں احتمال ہے کہ اَلسَّلَامُ اللہ تعالیٰ کا نام مبارک ہو اور اَوْصَلَ کا فاعل ہو اور تَحِيَّةً اس کا مفعول بہ ہو' یہ بھی احتمال ہے کہ اَلسَّلَامُ فعل کا مفعول ہو اور فاعل کا ذکر نہ ہو اور ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے' اب تَحِيَّةً حال ہو گا جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے' جملہ وَاَوْصَلَ السَّلَامُ اگر دعائیہ ہے تو اس کا عطف پچھلے جملے وَصَلَّى اللّٰهُ پر ہے' کیونکہ وہ معنی انشائیہ ہے۔ اس جملے کا معنی یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کی ارواح کو سلام پہنچائے اور اگر جملہ وَاَوْصَلَ السَّلَامُ خبریہ ہو تو اس کا عطف پچھلے جملہ پر ہے' مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نبی اکرم ﷺ پر اس وقت تک ہمیشہ رہے جب تک اہل جنت کو سلام پہنچایا جاتا ہے' انہیں سلام کا پہنچانا یا تو اہل دنیا کی طرف سے ہو گا اور پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہو گا' یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گا اور پہنچانے والے فرشتے ہوں گے' اللہ تعالیٰ کا اہل جنت کو سلام فرمانا' انہیں سلام بھیجنا اور لکھنا مشہور و معروف ہے۔

(لِاَهْلِ السَّلَامِ) ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اہلیت سے سلام کے لائق ہیں' پس سلام دونوں جگہ ایک ہی معنی میں ہے' یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دوسرا سلام اللہ تعالیٰ کا نام نامی ہو' معنی یہ ہو گا کہ اللہ والوں کے لئے' یہ بھی احتمال ہے کہ سلامتی کے معنی میں ہو۔ (فِيْ دَارِ السَّلَامِ) جنت میں۔

(تَحِيَّةً) یہ ماخوذ ہے اس تمنا اور دعا سے جو ملاقات کے وقت کسی انسان کی زندگی کے لئے کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے حَيَّاهُ يُحَيِّيْهِ تَحِيَّةً اللہ تعالیٰ اسے زندگی عطا فرمائے زندگی دینا' بادشاہوں کو سلام کہتے وقت یہ الفاظ بکثرت کہے جاتے ہیں' حتیٰ کہ تدریجاً بادشاہی کا نام ہی تحیہ ہو گیا' جیسے کہ بقاء اور زندگی کی لمبائی کو بھی تَحِيَّةً کہہ دیا گیا' کیونکہ لوگ ان چیزوں کی بکثرت دعا

مانگتے ہیں۔(وَسَلامًا) ماقبل کا مرادف (اور ہم معنی) ہے۔

دعاء خضری

٣ (اَللّٰھُمَّ اَفْرِدْنِیْ) یہ دعا حضرت خضر علیہ السلام کی ہے۔ ایک شخص نے انہیں جنازے کے پیچھے جاتے ہوئے دیکھا اور یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا' اس سے پہلے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ مردوں کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے تھے کہ میں نے ان لوگوں کی ہلاکت ایسی ہلاکت نہیں دیکھی اور زندوں کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے تھے کہ ان کی غفلت ایسی غفلت نہیں دیکھی' پھر انہوں نے یہ دعا پڑھی۔ اَفْرِدْنِیْ کا معنی یہ ہے کہ مجھے منفرد بنا اور مجھے خالص کر دے' ایک قدیم نسخہ میں ہے اَللّٰھُمَّ فَرِّغْنِیْ کے الفاظ بری نے شرح بردہ میں نقل کئے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام کی حکایت بھی نقل کی ہے' اس کا معنی وہی ہے جو اَفْرِدْنِیْ کا ہے۔ تَفْرِیْغُ الظُّرُوْفِ کا معنی ہے برتنوں کا خالی کرنا' تَفَرَّغَ کا معنی ہے فلاں شخص مصروفیت سے فارغ ہو گیا۔

(لِمَا) لام اختصاص کے لئے اور ما موصولہ ہے۔ (خَلَقْتَنِیْ لَہٗ) اے اللہ! مجھے اس کام کے لئے ریزرو کر دے جس کے لئے تو نے مجھے پیدا کیا ہے۔ یعنی تیری عبادت کروں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کریں (وَلَا تَشْغَلْنِیْ) اور حجابات اور میری بصیرت کے کھو جانے کے سبب مجھے مشغول نہ فرما (بِمَا تَکَفَّلْتَ لِیْ بِہٖ) اس چیز میں جس کی تو نے مجھے اس ارشاد میں ضمانت دی ہے' کتنے چارپائے ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے' اللہ انہیں رزق عطا فرماتا ہے (۲۹/۶۰) یہ بھی فرمایا: زمین میں جو بھی چلنے والا ہے اس کا رزق اللہ ہی کے ذمہ کرم پر ہے (۱۱/۶) یہ بھی فرمایا: اور آسمان میں تمہارا رزق ہے (۵۱/۲۲)

اللہ تعالیٰ کے لئے ظلم اور عیب ممکن نہیں

(وَلَا تَحْرِمْنِیْ) اور تو نے مجھے جس حکمت کے لئے پیدا کیا ہے اس کے ساتھ مختص ہونے سے مجھے محروم نہ فرما' یا یہ مطلب ہے کہ مطلقاً جو بھی تجھ سے مانگوں اس سے مجھے محروم نہ فرما اور مجھے دعاؤں میں محرومیت اور ناکامی کا داغ نہ لگے۔ (وَاَنَا اَسْاَلُکَ) لَا تَحْرِمْنِیْ سے جملہ حالیہ (یعنی ضمیر متکلم سے) (وَلَا تُعَذِّبْنِیْ) اور تو نے میرے جن امور کی ذمہ داری لی ہے' ان میں میری مشغولیت کے ساتھ مجھے عذاب نہ دے' یا یہ مطلب ہے کہ مجھے میرے گناہوں کا عذاب نہ دے۔ (وَاَنَا اَسْتَغْفِرُکَ) لَا تُعَذِّبْنِیْ (کی ضمیر متکلم) سے حال ہے' سوال کے باوجود محروم رکھنا اور استغفار کے باوجود عذاب دینا تو کسی بھی شخص کے حق میں بہت سخت ہے اور ایسا کرنے والے کی جفا کی علامت ہے' اللہ تعالیٰ تو اکرم الاکرمین ہے' یہ طریقہ کسی طرح بھی اس کے شایان شان نہیں (اللہ تعالیٰ کے روایت کردہ کلام میں ہے کہ جو شخص بے وضو ہوا' اس نے وضو کیا' نماز پڑھی اور دعا مانگی (اس کے باوجود) میں نے اس کی دعا قبول نہیں کی تو میں نے اس پر جفا کی ہے اور رب تو ظلم و جفا نہیں کرتا (اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ظلم اور عیب ممکن ہی نہیں' دیکھئے "سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح" ۱۲ قادری) ایک حکم میں

ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہاری زبان طلب میں جاری کر دی ہے تو جان لو کہ وہ تمہیں عطا فرمانا چاہتا ہے' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ بندے کی دعا کی طرف توجہ نہیں فرماتا یہاں تک کہ اسے قبول کرنے کی طرف توجہ فرماتا ہے (یعنی جب وہ دعا کی طرف التفات فرماتا ہے تو اسے قبول بھی فرماتا ہے۔ ۱۲ قادری) اس حدیث کو ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے' اس کے علاوہ اس مطلب اور استغفار کرنے والے کے لئے دعاء کی قبولیت و مغفرت اور عذر پیش کرنے والے کے عذر کے مقبول ہونے کے بارے میں کئی احادیث وارد ہیں' (ثَلَاثًا) یہ لفظ بعض نسخوں میں ثابت ہے اور بہت سے نسخوں میں نہیں ہے' مطلب یہ ہے کہ یہ دعا تین مرتبہ پڑھو۔

۴ (وَسَلِّمْ) لام کے نیچے زیر آخری حرف ساکن' یہ درود شریف کتاب کے وسط میں گزر چکا ہے' اس کا ذکر امام ابو محمد جبر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے حوالے سے کیا ہے۔

۵ (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ) یہ دعا اسی طرح امام ترمذی نے روایت کی ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن' صحیح' غریب ہے' اسے امام نسائی' ابن ماجہ اور طبرانی نے روایت کیا اور اس کی ابتدا میں (نابینا صحابی کا) واقعہ بھی بیان کیا' ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے نہ صرف اسے روایت کیا' بلکہ کہا کہ یہ صحیح اور امام بخاری و مسلم کی شرط پر ہے' امام بیہقی نے اسے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت سے صحیح قرار دیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے نابینا کو بینائی کے لئے دعا سکھلائی

امام نسائی کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے: ایک نابینا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے' انہوں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ میری بینائی کی رکاوٹ دور فرما دے' آپ نے فرمایا: یا تمہارے لئے (بخشش کی) دعا کروں؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بینائی کا زائل ہونا میرے لئے بڑی تکلیف کا باعث ہے' (یعنی بخشش اور جنت تو آپ کے صدقے مل ہی جائے گی' میری بینائی کی بحالی کی دعا فرمائیں) آپ نے فرمایا: جاؤ جا کر وضو کرو' پھر دو رکعتیں ادا کرو' اس کے بعد یہ دعا مانگو: اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور نبی عربی محمد مصطفےٰ نبی رحمت کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں' یا رسول اللہ! (حدیث شریف میں یا محمد ہے) میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری بینائی کی رکاوٹ دور فرما دے' اے اللہ! حضور اقدس ﷺ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ اور میری شفاعت میرے بارے میں قبول فرما۔ (کچھ دیر کے بعد) وہ واپس آئے تو ان کی بینائی بحال ہو چکی تھی۔

زیارت روضہ انوار کے وقت درود پاک پڑھنے کا طریقہ

حضرت مولف نے جن الفاظ میں دعا نقل کی ہے۔ وہی الفاظ کچھ تبدیلی کے ساتھ امام ابن ثابت نے کفایہ میں نقل کئے ہیں؛ حضرت مولف کے ہاں کچھ الفاظ زائد ہیں' ابن ثابت نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت میں بھی اس دعا کا ذکر کیا ہے' انہوں نے فرمایا: پہلے نبی اکرم ﷺ کی زیارت میں بھی اس دعا کا ذکر کیا ہے' انہوں نے فرمایا: پہلے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرے' پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرے' پھر رسول اکرم ﷺ کے مواجہہ عالیہ کی طرف لوٹ کر جائے' کثرت سے دعا مانگے اور آپ کی شفاعت طلب کرے' مثلاً یہ کہے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں' اس کے بعد یہ دعا وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تک ذکر کی۔ ----اَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ کا معنی ہے میں تیری طرف (اپنے ظاہر و باطن کا) رخ کرتا ہوں اور تیرا قصد کرتا ہوں۔

(بِحَبِیْبِكَ الْمُصْطَفٰی) باء استعانت کے لئے ہے' حدیث شریف کی بعض روایات میں ہے بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ اور بعض روایات میں ہے بِنَبِیِّ مُحَمَّدٍ (عِنْدَكَ) اس کا تعلق المصطفٰی سے ہے (یَا حَبِیْبَنَا) آپ اللہ تعالیٰ کے بھی حبیب ہیں اور ہمارے بھی حبیب ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزت عطا فرماتا ہے' یا یہ مطلب ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے مقام رفیع کے لائق آپ کے خصوصی اعزاز کا ارادہ فرماتا ہے۔ اور سرکار دوعالم ﷺ سے ہماری محبت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے کمال حسن و احسان کے تصور کے پیش نظر ہمارے دل آپ کی طرف مائل ہوں۔

دعا میں حضور علیہ السلام کو ندا

(یَا مُحَمَّدُ) حدیث شریف کے الفاظ کریمہ اس سے پہلے گزر چکے ہیں' ان میں نبی اکرم ﷺ کو یَا مُحَمَّدُ سے ندا کی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے یہ دعا اس شخص کو سکھائی جسے کوئی حاجت درپیش تھی' جو اس دعا کی برکت سے پوری ہو گئی' پھر انہیں نابینا صحابی کا واقعہ بیان کیا' جیسے کہ امام طبرانی کی روایت میں ہے' یہ حدیث دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو ایسے مقام میں نام لے کر ندا کی جا سکتی ہے۔

حضور علیہ السلام کی شفاعت کے لئے دعا

(اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِكَ اِلٰی رَبِّكَ) رب کی اضافت نبی اکرم ﷺ کی طرف اس لئے کی کہ اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے لیکن اس کی ربوبیت کا خصوصی تعلق نبی اکرم ﷺ سے ہے۔ (فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ الْمَوْلَی الْعَظِیْمِ) مولائے عظیم کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں جس کی بارگاہ میں شفاعت وہی کر سکتا ہے جسے اس کی بارگاہ میں شفاعت کی اجازت ہو' عزت و کرامت کا مقام حاصل ہو' مقبول' مطہر اور مغفور ہو (یَا نِعْمَ الرَّسُوْلُ الطَّاهِرُ) اے بہترین رسول جو گناہوں' عیبوں اور تنزلی سے پاک ہیں۔ (اَللّٰهُمَّ

(شَفِّعْهُ فِيْنَا) اے اللہ! سرکار دوعالم ﷺ کی شفاعت ہمارے بارے میں قبول فرما۔ (بِجَاهِهٖ) اس سلسلے میں آپ کے مرتبے کا وسیلہ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں' یا یہ مطلب ہے کہ چونکہ حضور اقدس ﷺ کا تیری بارگاہ میں بڑا مرتبہ ہے' اس مرتبے کے وسیلے سے آپ کی شفاعت ہمارے بارے میں قبول فرما۔

(ثَلَاثًا) یہ کلمات تین مرتبہ پڑھو' کہا گیا ہے کہ یہ حضرت مولف رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے۔ ہو سکتا ہے اس کا مطلب یہ ہو کہ یہ پوری دعا تین مرتبہ پڑھی جائے' یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا صرف آخری جملہ یعنی "اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيْنَا" سے آخر تک تین مرتبہ پڑھا جائے' حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو تین مرتبہ دعا کرنا اور تین مرتبہ استغفار مرغوب تھا۔

(اَللّٰهُمَّ) بعض معتمد نسخوں میں یہ کلمہ موجود ہے نسخہ سہلیہ وغیرہ نسخوں میں نہیں ہے' ابن ثابت کے نزدیک بھی نہیں۔

(وَاجْعَلْنَا) اَللّٰهُمَّ سے پہلے مذکور دعا پر اس کا عطف ہے۔ (مِنْ خَيْرِ) اسم تفضیل کا صیغہ ہے' اس کی ابتدا سے ہمزہ حذف کر دیا گیا ہے کہ اس کی ضرورت نہیں تھی (اصل میں اَخْيَرُ تھا) سی طرح نسخہ سہلیہ میں اس جگہ اور اس کے بعد ہے' تیسری جگہ اَخْيَارِ ہے' ابتدا میں بھی الف ہے اور یاء کے بعد بھی الف ہے خَيْرٌ کی جمع ہے' بعض معتمد نسخوں میں خِيَارٌ ہے' خاء کے نیچے زیر اور ابتدا میں الف نہیں ہے' تینوں جگہ اسی طرح ہے' بعض نسخوں میں تینوں جگہ اَخْيَارٌ ہے' ابتدا میں اور آخر سے پہلے الف ہے (پہلی جگہ تو وہی ہے جس کی شرح میں گفتگو ہو رہی ہے' دو جگہیں آئندہ آ رہی ہیں۔ ۱۲ قادری) قاموس میں ہے اَلْخَيْرُ بکثرت بھلائی والے کو کہتے ہیں' خَيِّرٌ بروزن کَيِّسٌ ہے' اس کا معنی رونق ہے' اس کی جمع خِيَارٌ اور اَخْيَارٌ ہے۔ مخفف (خَيْرٌ) ہو تو اس کا معنی ہے جمال اور عادتوں میں اچھا اور اگر مشدد (خَيِّرٌ) ہو تو اس کا معنی ہے دین اور نیکی میں اچھا۔ کہا جاتا ہے هُوَ اَخْيَرُ مِنْكَ وَ كَخَيْرٍ (یعنی ہمزے کے ساتھ اور اس کے بغیر۔ (وَالْوَارِدِيْنَ عَلَيْهِ) اور نبی اکرم ﷺ کے حوض پر وارد ہونے والوں سے بنا (وَالْمَحْبُوْبِيْنَ لَدَيْهِ) اور جو نبی اکرم ﷺ کے پاس مقبول ہیں آپ کی سنت کی پیروی' آپ کی شریعت پر قائم رہنے کی بنا پر اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال قبول فرمائے اور اپنی رحمت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوا ہے۔

(وَفَرِّحْنَا بِهٖ) اور ہمیں آپ کے ذریعے فرحت و مسرت، عطا فرما' اس طرح کہ ہمیں آپ کے ساتھ جمع فرما دے (فِيْ عَرَصَاتِ الْقِيَامَةِ) عَرْصَةٌ کی جمع ہے۔ بے نقطہ عین پر زبر' راء ساکن' اس پر زبر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ وہ کھلا میدان جہاں کوئی عمارت نہ ہو اور نہ کوئی ایسی چیز ہو جس سے ٹکرا کر نظر واپس آ سکے۔ جمع کا صیغہ اس لئے لائے ہیں کہ قیامت کے متعدد مقامات ہوں گے' بعض حضرات نے کہا کہ قیام کے دن کے پچاس مقام ہوں گے اور ہر مقام ایک ہزار سال کا ہو گا۔

جس کا حساب کریدا گیا' اسے عذاب ہو گا

(وَاجْعَلْهُ لَنَا) اور حضور اقدس ﷺ کو ہمارے لئے ہدایت دینے والا اور درست کرنے والا بنا (اِلٰى جَنَّةِ النَّعِيْمِ) جنت النعیم کی طرف (دَلِيْلًا مُؤَدِّيًا) میم پر زبر۔ بغیر تکلیف کے (وَلَا مَشَقَّةٍ) اور بغیر ضرر اور دشواری کے (وَلَا مُنَاقَشَةِ الْحِسَابِ) اور حساب کتاب کی کھود کرید کے بغیر۔۔۔ حساب یہ ہے کہ انسان کے تمام اچھے اور برے اعمال کی اس کے سامنے گنتی کی جائے' حدیث

شریف میں ہے کہ جس کے حساب میں کھود کرید کی گئی' اسے عذاب دیا جائے گا۔

(وَاجْعَلْهُ مُقْبِلاً عَلَيْنَا) تو ہماری طرف توجہ فرما اور اپنی توجہ کی بدولت اپنے حبیب ﷺ کو ان کی سخاوت' رضامندی اور بشارت کے ساتھ ہماری طرف متوجہ فرما۔ (وَلاَ تَجْعَلْهُ غَاضِبًا عَلَيْنَا) اور تو اپنے حبیب ﷺ کو ہم سے اعراض کرنے والا نہ بنا ابن ثابت کے الفاظ یہ ہیں وَلاَ تَجْعَلْهُ غَاضِبًا عَلَيَّ وَلاَ مُعْرِضًا یہ ایک مرادف کا عطف ہے دوسرے پر (وَاغْفِرْلَنَا) بعض نسخوں میں یہ اضافہ ہے وَلِوَالِدَيْنَا' نسخہ سہلیہ میں یہ اضافہ نہیں ہے' اسی طرح ابن ثابت کے ہاں بھی یہ اضافہ نہیں ہے۔

(وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِيْنَ الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْمَيِّتِيْنَ) لفظ مِنْهُمْ موجود ہے' اسی طرح ایک قدیم نسخے میں بھی موجود ہے' بعض نسخوں میں نہیں ہے' جیسے کہ ابن ثابت کے نزدیک بھی نہیں ہے۔ (وَآخِرُ دَعْوَانَا) اور ہماری دعاء کا خاتمہ' دعوی الدُّعاء کی طرح دَعَا کا مصدر ہے۔ (اَنِ) یہ مشدد سے مخففہ بنایا گیا ہے' یہ بھی جائز ہے کہ اسے تشدید کے ساتھ پڑھا جائے اور مابعد کو نصب دی جائے۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) حمد بھی دعا ہے کیونکہ یہ ثناء ہے اور ثناء سے وہ کچھ حاصل ہوتا ہے جو دعا سے حاصل نہیں ہوتا' لہٰذا ثناء پر بھی دعا کا اطلاق کیا گیا ہے' کیونکہ ثنا سے بھی دعا کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ) جسے میرا ذکر مجھ سے سوال کرنے سے روک دے (یعنی ذکر کی وجہ سے سوال و دعا نہ کر سکے) اسے سائلوں سے بھی بہتر دعا عطا کروں گا' ایک شاعر نے کہا ہے:

اِذَا اَثْنٰى عَلَيْكَ الْمَرْءُ يَوْمًا   كَفَاهُ مِنْ تَعَرُّضِهِ الثَّنَاء

جب کوئی شخص کسی دن تیری تعریف کرے تو اسے بجائے سوال کے ثنا ہی کافی ہے (جیسے بھکاری کچھ مانگنے کی بجائے دعائیں دینے پر اکتفا کرتے ہیں' کیونکہ یہ بھی مانگنے کا ایک انداز ہے۔ ۱۲ قادری)

شکر زیادتی کی نعمت

نیز حمد شکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو ہم ضرور (نعمت میں) زیادتی کریں گے' حدیث شریف میں ہے شکر زیادتی کی خبر دیتا ہے اور زیادتی دعا کا مقصود ہے' ایک احتمال یہ ہے کہ حمد کو دعا کا خاتمہ بنایا گیا ہے اور یہ دعا نہیں ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس جگہ فصل کیفیت صلوٰۃ کا تیسرا ربع (چوتھائی حصہ) مکمل ہوا' اس کے بعد آخری ربع شروع ہوتا ہے۔

اِبْتِدَاءُ الرُّبُعِ الرَّابِعِ

چوتھے ربع کی ابتدا

فَاَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ لَآ اِلٰهَ

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے حی و قیوم! اے بزرگی اور بخشش والے! تیرے سوا

اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ اَسْئَلُكَ بِمَا حَمَلَ كُرْسِیُّكَ

کوئی معبود برحق نہیں ہے' تو پاک ہے' بے شک میں ظلم کرنے والوں میں سے ہوں' میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری

مِنْ عَظْمَتِكَ وَجَلَالِكَ وَبَهَآئِكَ وَ قُدْرَتِكَ وَسُلْطَانِكَ وَ بِحَقِّ اَسْمَائِكَ

عظمت' جلالت' نور اور قدرت و سلطنت کے طفیل جن کی حامل تیری کرسی ہے اور تیرے ان

الْمَخْزُوْنَةِ الْمَكْنُوْنَةِ الْمُطَهَّرَةِ الَّتِیْ لَمْ يَطَّلِعْ عَلَيْهَا اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِكَ وَ

پوشیدہ' مخفی اور پاک ناموں کے طفیل جن پر تیری مخلوق میں سے کوئی آگاہ نہیں

بِحَقِّ الْاِسْمِ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَى اللَّيْلِ فَاَظْلَمَ وَعَلَى النَّهَارِ فَاسْتَنَا

اور اس نام کے طفیل جو تو نے رات پر رکھا تو وہ تاریک ہو گئی اور دن پر رکھا' تو وہ روشن ہو گیا

رَوَعَلَى السَّمٰوَاتِ فَاسْتَقَلَّتْ ۝ وَعَلَى الْاَرْضِ فَاسْتَقَرَّتْ ۝

اور آسمانوں پر رکھا' تو وہ مستحکم ہو گئے اور زمین پر' تو وہ ٹھہر گئی'

وَعَلَى الْبِحَارِ فَانْفَجَرَتْ ۝ وَعَلَى الْعُيُوْنِ فَنَبَعَتْ ۝

اور دریاؤں پر' تو وہ جاری ہو گئے اور چشموں پر' تو وہ ابل پڑے

وَعَلَى السَّحَابِ فَاَمْطَرَتْ ۝ وَاَسْئَلُكَ بِالْاَسْمَآءِ الْمَكْتُوْبَةِ فِیْ جَبْهَةِ

اور بادل پر' تو وہ برسنے لگا اور میں تجھ سے ان ناموں کے طفیل سوال کرتا ہوں جو سیدنا

سَيِّدِنَا جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۝ وَبِالْاَسْمَآءِ الْمَكْتُوْبَةِ فِیْ جَبْهَةِ سَيِّدِنَا اِسْرَافِيْلَ

جبرائیل علیہ السلام کی پیشانی پر لکھے ہوئے ہیں اور ان ناموں کے طفیل جو سیدنا اسرافیل کی پیشانی پر لکھے

عَلَيْهِ السَّلَامُ ۝ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْمَلٰئِكَةِ وَاَسْئَلُكَ بِالْاَسْمَآءِ الْمَكْتُوْبَةِ

ہوئے ہیں ان پر اور تمام فرشتوں پر سلام ہو اور میں تجھ سے ان ناموں کے طفیل سوال کرتا ہوں جو عرش کے گرد

حَوْلَ الْعَرْشِ وَبِالْاَسْمَآءِ الْمَكْتُوْبَةِ حَوْلَ الْكُرْسِيِّ ○

لکھے ہوئے ہیں اور ان ناموں کے طفیل جو کرسی کے گرد لکھے ہوئے ہیں اور میں تجھ سے تیرے عظیم اسم اعظم

وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْعَظِيْمِ الْاَعْظَمِ الَّذِيْ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ

کے طفیل سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنا نام رکھا اور میں تجھ سے تیرے

وَاَسْئَلُكَ بِحَقِّ اَسْمَائِكَ كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ ○ وَ

تمام ناموں کے طفیل سوال کرتا ہوں خواہ وہ مجھے معلوم ہیں یا نہیں اور میں

اَسْئَلُكَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ

تجھ سے ان ناموں کے طفیل سوال کرتا ہوں جن کے ساتھ تجھے سیدنا آدم علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں ۔ کے طفیل جن

دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا

کے ساتھ تجھے سیدنا نوح علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ

صَالِحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا

تجھے سیدنا صالح علیہ السلام نے یاد کیا، اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ

سَيِّدُنَا يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا

تجھے سیدنا یعقوب علیہ السلام نے یاد کیا، اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ

سَيِّدُنَا يُوْسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ

تجھے سیدنا یوسف علیہ السلام نے یاد کیا، اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ

بِهَا سَيِّدُنَا يُوْنُسُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا مُوْسٰى

تجھے سیدنا یونس علیہ السلام نے یاد کیا، اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا موسیٰ

عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا هٰرُوْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَ

علیہ السلام نے یاد کیا، اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا ہارون علیہ السلام نے یاد کیا، اور

بِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا شُعَيْبٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○ وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ

ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا شعیب علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے

بِهَا سَيِّدُنَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ○ وَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا اِسْمٰعِيْلُ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا اسمٰعیل

عَلَيْهِ السَّلَامُ○ وَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا دَاوٗدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ○ وَ

علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا داؤد علیہ السلام نے یاد کیا اور

بِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا سُلَيْمٰنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ

ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا سلیمان علیہ السلام نے یاد کیا اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے

دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا

سید زکریا علیہ السلام نے یاد کیا، اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا

يَحْيٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ؕ

یحییٰ علیہ السلام نے یاد کیا۔

چوتھے ربع کی ابتداء ۱؎

(فَاَسْاَلُكَ) دو نسخوں میں ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ، ایک نسخہ جس میں کچھ حرج نہیں ہے کی ابتدا میں بسم اللہ شریف ہے، اس کے بعد ہے: صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا، اس کے بعد ہے فَاسْأَلُكَ (يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ) ندا کی حالت میں اس اسم پاک کے تلفظ کے تین طریقے ہیں (۱) دونوں الف ثابت رکھے جائیں (یا کا الف اور اسم جلالت اللہ کا الف) اور دوسرا الف جو بطور وصلی استعمال ہوتا ہے اور پڑھنے میں گر جاتا ہے، اسے قطعی قرار دیا جائے (يَا اَللّٰهُ) (۲) دونوں کو حذف کر دیا جائے۔ (يَللّٰهُ) (۳) پہلے کو ثابت رکھا جائے اور دوسرے کو حذف کر دیا جائے۔ (يَا للّٰهُ)

(يَا حَيُّ) اے وہ زندہ جس کے بغیر کوئی (بذاتہ) زندہ نہیں اور ہر زندہ اس کے زندگی ؁ طا کرنے سے زندہ ہے (يَا قَيُّوْمُ) اے وہ جو قائم بنفسہ ہے اور مخلوق کے تمام امور کو پورا کرنے والا ہے (سُبْحَانَكَ) ہم تیری پاکیزگی بیا؁ کرتے ہیں، ہر اس چیز سے جو تیرے لائق نہیں اور جو تیرے حق میں جائز نہیں (اِنِّيْ كُنْتُ) یہ اپنے حال کی خبر دے رہے ہیں، كُنْتُ سے گزشتہ حالت کی خبر دینا مقصود نہیں ہے، بلکہ یہ دوام کے لئے ہے، یہ کلمات حضرت یونس علیہ السلام کے ؁ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے جانے پر دلالت کرتے ہیں (مِنَ الظّٰلِمِيْنَ) بے شک میں ظالموں میں ؁، نیت اور علم و عمل کے، ظلم کا معنی ہے حد سے تجاوز کرنا اور حق کے بغیر تصرف کرنا (عام انسان اس سے ؁ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک انسان ظلم کرنے والا، ناشکرا ہے، یہ بھی فرمایا: بے شک وہ ظلم کرنے والا جاہل تھا،

اس جگہ سے لے کر وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ هُوَ حَسْبِيْ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

تک، ابن وداعہ کے بیان کے مطابق شیخ ابو محمد جبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اَلْمَلَاذُ وَالْاِعْتِصَامُ کو مذکورہ عبارت پر ختم کیا ہے، میں نے ابن وداعہ کا حوالہ اس لئے دیا ہے کہ مجھے شیخ جبر کی کتاب کا آخری حصہ نہیں ملا جس میں یہ درود شریف ہے البتہ! ان کے ہاں اس درود شریف کی ابتدا اس طرح ہے: فَاَسْاَلُكَ يَا اللّٰهُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا رَبُّ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِمَا حَمَلَ كُرْسِيُّكَ مِنْ عَظَمَتِكَ وَجَلَالِكَ وَجَمَالِكَ وَبَهَائِكَ الخ

حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کی دعا

حضرت مولف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ربع کا آغاز اللہ تعالیٰ کے چار اسماء مبارکہ سے کیا ہے جن میں سے ہر ایک کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اسم اعظم ہے (۱) اسم جلالت (اَللّٰہ) ہے، کثیر علماء کا مذہب یہ ہے کہ یہ اسم اعظم ہے، (۲) اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ، امام نووی نے ایک جماعت کی پیروی میں فرمایا ہے کہ یہ اسم اعظم ہے، اس پر احادیث بھی دلالت کرتی ہیں (۳) ذوالجلال والاکرام، احادیث اس کے اسم اعظم ہونے کی بھی گواہی دیتی ہیں (۴) حضرت ذوالنون (سیدنا یونس) علیہ السلام کی دعا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ، اس کے بارے میں بھی احادیث وارد ہیں۔

(اَلْمُطَهَّرَةِ) وہ اسماء کریمہ جو منزہ اور مقدس ہیں، (وَعَلَى الْبِحَارِ فَانْفَجَرَتْ) اس اسم مبارک کے طفیل جسے تو نے سمندروں پر رکھا تو وہ بہہ پڑے اور جاری ہو گئے۔ (بِالْاَسْمَاءِ الْمَكْتُوْبَةِ) ایک نسخے میں ہے بِالْاِسْمِ الْمَكْتُوْبِ (وَفِيْ جَبْهَةِ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) دو نسخوں میں ہے فِيْ جَبْهَةِ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ (وَبِالْاَسْمَاءِ الْمَكْتُوْبَةِ) ایک نسخے میں ہے وَبِالْاِسْمِ الْمَكْتُوْبِ (فِيْ جَبْهَةِ اِسْرَافِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعَلٰى) اس کا عطف ہے اس سے پہلے عَلَيْهِ پر (وَبِالْاَسْمَاءِ الْمَكْتُوْبَةِ) ایک نسخے میں ہے وَبِالْاِسْمِ الْمَكْتُوْبِ۔

(وَبِالْاَسْمَاءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَبِالْاَسْمَاءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا يُوْسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ۲ بعض معتمد نسخوں میں حضرت یعقوب اور یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ ہے، جب کہ نسخہ سہلیہ میں ان کا ذکر نہیں ہے، ابن وداعہ نے ابن جبر کے حوالے سے انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء مبارکہ اس طرح نقل کئے ہیں: حضرت نوح، ہود، صالح، یونس، ایوب، موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام، بعض دوسرے حضرات نے حضرت جبر کی کتاب سے یہ اسماء کریمہ اس طرح نقل کئے ہیں: حضرت نوح، ہود، صالح، یونس، یوسف پھر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔

۳ (وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا يَحْيٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ) اسی طرح بعض معتمد نسخوں میں ہے، نسخہ سہلیہ میں حضرت یحیٰی علیہ السلام کا نام مذکور نہیں ہے، ابن وداعہ وغیرہ نے حضرت جبر سے جو دعا نقل کی ہے، اس میں بھی نہیں ہے۔

وَبِالْاَسْمَآءِ الَّتِيْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا يُوْشَعُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۝ وَ

اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا یوشع علیہ السلام نے یاد کیا اور

بِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا الْخَضِرُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ۝ وَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ
ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا خضر علیہ السلام نے یاد کیا' اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ
دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا اِلْیَاسُ عَلَیْهِ السَّلَامُ [۱] ۝ وَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا
تجھے سیدنا الیاس علیہ السلام نے یاد کیا' اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے
سَیِّدُنَا الْیَسَعُ عَلَیْهِ السَّلَامُ ۝ وَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا ذُو الْكِفْلِ
سیدنا یسع علیہ السلام نے یاد کیا' اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا ذوالکفل
عَلَیْهِ السَّلَامُ ۝ وَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ ۝
علیہ السلام نے یاد کیا' اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے یاد کیا
وَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِیْ دَعَاكَ بِهَا سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
اور ان ناموں کے طفیل جن کے ساتھ تجھے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ
وَ سَلَّمَ نَبِیُّكَ وَ رَسُوْلُكَ وَ حَبِیْبُكَ وَ صَفِیُّكَ یَا مَنْ قَالَ وَ قَوْلُهُ الْحَقُّ [۲]
تیرے نبی' تیرے رسول' تیرے محبوب اور تیرے برگزیدہ نے یاد کیا' اے وہ ذات جس نے فرمایا اور اس کا فرمان حق ہے
وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ وَ لَا یَصْدُرُ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ عَبِیْدِهٖ قَوْلٌ وَّ
کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا' اور اس کے کسی بندے سے جو قول اور جو فعل'
لَا فِعْلٌ وَّ لَا حَرَكَةٌ وَّ لَا سَكُوْنٌ اِلَّا وَ قَدْ سَبَقَ فِیْ عِلْمِهٖ وَ قَضَائِهٖ وَ قَدْرِهٖ
جو حرکت اور جو سکون صادر ہوتا ہے' اس کے علم اور اس کی قضاء و قدر میں پہلے سے متعین
كَیْفَ یَكُوْنُ كَمَا اَلْهَمْتَنِیْ وَ قَضَیْتَ لِیْ بِجَمْعِ هٰذَا الْكِتٰبِ وَ یَسَّرْتَ عَلَیَّ
ہوتا ہے کہ وہ کس طرح ہوگا' جیسے کہ تو نے مجھے القا کیا اور میرے لئے اس کتاب (دلائل الخیرات) کے جمع کرنے کا فیصلہ
فِیْهِ الطَّرِیْقَ وَ الْاَسْبَابَ وَ نَفَیْتَ عَنْ قَلْبِیْ فِیْ هٰذَا النَّبِیِّ الْكَرِیْمِ الشَّكَّ
کیا اور میرے لئے اس کا طریقہ اور اسباب آسان فرما دیئے اور میرے دل سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں شک و شبہ کو ختم
وَ الْاِرْتِیَابَ وَ غَلَّبْتَ حُبَّهٗ عِنْدِیْ عَلٰی حُبِّ جَمِیْعِ الْاَقْرِبَآءِ وَ الْاَحِبَّآءِ اَسْئَلُكَ [۳]
کر دیا اور میرے دل میں ان کی محبت تمام رشتہ داروں اور دوستوں کی محبت پر غالب فرما دی' میں تجھ سے سوال کرتا ہوں

يَا اَللّٰهُ، يَا اَللّٰهُ، يَا اَللّٰهُ اَنْ تَرْزُقَنِيْ وَ كُلَّ مَنْ اَحَبَّهٗ وَاتَّبَعَهٗ شَفَاعَتَهٗ وَ

اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! کہ تو مجھے اور سرکار کے ہر محب اور پیروکار کو حضور کی شفاعت عطا فرما

مُرَافَقَتَهٗ يَوْمَ الْحِسَابِ مِنْ غَيْرِ مُنَاقَشَةٍ وَّلَا عَذَابٍ وَّلَا تَوْبِيْخٍ وَلَا

اور حساب کے دن ان کی رفاقت عطا فرما، کشمکش، عذاب، زجرو توبیخ اور عتاب کے بغیر اور تو میرے

عِتَابٍ وَّاَنْ تَغْفِرَلِيْ ذُنُوْبِيْ وَ تَسْتُرَ عُيُوْبِيْ يَا وَهَّابُ يَا غَفَّارُ ○ وَ اَنْ تُنَعِّمَنِيْ

گناہ بخش دے اور میرے عیب ڈھانپ دے، اے بڑے عطا فرمانے والے اور بخشنے والے! اور یہ کہ تو مجھے اپنی

بِالنَّظْرِ اِلٰى وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ فِيْ جُمْلَةِ الْاَحْبَابِ يَوْمَ الْمَزِيْدِ وَالثَّوَابِ ○ وَاَنْ

ذات کریم کے دیدار کی نعمت عطا فرما، دوستوں کی جماعت میں زیادتی اور ثواب کے دن، اور تو مجھ سے میرا عمل

تَتَقَبَّلَ مِنِّيْ عَمَلِيْ وَ اَنْ تَعْفُوَ عَمَّا اَحَاطَ عِلْمُكَ بِهٖ مِنْ خَطِيْئَتِيْ وَ نِسْيَانِيْ

قبول فرما، اور تو معاف فرما ان چیزوں کو جنہیں تیرا علم محیط ہے یعنی میری خطا، میری بھول اور میری لغزش کو

وَزَلَلِيْ وَ اَنْ تُبَلِّغَنِيْ مِنْ زِيَارَةِ قَبْرِهٖ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ وَ عَلٰى صَاحِبَيْهِ غَايَةَ

اور یہ کہ تو مجھے حضور کے روضہ اقدس کی زیارت اور ان کی اور ان کے دو ساتھیوں کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کا موقع عطا

اَمَلِيْ بِمَنِّكَ وَ فَضْلِكَ وَجُوْدِكَ وَ كَرَمِكَ يَا رَءُوْفُ يَا رَحِيْمُ يَا وَلِيُّ ○ وَاَنْ

فرما، جو کہ میری انتہائی آرزو ہے، اپنے فضل و کرم، بخشش اور عنایت سے، اے مہربان! اے رحم فرمانے والے! اے کارساز!

تُجَازِيَهٗ عَنِّيْ وَ عَنْ كُلِّ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَآءِ

اور یہ کہ تو انہیں جزا عطا فرما میری طرف سے اور ان پر ہر ایمان لانے والے اور پیروکار مسلمان مردوں اور عورتوں کی طرف

مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اَفْضَلَ وَاَتَمَّ وَاَعَمَّ مَا جَازَيْتَ بِهٖ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ يَا قَوِيُّ

سے خواہ وہ زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں وہ افضل، کامل اور عام جزا جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو دی ہے، اے قوت

يَا عَزِيْزُ يَا عَلِيُّ وَاَسْئَلُكَ اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ مَا اَقْسَمْتُ بِهٖ عَلَيْكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى

والے! اے غالب! اے برتر! اور اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ان اشیاء کے طفیل جن کا میں نے تیری بارگاہ میں وسیلہ

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَكُوْنَ

پیش کیا کہ تو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما ان چیزوں کی تعداد میں جن کو تو نے پیدا

السَّمَاءُ مَبْنِيَّةً وَّالْاَرْضُ مَدْحِيَّةً وَّالْجِبَالُ عُلْوِيَّةً وَالْعُيُوْنُ مُنْفَجِرَةً وَّالْبِحَارُ

فرمایا پہلے اس کے کہ آسمان بنایا گیا، زمین بچھائی گئی، پہاڑ بلند ہوئے، چشمے جاری ہوئے، دریا تابع فرمان ہوئے،

مُسَخَّرَةً وَّالْاَنْهَارُ مُنْهَمِرَةً وَّالشَّمْسُ مُضْحِيَّةً وَّالْقَمَرُ مُضِيْئًا وَّالنَّجْمُ مُنِيْرًا

نہریں بہنے لگیں، سورج ضیاء بار، چاند روشن اور ستارے منور ہوئے

وَّلَا يَعْلَمُ اَحَدٌ حَيْثُ تَكُوْنُ اِلَّا اَنْتَ ○ وَاَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ

اور اس وقت تیری شان کو تیرے سوا کوئی نہ جانتا تھا، اور یہ کہ تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما اپنے کلمات

كَلَامِكَ ○ وَاَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ اٰيَاتِ الْقُرْاٰنِ وَحُرُوْفِهٖ وَاَنْ

کی تعداد میں، اور یہ کہ تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما قرآن پاک کی آیات اور اس کے حروف کی تعداد میں اور

تُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ مَنْ يُّصَلِّيْ عَلَيْهِ وَاَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ

یہ کہ تو رحمتیں نازل فرما، ان پر اور ان کی آل پر، ان پر درود بھیجنے والوں کی تعداد میں اور یہ کہ تو ان پر اور ان کی آل پر

عَدَدَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَاَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِلْءَ

رحمتیں نازل فرما، ان لوگوں کی تعداد میں جنھوں نے ان پر درود نہیں بھیجا، اور یہ کہ تو ان پر اور ان کی آل پر

اَرْضِكَ وَاَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ مَا جَرٰى بِهِ الْقَلَمُ

رحمتیں نازل فرما اپنی زمین کی پُری کے برابر اور ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما اس تعداد میں کہ قلم،

فِيْ اُمِّ الْكِتٰبِ ○ وَاَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ مَا

لوح محفوظ میں جاری ہوا، اور ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں

خَلَقْتَ فِيْ سَبْعِ سَمٰوٰتِكَ ○ وَاَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ مَا اَنْتَ خَالِقُهٗ

نازل فرما اس مخلوق کی تعداد میں جو تو نے اپنے ساتوں آسمانوں میں پیدا فرمائی اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل

فِيْهِنَّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ وَاَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ

فرما اس مخلوق کی تعداد میں جسے تو آسمانوں میں قیامت تک پیدا فرمانے والا ہے، ہر دن میں ہزار مرتبہ اور تو ان پر اور ان کی آل

قَطْرِ الْمَطَرِ وَكُلِّ قَطْرَةٍ قَطَرَتْ مِنْ سَمَائِكَ اِلٰى اَرْضِكَ

پر رحمتیں نازل فرما بارش کے قطروں کی تعداد میں اور ان قطروں کی تعداد میں جو تیرے آسمان سے تیری زمین کی طرف

مِنْ يَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ۸

نازل ہوئے' اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک' ہر دن میں ہزار مرتبہ

ے (وَ بِالْاَسْمَآءِ الَّتِىْ دَعَاكَ بِهَا سَيِّدُنَا اِلْيَاسُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ایک نسخے میں حضرت خضر کے بعد حضرت ہود' لوط' ارمیاء' ذوالقرنین پھر حضرت الیاس علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے۔ اس کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ حضرت شیخ (سید سلیمان جزولی) رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخے میں نہیں ہے۔ (انتہی) یعنی ان چار حضرات کا اضافہ نسخہ مصنف میں نہیں ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے' ایک قول کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھانجے تھے' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ یہاں تک کہ فرمایا وَلُوْطًا (۶/۸۶/۸۵) اگر ذُرِّيَّتِهٖ کی ضمیر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہو اور یہی صحیح ہے تو کوئی اشکال نہیں ہے (کیونکہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں' ۱۲ قادری) اور اگر یہ ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہو تو ابن عطیہ نے فرمایا: کہ یہ ان حضرات کے خیال کے مطابق درست ہو گا جو کہتے ہیں کہ ماموں بھی اَبْ (باپ) ہے (کیونکہ ایک قول کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کے ماموں تھے' ۱۲ قادری)

ذوالقرنین صالح بادشاہ تھے

ذوالقرنین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ نیک آدمی تھے' بعض علماء نے کہا کہ وہ نبی تھے' بعض نے کہا کہ وہ ملک لام کی زبر کے ساتھ (فرشتے) تھے' صحیح یہ ہے کہ وہ مَلِكْ لام کی زیر کے ساتھ (بادشاہ) تھے' اس کے ساتھ ہی وہ صالح مرد بھی تھے' ان کی تعیین کے بارے میں اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا کہ وہ مصر کے ایک مرد تھے جن کا نام مرزبا ابن مرزیہ یونانی تھا' وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی درمیانی مدت میں تھے' ان کا نام اسکندر تھا' انہوں نے ہی اسکندریہ کی تعمیر کی اور ان ہی کی طرف اس شہر کی نسبت کی گئی' صحیح یہ ہے کہ قرآن پاک میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے وہ ان کے علاوہ ہیں' وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھے۔

ے (وَقَوْلُهُ الْحَقُّ) تیرا قول ایسا حق اور ثابت ہے جو تغیر اور تبدل سے پاک ہے' باطل نہ اس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ پیچھے سے (وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ) اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو (وَلَا يَصْدُرُ) اور ظاہر نہیں ہوتا اس کا عطف ہے جملہ قال پر (عَنْ) بمعنی مِنْ ہے (اَحَدٍ مِّنْ عَبِيْدِهٖ) بعض نسخوں میں ہے عِبَادِهٖ' یہ دونوں عبد کی جمع ہیں جس کا معنی ہے مملوک عاجزی والا' ذلیل' اس کی کئی جمعیں ہیں' دو تو یہی ہیں (۳) اَعْبُدٌ باء پر پیش (۴) عبدان عین پر پیش' جیسے تَمْرٌ اور تُمْرَانٌ (۵) عِبْدَانٌ عین کے نیچے زیر جیسے جِحْشَانٌ (۶) عِبِدَّانٌ پہلے دونوں حرفوں کے نیچے زیر' اور دال مشدد (۷) عِبِدَّاءُ پہلے دو حرفوں کے نیچے زیر' دال مشدد اور آخر میں الف ممدودہ (۸) نمبرے کی طرح' آخر میں الف مقصورہ کے ساتھ عِبِدًّا (۹)

مَغْبُوْدَآءُ' آخر میں الف ممدودہ (۱۰) مَعْبُوْدَا' الف مقصورہ کے ساتھ (۱۱) عُبُدٌ جیسے سُقُفٌ کی جمع سَقْفٌ ہے (۱۲) مَعْبَدَۃٌ میم اور باء دونوں پر زبر (۱۳) مَعَابِدُ (۱۴) عُبَّدٌ جیسے لُدَّشٌ (۱۵) اَعْبَادٌ (۱۶) عُبُوْدٌ عین پر پیش (۱۷) عَبَدَۃٌ عین اور باء پر زبر اور دال مشدد (۱۸) عَبَدَۃٌ دال مخفف (۱۹) عِبْدَانٌ (۲۰) اَعْبُدَۃٌ (۲۱) عَبْدُوْنٌ (۲۲) عِبِدُّوْنَ (۲۳) عُبُدٌ' عین پر پیش' باء مشدد جیسے ضارب کی جمع ضُرَّبٌ (۲۴) اَعَابِدُ بعض حضرات نے کہا: کہ یہ جمع کی جمع ہے۔

(اَلقَوْلُ) نطق کو کہتے ہیں' اس کی دو قسمیں ہیں (۱) نطق خارجی لسانی (زبان کی گفتگو) اور (۲) نطق داخلی نفسانی (سوچ بچار) (وَلَاالفِعْلُ) بندے کی مطلق حرکت کو فعل کہتے ہیں' تو یہ ظاہری اعضاء کو بھی شامل ہے اور باطنی احوال کو بھی' جیسے قصد' عزم' اعتقاد' خیالات اور تفکرات وغیرہ۔ (وَلَاحَرَکَۃٌ) حرکت کا معنی ہے جسم کا ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہونا۔ (وَلَا سُکُوْنٌ) جسم کا ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل نہ ہونا (اِلَّا وَقَدْ سَبَقَ) یہ اِلَّا کے بعد جملہ حالیہ ماضویہ مثبتہ ہے' ابن مالک نے التسہیل میں اور ابن ہشام نے شرح کعبیہ میں تصریح کی ہے کہ ایسے جملہ حالیہ سے پہلے نہ واؤ آسکتی ہے اور نہ ہی حرف قَدْ آسکتا ہے' رضی نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے اور اس کی مثال دی ہے مَا تَکَلَّمَ اِلَّا وَ قَدْقَالَ خَیْرًا فلاں شخص نے کلام نہیں کیا' مگر اس حال میں کہ اس نے اچھی بات کی۔ جب کہ ابن ہشام نے ممانعت کا قول کرتے ہوئے یہ مثال دی مَاتَکَلَّمَ اِلَّا قَالَ خَیْرًا فلاں شخص نے کلام نہیں کیا مگر اس حال میں کہ اس نے اچھی بات کی۔ انہوں نے کہا کہ "اِلَّا وَقَدْ قَالَ خَیْرًا" کہنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ مقامات میں حریری کے شعر میں اور ان کے علاوہ دیگر مولفین مثلاً ابن ابی زید کے رسالہ میں جملہ مذکورہ میں واؤ اور قد کا استعمال ہوا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

تقدیر الٰہی ہر موجود سے پہلے ہے

(فِی عِلْمِہٖ) مطلب یہ ہے کہ معلومات مذکورہ سے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم ان معلومات سے پہلے ہے' اللہ تعالیٰ ازل سے انہیں ان کی واقعی حالت کے مطابق جانتا ہے' کسی معلوم سے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم متغیر نہیں ہوتا' اس کا علم قدیم ہے اور ازل سے ہر شے کا تفصیلی احاطہ کرنے والا ہے۔ (وَقَضَائِہٖ وَقَدْرِہٖ) ایک نسخے میں لفظ قَدْرِہٖ نہیں ہے' اس کے دال پر زبر ہے' اسے ساکن بھی پڑھ سکتے ہیں' لغت میں یہ مصدر ہے قَدَرْتُ الشَّیْءَ کا یہ اس وقت کہتے ہیں جب تم کسی چیز کی مقدار کا احاطہ کرو.... مطلب یہ ہے کہ کائنات میں جو قلیل یا کثیر' خیر یا شر' نفع یا ضرر واقع اور موجود ہے تقدیر الٰہی اس سے پہلے ہے' عالم وجود میں وہی چیز آئے گی جس کے وجود کا اللہ تعالیٰ کو علم ہو گا' اللہ تعالیٰ اس کے وجود کا ارادہ فرمائے گا' قضاء و قدر کا اس سے تعلق ہو گا۔ وہ پاک ہے اس بات سے کہ اس کے ملک میں وہ چیز موجود ہو جس کا وہ ارادہ نہ فرمائے' یا کوئی شے اس سے بے نیاز ہو' یا اس کے علاوہ کوئی کسی چیز کا خالق ہو' وہ تمام بندوں کا رب ہے' بندوں کے اعمال کا رب ہے' ان کی حرکات و سکنات اور عمروں کو مقرر کرنے والا ہے۔

قضاء و قدر کا معنی

قضاء و قدر میں اختلاف ہے کہ کیا دونوں کا معنی ایک ہے؟ یا دونوں الگ الگ ہیں اور ہر ایک کا اپنا اپنا معنی ہے؟ پہلی صورت کے مطابق کہا گیا ہے کہ دونوں کا معنی ارادہ ہے' بعض نے کہا: قدرت و ارادہ ہے۔ بعض نے کہا: قدرت' ارادہ اور علم کا مجموعہ ہے۔ دوسری صورت میں (جب یہ دونوں متغایر ہوں) کہا گیا ہے کہ قضاء پہلے ہے' میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مواقف میں اس قول کی نسبت اشاعرہ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا: اشاعرہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی قضاء کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کا ازلی ارادہ جو اشیاء کے ساتھ اس طرح متعلق ہے جس طرح وہ مستقبل میں پائی جانے والی ہیں اور قدر کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کا اشیاء کو مخصوص مقدار پر پیدا کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بتقدیر اشیاء کی ذوات اور ان ۔ احوال کو تعین بخشنے والا ہے (انتھی) بعض علماء نے فرمایا: قدر پہلے ہے' مسلم شریف کی شرح میں حضرت ابی کا قول اس کے مطابق ہے' انہوں نے فرمایا: قدر سے مراد کائنات کے وجود سے پہلے ازل میں اللہ تعالیٰ کے علم و ارادہ کا تعلق وجود کائنات سے ہے' لہٰذا جو بھی حادث ہے اسے اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے' یعنی پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم و ارادہ کا اس سے تعلق ہے۔

شیخ سنوسی نے قصیدۂ حوضی کی شرح میں اس قسم کی گفتگو کے بعد فرمایا: مستقبل میں کائنات کو قدرت کے مطابق ظاہر کرنا قضاء ہے (انتھی) اس بیان کے مطابق قضاء کا مطلب جیسے کہ بعض علماء نے بیان کیا ہے تعلق تنجیزی کی طرف راجع ہے اور قدر تعلق صلاحی کی طرف راجع ہے (یعنی جس چیز کے ساتھ قدر کا تعلق ہے وہ قابل وجود ہے' ۱۲ قادری)

بعض علماء نے کہا: کہ قدر ارادہ کا نام ہے اور قضاء وہ ارادہ ہے جو حکم خبری کے مقارن ہو' پس زید کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سعادت کی قضاء کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زید کی سعادت کا ارادہ فرمایا ہے اور کلام نفسی نے اس کی سعادت کی خبر دی ہے' اس صورت میں (قضاء و قدر کے درمیان) تقدیم و تاخیر نہیں ہے' ہاں! اگر آپ کلام کا اعتبار کریں تو قضاء کہیں گے اور اگر کلام کا اعتبار نہ کریں تو قدر کہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(كَيْفَ يَكُوْنُ) یعنی بندے کا قول و فعل اپنے وجود' مقدار' صفت' زمان و مکان اور جو ہریت میں کس حالت پر ہو؟! (جو ہریت کی مثال ہے) جیسے سونا چاندی اسی طرح ہلکا اور بھاری ہونے' سخت اور نرم ہونے میں وَغَيْرِ ذٰلِكَ (كَمَا) کاف تعلیلیہ ہے اور اس کا تعلق آئندہ اَسْأَلُكَ سے ہے' ما مصدریہ ہے یا کافہ ہے (اَلْهَمْتَنِيْ) جیسے کہ تو نے میرے دل میں ڈالا' مجھے علم عطا فرمایا اور میری راہنمائی فرمائی' یا تو از قبیل تنازع عاملین ہے (یعنی یہ فعل اور اس کے بعد والا فعل دونوں مابعد میں عمل کرنا چاہتے ہیں' ۱۲ قادری) تو اس کے لئے ضمیر مقدر کی جائے گی ای اَلْهَمْتَنِيْهِ (یعنی مابعد میں دوسرے فعل کو عمل دیا جائے اور پہلے فعل کے لئے ضمیر بطور مفعول مقدر نکال لی جائے اور یہ ضمیر مابعد (یعنی بِجَمْعِ هٰذَا الْكِتَابِ) کی طرف راجع کی جائے' ۱۲ قادری)

(وَقَضَيْتَ) اور تو نے حکم فرمایا ہے (لِيْ بِجَمْعِ هٰذَا الْكِتَابِ) میرے لئے اس کتاب کی تالیف کا۔ اصل میں یہ عبارت استاذ جریان سے بھی پہلے بزرگ کی ہے' حضرت شیخ جزولی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ کتاب (دلائل الخیرات) ہے' پڑھنے والا یہ ارادہ

کرے کہ تو نے مجھے پڑھنے میں اس کتاب کو جمع کرنے (یعنی ساری کتاب پڑھنے) کی توفیق دی ہے۔

(وَيَسَّرْتَ) اور تو نے آسان فرمایا۔ بعض نسخوں میں ہے وَتَيَسَّرَتْ ابتدا میں تاء اور آخر میں تاء تانیث ساکنہ ہے (عَلَيَّ فِيْهِ الطَّرِيْقَ) تو نے مجھ پر اس کتاب کے جمع کرنے میں مقصود تک پہنچانے والا راستہ آسان فرمادیا ہے۔ (وَالْأَسْبَابَ) اور مقصد تک پہنچانے والے ظاہری اور باطنی اسباب آسان فرمادیئے' مثلاً قدرت کا پانا' ترجمہ کرنا (روایت بالمعنی کرنا) صیغوں کی کیفیت کا بیان کرنا' جن کتب سے یہ صیغے نقل کیے گئے ہیں ان کا فراہم کرنا وغیرہ' أَسْبَابٌ جمع ہے سبب کی اور سبب ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعے کسی دوسری چیز تک پہنچا جائے۔ (وَنَفَيْتَ) فاء مخففہ کے ساتھ اور تو نے زائل کیا اور ایک طرف کر دیا۔ بعض نسخوں میں ہے وَنَقَّيْتَ قاف مشدد کے ساتھ یا تو یہ نفیت کے معنی کو متضمن ہے یا کلام میں قلب ہے' مراد یہ ہے کہ نَقَّيْتَ قَلْبِيْ یعنی تو نے میرے دل کو پاک اور ستھرا کیا ہے شک سے۔ پس لفظ عَنْ حضرت مصنف کے قول (عَنْ قَلْبِيْ) میں مِنْ کے معنی میں ہو گا۔ پہلے صحیح نسخہ کے مطابق (جس میں نَفَيْتَ ہے) عَنْ اپنے معنی میں ہو گا۔ (فِيْ هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ) اس نبی کریم کی نبوت کے بارے میں (الشَّكَّ وَالْاِرْتِيَابَ) یہ ایک مرادف کا دوسرے مرادف پر عطف ہے' یا ارتیاب کا معنی تہمت اور بدگمانی ہے۔

(وَغَلَّبْتَ) اور تو نے قوی کی ہے (حُبَّهٗ) یہ مصدر مضاف ہے مفعول کی طرف (عِنْدِيْ) متعلق ہے غَلَّبْتَ سے (عَلٰى حُبِّ) ایک نسخے میں لفظ حب نہیں ہے۔ اس میں لفظ حُبِّ مقدر ہو گا' اس کے علاوہ دیگر نسخوں میں موجود ہے (جَمِيْعِ الْأَقْرِبَاءِ) اور تو نے نبی اکرم ﷺ کی محبت میرے تمام قریبی رشتہ داروں کی محبت پر غالب فرمائی ہے' أَقْرِبَاءُ کا واحد قَرِيْبٌ ہے (وَالْأَحِبَّاءِ) اور تمام پیاروں کی محبت پر غالب فرمائی۔ یہ جمع ہے حَبِيْبٌ کی' بعض نسخوں میں وَالْأَحْبَابِ ہے' یہ اس کے موافق ہے جسے ابن وداعہ وغیرہ نے امام جبر کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ یہی ماقبل اور مابعد کے سجع کے مطابق ہے (اس سے پہلے سجع آ رہا ہے هٰذَا الْكِتَابُ وَالْأَسْبَابُ وغیرہ آئندہ ہے یوم الحساب۔ ۱۲ قادری) احباب میں خود حضرت مصنف کی ذات بھی شامل ہے۔

؎ (أَسْأَلُكَ) اس سے پہلے گزر چکا ہے كَمَا أَلْهَمْتَنِيْ اس کا تعلق اس أَسْأَلُكَ سے ہے' مطلب یہ ہے کہ چونکہ تو نے مجھ پر امور مذکورہ کے ساتھ احسان فرمایا ہے' اس لئے تجھ سے سوال کرتا ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے احسان کے لئے اس کے احسان کو وسیلہ بنایا گیا ہے۔ (يَا اَللّٰهُ' يَا اَللّٰهُ' يَا اَللّٰهُ اَنْ تَرْزُقَنِيْ وَكُلَّ مَنْ اَحَبَّهٗ) تو مجھے اور نبی اکرم ﷺ سے ہر خصوصی یا عموی محبت رکھنے والے کو عطا فرما' ان محبت رکھنے والوں میں اس کتاب کے قارئین بھی ہیں' لہٰذا حضرت مولف اور اس کتاب کے تمام پڑھنے والوں اور اس دعا کے مانگنے والوں کی دعا انہیں بھی شامل ہے' اللہ تعالیٰ کے کرم سے بعید نہیں کہ ان سب کی یا تمام پڑھنے والوں میں سے بعض کی دعا قبول فرمائے' اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے' اللہ تعالیٰ عظیم فضل والا ہے۔

(وَاتَّبَعَهٗ) اور ہر اس شخص کو جو سرکار دوعالم ﷺ کی ملت میں داخل ہو کر آپ کی پیروی کرے' اس میں زیادہ وسعت ہے' یا آپ کی سنت پر عمل کرے اور سنت کے پاس ٹھہر کر آپ کی پیروی کرے (وَمُرَافَقَتَهٗ) آپ کی معیت میں ہونا (وَلَا تَوْبِيْخٍ) بغیر ملامت کے (وَلَا عِتَابٍ) اور بغیر تنبیہ اور ملامت کے (وَتَسْتُرُ عُيُوْبِيْ) اس جگہ اسی طرح ہے' اس سے پہلے کہا تھا وَتَسْتُرَلِيْ عُيُوْبِيْ (يَا وَهَّابُ يَا غَفَّارُ) اس کتاب میں اسی طرح ہے' امام جبر کی کتاب سے اس طرح منقول ہے يَا غَفَّارُ يَا وَهَّابُ

یہ سمیع کے مناسب ہے' وَهَّابٌ کا معنی وہ ہستی ہے جو بغیر کسی عوض اور غرض کے کثیر عطیات دے' اور غَفَّار کا معنی ہے مکمل مغفرت کرنے والا اور مغفرت کے آخری درجات تک بخشش فرمانے والا۔

(وَاَنْ تُنْعِمَنِیْ) نون ساکن' باب افعال سے' دوسری صورت یہ ہے کہ نون پر زبر اور عین مشدد ہو' باب تفعیل سے' معنی کے اعتبار سے دونوں صورتیں صحیح ہیں اور معتمد نسخوں میں ثابت ہیں' اگر عین کی تشدید کے ساتھ ہو تو یہ تَنَعُّم سے ہے' جس کا معنی ہے خوشحالی پانا اور اگر تخفیف کے ساتھ ہو تو یہ نَعُوْمَةٌ سے ہے' جس کا معنی نرمی ہے' اَنْعَمَنِیْ (بِالنَّظْرِ) کا معنی ہے اس نے مجھے نظر کے ساتھ فرحت عطا کی یا اَنْعَمَهٗ بمعنی اَنْعَمَ لَهٗ ہے' یعنی نَعَمْ (ہاں) کہا' اور فلاں شخص کا مقصد پورا کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(اِلٰی وَجْهِكَ الْكَرِیْمِ) تیرے وجہ جلیل اور رفیع کی طرف نظر سے۔ (فِیْ جُمْلَتِهِ الْاَحْبَابِ) فِیْ مصاحبت کے لئے ہے' ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ اے اللہ! تیرے اور میرے احباب کے زمرہ میں شامل ہو (یَوْمَ الْمَزِیْدِ) یعنی زیادتی کے دن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ (۲۶/۱۰) نیکی کرنے والوں کے لئے اچھا اجر ہے اور زیادتی ہے' اور زیادتی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے وجہ کریم کا دیدار' یہ بھی ارشاد فرمایا: وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ (۳۵/۵۰) اور ہمارے پاس زیادتی ہے۔

دیدار باری تعالیٰ

جنت میں اللہ تعالیٰ کے وجہ کریم کی زیارت عقلاً جائز ہے اور نقلاً کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے' قرآن پاک سے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کچھ چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کی زیارت کریں گے۔ یہ بھی فرمایا: نیکی کرنے والوں کے لئے اچھا اجر ہے اور زیادتی (۲۶/۱۰) یہ بھی ارشاد ہے: ہمارے پاس (اجر و ثواب کی) زیادتی ہے (۳۵/۵۰) کہیں یہ فرمایا: ہاں! ہاں! بے شک وہ (کفار) اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں (۱۵/۸۳) نبی اکرم ﷺ' صحابہ کرام اور تابعین سے نقل متواتر سے منقول ہے کہ ان آیات کی تفسیر اللہ تعالیٰ کے دیدار سے کی گئی ہے اور سنت سے اس طرح بیس صحابہ کرام سے روایت ثابت ہے' یہ تمام احادیث مسند اور صحیح ہیں' ان کی تائید کرنے والی مرسل' معضل' موقوف اور مقطوع روایات ان کے علاوہ ہیں۔ (مرسل وہ حدیث ہے جسے تابعی صحابی کا ذکر کئے بغیر نبی اکرم ﷺ سے روایت کرے' معضل وہ حدیث جس کے دو راوی پے در پے ساقط ہوں' موقوف وہ حدیث ہے جس کی سند صرف صحابی تک پہنچے' مقطوع وہ ہے جس کی سند صرف تابعی تک پہنچے' یعنی موقوف قول صحابی اور مقطوع قول تابعی ہے' ۱۲ قادری) باقی رہا اجماع تو اہل بدعت اور اہل ہواء جن کو گمراہی نے اندھا کر دیا' ان کے ظاہر ہونے سے پہلے اہل سنت کا اس مسئلے پر اجماع تھا۔

مومنوں کو قیامت کے دن دیدار الٰہی ہو گا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (۶/۱۰۳) "آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے" بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں (یہ مطلب نہیں ہے کہ

مطلقاً دیکھ ہی نہیں سکتیں' ۱۲ قادری) بعض علماء نے فرمایا: کافروں کی آنکھیں مراد ہیں (مومنوں کو تو قیامت کے دن اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا' ۱۲ قادری) بعض حضرات نے کہا: کہ آنکھیں اس دار یعنی دنیا میں اسے نہیں دیکھتیں آخرت میں دیکھیں گی)

جنت میں جمعہ کے دن دیدار ہو گا

یَوْمُ الْمَزِیْد جنت میں جمعہ کے دن کا نام ہے' احادیث مبارکہ کے مطابق جنت میں جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا' اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنت میں بھی دن ہوں گے' حالانکہ وہاں رات نہ ہو گی' کیونکہ وہاں اندھیرا نہیں ہو گا' ممکن ہے وہاں اندھیروں کے علاوہ دنوں میں فرق کرنے کے لئے کوئی چیز پیدا کی جائے' واللہ تعالیٰ اعلم۔ ممکن ہے دنوں کا فرق یوں ہو کہ دن کے مکمل ہونے پر نور میں اضافہ ہو جائے' اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) نور کی یہ زیادتی دنوں میں فرق کرنے کے لئے ہو' اس کے بعد دوسرا دن آئے تو روشنی حسب سابق ہو (۲) وہ روشنی پورا دن برقرار رہے' یہ زائد روشنی دن کی ابتدا ہو' پھر بعد والا دن پہلے سے زیادہ روشن ہو' اسی طرح ہر بعد والا دن پہلے دن سے زیادہ روشن ہو' اور جنت کا نور ہمیشہ ترقی پر ہو' یہ ترقی ہی دنوں کے فرق کی بنیاد ہو گی' ترقی کے آغاز سے دن کا آغاز ہو گا۔ جنت کے حال کے یہی مناسب ہے۔ جیسے کہ حدیث شریف کے مطابق جنتی اپنی خوبصورتی اور خوش لباسی میں ہمیشہ ترقی پر رہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنت میں رات نہیں ہو گی

پھر میں نے البدور السافرۃ   ) میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (۱۹/۶۲) اور ان کے لئے ان کا رزق ہے صبح شام۔ کی تفسیر میں وہ روایت پائی جسے امام سعید بن منصور' ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اور ابن المبارک نے ضحاک سے روایت کیا کہ اہل جنت کو آخرت میں اس اندازے سے رزق دیا جائے گا جس اندازے سے انہیں دنیا میں رات اور دن کو عطا کیا جاتا تھا (یعنی اگرچہ وہاں رات دن کا فرق نہیں ہو گا' تاہم ٹائم کے اعتبار سے انہیں صبح و شام کا رزق دیا جائے گا۔ جیسے قطب شمالی اور جنوبی کے وہ حصے جہاں چھ ماہ تک سورج رہتا ہے اور چھ ماہ غروب رہتا ہے' ۱۲ قادری) ابن منذر نے بعض اسلاف کا نام لے کر بیان کیا کہ ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا' تو انہوں نے فرمایا: جنت میں رات نہیں ہو گی' وہ ہمیشہ روشنی میں ہوں گے' ان کے لئے دن کی مقدار پردے اٹھا دیئے جائیں گے اور رات کی مقدار پردے لٹکا دیئے جائیں گے۔

جنت میں روشنی اور نور ہے

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت حسن (بصری) اور ابو قلابہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا' یا

رسول اللہ! کیا جنت میں رات ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے: وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا' فرمایا: وہاں رات نہیں ہے' وہاں تو روشنی اور نور ہے' صبح شام پر اور شام صبح پر وارد ہو گی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے تحفے نماز کے ان اوقات میں آئیں گے' جن میں وہ نماز پڑھتے تھے اور فرشتے انہیں سلام کہیں گے (وَالثَّوَابِ) عمل کی جزا اور اجر کے دن۔

کے (وَاَنْ تَتَقَبَّلَ مِنِّيْ عَمَلِيْ) اور تو مجھ سے میرا وہ اچھا عمل قبول فرما جو میں نے کیا ہے۔ (وَاَنْ تَغْفِرَ عَمَّا اَحَاطَ عِلْمُكَ بِهٖ مِنْ خَطِيْئَتِيْ) اور تو میری اس خطا کو معاف فرما جسے تیرا علم محیط ہے' یعنی وہ گناہ جو میں نے عملاً کیا ہے۔ (وَنِسْيَانِيْ) اور جو کام میں نے بھول کر کیا ہے یا چھوڑا ہے یا اس میں کوتاہی کی ہے' یہ بھی احتمال ہے کہ نسیان بمعنی ترک ہو' یعنی میں نے جو تیرے حقوق چھوڑے اور ترک کئے ہیں (وَزَلَلِيْ) جمع ہے زَلَّةٌ کی' جس کا معنی ہے خطا اور کوتاہی۔

(وَعَلٰى صَاحِبَيْهِ) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ساتھیوں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کرنے کی سعادت عطا فرما۔ (غَايَةَ اَمَلِيْ) میری امید کی انتہا۔ کہا جاتا ہے اَمَلَهٗ اَمَلًا اور اَمَّلَهٗ تشدید کے ساتھ اس چیز کی امید کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولف کی امید اور آرزو کو پورا فرما دیا' چنانچہ انہوں نے حج کیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی' آپ اور آپ کے صاحبین کی خدمت میں سلام عرض کیا' جس طرح انہوں نے اس جگہ آرزو کی ہے۔ اسی حج کے موقع پر قاہرہ' مصر کی جامع ازہر شریف میں شیخ ابو محمد عبد العزیز عجمی سے ملاقات کی اور ان سے استفادہ کیا۔

(بِمَنِّكَ) یعنی اپنے انعام اور احسان سے' مطلب یہ ہے کہ حضرت مصنف جو کچھ طلب کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احسان و کرم سے طلب کر رہے ہیں' اس بنا پر نہیں کہ ان کا کوئی عمل یا کوئی خوبی علت' یا سبب کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا یہ باء سببیہ ہے (وَفَضْلِكَ وَجُوْدِكَ وَكَرَمِكَ) ان تینوں الفاظ کے معانی قریب قریب ہیں' ان کا معنی ہے علت اور استحقاق کے بغیر مانگنے سے پہلے عطا کرنا (يَا رَءُوْفُ) اے وہ ذات جس کے لئے باطن رحمت اور قوی ترین رحمت ہے' یا اے وہ کہ اپنے بندوں سے تخفیف کا ارادہ فرماتا ہے' اس جگہ حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ رَأْفَتْ کا معنی شدید رحمت ہے' کہا گیا ہے کہ یہ تحریر اور تغییر مصنف کی ہے۔ (يَا رَحِيْمُ) مخلوق پر انعام کا ارادہ فرمانے والا یا آخرت میں مومنوں پر انعام کا ارادہ فرمانے والا۔ (يَا وَلِيُّ) اس کا معنی ہے مددگار اور وہ کہ جس نے مخلوق کی تدبیر اپنے ذمہ کرم پر لی ہے۔

(اَنْ تُجَازِيَهٗ) امام جبر کی کتاب میں ہے وَاَنْ تُجَازِيَهٗ واؤ کے ساتھ' یہی ماقبل کے معطوفات کے مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ معنی یہ ہے کہ تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جزا عطا فرمائے (عَنِّيْ) اس بات کی کہ میں آپ پر اور آپ کے ہاتھوں پر ایمان لایا ہوں۔ (وَعَنْ كُلِّ مَنْ آمَنَ بِهٖ) اور ہر اس شخص کی طرف سے جو آپ پر ایمان لایا' تو آپ کو اس کا اجر عظیم اور ثواب عطا فرما۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جس نے بھی اچھا عمل کیا' اس میں اصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

مومنوں کی نیکیاں حضور علیہ السلام کے نامہ اعمال میں

مواہب لدنیہ میں تحقیق النصرۃ کے حوالے سے ہے کہ مومنوں کی تمام نیکیاں اور ان کے نیک اعمال ہمارے نبی مکرم ﷺ کے نامہ اعمال میں ہیں' یہ آپ کے اعمال کے اجر کے علاوہ ہے' پھر امت کے اعمال کا ثواب کتنے گنا اضافے کے ساتھ آپ کو ملتا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ قیامت تک ہر ہدایت یافتہ اور ہر عمل کرنے والے کو ثواب ملے گا' اس کے شیخ کو اس کی مثل ثواب ملے گا۔ اس کے شیخ کے شیخ کو اس کی دو مثل ثواب ملے گا' تیسرے شیخ کو چار گنا' چوتھے شیخ کو آٹھ گنا اسی طرح ہر مرتبے کے لئے نبی اکرم ﷺ تک بعد میں حاصل ہونے والے ثوابوں کو دوگنا کیا جائے؟ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ سلف کو خلف پر کیوں فضیلت حاصل ہے؟ نبی اکرم ﷺ کے بعد اگر دس مراتب فرض کئے جائیں تو نبی اکرم ﷺ کے لئے ایک ہزار چوبیس ثواب ہوں گے' جب دسویں سے گیارھواں ہدایت حاصل کرے گا تو نبی اکرم ﷺ کے ثواب دو ہزار اڑتالیس ہوں گے' اسی طرح جب ایک درجہ بڑھے گا تو ماقبل کا ثواب ڈبل ہو تا جائے گا' جیسے کہ بعض محققین نے فرمایا ہے۔ (انتہیٰ)

اللہ تعالیٰ کے لئے بھلائی ہے' سیدی محمد وفا کی اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہمیں نفع عطا فرمائے۔ انہوں نے فرمایا ہے:

فَلَا حُسْنَ اِلَّا مِنْ مَّحَاسِنِ حُسْنِہٖ   وَلَا مُحْسِنٌ اِلَّا لَہٗ حَسَنَاتُہٗ

جو بھی حسن ہے وہ سرکار دوعالم ﷺ کے حسن کی خوبیوں کا بعض ہے---- ہر نیکو کار کی نیکیاں (ان کے اجر و ثواب کے اعتبار سے) آپ ہی کے لئے ہیں' صاحب مواہب کے کلام میں سے جو حصہ مطلوب تھا' وہ اس جگہ مکمل ہوا۔

امام علامہ بوصیری فرماتے ہیں۔

وَالْمَرْءُ فِیْ مِیْزَانِہٖ اَتْبَاعُہٗ   فَاقْدُرْ اِذَنْ قَدْرَ النَّبِیِّ مُحَمَّدٖ

انسان کے متبعین (کے اعمال) اس کے ترازو میں ہوتے ہیں--- نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام کا اندازہ لگاؤ۔

(وَاَتْبَعَہٗ) اور ہر اس شخص کی طرف سے جس نے آپ کی اتباع کی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ اتباع سے مراد آپ کی ملت میں داخل ہونا ہے۔ (اَفْضَلَ وَ اَتَمَّ وَ اَعَمَّ) حضرت جبر کی کتاب میں اَفْضَلَ کے بعد اَکْمَلَ کا اضافہ ہے' ابن وداعہ نے جو حضرت جبر سے یہ کلمات نقل کئے ہیں' ان میں اَفْضَلَ نہیں ہے' افضل اور اتم کا ایک ہی معنی ہے (مَا جَازَیْتَ بِہٖ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ) جو جزا تو نے اپنی مخلوق انبیاء اور غیر انبیاء میں سے کسی کو بھی عطا فرمائی ہے' اس سے اکمل و اعلیٰ جزا اپنے حبیب اکرم ﷺ کو عطا فرما (یَا قَوِیُّ) اے تام اور مکمل قوت والے! (یَا عَزِیْزُ) اے وہ بلند و بالا ہستی جس تک پہنچا نہ جا سکے! کہا جاتا ہے حِصْنٌ عَزِیْزٌ جس وقت اس قلعے تک پہنچنا دشوار ہو' بعض حضرات نے کہا: کہ وہ ہستی جس کی بارگاہ کی بلندی تک چڑھا نہ جا

سکے اور لوگ اس کا اندازہ لگانے کی طمع رکھتے ہیں اور اس کی صمدیت (بے نیازی) تک رسائی نہ ہو سکے' جب کہ لوگ اس کی صورت کشی کا ارادہ رکھتے ہوں۔ بعض حضرات نے کہا: کہ عزیز وہ ہستی ہے جس کی تعظیم کے دریاؤں میں عقلیں کھو جائیں' اس کی تعریفوں کے ادراک سے عقلیں بے بس ہو جائیں۔ اور جس کے جلال کی مدح اور جمال کی توصیف کا حق ادا کرنے سے زبانیں گنگ ہو جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا: میں تیری حمد و ثناء کا احاطہ (حق ادا) نہیں کر سکتا جس طرح تو نے خود اپنی ثنا فرمائی ہے۔ (یَا عَلِیُّ) اے وہ بلند مرتبہ ذات جس کی بلندیوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

﴿ (وَاَسْاَلُکَ اللّٰھُمَّ) اس کا عطف ہے اس قول سابق پر اَسْاَلُکَ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ (بِحَقِّ مَا) مَا موصولہ ہے (اَقْسَمْتُ) میں نے قسم کھائی ہے اور عزم کیا ہے (بِہٖ) یہ ضمیر موصول کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد وہ سابقہ اسماء مبارکہ ہیں جن سے توسل کیا گیا ہے (عَلَیْکَ) اور اے اللہ! میں تجھ سے ان اسماء کریمہ کے طفیل سوال کرتا ہوں جن کا وسیلہ میں نے تیری بارگاہ میں پیش کیا ہے (ترجمہ) توسل پر قسم کا اطلاق کیا ہے' اس سے پہلے جو گزرا ہے وہ توسل ہی ہے' امام جبر کے ہاں یہ الفاظ ہیں بِحَقِّ مَا اَقْسَمْتُ بِہٖ عَلَیْکَ وَ تَوَسَّلْتُ بِہٖ اِلَیْکَ اس جگہ ایک مرادف کا دوسرے مرادف پر عطف کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اہل اللہ کا اللہ تعالیٰ کو قسم دینے کا معنی

رہا اللہ تعالیٰ کو قسم دینا تو یہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ناز و انداز والے محبوبین سے سرزد ہوتا ہے' حقیقت میں غرق اور فنا ہونے کے بدلے انہیں یہ مقام میسر آتا ہے' یہ ناز ہے اور اللہ کے انس اور اس کی محبت خاصہ کے مقام سے پھوٹنے والی فرحت کا مظاہرہ ہے' جو لوگ اس مقام کے حامل نہیں ہیں' ان کا اللہ تعالیٰ کو قسم دینا بے ادبی ہے اور ہلاکت تک پہنچانے کا سبب ہے' پھر اللہ تعالیٰ کو قسم دی جاتی ہے اور اسی کو اس کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جاتا ہے' امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مخلوق کا وسیلہ بالکل پیش نہیں کیا جائے گا' بعض حضرات نے کہا: کہ مخلوق میں سے صرف رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ پیش کیا جائے گا (جمہور علماء اسلام اس امر کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبین کا وسیلہ پیش کیا جا سکتا ہے' جیسے کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بارش کی دعا کا وسیلہ بنایا' اسی طرح اپنے اعمال صالحہ کا وسیلہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے جیسے کہ حدیث غار سے ثابت ہے' ۱۲ شرف قادری)

(عَدَدَ مَا خَلَقْتَ) ما کی طرف راجع ضمیر محذوف ہے (وَالْجِبَالُ عُلْوِیَّۃٌ) اور جب تک پہاڑ بلند اور سربر آوردہ رہیں (وَالْبِحَارُ مُسَخَّرَۃٌ) نقطے والی خاء کے ساتھ' یعنی جب تک دریا مغلوب اور تابع رہیں' ایک نسخے میں ہے مُسَجَّرَۃٌ جیم کے ساتھ --- اس کا معنی ہے کہ جب تک دریا بھرے رہیں' یا پھوٹتے رہیں یا آگ روشن کرتے رہیں (اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کا مطلب کیا ہے' ۱۲ قادری) یا جب تک دریا قید میں رہیں' لفظ جیم مشدد بھی ہو سکتا ہے اور مخفف بھی' یعنی سین ساکن ہو (مُسْجَرَۃٌ) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ قراءات سبعہ میں جیم کو مشدد اور مخفف دونوں طرح پڑھا گیا ہے' ابن

علیہ نے تشدید کی قراءت کے بارے میں فرمایا: کہ یہ راجح ہے' اس لئے کہ بخار جمع کا صیغہ ہے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کِتَابًا یَلْقَاهُ مَنْشُوْرًا (موصوف جمع ہے تو صفت واحد مونث کا صیغہ ہے' کیونکہ جمع بتاویل جماعت ہے' ۱۲ قادری) اسی طرح ارشاد فرمایا: وَقَصْرٍ مَّشِیْدٍ اور بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ کیونکہ جمع بتاویل جماعت ہے (انتہی) (یہ عبارت غیر واضح ہے' کیونکہ بخاذ کے صیغہ جمع ہونے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ جیم مشدد ہے' ۱۲ قادری)

(وَالنَّجْمُ مُنِیْرًا) ایک نسخے میں ہے وَالنُّجُوْمُ مُنِیْرَةً (وَلَا یَعْلَمُ) ایک نسخے میں یہ اضافہ ہے کُنْتَ حَیْثُ کُنْتَ وَلَا یَعْلَمُ (اَحَدٌ حَیْثُ تَکُوْنُ) اسی طرح نسخہ سیلیہ وغیرہ میں ہے' ایک معتبر نسخے میں ہے حَیْثُ کُنْتَ (عَدَدَ کَلَامِكَ) یعنی تیرے کلمات کی تعداد میں' ایک معتمد نسخے میں ہے "عَدَدَ کَلِمَاتِكَ" اللہ تعالیٰ کے کلمات وہ معانی ہیں جو ذات کے ساتھ قائم ہیں اور یہ معلومات ہیں' اللہ تعالیٰ کے معلومات کی کوئی انتہا نہیں ہے' لہٰذا ان کا کوئی عدد بھی نہیں ہے۔ کلام کا بھی عدد نہیں ہے' البتہ! یہ صورت ہو سکتی ہے کہ کلام اور کلمات سے مراد کتب منزلہ کے مدلولات ہوں (جو مخلوقات کے ذہن میں آتے ہوں' انہیں عارض ہونے والا عدد مراد ہو۔ ۱۲ قادری)

ٹ (عَدَدَ آیَاتٍ) آیۃ کی جمع ہے' قرآن پاک کی آیت وہ کلام ہے جو فاصلہ تک متصل ہے' فاصلہ آیات کے اخیر کو کہا جاتا ہے۔ جعبری نے فرمایا: آیت وہ قرآن ہے (یاد رہے کہ قرآن کا اطلاق ایک آیت پر بھی کیا جا سکتا ہے اور مجموع پر بھی۔ ۱۲ قادری) جو کئی جملوں سے مرکب ہو' اگرچہ یہ ترکیب تقدیراً ہی ہو' اس کی ابتدا بھی ہو اور انتہاء بھی اور وہ کسی سورت میں داخل ہو۔ اصل میں آیت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فصل (جدائی) سچائی اور جماعت کی علامت ہے' کیونکہ یہ کلمات کی جماعت پر مشتمل ہے' بعض دیگر حضرات نے کہا ہے کہ آیت قرآن پاک کا ایک حصہ ہے جو ماقبل اور مابعد سے جدا ہے' اسے آیت اس لئے کہا گیا کہ یہ اس ذات اقدس کی سچائی کی علامت ہے جو اسے لائی اور اس شخص کے عجز کی دلیل ہے جسے اس کے ساتھ چیلنج کیا گیا' بعض نے کہا: کہ اسے آیت اس لئے کہا گیا کہ یہ ماقبل اور مابعد کلام سے منقطع ہونے کی علامت ہے۔

قرآن کریم کی آیات کی تعداد

قرآن عظیم کی آیات کی تعداد چھ ہزار' چھ سو' چھیاسٹھ (٦٦٦٦) ہے' ایک ہزار امر' ایک ہزار نہی' ایک ہزار وعدے' ایک ہزار وعید' ایک ہزار قصے (واقعات) اور خبریں اور ایک ہزار امثال اور عبرتیں ہیں' پانچ سو آیات حلال و حرام کو' ایک سو ناسخ و منسوخ کو بیان کرتی ہیں اور چھیاسٹھ دعا و استغفار پر مشتمل ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا: قرآن پاک کی تمام آیات چھ ہزار پانچ سو (٦٥٠٠) ہیں ان میں سے پانچ ہزار توحید کے بیان میں اور باقی احکام' قصص اور مواعظ کے بیان میں ہیں۔

بعض علماء نے فرمایا: کہ قرآن پاک کی تمام آیات چھ ہزار چھ سو سولہ ہیں (٦٦١٦) حافظ ابو عمرو الدانی نے فرمایا: علماء و قراء کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن پاک کی آیات کی تعداد چھ ہزار ہے' اس تعداد سے زائد میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: اس سے زائد نہیں' بعض نے کہا: دو سو چار زائد ہیں' بعض نے کہا: چودہ' بعض نے انیس' بعض نے پچیس اور بعض نے چھتیس بیان

کیں۔ (انتہی)

مسند الفردوس میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے چھ ہزار دو سو سولہ کی تعداد مروی ہے' بعض نے کہا: چھ ہزار دو سو ستر ہ آیتیں ہیں۔

قرآن پاک کے کلمات کی تعداد

رہے قرآن پاک کے کلمات تو وہ انیس ہزار تین سو (۱۹۳۰۰) ہیں' بعض علماء نے فرمایا: بلکہ ستتر ہزار نو سو چونتیس (۷۷۹۳۴) بعض نے کہا: چار سو سینتیس (۴۳۷)' بعض نے دو سو ستتر (۲۷۷) اور بعض نے اس کے علاوہ بیان کیا' کلمات کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ کا حقیقی معنی بھی ہے اور مجازی بھی' ایک لفظ ہے اور ایک رسم (نقش) ہے اور ان میں سے ہر ایک کا اعتبار کرنا جائز ہے' ہر عالم نے کسی ایک امر کا اعتبار کیا ہے' اس لئے اختلاف پیدا ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے

(القرآن) شریعت اور لغت میں یہ اسم مشترک ہے اس معنی قدیم میں جو اللہ تعالیٰ کی ذات عالیہ کے ساتھ قائم ہے اور اس پر دلالت کرنے والے لفظ میں' اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کلام لفظی نازل فرمایا' تاکہ اس کی ہر سورت کے ساتھ مخلوق کو عاجز کر دے' جب قرآن کو عربیت' فصاحت یا بلاغت کے ساتھ موصوف کیا جائے یا اس کی طرف آیات اور حروف کی نسبت کی جائے تو یہ قرینہ ہے اس امر پر کہ دال مراد ہے' لفظ قرآن قراءت کی طرح قراء کے مصدر کے طور پر بھی آتا ہے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (۱۷/۷۸) بے شک ہمارے ذمہ کرم پر ہے اس کا جمع کرنا اور اس کی قراءت' پس جب ہم قراءت کریں تو آپ اس کی قراءت کی پیروی کریں۔ اس آیت میں قُرْاٰنَهٗ سے مراد قرأت ہے' رہا معنی قدیم تو وہ حروف اور اصوات سے موصوف نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ حادث ہیں اور کلام قدیم میں محال ہیں۔ (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک رسالہ لکھا ہے انوار المنان فی توحید القرآن (۱۳۳۰ھ) جس میں انہوں نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک ہی ہے جو اس کی صفت ہے اور کلام الٰہی کی تقسیم لفظی اور نفسی کی طرف کرنا باطل ہے' ۱۲' قادری)

قرآن پاک کے پچپن نام

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الاتقان میں بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے پچپن نام رکھے ہیں اور اس کا نام جو قرآن رکھا گیا ہے تو اس کے بارے میں بعض علماء نے کہا: کہ یہ مشتق ہے' بعض نے کہا: کہ مشتق نہیں ہے' پہلی صورت میں بعض علماء نے کہا کہ یہ مشتق ہے "قَرَنْتُ الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ" سے جس کا معنی ہے کہ میں نے ایک شے کو دوسری

نے ملا دیا۔ بعض علماء نے فرمایا: کہ یہ قَرْءٌ سے مشتق ہے جس کا معنی جمع کرنا ہے' کیونکہ قرآن پاک نے بعض سورتوں کو بعض کے ساتھ ملا دیا ہے یا اس لئے کہ اس نے علوم کی تمام قسموں کو جمع کر دیا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے "مَا قَرَأَتِ النَّاقَةُ سَلًا قَطُّ" سے جس کا معنی ہے کہ اونٹنی نے کبھی بچہ نہیں گرایا اور کبھی حاملہ نہیں ہوئی' قرآن پاک کو پڑھنے والا اسے اپنے منہ سے نکالتا ہے۔

قرآن کریم کے حروف کی تعداد

(وَحُرُوفِهِ) حرف کی جمع حروف ہے' اس سے مراد حروف ہجاء ہیں' قرآن کریم کے حروف تین لاکھ تیئیس ہزار چھ سو اکہتر (۳۲۳۶۷۱) ہیں' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے' اس کے علاوہ بھی کچھ اقوال ہیں۔

(اِلٰی سَبْعِ سَمٰوَاتِكَ) بعض معتمد نسخوں میں یہ الفاظ نہیں ہیں' لیکن بعض دیگر معتمد نسخوں میں موجود ہیں' بعد کے الفاظ ان الفاظ کے موجود ہونے کی تائید کرتے ہیں (فِيهِنَّ) ساتوں آسمانوں میں (وَكُلِّ قَطْرَةٍ) نسخہ سہلیہ وغیرہ میں اسی طرح ہے' ایک نسخہ میں ہے وَعَدَدَ كُلِّ قَطْرَةٍ... عدد کی زیادتی کے ساتھ (قَطَرَتْ مِنْ سَمَائِكَ) نسخہ سہلیہ وغیرہ میں لفظ مفرد کے ساتھ ہے' ایک نسخہ میں ہے سَمٰوَاتِكَ لفظ جمع کے ساتھ (اَلْفَ مَرَّةٍ) اس جگہ چھٹا حزب ختم ہوا (الحمد للہ تعالیٰ)

اَلْحِزْبُ السَّابِعُ فِیْ یَوْمِ الْاَحَدِ

سالواں حزب اتوار کے دن

وَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ عَدَدَ مَنْ سَبَّحَكَ وَ قَدَّسَكَ وَ سَجَدَلَكَ وَ عَظَّمَكَ

اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما ان لوگوں کی تعداد میں جنہوں نے تیری تسبیح کی، تیری پاکیزگی بیان کی، تجھے سجدہ

مِنْ یَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْیَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ وَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْهِ

کیا، تیری تعظیم کی اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک ہر دن میں ہزار مرتبہ، اور تو ان پر اور ان کی آل پر

وَ عَلٰی اٰلِهٖ عَدَدَ کُلِّ سَنَةٍ خَلَقْتَهُمْ فِیْهَا مِنْ یَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْیَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

رحمتیں نازل فرما ان تمام سالوں کی تعداد میں جن میں تو نے مخلوقات کو پیدا کیا، اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت

فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ وَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ عَدَدَ السَّحَابِ الْجَارِیَةِ ○

کے دن تک، ہر دن میں ہزار مرتبہ، اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما چلنے والے بادلوں کی تعداد میں

وَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ عَدَدَ الرِّیَاحِ الذَّارِیَةِ مِنْ یَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْیَا اِلٰی

اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما، جاری ہونے والی ہواؤں کی تعداد میں، اس دن سے کہ تو نے دنیا

یَوْمِ الْقِیٰمَةِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ وَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ عَدَدَ مَا

کو پیدا کیا قیامت کے دن تک، ہر دن میں ہزار مرتبہ اور تو ان پر اور ان کی آل پر اتنی رحمتیں نازل فرما جتنی

هَبَّتِ الرِّیَاحُ عَلَیْهِ وَ حَرَّکَتْهُ مِنَ الْاَغْصَانِ وَ الْاَشْجَارِ وَ اَوْرَاقِ الثِّمَارِ

کہ ان پر ہوائیں چلیں اور انہوں نے شاخوں، درختوں، پھلوں کے پتوں اور

وَ الْاَزْهَارِ وَ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ عَلٰی قَرَارِ اَرْضِكَ وَ مَا بَیْنَ سَمٰوٰتِكَ مِنْ یَّوْمِ

پھولوں کو حرکت دی، اور اس مخلوق کی تعداد میں جو تو نے روئے زمین پر اور اپنے آسمانوں میں پیدا کی، اس دن سے

خَلَقْتَ الدُّنْیَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ وَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْهِ وَ

کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک، ہر دن میں ہزار مرتبہ، اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں

عَلٰی اٰلِهٖ عَدَدَ اَمْوَاجِ بِحَارِكَ مِنْ یَّوْمِ خَلَقْتَ الدُّنْیَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ فِیْ کُلِّ

نازل فرما اپنے دریاؤں کی موجوں کی تعداد میں، اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک، ہر دن میں

يَوۡمٍ اَلۡفَ مَرَّةٍ ۝ وَ اَنۡ تُصَلِّيَ عَلَيۡهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ الرَّمۡلِ وَالۡحَصٰى وَ كُلِّ حَجَرٍ

ہزار مرتبہ' اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما ریت کے ذروں' کنکریوں اور ہر پتھر اور

وَّمَدَرٍ خَلَقۡتَهٗ فِيۡ مَشَارِقِ الۡاَرۡضِ وَ مَغَارِبِهَا سَهۡلِهَا وَ جِبَالِهَا وَ اَوۡدِيَتِهَا

ڈھیلے کی تعداد میں جنہیں تو نے پیدا فرمایا' زمین کے مشرقی اور مغربی حصوں' نرم اور پہاڑی علاقوں اور وادیوں میں

مِنۡ يَوۡمٍ خَلَقۡتَ الدُّنۡيَا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ فِيۡ كُلِّ يَوۡمٍ اَلۡفَ مَرَّةٍ ۝ وَ اَنۡ تُصَلِّيَ

اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا فرمایا قیامت کے دن تک' ہر دن میں ہزار مرتبہ اور تو ان پر اور ان کی

عَلَيۡهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ نَبَاتِ الۡاَرۡضِ فِيۡ قِبۡلَتِهَا وَ جَوۡفِهَا وَ شَرۡقِهَا وَ غَرۡبِهَا وَ

آل پر رحمتیں نازل فرما زمین کے سبزوں کی تعداد میں اس کے قبلہ' پیٹ' مشرق و مغرب'

سَهۡلِهَا وَ جِبَالِهَا مِنۡ شَجَرٍ وَّ ثَمَرٍ وَ اَوۡرَاقٍ وَّ زَرۡعٍ وَّ جَمِيۡعِ مَا اَخۡرَجَتۡ وَمَا

نرم علاقوں اور پہاڑوں میں' یعنی درخت' پھل' پتوں' کھیتوں اور تمام ان نباتات اور برکتوں

يَخۡرُجُ مِنۡهَا مِنۡ نَّبَاتِهَا وَ بَرَكَاتِهَا مِنۡ يَّوۡمٍ خَلَقۡتَ الدُّنۡيَا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ فِيۡ

کی تعداد میں جو زمین نے نکالیں یا نکالے گی' اس دن سے کہ تو نے مخلوق کو پیدا کیا قیامت کے دن تک

كُلِّ يَوۡمٍ اَلۡفَ مَرَّةٍ ۝ وَ اَنۡ تُصَلِّيَ عَلَيۡهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ مَا خَلَقۡتَ مِنَ الۡاِنۡسِ

ہر دن میں ہزار مرتبہ اور تو ان پر اور ان کی آل پر اتنی رحمتیں نازل فرما جتنے تو نے انسان' جن اور

وَالۡجِنِّ وَالشَّيَاطِيۡنِ وَ مَا اَنۡتَ خَالِقُهٗ مِنۡهُمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ فِيۡ كُلِّ يَوۡمٍ

فرشتے پیدا کئے اور جن کو تو ان میں سے قیامت کے دن تک پیدا کرے گا' ہر دن میں ہزار مرتبہ

اَلۡفَ مَرَّةٍ ۝ وَ اَنۡ تُصَلِّيَ عَلَيۡهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ كُلِّ شَعۡرَةٍ فِيۡ اَبۡدَانِهِمۡ وَ

اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما ان مخلوقات کے جسموں' چہروں اور

وُجُوۡهِهِمۡ وَ عَلٰى رُءُوۡسِهِمۡ مُّنۡذُ خَلَقۡتَ الدُّنۡيَا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ فِيۡ كُلِّ يَوۡمٍ

سروں کے تمام بالوں کی تعداد میں' اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک' ہر دن میں ہزار

اَلۡفَ مَرَّةٍ ۝ وَ اَنۡ تُصَلِّيَ عَلَيۡهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ اَنۡفَاسِهِمۡ وَ اَلۡفَاظِهِمۡ وَ اَلۡحَاظِهِمۡ

مرتبہ- اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما ان مخلوقات کے سانسوں' لفظوں اور نگاہوں کی تعداد میں'

مِّنْ يَوْمٍ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ وَ اَنْ تُصَلِّىَ

اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت کے دن تک، ہر دن میں ہزار مرتبہ اور تو ان پر اور ان کی آل پر

عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ طَيَرَانِ الْجِنِّ وَ خَفَقَانِ[6] الْاِنْسِ مِنْ يَّوْمٍ خَلَقْتَ

رحمتیں نازل فرما جنوں کی پروازوں اور انسانوں کی حرکتوں کی تعداد میں اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا

الدُّنْيَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ وَ اَنْ تُصَلِّىَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى

قیامت کے دن تک، ہر دن میں ہزار مرتبہ، اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل

اٰلِهٖ عَدَدَ كُلِّ بَهِيْمَةٍ خَلَقْتَهَا عَلٰى اَرْضِكَ صَغِيْرَةً وَّ كَبِيْرَةً[7] فِىْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ

فرما ہر چارپائے کی تعداد میں جسے تو نے اپنی زمین پر پیدا کیا، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، زمین کے مشرقی اور مغربی

وَ مَغَارِبِهَا مِمَّا عُلِمَ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُ عِلْمَهٗ اِلَّا اَنْتَ مِنْ يَّوْمٍ خَلَقْتَ الدُّنْيَا اِلٰى

حصوں میں، عام ازیں کہ اسے جانا گیا ہو یا صرف تجھے ہی اس کا علم ہو، اس دن سے کہ تو نے دنیا کو پیدا کیا قیامت

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ وَ اَنْ تُصَلِّىَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ مَنْ

کے دن تک، ہر دن میں ہزار مرتبہ۔ اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما، ان پر

صَلّٰى عَلَيْهِ وَ عَدَدَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَ عَدَدَ مَنْ يُّصَلِّىْ عَلَيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِىْ

درود بھیجنے والوں اور نہ بھیجنے والوں کی تعداد میں، اور ان لوگوں کی تعداد میں جو ان پر قیامت تک درود بھیجیں گے،

كُلِّ يَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ ○ وَ اَنْ تُصَلِّىَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ عَدَدَ الْاَحْيَآءِ وَ الْاَمْوَاتِ وَ

ہر دن میں ہزار مرتبہ۔ اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما زندوں اور مردوں کی تعداد میں،

عَدَدَ مَا خَلَقْتَ مِنْ حِيْتَانٍ[8] وَّ طَيْرٍ وَّ نَمْلٍ وَّ نَحْلٍ وَّ حَشَرَاتٍ ○ وَ اَنْ تُصَلِّىَ

اور ان مچھلیوں، پرندوں، چیونٹیوں، شہد کی مکھیوں اور کیڑے مکوڑوں کی تعداد میں جنہیں تو نے پیدا کیا، اور تو ان پر اور ان کی

عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ فِى الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ○ وَ اَنْ تُصَلِّىَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى

آل پر رحمتیں نازل فرما، رات میں جب وہ گہری ہو جائے اور دن میں جب وہ روشن ہو جائے، اور تو ان پر اور ان کی آل پر

اٰلِهٖ فِى الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ○ وَ اَنْ تُصَلِّىَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ مُنْذُ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا

رحمتیں نازل فرما دنیا و آخرت میں اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما اس وقت سے کہ وہ گہوارے میں بچے تھے

اِلٰی اَنْ صَارَ کَهْلًا مَّهْدِیًّا فَقَبَضْتَهٗ اِلَیْكَ عَدْلًا مَّرْضِیًّا لِّتَبْعَثَهٗ شَفِیْعًا

یہاں تک کہ وہ پختہ عمر راہنما ہوئے، پس تو نے انہیں اپنے پاس بلایا، اس حال میں کہ وہ عادل اور پسندیدہ تھے تاکہ تو انہیں

حَفِیًّا ۝ وَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ عَدَدَ خَلْقِكَ وَ رِضٰی نَفْسِكَ وَ زِنَةَ

شفاعت کرنے والا مہربان بنا کر اٹھائے اور تو ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما اپنی مخلوق کی تعداد، اپنی ذات کی رضا،

عَرْشِكَ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَ اَنْ تُعْطِیَهُ الْوَسِیْلَةَ وَ الْفَضِیْلَةَ وَ الدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ

اپنے عرش کے وزن اور اپنے کلمات کی مقدار کے برابر اور تو انہیں مقام وسیلہ، فضیلت، بلند درجہ

وَ الْحَوْضَ الْمَوْرُوْدَ وَ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ وَ الْعِزَّ الْمَمْدُوْدَ وَ اَنْ تُعَظِّمَ بُرْهَانَهٗ وَ

وارد ہونے کی جگہ، حوض، مقام محمود، اور لافانی عزت عطا فرما، ان کی دلیل کو عظمت،

اَنْ تُشَرِّفَ بُنْیَانَهٗ وَ اَنْ تَرْفَعَ مَكَانَهٗ وَ اَنْ تَسْتَعْمِلَنَا یَا مَوْلٰینَا بِسُنَّتِهٖ وَ اَنْ

ان کی بنیاد کو شرافت اور ان کے مقام کو بلندی عطا فرما اور اے آقاء و مولیٰ! ہمیں ان کی سنت پر عمل پیرا بنا اور ہمیں ان کے

تُمِیْتَنَا عَلٰی مِلَّتِهٖ ۝ وَ اَنْ تَحْشُرَنَا فِیْ زُمْرَتِهٖ وَ تَحْتَ لِوَائِهٖ وَ اَنْ تَجْعَلَنَا

دین پر موت عطا فرما، اور تو ہمیں ان کے گروہ میں اور ان کے جھنڈے کے نیچے اٹھا، ہمیں ان کے

مِنْ رُّفَقَائِهٖ وَ اَنْ تُوْرِدَنَا حَوْضَهٗ وَ اَنْ تَسْقِیَنَا بِكَاْسِهٖ وَ اَنْ تَنْفَعَنَا بِمَحَبَّتِهٖ وَ

ساتھیوں میں سے بنا، ہمیں ان کے حوض پر وارد فرما، ہمیں ان کے پیالے سے پلا، ہمیں ان کی محبت سے نفع عطا فرما،

اَنْ تَتُوْبَ عَلَیْنَا ۚ وَ اَنْ تُعَافِیَنَا مِنْ جَمِیْعِ الْبَلَاءِ وَ الْبَلْوَاۤءِ وَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ

ہماری توبہ قبول فرما، ہمیں تمام بلاؤں، مصیبتوں اور فتنوں سے عافیت عطا فرما، خواہ وہ ظاہر ہوں

مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ اَنْ تَرْحَمَنَا وَ اَنْ تَعْفُوَ عَنَّا وَ تَغْفِرَ لَنَا وَ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ

یا پوشیدہ، ہم پر رحم فرما، ہمیں معاف فرما، ہمیں اور تمام ایماندار مردوں عورتوں

وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْهُمْ وَ الْاَمْوَاتِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

اور مسلمان مردوں عورتوں کو بخش دے، خواہ وہ زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ ۝ وَ هُوَ حَسْبِیْ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ

جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، وہ میرے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے،

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۝

گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ بلند اور برتر کی توفیق سے ہے۔

۱؎ اس جگہ سے ساتویں حزب کی ابتدا ہے۔

ایک مسئلے کا حل

۲؎ اس جگہ مضاف محذوف ہے' اصل عبارت یوں ہے عَدَدَ اَیَّامِ کُلِّ سَنَةٍ ہر سال کے دنوں کی تعداد میں' اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ دنیا کے تمام سال سات ہزار ہیں' اگر چاہو تو (قمری) سال کے دنوں کو (جن کی تعداد ۳۵۴ ہے) کو ہزار قرار دے دیں (فِیْ کُلِّ یَوْمٍ اَلْفَ مَرَّةٍ کے پیش نظر' ۱۲ قادری) مجموعی تعداد تین لاکھ چون ہزار (۳۵۴۰۰۰) کو دنیا کے تمام سالوں' یعنی سات ہزار سے ضرب دیں تو آپکو اس عدد کا پتا چل جائے گا جو اس درود شریف میں ہے' یعنی ثمانیة و سبعون الف الف سات کروڑ اسی لاکھ واو بعمائة الف الف اور چالیس کروڑ الف الف الف اور ایک ارب (یعنی کل عدد ایک ارب سینتالیس کروڑ اسی لاکھ ہوا۔ لیکن راقم نے جو حساب کیا ہے اس کے مطابق ایک ارب کی بجائے دو ارب ہے' قمری سال کے ۳۵۴ دنوں کو ایک ہزار سے ضرب دی' حاصل ضرب کو کل سالہائے دنیا سات ہزار سے ضرب دی جائے ۳۵۴x۱۰۰۰ = ۳۵۴۰۰۰ (تین لاکھ چون ہزار اسے سات ہزار سالہائے دنیا سے ضرب دی جائے تو حاصل' دو ارب سینتالیس کروڑ اسی لاکھ بنتا ہے' راقم کے خیال میں آخری کلمات اس طرح ہونے چاہیں الفا الف الف مطالع المسرات میں کتابت کی غلطی سے الف الف الف لکھا ہوا ہے' آئندہ عبارت میں سن شمسی کے اعتبار سے تعداد بیان کرتے ہوئے صحیح لکھا ہے والفی الف الف۔ واللہ تعالیٰ اعلم' ۱۲ قادری) یہ سن قمری کے حساب سے ہے' اور اگر شمسی سال کے اعتبار سے حساب کرنا چاہیں تو اس میں سات کروڑ ستر لاکھ جمع کر دیں' کیونکہ قمری سال کی نسبت شمسی سال میں گیارہ دن زیادہ ہوتے ہیں(11 x 1000 = 11000 x 7000 = 77000000) اب مجموعی تعداد (۱) پچاس لاکھ (۲) پانچ کروڑ (۳) پچاس کروڑ (۴) دو ارب (یعنی دو ارب پچپن کروڑ پچاس لاکھ ہوئے (۲۵۵۵۰۰۰۰۰۰) تو جس شخص نے دلائل الخیرات میں لکھے ہوئے اس درود کو پڑھا اس نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی ہے کہ اتنی تعداد میں نبی اکرم ﷺ پر رحمتیں نازل فرمائے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی اَنْ وَفَّقَنِیْ لِتَرْجَمَةِ هٰذَا الْكِتَابِ وَلَاسِيَّمَا هٰذَا الْمَقَامِ الصَّعْبِ' ۱۲ قادری)

۳؎ (عَدَدَ مَا خَلَقْتَ) اس جگہ موصول کی طرف راجع ہونے والی ضمیر محذوف ہے (عَلٰی قَرَارِ اَرْضِكَ) جتنی مخلوقات تو نے پیدا کی ہیں زمین پر ٹھہرنے کی جگہ میں--- یعنی حیوانات' نباتات' پانی' پتھر و غیر ذالک کی مختلف انواع' اشخاص' ان کے افراد کی تعداد اور ان کے اصول و فروع۔

۴؎ (سَهْلِهَا) واؤ کے بغیر' معطوف یا معطوف علیہ میں مضاف یا مضاف الیہ سے بدل ہے (عَدَدَ نَبَاتِ الْاَرْضِ فِیْ قِبْلَتِهَا) فِیْ قِبْلَتِهَا ارض سے بدل ہے' کیونکہ اس کی نسبت نبات کی طرف بمعنی فِیْ ہے (وَسَهْلِهَا) اس جگہ واؤ موجود ہے (مِنْ) نبات

کا بیان ہے (وَثَمَرٍ) تین نقطے والی ثاء اور میم کی زبر کے ساتھ' وہ بوجھ (پھل) جسے درخت اٹھاتا ہے' اس کا اطلاق مال کی قسموں پر بھی کیا جاتا ہے اور سونے چاندی پر بھی (وَجَمِيْعِ) زیر کے ساتھ' اس کا عطف ہے ماقبل (یعنی شجر) پر (مَا اَخْرَجَتْ) تاء تانیث ساکنہ کے ساتھ' کیونکہ نکالنے کی نسبت مجازاً زمین کی طرف کی گئی ہے (وَ مَا يَخْرُجُ) راء پر پیش ہے اور یہ ثلاثی مجرد ہے (مِنْهَا مِنْ) یہ مَا يَخْرُجُ میں مذکور مَا کا بیان ہے۔

۵ (عَدَدَ كُلِّ شَعْرَةٍ فِيْ اَبْدَانِهِمْ) اس سے پہلے جن و انس اور شیاطین کا ذکر ہے' لیکن یہ ضمیر صرف انسانوں کی طرف راجع ہے (وَوُجُوْهِهِمْ) اسی طرح نسخہ سہلیہ اور اکثر نسخوں میں ہے' تین نسخوں میں میں نے فِيْ وُجُوْهِهِمْ دیکھا ہے' فِيْ کی زیادتی کے ساتھ۔

٦ (وَ خَفَقَانِ الْاِنْسِ) اوپر نقطے والی فاء کی زبر کے ساتھ' جیسے طَيَرَانِ ہے' اس کا معنی ہے انسانوں کا حرکت کرنا' چلنا' گھومنا' جانا' آنا اور دنیا و آخرت کے امور میں تصرف کرنا۔

٧ (صَغِيْرَةً وَ كَبِيْرَةً) واوِ عاطفہ کے ساتھ' حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے' بعض نسخوں میں اَوْ کے ساتھ ہے اور تبعیت کی بنا پر اس کے نیچے زیر ہے (یعنی صغیرۃ صفت ہے بَهِيْمَةٍ کی) ابن وداعہ کے نزدیک بھی اَوْ ہے (مِنْ) بیانیہ ہے (عُلِمَ وَ مِنْ مَا) حرف جر دوبارہ لایا گیا ہے' ایک معتمد نسخے میں اسے ترک کیا گیا ہے۔

مخلوقات کی پانچ قسمیں

٨ (مِنْ حِيْتَانٍ) معتمد نسخوں میں یہ لفظ نکرہ ہے' بعض معتمد نسخوں میں معرفہ (الحیتان) واقع ہوا ہے (وَطَيْرٍ وَّ نَمْلٍ وَ نَحْلٍ وَّ حَشَرَاتٍ) یہ (حیتان سمیت) مخلوقات کی پانچ مختلف قسمیں ہیں۔ حشرات ان کیڑوں مکوڑوں کو کہتے ہیں جن کا الگ سے کوئی نام نہیں ہے۔ یا زمین پر چلنے والے چھوٹے جانور مثلاً گوہ اور نیولا مراد ہیں' اس کا واحد حَشَرَةٌ ہے حاء اور شین دونوں پر زبر (وَالنَّهَارِ) ایک نسخے میں فی زائد ہے (وَ فِي النَّهَارِ) (فَقَبَضْتَهٗ اِلَيْكَ) یعنی ان کو موت کے دروازے سے گزارا' قرب خاص عطا فرمایا اور قرب میں اضافہ فرمایا (عَدْلاً) عدالت سے ہے (مَرْضِيًّا) تیری بارگاہ میں مقبول (لِتَبْعَثَهٗ) اس جگہ لام ایسا ہی ہے جیسا اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّ سَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (یعنی لام غایت کے لئے ہے' ١٢ قادری) واللہ تعالیٰ اعلم (شَفِيْعًا) ایک نسخے میں حَفِيًّا کا اضافہ ہے' ابن وداعہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے (ہمارے پیش نظر دلائل الخیرات کے نسخے میں بھی اسی طرح ہے' ١٢ قادری)

٩ (وَرِضًى) الف مقصورہ کے ساتھ' بعض نسخوں میں الف ممدودہ کے ساتھ ہے (وَالْعِزَّ الْمَمْدُوْدَ) یعنی دائم' باقی اور لافانی عزت (وَاَنْ تَرْفَعَ مَكَانَهٗ) نبی اکرم ﷺ کے مقام و مرتبہ کی بلندی کو بھی شامل ہے اور جنت میں آپ کے حسی مقام اور مکان کو بھی شامل ہے۔

١٠ (وَاَنْ تَتُوْبَ عَلَيْنَا) اور تو ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما اور ہمارے دل سے معصیت کی طرف میلان اور رغبت بھی

ختم فرما دے (مِنْ جَمِيْعِ الْبَلَاءِ) صیغہ مفرد کے ساتھ' ایک معتمد نسخے میں ہے اَلْبَلَایَا جمع ہے بَلِيَّةٌ کی۔ (وَالْبَلْوَاءِ) الف ممدودہ کے ساتھ' معروف الف مقصورہ ہے جیسے بعض نسخوں میں ہے (وَالْفِتَنَ) جمع ہے فِتْنَةٌ کی' فتنے کا اطلاق ان معانی پر ہوتا ہے (۱) حیرت (۲) گمراہی (۳) گناہ (۴) کفر (۵) رسوائی (۶) عذاب (۷) قتل (۸) روکنا (۹) گمراہ کرنا (۱۰) بیماری (۱۱) عبرت (۱۲) فیصلہ کرنا (۱۳) امتحان (۱۴) سزا (۱۵) جلا دینا (۱۶) جنون (پاگل پن) اس کا اطلاق (۱۷) معذرت پر بھی ہوتا ہے---- امام جبر کی کتاب میں یہ الفاظ ہیں وَاَنْ تُعَافِيَنَا مِنْ جَمِيْعِ الْمِحَنِ وَالْبَلَايَا وَالْفِتَنِ (اھ) اسی طرح اس عبارت کو ابن وداعہ وغیرہ نے نقل کیا۔

(مَاظَهَرَ مِنْهَا وَ مَابَطَنَ) ان فتنوں میں سے جو ظاہر اور باطن ہیں' کیونکہ ہم نے جو ابھی فتنے کی جو تفسیر بیان کی ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ ظاہر و باطن دونوں کو شامل ہے۔ (وَاَنْ تَرْحَمَنَا) اور ہم پر دنیا و آخرت میں رحم فرما (وَاَنْ تَعْفُوَعَنَّا) اور ہمیں دنیا و آخرت میں معاف فرما۔

(وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) اور تمام تعریفیں تمام جہانوں کے رب' اللہ کریم کے لئے ہیں --- اس کا کوئی شریک نہیں لا

(وَ هُوَ حَسْبِيْ) اور وہ تنہا میرے لئے کافی ہے' میں اس کے غیر سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی اس کے غیر سے امید رکھتا ہوں۔

(وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ) اس کا عطف یا تو جملہ هُوَ حَسْبِيْ پر ہے اور مخصوص بالمدح محذوف ہے یا صرف حَسْبِيْ پر ہے' اس صورت میں مخصوص بالمدح ضمیر سابق ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی ثنا ہے اور اس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ بہترین ہستی ہے جس پر بندے کو توکل کرنا چاہئے' اسی کی پناہ لینی چاہئے اور اپنے تمام امور اسی کے سپرد کرنے چاہئیں۔

حسبنا اللہ و نعم الوکیل کی فضیلت

"حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ" کی فضیلت میں آیا ہے کہ اس کے ذریعے خوفناک اور ناپسندیدہ چیزوں کو دفع کیا جاتا ہے' جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے یہی کلمات کہے تھے' اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ سے نجات عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا: وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ وَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ (آل عمران ۳/ ۱۷۴) اور انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور بہترین کارساز ہے' تو وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹے انہیں کسی برائی نے چھوا تک نہیں۔

ان کلمات مبارکہ کے فضائل میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں' جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کلمات تکلیف' غم اور حزن کے دور کرنے اور متوقع بلاء' خوفناک امر اور انسان کے لئے ناقابل برداشت مصیبت کے دور کرنے کے لئے مفید ہیں' اور جو شخص یہ کلمات سات مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے کفایت فرمائے گا خواہ وہ بندہ سچا ہو یا جھوٹا' یعنی خواہ حقیقت کے اعتبار سے اس کا حال اس کے قول کے مطابق ہو یا وہ کاذب ہو' یعنی اس کا حال اس کے قول کے مطابق نہ ہو اور وہ اس قول کی حقیقت کا حامل نہ ہو۔

(وَلَا حَوْلَ) اور قدرت' حرکت اور استطاعت نہیں ہے (وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ) اور نہ طاقت ہے مگر اللہ بلند شان والے

کی توفیق سے (اَلْعَظِیْمِ) جو جلیل بھی ہے اور کبیر بھی----- ابن ودامہ نے امام جبر کی کتاب سے اس درود شریف کے آخر میں یہ کلمات نقل کئے ہیں "وَاَنْ تَرْحَمَنَا وَ تَغْفِرَلَنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِشُکْرِهٖ وَالثَّنَاءِ عَلَیْهِ تُسْتَدَ امُ النِّعَمُ وَالْخَیْرَاتُ وَهُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَوَّلاً وَ اٰخِرًا۔

میں نے دلائل الخیرات کے دو نسخوں میں یہ عبارت پائی ہے' تاہم ان میں سے ایک میں اس طرح ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الَّذِیْ بِشُکْرِهٖ الخ اور اسی میں ہے وَهُوَ حَسْبُنَا دوسرے نسخے میں بعینہٖ وہی عبارت ہے جو ابن ودامہ کے حوالے سے اس سے پہلے نقل کی جا چکی ہے۔ امام ابو محمد جبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس درود شریف پر اپنی کتاب کو ختم کیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّا سَجَعَتِ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما' جب تک کبوتر

الْحَمَائِمُ ؕ وَ حَمَتِ الْحَوَائِمُ وَ سَرَحَتِ الْبَهَائِمُ وَ نَفَعَتِ التَّمَائِمُ وَ شُدَّتِ

چہچہائیں' پرندے گردش کریں' چوپائے چریں' تعویذ نفع دیں' پگڑیاں باندھی جائیں' اور

الْعَمَآئِمُ وَ نَمَتِ النَّوَائِمُ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا

اگنے والی چیزیں اگیں' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما جب تک

مُحَمَّدٍ مَّا ؕ اَبْلَجَ الْاِصْبَاحُ وَ هَبَّتِ الرِّیَاحُ وَ دَبَّتِ الْاَشْبَاحُ وَ تَعَاقَبَ الْغُدُوُّ

صبح روشن ہو' ہوائیں چلیں' اجسام حرکت کریں' صبح و شام پے در پے آئیں' تلواریں حمائل

وَالرَّوَاحُ وَ تُقُلِّدَتِ الصِّفَاحُ وَاعْتُقِلَتِ الرِّمَاحُ وَ صَحَّتِ الْاَجْسَادُ وَالْاَرْوَاحُ ○

کی جائیں' نیزے باندھے جائیں' بدن اور روحیں تندرست ہوں' اے اللہ! ہمارے آقا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّا دَارَتِ الْاَفْلَاکُ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما جب تک آسمان گردش کریں' اندھیری راتیں

وَدَجَتِ الْاَحْلَاکُ وَ سَبَّحَتِ الْاَمْلَاکُ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی

تاریک ہوں اور فرشتے مصروف تسبیح رہیں' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان

اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرٰهِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

کی آل پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل کی اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ

اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسے تو نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر نازل کی تمام جہانوں میں، بے شک تو

حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّا

تعریف اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما

طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَ مَا صُلِّیَتِ الْخَمْسُ وَ مَا تَاَلَّقَ بَرْقٌ وَ تَدَفَّقَ وَدْقٌ وَ مَا سَبَّحَ

جب تک سورج طلوع ہو تا رہے، پانچوں نمازیں پڑھی جائیں، بجلی چمکے، بارش برسے اور رعد فرشتہ تسبیح

رَعْدٌ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّلْءَ السَّمٰوٰتِ

پڑھے، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما آسمانوں، زمینوں

وَالْاَرْضِ وَ مِلْءَ مَا بَیْنَھُمَا وَ مِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ ○ اَللّٰھُمَّ کَمَا قَامَ

اور ان دونوں کے درمیان فضا کی پری کے برابر، اور ان کے علاوہ جس چیز کی پری کے برابر تو چاہے، اے اللہ! جس طرح

بِاَعْبَاءِ الرِّسَالَةِ وَ اسْتَنْقَذَ الْخَلْقَ مِنَ الْجَھَالَةِ وَ جَاھَدَ اَھْلَ الْکُفْرِ وَ الضَّلَالَةِ

تیرے حبیب نے رسالت کی گراں بار ذمہ داریاں اٹھائیں، مخلوق کو جہالت سے نکالا، کافروں اور گمراہوں سے جہاد کیا،

وَ دَعَا اِلٰی تَوْحِیْدِکَ وَ قَاسَی الشَّدَائِدَ فِیْ اِرْشَادِ عَبِیْدِکَ فَاَعْطِهِ اللّٰھُمَّ سُؤْلَهٗ

تیری توحید کی طرف بلایا اور تیرے بندوں کی راہنمائی میں مشقتیں اٹھائیں، لہٰذا اے اللہ! اسی طرح ان کا سوال

وَ بَلِّغْهُ مَامُوْلَهٗ وَ اٰتِهِ الْوَسِیْلَةَ وَ الْفَضِیْلَةَ وَ الدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ وَ ابْعَثْهُ الْمَقَامَ

پورا فرما، انہیں ان کے مقصد تک پہنچا، انہیں مقام وسیلہ، فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر

الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادُ ○ اَللّٰھُمَّ وَ اجْعَلْنَا مِنَ

فائز فرما، جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا، اے اللہ! ہمیں ان کی شریعت

الْمُتَّبِعِیْنَ لِشَرِیْعَتِهِ الْمُتَّصِفِیْنَ بِمَحَبَّتِهِ الْمُھْتَدِیْنَ بِھَدْیِهٖ وَ سِیْرَتِهٖ وَ تَوَفَّنَا

کا پیروکار، ان کی محبت کا حامل، ان کی ہدایت اور سیرت پر چلنے والا بنا، اور ہمیں ان کی سنت

عَلٰی سُنَّتِهٖ وَ لَا تَحْرِمْنَا فَضْلَ شَفَاعَتِهٖ وَ احْشُرْنَا فِیْ اَتْبَاعِهِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ

پر موت عطا فرما اور ہمیں ان کی شفاعت کی فضیلت سے محروم نہ فرما، ہمیں ان کے روشن اعضا والے متبعین اور سبقت

وَاَشْيَاعِهِ السَّابِقِيْنَ وَاَصْحَابِ الْيَمِيْنِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ [٨]

والے پیروکاروں اور ان لوگوں سے بنا جن کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ہو گا' اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! اے اللہ!

عَلٰى مَلٰٓئِكَتِكَ وَالْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى اَنْبِيَائِكَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اَهْلِ

اپنے فرشتوں اور مقربین پر اور اپنے نبیوں اور رسولوں پر اور اپنی رحمت نازل فرما

طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ وَاجْعَلْنَا بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِمْ مِّنَ الْمَرْحُوْمِيْنَ ○ اَللّٰهُمَّ

تمام فرمانبرداروں پر' اور ان پر درود بھیجنے کے سبب ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جن پر رحم کیا گیا' اے اللہ!

صَلِّ [٩] عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ ۨ الْمَبْعُوْثِ مِنْ تِهَامَةَ وَالْاٰمِرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالْاِسْتِقَامَةِ

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما جو مکہ مکرمہ سے مبعوث ہوئے اور جنہوں نے نیکی اور دین پر ثابت قدمی

وَالشَّفِيْعِ لِاَهْلِ الذُّنُوْبِ فِيْ عَرَصَاتِ الْقِيٰمَةِ ○ اَللّٰهُمَّ اَبْلِغْ عَنَّا نَبِيَّنَا وَ

کا حکم دیا اور جو قیامت کے میدانوں میں گنہگاروں کی شفاعت کریں گے' اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی'

شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الْكَرِيْمَ

ہمارے شفیع اور ہمارے محبوب کو افضل ترین درود و سلام پہنچا اور انہیں عزت والے مقام محمود پر فائز فرما

وَاٰتِهِ الْفَضِيْلَةَ وَالْوَسِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ الَّتِيْ وَعَدْتَّهٗ فِي الْمَوْقِفِ

اور انہیں فضیلت' مقام وسیلہ اور بلند درجہ عطا فرما' جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا' عظیم

الْعَظِيْمِ ○ وَصَلِّ اللّٰهُمَّ عَلَيْهِ صَلٰوةً دَائِمَةً مُّتَّصِلَةً تَتَوَالٰى وَتَدُوْمُ ○

مقام میں' اور اے اللہ! ان پر دائمی اور مسلسل رحمت نازل فرما جو پے در پے اور ہمیشہ ہو

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مَا لَا [١٠] حَ بَارِقٌ وَّذَرَّ شَارِقٌ وَّوَقَبَ غَاسِقٌ وَّ

اے اللہ! ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما جب تک کہ بجلی چمکے' سورج نکلے' رات تاریک ہو اور

انْهَمَرَ وَادِقٌ ○ وَصَلِّ عَلَيْهِ [١١] وَعَلٰى اٰلِهٖ مِلْءَ اللَّوْحِ وَالْفَضَاءِ وَمِثْلَ نُجُوْمِ

بادل برسے' اور ان پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما لوح محفوظ اور زمین و آسمان کی درمیانی فضا کی پُری کے برابر'

السَّمَاءِ وَعَدَدَ الْقَطْرِ وَالْحَصٰى وَصَلِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ صَلٰوةً لَّا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰى

آسمان کے ستاروں' قطروں اور کنکریوں کی تعداد میں' اور ان پر اور ان کی آل پر بے حد و حساب رحمتیں نازل فرما'

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ زِنَةَ عَرْشِكَ وَ مَبْلَغَ رِضَاكَ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَ مُنْتَھٰی

اے اللہ! ان پر رحمتیں نازل فرما اپنے عرش کے وزن' اپنی رضا کے اندازے' اپنے کلمات کی مقدار اور اپنی رحمت کی انتہا

رَحْمَتِكَ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ وَ بَارِكْ عَلَیْہِ

کے مطابق' اے اللہ! ان پر' ان کی آل پر' ان کی ازواج مطہرات اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرما' اور ان پر' ان کی آل'

وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ كَمَا صَلَّیْتَ وَ بَارَكْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ

ازواج مطہرات اور انکی اولاد پر برکتیں نازل فرما جیسے تو نے رحمت و برکت نازل فرمائی سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور

وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرٰھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ وَ جَازِہٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازَیْتَ

ان کی آل پر' بے شک تو تعریف اور بزرگی والا ہے اور انہیں ہماری طرف سے وہ افضل ترین جزا عطا فرما جو تو نے کسی نبی کو

نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ وَ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ بِمِنْھَاجِ شَرِیْعَتِہٖ وَ اھْدِنَا بِھَدْیِہٖ [۱۲]

ان کی امت کی طرف سے دی' اور ہمیں ان کی شریعت کی راہ پر چلنے والوں میں سے بنا' ہمیں ان کی سیرت کی ہدایت عطا فرما'

وَ تَوَفَّنَا عَلٰی مِلَّتِہٖ وَ احْشُرْنَا یَوْمَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ فِیْ زُمْرَتِہٖ

ہمیں ان کے دین پر موت عطا فرما' ہمیں بڑے خوف کے دن ان لوگوں میں سے اٹھا جو ان کی جماعت میں امن والے ہوں اور

وَ اَمِتْنَا عَلٰی حُبِّہٖ وَ حُبِّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ [۱۳] عَلٰی سَیِّدِنَا

ہمیں ان کی محبت اور ان کی آل پاک' ان کے اصحاب اور ان کی اولاد کی محبت پر موت عطا فرما' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت

مُحَمَّدٍ اَفْضَلِ اَنْبِیَآئِكَ وَ اَكْرَمِ اَصْفِیَآئِكَ وَ اِمَامِ اَوْلِیَآئِكَ وَ خَاتَمِ اَنْبِیَآئِكَ

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں نازل فرما جو تیرے نبیوں میں افضل ترین' تیرے برگزیدہ بندوں میں معزز ترین' تیرے دوستوں کے

وَ حَبِیْبِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ شَھِیْدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَ سَیِّدِ وُلْدِ

امام' تیرے نبیوں کے خاتم' تمام جہانوں کے رب کے محبوب' رسولوں کے گواہ' گناہگاروں کے شفیع' تمام اولاد آدم کے

اٰدَمَ اَجْمَعِیْنَ الْمَرْفُوْعِ الذِّكْرِ فِی الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ الْبَشِیْرِ [۱۴] النَّذِیْرِ

سردار' جن کا ذکر مقرب فرشتوں میں بلند کیا گیا' خوشخبری اور ڈر سنانے والے' روشن چراغ'

السِّرَاجِ الْمُنِیْرِ الصَّادِقِ الْاَمِیْنِ الْحَقِّ الْمُبِیْنِ الرَّءُوْفِ الرَّحِیْمِ الْھَادِیْ

سچے' امین' ظاہر حق' بڑے مہربان اور رحم کرنے والے' راہ راست کی ہدایت

إِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ ۞ الَّذِي أٰتَيْتَهُ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنِ الْعَظِيمِ

دینے والے، جن کو تو نے بار بار پڑھی جانے والی سات آیتیں (سورۂ فاتحہ) اور قرآن عظیم عطا کیا،

نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَهَادِي الْأُمَّةِ[16] أَوَّلِ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ

نبی رحمت، امت کے ہادی، سب سے پہلے قبر سے نکلنے والے، سب سے پہلے جنت میں جانے والے،

وَالْمُؤَيَّدِ بِسَيِّدِنَا جِبْرِيْلَ وَسَيِّدِنَا مِيْكَائِيْلَ الْمُبَشَّرِ بِهٖ فِي التَّوْرٰةِ وَالْإِنْجِيْلِ

اور جن کو سیدنا جبریل اور سیدنا میکائیل علیہما السلام کے ساتھ تقویت دی گئی، جن کی بشارت تورات اور انجیل

الْمُصْطَفٰى الْمُجْتَبٰى الْمُنْتَخَبِ أَبِي الْقَاسِمِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

میں دی گئی، برگزیدہ، چنے ہوئے، منتخب، ابو القاسم، ہمارے آقا حضرت محمد بن عبد اللہ

بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ ○ اَللّٰهُمَّ[1] صَلِّ عَلٰى مَلٰئِكَتِكَ وَالْمُقَرَّبِيْنَ الَّذِيْنَ

بن عبد المطلب بن ہاشم، اے اللہ! اپنے فرشتوں اور ان مقربین پر رحمتیں نازل فرما جو

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ وَلَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ

دن رات تیری تسبیح بیان کرتے ہیں، تھکتے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو حکم دیا اس کی نافرمانی نہیں کرتے

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○

اور جو کچھ انہیں حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔

[1] (مَاسَجَعَتِ الْحَمَائِمُ) ایک نسخے میں ہے کہ یہ حزب ثامن (آٹھویں حزب) کی ابتدا ہے، اس نسخے میں آئندہ قول اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الزَّاهِدِ پر حزب کا ذکر نہیں ہے، ایک اور نسخے میں اس جگہ بھی اور اس جگہ بھی حزب کا ذکر ہے۔ نسخہ سہلیہ میں آئندہ مقام پر تو حزب کا ذکر ہے، اس جگہ نہیں ہے اور یہی درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مَا) مصدریہ ظرفیہ ہے، سَجَعَتْ جیم کی تخفیف کے ساتھ، اس کا معنی ہے کہ جب تک کبوتر طرب انگیز آوازیں نکالیں اور ایک ہی انداز میں چہچہائیں۔ حمائم جمع ہے حمام کی، حاء پر زبر کے ساتھ، قاموس میں ہے، یہ ایک پرندہ ہے جو گھروں سے انس نہیں رکھتا یا ہر وہ پرندہ ہے جس کے گلے میں طوق (دائرہ) ہوتا ہے۔

(وَحَمَتِ الْحَوَائِمُ) حَمَتْ میں دو احتمال ہیں (۱) یہ حَامَ الطَّائِرُ اَوْغَيْرُهٗ عَلَى الشَّيْءِ سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے کہ پرندے یا کسی دوسرے جانور نے ایک شے کا ارادہ کیا، اس کا چکر لگایا اور اس کے گرد گھوما، اس صورت میں اس کا الف ساقط ہو گیا ہے (اصل میں حَامَتْ تھا، الف ساقط ہوا تو حَمَتْ ہو گیا۔ ۱۲ قادری) الحوائم جمع ہے حَائمةٌ کی، وہ پیاسے پرندے جو پانی کے

گرد گھومتے ہیں (۲) یہ حمایۃ سے مشتق ہے' جس کا معنی منع کرنا ہے' اس صورت میں الحوائم اصل میں حوامی تھا' لام کلمہ یعنی یاء کو عین کلمہ پر مقدم کیا گیا' قلب کے بعد حوائم ہو گیا' اس وقت یہ حضرت مصنف کے قول خمث کے موافق ہو گا جس سے الف ساقط نہیں ہوا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حوائم قلب کے بغیر اپنے باب پر ہو' فعل کے ساتھ اس کی موافقت ضروری نہیں (یعنی اس میں حرج نہیں کہ فعل ناقص یائی ہو اور حوائم (اجوف واوی' ۱۲ قادری) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(وَسَرَحَتِ الْبَهَائِمُ) اور جب تک چارپائے چرنے کے لئے جاتے رہیں (وَنَفَعَتِ) اور جب تک برائی اور ناپسندیدہ امور کو دفع کرتے رہیں (التَّمَائِمُ) یہ تمیمۃ کی جمع ہے' وہ تعویذات ہیں جو گردن وغیرہ میں لٹکائے جاتے ہیں' ان میں آیات مبارکہ اور اسماء الٰہیہ وغیرہ لکھے جاتے ہیں جن سے شفا طلب کی جاتی ہے۔ (وَشُدَّتْ) صیغہ مجہول کے ساتھ' بعض نسخوں میں ہے شُدِّدَتْ دو دالوں کے ساتھ' یہ بھی صیغہ مجہول ہے' جب تک سروں پر باندھے جائیں (الْعَمَائِمُ) عمامہ کی جمع ہے اور اس کا معنی معلوم ہے (یعنی پگڑی) (وَنَمَتْ) اور جب تک زیادہ ہوں اور نشوونما پائیں (النَّوَائِمُ) نائمۃ کی جمع ہے' اللہ تعالیٰ کی نشوونما پانے والی مخلوق جیسے سبزہ' نامیۃ کی جمع قیاس کے مطابق النَّوَامِی ہونی چاہئے' ہو سکتا ہے کہ اس میں قلب ہو جیسے اس سے پہلے الحوائم میں بیان کیا جا چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ منجعث اور جن افعال کا اس پر عطف ہے کا مطلب یہ ہے کہ ان افعال کے دوام کی مدت تک اپنے حبیب ﷺ پر رحمتیں نازل فرما' ان سب سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ رحمتیں نازل ہوں اور کبھی منقطع نہ ہوں۔

۴ (مَا) مصدریہ ظرفیہ ہے جیسے کہ اس سے پہلے تھا اور اس کے بعد حضرت مصنف کے قول "مَادَارَتِ الْأَفْلَاكُ وَمَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ۔ الخ میں بھی مصدریہ ظرفیہ ہے (أَبْلَجَ) جب تک صبح روشن اور واضح ہو (الْإِصْبَاحُ) یعنی صبح' اس جگہ اس سے مراد فجر (صبح صادق) ہے' یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد (سورج نکلنے کے بعد) دن کا پہلا حصہ ہو (وَدَبَّتْ) اور آہستہ آہستہ چلیں (الْأَشْبَاحُ) جمع ہے شَبَحٌ کی' باء کو متحرک بھی پڑھ سکتے ہیں اور ساکن بھی' اس کا معنی ہے شخص (وَتَعَاقَبَ الْغُدُوُّ) غین اور دال پر پیش اور واؤ مشدد (وَالرَّوَاحُ) راء پر زبر اور واؤ مخفف۔۔۔ جب تک صبح و شام نوبہ نو اور پے در پے' ایک دوسرے کے پیچھے اور بدل بدل کر آتی رہیں' الْغُدُوُّ دن کا پہلا حصہ یا طلوع فجر اور طلوع آفتاب کا درمیانی حصہ' الرواح شام یا زوال سے لے کر رات تک کا وقت۔

(وَتُقُلِّدَتْ) صیغہ مجہول' جب تک تلواریں پہنی جائیں اور جس طرح ہار گردن میں پہنا جاتا ہے' اس طرح تلواریں کندھوں پر ڈالی جائیں' اساس میں ہے قَلَّدْتُهُ السَّيْفَ میں نے تلوار کی حمائل (پیٹی) فلاں شخص کے گلے میں ڈال دی' اس نے اپنے گلے میں ڈال لی' (الصِّفَاحُ) صاد کے نیچے زیر اور فاء مخفف' صَفْحٌ کی جمع ہے' اس کا معنی ہے تلوار کی چوڑائی' تلوار کو وہ نام دے دیا گیا ہے جو اس کے بعض کا ہے (یعنی صفح کا معنی تلوار کی چوڑائی ہے' اس کا اطلاق خود تلوار پر کر دیا گیا ہے' ۱۲ قادری) الصفائح چوڑی تلواریں' صَفِيحَةٌ کی جمع ہے۔ الْمُصَفَّحَةُ قاموس میں ہے بروزن "مُعَظَّمَةٌ" عین کلمہ کے نیچے زیر ہے اس کا معنی تلوار ہے' اس کی جمع مُصَفَّحَاتٌ ہے' ہو سکتا ہے کہ ان دو معنوں میں سے ایک مراد ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(وَاعْتُقِلَتْ) صیغہ مجہول کے ساتھ' قاف پہلے اور لام بعد میں ہے۔ اسی طرح نسخہ سہلیہ میں ہے' اس کا معنی ہے کہ جب

تک نیزے رکاب اور پنڈلی کے درمیان روکے جائیں' اور یہ ظاہر ہے 'بعض نسخوں میں لام پہلے ہے (وَاغْتَلِفَتْ) یہ اول تو سہو ہے یا کسی کاتب کی غلطی ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ کسی مناسب فعل مثلاً حُمِلَتْ کو متضمن ہے' غور کیجئے کہ یہ عَلِقَ الشَّیُٔ بِالشَّیْءِ سے ماخوذ ہے' یا عَلَقَةٌ سے (یعنی ثلاثی مجرد ہے یا مزید؟) یا اس میں قلب ہے جیسے جذب اور جبذ' خَنَزَ اللَّحْمُ اور خزن' بَطِیْخٌ اور طَبِیْخٌ' اَطْیَبُ اور اَیْطَبُ وَ غَیْرِ ذٰلِکَ (اسی طرح اَعْتَلِقَتْ اور اَغْتَلِقَتْ ہے۔ ۱۲ قادری) (الرِّمَاحُ) اس کا واحد رُمْحٌ ہے اور اس کا معنی معلوم ہے یعنی نیزہ)

(وَصَحَّتِ الْاَجْسَادُ وَالْاَرْوَاحُ) صحت کا معنی ہے بیماری کا دور ہونا' اور ہر عیب و آفت سے بری ہونا' علماء نے صحت کے بارے میں بیان کیا کہ وہ ایسی حالت یعنی ملکہ (حالت لازمہ) ہے جس کے سبب افعال اپنے مقامات سے صحیح سالم صادر ہوتے ہیں اور مرض اس کے خلاف ہے' اجسام کی بیماریاں تو معلوم ہیں' روحوں کی بیماریاں یہ ہیں: کفر' گمراہی' محجوب ہونا' جہالت' غیر اللہ کی عبادت' اس کے غیر کی طرف توجہ' نفع حاصل کرنے یا تکلیف کے دور کرنے میں غیر سے تعلق اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس غیر کا کوئی فعل (تاثیر) یا تخلیق یا قوت یا طاقت ہے' اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کرنا' اپنے معاملات کو اس کے سپرد نہ کرنا اور جو اس کی طرف سے جاری ہو اس پر راضی نہ ہونا' اس کے علاوہ وہ آفات جو توحید کے مخالف اور بندوں کے اوصاف کے منافی ہیں۔

۳ (مَادَارَتِ الْاَفْلَاکُ) جب تک آسمان گردش کرتے رہیں' فَلَکٌ لام پر حرکت' ستاروں کے گھومنے کی جگہ اور وہ جسم مستدیر ہے' بعض علماء نے کہا کہ وہ ایک محدود موج ہے' حجۃ الاسلام (امام محمد غزالی) رحمہ اللہ تعالیٰ نے المعیار میں فرمایا: فلاسفہ کے نزدیک فلک وہ کروی اور بسیط جسم ہے جو کون و فساد کا قابل نہیں ہے' وہ طبعی حرکت کرتا ہے (وَدَجَتْ) نسخہ سہلیہ اور دوسرے بہت سے نسخوں میں تخفیف کے ساتھ ہے اور بعض نسخوں میں تشدید کے ساتھ (دَجَّتْ) ہے' پہلی صورت میں دَجَا اللَّیْلُ دَجْوًا وَدُجُوًّا سے ہے' جس کا معنی ہے رات تاریک ہوئی۔ دوسری صورت میں دَجَّ اللَّیْلُ دَجَّةً سے ہے اس کا معنی بھی یہ ہے کہ رات تاریک ہوئی۔

(الْاَحْلَاکُ) جمع ہے حَلَکَۃٌ کی لام پر حرکت ہے' اس کا معنی ہے سیاہی کی شدت۔

(وَسَبَّحَتِ الْاَمْلَاکُ) مَلَکٌ کی جمع ہے جیسے مَلَائِکَۃٌ اور مَلَائِکُ مَلَکٌ کی جمع ہے' اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی متعدد آیات میں فرشتوں کی تسبیح کے بارے میں خبر دی ہے۔

۴ (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ...... اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ) یہ حضرت ابن مسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے' حضرت مصنف نے اس کا کئی دفعہ ذکر کیا ہے' کیونکہ اس حدیث کی روایات میں اختلاف ہے' ہر دفعہ ایک نئی روایت ذکر کرتے ہیں' جیسے اس کے علاوہ دوسرے درودوں مثلاً وہ درود جسے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور وہ درود جو ابن ابی زید کے رسالے میں ہے۔

۵ (وَمَا صُلِّیَتِ الْخَمْسُ) اور جب تک پانچ نمازیں ادا کی جاتی رہیں (وَمَا تَاَلَّقَ بَرْقٌ) اور جب تک بجلی چمکتی رہے' بَرْقٌ کی جمع بُرُوْقٌ ہے' اس کا معنی ہے نور کی آواز کی چمک' یا فرشتے کے ہاتھ میں وہ چابک جس سے وہ بادل کو چلاتا ہے' یا وہ فرشتہ جو

دیکھا جاتا ہے' یا فرشتے کی آواز' یا پانی کی چمک (وَ تَدَفُّق) اور زور سے گرے' بعض معتمد نسخوں میں ہے وَتَدَافُق دال کے بعد الف کی زیادتی کے ساتھ (وَدَق) یعنی بارش (وَمَا سَبَّحَ رَعْدٌ) رعد وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اور بادل کو ڈانٹ پلاتا ہے' یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچ جائے جہاں کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے' وہ آواز جو سنی جاتی ہے' وہ اس فرشتے کی ڈانٹ ہے۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث مرفوع میں ہے' جسے امام احمد نے روایت کیا' امام ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا' امام نسائی' ابوالشیخ' ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا' اکثر علماء اسی کے قائل ہیں' اس لئے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

لے (مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) (علامہ احمد قسطلانی) مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں کہ اگر رحمت جسم ہوتی تو آسمانوں اور زمین کو بھر لیتی (مِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ) ما کا بیان ہے (شَیْءٍ) تیرے مکانوں میں سے جس مکان کی پُری کے برابر تو چاہے (بَعْدُ) حق بر ضم ہے' کیونکہ اسے لفظاً اضافت سے جدا کیا گیا ہے' مراد یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی پُری کے بعد' لہٰذا لفظ "بعد" مِلْءٌ سے متعلق ہے' اس درود شریف کے الفاظ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے ماخوذ ہیں' جب آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے تو یہ کلمات بھی کہتے: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَ مِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ..... اس حدیث کو امام مسلم نے حضرت ابو سعید ﷺ اور امام ابو نعیم نے حضرت عائشہ' ابن مسعود اور ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔

ے (اَللّٰهُمَّ كَمَا) کاف تعلیلیہ اور ما مصدریہ ہے یا کافہ (وَاسْتَنْقَذَ الْخَلْقَ مِنَ الْجَهَالَةِ) مخلوق اللہ تعالیٰ' اس کے حق' اس کے احکام' اس کے ایام' اس مقصد سے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا اور دار آخرت سے بے علم اور جاہل تھی (نبی اکرم ﷺ نے مخلوق کو جہالت سے نجات بخشی' ۱۲ قادری) (وَجَاهَدَ اَهْلَ الْكُفْرِ وَالضَّلَالَةِ) اور جہاد فرمایا اہل کفر سے اور گمراہی والوں سے جو ہدایت اور دین قویم سے بے بہرہ تھے (وَدَعَا اِلٰى تَوْحِيْدِكَ) اور مخلوق کو تیری توحید کی طرف بلایا (وَقَاسَى الشَّدَائِدَ) اور مشکلات کو برداشت کیا (فِيْ اِرْشَادِ عَبِيْدِكَ) تیرے بندوں کی ہدایت اور ان کے لئے راہ حق کے بیان کے سلسلے میں۔

(فَاَعْطِهٖ) فاء سببیت محضہ کے لئے ہے (اَللّٰهُمَّ سُؤْلَهٗ) پس اے اللہ! اپنے حبیب پاک ﷺ کو آپ کا مطلوب عطا فرما..... بہتر یہ ہے کہ اس جگہ ہمزہ ترک کر دیا جائے اور حضرت مصنف کے قول وَبَلِّغْهُ مَامُوْلَهٗ کے ساتھ موافقت ملحوظ رکھی جائے۔ (وَاجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَّبِعِيْنَ لِشَرِيْعَتِهٖ) اور ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو تیرے حبیب مکرم ﷺ کے طریقے پر چلنے والے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہیں۔ (الْمُتَّصِفِيْنَ بِمَحَبَّتِهٖ) یعنی ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جن کے لئے نبی اکرم ﷺ کی محبت صفت' کیف اور لازوال ہیئات راسخہ بن جائے (الْمُهْتَدِيْنَ) ھَادِيْنَ کے معنی میں ہے' معنی ہدایت دینے والے' اور اِفْتِعَال کا صیغہ گویا مبالغہ کے لئے ہے (بِهَدْيِهٖ) ہاء پر زبر اور دال ساکن' یعنی نبی اکرم ﷺ کی سیرت اور طریقے کی ہدایت دینے والے' باء زائدہ ہے' ایک احتمال یہ ہے کہ المهتدين مشتق ہو اس ہدایت سے جس کا معنی رشد اور توفیق ہے' اب بِهَدْيِهٖ میں باء سببیہ ہو گی' مطلب یہ ہو گا کہ ہم سرکار دو عالم ﷺ کی ہدایت کے سبب ہدایت پانے والے ہوں اور آپ کے متبعین میں سے ہوں۔ (وَسِيْرَتِهٖ) سین کے نیچے زیر' یعنی آپ کی سنت آپ کے طریقے اور آپ کی ہیئت پر' یہ ماقبل کی تفسیر ہے اور اس کا

مرادف ہے۔

(وَلَا تَحْرِمْنَا فَضْلَ شَفَاعَتِهٖ) اور ہمیں آپ کی شفاعت فاضلہ سے محروم نہ فرما (اس صورت میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے) یا شفاعت سے پیدا ہونے والی فضیلت سے محروم نہ فرما (اس وقت اضافت معنی لام ہے) (وَاحْشُرْنَا فِیْ اَتْبَاعِهٖ) تابع کی جمع اتباع ہے' اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کی پیروی کی اور آپ کی ملت میں داخل ہوئے' یا وہ لوگ مراد ہیں جو آپ کے نشانات قدم پر چلے اور آپ کی سیرت کو اختیار کیا۔ (الْغُرِّ) جمع ہے اَغَرّ کی اور مشتق ہے غُرَّۃ سے جس کا معنی ہے پیشانی کی سفیدی' اَغَرّ کا استعمال ہر شے کے سفید حصے' اچھے' واضح افعال والے اور شریف فرد میں بھی کیا جاتا ہے (الْمُحَجَّلِیْنَ) جیم مشدد پر زبر' جمع ہے مُحَجَّلْ کی جو تَحْجِیْل کا اسم مفعول ہے' اس کا معنی ہے وہ سفیدی جو گھوڑے کی تمام پنڈلیوں میں ہوتی ہے یا دو پنڈلیوں اور ایک ہاتھ میں یا صرف دو پاؤں میں یا صرف ایک پاؤں میں ہوتی ہے۔ اگلی دو پنڈلیوں یا اگلی ایک پنڈلی میں صرف اس وقت ہوتی ہے جب پچھلی دو پنڈلیوں میں ہو یا ایک میں۔

سابقون الاولون سے کون سے لوگ مراد ہیں؟

(وَاَشْیَاعِهِ السَّابِقِیْنَ) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے پہلے سے سعادت لکھ دی گئی' اور وہ دنیا میں نیکی کے اعمال اور گناہوں کے ترک کی طرف سبقت کرنے والے ہیں' یا وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سبقت کرنے والے ہیں' لہٰذا انہوں نے جنت اور رحمت کی طرف اس حال میں سبقت کی کہ جنت ان کا شوق رکھنے والی ہے اور وہ وصف رحمت سے متصف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان سورۂ براءۃ میں ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کہا گیا ہے' کہ یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی' بعض علماء نے فرمایا: وہ حضرات ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے' بعض نے فرمایا: وہ حضرات مراد ہیں جو بیعت رضوان میں حاضر ہوئے۔

اصحاب یمین

(وَاَصْحَابِ الْیَمِیْنِ) وہ حضرات جنہوں نے اپنے نامہ ہائے اعمال اپنے دائیں ہاتھوں میں لئے یا وہ لوگ ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب تھے' جس طرح حدیث معراج میں ان اشخاص کی طرف اشارہ ہے (جو حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب ملاحظہ فرمائے) یا وہ لوگ مراد ہیں جنہیں عرش کی دائیں جانب سے دائیں جانب اور جنت کی طرف لے جایا جائے گا' جب کہ عرش کی بائیں جانب والوں کو آگ کی طرف لے جایا جائے گا' ایک مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ عرب خیر کو دائیں جانب اور شر کو بائیں جانب سے قرار دیتے ہیں (اصحاب یمین سے مراد اصحاب خیر ہوں گے۔ ۱۲ قادری)

۵ (اَللّٰهُمَّ صَلِّ) صرف ایک نسخے میں ہے وَصَلِّ واؤ کے ساتھ (عَلٰی مَلٰٓئِکَتِکَ وَالْمُقَرَّبِیْنَ) یہ عام کا خاص پر عطف ہے (وَعَلٰی اَنْبِیَائِکَ) اور اپنے تمام انبیاء پر (وَالْمُرْسَلِیْنَ) اور ان انبیاء میں سے رسولوں پر (یہ خاص کا عطف ہے عام پر) (وَعَلٰی

اَهْلِ طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ) اور اپنے تمام فرمانبرداروں پر' خواہ وہ آسمانوں کے باشندے ہیں یا زمینوں کے' انسان ہیں یا جنات' اس امت سے ہیں یا سابقہ امتوں میں سے۔ (وَاجْعَلْنَا بِالصَّلٰوةِ) اور ہمیں صلوٰۃ کی برکت سے (عَلَيْهِمْ) تمام مذکورین پر (مِنَ الْمَرْحُوْمِيْنَ) مرحومین میں سے بنا' دنیا میں اس طرح کہ ہم دین قویم اور صراط مستقیم کو لازم پکڑیں اور آخرت میں دردناک عذاب اور برے حساب سے نجات پائیں۔

تہامہ جزیرہ عرب کا علاقہ ہے

٩ (اَللّٰهُمَّ صَلِّ) صرف ایک نسخے میں ہے وَصَلِّ واؤ کے ساتھ (عَلٰى مُحَمَّدِ ، الْمَبْعُوْثِ مِنْ تِهَامَةَ) تاء کے نیچے زیر' بلاد عرب اور نجد سے (حسی طور پر) پست خطہ ہے' نجد بلاد حجاز میں سے (حسی طور پر) بلند خطہ ہے۔ مشارق میں ہے کہ تہامہ بلاد حجاز میں سے مکہ مکرمہ اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ ہے' پھر فرمایا: کہ حسن ہمدانی نے فرمایا: کہ تہامہ جزیرہ عرب اور العراق کا طویل علاقہ ہے جس میں اطمینان اور حرارت ہے۔ (اھ)

(وَالْاٰمِرِ) ابتدا میں ہمزہ ممدودہ اور میم کے نیچے زیر' اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ (بِالْمَعْرُوْفِ) یعنی ایمان اور اطاعت کا حکم دینے والے (وَالْاِسْتِقَامَةِ) یہ اِسْتِقَامٌ کا مصدر ہے' اس کا معنی معتدل (میانہ رو) ہونا ہے' قَوَّمْتُهٗ' کا معنی ہے' میں نے اسے سیدھا کر دیا "فَهُوَ قَوِيْمٌ مُسْتَقِيْمٌ" تو وہ سیدھا اور معتدل ہے' استقامت کا مطلب ہے کجی اور جھکاؤ کا دور ہونا' پس جو شخص ظاہر کے اعتبار سے مقام اسلام میں سنت سے روگردانی اور جھکاؤ اختیار نہیں کرتا اور باطنی طور پر برحق عقیدے سے عدول نہیں کرتا اور حقیقت کے اعتبار سے غیر اللہ کی طرف میلان نہیں رکھتا' وہ مستقیم ہے۔ اقوال میں استقامت یہ ہے کہ انسان کسی کی غیبت نہ کرے' افعال میں یہ ہے کہ بدعت کو نہ اپنائے' اعمال میں یہ ہے کہ تسلسل نہ ٹوٹے' احوال میں یہ ہے محجوب (یاد آلہی سے غافل) نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ انسان اپنے نفس کو قرآن و سنت کے اخلاق پر برانگیختہ کرے' یہ اخلاق ہر شخص کے حق میں الگ ہیں' کیونکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کے لئے جو کچھ مفید ہے دوسرے کے لئے مضر ہے (مثلاً شہد ہی لے لیں سرد مزاج کے لئے مفید اور گرم مزاج کے لئے مفید نہیں ہے۔ ١٢ قادری) اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام کے معمولات مختلف تھے' اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی وصیتیں ان کے حق میں مختلف تھیں اور آپ کا معاملہ بھی ان سے مختلف تھا۔ اسی لئے مشائخ نے فرمایا: کہ استقامت کا معاملہ اسی وقت مکمل ہو سکتا ہے جب کہ خیر خواہ شیخ یا نیک بھائی کی سرپرستی حاصل ہو جو انسان کی رہنمائی ان امور کی طرف کرے جن میں خصوصی طور پر اس کا فائدہ ہو۔

امام ابوبکر بن فورک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: استقامۃ میں سین طلب کے لئے ہے' یعنی بندوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ انہیں اپنی توحید پر قائم فرمائے' پھر اپنی حدود کی پابندی اور اپنے معاہدوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

شفاعت رسول کبیرہ گناہ والوں کے لئے بھی ہو گی

(وَالشَّفِيعِ لِأَهْلِ الذُّنُوبِ فِي عَرَصَاتِ الْقِيَامَةِ) نبی اکرم رسول معظم ﷺ نے فرمایا: ہماری شفاعت ہماری امت کے ان افراد کے لئے (بھی) ہو گی جنہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہو گا۔ اس موضوع پر بہت سی دوسری حدیثیں ہیں۔ آپ کی یہ شفاعت ان لوگوں کو شامل ہو گی جو آگ کے مستحق ہوں گے' آپ کی شفاعت کی بدولت آگ میں داخل نہیں ہوں گے' آپ کی شفاعت ان لوگوں کے لئے بھی ہو گی جو آگ میں داخل ہو چکے ہوں گے' وہ آپ کی شفاعت کی برکت سے جہنم سے رہا کر دیئے جائیں گے' بلکہ متن کے الفاظ شفاعت کبری کو بھی شامل ہیں جس کی بدولت حساب کتاب شروع ہو گا' اس دن اللہ تعالیٰ کے غضب کا یہ عالم ہو گا کہ اس سے پہلے کبھی اتنے جلال کا اظہار نہیں ہوا ہو گا' اور اس کے بعد بھی نہیں ہو گا' اللہ تعالیٰ بندوں پر قہر اور عظمت کے ساتھ جلوہ فرمائے گا' تمام بندے عظیم خوف میں مبتلا ہوں گے' سب کو اپنی جانوں کا خوف ہو گا' اپنے گناہوں کے سبب پریشان ہوں گے' کوئی بھی اپنے بارے میں بے خوف نہیں ہو گا اور کوئی بھی اپنی سلامتی کا دعویدار نہیں ہو گا' جب نبی اکرم ﷺ شفاعت کا دروازہ کھولیں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی تو تمام مخلوق اس خوف اور دہشت سے نکل جائے گی' ان کے حساب کا حکم دیا جائے گا' ہر ایک پر ثواب و عذاب کا معاملہ ظاہر ہو جائے گا' نجات پانے والے ہلاک ہونے والوں سے الگ ہو جائیں گے' شفاعت کرنے والے ان افراد سے جدا ہو جائیں گے جن کی شفاعت کی جائے گی' یہ سب نبی اکرم سرور دو عالم ﷺ کی شفاعت سے ہو گا' اس سے پہلے سب اپنی نظروں میں ہلاکت کا شکار ہوں گے' سب یہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ ہمیں ہمارے گناہوں کی بنا پر گرفتار عذاب کیا جائے گا' اب ان پر معاملہ کھل جائے گا اور نبی اکرم ﷺ کی برکت سے خوش نصیبوں کو سلامتی مل جائے گی۔

یوم حساب بڑا کٹھن دن ہو گا

(وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ الْكَرِيمَ) اور آپ کو معزز اور بلند مقام محمود پر فائز فرما (وَآتِهِ الْفَضِيلَةَ ...... الَّتِي وَعَدْتَهُ فِي الْمَوْقِفِ) اور آپ کو وہ بلند درجہ عطا فرما جس کا تو نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے موقف میں ...... یعنی اس مقام میں جہاں مخلوقات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گی' ظرف (فِي الْمَوْقِفِ) کا تعلق اٰتِهِ سے ہے' (الْعَظِيمِ) کیونکہ یہ وہ دن ہے جس کے بعد کوئی دن نہیں ہے' اس دن پردہ اٹھا دیا جائے گا اور اسرار منکشف کر دیئے جائیں گے' ہر شخص نے جو کچھ کیا ہے اسے حاضر پائے گا' کتاب کھول دی جائے گی' حساب واقع ہو گا' جنت قریب کر دی جائے گی' جہنم بے حجاب کر دی جائے گی' بڑے بڑے امور بے پردہ ہو جائیں گے' اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمانے کے لئے جلوہ فرما ہو گا' خوفناک امور پے در پے رونما ہوں گے' دہشت ناک امور کا دور دورہ ہو گا' ہر شخص اپنی غفلت اور سابقہ مستی سے جاگ جائے گا' کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا' کسی کا حکم نہیں چلے گا' کوئی عذر اور انکار نہیں ہو گا' صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی اور بخشش ہو گی یا پھر (مجرموں پر) ذلت اور رسوائی

طاری ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی بخشش اور رحمت سے ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے ہم سے درگزر فرمائے۔ آمین

۱۰ (فَلَاحَ) جب تک چمکے (بَارِقٌ) یعنی بجلی یا بجلی والا بادل' کیونکہ اس بادل کو بھی بَارِق کہا جاتا ہے' اسی طرح کہتے ہیں سَحَابَةٌ بَارِقَةٌ (وَذَرَّ) نقطے والے ذال کے ساتھ اور طلوع ہو (شَارِقٌ) چمکنے والا سورج (وَوَقَبَ) اور اندھیری ہو جائے (غَاسِقٌ رات)' یہ اکثر علماء کا قول ہے' بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد چاند ہے اور چاند کے وقوب (وقب کے مصدر) کا معنی ہے کہ اسے گرہن لگ جائے' اور ہر سیاہ شے غاسق ہے۔ اس کی تفسیر چاند سے کی گئی ہے' اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا' امام نسائی اور حاکم نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا۔ غاسق کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں صحیح ترین یہی دو قول ہیں (یعنی اس سے مراد رات ہے یا چاند ۱۲ قادری) (وَانْهَمَرَ) اور شدت سے برسی (وَادِقٌ یعنی بارش یا بادل' مراد یہ ہے کہ اس کا پانی تیزی سے برسا۔

۱۱ (وَصَلِّ عَلَيْهِ) ایک نسخے میں وَصَلِّ عَلَيْهِ سے پہلے اَللّٰهُمَّ کا اضافہ ہے (وَمِثْلَ نُجُوْمِ السَّمَآءِ) آسمان کے ستاروں کی تعداد میں (وَعَدَدَ الْقَطْرِ) بعض نسخوں میں وَالْمَطَرِ کا اضافہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ زِنَةَ عَرْشِكَ) اس جگہ وَعَلٰی اٰلِهٖ کا اضافہ نہیں ہے' جب کہ ایک ضعیف نسخے میں یہ اضافہ ہے (وَمَبْلَغَ رِضَاكَ) اور تیری رضا کے اندازے کے مطابق عظمت اور بڑائی میں (وَمُنْتَهٰى رَحْمَتِكَ) اور تیری رحمت کی انتہا اور وسعت کے مطابق کیونکہ وہ ہر شے کو محیط ہے۔

۱۲ (وَاهْدِنَا بِهَدْيِهٖ) هَدْیٌ کا معنی سیرت ہے' ظاہر یہ ہے اِهْدِنَا۔ کا ہمزہ قطعی ہے (اور یہ صیغہ باب افعال سے ہے) اور بِهَدْيِهٖ میں باء زائدہ ہے یا باء بمعنی علٰی ہے' کہا جاتا ہے هَدٰی هَدْیَ فُلَانٍ' فلاں شخص فلاں کے طریقے پر چلا۔ حدیث شریف میں ہے وَاهْدُوْا هَدْیَ عَمَّارٍ تم عمار کے طریقے پر چلو' اس طریقے پر کہا جائے گا اَهْدَاهُ هَدْيَهٗ' ہمزہ قطعی کے ساتھ۔ فلاں نے فلاں کو اپنے طریقے پر چلایا' باء تقویت کے لئے زیادہ کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قیامت کا دن فزع اکبر کا دن ہے

(وَاخْشَوْا يَوْمَ الْفَزَعِ) زاء پر حرکت ہے' یعنی خوف اور دہشت (الْاَكْبَرِ) اس سے مراد مجموعی طور پر قیامت کے دن کی ہولناکیاں ہیں۔ امام ابن عطیہ نے فرمایا: قیامت کا دن مجموعی طور پر فزع اکبر (بڑا خوف) ہے' اور اگر قیامت کے دن کی کسی چیز کی تخصیص کی جائے تو ضروری ہے کہ کسی بڑی خوفناک چیز کا قصد کیا جائے۔ بعض حضرات نے کہا: کہ وہ موت کا ذبح کرنا ہے' بعض علماء نے کہا کہ جہنم کے ایک طبقے کا دوسرے پر واقع ہونا ہے' بعض نے کہا: کہ وہ جہنمیوں کے جہنم کی طرف بھیجے جانے کا حکم ہے' بعض نے کہا: وہ آخری نفخہ (صور کا پھونکنا) ہے' امام ابن عطیہ نے فرمایا: اس وقت اور اس سے پہلے اوقات میں خوف کا غلبہ ہو گا' کیونکہ مختلف گمان جمع ہوں گے اور حوادث پیش آئیں گے' رہا موت کے ذبح اور دوزخ کے ایک طبقے کے دوسرے پر واقع ہونے کا وقت تو یہ ایسا وقت ہو گا کہ اہل جنت جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے' اس وقت واضح خوف ہو گا' لیکن یہ

خوف انبیاء تو کجا' کسی بھی مخلوق کو لاحق نہیں ہو گا' ہاں! یہ مراد ہو کہ اہل جنت کو وہ شے غمگین نہیں کرے گی جو اہل نار کے لئے بڑے خوف کی بات ہو گی' لیکن اگر ایسا خوف مراد ہو جو سب کے لئے ہو گا تو یہ کہنا پڑے گا کہ وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہو گا (اھ) ابن عطیہ کے ماسوا نے کہا کہ وہ نفخہ اولیٰ (پہلی دفعہ صور کا پھونکنا) ہے (مِنَ الْاٰمِنِیْنَ) حال ہے (فِیْ زُمْرَتِهٖ) مطلب یہ ہے کہ ہمیں نبی اکرم ﷺ کی جماعت میں اس حال میں اٹھا کہ ہم امن والوں میں سے ہوں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ اُحْشُرْنَا متضمن ہو اِجْعَلْنَا کے معنی کو۔ یا مِنْ بمعنی فِیْ ہو اور فِیْ زُمْرَتِهٖ دونوں صورتوں میں حال ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور علیہ السلام کی محبت میں موت کی دعا

(وَاَمِتْنَا عَلٰی حُبِّهٖ) اور ہمیں اپنے حبیب ﷺ کی محبت پر موت عطا فرما---- ایسی محبت جو تجھے ہم سے راضی کر دے' انسان اس ہستی کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہو اور اعمال کا دارومدار ان کے خاتموں پر ہے (وَحُبِّ اٰلِهٖ) آل کے ساتھ لفظ حب کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ ضمیر مجرور پر اسم ظاہر کے عطف میں اختلاف ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث میں آل پاک کی محبت کی تاکید اور وصیت آئی ہے' اور یہ بھی آیا ہے کہ ان سے صرف مومن محبت کرے گا اور منافق ہی ان سے دشمنی رکھے گا' یہ احادیث معروف و مشہور ہیں۔ (وَاَصْحَابِهٖ) بعض نسخوں میں ہے وَصَحْبِهٖ' صحابہ کرام کی محبت کی تاکید اور ترغیب کے بارے میں متعدد احادیث اور آثار وارد ہوئے ہیں (وَذُرِّیَّتِهٖ) اور آپ کی اولاد کی محبت پر---- ذریت (اولاد) کا ذکر آخر میں (فِیْ زُمْرَتِهٖ کے ساتھ) سجع کے لئے کیا ہے' ورنہ آل کے دیگر افراد کی نسبت اولاد کی محبت زیادہ اہم ہے' کیونکہ اولاد کو آل ہونے کا شرف حاصل ہے اور ذریت ہونے کا بھی' اولاد میں سے جنہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے مثلاً حضرت سیدہ فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (حسنین کریمین) رضی اللہ تعالیٰ عنھم تو انہیں اولاد' آل اور صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے (تینوں فضیلتوں کے جامع ہیں)۔ نبی اکرم ﷺ کی آل پاک' ذریت اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی محبت سرکار دو عالم ﷺ کے حکم اور تاکید کی بنا پر واجب ہے' نیز آپ پر ایمان اور آپ کی محبت کا مقتضا ہے' کیونکہ محبوب کا ہر تعلق رکھنے والا محبوب ہوتا ہے' اگرچہ اس کا تعلق آل اور صحبت کے تعلق سے کمزور ہی ہو۔

(اَللّٰهُمَّ صَلِّ) صرف ایک نسخے میں ہے وَصَلِّ واؤ کے ساتھ (وَحَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ) ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لائے ہیں (یعنی بجائے حَبِیْبِكَ کے حَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہا ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اس کی ربوبیت سے کی جائے جو تمام جہانوں کو شامل ہے' نیز! اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کی محبوبیت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف وصف ربوبیت کے اعتبار سے ہو (ارشاد باری تعالیٰ ہے فَلَا وَرَبِّكَ اے حبیب! آپ کے رب کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم یاد فرمائی ہے بحیثیت رب مصطفیٰ ہونے کے' معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا جو تعلق آپ سے ہے وہ کسی سے نہیں' ۱۲ قادری) وَشَهِیْدِ الْمُرْسَلِیْنَ اور رسولوں کے گواہ پر---- نبی اکرم ﷺ قیامت کے دن ان کے تبلیغ کرنے پر گواہی دیں گے (وَسَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ اَجْمَعِیْنَ) اور حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد' انبیاء و مرسلین اور ان کے ماسوا کے سردار۔

صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے

(اَلْمَرْفُوْعِ الذِّكْرِ فِى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ) اسی طرح نسخہ سہیلیہ اور دوسرے بہت سے نسخوں میں ہے' میں نے سات نسخوں میں اسی طرح پایا فِى الْمَلاَ الْمُقَرَّبِيْنَ اس سے مراد فرشتے ہیں' مطلب ایک ہی ہے۔ (اَلْهَادِىْ اِلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (الشوریٰ ۵۲/۴۲) اور بے شک آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں' ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے' پھر ابو نعیم نے فرمایا: اس حدیث کو محمد بن قاسم نے مسعر سے مرفوعاً روایت کیا' وکیع نے اسے موقوفاً روایت کیا' مسعر نے اسے منصور سے' انہوں نے ابو وائل سے' انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا' تیسیر الوصول میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ صراط مستقیم کیا ہے؟ فرمایا: ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس کے قریب ترین حصے میں چھوڑا' اس حال میں کہ اس کا دوسرا کنارہ جنت میں ہے' اس راستے کے دائیں جانب کچھ راستے ہیں اور بائیں جانب کچھ راستے ہیں اور وہاں کچھ لوگ ہیں جو ان کے پاس سے گزرے اسے بلاتے ہیں' جو ان راستوں کو اختیار کرے گا وہ اسے آگ میں لے جائیں گے' اور جو صراط مستقیم پر چلے گا وہ اسے جنت میں لے جائے گا' پھر حضرت ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی "وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ" (الانعام ۱۵۳/۶) اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے' پس تم اس کی پیروی کرو' اور (اس سے الگ) راستوں کی پیروی نہ کرو' اس حدیث کو امام رزین نے روایت کیا (چونکہ اس حدیث میں لفظ جواد آیا ہے' اس لئے شارح فرماتے ہیں) جَوَادّ جمع ہے جادّۃ کی جس کا معنی ہے راستہ۔

۱۲ (اَلْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ سے لے کر الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ تک کا حصہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں نہیں ہے۔۱۲ قادری)

سبع مثانی اور بقرہ کی آخری آیات

۱۲ (اَلَّذِىْ آتَيْتَهٗ) ہمزہ ممدودہ کے ساتھ (سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِىْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ) القرآن منصوب ہے اس کا عطف سَبْعًا پر ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِىْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (الحجر ۸۷/۱۵) اور بے شک تحقیق ہم نے آپ کو دہرائی جانے والی سات آیتیں عطا کیں اور قرآن عظیم' اور یہ نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے' ابو نعیم دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں (کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا--- قادری) ہمیں سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عرش کے خزانوں میں سے دی گئی ہیں' اور یہ دیگر انبیاء کو نہیں صرف ہمیں دی گئی ہیں' ہمیں توراۃ کی جگہ دہرائی جانے والی آیات دی گئیں' انجیل کی جگہ مبین دی گئی' زبور کی جگہ حوامیم (وہ سورتیں جن کی ابتداء میں حم ہے۔ ۱۲ قادری) اور ہمیں

مفصل سورتوں (ایک سو سے کم آیات پر مشتمل سورتوں) سے فضیلت دی گئی ہے۔

سبع مثانی سے مراد سورۃ فاتحہ ہے

اَلسَّبْعَ الْمَثَانِیْ (دہرائی جانے والی سات آیتوں) سے مراد سورۂ فاتحہ ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام القرآن (سورۂ فاتحہ) ہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے' امام بخاری' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ حضرت ابو سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورۂ فاتحہ) ہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو ہمیں دی گئی' اور یہ سات آیات ہیں (۱) العالمین (۲) الرحیم (۳) الدین (۴) نستعین (۵) المستقیم (۶) انعمت علیہم (۷) الضالین--- بعض علماء نے کہا کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ کو شمار کیا جائے اور غیر المغضوب علیہم کو آیت شمار نہ کیا جائے' اور اگر بسم اللہ کو سورۂ فاتحہ میں شمار کیا جائے تو یہ پہلی آیت ہے' اب نہ تو غیر المغضوب علیہم کو آیت شمار کیا جائے اور نہ ہی اِیَّاکَ نَعْبُدُ کو۔

بار بار پڑھی جانے والی سورۃ

سورۂ فاتحہ کا نام مثانی اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ سورت نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہے' آدھی سورت ثناء ہے اور آدھی دعا ہے' تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ سورت دو دفعہ نازل ہوئی' ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں اور ایک دفعہ مدینہ منورہ میں' چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لئے منتخب فرمائی اور اسے ذخیرہ فرمایا' دیگر انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کو یہ سورت عطا نہیں فرمائی۔ اَلسَّبْعَ الْمَثَانِیْ کے بارے میں مزید اقوال بھی ہیں' ہم اسی قول پر اکتفا کرتے ہیں جو حدیث صحیح میں ہے اور وہی علماء کے نزدیک راجح ترین قول ہے۔

(مِنَ الْمَثَانِیْ) یہ مِنْ تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے اور بیان جنس کے لئے بھی۔ قرآن عظیم سے پورا قرآن مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ ہی مراد ہے۔ اَلسَّبْعَ الْمَثَانِیْ کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے سات طویل ترین سورتیں مراد ہیں' ان میں سے پہلی سورۂ بقرہ ہے اور آخری سورۂ توبہ سمیت سورۂ انفال ہے' اور بعض نے سورۂ انفال کی جگہ سورۂ یونس کہا۔

سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر انوار سے اٹھیں گے

انا اوّل) اس سے پہلے واؤ نہیں ہے (مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ) سب سے پہلے جن سے زمین کھلے گی (وَیَدْخُلُ الْجَنَّةَ) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وہ ہستی ہوں گے جن سے یہ دو فعل صادر ہوں گے (آپ ہی سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لائیں گے

اور آپ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ ۱۲ قادری) واؤ عاطفہ مطلق جمع کے لئے ہے، ترتیب، معیت، مہلت اور تعقیب کسی کا بھی فائدہ نہیں دیتی' لہذا واؤ اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ جونہی قبر اقدس کھلے گی نبی اکرم ﷺ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ خارجی دلائل و قرائن سے ثابت ہے کہ وہاں مہلت اور تراخی (فاصلہ) ہو گی' اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (القصص ۲۸/۷) بے شک ہم انہیں (حضرت ابراہیم علیہ السلام کو' یہ ان کے بچپن کی بات ہے) تمہاری طرف لوٹانے والے ہیں اور انہیں رسول بنانے والے ہیں (ان کے لوٹائے جانے اور منصب رسالت پر فائز فرمانے کے درمیان طویل مدت کا فاصلہ ہے' ۱۲ قادری)

نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کا سب سے پہلے کھلنا احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے' حدیث شریف میں آپ کا فرمان ہے: بے شک لوگ قیامت کے دن ہوش میں آئیں گے' تو سب سے پہلے ہماری قبر کھلے گی' ناگاہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک پایہ پکڑے ہوئے ہوں گے' ہم (از خود) نہیں جانتے کہ انہیں ہم سے پہلے افاقہ ہوا ہے (الحدیث) اگر آپ کا یہ قول: اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ۔ محفوظ ہو (اور زیادہ ثقہ راوی کے مخالف نہ ہو) اور اسے ظاہر پر محمول کیا جائے' اور اس وصف میں نبی اکرم ﷺ کا منفرد اور مخصوص ہونا مراد ہو' اور اس صعقہ (يُصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) سے مراد صَعْقَةُ الْبَعْثِ قبروں سے اٹھایا جانا مراد ہو تو اظہر (زیادہ ظاہر بات) یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا کہ ابھی آپ کو یہ علم نہیں دیا گیا تھا کہ سب سے پہلے آپ قبر اقدس سے باہر تشریف لائیں گے' کیونکہ دوسری احادیث میں آپ نے وثوق سے یہ فرمایا ہے کہ مطلقاً آپ کی قبر انور سب سے پہلے کھلے گی' واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور علیہ السلام سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے

رہا نبی اکرم ﷺ کا سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا تو صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) قیامت کے دن ہمارے متبعین تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ ہوں گے' اور ہم سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے' ابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ روایت کئے اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَدُقُّ بَابَ الْجَنَّةِ (ترجمہ وہی ہے جو اس سے پہلے گزرا) صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جنت کے دروازے پر آئیں گے' اور دروازہ کھولنے کا حکم دیں گے' خازن جنت کہے گا آپ کون ہیں؟ ہم کہیں گے محمد (ﷺ) تو وہ کہے گا مجھے آپ ہی کے بارے میں حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔

چار وزیر

(وَالْمُؤَيَّدِ) مؤید سے پہلے واؤ ہے' جب کہ بعض معتمد اور صحیح نسخوں میں نہیں ہے (بِجِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ) علیہما السلام' امام طبرانی نے معجم کبیر میں' ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور حکیم ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں چار وزیروں سے تائید و تقویت عطا فرمائی' دو آسمان والوں میں سے جبریل اور میکائیل علیہما السلام اور دو زمین والوں میں سے ہیں ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ زمین والوں کے بھی سلطان ہیں اور آسمان والوں کے بھی' کیونکہ وزیر تو سلطان ہی کے ہوتے ہیں۔ ۱۲ قادری) امام حاکم نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔

حضور ﷺ کا ذکر توریت و انجیل میں

(اَلْمُبَشَّرِبِهٖ فِی التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ) اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ (الاعراف' ۷/۱۵۷) وہ لوگ جو رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جنہیں وہ اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول بیان کرتے ہوئے فرمایا: اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (الصف' ۶/۶۱) بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں. اپنے سے پہلے توراۃ کی تصدیق کرتا ہوا اور ایک عظیم رسول کی جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں خوش خبری سناتا ہوا------ اس جگہ تورات اور انجیل کی چند تصریحات بھی نقل کی گئیں تو گفتگو طویل ہو جائے گی' اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تصریح فرمادی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ذکر تورات اور انجیل دونوں میں ہے تو یہی کافی ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دیگر انبیاء کی کتابوں میں بھی سرکار دو عالم' نبی آخر الزمان ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے اور دیگر انبیاء نے بھی آپ کی بشارتیں دی ہیں' نبی اکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں سے اسم کریم بشریٰ کی شرح میں اس موضوع پر گفتگو کی جا چکی ہے۔

(اَبِی الْقَاسِمِ) اس جگہ متعدد نسخے ہیں (۱) بعض معتمد نسخوں میں اسے واؤ کے ساتھ لکھا ہے (اَبُو الْقَاسِمِ) اور اس سے پہلی صفات (اَوَّل 'الْمُؤَیَّدُ' الْمُبَشَّر) کو مرفوع قرار دیا ہے (۲) بعض نسخوں میں سابقہ صفات کو مجرور لکھا ہے اور ابو القاسم واؤ کے ساتھ ہے (۳) بعض نسخوں میں سابقہ صفات کو مجرور اور ابی القاسم یاء کے ساتھ لکھا ہے' آخری نسخے میں کوئی اشکال نہیں ہے (کہ ان تمام صفات کو تابع (یعنی محمد کی صفت) بنایا گیا ہے' جس نسخے میں ابوالقاسم واؤ کے ساتھ ہے اور اس سے پہلی صفات کو مرفوع پڑھا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ قطع پر مبنی ہے یہ صفات موصوف کے تابع نہیں ہیں' بلکہ مبتداء محذوف کی خبریں' ۱۲ قادری) اس وقت بعد والے دو اسموں (ابوالقاسم اور محمد) کو مرفوع ہی پڑھا جائے گا' کیونکہ ایک دفعہ قطع کے بعد تابع لانا جائز نہیں ہے' البتہ! باقی ہے جس میں ابوالقاسم واؤ کے ساتھ ہے اور اس سے پہلی صفات مجرور ہیں' اس صورت میں اس صفت (ابوالقاسم) کو ماقبل سے قطع کرنا متعین نہیں ہے' بلکہ اس کا احتمال ہے کہ اسے منقطع کیا گیا ہو' اس صورت میں بعد والے اسم کا منقطع کرنا ضروری ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ شاذ طور پر مفرد کو بطور حکایت (اعراب حکائی کے ساتھ) لایا گیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت ہاشم کی فضیلت

(مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ) یہ نبی اکرم ﷺ کی خاندانی فضیلت کا سلسلہ ہے' جناب ہاشم کی نسل کا سلسلہ صرف حضرت عبدالمطلب سے جاری ہوا' اس لئے نیچے کے تمام لوگوں کو بنو ہاشم کہا جاتا ہے' حضرت ہاشم وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قریش کے لئے دو سفروں کا آغاز کیا' ایک سردیوں میں اور ایک گرمیوں میں (جن دو سفروں کا تذکرہ قرآن پاک کی سورۂ ایلاف میں ہے۔ ۱۲ قادری) نیز! وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ میں حُجّاج کو ثرید کھلایا' کیونکہ وہ قصی اور ان کی اولاد کے طریقے کے مطابق حجاج کو موسم حج میں کھانا کھلایا کرتے تھے' یعنی حجاج کو کھانا تو پہلے بھی کھلایا جاتا تھا' انہوں نے ثرید کھلانے کا آغاز کیا۔ ۱۲ قادری)

ک1 (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مَلَآئِكَتِكَ) اے اللہ! اپنے تمام فرشتوں پر رحمتیں نازل فرما۔ (وَالْمُقَرَّبِيْنَ) اور خاص طور پر ان پر جو ان میں سے مقرب ہیں---- یہ خاص کا عطف ہے عام پر (اَلَّذِيْنَ يُسَبِّحُوْنَ) جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں (اللَّيْلَ) ظرفیت کی بنا پر منصوب ہے (وَالنَّهَارَ) دن رات (لَايَفْتُرُوْنَ) یعنی ان کی تسبیح اور طاعت ان کی طاقت اور زندگی ہے' یہ ان کا طبعی وصف ہے جس پر وہ پیدا کئے گئے ہیں' اس کا ادا کرنا ان کی مجبوری ہے' اور یہ کام ان سے جدا نہیں ہو سکتا (وَلَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآاَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَايُؤْمَرُوْنَ) کیونکہ وہ معصوم ہیں ان کی زندگی ان کے مشاہدے پر مبنی ہے۔

اَللّٰهُمَّ¹ وَكَمَا اصْطَفَيْتَهُمْ سُفَرَآءَ اِلٰى رُسُلِكَ وَاُمَنَآءَ عَلٰى وَحْيِكَ

اے اللہ! جس طرح تو نے انہیں اپنے رسولوں کی طرف سفیر' اپنی وحی کا امین

وَشُهَدَآءَ عَلٰى خَلْقِكَ وَخَرَقْتَ لَهُمْ كُنُفَ حُجُبِكَ وَاَطْلَعْتَهُمْ عَلٰى مَكْنُوْنِ

اور اپنی مخلوق پر گواہ منتخب کیا' ان کے لئے اپنے پردوں کے کنارے کھول دیئے' انہیں اپنے مخفی غیب پر

غَيْبِكَ وَاخْتَرْتَ مِنْهُمْ خَزَنَةً لِّجَنَّتِكَ وَحَمَلَةً لِّعَرْشِكَ وَجَعَلْتَهُمْ مِّنْ

آگاہ کیا' ان میں سے کچھ اپنی جنت کے محافظ اور کچھ اپنے عرش کے اٹھانے والے بنائے' انہیں اپنا

اَكْثَرِ جُنُوْدِكَ وَفَضَّلْتَهُمْ عَلَى الْوَرٰى وَاَسْكَنْتَهُمُ² السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى وَنَزَّهْتَهُمْ³

عظیم ترین لشکر بنایا' انہیں دوسری مخلوقات پر فضیلت دی' انہیں اپنے بلند آسمانوں میں ٹھہرایا' انہیں گناہوں

عَنِ الْمَعَاصِىْ وَالدَّنَآءَاتِ وَقَدَّسْتَهُمْ عَنِ النَّقَآئِصِ وَالْاٰفَاتِ فَصَلِّ عَلَيْهِمْ

اور گھٹیا خصلتوں سے پاک کیا اور انہیں نقصانات اور آفتوں سے پاک کیا' اسی طرح ان پر دائمی رحمتیں

صَلٰوةً دَآئِمَةً تَزِيْدُهُمْ بِهَا فَضْلًا وَّتَجْعَلُنَا لِاسْتِغْفَارِهِمْ بِهَا اَهْلًا ○

نازل فرما جن کے سبب تو ان کی فضیلت میں اضافہ فرما اور اس رحمت کے سبب ہمیں ان کے استغفار کے لائق بنا۔

اَللّٰھُمَّ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اَنْبِیَآئِکَ وَ رُسُلِکَ الَّذِیْنَ شَرَحْتَ صُدُوْرَھُمْ

اے اللہ! اپنے تمام نبیوں اور رسولوں پر رحمتیں نازل فرما تو نے جن کے سینے کھول دیئے،

وَاَوْدَعْتَھُمْ حِکْمَتَکَ وَطَوَّقْتَھُمْ نُبُوَّتَکَ وَاَنْزَلْتَ عَلَیْھِمْ کُتُبَکَ وَھَدَیْتَ بِھِمْ

ان کے پاس اپنی حکمت امانت رکھی، ان کے کندھوں پر بار نبوت ڈالا، ان پر اپنی کتابیں نازل کیں، ان کی بدولت

خَلْقَکَ وَدَعَوْا اِلٰی تَوْحِیْدِکَ وَشَوَّقُوْا اِلٰی وَعْدِکَ وَخَوَّفُوْا مِنْ وَّعِیْدِکَ وَ

اپنی مخلوق کو ہدایت دی، انہوں نے تیری توحید کی طرف بلایا، تیرے وعدے کا شوق دلایا، تیری وعید سے ڈرایا،

اَرْشَدُوْا اِلٰی سَبِیْلِکَ وَقَامُوْا بِحُجَّتِکَ وَدَلِیْلِکَ وَسَلِّمِ اللّٰھُمَّ عَلَیْھِمْ تَسْلِیْمًا

تیرے راستے کی طرف راہنمائی کی اور تیری حجت اور دلیل کے ساتھ قائم ہوئے، اے اللہ! ان پر سلامتی بھیج سلامتی بھیجنا،

وَّھَبْ لَنَا بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْھِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

اور ان پر درود بھیجنے کی بدولت ہمیں اجر عظیم عطا فرما، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً دَائِمَۃً مَّقْبُوْلَۃً تُوَدِّیْ بِھَا عَنَّا حَقَّہُ الْعَظِیْمَ ۝

اور ان کی آل پر دائمی اور مقبول رحمت نازل فرما جس کی بدولت تو ان کا عظیم حق ہماری طرف سے ادا فرما،

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْحُسْنِ وَالْجَمَالِ وَالْبَھْجَۃِ وَالْکَمَالِ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما جو حسن و جمال، رونق اور کمال

وَالْبَھَاءِ وَالنُّوْرِ وَالْوِلْدَانِ وَالْحُوْرِ وَالْغُرَفِ وَالْقُصُوْرِ وَاللِّسَانِ الشَّکُوْرِ

روشنی اور نور، غلاموں اور حوروں، بالا خانوں اور محلات، شکر گزار زبان،

وَالْقَلْبِ الْمَشْکُوْرِ وَالْعِلْمِ الْمَشْھُوْرِ وَالْجَیْشِ الْمَنْصُوْرِ وَالْبَنِیْنَ وَالْبَنَاتِ

تعریف کئے ہوئے دل، مشہور علم، فتح دیئے ہوئے لشکر، صاحبزادوں اور صاحبزادیوں

وَالْاَزْوَاجِ الطَّاھِرَاتِ وَالْعُلُوِّ عَلَی الدَّرَجَاتِ وَالزَّمْزَمِ وَالْمَقَامِ وَالْمَشْعَرِ

اور ازواج مطہرات والے ہیں، اور بلندی درجات، زمزم، مقام ابراہیم، اور مشعر حرام والے،

الْحَرَامِ وَاجْتِنَابِ الْاٰثَامِ وَتَرْبِیَۃِ الْاَیْتَامِ وَالْحَجِّ

گناہوں سے پرہیز کرنے والے، یتیموں کی تربیت فرمانے والے، حج،

وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَتَسْبِيحِ الرَّحْمٰنِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَاللِّوَآءِ الْمَعْقُوْدِ وَالْكَرَمِ

تلاوت قرآن، اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور رمضان کے روزوں والے، باندھے ہوئے جھنڈے، بخشش و کرم والے اور وعدوں کو

وَالْجُوْدِ وَالْوَفَآءِ بِالْعُهُوْدِ صَاحِبِ الرَّغْبَةِ وَالتَّرْغِيْبِ وَالْبَغْلَةِ وَالنَّجِيْبِ

پورا کرنے والے، رغبت والے اور رغبت دلانے والے، خچر اور نجیب نامی گھوڑے والے، حوض اور

وَالْحَوْضِ وَالْقَضِيْبِ النَّبِيِّ الْاَوَّابِ النَّاطِقِ بِالصَّوَابِ الْمَنْعُوْتِ

تلوار والے، اللہ تعالیٰ کی طرف بکثرت رجوع کرنے والے نبی، حق کہنے والے، جن کی تعریف کتاب میں کی گئی، اللہ تعالیٰ

فِي الْكِتَابِ النَّبِيِّ عَبْدِ اللّٰهِ النَّبِيِّ كَنْزِ اللّٰهِ النَّبِيِّ حُجَّةِ اللّٰهِ النَّبِيِّ مَنْ

کے مکرم بندے، نبی، اللہ تعالیٰ کے خزانہ نبی، اللہ تعالیٰ کی حجت کے نبی، وہ نبی کہ جس نے ان کی اطاعت کی

اَطَاعَهٗ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَاهُ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ النَّبِيِّ الْعَرَبِيِّ الْقُرَشِيِّ

اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، نبی عربی، قریشی،

الزَّمْزَمِيِّ الْمَكِّيِّ التِّهَامِيِّ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْجَمِيْلِ وَالطَّرْفِ الْكَحِيْلِ

زمزم والے، مکہ اور تہامہ والے، حسین چہرے اور سرگین آنکھوں والے

وَالْخَدِّ الْاَسِيْلِ وَالْكَوْثَرِ وَالسَّلْسَبِيْلِ

پرکشش رخسار والے، کوثر و سلسبیل والے،

وحی انبیاء کرام کے لئے خیر و صلاح ہے

ل (اَللّٰهُمَّ وَكَمَا) واؤ عطف کے لئے، کاف تعلیلیہ اور مَا کافہ ہے یا مصدریہ (اصْطَفَيْتَهُمْ سُفَرَاءَ اِلٰى رُسُلِكَ) اے اللہ! جس طرح تو نے فرشتوں کو اپنے رسولوں کی طرف سفیر منتخب کیا ہے--- سُفَراء جمع ہے سفیر کی، سفیر اس شخص کو کہتے ہیں جو قوم کے افراد کے درمیان خیر کے ساتھ آمدورفت رکھے، چونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی وحی لے کر نازل ہوتے تھے، اس لئے وہ اس سفیر کی طرح تھے جو قوم کے درمیان صلاح کا کام کرتا ہے، کیونکہ وحی انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے خیر و صلاح ہے اور بندوں اور ان کے رب کریم جل مجدہ کے درمیان بھی خیر اور صلاح ہے، انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلاتی ہے، اور بندے جو اپنے رب اور اس کے حقوق سے بے خبر ہوں، انہیں معرفت سے آشنا کرتی ہے، اس لئے فرشتے اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان سفیر ہوئے، اللہ تعالیٰ اسے ہی سفیر بناتا ہے جو منتخب، برگزیدہ اور لائق اعتماد ہو، صحیح خبر لائے اور اسے صحیح طریقے سے پہنچائے، اسی لئے حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اِصْطَفَيْتَهُمْ یعنی تو نے انہیں منتخب فرمایا ہے۔

خزائن ارض کی چابیاں بارگاہ نبوی میں

وحی کے سفیر کے طور پر حضرت جبرائیل علیہ السلام مقرر تھے' مروی ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے اعلان نبوت کے ابتدائی دور میں وحی کے انقطاع کے دنوں میں آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے' قرآن پاک کے علاوہ ایک کلمہ یا ایک بات آپ کو پہنچاتے تھے' انہوں نے سرکار دو عالم' مالک خزائن کائنات ﷺ کی خدمت میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لا کر پیش کیں اور آپ کو اختیار دیا کہ آپ بادشاہ نبی بنیں یا نبی عبد- آپ کی خصوصیات میں سے یہ بھی شمار کیا گیا ہے کہ آپ کے پاس حضرت اسرافیل علیہ السلام حاضر ہوئے' نیز پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ آپ فرمائیں تو اخشبین پہاڑ اہل مکہ پر الٹ دیئے جائیں۔

(وَاُمَنَآءَ عَلٰی وَحْیِكَ) اور تو نے انہیں اس وحی پر امین مقرر فرمایا جو تو نے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف بھیجی--- ابھی ذکر ہوا ہے کہ اس کام کے لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام مقرر تھے' دوسرے فرشتوں کا بھی ذکر ہوا ہے' ان ہی میں سے الہام کا فرشتہ بھی تھا' اگر وہ مذکورہ فرشتوں کے علاوہ ہو- (وَشُهَدَآءَ عَلٰی خَلْقِكَ) اور انہیں اپنی مخلوق کے اعمال کے گواہ مقرر فرمایا- ان ہی میں سے وہ فرشتے ہیں جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں (وَخَرَقْتَ) کہا جاتا ہے "خَرَقَ الثَّوْبَ" اس نے کپڑے کو پھاڑ دیا' وَخَرَّقَهٗ وَجَذَبَهٗ اس نے کپڑے کو پارہ پارہ کر دیا اور کھینچا اساس (لغت کی کتاب) میں ہے خَرَقَ الثَّوْبَ وَخَرَّقَهٗ اس نے کپڑے کے شگاف کو وسیع کر دیا' یہ راء کی تشدید کے ساتھ ہے اور تخفیف کے ساتھ بھی- (اَلْهُمْ كُنُفَ) پہلے اور دوسرے حرف پر پیش' جمع ہے کَنَفٌ کی' جس کے پہلے دونوں حرفوں پر زبر ہے' بعض نسخوں میں لفظ مفرد کے ساتھ ہے' جس کا معنی پردہ ہے- (حُجُبِكَ) جمع ہے حِجَابٌ کی- جس کا معنی ہے ڈھانپنے اور روکنے والا تو یہ (کُنُف کی حُجُب کی طرف) ایک مرادف کی دوسرے مرادف کی طرف اضافت بیانیہ ہے- ایک احتمال یہ ہے کہ یہ عام کی خاص کی طرف اضافت ہو' کیونکہ حُجُبٌ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور اضافت تعین کا فائدہ دیتی ہے' تو یہ مخصوص حجابات ہیں- واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے قرب سے مالا مال ہوتے ہیں

مطلب یہ ہے کہ ملائکہ علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے عدم اور وہم کے پردے دور فرما دیئے جو دوسرے (عام) بندوں کو بارگاہ قدس اور دربار انس سے روک دیتے ہیں' پس فرشتے اللہ تعالیٰ کے قرب سے مالا مال ہوتے ہیں' اس کے دربار عالی میں قیام پذیر ہیں' اس کے وصل کے مقام پر فائز' اس کے دیدار سے مسرور اور خوش اور اس کی وحی کے سننے سے سراپا فرحت و مسرت ہیں- اسی لئے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر پیدا کئے گئے ہیں' اور اس کے حکم کی تعمیل سے روگردانی نہیں کرتے۔

اس تمام معاملے کے باوجود یہ نہ سمجھا جائے کہ فرشتوں کے سامنے بالکل حجابات نہیں ہیں' اور وہ ذات باری تعالیٰ کی مکمل معرفت رکھتے ہیں اور وہ ذات جس طرح واقع میں ہے' اس کا احاطہ کر سکتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا کامل علم صرف اللہ

تعالیٰ کو ہے' بندوں کا علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا' ہر فرشتے کو اس کا دیدار اور اس کے کلام کا سماع اور اس کی معرفت ایک حد تک ہوتی ہے' اپنے بلند مقام اور قرب کے باوجود کوئی بھی اس کی کامل معرفت کا دعویٰ نہیں کر سکتا' ان کا کہنا ہے کہ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ الآیہ اور جب سرچشمہ وجود' نورانی حجاب اور ہر موجود (ممکن) کے لئے واسطہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو کامل ترین معرفت (جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو جانتا ہے) حاصل نہیں ہے' نبی اکرم ﷺ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں: میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا جس طرح تو نے اپنی تعریف فرمائی ہے' اور آپ کے رب کریم نے آپ کو حکم دیا: وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (الآیہ) اور آپ فرما دیجئے! "اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما" تو دوسروں کا کیا حال ہو گا؟

حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں واقع خخب کی تفسیر میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے یہی متبادر الی الفہم ہے' ایک احتمال یہ ہے کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہو کہ تو نے فرشتوں اور مخلوق کے درمیان حجابات اٹھا دیئے ہیں' یہاں تک کہ بندے جو کچھ کرتے ہیں فرشتے اسے دیکھتے ہیں' لہٰذا ان کے بارے میں گواہی دیں گے۔ اس صورت میں یہ جملہ ماقبل (وَشُهَدَآءَ عَلٰی خَلْقِكَ) کا ہم معنی ہے اور اس کے مطلب کو مکمل کرنے والا ہے۔

(وَاَطْلَعْتَهُمْ) اور تو نے انہیں آگاہی عطا فرمائی ہے اور انہیں مشاہدے کی قدرت عطا کی ہے (عَلٰی مَكْنُوْنِ غَيْبِكَ) اپنے مخفی غیب پر' جس پر تو نے انہیں آگاہ کرنے کا ارادہ فرمایا ہے اور دوسری مخلوقات کو اس پر آگاہی نہیں بخشی۔۔۔ یعنی تیری وحی' تیری تقدیروں اور بندوں میں تیرے احکام پر' فرشتے کسی بھی غیب پر آگاہی نہیں پاتے اور اللہ تعالیٰ کے معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کرتے' مگر جتنا کہ رب کریم چاہے' اگرچہ مصنفین کا اطلاق صحیح اور صادق ہے' تاہم مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے امور غیبیہ پر چاہا انہیں آگاہ فرما دیا۔

خازن فرشتوں کے سردار حضرت رضوان علیہ السلام ہیں

(وَاخْتَرْتَ مِنْهُمْ خَزَنَةً) خازن کی جمع ہے' خَزَنَ کا معنی ہے اس نے جمع کیا اور اس نے حفاظت کی' خازن فرشتے تو بہت سارے ہیں' لیکن ان کے سردار حضرت رضوان علیہ السلام ہیں۔ (الْجَنَّةَ) مراد اس سے جنس ہے (جو تمام جنتوں کو شامل ہے۔ ۱۲ قادری) (وَحَمَلَةً) حامِلٌ کی جمع ہے' یہ مشتق ہے حَمَلَ سے جس کا معنی ہے اس نے اٹھایا (لِعَرْشِكَ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ (غافر ۴۰/۷) یہ بھی ارشاد فرمایا: وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ (الحاقۃ ۶۹/۱۷) پہلی آیت کا ترجمہ: وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے آس پاس ہیں' آیت نمبر۲: اور آپ کے رب کے عرش کو اپنے اوپر اٹھائیں گے آٹھ فرشتے۔۔۔ (وَجَعَلْتَهُمْ مِنْ اَكْثَرِ جُنُوْدِكَ) اور تو نے انہیں اپنے لشکروں میں سے اکثریت والا بنایا۔۔۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لشکر کثیر ہیں' فرشتے' انسان' جنات' شیاطین اور تمام بری اور بحری حیوانات' ان میں کچھ معلوم ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' اور فرشتے ان سب سے بڑا لشکر ہیں۔

فرشتے عیوب و نقائص سے پاک ہیں

(وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْوَرٰى) اور تو نے انہیں مخلوق پر فضیلت دی کہ انہیں نقائص سے پاک کیا اور نور سے پیدا فرمایا، انہیں عیبوں اور ردی صفات سے مبرا کیا، اور نقائص و آفات سے تقدس بخشا، انہیں دربار قدس میں ٹھہرایا، اور مقام انس میں جگہ عطا فرمائی، وہ دن رات تسبیح کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے، اسے بجالاتے ہیں۔

(۱) جمہور اشاعرہ، محدثین اور صوفیہ کا مذہب ہے، جیسے (ابو طالب) مکی نے ان حضرات سے نقل کیا، ابن حاجب نے کہا کہ یہی اصح ہے کہ انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں، خواہ علوی ہوں یا سفلی، یعنی آسمان کے فرشتے ہوں یا زمین کے، قاضی ابو بکر باقلانی، استاذ ابو اسحاق اسفرائنی، امام حلیمی، حاکم، اور امام فخر الدین رازی نے المعالم میں، اگرچہ محصل میں اس کے برخلاف کہا ہے، امام ابو شامہ اور ابن حزم نے مطلقاً ملائکہ کی افضلیت کا قول کیا۔

(۲) امام آمدی اور علامہ بیضاوی نے کہا کہ اختلاف صرف ملائکہ علویہ میں ہے، جہاں تک ملائکہ سفلیہ کا تعلق ہے تو اس میں اختلاف نہیں کہ انبیاء ان سے افضل ہیں۔

انسانوں اور فرشتوں کی افضلیت میں مذہب احناف

(۳) احناف کا مذہب ہے، وہ کہتے ہیں کہ انسانوں کے رسول، فرشتوں کے رسولوں سے افضل ہیں، فرشتوں کے رسول عام مومن انسانوں سے افضل ہیں، اور عام مومن انسان عام فرشتوں سے افضل ہیں۔

(۴) شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی اپنی کتاب مذہب الصوفیہ میں کہتے ہیں کہ صوفیہ کرام کا اجماع ہے کہ رسولان گرامی علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں، فرشتوں کے مومنوں سے افضل ہونے میں اختلاف ہے، مومنوں کی طرح فرشتوں میں سے بعض بعض سے افضل ہیں، امام ابوبکر کلاباذی نے کتاب التعرف لمذہب اهل التصوف میں فرمایا: کہ جمہور اہل تصوف ملائکہ اور رسولوں میں سے کسی ایک جماعت کو دوسری پر فضیلت دینے میں خاموش ہیں، انہوں نے کہا: کہ فضیلت اس کے لئے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی، ذات اور عمل کے اعتبار سے فضیلت نہیں ہے۔

علامہ قونوی نے شرح تعرف میں فرمایا کہ سب سے زیادہ سلامتی والا قول وہ ہے جسے حضرت مصنف (امام کلاباذی) نے جمہور صوفیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ سلامتی ایسی چیز ہے جس کے برابر کوئی چیز نہیں ہے، فریقین کے دلائل اپنی طرف کھینچتے ہیں اور ہم اس امر کے مکلف نہیں ہیں کہ کسی ایک جانب کو اختیار کریں (اس لئے توقف بہتر ہے) (انتہی)

اسی جیسا قول حضرت عبد اللہ بن وہب سے روایت کیا گیا ہے، ان کی مجلس میں اس مسئلے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اپنا جوتا اٹھایا اور باہر چلے گئے اور فرمایا: يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (النور، ۲۴/۱۷) اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی بات نہ کہنا، اگر تم مومن ہو۔۔۔ قاضی (عیاض) رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں

ایک کا دوسرے سے افضل ہونا قطعی ہے' کیونکہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ تعیین میں توقف بعید نہیں ہے' کیونکہ تعیین نص قطعی سے معلوم ہوتی ہے' جب کہ فریقین کے دلائل ظنی ہیں' ابن زکری نے فرمایا: غالباً قاضی نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ حق کے زیادہ قریب ہے۔۔۔۔ واللہ تعالیٰ اعلم (انتہی) کیابراسی وغیرہ نے بھی توقف کو اختیار کیا ہے۔

انبیاء کرام فرشتوں سے افضل ہیں

امام تقی الدین سبکی نے فرمایا: ہم انسانوں کو فرشتوں سے افضل قرار دینے کے مکلف نہیں ہیں' اس کے باوجود انہوں نے فرمایا: کہ انبیاء کرام فرشتوں سے افضل ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرشتوں سے افضل ہونا قطعی ہے' امام بیہقی نے شعب الایمان میں فرشتے اور انسان کے ایک دوسرے سے افضل ہونے پر دلالت کرنے والی حدیثیں روایت کیں' اس کے بعد فرمایا: ہر ایک کے لئے ایک دلیل اور ایک وجہ ہے' اور معاملہ آسان ہے' اس گفتگو میں صرف یہ فائدہ ہے کہ ایک شے کو اس کی واقعی حالت پر جانا جائے' علامہ زرکشی نے شرح جمع الجوامع میں اس قول کے نقل کرنے کے بعد فرمایا: اس سے معلوم ہوا کہ اس امر کا عقیدہ رکھنا واجب نہیں ہے' جب کہ حضرت مصنف یعنی ابن سبکی کے طریقے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ رکھنا واجب ہے (انتہی) اسی طرح ابن الفاکہانی نے شرح رسالہ میں فرمایا: کہ یہ مسئلہ آسان ہے اور اس پر عقیدہ رکھنا لازمی نہیں ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح العقائد النسفیہ میں فرمایا: یہ امر مخفی نہیں کہ یہ مسئلہ ظنی ہے' اس لئے ظنی دلائل پر اکتفا کیا جائے گا' یہ تمام گفتگو قاضی کے گزشتہ کلام کے مفاد کے خلاف ہے۔

(ابو طالب) مکی نے تصریح کی ہے کہ یہ مسئلہ علمی اور اعتقادی ہے۔ اس میں یقین مطلوب ہے' انہوں نے صوفیہ کرام سے نقل کیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام افضل ہیں' اس لئے کہ وہ کمالات وجود کے خواص کے جامع ہیں اور فرشتے اشرف ہیں' کیونکہ ان کی ذوات بسیط ہیں اور وہ ترکیب کی آلائشوں سے بعید ہیں' پس افضل اور اشرف ہونے میں فرق ہے' اسی طرف شیخ عزالدین کا کلام قواعد میں اشارہ کرتا ہے' یہ پانچواں مذہب ہے' اور صوفیہ کا تیسرا مذہب ہے' ان کا پہلا مذہب شیخ سہروردی کا مختار ہے' ان دونوں مذہبوں میں تفضیل کے بارے میں غور و خوض کیا گیا ہے۔ دوسرا مذہب امام کلاباذی کا ہے کہ اس بارے میں سکوت کیا جائے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت تمام مخلوقات پر قطعی ہے

پھر ابکار الافکار میں علامہ آمدی کے کلام کا ظاہر اور احیاء العلوم میں امام غزالی کا موقف یہ ہے کہ اختلاف پایا جاتا ہے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی اختلاف ہے' لیکن فخر رازی اور ابی نے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے علی الاطلاق افضل ہیں' اسی پر اجماع ہے اور کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ چونکہ علامہ سراج بلقینی کے سامنے یہ اجماع نہیں تھا' یا انہوں نے اس کا اعتبار نہیں کیا یا اس پر جزم نہیں کیا' اس لئے انہوں نے منہاج الاصلیین میں فضیلت کے بارے میں اختلاف کا

ذکر کر کے فرمایا کہ اختلاف نبی اکرم ﷺ کے ماسوا کی افضلیت کے بارے میں ہونا چاہئے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے افضل ہیں' اسی طرح علامہ سبکی نے نبی اکرم ﷺ کی افضلیت کو قطعی قرار دیا ہے' اگرچہ انہوں نے اجماع نقل نہیں کیا' جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا--- واللہ تعالیٰ اعلم۔

ممکن ہے کہ حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں الوَرٰی سے مراد انسانوں کے ماسوا مخلوق ہو' تب تو فرشتے مطلق افضل ہوں گے' یہ بھی احتمال ہے کہ الوَرٰی انسان کو شامل ہو اور اس سے مراد جنس ہو' لہٰذا یہ لازم نہیں آئے گا کہ فرشتے انسان کے ہر ہر فرد سے افضل ہوں' کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام ان سے افضل ہیں۔

۲ (وَاَسْکَنْتَھُمُ السَّمٰوٰتِ) اور تو نے انہیں آسمانوں میں ٹھہرایا----- تو آسمان ان کا مقام اصلی ہے' یا یہ مطلب ہے کہ اکثر فرشتے آسمانوں میں رہتے ہیں--- اور تو نے انہیں یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے' آسمانوں میں فرشتوں کے علاوہ کوئی انسان اور جن نہیں رہتا' ہاں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام باذن الٰہی رہتے ہیں (العُلا) جمع ہے عُلْیَۃٌ کی جو مقابل ہے سُفْلٰی کے' مشتق ہے عُلُوّ سے جس کا معنی بلندی ہے' اس میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ فقط حسی بلندی مراد ہو' دوسرا احتمال یہ ہے کہ حسی اور معنوی بلندی مراد ہو' بہر صورت حضرت مصنف کے کلام میں آسمانوں کی فضیلت اور آسمانوں کے زمین سے افضل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

آسمان افضل ہیں یا زمین

اس مسئلے میں اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا کہ آسمان افضل ہیں' کیونکہ وحی آسمان سے نازل ہوتی ہے' فرشتے جو گناہوں سے پاک ہیں آسمانوں پر رہتے ہیں' انبیاء کرام کو ان کی طرف عروج بخشا گیا' ان کی روحیں آسمانوں پر رہتی ہیں' وہ گناہوں سے پاک ہیں' ان پر گناہ نہیں کیے گئے' اوامر' نواہی' احکام اور قرآن پاک جو احکام پر مشتمل ہے ان سے نازل ہوا' کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ قرآن پاک لوح محفوظ سے واقعات کے مطابق تدریجاً نازل ہوا' آسمان بلند ہیں اور اکثر آیات میں ان کا ذکر زمین سے پہلے ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ زمین افضل ہے' کیونکہ وہ نوع انسانی کے پیدا ہونے کی جگہ ہے' انبیاء کرام (کے اجسام) اسی سے پیدا کیے گئے' اور اسی میں انہیں دفن کیا گیا' انبیاء کرام فرشتوں سے افضل ہیں' مکان کو مکین کی بدولت زیادہ شرافت حاصل ہوتی ہے' بعض علماء نے کہا: کہ یہ اکثر علماء کا قول ہے' امام نووی نے فرمایا: کہ پہلا قول جمہور علماء کا ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

شیخ مرصفی کے پوتے شیخ ابو عبد اللہ العمری نے الشجرة المفرعة فی المسائل المتنوعة میں فرمایا: آسمان زمین سے افضل ہے' لیکن زمین کا وہ ٹکڑا جو نبی اکرم ﷺ کے اعضاء شریفہ سے متصل ہے وہ آسمانوں پر عرش' کرسی' جنت' لوح و قلم' بیت معمور اور معصوم و مکرم فرشتوں کی قیام گاہیں ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں' آسمانوں ہی سے ہمارے رب کا حکم نازل ہوتا ہے' ان کی طرف ہی نبی اکرم ﷺ کو سیر

کرائی گئی' وہیں حضرت ابراہیم' موسیٰ' ہارون' عیسیٰ' ادریس اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی' آسمانوں پر ہی آپ پر وحی نازل کی گئی جو نازل کی گئی' آپ کو آپ کے رب کے جلوے سے قرب پھر مزید قرب حاصل ہوا' تو اللہ تعالیٰ کے جلوے اور آپ کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہا' بلکہ اس سے بھی کم' آپ پر ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں' اور وہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر ازراہ لطف و کرم تخفیف فرمائی' یہاں تک کہ نمازیں پانچ رہ گئیں اور ثواب پچاس ہی کا ملے گا' حدیث شریف میں ہے کہ ہمارے رب کا حکم ہر رات آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے' ارشاد فرماتا ہے کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ کہ میں اس کی توبہ قبول کروں' کیا کوئی مغفرت کا طالب ہے؟ کہ میں اسے بخش دوں' کیا کوئی ایسا ایسا ہے؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے (اھ)

ے (وَنَزَّهْتَهُمْ) اور تو نے انہیں دور کیا (عَنِ الْمَعَاصِيْ وَالدَّنَاءَاتِ) دَنَاءَةٌ کی جمع ہے' اَلدَّنِيُّ حقیر' خسیس' بیکار اور کمزور شے کو کہتے ہیں (وَقَدَّسْتَهُمْ) اور تو نے انہیں منزہ' بعید اور پاک کیا (عَنِ النَّقَائِصِ) جمع ہے نَقِيْصَةٌ کی جس کا معنی ہے وہ خصلت جو شرعاً یا طبعاً گھٹیا اور مذموم ہو۔ یا وہ خصلت جو کمزور ہو (وَالْآفَاتِ) جمع ہے اٰفَةٌ کی' بیماری (فَصَلِّ) فاء سببیت کے لئے ہے (لِاسْتِغْفَارِهِمْ) اَهْلًا کے متعلق ہے جو بعد میں مذکور ہے (بِهَا) باء سببیہ ہے اور اس کا تعلق تَجْعَلُنَا سے ہے' اب عبارت اس طرح ہو گی وَ تَجْعَلُنَا بِهَا (اَهْلًا) لِاسْتِغْفَارِهِمْ یعنی ہمیں فرشتوں کے استغفار کا اہل بنا۔۔۔۔ فرشتوں پر ایسی رحمت نازل فرما کہ اس کی برکت سے ہمیں وہ صلاحیت حاصل ہو جائے جس کی بدولت ہم ان کے استغفار کے اہل ہو جائیں' کیونکہ وہ توبہ کرنے والے اور صراط مستقیم کی پیروی کرنے والے مومنین ہی کے لئے استغفار کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا ترجمہ یہ ہے: وہ فرشتے جو عرش کو اٹھاتے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں' اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں' اس پر ایمان لاتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

ے (اَلَّذِيْنَ شَرَحْتَ) وہ انبیاء و رسل کہ تو نے کھول دیا اور وسیع کر دیا (صُدُوْرَهُمْ) ان کے دلوں کو۔۔۔۔ (صُدُوْرِ جمع ہے صدر کی جس کا معنی ہے سینہ' اس جگہ اس سے مجازاً دل مراد ہے' ذکر ہے شے کے محل اور لازم کا اور مراد خود شے ہے' نیز اس جگہ جمع کا جمع سے مقابلہ ہے (جس میں تقسیم آحاد پر ہوتی ہے۔ ۱۲ق)' جیسے رَكِبَ الْقَوْمُ دَوَابَّهُمْ وَلَبِسُوْا ثِيَابَهُمْ (اس کا معنی یہ ہے کہ ہر شخص اپنے چارپائے پر سوار ہوا اور اس نے اپنے کپڑے پہنے' اسی طرح متن کی عبارت کا معنی یہ ہو گا کہ تو نے ہر ایک نبی اور رسول کا سینہ کھولا۔ ۱۲ق) اس سے پہلے دو جگہ ایسی ہی گفتگو کی جا چکی ہے (۱) عَدَدَ كُلِّ شَعْرَةٍ فِيْ اَبْدَانِهِمْ (۲) وَعَلٰى وُجُوْهِهِمْ وَ عَلٰى رُؤُوْسِهِمْ۔۔۔ شرح صدر میں مجاز ہے' کیونکہ شرح کا معنی ہے اجسام کو وسیع اور فراخ کرنا' اور جب جسم وسیع اور فراخ ہو گا تو اس میں داخل ہونے والی بڑی چیز کے لئے تیار ہو گا۔ اس جگہ دل کے تیار کرنے' منور کرنے اور قبولیت کے لئے تیار کرنے کو تشبیہ دی گئی ہے شرح اور وسعت کے ساتھ اور دل کی قبولیت کی صلاحیت' اس کے ایمان' ہدایت' نبوت اور حکمت کے حاصل کرنے کو تشبیہ دی گئی ہے کھلے اور فراخ جسم میں داخل ہونے سے۔

نبوت کسب سے حاصل نہیں ہوتی

(وَ اَوْدَعْتَهُمْ) اور تو نے ان سے حفاظت طلب فرمائی ہے (حِكْمَتَكَ) اپنی نبوت اور وحی کی (وَطَوَّقْتَهُمْ نُبُوَّتَكَ) ایک نسخے میں ہے بِنُبُوَّتِكَ باء جارہ کے ساتھ' یعنی تو نے نبوت کو ان کے لئے ہار کی طرح بنا دیا جس کے ساتھ گردن کو زینت دی جاتی ہے' یا یہ مطلب ہے کہ تو نے نبوت کو ان کے گلے کا ہار بنا دیا اور منصب نبوت کی ذمہ داریاں ان کے اختیار' عمل اور کسب کے بغیر ان پر لازم کر دیں' اس میں اشارہ ہے کہ نبوت کسبی نہیں ہے' اسے کوشش اور طلب سے حاصل نہیں کیا جاسکتا' بلکہ یہ عطیہ ربانیہ ہے اور محض اللہ تعالیٰ کی عنایت اور تخصیص ہے' اس شخص کے لئے جسے اللہ تعالیٰ اس منصب کے لئے تیار فرماتا ہے' اور اپنے بندوں میں سے منتخب فرماتا ہے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ منصب نبوت کا ہار ان کے گلے کا ہار بنا دیا گیا' فرض کریں اگر وہ اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونا بھی چاہتے تو ان کی محبوبیت' مرتبے کی لطافت اور مقام کی بلندی کی بناء پر ان کی یہ خواہش پوری نہ کی جاتی۔

حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی کی دعا کا جواب

یہ اسی طرح ہے جیسے شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ایک دفعہ مجھے قوی مشاہدہ میسر ہوا' میں نے دعا کی کہ مجھے اس سے پوشیدہ کر دیا جائے' تو مجھے کہا گیا کہ اگر تم یہ دعا اس طریقے سے مانگتے جس طریقے سے موسیٰ کلیم اللہ' عیسیٰ روح اللہ اور محمد صفی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم نے دعا مانگی تھی تو تمہاری دعا قبول نہ کی جاتی' ہاں! تم مشاہدے کی قوت کا سوال کرو' میں نے قوت مشاہدہ کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے قوت عطا فرما دی۔

سو صحیفے اور چار کتابیں

(وَ اَنْزَلْتَ عَلَيْهِمْ كُتُبَكَ) كِتَابٌ کی جمع ہے جس کا معنی ہے مَكْتُوْبٌ' وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اہل علم اس امر کے درپے ہوتے ہیں کہ اسے لکھا جائے' یا اس لئے کہ وہ جمع کیا ہوا کلام ہے' كَتْبٌ کا معنی ہے جمع کرنا' یا اس لئے کہ اسے لکھے جانے کے بعد کتاب کہا جاتا ہے' یا اس لئے کہ وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل کی گئی کتابیں ایک سو چار ہیں' حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل کئے گئے' تیس حضرت ادریس پر' دس حضرت ابراہیم پر اور تورات سے پہلے حضرت موسیٰ پر دس صحیفے نازل کئے گئے' ان کے علاوہ چار کتابیں تورات' انجیل' زبور اور قرآن پاک نازل کی گئیں۔ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لایا کرتے تھے۔

(وَهَدَيْتَ بِهِمْ خَلْقَكَ) اور تو نے ان کے ذریعے اپنی مخلوق کے مکلفین کو ہدایت دی یعنی انبیاء کرام کے ذریعے انہیں

ہدایت کا راستہ واضح فرمایا اور ان میں سے جس کو چاہا اسے اس راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی (وَشَوَّقُوْا اِلٰى وَعْدِكَ) اور تیرے وعدے کی طرف شوق دلایا۔ یعنی جنت اور جنتی نعمتوں کے ذکر و توصیف کے ذریعے اور یہ بیان کر کے کہ اللہ تعالیٰ نے جو جنت کا وعدہ فرمایا ہے برحق ہے۔ (وَ خَوَّفُوْا مِنْ وَّعِيْدِكَ) اور تیری وعید یعنی آگ اور اس کے عذاب و عقاب سے ڈرایا' آگ کا ذکر کیا اس کے اوصاف بیان کئے' اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی وعید برحق ہے (وَاَرْشَدُوْا اِلٰى سَبِيْلِكَ) اور تجھ تک پہنچنے والے راستے کی راہنمائی کی' وہ راستہ جو تو نے بندوں کے لئے قائم فرمایا' اور انبیاء کرام کو اس پر چلنے کی راہنمائی کا حکم فرمایا۔۔۔ جس کو بلایا' جسے شوق دلایا' جسے ڈرایا گیا اور جس کی راہنمائی کی گئی وہ مخلوق ہے' اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ اس کے ذکر سے کوئی غرض متعلق نہیں ہے' پھر یہ کہ وہ معلوم ہے۔ اور اسی پر حجت قائم کی گئی' جس طرح آئندہ جملے میں ہے۔ (وَ قَامُوْا بِحُجَّتِكَ) اور وہ تیری حجت تیرے بندوں پر قائم کرنے کے ساتھ قائم ہوئے' انہوں نے تیری حجت کو ظاہر کیا اور بندوں کے سامنے بیان اور واضح کیا' اس جگہ قیام کا معنی ہے کسی شے کی رعایت اور حفاظت کرنا اور اس میں عزم اور کوشش کو اختیار کرنا۔ (وَدَلِيْلِكَ) یہ ماقبل کا مرادف ہے۔ (وَهَبْ لَنَا بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِمْ) اور ان پر صلوٰۃ و سلام کے سبب۔۔۔۔ صلوٰۃ میں سلام بھی داخل ہے اَجْرًا عَظِيْمًا) اجر عظیم عطا فرما۔

ﻫ (تُؤَدِّيْ) یعنی تو پورا فرمائے (بِهَا عَنَّا حَقَّهٗ) اس رحمت کے ذریعے ہماری طرف سے آپ کا حق جو ہم پر واجب ہے (الْعَظِيْمَ) بڑا اور بزرگ حق جسے ہم ادا نہیں کر سکتے' اور جسے پورا کرنا ہمارے بس سے باہر ہے' مگر یہ کہ تو اپنے فضل سے ہماری طرف سے ادا فرما دے۔

جمال' کمال حسن کا نام ہے

(صَاحِبِ الْحُسْنِ وَالْجَمَالِ) ان دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے' یہ دونوں لفظ صورت و سیرت اور فعل کو شامل ہیں' لیکن القوطیہ نے کہا "جَمُلَ الشَّيْئُ جَمَالًا ثُمَّ حَسُنَهٗ" اس نے شے کو جمال عطا کیا پھر حسین بنایا' اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جمال کمال حسن کا نام ہے' مطلق حسن کا نام نہیں' بعض علماء نے کہا: کہ حسن کا تعلق صورت سے ہے اور جمال کا تعلق ہیئت سے ہے' اصمعی سے منقول ہے کہ حسن آنکھوں میں ہوتا ہے اور جمال ناک میں' ملاحت منہ میں۔۔۔ حسن اور جمال میں الف لام کمال کے لئے ہے' یعنی حسن و جمال کی حقیقت اور کمال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے' آپ ان کے حامل اور جامع ہیں' ان میں کوئی دوسرا آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ آپ اسی طرح ہیں جس طرح علامہ بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ ۔۔۔ ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ ۔۔۔ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

پس آپ کی ذات اقدس وہ ہے جس کا باطن اور ظاہر مکمل ہوا' پھر روحوں کے پیدا کرنے والے نے آپ کو محبوب منتخب فرمایا۔ آپ کی خوبیوں میں کوئی شریک نہیں ہے' کیونکہ آپ کے حسن کی ذات ناقابل

تقسیم ہے۔

مواہب لدنیہ میں ان اشعار کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ حسن کامل کی حقیقت آپ کی ذات اقدس میں پائی جاتی ہے' کیونکہ کسی دوسرے کا نہیں آپ ہی کا باطن ہے جو اعلیٰ ترین درجے کے کمال پر فائز ہے' اور حقیقت حسن آپ کے اور کسی بھی دوسرے کے درمیان منقسم نہیں ہے' ورنہ آپ کا حسن کامل نہیں ہو گا' کیونکہ اگر حسن منقسم ہوا تو آپ کے حصے میں اس کا بعض ہی آئے گا' لہٰذا کامل نہیں ہو گا (اھ)

تاریک جگہ روشن ہو جاتی

شفاء ابن سبع میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے نور سے تاریک گھر روشن ہو جاتا تھا' لیکن آپ کا پورا حسن ہمارے سامنے ظاہر نہیں ہوا' کیونکہ اگر آپ کے حسن کی حقیقت ہمارے سامنے ظاہر ہو جاتی تو ہماری آنکھیں اس کے دیدار کی تاب نہ لا سکتیں' اسی طرح آپ کی عقل شریف ہمارے سامنے مکمل طور پر ظاہر نہیں ہوئی' کیونکہ ہمارے دل اسے برداشت نہیں کر سکتے تھے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم تمہاری عقلوں کی مقدار پر گفتگو کرتے ہیں (اھ) اس کی طرف امام قرطبی اور عزفی نے اشارہ کیا۔

حسن یوسف علیہ السلام حسن محمدی کا جز ہے

شیخ ابو محمد عبد الجلیل قصری شعب الایمان میں فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن آپ کے حسن کی ایک جز ہے' کیونکہ وہ آپ کے اسم مبارک کی صورت پر پیدا کئے گئے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت مبارکہ کو ہیبت اور وقار کے ساتھ پوشیدہ نہ کیا ہوتا اور کچھ دوسرے لوگوں (منکرین) کو آپ کے دیدار سے اندھا نہ کیا گیا ہوتا تو کوئی شخص آپ کی طرف ان دنیاوی اور کمزور آنکھوں سے نہ دیکھ سکتا۔

اندھیرے میں سوئی مل گئی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سوئی اندھیرے میں ان کے گھر میں گر گئی' جسے انہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے چہرۂ انور کی روشنی میں دیکھ لیا' حدیث صحیح میں ہے کہ آپ کا چہرہ انور سورج اور چودھویں کے چاند کی طرح تھا' اور ایسا نورانی تھا کہ ہر شخص آپ کی زیارت کر سکتا تھا' بعض صحابہ تو آنکھ بھر کر آپ کی طرف نہیں دیکھ سکتے تھے (اھ)

امام علامہ بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب کہا ہے:

أَعْيَى الْوَرَى فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرَى ... لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ غَيْرُ مُنْفَحِمِ

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ صَغِيْرَةً وَتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ اَمَمٍ

آپ کی حقیقت کے فہم نے تمام مخلوق کو عاجز کر دیا' پس قریب ہو یا بعید کوئی بھی ایسا نہیں دیکھا جاتا جو عاجز نہ ہو۔ جیسے سورج دور سے آنکھوں کو چھوٹا دکھائی دیتا ہے' قصداً اس کی طرف دیکھا جائے تو آنکھوں کو چندھیا دیتا ہے۔

(وَالْبَهْجَةِ) یعنی حسن والا' اس کا اطلاق سرور پر بھی کیا جاتا ہے' ہو سکتا ہے کہ اس جگہ یہ معنی مراد ہو۔ (وَالْکَمَالِ) یہ اس جمال کا تکملہ ہے جس کا تعلق خالق اور مخلوق کے معاملہ کے ساتھ ہے' یا اس جمال کا تتمہ ہے جس کا تعلق ظاہری صورت' اخلاق' احوال باطنہ اور خالق و مخلوق کے معاملے سے ہے۔

(وَالْبَهَاءِ) اس کا معنی بھی جمال ہے' البتہ! ابن القوطیہ اور اساس میں زمخشری کے کلام سے ان کے درمیان کچھ فرق ظاہر ہوتا ہے' ابن القوطیہ نے کہا: بَهُوَ۔ بَهِیَ اور بَهَا کا معنی ہے فلاں شے کے جمال نے آنکھ کو بھر دیا' اس میں ہے شَیْئٌ بَهِیٌّ جب اس کا حسن آنکھ کو بھر دے اور تعجب میں ڈال دے' قَدْ بَهُوَ الشَّیْئُ وَ بَهِیَ اس شے کی آب و تاب نے آنکھ کو بھر دیا۔ قاموس میں اس کے وزن میں اضافہ کیا ہے کہ یہ دُعَا اور سَعِیَ کی طرح بھی آتا ہے' جوہری نے یہ دو وزن بیان نہیں کئے۔

کائنات کا حسن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کی جھلک ہے

(وَالنُّوْرِ) قرین قیاس یہ ہے کہ حضرت مولف کی مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس اور آپ کی ذات ظاہرہ کا نور ہے' تو یہ البھجۃ اور البہاء کے مناسب ہے' یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسن و جمال میں ایسے نور والے ہیں جو آپ پر جگمگاتا ہے' ان الفاظ سے قرین قیاس یہ ہے کہ آپ کی ذات کا وصف بیان کیا جا رہا ہے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ کائنات کا حسن و جمال' دلکشی اور کمال' رونق اور نور مراد ہو' یعنی یہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ آپ ہی اس کا سرچشمہ ہیں اور سب کی نسبت آپ ہی کی طرف ہے' اور آپ ہی اس کے صاحب ہیں' پس ہر حسن و جمال' خوبصورتی اور کمال' رونق اور نور جو وجود میں ظاہر ہے اور کسی بھی حادث موجود میں مشاہدہ کیا گیا ہے' اس کا اصل اور سبب آپ ہی ہیں' ملک اور ملکوت اور عالم بالا میں آپ ہی اس کا منبع ہیں لہٰذا کہنے دیجئے کہ آپ ہی سب کی زینت ہیں اور آپ ہی موجودات خارجیہ کی آنکھ کی پتلی ہیں' آپ ہی سے تمام اسرار اور انوار نمودار ہوئے' پاس عالم دنیا کے باغات آپ ہی کے جمال کے پھولوں سے دلکش اور روح پرور ہیں اور عالم بالا کے دونوں آپ ہی کے انوار کے فیض سے لبالب ہیں' ہر (ممکن) شے آپ ہی سے وابستہ ہے' کیونکہ اگر واسطہ نہ ہو تو ذی واسطہ بھی برقرار نہیں رہے گا..... صلی اللہ علیہ وسلم

(وَالْوِلْدَانِ) یہ جنتیوں کے نو عمر خادم اور غلام ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ یہ جمع ہے ولید کی جس کا معنی لڑکا ہے' ابن عطیہ نے فرمایا ہے کہ وہ نوخیز ہی رہیں گے اور ان کی حالت تبدیل نہیں ہو گی (اھ) (وَالْحُوْرِ) یہ اہل جنت کی بیویاں ہیں جو جنت میں پیدا کی گئی ہیں' ان کی آنکھوں کی سیاہی بھی شدید ہے اور سفیدی بھی شدید' اس کا واحد حَوْرَاءُ ہے (وَالْعُرُبِ) پہلے

دف پر پیش‘ دوسرے پر زبر‘ یہ جنت میں بلند و بالا منازل ہیں‘ اس کا واحد غُرفۃ ہے (وَالْقُصُوْرِ) جنتی محلات‘ اس کا واحد قصر ہے‘ جو متعدد رہائش گاہوں اور کمروں پر مشتمل ہے۔ اشیاء مذکورہ (والدان‘ حور‘ غرف اور قصور) نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہیں (یہ تو آپ کے امتیوں کو بھی حاصل ہوں گی) لیکن آپ تمام اہل جنت سے اجل اور اعظم ہیں‘ سب سے زیادہ حصہ آپ ہی کا ہو گا‘ سب سے بلند و بالا آپ ہی کا مقام ہو گا‘ سب سے زیادہ نورانی اور شرف والا آپ ہی کا مرتبہ ہو گا‘ سب سے زیادہ ثواب اور معزز مہمانی آپ ہی کی ہو گی۔ دوسروں کو ان نعمتوں کے حصول کی خبر دینے والے آپ ہی ہیں‘ ان نعمتوں کے حاصل ہونے کا سبب بھی آپ ہی ہیں‘ جنت اور اس کی تمام نعمتیں آپ ہی کے نور سے اور آپ ہی کے لئے پیدا کی گئی ہیں‘ بس آپ ہی ان سب کے مالک ہیں۔

شکر کرنے والی زبان

(وَاللِّسَانِ) لام تعریف کے ساتھ اور یہی صحیح ہے‘ نسخہ سہلیہ اور ایک دوسرے قدیم نسخے میں الف لام کے بغیر اور مابعد کی طرف مضاف ہے‘ (الشَّکُوْرِ) اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرنے والی زبان والے---- آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرتے تھے اور اس کے شایان شان تعریف و ثنا کرتے تھے‘ چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی بکثرت حمد کیا کرتے تھے اور ان کے حقوق کا حق ادا کیا کرتے تھے‘ چنانچہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کی تعریف فرمائی اور ان کی جانی اور مالی خدمات کا اعتراف فرمایا‘ اور انہیں فرمایا: تم نے تصدیق کی‘ جب کہ دوسرے لوگوں نے تکذیب کی تھی‘ اور انصار کی تعریف فرمائی کیونکہ انہوں نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرایا اور آپ کی خدمت کی‘ حضرت خدیجہ کی تعریف فرمائی کیونکہ انہوں نے آپ کے ساتھ بہترین انداز میں زندگی بسر کی‘ اسی طرح حضرت عثمان غنی کی تعریف فرمائی کیونکہ انہوں نے جیش العسرۃ کے لئے غزوۂ تبوک کے موقع پر بے دریغ مال خرچ کیا‘ نیز دیگر صحابہ کی بھی تعریف فرمائی‘ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

قلب مشکور

(وَالْقَلْبِ الْمَشْکُوْرِ) ایسے دل والے جس کی تعریف کی گئی اور اس کی سچائی اور بھلائی کی گواہی دی گئی‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم‘ ۶۸/۴) اور بے شک آپ عظیم خلق پر فائز ہیں‘ اور فرمایا: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (النجم‘ ۵۳/۱۱) دل نے اس کے خلاف نہ کہا جو چشم اقدس نے دیکھا‘ یہ بھی فرمایا: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الانشراح‘ ۹۴/۱) کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کے سینے کو کھول نہ دیا؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کی طرف نظر فرمائی تو ان میں سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل اقدس کو اپنے لئے منتخب فرمالیا‘ اور آپ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا‘ حضرت ابو الحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کا ملاحظہ فرمایا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل انور سے بڑھ کر کسی دل کو اس ذات کریم جل مجدہ کا شوق رکھنے والا نہ پایا‘ تو آپ کو جلد شرف ہم کلامی عطا فرمانے کے

لئے معراج کا اعزاز عطا فرمایا۔

علم کا شہر

(وَالْعَلَمِ الْمَشْهُوْرِ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النساء ۱۱۳/۴) اور آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر عظیم ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والے اور تم سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والے ہیں۔ یہ بھی فرمایا: ہم علم کا شہر ہیں اور علی مرتضیٰ اس کا دروازہ' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولین اور آخرین کا علم عطا فرمایا اور آپ کو وہ حکمت عطا فرمائی جو تمام جہانوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائی۔ کیوں نہ ہو جب کہ آپ علم کا شہر اور حکمت کے چشموں کا منبع ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کی عقل کو پایہ تکمیل تک پہنچایا' جس سے آپ کے علم اور معرفت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ نیز آپ کی نظر کو قوت' آراء کو درستی اور ذکاوت کو تیزی عطا فرمائی' علم میں آپ کو اس مرتبے پر فائز کیا جہاں تک تمام مخلوق میں سے کوئی نہیں پہنچا' یہ سب ہر اس شخص کو معلوم ہے جس نے آپ کی سیرت اور احوال کی تفصیلات کا مطالعہ کیا ہے' اور جس نے آپ کے کلمات جامعہ' حسن شمائل' تعجب میں ڈالنے والی احادیث (خصوصاً جن میں آئندہ احوال کی غیبی اور سچی خبریں ہیں) کا مطالعہ کیا اور تورات' انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں کے مندرجات کا جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا' اقوام سابقہ کے حالات اور ان کی تاریخ' ضرب الامثال' مخلوقات کی سیاست' احکام شرعیہ کا بیان اور ان کی بنیاد قائم کرنا' آداب نفیسہ کی بنیاد رکھنا اور انہیں حاصل کرنا' اوصاف حمیدہ سے موصوف ہونا اور ان کی تکمیل کرنا اس کے علاوہ آپ علوم مختلفہ کے نہ صرف جامع ہیں' بلکہ ان سے صحابہ کرام کو بہرہ ور بھی فرمایا۔ حقیقتاً متاخرین میں جو بھی متفرق علوم کا بڑا فاضل ہوا جس کی طرف لوگوں نے اونٹوں پر سوار ہو کر سفر کیا' اس کے لئے حضور رہبر عالم ﷺ کا کلام راہنما تھا اور آپ کا اشارہ اس کے لئے حجت تھا' خواہ حسن عبارت راہنما ہو یا تنبیہہ اور اشارہ' (ان متفرق علوم میں سے بطور مشتے از خروارے چند علوم یہ ہیں) حساب فرائض (میراث) نسب' حقائق علوم' اللہ تعالیٰ کی معرفت' عطیات آپ اور فتوحات غیبیہ (ان علوم سے آپ نے صحابہ کرام کو بھی فیض یاب فرمایا) حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے کسی انسان سے علم حاصل نہیں کیا' کسی کے پاس پڑھا نہیں' کسی سے راہ و رسم نہیں رکھی' کسی پہلے مصنف کی تصانیف کا مطالعہ نہیں کیا' ماہرین علوم سے نشست و برخاست نہیں رکھی' بلکہ آپ نبی امی ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا' آپ کا معاملہ آسان کر دیا' آپ کے علم کو ظاہر کیا' آپ کا مرتبہ بلند فرمایا' دنیا و آخرت میں تمام جہانوں پر آپ کی فضیلت ظاہر فرما دی' پہلے رسولوں کی رسالت کا کمال آپ پر ختم کر دیا گیا' صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین۔

میں نے ایک نسخے میں لفظ عَلَمْ پہلے دو حرفوں کی زبر کے ساتھ پایا (عَلَمْ) اس لحاظ سے مابعد کے زیادہ مناسب ہے' کیونکہ عَلَمَ کا معنی جھنڈا ہے اور نبی اکرم ﷺ کا جھنڈا سربلند (رہا اور) ہے' یہ اشارہ ہے جہاد کی طرف جس کے ساتھ آپ بھیجے گئے' یا جہاد کے دوام اور تسلسل کی طرف اشارہ ہے یا آپ کی فتح و نصرت کی طرف اشارہ ہے' اس طرح یہ مابعد کے معنی میں ہے۔

کیونکہ شکست خوردہ لشکر والے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میں نے اس کا جھنڈا سرنگوں دیکھا (وَالْعَلَمِ الْمَنْشُوْرِ) کا معنی ہو گا جن کا جھنڈا لہرایا گیا ہے اور لہراتا ہی رہا' ۱۲ قادری) یہ بھی احتمال ہے کہ لواء الحمد مراد ہو جس کے ساتھ آپ قیامت کے دن مشہور و معروف ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور علیہ السلام صاحب اولاد

(وَالْخَمِيْسِ) اس کا معنی ہے لشکر یا وہ جماعت جو جنگ وغیرہ کے لئے روانہ ہو رہی ہو۔ (الْمَنْصُوْرِ) اور امداد دیئے ہوئے لشکر والے۔۔۔ نبی اکرم ﷺ کے لشکر کی فرشتوں کے ساتھ نصرت و امداد اور ان کا آپ کے پیچھے چلنا' جہاں بھی آپ تشریف لے گئے' اور آپ کی معیت میں جنگ کرنا مشہور و معروف ہے اور یہ حدیث بھی مشہور ہے کہ ہمیں ایک مہینے کے فاصلے پر رعب کے ساتھ امداد دی گئی۔ (وَالْبَنِيْنَ وَالْبَنَاتِ) شاید کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ صاحب اولاد تھے' بانجھ نہیں تھے' کیونکہ بانجھ ہونا پیدائشی نقص ہے اور مزاج کا اعتدال سے منحرف ہونا ہے' اس صفت میں آپ کی کمال خلقت اور طبیعت کے اعتدال کے ساتھ تعریف ہے' یہ بھی احتمال ہے کہ اس وصف میں آپ کی اولاد کی طرف اشارہ ہو جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور دنیا بھر میں پھیل گئی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی اولاد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عطا فرمائی' جیسے حدیث شریف میں ہے۔۔۔۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی نسل باقی ہے اور منقطع نہیں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ازواج مطہرات

(وَالْأَزْوَاجِ الطَّاهِرَاتِ) ازواج مطہرات کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا نام ابو مروان الطبنی کی طویل حدیث میں وارد ہوا ہے' جسے انہوں نے ان فوائد میں روایت کیا ہے جو انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھے اور مکہ مکرمہ زادہا اللہ تعالیٰ شرفا میں اپنے مشائخ سے حاصل کئے' اس حدیث کو انہوں نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس' ابن عمر اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا' اس حدیث کے سیاق سے پتا چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وہ ازواج مراد ہیں جو حوروں اور دیگر خواتین میں سے جنت میں ہوں گی' ان کی طہارت سے مراد یہ ہے کہ وہ حیض' عورتوں کی دیگر نجاستوں اور باقی نجاستوں سے پاک ہوں گی جو عورتوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں' مثلاً پیشاب وغیرہ اور اگر نبی اکرم ﷺ کی وہ ازواج مراد ہوں جو دنیا میں تھیں تو ہو سکتا ہے کہ اس صفت میں اس طرف اشارہ ہو کہ آپ نے رہبانیت کو اختیار نہیں فرمایا' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسلام میں رہبانیت نہیں ہے' یہ بھی فرمایا: لیکن ہم روزہ رکھتے ہیں اور افطار بھی کرتے ہیں' قیام بھی کرتے ہیں اور استراحت بھی کرتے ہیں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتے ہیں' پس جو شخص ہماری سنت سے اعراض کرے گا' وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے' نیز عورتوں سے الگ رہنے سے منع فرمایا۔

چالیس جنتی مردوں کی قوت

ازواج صیغہ جمع کے ساتھ ذکر کرنے میں نبی اکرم ﷺ کی قوت کی طرف اشارہ ہے' کیونکہ کثیر عورتوں سے نکاح وہی کرے گا جو قوی ہو' نبی اکرم ﷺ کی قوت' کثرت نکاح اور ایک ساعت میں ان کے پاس تشریف لے جانا' جب کہ امہات المومنین کی تعداد اس وقت نو (9) تھی اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے عورتوں سے محبت' یہ سب مشہور و معروف ہے' حدیث شریف میں ہے کہ آپ کو چالیس یا چالیس سے کچھ زائد جنتی مردوں کی قوت عطا کی گئی تھی' ایک جنتی مرد کی قوت دنیا کے ایک سو مردوں کے برابر ہے' اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو چار ہزار یا اس سے بھی زیادہ افراد کی قوت دی گئی تھی۔

ازواج مطہرات تبلیغ رسالت کی معاون تھیں

اس نسبت کے حوالے نبی اکرم ﷺ کا نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات کو تمام جہانوں کی عورتوں اور خصوصاً باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی ازواج کریمہ پر فضیلت حاصل ہے' ان کو طہارت کے وصف کے ساتھ موصوف اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ علی العموم گناہوں اور بالخصوص شرک سے پاک تھیں' نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات آپ (کے مشن) کی معاون تھیں اور آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی صاحبزادیاں تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہیں۔

(وَالْعُلُوِّ عَلَى الدَّرَجَاتِ) یہ اسی طرح ابو مروان مذکور کی حدیث میں ماقبل سے متصل ہے' لیکن ان کی روایت میں ہے وَالْعُلُوِّ فِي الدَّرَجَاتِ الْعُلُوِّ عین اور لام پر پیش' واؤ مشدد' مصدر ہے عَلَا کا' جس کا معنی ہے بلند ہوا' درجات سے جنت کے درجات مراد ہیں یا فضیلت و بزرگی کے یا مرتبے اور مقام کی بلندی کے درجات مراد ہیں' مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تمام درجات طے کر لئے' پس آپ کا درجہ تمام درجات سے اوپر ہے' یا حضرت مولف کی مراد یہ ہے کہ ہمیشہ درجات میں ترقی کرنا آپ کی شان ہے' بغیر کسی توقف کے' آپ کی ترقی کی نہ کوئی حد ہے اور نہ انتہا ہے' ایک احتمال یہ ہے کہ آسمانوں کے درجات مراد ہوں' یہ نبی اکرم ﷺ کے سفر معراج کی طرف اشارہ ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔

زمزم کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف

ت (وَالزَّمْزَمِ) زمزم والے--- اس میں الف لام زائد ہے' آگے پیچھے کے الفاظ کی مناسبت کی بنا پر لایا گیا ہے (ورنہ ضرورت نہیں تھی' کیونکہ یہ خاص چشمے کا علَم ہے' ۱۲ ق) ایک احتمال یہ ہے کہ یہ نکرہ تھا پھر غرض مذکور (دیگر الفاظ کی مناسبت) کے لئے اسے الف لام کے ساتھ معرفہ بنایا گیا' زمزم کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ یہ کنواں آپ کے شہر (مکہ معظمہ) میں ہے' نیز یہ پہلے آپ کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تھا' پھر آپ کے جد امجد حضرت عبد المطلب کی

ملکیت میں آیا' اسے بند کر دیا گیا تھا' حضرت عبد المطلب نے اس کی کھدائی اور تجدید کی۔ حجاج کو زمزم کا پانی پلانے کا منصب ان کی اولاد کے پاس تھا' اس لئے چاہ زمزم نبی اکرم ﷺ کا ہوا۔

مقام ابراہیم اور زمزم کی عظمت و شرافت

(وَالْمَقَامِ) یعنی مقام ابراہیم والے۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے جد امجد ہیں' شہر (مکہ مکرمہ) آپ کا شہر ہے' اسی میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور اسی میں آپ نے نشو ونما پائی' لہٰذا مقام ابراہیم جد امجد کی وراثت کے طور پر آپ ہی کا ہوا' زمزم اور مقام ابراہیم کی شرافت اور عظمت شان شہرہ آفاق ہے' نبی اکرم ﷺ کی طرف ان کی نسبت آپ کی عظمت و شرافت بیان کرنے کے لئے ہے' اسی درود شریف میں ان کی نسبت سے آپ کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے کہا گیا ہے اَلزَّمْزَمِیُّ الْمَکِّیُّ التِّهَامِیُّ

(وَالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ) یہ پہاڑ بھی مکہ معظمہ میں ہے اور شعائر حج میں سے ہے' اس کی نبی اکرم ﷺ کی طرف اضافت بھی آپ کی عظمت اور شرافت کے بیان کے لئے ہے۔ (وَاجْتِنَابِ الْآثَامِ) گناہوں سے دوری اور علیحدگی اختیار فرمانے والے۔۔۔۔ آثام جمع ہے اثم کی' اس کا معنی ہے گناہ اور ایسا کام جس کا کرنا جائز نہیں ہے' چونکہ نبی اکرم ﷺ معصوم اور امین ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاک فرمایا اور آپ کی اقتداء واجب ہے' اس لئے گناہ کا صدور آپ کے حق میں جائز نہیں ہے۔

یتیموں کی پرورش کرنے والے

(وَتَرْبِيَةِ) یہ رَبَّيْتُهٗ کا مصدر ہے' جس کا معنی ہے میں نے اسے غذا دی (الْاَيْتَامِ) يَتِيْمٌ کی جمع ہے' وہ نابالغ بچہ جس کا باپ نہ ہو' نبی اکرم ﷺ یتیموں کے والی اور نادار عورتوں کی جائے پناہ تھے' جیسے آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کا یہ وصف بیان کیا (ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ) ایسے بعض بچوں کو آپ نے اپنے عیال میں شامل فرمایا' جیسے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجہ' ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے سابق شوہروں سے یتیم بچے وغیرہم جن کی پرورش نبی اکرم ﷺ نے فرمائی' بعض اہل صفہ وہ تھے جن کو آپ کھانا کھلانے کے لئے اپنے کاشانہ مبارکہ میں بلایا کرتے تھے' بعض وہ تھے جن سے آپ ہمدردی فرماتے اور مال ان کے گھروں میں بھجوا دیتے تھے' اور بعض وہ تھے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کرتے تو آپ انہیں مال عطا فرماتے تھے' اس قسم کے بہت سے لوگ تھے' ان کو عطا فرمانا مشہور و معروف ہے۔

(وَالْحَجِّ) ہو سکتا ہے مراد یہ ہو کہ آپ حج کیا کرتے تھے' اس کے پھر دو مطلب ہو سکتے ہیں (۱) مطلق حج کرنا (۲) کثرت سے حج کرنا مراد ہو' کہا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہجرت سے پہلے کئی حج کئے جن کی تعداد معلوم نہیں ہے' بعض علماء نے کہا کہ آپ ہجرت سے پہلے ہر سال حج کیا کرتے تھے' عمرہ کو بھی حج کہا جاتا ہے' کیونکہ دونوں معنی قصد میں شریک ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد چار عمرے کئے (۱) عمرۂ حدیبیہ (۲) عمرۂ قضا (۳) عمرۂ جعرانہ (۴) حج کے ساتھ عمرہ' ہجرت سے پہلے معلوم نہیں

کتنے عمرے کئے' جب آپ کے عمرے حجوں کے ساتھ جمع کئے جائیں تو کثرت حاصل ہو جائے گی۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ فریضہ حج لانے والے ہیں' تیسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ حج کے شہر (مکہ معظمہ) والے ہیں' جہاں لوگ حج کے لئے حاضر ہوتے ہیں (اس صورت میں مضاف محذوف ہے' ۱۲ق)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت

(وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ) اللہ تعالیٰ نے (بطور حکایت) فرمایا: وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَنْ اَتْلُوَ الْقُرْآنَ (النمل ۲۷-۹۲،۹۱) اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں اور قرآن کی تلاوت کروں--- اس کے چند مطلب ہو سکتے ہیں (۱) اس جگہ قرآن پاک کی تلاوت' تکرار اور اس کے احکام پر عمل کرنا مراد ہو (۲) لوگوں کے سامنے قرآن پاک کا پڑھنا اور اس کے ذریعے انہیں ایمان کی طرف بلانا مراد ہو (۳) آپ کا قرآن پاک کو لانا مراد ہو' جیسے علامہ سیوطی نے انموذج اللبیب میں فرمایا' قرآن پاک کا لانا آپ کی خصوصیت ہے حالانکہ آپ امی تھے' آپ نہ تو لکھا ہوا پڑھتے تھے اور نہ ہی لکھتے تھے (۴) قرآن پاک لانے کے ساتھ آپ کی تعریف کرنا مقصود ہو' وہ قرآن جو دوسری کتابوں کی نسبت زیادتی اور فضیلت پر مشتمل ہے' علامہ سیوطی نے فرمایا آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی کتاب معجزہ ہے' اور زمانوں کے گزرنے کے باوجود تغیر اور تبدل سے محفوظ ہے' اور جن امور پر تمام کتب مشتمل ہیں نہ صرف ان پر' بلکہ ان سے زائد امور پر مشتمل ہے' ہر شے کی جامع ہے' دوسری کتابوں سے مستغنی ہے' اس کا یاد کرنا آسان ہے' یہ کتاب تدریجاً سات حرفوں پر' سات ابواب سے اور (عربوں) کی ہر لغت پر نازل ہوئی' ابن نقیب نے یہ خصوصیات شمار کی ہیں۔ صاحب تحریر نے فرمایا: قرآن کریم کو باقی کتب منزلہ پر تیس صفات میں فضیلت ہے۔

قرآن دعوت بھی ہے اور دلیل بھی

امام حلیمی نے المنہاج میں فرمایا: قرآن کی عظمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ (۱) دعوت بھی ہے اور دلیل بھی ہے' ایسی کتاب کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی' ہر نبی کے لئے دعوت تھی' پھر اس دعوت کے علاوہ دلیل عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن پاک میں دونوں صفات جمع فرما دیں' پس یہ دعوت ہے اور اپنے الفاظ کے اعتبار سے حجت بھی ہے' دعوت کے لئے یہ فضیلت کافی ہے کہ اس کی دلیل بھی اس کے ساتھ ہو اور دلیل کے لئے یہ شرف کافی ہے کہ دعوت اس سے جدا نہ ہو (اھ)

(وَصِيَامِ رَمَضَانَ) اس میں چند احتمال ہیں (۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی (۲) آپ اپنی شریعت میں ماہ صیام کے روزوں کا حکم لائے' علامہ سیوطی نے دنیا میں "آپ کی شریعت اور امت کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ماہ رمضان آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی خصوصیات

علامہ قونوی نے شرح تعرف میں اس خصوصیت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بیت اللہ شریف کا حج کریں گے، کبھی اس سے دور نہیں ہوں گے، ان کے گزرنے سے پہاڑ اور درخت خوش ہوں گے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کریں گے، ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو فرشتوں کی طرح تسبیح کی برکت سے کھانے پینے سے بے نیاز ہوں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے، ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے تکبیر کہیں گے (اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کریں گے) ہر پستی کی طرف اترتے ہوئے تسبیح پڑھیں گے، کسی کام کے ارادے کے وقت کہیں گے: انشاء اللہ! میں فلاں کام کروں گا، جب غصے میں ہوں گے تو کلمہ طیبہ پڑھیں گے، جھگڑے کے وقت تسبیح پڑھیں گے، جب کسی کام کا ارادہ کریں گے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے خیر مانگیں گے، پھر اس پر عمل پیرا ہوں گے، جب اپنے چارپایوں پر سوار ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے۔ قرآن ان کے سینوں میں ہوگا، اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ کچھ فرض کیا جو انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر فرض فرمایا، یعنی وضو، غسل جنابت، حج، جہاد، انہیں اموال غنیمت میں سے وہ کچھ دیا گیا جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے غیر کے بارے میں ارشاد فرمایا: موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت ہے جو حق کی ہدایت دیتی ہے اور حق کے ساتھ ہی انصاف کرتی ہے (الاعراف ۷/۱۵۹) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تکبیر اس امت کا خاصہ ہے۔

(وَاللِّوَاءِ الْمَعْقُوْدِ) قرین قیاس یہ ہے کہ اس جگہ دوسرا جھنڈا مراد ہے، کیونکہ اس کا ذکر جود و کرم کے ساتھ کیا گیا ہے، سخاوت اور شجاعت دو لازم و ملزوم قسم کی صفتیں ہیں، باعتبار موصوف ہونے اور کسی کی صفت بیان کرنے کے، لواء کو معقود کی صفت سے ہمیشگی پر دلالت کرانے کے لئے موصوف کیا گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وصف سے موصوف کیا گیا کہ آپ کا جھنڈا ہمیشہ بندھا رہتا ہے، یہ وہ وصف ہے جسے کثرت جہاد لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(وَالْوَفَاءِ) بعض نسخوں میں ہے وَالْوَفِيّ (بِالْعُهُوْدِ) اللہ تعالیٰ اور بندوں کے معاہدوں کو پورا کرنے والے (صَاحِبِ الرَّغْبَةِ) بھلائی، نیکی کے عمل، اور ان نعمتوں میں رغبت والے جن کے دنیا یا آخرت میں دینے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا۔ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور تضرع کے ذریعے سوال پیش کرنے اور محتاجی اور حاجت کا اظہار کرنے والے ہیں۔ (وَالتَّرْغِيْبِ) اور بندوں کو اسلام میں داخل ہونے کی ترغیب دینے والے، نیکی کے تمام اعمال میں خواہ وہ ظاہرہ ہوں یا باطنہ، ان کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہو یا نہ، سب اعمال میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف دوڑنے اور پناہ لینے اور جنت میں ترغیب دینے والے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ السلام کی سفید خچر کا نام دُلدل تھا

(وَالْبَغْلَةِ) یہ تاء وحدت کے لئے ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سفید خچر تھی اس کا نام دلدل تھا، دونوں دالوں پر پیش، یہ خچر

آپ کی خدمت میں مقوقس نے بطور ہدیہ پیش کی تھی' بعض نے کہا: کسی دوسرے نے پیش کی تھی' یہ پہلی خچر ہے جس پر اسلام میں سواری کی گئی' آپ کے بعد بھی زندہ رہی' یہاں تک کہ بوڑھی ہو گئی اور اس کے دانت گر گئے' چنانچہ اسے جو کوٹ کر کھلائے جاتے تھے' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہی' ینبع میں فوت ہوئی۔ (وَالنَّجِيْبِ) پہلے ربع میں اس پر گفتگو ہو چکی ہے (ایک گھوڑے کا نام ہے) (وَالْحَوْضِ وَالْقَضِيْبِ) چونکہ اس قضیب کا ذکر حوض کے ساتھ کیا گیا ہے اس لئے قرین قیاس یہ ہے کہ اس سے مراد وہ عصا ہے جس کا ذکر حدیث حوض میں کیا گیا ہے' فرمایا: ہم دائیں جانب والوں کے لئے کچھ لوگوں کو اپنے عصا سے حوض سے دور کریں گے' ایک احتمال یہ ہے کہ وہ قضیب مراد ہو جو دنیا میں آپ کے پاس تھی' یعنی تلوار مراد ہو کیونکہ اس کا ذکر انجیل میں ہے' یا الشوحط کی لکڑی کی چھڑی مراد ہے' جیسے اس سے پہلے اسماء مبارکہ کی شرح میں بیان ہوا۔

(اَلنَّبِيِّ الْأَوَّابِ) یعنی خوشی' غم اور تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کی طرف بکثرت رجوع کرنے والے (اَلنَّاطِقِ بِالصَّوَابِ) کیونکہ آپ اذن اور وحی کی بنا پر ہی گفتگو کرتے تھے' شیخ ابو القاسم جنیدی رحمہ اللہ نے فرمایا: الصواب ہر وہ گفتگو ہے جو اذن کی بنا پر ہو' شیخ ابن عباد رحمہ اللہ کہتے ہیں' واللہ اعلم یہ اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف: لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (النبا ۷۸/ ۳۸) بندے کلام نہیں کریں گے' مگر جسے رحمان نے اجازت دی اور اس نے درست بات کہی (اھ) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم ۵۳/ ۴-۳) وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے' ان کی گفتگو تو صرف وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: عنقریب تمہارے پاس بارقلیط تشریف لائیں گے' جو اپنی طرف سے گفتگو نہیں کریں گے' وہ وہی کہیں گے جو انہیں کہا جائے گا' تمہیں تمام تر حق بیان کریں گے اور تمہیں حوادث اور مغیبات کی خبریں دیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انسانی کدورتوں سے پاک ہیں

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: میٹھی گفتگو والے' ہر کلمہ جدا جدا' گفتگو میں بہت اختصار نہ تھا' نہ ہی تحکم تھا' استاذ ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (الآیۃ) کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وہ ذات کریم خواہش نفس کی بنا پر کب گفتگو کرے گی؟ جو ظاہر کے اعتبار سے محل مناجاۃ میں پابند تقویٰ ہیں اور باطن کے اعتبار سے مولائے کریم کی پناہ میں ہیں' انسانی کدورتوں سے پاک ہیں' جنہیں احدیت کے مشاہدے میں ترقی دی گئی ہے' بارگاہ صمدیت ان پر منکشف کی گئی ہے' وہ اس سے مکمل استفادہ کرتے ہیں' اپنی خواہش تو باقی ہی نہیں ہے' پس جو محبوب کریم اس مقام پر ہوں گے وہ خواہش کی بنا پر کیسے گفتگو کریں گے؟

قرآن میں نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(اَلْمَلْعُوْنِ فِی الْکِتَابِ) اس میں چند احتمال ہیں (۱) کتاب سے مراد قرآن ہے۔ الکتاب سے عموماً قرآن پاک ہی مراد ہوتا ہے (۲) جنس کتاب مراد ہے اور کتب آسمانی میں سے ہر اس کتاب کو شامل ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے احتمال کے مطابق دو مطلب ہو سکتے ہیں (۱) مراد یہ ہے کہ قرآن پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت یوں بیان کی گئی ہے: اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الایۃ (الاعراف' ۷/۱۵۷) جو اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں (۲) یہ اشارہ ہے آپ کی نعت اور ایک ایک عضو کی صفت کی طرف۔ رہا آپ کا وہ ذکر جو توراۃ' انجیل وغیرہ کتب سماویہ میں ہے تو وہ بہت زیادہ ہے اور تفاسیر وغیرہ میں مشہور ہے' اسے نقل کر کے ہم اس مختصر شرح کو طویل نہیں کرتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی عبد ہونے کو اختیار فرمایا

(اَلنَّبِیِّ عَبْدِ اللّٰہِ) یہ اس لئے کہ امام طبرانی نے سند حسن کے ذریعے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بھیجا کہ آپ کو اختیار دیں بادشاہ نبی ہونے اور عبد نبی ہونے کے درمیان' تو آپ نے نبی عبد ہونے کو اختیار کیا' حضرت اسرافیل علیہ السلام نے اس وقت آپ کو کہا کہ آپ کی تواضع کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ آپ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار ہوں گے' سب سے پہلے آپ کی قبر انور کھلے گی اور سب سے پہلے آپ شفاعت کریں گے' اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات (معراج شریف) میں عبودیت کے ساتھ آپ کا نام بیان فرمایا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک محبوب ترین نام اسم عبودیت ہی تھا' آپ نے فرمایا: اِنَّمَا اَنَا عَبْدٌ ہم عبد ہی ہیں۔

(اَلنَّبِیِّ کَنْزُ اللّٰہِ) کنز وہ مال ہے جسے جمع' محفوظ اور ذخیرہ کیا گیا ہو' عموماً دفن کر دیا جاتا ہے' اور دفن اسی مال کو کیا جاتا ہے جو دفن کرنے والے کے نزدیک محبوب بھی ہو اور عزیز و نفیس بھی ہو' بعض اوقات انسان مال اس لئے جمع کرتا ہے کہ کوئی امیر کبیر شخص اس کے پاس آنے والا ہے اسے وہ مال پیش کیا جائے گا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لفظ کنز مجازاً استعمال کیا گیا ہے' کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں' اس کی بارگاہ میں پسندیدہ اور صاحب شرف و عزت ہیں' آپ کو موجودات خارجیہ کے سامنے ظاہر اور جلوہ گر کرنے سے پہلے پیدا کیا گیا اور محفوظ رکھا گیا' نیز اس میں آپ کی امت کی عزت کی طرف بھی اشارہ ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران' ۳/۱۱۰) تم بہترین امت ہو جسے لوگوں (اقوام عالم) کے سامنے پیش کیا گیا' یہ بھی فرمایا: وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا (البقرہ' ۲/۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم تو وہی رحمت ہیں جو عطا کی گئی ہے۔

عطیہ اور ہدیہ میں فرق

سیدی ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انبیاء کرام اپنی امتوں کے لئے عطیہ ہوتے ہیں اور ہمارے نبی ﷺ ہمارے لئے ہدیہ ہیں' عطیہ اور ہدیہ میں فرق ہے اور وہ یہ کہ عطیہ محتاجوں کے لئے اور ہدیہ محبوبوں کے لئے ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے وہ حدیث بیان کی جو ابھی ابھی مذکور ہوئی ہے۔

(اَلنَّبِيِّ حُجَّةَ اللّٰهِ) وہ نبی جو بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں---- اپنی ظاہر و باہر آیات' اخلاق کریمہ' افعال جمیلہ' عظیم بیان' خوبصورتی' طریقے کی استقامت' صداقت کی شہرت' امانت کے چرچے' علم و حکمت کی فراوانی' حسن سیاست' کتب سابقہ کی آپ کے بارے میں خبروں' احبار و رہبان (اہل کتاب کے عالموں اور زاہدوں) نے جو آپ کے جلد تشریف لانے کی خبریں دیں' اسی طرح کاہنوں' جنات کی غیبی آوازوں وغیرہ امور کی بناء پر' جن سے آپ کی دلیل قائم اور حجت واضح ہوئی۔

(اَلنَّبِيِّ مَنْ اَطَاعَهٗ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ عَصَاهُ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ) طاعت کہتے ہیں اس امر کی پیروی کو جو شرعاً مطلوب ہو اور عصیان اللہ تعالیٰ کے امر واجب کی مخالفت کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء' ۴/۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اس کے علاوہ بھی کئی آیات ہیں جو اسی معنی پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث صحیح میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہماری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے ہماری نافرمانی کی' اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی' اور جس نے ہمارے امر کی اطاعت کی اس نے ہماری اطاعت کی اور جس نے ہمارے امر کی نافرمانی کی اس نے ہماری نافرمانی کی' اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اپنا خلیفہ اور اپنا بدل بنایا' جیسے کہ نبی اکرم ﷺ کا امر اللہ تعالیٰ کے امر کی نسبت اسی مرتبے میں تھا' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (الفتح ۴۸/۱۰) بے شک وہ لوگ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں' وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا بدل بنایا ہے' یہ بات مختلف مقامات پر کہی گئی' حضرت رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل کلام کے ضمن میں سنا گیا' وہ روتے ہوئے کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی فضیلت اس مقام کو پہنچی ہوئی ہے کہ اس نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (حوالہ اور ترجمہ ابھی گزرا ہے)

حضرت مولف نے فرمایا: (اَلنَّبِيِّ مَنْ اَطَاعَهٗ) اس میں چند احتمال ہیں (۱) یہ ہے کہ اس میں اسم موصول محذوف ہو' اصل عبارت یوں تھی اَلنَّبِيِّ الَّذِيْ مَنْ اَطَاعَهٗ (۲) اَلنَّبِيُّ مبتداء محذوف کی خبر ہو' اصل میں تھا هُوَ النَّبِيُّ' اس صورت میں النبی مرفوع ہو گا (۳) اَلنَّبِيُّ مبتدا ہونے کی بنا پر مرفوع ہو' بعد والا جملہ اس کی خبر ہو۔ حضرت مولف نے پہلے نبی اکرم ﷺ کی مدح و ثناء کی اور آپ کو مفردات سے موصوف کیا' پھر اس جملے سے ثنا کی اور بتایا کہ آپ کی ذات اقدس وہ ہے کہ جس نے آپ کی اطاعت کی' اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اس کے بعد پھر مفردات کے ساتھ تعریف کی طرف لوٹ گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عرب کی طرف نسبت

ے (اَلنَّبِیُّ الْعَرَبِیُّ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عرب کی طرف کی ہے' عرب کی زبان فصیح ہے اور وہ مافی الضمیر کے اظہار کی بڑی قدرت رکھتے ہیں' عرب کے مقابل عجم ہے' عرب لوگوں کی اس جماعت کو کہا جاتا ہے جو شہروں اور دیہاتوں میں رہتے ہیں اور اعراب وہ عربوں میں سے بادیہ نشین ہیں' عرب مجموعی طور پر عجم سے افضل ہیں' عرب میں سے افضل حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا (الحدیث) اس حدیث کو حافظ ابوالقاسم حمزہ ابن یوسف سہمی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بروایت حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ ان الفاظ سے روایت کیا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور اپنا خلیل بنایا' حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسمٰعیل کو منتخب فرمایا' علیہم السلام (الحدیث) یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرمائے' ان میں سے اوپر والے آسمان کو منتخب فرمایا اور اس میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا ٹھہرایا' اور سات زمینیں پیدا فرمائیں' سب سے اوپر والی زمین کو منتخب فرمایا اور اس میں اپنی مخلوق میں سے جسے چاہا ٹھہرایا' پھر مخلوق کو پیدا فرمایا' مخلوق میں سے بنی آدم کو منتخب فرمایا' بنی آدم میں سے عرب کو منتخب فرمایا' عرب میں سے قبیلہ مضر کو منتخب فرمایا' مضر میں سے قریش کو' قریش میں بنو ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا' تو ہم بہترین افراد میں سے بہترین افراد کی طرف منتقل ہوتے رہے ہیں۔ اس حدیث کو امام بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

عربوں سے محبت کی وجہ

امام طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں یہ حدیث حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بذریعہ سند حسن ان الفاظ میں روایت کی' بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو منتخب فرمایا' مخلوق میں سے بنی آدم کو' بنی آدم سے عرب کو' عرب سے مضر کو' مضر سے قریش کو' قریش سے بنی ہاشم کو' بنی ہاشم سے ہمیں منتخب فرمایا' ہم منتخب سے منتخب کی طرف منتقل ہوتے رہے' سنو! جس نے عرب سے محبت کی اس نے ہماری محبت کے سبب ان سے محبت کی' اور جس نے عرب سے بغض رکھا' اس نے ہمارے بغض کے سبب ان سے بغض رکھا۔

امام دیلمی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسانوں میں افضل عرب ہیں' عرب کے افضل قریش ہیں' قریش کے افضل بنی ہاشم ہیں۔ امام طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تین وجوہ کی بنا پر عرب سے محبت رکھو (۱) اس لئے کہ ہم عربی ہیں (۲) قرآن پاک عربی ہے اور (۳) اہل جنت کا

کلام عربی ہے۔

قریش کی محبت اختلاف سے امان ہے

(اَلْقُرَشِیِّ) نسخہ سہلیہ وغیرہ میں اسی طرح ہے' بعض معتبر نسخوں میں ہے اَلْقُرَیْشِیِّ یاء کے ساتھ ہے اور یہی قیاس ہے' قُرَشِی سماعی ہے' قریش کی فضیلت کے بارے میں احادیث اس سے پہلے گزر چکی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ائمہ قریش میں سے ہیں۔ یہ بھی حدیث ہے کہ قریش اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بحیثیت نور حاضر تھے' وہ نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا تھا تو فرشتے اس کی موافقت میں تسبیح کرتے تھے' یہ حدیث عنقریب آئے گی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: زمین والوں کے لئے اختلاف سے امان قریش کی محبت ہے' قریش اہل اللہ ہیں' تین دفعہ فرمایا: جب عرب کا کوئی قبیلہ قریش کی مخالفت کرے گا تو وہ ابلیس کا گروہ بن جائے گا' اس حدیث کو ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا۔ ابو نعیم نے اسی میں حضرت مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے قول وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ وَ سَوْفَ تُسْئَلُوْنَ (الزخرف' ۴۳/۴۴) اور یہ ذکر ہے آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے' اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا' آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا کہ پوچھا جائے گا یہ شخص کون ہے؟ تو کہا جائے گا عرب سے ہے' پھر پوچھا جائے گا کہ عرب کے کس قبیلے سے ہے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ قریش میں سے ہے۔

(اَلزَّمْزَمِیِّ الْمَكِّیِّ التِّهَامِیِّ) یہ نسبت ہے تہامہ کی طرف' تاء کے نیچے زیر ہے' مکہ مکرمہ اور اس کا قرب و جوار تہامہ میں سے ہے' تہامہ کی طرف نسبت میں دو لغتیں ہیں (۱) تِهَامِیٌّ اصل کے مطابق تاء کے نیچے زیر (۲) تَهَامِیٌ تاء پر زبر کے ساتھ' اگر تاء کے نیچے زیر پڑھی جائے تو یاء نسبت مشدد ہوگی اور اگر تاء پر زبر پڑھی جائے تو یاء مشدد نہیں ہوگی' کیونکہ عرب نے تاء کو زبر اس لئے دی ہے کہ یہ زبر گویا یاء کا عوض ہو جائے' جیسے یَمَانٍ اور شَآمٍ میں الف ایک یاء کے عوض ہے' سیبویہ نے کہا کہ بعض عرب تَهَامِیٌّ' یَمَانِیٌّ اور شَآمِیٌّ میں پہلے حرف پر زبر اور آخر میں یاء مشدد پڑھتے ہیں۔ مکہ مکرمہ اور زمزم کی فضیلت معروف ہے اور ان کے بارے میں وارد احادیث مشہور ہیں۔ لہٰذا ان کا ذکر کر کے ہم گفتگو کو طویل نہیں کرتے۔

آپ کو عربی قریشی نہ ماننے والا کافر ہے

اس جگہ جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان کا نبی اکرم ﷺ کے حق میں عقیدہ رکھنا واجب ہے' کیونکہ یہ اوصاف آپ کے تشخص اور تعیّن میں دخل رکھتے ہیں' پس جو شخص یہ کہے کہ آپ عربی نہیں ہیں یا قرشی نہیں ہیں' تو وہ کافر ہے' جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ آپ وہ نہیں ہیں جو مکہ میں تھے یا کہے کہ آپ مدینہ منورہ میں نہیں تھے' یا یہ کہے کہ مدینہ منورہ میں آپ کا وصال نہیں ہوا' کیونکہ یہ سب نبی اکرم ﷺ کا انکار ہے' اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ نطفہ سے پیدا نہیں کئے گئے' بلکہ آپ حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم علیہما السلام کی طرح ہیں یا کہے کہ آپ بشر اور آدمی نہیں تھے' علماء نے تصریح کی ہے کہ

ایسا ہر شخص کافر ہے (اور جو شخص یہ کہے کہ نبی اکرم ﷺ مجھ جیسے ہیں' اس کی بے دینی اور گمراہی بھی کسی شک وشبہ سے بالا ہے۔ ۱۲ قادری)

ماہرین انساب کا اتفاق

نبی اکرم ﷺ عربی' عدنانی' مضری' کنانی' قرشی اور ہاشمی ہیں' کیونکہ آپ کے والد حضرت عبد اللہ اور دادا حضرت عبد المطلب ہیں' انہوں نے زمزم کا کنواں کھودا اور اسے ظاہر کیا جب کہ وہ بند ہو چکا تھا اور اس کی جگہ نامعلوم ہو چکی تھی' ان کے والد ہاشم بن عبد مناف بن قصی' حضرت قصی نے مکہ مکرمہ میں قریش کو جمع کیا' اس سے پہلے وہ مختلف شہروں میں بکھرے ہوئے تھے۔ اسی لئے انہیں مُجَمِّع کہا گیا' قصی قریش کے سردار تھے اور ان کا حکم مانا جاتا تھا۔ ان کے والد کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر یہی قریش ہیں' تمام قبیلہ قریش آپ پر جا کر جمع ہو جاتا ہے' بعض نے کہا کہ قریش نضر کے پوتے فہر ہیں' النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس ان کی بیوی کا نام خندف ہے جن کی طرف الیاس کی اولاد منسوب ہے' الیاس کے والد ہیں مضر بن نزار بن معد بن عدنان راویوں اور ماہرین انساب کا نسب کریم کے اس جگہ تک پہنچنے پر اتفاق ہے' عدنان سے اوپر اختلاف ہے' اس پر بھی اجماع ہے کہ عدنان حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں' احادیث کثیرہ اس پر شاہد ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کے وصف

(صَاحِبِ الْوَجْهِ الْجَمِيْلِ) اس درود شریف کی ابتداء میں حضرت مولف نے عمومی اعتبار سے نبی اکرم ﷺ کے جمال کا ذکر کیا تھا' اب خاص طور پر آپ کے چہرۂ انور کے وصف جمال کا ذکر کر رہے ہیں' کیونکہ انسان کے حسن میں اصل چیز چہرہ ہی ہے اور سب سے پہلے انسان کا چہرہ ہی دیکھا جاتا ہے' اگر چہرہ حسین و جمیل ہو اور باقی جسم میں کوئی عیب بھی ہو تو اسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے' اسی طرح عکس ہے۔ (یعنی چہرہ حسین نہ ہو تو باقی جسم اگرچہ حسین ہو قابل توجہ نہیں ہوتا' ۱۲ قادری) پھر چونکہ چہرے میں اہمیت کے حامل دو ہی عضو ہیں آنکھ اور رخسار' اس لئے خصوصی طور پر ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں (وَالطَّرْفِ الْكَحِيْلِ وَالْخَدِّ الْاَسِيْلِ) الطرف طاء پر زبر' راء ساکن' اس کا معنی آنکھ ہے' کیونکہ یہ آنکھ کا مطمح نظر اور مرکز ہے' وجہ یہ ہے کہ جب انسان کلام کرتا ہے یا اس کے ساتھ کلام کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے دوسرے کی آنکھوں کی طرف نظر جاتی ہے' باقی رہا رخسار تو وہ چہرے کے بڑے حصے پر مشتمل ہے اور اسی کی طرف توجہ کی جاتی ہے' تو چہرے میں یہی دو عضو ہیں جن کی طرف قصد کیا جاتا ہے' لہٰذا یہی دونوں اہتمام کے لائق ہیں اور ان ہی کا خصوصی طور پر ذکر ہونا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھیں

حضرت مصنف نے نبی اکرم ﷺ کی مبارک آنکھوں کو کحل سے موصوف کیا ہے' پہلے اور دوسرے حرف پر زبر' اس کا معنی یہ ہے کہ آنکھوں کے بالوں کے اگنے کی جگہ پر پیدائشی طور پر سیاہی غالب ہو اور سرے کی جگہیں سیاہ ہوں (اسی کے بارے میں کہا گیا ہے: اکھیں وچ قدرتی سرے دی دھاری' ۱۲ قادری) اسی سے کہا جاتا ہے کَحِلَ حاء کے نیچے زیر' فَهُوَ اَكْحَلُ' اسی طرح قاموس میں ہے۔ مختصر النہایہ میں ہے وَالرَّجُلُ اَكْحَلُ وَكَحِيْلٌ" مرد سرگیں آنکھوں والا۔ اساس میں ہے عَيْنٌ كَحْلَاءُ' سرگیں آنکھ اور كَحِيْلٌ الْإِسَالَةُ رخسار کی صفت ہو تو اس کا معنی ہے' رخسار کا دلکش حد تک لمبا ہونا' نرم اور ملائم ہونا' یعنی رخسار کے بالائی حصے کا بلند نہ ہونا

نبی اکرم ﷺ کی آنکھ مبارک کی صفت كَحَل (سرگیں ہونے) سے بیان کی گئی ہے' حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے جو نبی اکرم ﷺ کا وصف بیان کیا ہے اس میں وہ صفت بیان کی گئی ہے' انہوں نے آپ کی آنکھوں کی صفت بیان کرتے ہوئے الدَّعَجُ کا لفظ استعمال کیا ہے' جس کے پہلے دونوں حرفوں پر زبر ہے' اصمعی وغیرہ نے اس کی تفسیر آنکھ کی سیاہی کے گہرے ہونے سے کی ہے' ابن القوطیہ نے اور ابن اثیر نے نہایہ میں اور دیگر حضرات نے اسی پر اعتماد کیا ہے' جوہری' صاحب قاموس اور تجانی نے اس کی تفسیر آنکھ کی سیاہی کے گہرے ہونے کے ساتھ آنکھ کی وسعت سے کی ہے' اساس میں اس کا معنی یہ بیان کیا کہ آنکھ کی سیاہی بھی گہری ہو اور سفیدی بھی گہری ہو۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کی حدیث کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بیان کیا' امام ترمذی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی آنکھ مبارک کی سیاہی شدید تھی' نبی اکرم ﷺ کے رخسار مبارک کے نرم ونازک ہونے کے وصف کو امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

جنت کے چار چشمے

(وَالْكَوْثَرِ وَالسَّلْسَبِيْلِ) علامہ سیوطی نے توشیح میں فرمایا: جنت میں دو نہریں باطن ہیں' مقاتل نے کہا: کہ وہ کوثر اور سلسبیل ہیں انتہی قاموس میں ہے سلسبیل جنت میں ایک چشمہ ہے' انتہی' ثعلبی نے فرمایا: سلسبیل کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا پانی اہل جنت کے پاس راستوں اور گھروں میں آئے گا' یہ چشمہ عرش سے پھوٹے گا' پھر دیگر احوال بیان کیے۔ حکیم ترمذی نوادر الاصول میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں چار چشمے ہیں' دو چشمے عرش کے نیچے سے جاری ہیں' ان میں سے ایک وہ ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا (الدھر' ۷۶/۶) دوسرا چشمہ زنجبیل ہے' "عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ" دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے' ایک کے اوپر سے وہ چشمہ جاری ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ نے سلسبیل بیان فرمایا ہے اور دوسرے کا نام تسنیم ہے۔

قَاهِرِ[1] الْمُضَادِّيْنَ مُبِيْدِ الْكٰفِرِيْنَ وَ قَاتِلِ الْمُشْرِكِيْنَ قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ

مخالفوں پر غلبہ پانے والے، کافروں کو ہلاک کرنے والے، مشرکوں کو قتل کرنے والے، چمکدار اعضاء والوں کے راہنما

اِلٰی جَنَّاتِ النَّعِيْمِ وَ جِوَارِ الْكَرِيْمِ صَاحِبِ سَيِّدِنَا جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

جنت نعیم اور کریم کی پناہ کی طرف، سیدنا جبریل علیہ السلام سے مصاحبت رکھنے والے،

وَ رَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ وَ غَايَةِ الْغَمَامِ ○ وَ مِصْبَاحِ الظَّلَامِ

تمام جہانوں کے پروردگار کے رسول، گنہگاروں کے شفیع، اور ابر رحمت کی انتہائیں تاریکیوں کے چراغ اور

وَ قَمَرِ التَّمَامِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الْمُصْطَفَيْنَ مِنْ اَطْهَرِ جِبِلَّةٍ صَلٰوةً

چودھویں کے چاند ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائے جو پاکیزہ ترین گروہ سے منتخب ہیں، ایسی رحمت

دَائِمَةً عَلَى الْاَبَدِ غَيْرَ مُضْمَحِلَّةٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ صَلٰوةً يَّتَجَدَّدُ

جو ہمیشہ ہمیشہ ہو، منقطع نہ ہو، اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی آل پر ایسی رحمت نازل فرمائے جس کے ساتھ

بِهَا حُبُوْرُهٗ وَ يُشَرَّفُ بِهَا فِي الْمِيْعَادِ بَعْثُهٗ وَ نُشُوْرُهٗ فَصَلَّى[2] اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰی

آپ کی خوشی تازہ ہوتی رہے اور اس کے ساتھ قیامت کے دن آپکا اٹھنا اور تشریف لانا مشرف ہو، پس اللہ تعالیٰ ان پر اور

اٰلِهِ الْاَنْجُمِ الطَّوَالِعِ صَلٰوةً تَجُوْدُ عَلَيْهِمْ اَجْوَدَ الْغُيُوْثِ الْهَوَامِعِ اَرْسَلَهٗ[3] مِنْ

ان کی آل، چمکنے والے ستاروں پر ایسی رحمت نازل فرمائے جو ان پر موسلا دھار بارش برسنے والے بادلوں کی طرح برسے،

اَرْجَحِ الْعَرَبِ مِيْزَانًا وَ اَوْضَحِهَا بَيَانًا وَ اَفْصَحِهَا لِسَانًا وَ اَشْمَخِهَا اِيْمَانًا وَ

اللہ تعالیٰ نے انہیں بھیجا قدر و منزلت میں افضل ترین عرب سے، بیان میں ان سے واضح ترین، زبان میں ان سے زیادہ فصیح

اَعْلٰهَا مَقَامًا وَّ اَحْلٰهَا كَلَامًا وَّ اَوْفٰهَا ذِمَامًا وَّ اَصْفٰهَا رَغَامًا ○ فَاَوْضَحَ[4] الطَّرِيْقَةَ

ایمان میں زیادہ بلند، مقام میں بہت اعلیٰ، کلام میں بہت شیریں، بزرگی میں سب سے اعلیٰ، اور نسب میں ان سے زیادہ صاف، پس

وَ نَصَحَ الْخَلِيْقَةَ وَ شَهَرَ الْاِسْلَامَ وَ كَسَّرَ الْاَصْنَامَ وَ اَظْهَرَ الْاَحْكَامَ وَ حَظَرَ

آپ نے دین کا راستہ واضح کیا، مخلوق کو نصیحت کی، اسلام کو شہرت دی، بتوں کو توڑ ڈالا، احکام کو ظاہر کیا، حرام سے منع کیا،

الْحَرَامَ وَ عَمَّ بِالْاَنْعَامِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ فِيْ كُلِّ مَحْفَلٍ وَ مَقَامٍ اَفْضَلَ

اور نعمتوں کو عام کر دیا، اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی آل پر ہر مجلس اور ہر مقام میں افضل ترین رحمت اور

الصَّلٰوةِ وَ السَّلَامِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ عَوْدًا وَّ بَدْءًا ۝ صَلٰوةً تَكُوْنُ

سلامتی نازل فرمائے' اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی آل پر اولاً اور آخراً رحمت نازل فرمائے' ایسی رحمت جو

ذَخِيْرَةً وَّ وِرْدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ صَلٰوةً تَامَّةً زَاكِيَةً وَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ذخیرہ اور وظیفہ ہو' اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی اولاد پر کامل اور پاکیزہ رحمت نازل فرمائے' اللہ تعالیٰ ان پر

وَ عَلٰى اٰلِهٖ صَلٰوةً يَّتْبَعُهَا رَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّ يَعْقُبُهَا مَغْفِرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ ۝

اور ان کی آل پر ایسی رحمت نازل فرمائے جس کے پیچھے راحت اور آسانی ہو' اور اس کے پیچھے مغفرت اور رضا ہو'

وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى اَفْضَلِ مَنْ طَابَ مِنْهُ النِّجَارُ وَ سَمَا بِهِ الْفَخَارُ وَ اسْتَنَارَتْ

اللہ تعالیٰ اس ذات اقدس پر رحمت نازل فرمائے جن سے نسب کو پاکیزگی ملی' قابل تعریف صفات بلند ہوئیں'

بِنُوْرِ جَبِيْنِهِ الْاَقْمَارُ ۝ وَ تَضَاءَلَتْ عِنْدَ جُوْدِ يَمِيْنِهِ الْغَمَائِمُ وَ الْبِحَارُ سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا

ان کی پیشانی کے نور سے چاند روشن ہوئے' ان کے دست کرم کی سخاوت کے آگے بادل اور دریا ہیچ ہو گئے' ہمارے آقا اور نبی

مُحَمَّدِ نِ الَّذِيْ بِبَاهِرِ اٰيَاتِهٖ اَضَاءَتِ الْاَنْجَادُ وَ الْاَغْوَارُ وَ بِمُعْجِزَاتِ اٰيَاتِهٖ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جن کی روشن آیتوں سے بلند اور پست زمینیں جگمگا اٹھیں اور جن کی آیتوں کے معجزات

نَطَقَ الْكُتُبُ وَ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ

قرآن پاک اور متواتر حدیثوں نے بیان کئے' اللہ تعالیٰ ان پر' ان کی آل اور ان کے اصحاب پر رحمتیں نازل فرمائے

الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا لِنُصْرَتِهٖ وَ نَصَرُوْهُ فِيْ هِجْرَتِهٖ فَنِعْمَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَ نِعْمَ

فرمائے جنہوں نے آپ کی امداد کے لئے ہجرت کی اور آپ کی ہجرت میں امداد کی' پس مہاجر اور انصار کتنے اچھے تھے؟

الْاَنْصَارُ صَلٰوةً نَّامِيَةً دَآئِمَةً مَا سَجَعَتْ فِيْ اَيْكِهَا الْاَطْيَارُ وَ هَمَّعَتْ

ایسی رحمت جو روز افزوں ترقی پر اور ہمیشہ ہو جب تک پرندے اپنے جنگلوں میں چہچہائیں اور موسلا دھار

بِوَبْلِهَا الدِّيْمَةُ الْمِدْرَارُ ضَاعَفَ اللّٰهُ عَلَيْهِ دَائِمَ صَلَوَاتِهٖ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ

بارش اور قوت کے ساتھ برسے' اللہ تعالیٰ اپنی دائمی رحمت کو ان پر دوگنا فرمائے' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت

عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ

محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی پاکیزہ اور بزرگ

الْكِرَامِ صَلٰوةً مَّوْصُوْلَةً دَائِمَةَ الْاِتِّصَالِ بِدَوَامِ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ○

آل پر ایسی رحمت نازل فرما جو مسلسل ہو اور وہ ہمیشہ کے لئے صاحب جلال اور بخشش کے دوام سے متصل ہو'

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ هُوَ قُطْبُ الْجَلَالَةِ وَ شَمْسُ النُّبُوَّةِ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما جو بزرگی کے قطب' نبوت ورسالت

وَالرِّسَالَةِ وَالْهَادِیْ مِنَ الضَّلَالَةِ وَالْمُنْقِذُ مِنَ الْجَهَالَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ

کے آفتاب' گمراہی سے ہدایت کی طرف لے جانے والے' اور جہالت سے نجات دینے والے ہیں' اللہ تعالیٰ ان پر رحمت

وَ سَلَّمَ صَلٰوةً دَائِمَةَ الْاِتِّصَالِ وَالتَّوَالِیْ مُتَعَاقِبَةً بِتَعَاقُبِ الْاَیَّامِ وَاللَّیَالِیْ ○

وسلامتی نازل فرمائے ایسی رحمت جو ہمیشہ مسلسل اور پے در پے ہو اور دنوں اور راتوں کی گردش کے ساتھ جاری رہے۔

ل (قَاهِرِ) اس کا معنی غالب ہے (الْمُضَادِّیْنَ) یعنی مخالفین اور وہ مشرکین ہیں۔ (مُبِیْدِ) اس کا معنی ہے ہلاک کرنے والے (الْكَافِرِیْنَ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے منکروں کو ہلاک کرنے والے--- اپنی تلوار سے' لشکروں سے اور دعا سے (وَقَاتِلِ الْمُشْرِكِیْنَ) مشرکین کو براہ راست اپنے دست اقدس سے قتل کرنے والے' جیسے اُبَی بْنَ خَلَفَ اور اپنے لشکروں کے ذریعے' یہ غزوات اور سرایا بہت ہیں' کچھ مشرک میدان جنگ میں مارے گئے اور کچھ بحالت گرفتاری مثلاً عقبہ ابن ابی معیط' نضر بن الحارث قول مشہور کے مطابق طُعَیْمَہ ابن عدی یہ بنی نوفل بن عبد مناف بن قصی میں سے تھا' ایک قول کے مطابق' اسی طرح ابن عزۃ جمحی اور معاویہ بن المغیرہ ابن ابی العاصی اور عبد اللہ بن خنظل اور جو اس کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر اور بنو قریظہ میں سے قتل کئے گئے' اور نبی اکرم ﷺ نے اپنی ملت میں اپنی امت کے لئے اسے مشروع فرمایا' چنانچہ مسلمان کفار سے جہاد کرتے ہیں اور انہیں قتل کرتے ہیں کیونکہ آپ نے ان کے لئے قیامت تک جہاد مشروع فرمایا ہے۔

(قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ اِلٰى جَنَّاتِ النَّعِیْمِ) نسخہ سہلیہ میں حضرت مولف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے اصلاح کی گئی ہے' اس میں جَنَّاتَ صیغہ جمع ہے' اس کے علاوہ بعض معتمد نسخوں میں جَنَّةِ صیغہ مفرد کے ساتھ ہے (وَجُوَارِ الْكَرِیْمِ) جیم پر پیش ہے' اس کے نیچے زیر بھی پڑھ سکتے ہیں' اس کا معنی ہے ملازمت اور قرب' کیونکہ جنت دائمی وصال کی جگہ ہے (جُوَارَ کا عطف جَنَّاتِ پر ہے) بعض علماء نے کہا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور آخرت میں قرب کے درمیان فرق ہے' اس قرب سے مراد کرامت' رحمت اور فضل و احسان کا قرب ہے (قرب مکانی مراد نہیں ہے۔ ۱۲ قادری) (صَاحِبِ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ) یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے عموماً مصاحب رہے ہیں' کیونکہ ان کے پاس وحی لے کر آتے رہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ کے خصوصی صاحب ہیں' کیونکہ لغت میں صاحب کا معنی ہے کسی کو لازم پکڑنے والا اور اس کے معاملے میں عمل دخل رکھنے والا' نبی اکرم ﷺ کا جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ ایسا ہی تعلق تھا' کیونکہ وہ آپ کے پاس بکثرت آمدورفت رکھتے تھے' وہ

پیش آنے والے واقعات اور حوادث کے مطابق تھوڑا تھوڑا قرآن پاک لے کر نازل ہوتے تھے' تیئیس (۲۳) سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

جبریل علیہ السلام کے نزول کی تعداد

"صاحب تنبیہہ الانام" نے بیان فرمایا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس بیس ہزار چار سو مرتبہ نازل ہوئے' علامہ تتائی نے شرح رسالہ میں اپنے شیخ الفخر الحافظ الدیمی کے املاء سے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس نازل ہونے کی تعداد کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت آدم کے پاس بارہ مرتبہ' حضرت ادریس کے پاس چار مرتبہ' حضرت نوح کے پاس پچاس مرتبہ' حضرت یعقوب کے پاس چار مرتبہ' حضرت ابراہیم کے پاس چالیس مرتبہ' حضرت موسیٰ کے پاس چار سو مرتبہ' حضرت ایوب کے پاس تین مرتبہ' حضرت عیسیٰ کے پاس دس مرتبہ (علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ہمارے نبی مکرم ﷺ کے پاس چوبیس ہزار مرتبہ تشریف لائے۔

جبریل علیہ السلام کی حاضری دربار نبوی میں

شیخ مرعشی کے پوتے شیخ ابو عبد اللہ العمری کی کتاب "لفظ الدر بانامل الکف" میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت آدم کے پاس اکیس مرتبہ' حضرت نوح کے پاس تینتیس (۳۳) مرتبہ' حضرت ابراہیم کے پاس اڑتالیس مرتبہ' حضرت یوسف کے پاس چار مرتبہ' حضرت موسیٰ کے پاس اکتیس (۳۱) مرتبہ اور سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس چار لاکھ بیس مرتبہ تشریف لائے' علامہ القلقشندی نے فرمایا: کہ وہ پانچ اولوالعزم رسولوں کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس صرف خواب میں آیا کرتے تھے' پانچ اولوالعزم رسولوں کے پاس خواب اور بیداری دونوں حالتوں میں آیا کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جبریل علیہ السلام من وجہ نبی علیہ السلام کے استاذ ہیں

بعض احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ذکر وصف صحبت کے ساتھ فرمایا ہے مثلاً حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں روح انور قبض کرنے کے لئے حاضر ہونے کے موقع پر حضرت ملک الموت کے اجازت لینے کا تذکرہ ہے' اس حدیث میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی تو فرمایا: ہمارے بھائی اور ہمارے صاحب جبرائیل کہاں ہیں؟ (الحدیث) دیگر روایات میں خَلِیْلِیْ وَ حَبِیْبِیْ کے الفاظ ہیں' لیکن یہ روایات کمزور ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ایک حدیث روایت کی ہے' اس میں ہے کہ یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہر نبی کے پاس ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اس

کی وحی لے کر آتا رہا ہے' آپ کے صاحب کون ہیں؟ فرمایا: جبرائیل علیہ السلام' یہ حدیث اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو چار وزیروں سے تقویت دی گئی' ان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا بھی ذکر فرمایا (یاد رہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسل ملائکہ میں سے ہیں' امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ مبارکہ "اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفے والآل والاصحاب" میں بیان کیا کہ وہ من وجہ نبی اکرم ﷺ کے استاد ہیں' اس لئے ان کا احترام اور ان کے مقام و مرتبہ کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے' بعض واعظ حضرات ان کے بارے میں واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے نامناسب انداز اختیار کر جاتے ہیں' انہیں احتیاط کرنی چاہئے' ۱۲ قادری)

(وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ) اس سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں' لہٰذا اس کا عطف صاحب پر ہے نہ کہ جبریل پر' کیونکہ صفت کا عطف موصوف پر نہیں ہوتا' اس کی تائید حضرت مصنف کے بعد والے قول سے ہوتی ہے (وَشَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ) کیونکہ اس سے مراد بغیر کسی شک اور شبہے کے نبی اکرم ﷺ ہی ہیں (وَغَایَةِ الْغَمَامِ) اس سے مراد بھی نبی اکرم ﷺ ہیں' الغمام کا معنی بادل ہے اور اس کی غایت جس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کو تشبیہ دی گئی ہے بارش ہے۔ ایک دوسری معتمد روایت میں بارش کی تصریح کر دی گئی ہے' اس میں وَغَیْثِ الْغَمَامِ' گویا یہ روایت دوسری روایت کی تفسیر ہے' نبی اکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں اَلْغَیْثُ گزر چکا ہے' الغیث (بارش) مخلوق کے لئے مددگار' رحمت' شہروں اور بندوں کے لئے زندگی اور اصلاح ہے' ایک معتبر روایت میں وَغِیَاثِ الْغَمَامِ بھی واقع ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں غیاث بھی گزر چکا ہے۔

نبی اکرم ﷺ ہدایت' نور اور رحمت لائے' مخلوق کو (دائمی) ہلاکت سے بچایا' کفر کے سبب مرے ہوئے دلوں کو ایمان کے ذریعے نئی زندگی اور زینت بخشی اور ان کی اصلاح فرمائی' ان اوصاف عالیہ کی بنا پر آپ کو بارش سے تشبیہ دی گئی ہے' کیونکہ بارش شہروں کو زندگی اور زیب و زینت بخشتی ہے' ان کی اصلاح کرتی ہے اور مخلوق کو ہلاکت سے بچاتی ہے۔ نیز نبی اکرم ﷺ مخلوق کے وجود کی غایت اور نتیجہ ہیں' آپ نبوت کی غایت ہیں اور آپ بعثت سے پہلے صادر ہونے والے ارہاصات (خرق عادت امور) کی غایت ہیں' جس طرح بارش بادل کی غایت ہے' اس کا ثمرہ اور فائدہ ہے۔ چونکہ مخلوق سے مقصود بالذات نبی اکرم ﷺ ہی ہیں' آپ ہی مخلوقات کی روح اور ان کے وجود کا راز ہیں' اس لئے یوں سمجھیں کہ مخلوق کی حیثیت بادل کی سی ہے جس کا مقصد اور فائدہ بارش کا نازل ہونا ہے' مشہور نسخے میں جو غیث کی جگہ غایۃ کا لفظ لایا گیا ہے اس کی وجہ یہی ہے۔

(وَقَمَرِ التَّمَامِ) تاء پر زبر ہے' زیر بھی پڑھی جاتی ہے۔ اس کا معنی ہے چاند کے نور کا چودھویں رات کو مکمل ہونا (چودھویں کے چاند' ۱۲ ق) (مِنْ اَظْهَرِ جِبِلَّةٍ) اس کا معنی ہے امت اور جماعت' جیم کے نیچے زیر اس پر پیش بھی پڑھ سکتے ہیں اور باء ساکن (اجبلۃ) ایک صورت یہ ہے کہ جیم اور باء کے نیچے زیر ہو اور لام مشدد (جس طرح متن میں ہے) یہ مجرور ہے کیونکہ یہ ماقبل کا مضاف الیہ ہے۔ (صَلَاةً دَائِمَةً عَلَى الْاَبَدِ) یعنی وہ صلوٰۃ جو ابد کے مصاحب ہو اور اس کے دوام کے ساتھ ہمیشہ رہے (یعنی اس جگہ علیٰ بمعنی مع ہے' ۱۲ ق) (غَیْرَ مُضْمَحِلَّةٍ) ایسی رحمت جو ختم اور فنا ہونے والی نہ ہو (صَلٰوۃً یَتَجَدَّدُ) پے در پے ہو اور منقطع نہ ہو (بِهَا) اس صلوٰۃ و رحمت کے سبب (حُبُوْرُهٗ) آپ کا سرور' قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ حبور کے پہلے حرف پر زبر

ہے' جب کہ دلائل الخیرات کے نسخوں میں پیش کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے۔ (وَ يُنْشَرُ) یاء پر پیش اور راء مشدد' صیغہ مجہول کے ساتھ' یاء پر زبر اور راء پر پیش بھی پڑھ سکتے ہیں' اب یہ صیغہ معلوم ہو گا۔ اس کا معنی پہلی صورت میں بلند کیا جائے اور دوسری صورت میں بلند ہو۔ (بِهَا) یہ باء سببیہ ہے (اِلَی الْمِیْعَادِ) وعدے کے پورا ہونے کے دن یا جگہ (یعنی یہ وزن تو اسم آلہ کا ہے لیکن معنی ظرف مکان ہے یا زمان' ۱۲ قادری) (بَعْثَهٗ وَنُشُوْرَهٗ) دونوں مترادف ہیں' مطلب یہ ہے آپ کی حیات اقدس۔

ے (فَصَلَّى اللّٰهُ) یہ فاء عاطفہ ہے (اَلْاَنْجُمِ الطَّوَالِعِ) یہ جمع ہے طَالِعٌ کی' یہ استعارہ ترشیحیہ ہے (یعنی اَنْجُمٌ (استعارے) مشبہ بہ ہے' مراد اس سے مشبہ یعنی آل پاک ہے یہ استعارہ مصرحہ ہوا' مشبہ بہ کے عوارض غیر لازمہ الطوالع کا ذکر ترشیحیہ ہے' ۱۲ قادری) یہ بھی احتمال ہے کہ آل پاک کو مطلق ستاروں سے تشبیہ نہ دی گئی ہو' بلکہ اس وقت ستاروں سے تشبیہ دی گئی ہے جب وہ طلوع ہوں اور موجودات ان کے ذریعے منور ہوں اور ہدایت پائیں (اس صورت میں تشبیہ میں زیادہ مبالغہ ہے' ۱۲ ق) (صَلَاةً تَجُوْدُ) ایسی رحمت جو بارش برسائے (عَلَيْهِمْ) یہ ضمیر نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پاک کی طرف راجع ہے (اَجْوَدُ) ایسی رحمت جو سرکار دو عالم ﷺ اور آپ کی آل پاک پر عظیم و جلیل بادل کی بارش کی طرح بارش برسائے' (اَجْوَدُ سے پہلے جَوْدٌ محذوف ہے) اور یہ مفعول مطلق ہے' ایک نسخے میں (اَجْوَدُ کی بجائے) جَوْدٌ ہے جس کا معنی ہے موسلادھار بارش' یعقوب بن السکیت نے کہا کہ ہر بارش کو جَوْدٌ کہا جاتا ہے' جیم پر زبر اور دال بے نقطہ (اَلْغُيُوْثِ) اس کا معنی بارشیں (اَلْهَوَامِعِ) یعنی بہنے اور برسنے والی' کہا جاتا ہے سَحَابٌ هَمِعٌ بروزن کَتِفٌ یعنی برسنے والا بادل۔

حضرت ابوبکر و عمر پوری امت پر بھاری ہیں

ے (اَرْسَلَهٗ) یہ جملہ مستانفہ ہے (مِنْ اَرْجَحِ الْعَرَبِ مِيْزَانًا) اس سے مراد قریش ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی عقلیں بھی بہترین ہیں اور قدر و منزلت کے لحاظ سے بھی وہ اہم ترین ہیں' میزان سے یہی مراد ہے' اور اگر وزن کو نیکیوں کے وزن یا قوت ایمان پر محمول کیا جائے تو پھر وہ صحابہ کرام مراد ہیں جن کا تعلق قریش سے ہے' اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پوری امت پر بھاری ہیں اور اگر وزن کو اوصاف جمیلہ کے گننے پر محمول کیا جائے تو تمام لوگ قریش کے تابع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قریش کے فضائل

ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جحفہ میں خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا ہم تمہاری جانوں سے زیادہ تمہارے قریب نہیں ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا' جی ہاں! فرمایا: ہم حوض پر تمہارے پیش رو منتظم ہوں گے اور تم سے دو اشیاء (۱) قرآن پاک اور (۲) اپنی عزت (اولاد) کے بارے میں پوچھیں گے' تم قریش سے آگے نہ بڑھو' اور نہ ان سے پیچھے رہو' گمراہ ہو جاؤ گے' قریش کے ایک مرد کی طاقت دوسرے دو مردوں کے برابر

ہے، عقل و دانش میں قریش پر برتری نہ جتلاؤ' وہ تم سے زیادہ سمجھ دار ہیں' اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ قریش فخر و غرور میں مبتلا ہو جائیں گے تو ہم انہیں بتاتے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی قدر و منزلت کیا ہے؟ قریش کے بہترین افراد تمام' انسانوں کے بہترین افراد اور قریش کے شریر ترین افراد تمام انسانوں کے شریر ترین افراد ہیں' قریش ہی باکمال انسان ہیں۔

خطبہ جمعہ میں قریش کی فضیلت

حلیۃ الاولیاء ہی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ دیا' فرمایا: اے لوگو! قریش کو آگے رکھو ان سے آگے نہ بڑھو' قریش سے علم سیکھو' انہیں علم نہ سکھاؤ' قریش کے ایک مرد کی قوت دوسروں کے دو مردوں کے برابر ہے' ان کے ایک مرد کی امانت دوسروں کے دو مردوں کی امانت کے برابر ہے' اسی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! قریش کو ہدایت عطا فرما' کیونکہ ان کے ایک عالم کا علم زمین کے تمام طبقات کے لئے کافی ہے' اے اللہ! تو نے ان کے ابتدائی حصے کو عذاب چکھایا تو اس کے آخر کو اپنا انعام چکھا' نیز اسی میں روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش کو گالی نہ دو' کیونکہ ان کا ایک عالم زمین کے تمام طبقوں کو علم سے بھر دے گا' اے اللہ! تو نے ان کے ابتدائی حصے کو عذاب اور وبال چکھایا ہے' ان کے آخر کو انعام چکھا دے۔ یہ روایت بھی اسی میں ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ایک قریشی کے لئے دوسروں کے دو مردوں کے برابر طاقت ہے' ایک شخص نے ابن شہاب سے پوچھا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا: رائے کی قوت (یعنی عقل و دانش میں وہ دوسروں سے بڑھ کر ہیں' ۱۲ قادری) اسی میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عتبہ ابن غزوان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش کے ایک مرد کی قوت دوسروں کے دو مردوں کے برابر ہے۔

پس حضرت مصنف کے قول اَرْجَحِ الْعَرَبِ مِیْزَانًا اور اس کے بعد اوصاف سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اس سے مراد خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو یہ اس بنا پر ہے کہ مِنْ زائدہ ہے اس مذہب کے مطابق جس میں مِنْ کے زائدہ ہونے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اسم تفضیل کی اضافت لفظی ہے اور معنوی نہیں ہے ان لوگوں کے مذہب پر جو اس کے قائل ہیں تو ہم اسے تسلیم نہیں کریں گے' کیونکہ اس وقت مِنْ حال میں زائد ہوگا جب کہ وہ اس کے قائل نہیں ہیں' جیسے کہ المغنی میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عربوں میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ

(وَاَوْضَحِهَا بَيَانًا وَ اَفْصَحِهَا لِسَانًا) اس میں شک نہیں ہے کہ قریش سب عربوں سے زیادہ فصیح و بلیغ اور اپنا مافی الضمیر واضح کرنے پر زیادہ قادر ہیں' حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جسے امام طبرانی نے روایت کیا اس طرف اشارہ

کرتی ہے۔ اور وہ یہ ہے: ہم تم سب سے زیادہ فصیح ہیں اور ہم تمام عرب سے زیادہ فصیح ہیں' ہم قریش میں پیدا ہوئے اور ہم نے بنی سعد بن بکر میں پرورش پائی تو ہماری گفتگو میں خطا کہاں سے آئے گی؟

اعلیٰ و ارفع ایمان والے حضرات

(وَاَشْمَخِهَا اِيْمَانًا) اور سب عربوں سے اعلیٰ و ارفع ایمان والے..... اس میں بھی کوئی خفا نہیں ہے' قریش کے ایمان کی قوت و عظمت اور رفعت و جلالت کا اندازہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ایمان کے بعد خلفاء اربعہ' پھر عشرہ مبشرہ کے باقی صحابہ' پھر دیگر جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہ کرام مثلاً حضرت حمزہ ابن عبد المطلب' جعفر بن ابی طالب' مصعب بن عمیر' عثمان بن مظعون' ابو سلمہ ابن عبد الاسد' خالد بن ولید' حضرت ام المومنین خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان سے اندازہ لگایئے' یہ حضرات جاہلیت میں بھی بہترین انسان تھے اور اسلام میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اور ہمیں ان کی اور دیگر تمام صحابہ کرام کی محبت پر موت عطا فرمائے۔

(وَاَعْلَاهَا مَقَامًا) کیونکہ قریش بلند ہمت تھے (وَاَحْلَاهَا كَلَامًا) اور کلام میں بہت شیریں ---- کیونکہ وہ فصاحت و بلاغت میں بلند مقام رکھتے تھے' ان کے اخلاق حسین' عقلیں اور سینے وسیع' اور وہ نرم مزاج تھے' وہ ہر شخص سے ایسے طریقے پر گفتگو کرتے تھے جو اس کے لائق اور مناسب ہوتا اور جسے اس کی عقل برداشت کر سکتی' اس کا دل خوش ہوتا اور اس کے دل میں جذبات محبت موجزن ہو جاتے۔ (وَاَوْفَاهَا ذِمَامًا) نقطے والے ذال کے نیچے زیر' اس کا معنی ہے حرمت (اور بزرگی) (جب نبی اکرم ﷺ کا قبیلہ سب عربوں سے بزرگی میں اعلیٰ تھا اور آپ سب قریش سے بزرگی میں اعلیٰ ہیں اور عرب دوسرے لوگوں سے افضل ہیں' تو آپ تمام مخلوق سے بزرگی میں اعلیٰ ہوئے' اسی لئے حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ عربوں نے جو نہایت سچا شعر کہا ہے' وہ شاعر کا یہ شعر ہے:

وَمَا حَمَلَتْ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا   اَعَفَّ وَاَوْفٰى ذِمَّةً مِنْ مُحَمَّدٍ

کسی اونٹنی نے اپنے کجاوے پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ پاک دامن اور بزرگی والا نہیں اٹھایا۔

لیکن اونٹنیاں تو عموماً خاص طور پر عربوں کی سواریاں ہوتی ہیں' لہٰذا قصیدہ بردہ کے شعر میں اس حیثیت سے زیادہ عموم اور مدح ہے۔

(علامہ بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاِنَّ لِيْ ذِمَّةً مِّنْهُ بِتَسْمِيَتِيْ   مُحَمَّدًا وَّ هُوَ اَوْفَى الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ

چونکہ میرا نام محمد رکھا گیا ہے' اس لئے میرے لئے آپ کا عہد ہے اور آپ تمام مخلوق سے زیادہ عہد وں کو پورا کرنے والے ہیں' ﷺ' ۱۲ قادری)

(وَاَصْفَاهَا رَغَامًا) راء پر زبر اور نقطے والی غین مخفف' اس کا معنی مٹی ہے۔ یہ اشارہ ہے نبی اکرم ﷺ کے نسب شریف

کی پاکیزگی اور طہارت کی طرف، اور اس طرف اشارہ ہے کہ آپ پاکیزہ ترین مٹی سے پیدا ہوئے کیونکہ آپ قریش میں سے ہیں اور ان کا اصل شرافت والا اور مکرم ہے، وہ اپنے نسب کی مکمل پاسداری کرتے تھے، حضرت مصنف رحمہ تعالیٰ اس سے پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ آپ ان میں سے بھی برگزیدہ ہیں، انہوں نے کہا تھا: اَلْمُصْطَفٰى مِنْ مُّصَاصِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ نے قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے ہمیں منتخب فرمایا، تو ہم بہترین افراد سے بہترین افراد کی طرف منتقل ہوتے رہے۔

؎ (فَاَوْضَحَ الطَّرِيْقَةَ) پس آپ نے طریقہ اسلام کو واضح فرمایا--- فاء عاطفہ ہے اَرْسَلَهٗ پر عطف کے لئے یا سببیہ ہے اور یہ فاء نتیجہ ہے (وہ فاء جو نتیجہ پر آتی ہے، ۱۲ ق) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عربوں میں سے بھیجا جو سابقہ اوصاف سے موصوف ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ نے طریقہ اسلام کو واضح فرمایا اور آئندہ کام انجام دیئے جو اس کے بعد مذکور ہیں۔

بتوں کو توڑنے والے

(وَشَهَرَ) حاء کو مخفف بھی پڑھ سکتے ہیں اور مشدد بھی (الْاِسْلَامَ) اور اسلام کا اعلان کیا، اسے واضح کیا اور بیان کیا، یہاں تک کہ تمام لوگوں پر ظاہر ہو گیا۔ اور اس میں کوئی خفاء اور اشکال نہ رہا (وَكَسَرَ) سین کو مخفف بھی پڑھ سکتے ہیں اور مشدد بھی اور اس جگہ تشدید ہی راجح ہے (الْاَصْنَامَ) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں (۱) بتوں کا حقیقتہ توڑنا مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ آپ نے حسی طور پر بتوں کو توڑ دیا۔ (۲) بتوں کی عبادت کو باطل کرنا مراد ہے، یہ بھی ان کے توڑنے اور خاتمے کے مترادف ہے، کیونکہ جو شرعاً معدوم ہے وہ حساً معدوم کی طرح ہے، بتوں کی عبادت کو باطل کرنے سے بھی ان کا حسی طور پر توڑنا لازم آتا ہے، اور اسی طرح ہوا، بتوں کو حسی طور پر توڑ دیا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن بت توڑے اور آپ نے ان کے توڑنے اور جلا دینے کا حکم دیا، عرب کے جن شہروں میں بت تھے وہاں صحابہ کرام کو بھیج کر ان کا خاتمہ کیا، انصار وغیرہم نے اسلام لانے کے بعد اپنے بت توڑ دیئے۔

(وَاَظْهَرَ) یعنی واضح کیا اور بیان کیا (الْاَحْكَامَ) یعنی احکام شریعت کو (وَحَظَرَ) نقطے والی ظاء مخففہ یعنی منع فرمایا، اسی سے ہے: وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (الاسراء، ۱۷/۲۰) اور آپ کے رب کی عطا منع کی ہوئی نہیں ہے۔ بعض نسخوں میں ہے حَذَّرَ نقطے والے مشدد ذال کے ساتھ جس کا معنی ہے ڈرسنایا، بعض طلبہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایک ایسے نسخے میں یہ لفظ ذال کے ساتھ ہی پایا جس پر حضرت مصنف کی تحریر تھی۔ پھر میں نے ایک نسخہ دیکھا جس میں ذال کے ساتھ تصحیح کی گئی تھی، اس نسخے کا مقابلہ نسخہ سہلیہ کے ساتھ کیا گیا تھا اور اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی اصلاح خود حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی تھی (الْحَرَامَ) حلال کے مقابل ہے۔

(وَعَمَّ بِالْاِنْعَامِ) اور انعام میں اپنے تمام متبعین کو شامل فرمایا، مفعول بہ کو مبالغہ کے لئے حذف کیا گیا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ تمام موجودات یہاں تک کہ کافروں کو بھی انعام سے بہرہ ور فرمایا، کافروں پر انعام یہ فرمایا کہ ان سے عذاب موخر کر دیا گیا،

انہیں دنیا میں نعمتوں سے مستفید ہونے کا موقع دیا گیا' انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا گیا' ڈر سنایا گیا اور انہیں نصیحت کی گئی' انہوں نے آپ کا انعام قبول نہ کیا' بلکہ رد کر دیا' انعام ہمزے کے نیچے زیر' اَنْعَمَ کا مصدر ہے' اور دینی' دنیاوی اور اخروی انعامات کو شامل ہے' اس جگہ صرف دینی انعام مراد ہے' کیونکہ وہی فوری طور پر ذہن میں آتا ہے اور آپ اصالۃ اسی کے ساتھ مبعوث ہوئے' لہٰذا اس جگہ انعام مومن کے ساتھ خاص ہو گا- واللہ تعالیٰ اعلم

امت کے بہترین افراد کی صفت

(فِیْ کُلِّ مَحْفِلٍ) بروزن مجلس' لوگوں کے اکٹھے ہونے کی جگہ (وَ مَقَامٍ) قیام کی جگہ' گویا حضرت مصنف نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر ہمیشہ رحمتیں نازل فرمائے' لوگوں کے اجتماع کی ہر جگہ اور ہر مکان میں جہاں وہ قیام کریں' جیسے کہ وہ ان سے مطلوب ہے- واللہ تعالیٰ اعلم- (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ عَوْدًا وَّ بَدْءً ا) اسی طرح تمام نسخوں میں ہے' بخاری شریف میں بعض سلف کی ایک عبارت ہے جو اس عبارت سے ملتی جلتی ہے' حلیۃ الاولیاء میں ایک مسند حدیث ہے جس میں امت کے بہترین افراد کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: یَشْتَاقُوْنَ اِلَیْہِ عَوْدًا وَّ بَدْءً ا وہ اللہ تعالیٰ کا شوق رکھیں گے اولاً و آخراً- یہ دونوں مصدر ہیں جو حال کی جگہ واقع ہیں- عَوْدٌ مصدر ہے عَادَ یَعُوْدُ سے جس کا معنی لوٹنا ہے' بَدْءٌ مصدر ہے بَدَأَ کا جس کا معنی ہے شروع کرنا' معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ پر ایسی رحمت نازل فرمائے جو پے در پے اور مسلسل ہو' جب ایک رحمت نازل ہو چکے تو دوسری نازل ہونے لگے-

علماء نے رَجَعَ عَوْدَہٗ عَلٰی بَدْئِہٖ اور رَجَعَ عَوْدًا عَلٰی بَدْءٍ کے کئی معانی بیان کئے ہیں (۱) فلاں شے کا آخر اس کے اول کی طرف لوٹ آیا' (۲) یہ معنی ہے کہ فلاں شے واپس ہوئی اس حال میں کہ وہ اس وقت لوٹ رہی ہے (۳) یہ معنی ہے کہ وہ فلاں شے اپنے راستے پر لوٹ آئی (۴) یہ مطلب ہے کہ اس شے نے جانے کا سلسلہ منقطع نہیں کیا' بلکہ اسے واپسی کے ساتھ ملا دیا' چار نسخوں میں جن کے بارے میں گمان ہے کہ وہ صحیح ہیں' یہ الفاظ اس طرح ہیں بَدْءً ا وَّ عَوْدًا' یہ طریقہ سجع کے مناسب ہے اور اس لئے بھی مناسب ہے کہ وجود میں ابتدا پہلے ہے اور عود (لوٹنا) بعد میں ہے-

(صَلَاۃً تَکُوْنُ ذَخِیْرَۃً) وہ رحمت جو ہمارے لئے ذخیرہ ہو جسے ہم قیامت کے دن کے لئے جمع کر کے رکھیں' ذخیرۃ نقطے والے ذال کے ساتھ (وَّوِرْدًا) واؤ کے نیچے زیر' یہ فِعْلٌ کا وزن ہے مَفْعُوْلٌ کے معنی میں ..... یعنی اس رحمت کے ثواب اور فضیلت کو ہم حاضر ہوں اور اس سے نفع حاصل کریں اور لطف اندوز ہوں جس طرح پیاسا جب پانی کے پاس پہنچتا ہے تو اس سے لطف اندوز ہوتا ہے' پس جس کے پاس حاضر ہوتا ہے' وہ نفس صلوٰۃ کا ثواب ہے' تو یہ مجاز مرسل ہے' یعنی ذکر سبب کا کیا گیا ہے اور مراد مسبب ہے' یا صلوٰۃ کے ثواب کو اس پانی کے ساتھ بطور استعارہ تشبیہ دی گئی ہے جس کے پاس پیاسا جاتا ہے' ایک مستند نسخے میں ہے وِرْدًا یعنی وہ صلوٰۃ مددگار' قوت اور سہارا ہو' یہ نسخہ سجع میں حضرت مصنف کے قول کے موافق ہے عَوْدًا وَّ بَدْءً ا

(صَلٰوۃٌ تَامَّۃٌ) رحمت کاملہ (زَاکِیَۃٌ) نشو و نما پانے والی (صَلَاۃٌ یَّتْبَعُھَا) تاء ساکن' ایک نقطے والی باء پر زبر' دوسری صورت یہ ہے کہ تاء مشدد ہو باء کے نیچے زیر ہو' ایسی رحمت کہ اس کے بعد اور متصل راحت آئے (رَوْحٌ) پہلے حرف پر زبر' راحت' رحمت' وسعت اور فرحت' ایک جماعت نے یہ لفظ اس طرح پڑھا ہے فَرُوْحٌ راء پر پیش کے ساتھ اس کا معنی ہے رحمت' بعض نے کہا ہمیشگی (وَرَیْحَانٌ) اس کا اطلاق کئی معانی پر ہوتا ہے (۱) رزق (۲) استراحت (۳) مطلقاً خوشبو (۴) معروف پودا (نیازبو) (۵) ہر سبز تصور کی جانے والی اچھی خوشبو والی چیز--- اس جگہ مراد اگر استراحت ہے تو ریحان وہ چیز ہے جس کی طرف انسانی نفوس شوق رکھیں اور اس سے خوشی محسوس کریں" اور اگر اس کا معنی خوشبو ہے تو یہ نعمت کی دلیل ہے' اور اگر معروف پودے کا نام ہے یا ہرا اچھی خوشبو والی بوٹی کا نام ہے تو مقصود یہ ہے کہ جنت کا ریحان مل جائے۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول روح و ریحان میں ایک قسم کی تجنیس ہے۔

۵ (وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی اَفْضَلِ) بعض نسخوں میں لفظ افضل نہیں ہے' یہ درود شریف: وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی اَفْضَلِ مَنْ طَابَ مِنْہُ النِّجَارُ وَسَمَابِہِ الْفَخَارُ سے لے کر وَھَمَعَتْ بِوَبْلِھَا الدِّیْمَۃُ الْمِدْرَارُ تک ابوالمطرف ابن عمیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ سے ماخوذ ہے' جو انہوں نے ابو زکریا ابن عبد الواحد بن ابی حفص کو لکھ کر بھیجا تھا' اور یہ ان کے رسائل کے مجموعے میں پہلا رسالہ ہے' البتہ! اس جگہ لکھے گئے درود شریف اور اس رسالہ کے درمیان کچھ الفاظ کا اختلاف ہے۔

(مَنْ طَابَ) جن سے پاکیزہ ہوا یا حسین ہوا (مِنْہُ) اسی طرح نسخہ سہلیہ اور ابن عمیرہ کے رسالہ میں ہے۔ بعض صحیح نسخوں میں اس کی جگہ بِہٖ ہے۔ مِنْ ابتدائیہ ہے اور باء ظرفیہ ہے' یہ بھی احتمال ہے کہ مِنْ تعلیلیہ ہو اور باء سببیہ ہو' مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا نسب اور آپ کے آباء و اجداد کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی بہترین اور طیب و طاہر افراد بنایا' تاکہ ان میں سے صاف ستھری ہستی پیدا فرمائے' بہترین اصل اور افضل ترین نسب سے' یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ حضرات نبی اکرم ﷺ کے وجود اور ظہور کے بعد مشرف ہوئے' اس لئے کہ آپ ان سے پیدا ہوئے' کیونکہ اس سلسلے میں وارد ہونے والی احادیث اس معنی کے خلاف ہیں' احادیث سے پتا چلتا ہے کہ آپ بہترین افراد سے بہترین افراد کی طرف منتقل ہوتے رہے' اور جب بھی دو جماعتیں بنیں آپ بہتر جماعت میں تھے' اور آپ وقتاً فوقتاً انسانوں کی بہترین قسموں میں بھیجے جاتے رہے' یہاں تک کہ آپ اس جماعت سے پیدا ہوئے جس میں سے آپ تھے' جب آپ کو کچھ لوگوں سے اس قسم کی بات پہنچی (کہ آپ کے آباء و اجداد اصحاب فضیلت نہ تھے۔ ۱۲ قادری) تو آپ ناراض ہوئے اور منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو اپنے نسب کی شرافت و فضیلت کی یاد دہانی کرائی' اس حدیث کو بزار وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور حاکم نے حضرت ربیعہ ابن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(النِّجَارُ) نون کے نیچے زیر' اس پر پیش بھی پڑھ سکتے ہیں اور جیم مخفف' اس کا معنی ہے اصل اور جائے پیدائش' حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے نسخہ سہلیہ میں اس جگہ اپنے قلم سے لکھا ہے کہ اس کا معنی نسب ہے' ابن ابی عمر عدنی اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک قریش اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بصورت نور حاضر تھے' فرشتے اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے تھے' جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو وہ نور ان کی پشت میں ڈال دیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم علیہ السلام کی پشت میں زمین کی طرف اتارا' پھر مجھے حضرت نوح اور ابراہیم علیہما السلام کی پشت میں منتقل کیا' پھر اللہ تعالیٰ مجھے معزز پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا' یہاں تک کہ مجھے میرے والدین سے پیدا کیا' جو کبھی فحاشی پر جمع نہیں ہوئے' اسی طرف حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اشارہ کیا' وہ فرماتے ہیں:

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَ فِي ... مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَق

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ ... اَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَق

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السُّفُنَ وَقَدْ ... اَلْجَمَ نَسْرًا وَ اَهْلَهُ الْغَرَق

تُنْقَلُ مِنْ صُلْبٍ اِلَى رَحِمٍ ... اِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَق

ولادت باسعادت سے پہلے آپ (جنت کے) سایوں میں خوش تھے اور ایسے خزانے (جنت) میں تھے جہاں پتے لپیٹے جاتے تھے' پھر آپ زمین کے شہروں میں اترے' اس وقت آپ نہ تو انسانی لباس میں تھے اور نہ ہی گوشت اور منجمد خون کی صورت میں تھے' بلکہ مادۂ حیات کی صورت میں تھے' کشتیوں (پشتوں اور رحموں) پر سوار ہوتے تھے' نسر اور اس کے اہل کو غرق نے گھیر رکھا تھا۔ آپ پشت سے رحم کی طرف منتقل کئے جاتے تھے' جب ایک جہان گزر جاتا تھا تو ایک اور طبقہ ظاہر ہو جاتا تھا۔

آپ ﷺ کے نسب کا تمام سلسلہ پاک ہے

شیخ ابو عثمان سعید العقبانی نے علامہ بوصیری کے قول "اَبَانَ مَوْلِدُهُ عَنْ طِيْبِ عُنْصُرِهٖ" کی شرح میں فرمایا: عُنْصُرِ سے مراد اصل ہے' اس اصل کی پاکیزگی مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی صورت بنائی' اسی لئے جب منی کے پاک ہونے میں علماء کا اختلاف ہوا تو اکثر علماء نے اس نطفہ کو مستثنیٰ کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کی صورت پیدا کی' اور اس مادے کو اختلاف سے خارج قرار دیا (یعنی علماء نے فرمایا: کہ اس میں اختلاف نہیں ہے' بلکہ وہ بالاتفاق پاک ہے۔ ۱۲ق) انتہی اور اگر کہا جائے کہ وہ تمام نطفے پاک تھے جن سے آپ کے تمام آباء کرام حضرت آدم علیہ السلام تک پیدا کئے گئے اور انہیں اختلاف سے خارج قرار دیا جائے تو بعید نہیں ہو گا' اور آپ کے نسب کا تمام سلسلہ پاک ہو گا' نبی اکرم ﷺ کے بلند و بالا مقام و مرتبہ اور آپ کی عظیم طہارت کے لائق ہو گا' جیسے کہ کہا گیا ہے کہ آپ انسان ہیں لیکن دوسرے انسانوں کی طرح نہیں ہیں۔ آپ مادۂ حیات سے پیدا ہونے میں تو دوسرے انسانوں کی طرح ہیں' اس کے باوجود اس معاملے میں بھی ان کی مثل نہیں ہیں' کیونکہ آپ کی ولادت اس طیب و طاہر پانی سے ہوئی جو کبھی نجس نہیں ہوا اور نہ ہی کبھی میلا ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کے آباء کرام کی پشتوں کو جو طیب و طاہر اور مکرم کہا گیا ہے اس کا اشارہ اسی طرف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ جن حضرات

ے نزدیک مادۂ منویہ مطلقاً پاک ہے انہوں نے اپنے اس موقف پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (الآیہ) کیونکہ وہ مادہ بعینہٖ متغیر ہوتا ہے اور انسانی صورت میں بدل جاتا ہے' اس جگہ عزت و کرامت سے استدلال زیادہ موزوں ہے' کیونکہ آباء کرام کو اس عزت و کرامت سے موصوف کیا گیا جو ان کے ساتھ مخصوص ہے' یہ اس کرامت کے علاوہ ہے جو آیت کریمہ میں (تمام انسانوں کے لئے ہے) اور خود پشتوں کو اس وصف سے موصوف کیا گیا۔ تعالیٰ اعلم۔

(وَسَمَا) اور بلند و بالا ہوا (بِهِ) اسی طرح نسخہ سہلیہ میں ہے' ابن عمیرہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔ ... معتمد نسخوں میں اس کی جگہ بِهٖ منہٗ ہے' ان کے معانی میں گفتگو وہی ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے (الْفَخَارُ) فاء پر زبر' خاء مخفف' سرداری کی وہ صفت جن کی مدح کی جائے (وَاسْتَنَارَتْ بِنُوْرٍ) ابن عمیرہ کے ہاں وَاسْتَنَرَتْ ہے بیزؔ سے اور اس کا معنی مخفی ہوتا ہے' نیز النُّوْرِ لام کے ساتھ ہے (جَبِيْنِهٖ) اس کا تثنیہ جَبِيْنَيْنِ ہے' یہ پیشانی کے دو کنارے ہیں' ابروؤں اور کنپٹیوں کے درمیان وہ حصہ جو بالوں کے اگلے حصے کی طرف بلند ہوتا ہے۔

(الْأَقْمَارُ) اس میں چند احتمال ہیں (۱) سورج' چاند اور ستارے مراد ہیں (۲) سورج اور چاند (۳) صرف چاند مراد ہے' آخری صورت میں جمع کا صیغہ تعظیم یا مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے' یا اس لئے کہ اس کا ہر گوشہ قمر ہے۔۔۔ حضرت مصنف کی مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے حسن و جمال' دلکشی اور کمال' اور نہایت روشن ہونے کی توصیف ہے' انہوں نے بیان کیا ہے کہ چاند آپ سے نور کی خیرات مانگتے ہیں' حالانکہ چاندوں کی چمک دمک معلوم ہے' اس مطلب کی تاکید یوں کی کہ مستنیر ہونے کو صیغہ ماضی سے تعبیر کیا' (جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ معرض ظہور میں آ چکا ہے' ۱۲ قادری) عام طور پر (حسین چہروں کو) چاندوں سے تشبیہ دی جاتی ہے' حضرت مصنف نے اس جگہ صرف تشبیہ کو نہیں اپنایا (چاندوں کو آپ کے چہرہ اقدس سے تشبیہ دی ہے) بلکہ یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ چاند آپ کی طرف محتاج ہیں اور آپ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں' آپ کو چاندوں پر فوقیت حاصل ہے جو اصل کو فرع پر' مفید کو مستفید پر اور بذاتہ نورانی کو غیر سے نور حاصل کرنے والے پر ہوتی ہے' علامہ بیضاوی نے اپنی کتاب طوالع کے خطبہ میں کہا: "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مَا اَضَاءَ الْبَدْرَ الْمُنِيْرَ ضِيَائُهٗ" اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل پر رحمتیں نازل فرمائے' جب تک چودھویں کے چاند کو آپ کی ضیاء روشن کرتی رہے۔

(امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ~

یہ جو مہر و ماہ پہ اطلاق آیا نور کا
بھیک ان کے در کی ہے اور استعارہ نور کا

جناب اعظم چشتی نے کہا:

چاند سے تشبیہ دینا یہ کوئی انصاف ہے؟
چاند کے منہ پر سیاہی' ان کا چہرہ صاف ہے

(۱۲ قادری)

سمندر اور بادل آپ کی سخاوت کے سامنے بے بس ہیں

(وَتَضَاءَلَتْ) یعنی چھوٹے ہو گئے اور قاصر رہ گئے (عِنْدَ جُوْدِ يَمِيْنِهِ الْغَمَائِمُ) نسخہ سہلیہ اور دیگر بہت سے نسخوں میں اسی طرح ہے' ابن عمیرہ کے ہاں بھی اسی طرح ہے۔ غَمَامَةٌ کی جمع ہے' کچھ معتمد نسخوں میں اَلْغَمَامُ ہے' یہ غَمَامَةٌ کا اسم جنس ہے (بادل) (وَالْبِحَارُ) آپ کے دائیں ہاتھ کی سخاوت کے آگے بادل اور سمندر قاصر رہ گئے۔۔۔ اور آپ کی کوششوں کے آگے بادل اور سمندر کیوں نہ قاصر رہ جائیں؟ اس لئے کہ جود و سخاوت کا تو وجود ہی آپ کے ہاتھوں پر ظاہر ہونے کے لئے تھا' اور سخاوت کا تعارف ہی آپ کی بدولت ہوا' پس آپ جود و سخا کے بحر اعظم اور بخشش و عطا کے ابر بے مثال ہیں۔ اَسَيِّدُنَا وَ نَبِيُّنَا بعض نسخوں میں وَ مَوْلَانَا کا اضافہ ہے' ابن عمیرہ کے ہاں نہیں ہے' نسخہ سہلیہ اور اکثر نسخوں میں بھی نہیں ہے۔ (مُحَمَّدٌ نِ النَّبِيُّ بِبَاهِرِ) یعنی غالب (آيَاتِهِ) جمع ہے آیت کی جس کا معنی علامت ہے' مطلب یہ ہے کہ آپ کی غالب علامات کے سبب (اس وقت بَاهِرِ کی اضافت آیات کی طرف از قبیل اضافۃ الصفۃ الی الموصوف ہوگی' ۱۲ ق) یا یہ مطلب ہے کہ آپ کی آیات کے غالب نور کے سبب اَوِالْمُرَادُ بِنُوْرِ آيَاتِهِ الْبَاهِرِ اس صورت میں موصوف (نور) حذف کر دیا گیا ہے' کیونکہ وہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے' جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ (اَلدُّرُوْعَ) موصوف محذوف ہے۔ ق) آیات سے مراد یا تو وہ آیات ہیں جن کی تلاوت کی جاتی ہے (یعنی قرآنی آیات) یا معجزات مراد ہیں یا دونوں ہی مراد ہیں' ابن عمیرہ کے ہاں بِبَاهِرِ اِيَاتِهِ مقصورہ ہمزے کے نیچے زیر اِيَابٌ بروزن کتاب کا معنی ہے سورج کی شعاع۔

(أَضَاءَتِ الْأَنْجَادُ) معتمد اور صحیح نسخے میں اسی طرح ہے' یہ نجد کی جمع ہے۔ جس کا معنی ہے بلند زمین' یا بلاد حجاز کا وہ حصہ جو پست نہیں ہے (وَالْأَغْوَارُ) غَوْرٌ کی جمع جس کا معنی ہے پست زمین یا یہ تہامہ اور یمن سے متصل علاقہ ہے' اَنْجَادٌ اور اَغْوَارٌ جمع کا صیغہ اس لئے لائے ہیں کہ ان کا ہر گوشہ یا ہر جگہ نجد یا غور ہے' دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ نجد کی جمع تو اس لئے لائے ہیں کہ یہ کئی جگہوں کا نام ہے اور غور کی جمع نجد کی تبعیت میں اس اعتبار سے لائے ہیں کہ اس کے اطراف اور مقامات متعدد ہیں۔۔ واللہ تعالیٰ اعلم' نبی اکرم ﷺ کی آیات سے روشن ہونے کے سلسلے میں خاص طور پر اَنْجَادٌ اور اَغْوَارٌ (بلند اور پست زمینوں) کا ذکر اس لئے کیا کہ یہ عرب کے شہر اور ان کا جزیرہ ہے' جہاں خصوصیت کے ساتھ نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے' اسی لئے تورات میں ہے: اللہ طور سیناء سے آیا' ساعین سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑوں سے ظاہر ہوا' فاران سے مکہ مکرمہ مراد ہے' جہاں نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

کتاب شعیاء علیہ السلام میں خوشخبری

اسی طرح کتاب شعیاء میں خوشخبری دی گئی ہے' اللہ رب العزت کے مکہ معظمہ پر جلوہ فرما ہونے اور اس پر اپنی عنایت کے ظاہر کرنے اور اس کے نور کی طرف امتوں کے سفر کرنے اور اس کے طلوع کی روشنی کی طرف بادشاہوں کے متوجہ ہونے کی'

بعض قدیم کتابوں میں بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرب کے پہاڑ پر ایک نور اتارے گا جو مشرق و مغرب کو بھر دے گا' اور وہ نور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نبی عربی امی کی صورت میں پیدا ہو گا' ان پر آسمانوں کے ستاروں اور زمین کی بانات کی تعداد میں لوگ ایمان لائیں گے۔

(وَبِمُعْجِزَاتِ آيَاتِهِ) یہ صفت کی اضافت ہے موصوف کی طرف' یعنی آپ کی عاجز کر دینے والی آیات کو قرآن پاک نے بیان کیا۔۔۔۔ یہ نسخہ سہلیہ وغیرہ میں اسی طرح ہے' ابن عمیرہ کے ہاں بھی اسی طرح ہے' ایک نسخے میں ہے وَبِمُعْجِزَاتِهِ وَآيَاتِهِ اس میں عام کا عطف ہے خاص پر۔ (نَطَقَ الْكِتَابُ) یعنی قرآن پاک نے گزشتہ اور آئندہ غیبی امور کی خبر دی' مثلاً چاند کا دوبارہ ہونا' سفر معراج اور مومنوں' مشرکوں اور منافقوں کے ان اقوال کی خبر دینا جو نبی اکرم ﷺ سے خفیہ اور چھپ کر کہے گئے تھے اساس میں ہے کہ بطور مجاز کہا جاتا ہے كِتَابٌ نَاطِقٌ اور بِذٰلِكَ نَطَقَ الْكِتَابُ اَمْسِى (وَتَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ) تَتَابَعَتْ کا معنی ہے پے درپے آئی ہیں حدیثیں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تواتر کا اصطلاحی معنی مراد ہو اور وہ یہ ہے کہ اتنی تعداد میں لوگ روایت کریں کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا عادتاً محال ہو' اول سے آخر تک ہر درجے میں اتنی تعداد ہو اور آخر میں جس کی طرف منسوب ہو' نبی اکرم ﷺ کے تمام معجزات اگرچہ شخصی طور پر تو متواتر نہیں ہیں' لیکن معنوی طور پر متواتر ہیں اور افراد معجزات میں پائی جانے والی قدر مشترک حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے' الْأَخْبَارُ جمع ہے خبر کی جس کا معنی حدیث ہے۔

مہاجرین وانصار صحابہ

(اَلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا) قبیلہ قریش وغیرہ سے تعلق رکھنے والے حضرات نے اپنے وطنوں کو چھوڑا اور اپنے شہروں سے نکلے (لِنُصْرَتِهِ) لام اجلیہ ہے (وَ نَصَرُوْهُ فِيْ هِجْرَتِهِ) اور وہ حضرات جنہوں نے حالت ہجرت میں آپ کی خدمت کی۔۔۔۔ یہ قبیلہ اوس اور خزرج کے خوش قسمت حضرات تھے' اس جگہ موصول محذوف ہے (اصل عبارت اس طرح تھی وَالَّذِيْنَ نَصَرُوْهُ فِيْ حَالِ هِجْرَتِهِ) اگر موصول کو محذوف نہ مانا جائے تو دونوں جملوں سے صرف مہاجرین مراد ہوں گے انصار مراد نہیں ہوں گے' حالانکہ ایسا نہیں ہے' اس کی دلیل حضرت مصنف کا یہ قول ہے (فَنِعْمَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَ نِعْمَ الْأَنْصَارُ) مہاجرین وہ حضرات صحابہ تھے جنہوں نے آپ کی خدمت کے لئے ہجرت کی اور انصار وہ صحابہ کرام تھے جنہوں نے آپ کی ہجرت کے حال میں خدمت کی' اس سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ ان کے کلام میں مہاجرین اور انصار دو الگ الگ گروہ ہیں۔

(صَلَاةً نَامِيَةً) ایسی رحمت جو مبارک اور پاکیزہ ہو (مَاسَجَعَتْ) جب تک اپنی طرب انگیز آوازیں بار بار نکالتے رہیں (الْأَيْكُهَا) جمع ہے اَيْكَةٌ کی' جس کا معنی ہے جنگل اور ہر وہ جگہ جہاں گھنے درخت ہوں وہ اَيْكٌ ہے (الْأَطْيَارُ) پرندے۔

(وَ هَمَعَتْ بِوَبْلِهَا) اور اپنی موسلادھار بارش برسائے (الدِّيْمَةُ) دال کے نیچے زیر' گرج اور چمک کے بغیر مسلسل اور پرسکون بارش' اس کی جمع ہے دِيَمٌ اس جگہ حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ الدِّيْمَةُ کا معنی بارش ہے اور جمع ہے الدِّيَمُ' اس تفسیر کی نسبت حضرت مصنف کی طرف کی گئی ہے۔ (الْمِدْرَارُ) چھاجوں برسنے والی بارش (ضَاعَفَ اللّٰهُ عَلَيْهِ دَائِمَ صَلَوَاتِهِ) یہ صفت کی

اضافت موصوف کی طرف ہے' اصل عبارت یوں ہے صَلَوَاتِهِ الدَّائِمَةِ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر دوگنی رحمتیں نازل فرمائے۔

(صَلَاةً مَوْصُوْلَةً) ایسی رحمت جو متصل ہو (دَائِمَةَ الْاِتِّصَالِ) ایسا اتصال ہو جو ہمیشہ رہے۔ (هُوَ قُطْبُ الْجَلَالَةِ) کسی بھی شے کا قطب وہ ہے جس پر اس کا دارو مدار ہو' اَلْجَلَالَةُ کا معنی عظمت اور بلندی شان ہے۔۔۔۔ پس نبی اکرم ﷺ کی عظمت و جلالت انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ آپ پر ہی عظمت کا دارو مدار ہے' کائنات میں اگر کوئی جلیل ہے تو آپ ہی کی جلالت کے صدقے میں ہے' آپ کی ہیبت و منزلت کے آگے سر خم' آپ کا ادب کرنے والا اور آپ سے متعلق ہے' قطب کی اضافت جلالت کی طرف یا تو فی کے معنی میں ہے (یعنی وہ کہ جلالت میں قطب اعظم ہیں) یا بمعنی لام ہے اور مضاف مقدر ہے' یعنی اہل جلالت کے قطب۔

(وَشَمْسِ النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ) یعنی جن کی نبوت و رسالت سورج کی طرح ہے' سورج کے ساتھ تشبیہ دینے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) سورج میں قوی نورانیت ہے' نبی اکرم ﷺ نور الانوار' سرالاسرار اور دنیا اور آخرت میں خلیفہ اکبر ہیں' آپ ہی کا علم مخلوق میں تقسیم کیا گیا' آپ ہی کے اخلاق سے مخلوق کے امام' تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں' آپ ہی صاحب الوسیلہ ہیں' بلند درجہ اور مقام محمود بھی آپ ہی کا ہے' آپ ہی پر تمام نعمتوں کی تکمیل ہوئی' جود و کرم کے تمام حلے آپ ہی کو پہنائے گئے۔ آپ ہی محبت عظمیٰ کے مقام کے لئے مختص ہیں' آپ ہی تمام مخلوق کے لئے رسول مطلق ہیں' لہٰذا آپ ہی نورانیت کے آفتاب ہیں اور آپ ہی روشنی اور ظہور میں غالب ہیں۔

(۲) ستارے جو انسانوں کے ہدایت پانے اور آسمان دنیا کی زینت کے لئے بنائے گئے ہیں وہ سب سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں' اور اس سے مدد لیتے ہیں' تمام کاملین کی ذوات جو انوار و اسرار کا محل ہیں' ہدایت پانے کے پہاڑ اور وجود کی زینت ہیں' وہ سب نبی اکرم ﷺ سے مدد لینے والے' آپ کے نور اور علم و حکمت سے استفادہ کرنے والے ہیں' علامہ شرف الدین بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا ۔۔۔ فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا ۔۔۔ يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

○ رسولان گرامی جتنے معجزات لائے وہ آپ ہی کے نور سے ان تک پہنچے۔

○ کیونکہ آپ فضیلت کا آفتاب ہیں' دوسرے انبیاء کرام ستارے ہیں' جو آپ ہی کے انوار کو اندھیروں میں لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ (علامہ فاسی نے صرف پہلا مصرع نقل کر کے البیتیں کہہ کر اشارہ کر دیا تھا' راقم نے دونوں شعر بھی نقل کر دیئے ہیں' ۱۲ قادری)

ایک احتمال یہ ہے کہ مراد یہ ہو کہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کی نسبت دیگر انبیاء و مرسلین (علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ

والسلام) کی طرف ایسے ہی ہے جیسے سورج کی نسبت باقی ستاروں سے' پس آپ آفتاب نبوت و رسالت ہیں اور دیگر انبیاء کرام نبوت کے ستارے ہیں' اس اعتبار سے یہ فقرہ ماقبل قُطْبُ الْجَلَالَةِ کی طرح ہو گا' واللہ تعالیٰ اعلم۔ شمس مرفوع ہے' اس کا عطف قطب پر ہے' اس کا اَلَّذِیْ پر بھی عطف ہو سکتا ہے' لہٰذا جو کچھ اس میں جائز ہے شمس میں بھی جائز ہے' موصوف کی موافقت کے اعتبار سے زیر پڑھ سکتے ہیں' موصوف سے منقطع کر کے پیش اور زبر دونوں پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح بعد میں آنے والے اَلْهَادِیْ اور اَلْمُنْقِذُ کا حکم ہے' فرق یہ ہے کہ ان تینوں توابع میں اعراب لفظاً ہو گا اور ان کے متبوع (اَلَّذِیْ) میں محلاً ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مُتَعَاقِبَةٌ) پے در پے ایک صلاۃ کے بعد دوسری صلوٰۃ (بِتَعَاقُبِ) باء بمعنی مَعَ یعنی سمیت پے در پے آنے (الْاَیَّامِ وَاللَّیَالِیْ) دنوں اور راتوں کے---- مطلب یہ ہے کہ رہتی دنیا تک' اَللَّیَالِیْ جمع ہے لَیْلٌ کی خلاف قیاس' اَللَّیْلُ صیغہ واحد کا ہے اور معنی جمع کا۔ اس کا واحد لَیْلَةٌ ہے' جیسے تَمْرٌ اور تَمْرَةٌ۔

اَلْحِزْبُ الثَّامِنُ فِيْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

آٹھواں حزب پیر کے دن

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الزَّاهِدِ رَسُوْلِ الْمَلِكِ الصَّمَدِ الْوَاحِدِ

اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ 'دنیا سے بے نیاز نبی' بادشاہ' بے نیاز واحد حقیقی کے رسول'

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً دَائِمَةً اِلٰى مُنْتَهَى الْاَبَدِ بِلَا انْقِطَاعٍ وَّلَا

اللہ تعالیٰ ان پر ایسی رحمت نازل فرمائے جو زمانہ کی آخری جز تک منقطع اور ختم ہوئے بغیر ہمیشہ

نَفَادٍ صَلٰوةً تُنْجِيْنَا بِهَا مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

جاری رہے' ایسی رحمت ہو کہ تو ہمیں اس کے سبب جہنم کی گرمی اور برے ٹھکانے سے نجات دے' اے اللہ! ہمارے آقا

سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ صَلٰوةً لَّا يُحْصٰى لَهَا عَدَدٌ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نبی امی اور ان کی آل پر اتنی رحمتیں اور سلام نازل فرما جن کی گنتی نہ کی جا سکے اور

وَلَا يُعَدُّ لَهَا مَدَدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُكْرِمُ بِهَا مَثْوَاهُ

اس میں زیادتی نہ کی جا سکے' اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایسی رحمت نازل فرما جس کے ذریعے تو ان کی

وَتُبَلِّغُ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الشَّفَاعَةِ رِضَاهُ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا

آرامگاہ کی عزت میں اضافہ فرمائے اور اس کی بدولت قیامت کے دن شفاعت سے ان کی رضا کو پورا فرمائے' اے اللہ!

مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاَصِيْلِ السَّيِّدِ النَّبِيْلِ الَّذِيْ جَاءَ بِالْوَحْيِ وَالتَّنْزِيْلِ

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نبی عالی نسب' سردار' صاحب عظمت جو وحی اور قرآن پاک لائے'

وَاَوْضَحَ بَيَانَ التَّاوِيْلِ وَجَاءَهُ الْاَمِيْنُ سَيِّدُنَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْكَرَامَةِ

واضح طور پر تفسیر بیان کی' ان کے پاس سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام عزت اور فضیلت لائے

وَالتَّفْضِيْلِ وَاَسْرٰى بِهِ الْمَلِكُ الْجَلِيْلُ فِي اللَّيْلِ الْبَهِيْمِ الطَّوِيْلِ فَكَشَفَ لَهٗ

صاحب جلالت بادشاہ نے انہیں تاریک اور دراز رات میں سیر کرائی' پس ان کے لئے

الْبَاقِيْ عَنْ اَعْلَى الْمَلَكُوْتِ وَاَرَاهُ سَنَاءَ الْجَبَرُوْتِ وَنَظَرَ اِلٰى قُدْرَةِ الْحَيِّ الدَّائِمِ

عالم ملکوت کو منکشف فرمایا اور انہیں عالم جبروت کی بلندی دکھائی اور انہوں نے زندہ و پائندہ' باقی اور

الَّذِیْ لَایَمُوْتُ ○ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً مَّقْرُوْنَۃً بِالْجَمَالِ وَالْحُسْنِ

اس ذات کی قدرت دیکھی جسے موت نہیں، اللہ تعالیٰ ان پر ایسی رحمت نازل فرمائے جو حسن و جمال

وَالْکَمَالِ وَالْخَیْرِ وَالْاِفْضَالِ ○ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

خیر و کمال اور انعام کے ساتھ متصل ہو، اے اللہ! ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی

اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ الْاَقْطَارِ ○ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا

آل پر رحمتیں نازل فرما قطروں کی تعداد میں، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر

مُحَمَّدٍ عَدَدَ وَرَقِ الْاَشْجَارِ ○ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا

رحمتیں نازل فرما درختوں کے پتوں کی تعداد میں، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر

مُحَمَّدٍ عَدَدَ زَبَدِ الْبِحَارِ ○ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

رحمتیں نازل فرما سمندروں کی جھاگ کی مقدار میں، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما

عَدَدَ الْاَنْہَارِ ○ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ رَمْلِ

نہروں کی تعداد میں، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما جنگلوں اور چٹیل میدانوں

الصَّحَارٰی وَالْقِفَارِ ○ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ

کی ریت کی تعداد میں، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما پہاڑوں اور

ثِقْلِ الْجِبَالِ وَالْاَحْجَارِ ○ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

پتھروں کے بوجھ کی مقدار میں، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما

عَدَدَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاَھْلِ النَّارِ ○ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا

جنت اور دوزخ والوں کی تعداد میں، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما

مُحَمَّدٍ عَدَدَ الْاَبْرَارِ وَالْفُجَّارِ ○ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا

نیکوں اور بدکاروں کی تعداد میں، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما اس تعداد میں

مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا یَخْتَلِفُ بِہِ الَّیْلُ وَالنَّہَارُ ○ وَاجْعَلِ اللّٰھُمَّ صَلَاتَنَا عَلَیْہِ

کہ رات اور دن ایک دوسرے کے پیچھے آئے اور ان پر ہمارے درود کو (ہمارے لئے) آگ کے عذاب

حِجَابًا مِّنْ عَذَابِ النَّارِ وَ سَبَبًا لِّاِبَاحَةِ دَارِ الْقَرَارِ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝

سے پردہ اور جنت کے حلال ہونے کا سبب بنا، بے شک تو غالب اور بہت بخشنے والا ہے،

وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَ ذُرِّيَّتِهِ الْمُبَارَكِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی پاکیزہ آل، مبارک اولاد،

وَ صَحَابَتِهِ الْاَكْرَمِيْنَ وَ اَزْوَاجِهِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ صَلٰوةً مَّوْصُوْلَةً تَتَرَدَّدُ

معزز صحابہ اور حضور کی ازواج مطہرات مسلمانوں کی ماؤں پر مسلسل رحمتیں نازل فرمائے جو قیامت کے دن

اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الْاَبْرَارِ وَ زَيْنِ الْمُرْسَلِيْنَ الْاَخْيَارِ

تک پے در پے جاری رہیں، اے اللہ! رحمت نازل فرما نیکوں کے سردار، برگزیدہ مرسلین کی زینت، اور ان

وَ اَكْرَمِ مَنْ اَظْلَمَ عَلَيْهِ اللَّيْلُ وَ اَشْرَقَ عَلَيْهِ النَّهَارُ ۝ ثَلٰثًا ۝ اَللّٰهُمَّ يَا ذَا

لوگوں میں سے معزز ترین ہستی پر جن پر رات تاریک ہوئی اور دن روشن ہوا، تین بار پڑھے، اے اللہ! اے اس

الْمَنِّ الَّذِىْ لَا يُكَافٰى اِمْتِنَانُهٗ وَ الطَّوْلِ الَّذِىْ لَا يُجَازٰى اِنْعَامُهٗ

احسان والے جس کا بدلہ نہیں دیا جا سکتا اور اے بخشش والے جس کے انعام و احسان کا

وَ اِحْسَانُهٗ نَسْئَلُكَ بِكَ وَ لَا نَسْئَلُكَ بِاَحَدٍ غَيْرِكَ اَنْ تُطْلِقَ اَلْسِنَتَنَا

عوض نہیں دیا جا سکتا، ہم تجھ سے تیری ذات کے طفیل مانگتے ہیں کسی غیر کے وسیلے سے نہیں مانگتے

عِنْدَ السُّؤَالِ وَ تُوَفِّقَنَا لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَ تَجْعَلَنَا مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ

کہ تو قبر میں سوال کے وقت ہماری زبانوں کو جاری فرما، ہمیں نیک اعمال کی توفیق عطا فرما اور ہمیں زمین کے لرزنے اور زلزلوں

الرَّجْفِ وَ الزَّلَازِلِ يَا ذَا الْعِزَّةِ وَ الْجَلَالِ ۝ اَسْئَلُكَ يَا نُوْرَ النُّوْرِ قَبْلَ

کے دن امن والوں سے بنا، اے عزت و جلال والے! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے نوروں کے نور جو زمانوں

الْاَزْمِنَةِ وَ الدُّهُوْرِ ۝ اَنْتَ الْبَاقِىْ بِلَا زَوَالٍ ۝ الْغَنِىُّ بِلَا مِثَالٍ

اور مدتوں سے پہلے تھا، تو باقی ہے تجھے زوال نہیں، تو غنی ہے تیری کوئی مثال نہیں،

۝ الْقُدُّوْسُ الطَّاهِرُ الْعَلِىُّ الْقَاهِرُ الَّذِىْ لَا يُحِيْطُ بِهٖ مَكَانٌ وَّ لَا

تو وہ مقدس، پاک، بلند اور غالب ہے جسے کوئی مکان احاطہ نہیں کرتا اور کوئی زمانہ

يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ زَمَانٌ ○ اَسْئَلُكَ بِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا وَ بِاَعْظَمِ

اس پر مشتمل نہیں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے تمام حسین ترین ناموں کے طفیل، تیری بارگاہ میں

اَسْمَائِكَ اِلَيْكَ وَ اَشْرَفِهَا عِنْدَكَ مَنْزِلَةً وَّ اَجْزَلِهَا عِنْدَكَ ثَوَابًا وَ اَسْرَعِهَا مِنْكَ

تیرے عظیم ترین ناموں، تیرے دربار میں مرتبے میں شریف ترین ناموں، تیرے نزدیک بڑے ثواب والے اور تیرے ہاں

اِجَابَةً وَ بِاِسْمِكَ الْمَخْزُوْنِ الْمَكْنُوْنِ الْجَلِيْلِ الْاَجَلِّ الْكَبِيْرِ الْاَكْبَرِ الْعَظِيْمِ

جلد قبول ہونے والے ناموں کے وسیلے سے، اور تیرے پوشیدہ، مخفی نام کے طفیل جو بہت ہی جلیل القدر، بہت ہی بڑا اور

الْاَعْظَمِ الَّذِیْ تُحِبُّهٗ وَ تَرْضٰى عَمَّنْ دَعَاكَ بِهٖ وَ تَسْتَجِيْبُ لَهٗ دُعَاءَهٗ ○

بہت ہی عظیم ہے جسے تو محبوب رکھتا ہے اور جو تجھے اس نام سے پکارے اسے تو محبوب رکھتا ہے اور اس کی دعا قبول

اَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ

فرماتا ہے، اے اللہ! میں تجھ سے اس وسیلے سے دعا کرتا ہوں کہ تو معبود، بہت مہربان، بڑا احسان کرنے والا، آسمانوں

وَالْاَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالُ ○

اور زمینوں کا پیدا کرنے والا، بزرگی اور بخشش والا، ہر غیب اور شہادت کا جاننے والا اور بزرگ اور برتر ہے

ل (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الزَّاهِدِ) یہ آٹھویں حزب کی ابتدا ہے، اور یہ آخری حزب ہے۔ زہد کا معنی ہے اپنی مرضی سے نفس کا کسی شے سے بے رغبت ہونا اور گوشہ نشین ہونا، اس کے کئی مراتب اور درجات ہیں، درجات کا یہ فرق ہمت کی بلندی اور پستی کے اعتبار سے ہوتا ہے، ہمت کی بلندی اس نور کی بنا پر ہوتی ہے جو دل میں چمکتا ہے، تو اس کے لئے سینہ فراخ ہو جاتا ہے اور اس نور کی بنا پر یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ جس چیز میں رغبت کی گئی ہے وہ اس چیز سے افضل ہے جس سے بے رغبتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ تمام نوروں کا سرچشمہ ہیں، ہر نور آپ ہی سے پھوٹا اور ہر نور والے نے آپ ہی سے نور حاصل کیا، نیز آپ مطلقاً تمام مخلوق سے زیادہ علم رکھتے ہیں، لہٰذا آپ کی ہمت بھی سب سے بلند اور زہد بھی سب سے اعلیٰ ہے، آپ تمام زاہدوں کے سردار ہیں، اور جتنی آپ کی ہمت بلند ہے اتنا ہی آپ کا مقام بھی بلند ہے، چنانچہ آپ تمام جہانوں کے سردار ہیں، صوفیہ کے طریقے میں معلوم ہے کہ کوئی حال اور مقام حاصل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس سے بے رغبتی نہ ہو اور اس سے ہمت بلند نہ ہو، نبی اکرم ﷺ نے اعلیٰ ترین مقام تب ہی پایا جب کہ آپ نے زہد کا مکمل طور پر احاطہ کر لیا اور مکمل طور مقام عبودیت پر فائز ہو گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زہد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد تمام ماسوی اللہ تعالیٰ میں تھا' یعنی دنیا اور آخرت اور ان کی تمام محسوس اور معقول اشیاء سے بے رغبتی۔ آپ کو اپنے مولا کے سوا کسی کے ساتھ قرار نہ تھا' اور اس کے ماسوا کسی کی طرف توجہ بھی نہ تھی' اس سلسلے میں آپ کے مقام کو نہ جانا جاسکتا ہے اور نہ بیان کیا جاسکتا ہے' اسے وہی جانتا ہے جس نے آپ کو اس مقام کے ساتھ مختص کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی جو ادنیٰ زہد ہے اس پر یہ دلیل کافی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لوگوں سے قولی اور فعلی ایذاء برداشت کرتے تھے اور اپنی جان کی پروا نہیں کرتے تھے' آپ نے دنیاوی زندگی اور بقا پر موت اور دار آخرت کی طرف منتقل ہونے کو ترجیح دی' جب کہ آپ کو اس سلسلے میں اختیار دیا گیا تھا' آپ نے دنیاوی آسائشوں کو اختیار نہیں کیا' دنیا کی ہر نعمت آپ کی خدمت میں پیش کی گئی فتوحات بکثرت ہوئیں' لیکن آپ نے کسی چیز کو اپنے لئے جمع اور ذخیرہ نہیں کیا' جب آپ کی رحلت ہوئی تو آپ کی زرہ آپ کے اہل و عیال کے اخراجات کے سلسلے میں ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔ آپ دعا کیا کرتے تھے' اے اللہ! آل محمد کو اتنا رزق عطا فرما کہ ان کے جسم و جاں کا رشتہ برقرار رہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زمین کے خزانوں کی چابیاں دے کر آپ کے پاس بھیجا انہوں نے آپ کو پیشکش کی کہ تہامہ کے پہاڑ زمرد' یاقوت اور سونے چاندی کے بن کر آپ کے ساتھ چلیں۔ اور آپ کو اختیار دیا کہ آپ بادشاہ نبی بنیں یا عبد نبی' آپ نے نبی عبد ہونے کو پسند کیا اور اس امر کا انتخاب کیا کہ آپ ایک دن کھائے بغیر رہیں اور ایک دن سیر ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں زہد کی تفسیر صرف دنیا سے بے رغبتی کے ساتھ مناسب نہیں ہے' مواہب لدنیہ میں ہے کہ امام حلیمی نے شعب الایمان میں فرمایا: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کو ایسے وصف سے موصوف نہ کیا جائے جو لوگوں کے نزدیک کمزوروں کا وصف ہو' مثلاً یہ نہ کہا جائے کہ آپ فقیر تھے' بعض علماء نے تو آپ کے حق میں لفظ زہد کے اطلاق سے بھی منع کیا ہے' صاحب نثر الدر نے حضرت محمد بن واسع سے روایت کیا کہ انہیں کہا گیا کہ فلاں شخص زاہد ہے' انہوں نے فرمایا: دنیا کی کیا قدر ہے کہ اس سے بے رغبتی کی جائے (یعنی وہ بے رغبتی کے بھی قابل نہیں ہے) شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جب میں دنیا سے بے رغبتی اختیار کروں تو اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے اس کی تعظیم کی ہے۔ انتہی

پھر مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ وصف زاہد کے ذکر کے بارے میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ اس کا مقصد وہ ہے جو اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بھیجا کہ آپ کو نبی بادشاہ اور نبی عبد ہونے میں اختیار دیں' وہ آپ کے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائے اور آپ کے سامنے وہ کچھ پیش کیا جو انہوں نے پیش کیا' اس کی طرف اس سے پہلے حضرت مصنف نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا اَلنَّبِيِّ عَبْدِ اللّٰهِ اور اس جگہ اس قول سے اشارہ کیا اَلنَّبِيِّ الزَّاهِدِ' اس حدیث کو امام طبرانی نے سند حسن کے ذریعے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا'

امام ترمذی نے اس کا معنی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور اسی طرف علامہ بوصیری نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ ۔ عَنْ نَفْسِهٖ فَاَرَاهَا اَيَّمَا شَمَمِ

وَاَكَّدَتْ زُهْدَهٗ فِيْهَا ضَرُوْرَتُهٗ ۔ اِنَّ الضَّرُوْرَةَ لَا تَعْدُوْ عَلَى الْعِصَمِ

○ اور سونے کے بلند پہاڑوں نے آپ کی ذات اقدس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو آپ نے انہیں نہایت عالی ہمتی دکھائی۔

○ آپ کی ضرورت نے سونے کے پہاڑوں سے آپ کی بے رغبتی کو مضبوط کر دیا' بے شک ضرورت عصمتوں پر غالب نہیں آیا کرتی۔

ہر موجود شئی اسی ذات کی محتاج ہے

(وَسُوْلِ الْمَلِكِ) مَلِک کے لام کے نیچے زیر' اس کا معنی ہے ملک کا مالک یا وہ ذات جو اپنی ذات و صفات میں ہر موجود سے مستغنی ہے اور ہر موجود اس کا محتاج ہے' بعض علماء نے کہا کہ جو عزت اور ذلت دیتا ہے اور خود عزت ہی کے ساتھ موصوف ہے' اس اعتبار سے مَلِكُ فعلی اور سلبی صفت ہے' بعض نے کہا: مکمل قدرت والا' اس اعتبار سے یہ صفت قدرت کی طرف راجع ہے (الصَّمَدِ) اس ذات کو کہتے ہیں جس کا تمام حوائج میں قصد کیا جائے اور ہر حاجت میں اس کی طرف توجہ کی جائے بعض علماء نے کہا کہ وہ سردار جس کی طرف سرداری کی انتہا ہے' اس لئے کہ اس کا قصد کیا جاتا ہے۔ یہ معنی بھی پہلے معنی کی طرف راجع ہے' بعض نے کہا: جس کا پیٹ نہیں ہے' اس کے علاوہ بھی کئی اقوال ہیں۔ ابن عطیہ نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے' اس معنی کے اعتبار سے فَعِلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے' جیسے کہ زمخشری نے کہا (الْوَاحِدِ) وہ ذات جو انقسام اور تجزی اور کسی بھی محل میں حلول کرنے سے پاک ہے' وہ کسی شے کے مشابہ نہیں اور کوئی شے اس کے مشابہ نہیں ہے' اس کا کوئی مد مقابل نہیں' اس کا کوئی مددگار نہیں' مشیر نہیں (مسند امام احمد میں ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری امت کے بارے میں مشورہ فرمایا' یہ مشورہ بطور احتیاج نہیں' بلکہ بطور اعزاز تھا' ۱۲ قاری) اس کا کوئی مددگار نہیں' کوئی وزیر نہیں اور اس کی ذات و صفات' افعال اور ملک میں کوئی شریک نہیں ہے۔

(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً دَائِمَةً اِلٰى مُنْتَهَى الْاَبَدِ) بعض نسخوں میں اَلْاٰبَادِ الف کے ساتھ ہے' یہ مابعد کے سجع کے مناسب ہے۔ دنیا کے ابد کی انتہا دنیا کی انتہا کے ساتھ ہو جائے گی' البتہ! آخرت کے ابد کی کوئی انتہا نہیں ہے' پس ابد کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نو بہ نو نازل ہوتی رہے گی اور ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گی' بِلَا انْقِطَاعٍ) بغیر ختم ہونے کے' اس بنا پر حضرت مصنف کے قول اِلٰى مُنْتَهَى الْاَبَدِ سے مراد یہ نہیں کہ ابد کے لئے انتہا ہے' بلکہ یہ مراد ہے کہ اَبَدٌ کے ساتھ رحمت کا نزول بھی جاری رہے' حضرت مصنف کا قول بِلَا انْقِطَاعٍ ماقبل کی تفسیر ہے' اس بنا پر کہ باء تفسیر اور تصویر کے لئے ہے' یا یہ ماقبل سے بدل ہے' یا ایک صفت کے بعد دوسری صفت ہے (ایک صفت ہے دائمۃً اور دوسری صفت ہے بِلَا انْقِطَاعٍ' ۱۲

قادری) یا حال ہے' اور اگر صرف دنیا کا ابد مراد ہے تو مقصد یہ ہے کہ رحمت اپنی انتہا تک ہمیشہ رہے' انتہا سے پہلے نہ تو ختم ہو اور نہ ہی انقطاع حائل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (وَلاَ نَفَادٍ) اور بغیر فنا کے (صَلاَةً تُنْجِيْنَا بِهَا) اس صلوٰۃ کے سبب (مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ) جہنم کی تپش سے--- اور اس کی سردی سے' جہنم ذلت' عقاب اور عذاب کا مدار ہے' اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اس سے محفوظ رکھے (وَبِئْسَ الْمِهَادُ) اور وہ برا بستر ہے۔

(اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ سَلِّمْ) نسخہ سہلیہ میں اسی طرح ہے اس میں وَسَلِّمْ موجود ہے' بعض معتمد نسخوں میں نہیں ہے' جس نسخے میں موجود ہے اس کے مطابق یہ وہ درود شریف ہے جسے ابن ثابت نے کتابیہ میں روایت کیا ہے' یہ وہ درود شریف ہے جو جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔ یہ درود شریف اور اس کے فضائل اس سے پہلے بیان کئے جا چکے ہیں' اس درود شریف میں اس جگہ یہ اضافہ ہے (صَلاَةً لاَّ يُحْصٰى لَهَا عَدَدٌ) ایسی رحمت جس کی گنتی نہ کی جا سکے --- اس لئے کہ وہ کثیر ہے اور منقطع نہیں ہوتی (وَلاَ يُعَدُّ) اسی طرح نسخہ سہلیہ وغیرہ میں ہے' بعض نسخوں میں ہے وَلاَ يَنْقَطِعُ (لَهَا مَدَدٌ) کیونکہ وہ پے در پے اور ہمیشہ نازل ہوتی رہے۔

(تُكْرِمُ بِهَا مَثْوَاهُ) تو اس رحمت کے سبب آپ کی جائے قیام کی عزت میں اضافہ فرمائے (وَتُبَلِّغُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنِ ابْتِدَائِهٖ) ہے (الشَّفَاعَةِ رِضَاهُ) یہ تُبَلِّغُ کا مفعول ہے۔

آپ ﷺ کی نبوت تمام انبیاء سے پہلے ہے

(اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ الْأَصِيْلِ) یعنی خاندانی اخلاق اور مضبوط بزرگی میں مستغرق' جوہری نے کہا: رَجُلٌ اَصِيْلُ الرَّاْيِ مضبوط رائے والا شخص وَقَدْ اَصُلَ اِصَالَةً فلاں شخص نے مضبوط کیا مضبوط کرنا جیسے ضَخُمَ ضَخَامَةً. مَجْدٌ اَصِيْلٌ مستحکم بزرگی' جوہری نے مزید کہا: کہ کسائی نے کہا: کہ عرب کہتے ہیں: لاَ اَصْلَ لَهٗ وَلاَ فَصْلَ' اَلْاَصْلَ کا معنی ہے خاندانی فضائل اور فصل کا معنی ہے زبان انتہی' ایک احتمال یہ ہے کہ اِصَالَه فِي النُّبُوَّةِ مراد ہو' نبی اکرم ﷺ کی نبوت میں اصالت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نبوت تمام انبیاء سے پہلے ہے' اور آپ انبیاء کرام علیہم السلام کی پشتوں میں ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے' یہاں تک کہ آپ بحیثیت نبی پیدا ہوئے' جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کی تفسیر میں روایت کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(السَّيِّدِ النَّبِيْلِ) یہ نَبَلٌ سے مشتق ہے' نون پر پیش' اس کا معنی ہے ذکاوت' نجابت' فضیلت اور شرافت (الَّذِيْ جَاءَ بِالْوَحْيِ) جو بعثت کے وقت وحی کے ساتھ تشریف لائے' وحی سے مراد ہے قرآن پاک اور اس کے علاوہ (یعنی وحی متلو اور غیر متلو) (وَالتَّنْزِيْلِ) اس سے مراد قرآن پاک ہے (وَاَوْضَحَ بَيَانَ التَّاْوِيْلِ) اور قرآن پاک کی تفسیر بیان فرمائی (وَجَاءَهُ الْاَمِيْنُ) اور آپ کے پاس وہ آئے جو وحی پر امین ہیں (جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْكَرَامَةِ وَالتَّفْضِيْلِ) یہ باء مصاحبت کے لئے ہے' یعنی کرامت اور تفضیل کے ساتھ کہ وہ وحی' نبوت اور رسالت ہے' یا یہ خبر کہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق سے

زیادہ معزز اور سب اولین و آخرین سے افضل ہیں اور آپ کی امت معزز ہے اور اسے تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے' واللہ تعالٰی اعلم (وَ اَسْرٰی بِہٖ) یہ اِسْرَاءٌ سے ہے جس کا معنی ہے رات کے وقت سفر کرنا' کہا جاتا ہے سَرٰی' اِسْتَرٰی اور اَسْرٰی' فلاں نے خود سیر کی اور غیر نے اسے سیر کرائی' اَسْرٰی بہٖ اور سَرٰی بہٖ متعین میں اَسْرٰی لازم بھی ہو سکتا ہے اور متعدی بھی' اصل عبارت یوں ہوگی کہ فرشتوں نے آپ کو سیر کرائی' جس طرح کہ ابن عطیہ نے آیت کی تفسیر میں کہا ہے' یا براق نے آپ کو سیر کرائی' جیسے سہیلی نے آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

(اَلْمَلِكُ) لام کے نیچے زیر' ایک معتبر نسخے میں ہے اَلْمَالِكُ میم کے بعد الف کی زیادتی کے ساتھ' علامہ بیضاوی نے الف کے ساتھ اَلْمَالِكُ کے بارے میں کہا کہ وہ ہے جو اس چیز میں تصرف کرے جس میں تصرف ممکن ہے جس طرح مالک اپنی مملوکہ چیز میں تصرف کرتے ہیں' یہ بھی کہا کہ مالک وہ ہے جو اعیان مملوکہ (موجودات خارجیہ جو ملک میں ہوں) میں جیسے چاہے تصرف کرے' یہ ملک سے مشتق ہے' اور بغیر الف کے مَلِكُ وہ ہے جو مامورین (جن کو حکم دیا جائے) میں امر اور نہی سے تصرف کرے' یہ ملک سے مشتق ہے' علامہ بیضاوی نے کہا کہ مَلِكُ میں وہ تعظیم ہے جو مالک میں نہیں ہے۔ یہ اَسْرٰی کا فاعل ہے' میں نے ایک معتبر نسخے میں پایا: اِلَى الْمَلِكِ' ملک سے پہلے حرف جر کی زیادتی کے ساتھ' اس کے مطابق اَسْرٰی کا فاعل وہ ضمیر ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف راجع ہے (اَلْجَلِیْلُ) وہ ذات جو جلال' عظمت' کبریائی اور اپنے ماسوا پر غلبے کی صفات سے موصوف ہے' بعض علماء نے کہا کہ اس کا معنی ہے وہ ذات جس کی شان عظیم ہو اور جس کا حکم ظاہر ہو' کوئی اس کے برابر نہ ہو اور کوئی اس کی ذات' صفت' اسم اور فعل میں اس کے قریب بھی نہ ہو۔

سیاہ رات کو طویل کہنے کی وجہ

(فِی اللَّیْلِ الْبَہِیْمِ) سیاہ رات میں (اَلطَّوِیْلِ) رات کو طویل کہنے کی کئی وجہیں ہیں (۱) سیاہ ہونے کی بنا پر طبیعت کے منافی ہوتی ہے' اسی لئے بیمار آدمی اسے طویل محسوس کرتا ہے (۲) وہ اسباب سے فارغ ہو کر بیٹھنے اور سکون کا وقت ہے' تو جو شخص اسباب میں مشغول ہونے اور حرکت کا ارادہ کرتا ہے' یا کسی سے ملاقات کرنا چاہتا ہے یا اسے طبیعت کے ناموافق گھر میں رات گزارنی پڑتی ہے تو وہ اس رات کو طویل محسوس کرے گا' عرب ناپسندیدہ چیز کو طویل اور خوشی کے دنوں کو مختصر قرار دیتے ہیں۔ رہا سفر معراج تو اس کی مدت قلیل یعنی رات کا کچھ حصہ تھا' اسی لئے آیت مبارکہ میں فرمایا لَیْلًا لفظ نکرہ کے ساتھ۔

(فَکَشَفَ) یعنی اللہ سبحانہ و تعالٰی ----- نے فاء عطف اور سببیت کے لئے ہے۔ (لَهٗ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منکشف فرمایا (عَنْ اَعْلَی الْمَلَکُوْتِ) عالم بالا کی رفعت اور بلندی کو۔ اَعْلَی الْمَلَکُوْتِ میں صفت کی اضافت ہے موصوف کی طرف۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اضافت اپنے طریقے پر ہو اور مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالٰی نے آپ کے لئے ملکوت کے مقام اعلیٰ کو منکشف فرمایا' یعنی پہلے آسمان اور ساتوں آسمانوں کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ' بیت معمور' جنت' مستوی' عرش اور رفرف۔ واللہ تعالٰی اعلم

عالم چار ہیں

(اَلْمَلَكُوْتُ) مُلْكٌ سے مشتق ہے اور فَعَلُوْتٌ کے وزن پر ہے' مُلْكٌ کا معنی ہے عزت' حکومت اور مملکت...... وہ عالم ہے کہ اس کی شان یہ ہے کہ اس کا ادراک عقل اور فہم سے کیا جا سکے' عالم جبروت وہ عالم ہے کہ اس کی شان یہ ہے کہ اس کا ادراک حس ظاہر و باطن یا اعتقاد سے کیا جا سکے۔ لیکن اس وقت نہیں بلکہ آئندہ (آخرت میں) ادراک کیا جا سکے' مثلاً وہ اشیاء جن تک دنیا میں ہمارا وہم اور فہم نہیں پہنچ سکا' مثلاً جسم کا تعلق روح کے ساتھ' اور وہ نعمتیں جو جنت میں عطا کی جائیں گی' کیونکہ وہ ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں' کسی کان نے سنی نہیں اور کسی دل میں ان کا تصور نہیں گزرا' البتہ! عنقریب (دار آخرت میں) آنکھیں انہیں دیکھ لیں گی' کان انہیں سن لیں گے اور دل انہیں پہچان لیں گے' بعض علماء نے کہا کہ عالم جبروت عالم ملکوت سے ارفع و اعلیٰ ہے' اور یہ وہ ہے جس کا ادراک عطیات ربانیہ سے ہوتا ہے' اسی لئے اسے جبروت کہتے ہیں جو جبر سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے قہر' مطلب یہ ہے کہ بندے اس عالم کی کنہ (حقیقت) کے ادراک سے عاجز ہیں' اس اعتبار سے جبروت جیسے کہ ذات کا علم اور ملکوت جیسے ذات پر دلالت کرنے والے اسماء اور صفات کا علم اور ملک ذات کے فعل ظاہر کا علم۔۔ کہا جاتا ہے کہ انسان روح ہے پھر نفس' پھر جسم ہے' پس روح عالم جبروت' نفس عالم ملکوت اور جسم عالم ملک ہے۔ لہٰذا روح جبروتی مظہر ذات ہے' نفس ملکوتی مظہر صفات ہے' جسم ملکی مظہر افعال ہے۔ پہلے قول (جو سب سے پہلے بیان کیا ہے۔ ۱۲ قادری) کے مطابق ملک راجع ہے اثر کی طرف' ملکوت راجع ہے ذات کی طرف' اور جبروت راجع ہے اسماء و صفات کی طرف' جبروت دونوں (ملک اور ملکوت) کے درمیان ہے' پس آنکھ کے ساتھ وہ اثر دیکھا جائے گا جو ذات پر دلالت کرتا ہے اور بصیرت کے ساتھ معانی غیبیہ کا ادراک کیا جائے گا۔

ملک کسے کہتے ہیں؟

بعض حضرات نے کہا کہ ملک وہ ہے جو ظاہر ہو' ملکوت وہ ہے جو باطن ہو اور جبروت دونوں کا جامع ہے' مثلاً انسان کا ظاہر ملک ہے' اس کا باطن ملکوت اور ان دونوں کا مجموعہ جبروت ہے۔۔ جس کا ادراک آنکھ اور بصیرت کے ساتھ کیا جائے گا۔ چوتھا عالم عالم العزت ہے اور یہ وہ ہے جس کا ادراک ہر وجہ سے محال ہے' اللہ تعالیٰ اس کے علم میں منفرد ہے' اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس کا علم عطا نہیں فرمایا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء کا تعلق اس کی ذات کے ساتھ۔

(وَآزَاهُ سَنَآءِ) الف ممدودہ کے ساتھ اور الف مقصورہ کے ساتھ بھی' پہلی صورت میں اس کا معنی رفعت' شرافت اور جلالت ہے' دوسری صورت میں اس کا معنی روشنی ہے (اَلْجَبَرُوْتِ) یہ فَعَلُوْتٌ کے وزن پر ہے اور غیر مہموز ہے مصباح میں ہے کہ یہ بالاتفاق ہے اور یہ زبان زد عام کے خلاف ہے۔ یہ جبر سے مشتق ہے جس کا معنی قہر ہے' جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا' یا تَجَبُّرٌ سے ہے جس کا معنی تکبر ہے یا جَبَرْتُ الْفَقِيْرَ سے ہے جس کا معنی ہے میں نے اسے غنی کر دیا' سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ

وَالْمَلَكُوْتِ کا معنی محاورہ مذکورہ کے مطابق ہے' صاحب غنا و ملک (وَنَظَرَ اِلٰی قُدْرَۃٍ) اس کے دو مطلب ہیں (۱) آپ نے خود قدرت کو دیکھا جس طرح قول اصح کے مطابق ذات عالیہ کو دیکھا' کیونکہ عقلاً صفات کا دیکھنا جائز ہے' جیسے کہ ذات کا دیکھنا جائز ہے' کیونکہ تسویہ کا مقتضی پایا جاتا ہے اور وہ وجود ہے (۲) آپ نے قدرت کے آثار کا خصوصی مشاہدہ کیا جو کہ زمین میں آثار قدرت کے مشاہدہ سے زائد تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (الحی) وہ ذات اقدس جس کے ادراک میں تمام موجودات داخل ہیں (الدائم) وہ ذات جس کے لئے فنا نہیں' جس کا وجود منقطع نہیں ہو گا اور اس کی کوئی انتہا نہیں۔ یہ اسم مبارک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جسے ایک جماعت نے روایت کیا ہے' مذکور ننانوے ناموں میں سے ایک ہے۔ (اَلْبَاقِیْ) اس موجود کو کہتے ہیں جس کی انتہا نہ ہو (اَلَّذِیْ لَایَمُوْتُ) کیونکہ اس کی حیات حقیقیہ' ذاتیہ واجبہ اور قدیمہ ہے' لہٰذا وہ معدوم نہیں ہو سکتی' اس کے ماسوا کی حیات عارضی اور مستعار ہے' لہٰذا اس پر عدم آ سکتا ہے۔

۳۔ (صَلَاۃً مَّقْرُوْنَۃً) ایسی رحمت جو مصاحب اور متعلق ہو (بِالْجَمَالِ وَالْحُسْنِ وَالْکَمَالِ وَالْخَیْرِ وَالْاَفْضَالِ) یعنی ایسی رحمت ہو جس کے ذریعے تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال' خیر و کمال اور افضال میں اضافہ فرمائے' یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ رحمت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال' خیر و کمال اور افضال کے ساتھ مقرون ہو' مراد یہ ہے کہ وہ آپ سے جدا نہ ہو اور بغیر انقطاع کے پے در پے آپ پر نازل ہوتی رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(عَدَدَ الْاَقْطَارِ) جمع ہے قُطْرٌ کی قاف پر پیش' اس کا معنی ہے زمین یا آسمان کا ایک گوشہ' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد قَطْرٌ کی جمع ہو' اور وہ اسم جنس ہے قَطْرَۃٌ کا جس کی جمع ہے قَطَرَاتُ الْمَاءِ' یا اَقْطَارٌ قَطْرَۃٌ کی جمع ہے' اور یہ اس کی غیر معروف جمع ہے' غالبًا یہی قرین قیاس ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔ (عَدَدَ وَرَقٍ) یہ وَرَقَۃٌ کا اسم جنس ہے (عَدَدَ الْاَنْهَارِ) یہ نَهَرٌ کی جمع ہے۔ یہ وہ کثیر پانی ہے جو جاری ہو' لیکن بحر کی مقدار کو نہ پہنچے' اس کی جمع نُهُرٌ بھی آتی ہے پہلے دونوں حرفوں پر پیش۔ (عَدَدَ رَمْلِ الصَّحَارٰی) راء پر زبر' اس کے نیچے زیر بھی پڑھ سکتے ہیں' جمع ہے صحراء کی' صحاح میں ہے کہ اس کا معنی جنگل ہے' قاموس میں ہے وہ زمین جو نرمی اور سختی میں یکساں ہو۔ وہ بے آب و گیاہ ہو۔ (وَالْقِفَارِ) یہ قَفْرٌ اور قَفْرَۃٌ کی جمع ہے' اس کا معنی ہے خالی (چٹیل) زمین' اَقْفَرَ الْمَکَانُ مکان خالی ہوا۔

(عَدَدَ ثِقْلِ) تین نقطوں والی ثاء کے نیچے زیر اور قاف ساکن' اس کا معنی ہے بوجھ۔ اس جگہ اس سے مراد وہ چیز ہے جس کی شان یہ ہے کہ بوجھ ہو' یہ مفرد ہے اور اس سے مراد جنس ہے یعنی اثقال (الْجِبَالِ وَالْاَحْجَارِ) احجار کا عطف ثقل پر بھی ہو سکتا ہے اور اس کے مدخول (مضاف الیہ یعنی جبال) پر بھی۔ ایک احتمال یہ ہے کہ اصل عبارت یوں ہو کہ موزونات کے اجزاء کی تعداد کے برابر' ایک معتمد نسخے میں ہے ثِقَلَ ثاء کے نیچے زیر اور قاف پر زبر' یہ خفت کے مقابل ہے (بھاری ہونا) اَلْاَحْجَارُ کا عطف ہے الجبال پر' ممکن ہے کہ وزن کو سوا یا مجازاً عدد سے تعبیر کر دیا ہو' کیونکہ موزون کے اجزا کی گنتی کی جاتی ہے' یہ توجیہ اس لئے کی ہے کہ ماقبل اور مابعد معدودات کے مطابق ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بعض علماء نے کہا کہ ثَقَلَ ثاء اور قاف دونوں پر زبر' پہاڑوں میں دفن کی ہوئی چیزیں جنہوں نے انہیں بھاری کر دیا ہے اور احجار کا اس پر عطف ہے' اس کے مدخول

الجبال پر نہیں' اس اعتبار سے اس کا معدود ہونا درست ہو جائے گا۔ انتہی لیکن یہ توجیہ بعید ہے۔

ک (عَدَدَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِ النَّارِ) اہل جنت اور اہل نار کی تعداد میں ---- یعنی انسانوں اور جنوں کی تعداد میں' یا ان کی اور اس مخلوق کی تعداد میں جن کو اللہ تعالیٰ انسانوں اور جنوں کے علاوہ پیدا فرمائے گا' البتہ! اس امر پر غور کریں کہ اس میں حوریں' غلمان اور جنت و دوزخ کے خازن بھی داخل ہوں گے یا نہیں' کیونکہ اہل جنت اور اہل نار سے متبادر یہ ہے کہ وہ انسان اور جن یا ان کے علاوہ دوسرے وہ افراد مراد ہیں جو جنت سے نفع اور دوزخ سے نقصان حاصل کریں گے۔

(عَدَدَ مَا يَخْتَلِفُ بِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ) اللہ تعالیٰ کی شیون اور مخلوق کے بارے میں فیصلوں کی تعداد میں جن کے ساتھ راتیں اور دن آگے پیچھے آئیں گے' یعنی صحت و مرض' غناء و فقر' عزت و ذلت' طاعت و معصیت' ایمان اور کفر وغیرہ مختلف احوال' طریقوں کے تغیرات اور شکلوں کی تبدیلی ایک نسخے میں ہے يَخْتَلِفُ عَلَيْهِ یعنی ان موجودات کی تعداد میں جن پر راتیں اور دن یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔

(وَاجْعَلِ اللّٰهُمَّ صَلَاتَنَا حِجَابًا) اے اللہ! ہماری صلوٰۃ کو ہمارے لئے آڑ بنا دے (مِنْ عَذَابِ النَّارِ) آگ کے عذاب سے (وَسَبَبًا) اور ہمارے لئے ذریعہ بنا دے (لِاِبَاحَةِ دَارِ الْقَرَارِ) ہمیں دار القرار میں داخل کرنے' ہمیں اس میں داخل ہونے کی اجازت اور ہم پر کوئی پابندی نہ لگانے کے لئے' اس سے مراد جنت ہے' وہ اہل جنت کے لئے قرار پانے کی جگہ ہے' ہر ایک کے حصے میں اس کی جو جگہ آئے گی اور جو اس کی ملک ہو گی وہ اس کے لئے دار القرار ہو گی۔ (اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ) بے شک تو اپنے امر پر غالب ہے' تجھ سے اوپر کوئی نہیں جو تیرے حکم کو رد کر دے۔ (الْغَفَّارُ) وہ کہ اچھی چیز کا اظہار کرتا ہے' بری چیز کی پردہ داری کرتا ہے اور اس شخص سے عقوبت (سزا) زائل کرتا ہے جو اس کا مستحق ہوتا ہے' پس تو دعا کے قبول کرنے اور مقاصد کے پورا کرنے کے زیادہ لائق ہے' یہ جملہ ماقبل کی تعلیل بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

ھ (وَصَلَّى اللّٰهُ) نسخہ سہیلہ وغیرہ میں فعل ماضی اور فاعل کے ساتھ' بعض معتمد نسخوں میں ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ (صَلَاةً مَوْصُوْلَةً) ایسی رحمت جو پے در پے اور یکے بعد دیگرے ہو (تَتَرَدَّدُ) جو مکرر ہو (اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ) جزاء کے دن تک (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الْاَبْرَارِ) اے اللہ! رحمتیں نازل فرما علی العموم تمام نیکوں کے سردار پر (وَزَيْنِ الْمُرْسَلِيْنَ) اور تمام رسولوں سے بہتر اور احسن رسول پر یا یہ مطلب ہے کہ آپ رسولوں کی زینت ہیں' آپ کی بدولت وہ مزین اور حسین ہوئے (الْاَخْيَارِ) جمع ہے خیر کی جس کا معنی ہے کثیر خیر والا۔ (وَاَشْرَقَ) ایک معتبر نسخے میں ہے اَضَاءَ (عَلَيْهِ النَّهَارُ) زمین کے تمام گزشتہ اور آنے والے ان باشندوں سے زیادہ معزز جن پر دن روشن ہوا (ثَلَاثًا) یہ لفظ متعدد نسخوں میں ثابت ہے' لیکن نسخہ سہیلہ وغیرہ میں نہیں ہے۔

کتاب کا آخری درود شریف

یہ اس کتاب کا آخری درود شریف ہے' پھر کتاب کو دعا پر ختم کیا' اس امید پر کہ نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کے بعد قبول ہو گی' چنانچہ کہتے ہیں (اَللّٰهُمَّ يَا ذَا الْمَنِّ) اے اللہ! اے انعام' احسان اور سوال سے پہلے عطیہ دینے والے' بغیر کسی سبب

اور علت کے (اَلَّذِیْ) یہ مضاف کی صفت ہے جو کہ ذا ہے (الاَّ یُکَافِیْ اِمْتِنَانُہٗ) جس کے احسان کی جزا نہیں دی جا سکتی' جس کا واجب حق اور شکر ادا نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ اس کے عطیات اور انعامات بے شمار ہیں اور بندہ ضعیف' عاجز' قاصر اور جاہل ہے' نیز وہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ یُکَافِیْ مہموز ہے' لیکن بعض نسخوں میں مابعد یعنی یُجَازِیْ کی موافقت کے لئے ہمزہ ترک کر دیا گیا ہے (وَالطَّوْلِ) طاء پر زبر' اس کا معنی ہے فضل اور احسان (اَلَّذِیْ) یہ بھی ذا کی صفت ہے (الاَّ یُجَازِیْ) بدلہ نہیں دیا جاتا (اِنْعَامُہٗ وَاِحْسَانُہٗ) اس کے انعام اور احسان کا (نَسْاَلُکَ بِکَ) تجھ سے سوال کرتے ہیں' تیری بارگاہ میں تیرا (تیری رحمت کا) وسیلہ پیش کرتے ہوئے (وَلاَ نَسْاَلُکَ بِاَحَدٍ غَیْرِکَ) تیرے ماسوا کسی کو ہم وسیلہ نہیں بناتے' ہم مکمل طور پر تیری طرف متوجہ ہیں' سب سے گریز کر کے تیری طرف متوجہ ہیں' مجبور اور لاچار ہو کر تیری بارگاہ میں حاضر ہیں' ان واسطوں سے اعراض کرتے ہوئے جو تجھ سے دور کرنے والے ہیں' کیونکہ وسیلہ اور واسطہ اسی کو بنایا جاتا ہے جو موجود بھی ہو اور حاضر و قریب بھی ہو' اور یہ اوصاف صرف تیرے لئے ہیں' لہٰذا ہمارے لئے تیری بارگاہ میں تیرے سوا کوئی وسیلہ نہیں (یہ ارباب کمال کا مقام ہے' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ۱۲ قادری)

(اَنْ تُطْلِقَ) یہ وہ امر ہے جس کا سوال کیا گیا ہے اور نَسْاَلُ کا مفعول ثانی ہے (اَلْسِنَتَنَا) جمع ہے لسان کی' یہ وہ عضو ہے جس سے کلام کیا جاتا ہے (یعنی زبان) ضمیر دعا کرنے والے کے لئے ہے یا دعا کرنے والے اور اس کے متعلقین کے لئے (عِنْدَ السُّؤَالِ) یعنی سوال قبر کے وقت' یہ پہلی آزمائش ہے جس میں بندہ موت کے بعد مبتلا ہو گا' جب اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدمی عطا فرمائے گا اور اس کی زبان جواب اور درست بات کہنے کے ساتھ جاری فرمائے گا' تو یہ اس کے مابعد کے انجام کے حسن کی دلیل اور سلامتی کے حاصل ہونے کا عنوان ہے' اللہ تعالیٰ کے فضل سے' ورنہ اس کا معاملہ پر خطر ہے' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اپنے فضل سے سلامتی اور عافیت عطا فرمائے۔

(وَتُوَفِّقَنَا) توفیق کا معنی ہے اس فعل کی قدرت کا پیدا کرنا جو شرعاً محمود ہے۔ اور اگر تم چاہو تو یوں کہہ سکتے ہو کہ قدرت اور فعل دونوں کو پیدا کرنا' یہ تعریف بہتر ہے اور ابہام سے محفوظ ہے (فعل کی قدرت کے پیدا کرنے سے یہ لازم نہیں کہ فعل بھی پیدا ہو' ۱۲ قادری) توفیق صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے' بندے کی طرف سے اس میں کوئی سبب نہیں اور کسب بھی نہیں' بندے کی طاقت اور استطاعت اسے شامل نہیں ہے' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے (حضرت شعیب علیہ السلام) سے حکایت کرتے ہوئے) فرمایا: وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلاَّ بِاللّٰہِ مجھے توفیق نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے۔ (لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ) یعنی اعمال صالحہ کے لئے یا یہ مطلب ہے کہ اعمال میں سے عمل صالح کے لئے' پہلی صورت میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے' دوسری صورت میں اس طرح نہیں ہے۔

(وَتَجْعَلَنَا مِنَ الْاٰمِنِیْنَ) یہ خائفین کی ضد ہے' یعنی ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جن کو تو تمام خوفوں سے امن عطا فرمائے گا اور وہ تیرے اولیاء ہیں جن کے بارے میں تو نے فرمایا ہے: اَلاَ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لاَ خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلاَ ہُمْ یَحْزَنُوْنَ○ سنو! بے شک اللہ کے اولیاء پر نہ خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے (یَوْمَ الرَّجْفِ) زلزلے' حرکت کرنے اور شدید اضطراب کے

دن' بعض نسخوں میں ہے الرَّجْفَۃِ تاء تانیث کے ساتھ' اس کا معنی زلزلہ ہے۔ ابن عطیہ نے فرمایا: الرَّجْفَۃُ وہ مصیبت (الرزء) ہے جس کا باعث کڑک ہو یا وہ خوفناک مصیبت ہے جس کے سبب انسان تھر تھرا جائے' ہل جائے' مضطرب ہو جائے اور کانپ جائے' اسی سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے: "فَرَجَعَ بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ یَرْجُفُ فُؤَادُہٗ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیات مبارکہ کے ساتھ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کا دل اقدس شدت سے دھڑک رہا تھا۔ اسی سے ہے اِرْجَافُ النُّفُوْسِ یعنی نفوس کو حرکت دینا۔ انتہی اس جگہ قیامت کا دن اور حشر مراد ہے' اسے رَجَّافٌ بروزن شَدَّادٌ بھی کہا جاتا ہے۔ الرَّجْفَۃُ پہلی مرتبہ صور کا پھونکنا اور الرَّادِفَۃُ دوسری دفعہ صور کا پھونکنا ہے' جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ حدیث میں ہے' جسے امام بیہقی نے روایت کیا۔

(وَالزَّلَازِلِ) جمع ہے زَلْزَلَۃٌ کی' بعض نسخوں میں ہے وَالزِّلْزَالِ یہ ماقبل اور مابعد کے سجع کے مناسب ہے (اس سے پہلے ہے الْاَغْلَالِ اور اس کے بعد ہے الجلال' ۱۲ قادری) نیز اس لئے کہ الرجف بھی بطور مصدر مذکور ہے۔ الزَّلْزَلَۃُ کا معنی ہے شدت اور سختی کے ساتھ حرکت دینا۔ یہ زمین' اشخاص اور احوال میں ہوتا ہے۔ اس سے مراد ہولناکیوں کی شدت ہے۔ کہا جاتا ہے: زَلْزَلَ اللّٰہُ الْاَرْضَ زَلْزَلَۃً وَ زِلْزَالاً زاء کے نیچے زیر۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حرکت دی تو وہ متحرک ہو گئی۔ اَلزَّلْزَالُ زاء پر زبر' یہ اسم ہے' جائز ہے کہ اس سے مصدر بھی مراد لیا جائے' صاحب قاموس نے زاء پر تینوں حرکتیں بیان کی ہیں' اَلزَّلَازِلُ کا معنی ہے سختیاں اور بلائیں' قیامت کا دن ان سختیوں کا دن اور ان کا زمانہ ہے۔ (یَا ذَا الْعِزَّۃِ وَالْجَلَالِ) اس میں دو احتمال ہیں (۱) یہ ماقبل کا تتمہ ہو' یہی زیادہ مناسب ہے کیونکہ یہ سجع میں ماقبل کے موافق ہے (۲) یہ نیا کلام ہو مابعد کے لئے۔۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

۵ (اَسْئَلُکَ یَا نُوْرَ النُّوْرِ) اے وہ ذات جس کے لئے کامل ظہور ہے' جس کی بدولت تمام مظاہر کا ظہور ہوا' جس کا وجود حقیقی ہے اور جس کے پیدا کرنے سے کائنات کا ظہور ہوا' بعض علماء نے کہا: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ہے: یَا نُوْرَ النُّوْرِ تو اپنی مخلوق سے پوشیدہ ہے' تیرا مکمل ادراک نہیں کیا جا سکتا' تیرا نور ہی نور ہے' یا نور النور' تیرے نور کی بدولت آسمانوں والے ظاہر ہوئے اور تیرے ہی نور کی بدولت زمین والے روشن ہوئے' اے ہر نور کے نور' تیرے نور کے آگے ہر نور ناپید ہے۔ اَلْاَزْمِنَۃُ جمع ہے زَمَانٌ اور زَمَنٌ کی' ان کی جمع اَزْمَانٌ اور اَزْمُنٌ بھی ہے' زَمَانٌ اور عَصْرٌ کا ایک معنی ہے اور وہ ہے وقت تھوڑا ہو یا زیادہ'

حکماء میں سے ارسطو اور اس کے متبعین کے نزدیک زمانہ فلک اعظم (سب سے اوپر والے آسمان) کی حرکت کی مقدار کا نام ہے اور متکلمین کے نزدیک ایک امر موہوم کی امر معلوم متجدد کے ساتھ مقارنت ہے' تاکہ امر معلوم کے ذریعے امر موہوم کے ابہام کو دور کیا جائے' جیسے میں تیرے پاس سورج کے طلوع ہونے کے وقت آؤں گا (آنا امر موہوم ہے جب کہ سورج کا طلوع معلوم و معروف ہے' پہلے امر کا تعین اور اس کے ابہام کا ازالہ امر ثانی کے ذریعے ہے۔ ۱۲ قادری)

(وَالدُّهُوْرِ) جمع ہے دَهْرٌ کی جس کا معنی ہے طویل زمانہ' اس کا اطلاق ہزار سال پر بھی ہوتا ہے' مشارق میں ہے کہ الدهر دنیا کی تمام مدت ہے۔ بعض علماء نے کہا: کہ بعض اوقات دھر کا اطلاق کچھ زمانے پر بھی ہوتا ہے۔ انتھی محب طبری نے کتاب القری میں کہا: کہ زمان اور دہر ایک ہے' ابوالھیثم نے اس پر اعتراض کیا کہ زمانے کئی ہیں گرمی کا زمانہ' سردی کا زمانہ' کھجوروں کا زمانہ' زمان کا اطلاق دو مہینے سے چھ مہینے تک ہوتا ہے' الدھر منقطع نہیں ہوتا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے' ازہری نے کہا کہ عرب کے نزدیک دہر کا اطلاق بعض دہر پر بھی ہوتا ہے اور دنیا کی تمام مدت پر بھی ہوتا ہے۔ کہتے ہیں اَقَمْنَا عَلٰی كَذَا دَهْرًا ہم ایک عرصہ تک فلاں حالت پر مقیم رہے' انتھی۔ حجۃ الاسلام (امام غزالی) نے لباب المعارف العقلیہ میں کہا کہ زمان کا معنی ہے گنتی کے بعد آسمان کی حرکت کی تعداد' اور دھر آسمان کی حرکتوں کو گنتی اور حساب سے پہلے کہتے ہیں' اسی لئے کہا گیا ہے دہر زمانے کا اصل ہے' کیونکہ زمان کا پھیلاؤ سفلیات کے ساتھ اور دہر کا پھیلاؤ علویات کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء کے معانی

(اَنْتَ الْبَاقِیْ بِلَا زَوَالٍ) تو باقی ہے بغیر جانے اور مضمحل ہونے کے' یہ باہ تفسیریہ تصوریہ ہے (اَلْغَنِیُّ) ہر ماسوا سے بے نیاز ہے (بِلَا مِثَالٍ) تیری کوئی حد اور مقدار نہیں ہے' تو ادراک سے ماوراء ہے (اَلْقُدُّوْسُ) تو طاہر ہے یا مبارک ہے یا عیوب سے منزہ ہے۔ اور نقص اور حدوث سے پاک ہے' یا وہ ذات ہے جس کا ادراک اوہام اور آنکھیں نہیں کرتیں' بعض علماء نے کہا: کہ ہر اس کمال سے منزہ ہے جو غیر کے لئے ثابت ہے' مشہور یہ ہے کہ قُدُّوْسٌ کے قاف پر پیش ہے' اگرچہ قیاس یہ ہے کہ قاف پر زبر ہو' یہ بھی ایک لغت ہے' اور ایک قراءت میں بھی اسی طرح ہے۔ (اَلطَّاهِرُ) اس کا وہی معنی ہے جو قدوس کا ہے (اَلْعَلِیُّ) مخلوق سے بلند ہے قہر اور غلبے میں (اَلْقَاهِرُ) یہ قہر سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ظاہر کے اعتبار سے ملک اور سلطنت کی بنا پر اور باطنا مقام کی بلندی اور حجت کے قائم ہونے کی بنا پر شے پر مسلط ہونا' پس اللہ تعالیٰ ہر شے پر غالب ہے اور اس کا حکم ہر شے میں جبراً نافذ ہے۔

مکان کی تعریف

(اَلَّذِیْ لَا يُحِيْطُ بِهٖ مَكَانٌ) وہ ذات جس کا احاطہ کوئی مکان نہیں کرتا' اور یہ اس لئے کہ اس کا مستغنی ہونا واجب ہے اور اس کا مجسم' محصور اور مغلوب ہونا محال ہے' حجۃ الاسلام (امام غزالی) نے المعیار میں فرمایا: مکان جسم حاوی کی وہ سطح باطن ہے جو جسم محوی کی ظاہری سطح سے متصل ہو' بعض اوقات مکان اس نچلی سطح کو کہتے ہیں جس پر کوئی بھاری چیز ٹھہر جائے (وَلَا يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ زَمَانٌ) اس پر کوئی زمانہ مشتمل نہیں ہے۔۔۔ کیونکہ اس کا آسمان میں محصور ہونا محال ہے (علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب میں فرمایا کہ ہمارے لئے زمانے کی تین قسمیں ہیں ماضی' مستقبل اور حال' جب کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سب زمانے اور زمانیات حاضر ہیں (اھ) بلا تشبیہ ومثال ایک شخص کمرے کے اندر ہے اور کھڑکی سے باہر دیکھ رہا ہے'

اسے وہی دکھائی دے گا جو کھڑکی کے سامنے ہو گا' جو وہاں سے گزر گیا ہے یا جو ابھی سامنے نہیں آیا وہ اسے دکھائی نہیں دے گا' جب کہ چھت پر کھڑا ہوا شخص سب کو دیکھ رہا ہے' ہم زمانے کے قیدی ہیں ہمیں وہی دکھائی دے گا جو حال میں موجود ہے' ماضی اور مستقبل کی چیزیں ہمیں دکھائی نہیں دیتیں' اللہ تعالیٰ زمانے سے ماوراء ہے' اس کے سامنے ماضی' مستقبل اور حال سب یکساں ہیں۔ ۱۲ قادری)

(اَسْاَلُكَ بِاَسْمَائِكَ) جمع ہے اسم کی جس کا معنی ہے وہ لفظ جو ذات مسمّی پر دلالت کرے (اَلْحُسْنٰی) یہ مصدر ہے جسے بطور صفت استعمال کیا گیا ہے یا اَحْسَنُ کی مونث ہے' اسے مفرد اس لئے لایا گیا ہے کہ یہ غیر ذوی العقول کی جمع کی صفت ہے اس لئے اس میں مفرد اور جمع کا صیغہ لانا جائز ہے' اللہ تعالیٰ کے اسماء کا حسن اس بنا پر ہے کہ شرعاً ان کا اطلاق (اللہ تعالیٰ کے لئے) مستحسن ہے' نیز یہ مدح' تعظیم اور تمجید ایسے حسین معانی پر مشتمل ہیں (كُلُّهَا) اس جگہ دو احتمال ہیں (۱) ننانوے اسماء مراد ہوں (۲) اللہ تعالیٰ کے تمام نام مراد ہوں جو اس نے اپنی ذات کے لئے معین فرمائے ہیں' ان میں سے کچھ تو ہمیں معلوم ہیں اور کچھ وہ ہیں جن پر مخلوق میں سے کسی کو آگاہ نہیں فرمایا' ننانوے نام معین طور پر حدیث حسن میں آئے ہیں' جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔ علماء نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ایک ایک نام سنا ہو' پھر انہوں نے خود اپنے کلام میں جمع کر دیے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے مبارکہ

ننانوے اسماء مبارکہ یہ ہیں: اَللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِي الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْمُحْيِي الْمُمِيْتُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِي الْمُتَعَالِ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمُغْنِي الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِي الْبَدِيْعُ الْبَاقِي الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ۔۔ اس حدیث کو امام ترمذی' ابن حبان نے اپنی صحیح میں' حاکم نے مستدرک میں' بیہقی نے شعب الایمان میں' نیز حاکم' ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے تفسیر میں روایت کیا۔

ابو نعیم نے اسماء حسنیٰ میں ان الفاظ میں روایت کیا: اَسْاَلُ اللّٰهَ الرَّحْمٰنَ الرَّحِيْمَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّبُّ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاسِعُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ الْبَدِيْعُ الْوَدُوْدُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْمَجِيْدُ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْمُنِيْرُ النُّوْرُ الْبَادِئُ الْأَوَّلُ

الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْعَفُوُّ الْغَفَّارُ الْوَهَّابُ الْفَرْدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الْوَكِيْلُ الْكَافِیْ الْبَاقِیْ الْحَمِیْدُ الْمُقِیْتُ الدَّائِمُ الْمُتَعَالِیْ ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْوَلِیُّ النَّصِیْرُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ الْمُنِیْبُ الْبَاعِثُ الْمُجِیْبُ الْمُحْیِیْ الْمُمِیْتُ الْجَمِیْلُ الصَّادِقُ الْحَفِیْظُ الْمُحِیْطُ الْكَبِیْرُ الْقَرِیْبُ الرَّقِیْبُ الْفَتَّاحُ التَّوَّابُ الْقَدِیْمُ الْوِتْرُ الْفَاطِرُ الرَّزَّاقُ الْعَلَّامُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ الْغَنِیُّ الْمَلِیْكُ الْمُقْتَدِرُ الْاَكْرَمُ الرَّؤُفُ الْمُدَبِّرُ الْمَالِكُ الْقَاهِرُ الْهَادِیْ الشَّاكِرُ الْكَرِیْمُ الرَّفِیْعُ الشَّهِیْدُ الْوَاحِدُ ذَا الطَّوْلِ ذَا الْمَعَارِجِ ذَا الْفَضْلِ الْخَلَّاقُ الْكَفِیْلُ الْجَلِیْلُ

امام ابن ماجہ نے اس طرح اسماء مبارکہ روایت کئے: اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْمَلِكُ الْحَقُّ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ الْعَلِیْمُ الْعَظِیْمُ الْبَارُّ الْمُتَعَالُ الْجَلِیْلُ الْجَمِیْلُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْقَادِرُ الْعَلِیُّ الْحَكِیْمُ الْقَرِیْبُ الْمُجِیْبُ الْغَنِیُّ الْوَهَّابُ الْوَدُوْدُ الشَّكُوْرُ الْمَاجِدُ الْوَاجِدُ الْوَالِیْ الرَّاشِدُ الْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ التَّوَّابُ الرَّبُّ الْمَجِیْدُ الْوَلِیُّ الزَّاهِدُ الْمُبِیْنُ الْبُرْهَانُ الرَّؤُفُ الرَّحِیْمُ الْمُبْدِئُ الْمُعِیْدُ الْبَاعِثُ الْوَارِثُ الْقَوِیُّ الشَّدِیْدُ الضَّارُّ النَّافِعُ الْبَاقِیْ الْوَافِیْ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ الْمُقْسِطُ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ الْقَائِمُ الدَّائِمُ الْحَافِظُ الْوَكِیْلُ الْبَاطِنُ السَّامِعُ الْمُعْطِیْ الْمُحْیِیْ الْمُمِیْتُ الْمَانِعُ الْجَامِعُ الْهَادِیْ الْكَافِیْ الْاَبَدُ الْعَالِمُ الصَّادِقُ النُّوْرُ الْمُنِیْرُ التَّامُّ الْقَدِیْمُ الْوِتْرُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

ننانوے نام باری تعالیٰ یاد کرنے والا جنتی ہے

علامہ خطابی نے حدیث شریف کے ابتدائی کلمات: اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ کی شرح میں فرمایا: اس حدیث شریف میں جو احکام ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس تعداد کے اسماء مبارکہ کا اثبات ہے' اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے ان کے ماسوا کی نفی ہوتی ہو' خاص طور پر ان اسماء کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ مشہور ترین اسماء ہیں' اور ان کے معانی بھی ظاہر و واضح ہیں' انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ تمام قول ایک قضیہ ہے دو قضیے نہیں' فائدہ ان کی خبر میں مکمل ہو رہا ہے یعنی مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ میں' نہ کہ آپ کے اس قول میں تِسْعَةً وَّ تِسْعِیْنَ' یہ اس طرح ہے جیسے آپ کہیں: اِنَّ لِزَیْدٍ تِسْعَةً وَّ تِسْعِیْنَ دِرْهَمًا اَعَدَّهَا لِلصَّدَقَةِ بے شک زید کے پاس ننانوے درہم ہیں جو اس نے صدقہ کے لئے تیار کئے ہیں' یا آپ کہیں مَنْ زَارَهٗ اَعْطَاهَا اِیَّاهَا جو اس کی زیارت کرے گا' وہ اسے وہ دراہم دے دے گا' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے پاس ان کے علاوہ یا ان سے زائد دراہم نہیں ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ زید نے جو دراہم صدقہ یا عطیہ کے لئے تیار کئے ہیں' وہ ننانوے ہیں

اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر دعا کرنا

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس تاویل کی تائید ان کلمات سے ہوتی ہے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی اکرم ﷺ کی دعا میں آئے ہیں اور وہ یہ ہیں: میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے ہر اس نام کے طفیل جو تو نے اپنی ذات کے لئے معین کیا یا تو نے اپنی کتاب میں نازل کیا یا مخلوق میں سے کسی کو بتایا یا اسے اپنے علم غیب کے لئے مختص کر دیا' علامہ خطابی کے علاوہ بعض دیگر علماء نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے تاویل مذکور کی تائید ہوتی ہے: اللہ تعالیٰ کے تمام بڑے بڑے ناموں کے طفیل خواہ وہ مجھے معلوم ہیں یا نہیں' نیز اس ارشاد سے بھی تائید ہوتی ہے: اے اللہ! میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا جس طرح تو نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔ حدیث شفاعت میں اس ارشاد سے بھی تائید ہوتی ہے: اللہ تعالیٰ مجھ پر ایسی تعریفیں اور حسین ثنائیں القاء فرمائے گا جن پر میں اللہ تعالیٰ کے الہام کے بغیر قادر نہیں ہوں' یا جس طرح حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا (طٰہٰ ۲۰/۱۱۰) اور بندے اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

ننانوے ناموں کے احاطہ کی صورتیں

پھر ننانوے ناموں کے احصاء (احاطہ) کی کئی صورتیں ہیں: ان کی گنتی کی جائے' انہیں یاد کیا جائے' انہیں جانا جائے' سمجھا جائے' ان کے مطابق عبادت کی جائے' رابطہ کیا جائے' ان کے مطالب کی تحقیق کی جائے' ان پر یقین رکھا جائے' اور اپنی ہمت اور حیثیت کے مطابق انہیں اپنایا جائے' تفصیلاً ان کے معانی کے ساتھ متصف ہونے کی بے شمار قسمیں ہیں' اس لئے معارف کے رتبوں کا فرق اتنا زیادہ ہے کہ اسے ضبط تحریر میں نہیں لایا جا سکتا اور نہ ہی ان کا احاطہ کیا جا سکتا ہے' اسماء الٰہیہ پر گفتگو کو مخفی علوم اور ان پوشیدہ رازوں میں شمار کیا جاتا تھا جن کی اطلاع ان لوگوں کو نہیں دی جاتی تھی جو ان کے اہل نہ ہوں' بعض عارفوں نے فرمایا: کہ ان کی خبر اس شخص کو دی جائے گی جو اپنی ہستی کو ان میں قربان کر دے اور یہ اس کا معمولی صلہ ہے۔

قبولیت دعا کا نسخہ

(وَبِاَعْظَمِ اَسْمَائِكَ اِلَيْكَ) اور تیری بارگاہ میں تیرے عظیم ترین نام کے وسیلے سے --- تعمیم کے بعد اس نام کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ وہ عظیم اور شرافت والا نام ہے اور اس کے وسیلے سے مانگی جانے والی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ (وَاَشْرَفِهَا عِنْدَكَ مَنْزِلَةً) اور اس نام کے طفیل جو تیرے نزدیک مرتبے کے لحاظ سے سب سے زیادہ فضیلت والا ہے--- اس نام کے وسیلے سے دعا کرنے والے کے ثواب اور اس کی دعا کی قبولیت کے لحاظ سے (وَاَجْزَلِهَا عِنْدَكَ ثَوَابًا) اور جو اجر و ثواب کے اعتبار سے سب سے عظیم ہے (وَاَسْرَعِهَا) یہ سرعت سے مشتق ہے جس کا معنی ہے جلدی (مِنْكَ) یہ مِنْ ابتدائیہ ہے (اِجَابَةً) اس کا معنی ہے کہ سائل کو وہ چیز عطا کی جائے جو اسے راضی کر دے' خواہ وہ اس کی مراد ہو یا اس کے خلاف ہو (وَبِاسْمِكَ الْمَخْزُوْنِ

(اَلْمَکْنُوْنِ) اور خزانے میں تیرے محفوظ اور مخفی نام کے طفیل --- ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں صالح مروی سے روایت کیا کہ مجھے خواب میں کسی کہنے والے نے بیان کیا کہ جب تم ارادہ کرو کہ تمہاری دعا قبول کی جائے تو یوں دعا مانگو: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِاسْمِكَ الْمَخْزُوْنِ الْمَكْنُوْنِ الْمُبَارَكِ الطَّاهِرِ الْمُطَهَّرِ الْمُقَدَّسِ --- اور ایک روایت میں ہے اَلْمُبَارَكِ الطَّيِّبِ الطَّاهِرِ الخ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جس چیز کی دعا کی مجھے معلوم ہو گیا کہ دعا مقبول ہو گئی ہے۔

(اَلْجَلِیْلِ الْاَجَلِّ) جو فی نفسہ عظیم اور دوسرے اسماء سے زیادہ عظیم ہے (اَلْكَبِیْرِ الْاَكْبَرِ الْعَظِیْمِ الْاَعْظَمِ) سب کا ایک ہی معنی ہے (اَلَّذِیْ تُحِبُّهٗ) وہ نام جس کے وسیلے سے دعا مانگنے کو تو محبوب رکھتا ہے' مطلب یہ ہے کہ جو اس نام کے وسیلے سے دعا مانگتا ہے تو اس کا اعزاز فرماتا ہے یا تو اس کی عزت کا ارادہ فرماتا ہے' اسی لئے آئندہ قول میں محبت کے دعا کرنے والے کی طرف رجوع سے تفسیر کی ہے (وَتَرْضٰی عَمَّنْ دَعَاكَ بِهٖ) اور جو شخص اس نام کے وسیلے سے دعا کرتا ہے تو اسے انعام اور عزت کے ساتھ نوازتا ہے اور اس کی طرف توجہ فرماتا ہے یا تو اس امر کا ارادہ فرماتا ہے' پھر آئندہ قول سے اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کی تفسیر کی کہ کس طرح اسے انعام دیتا ہے (وَتَسْتَجِیْبُ لَهٗ دُعَائَهٗ) اور تو اس کا مطلوب عطا فرماتا ہے اور جس چیز کی وہ آرزو رکھتا ہے وہ اسے دیتا ہے یا تو اس کے مدعا کو موخر فرماتا ہے اور اسے وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو اس کے مطلوب سے بہتر ہے۔

ایک صحابی کی دعا حضور علیہ السلام نے پسند فرمائی

کے (اَسْاَلُكَ اَللّٰهُمَّ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ) اس کا معنی ہے رحیم یا وہ ذات جو اس سے اعراض کرے اس کی طرف توجہ فرماتا ہے (اَلْمَنَّانُ) ابتداء عطا فرمانے والا' امام مالک رضی اللہ عنہ نے یا حنان سے دعا مانگنے کو مکروہ قرار دیا ہے' یا تو انہیں حدیث نہیں پہنچی یا شیخ اشعری کی طرح کسی اسم کے (اللہ تعالیٰ کے لئے) اطلاق کرنے میں وہ تواتر کے قائل ہیں' اصحاب سنن (امام ترمذی' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ) ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا' حاکم نے کہا: کہ یہ امام مسلم کی شرط پر ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' ایک صحابی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے' جب انہوں نے رکوع اور سجود کیا تو تشہد پڑھا اور دعا مانگی اور دعا میں یہ کلمات کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ --- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا: جانتے ہو اس نے کس اسم مبارک کے وسیلے سے دعا کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں' فرمایا: قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے وسیلے سے دعا کی ہے' جب اس کے وسیلے سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے' اور اس کے طفیل سوال کیا جائے تو وہ عطا فرماتا ہے۔ اسی طرح یہ حدیث خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی ہے' اللہ تعالیٰ کے اسماء میں دو اسموں (اَلْحَنَّانُ الْمَنَّانُ) کا ذکر حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ایک جماعت نے کیا ہے' جس طرح اس سے پہلے بیان ہوا۔

(بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) بَدِیْعٌ بمعنی مُبْدِعٌ جیسے بَصِیْرٌ بمعنی مُبْصِرٌ ہے' اس کی مثل عمرو بن معدی کرب کا قول ہے'

انہوں نے کہا: اَمِنْ رَیْحَانَةَ الدَّاعِی السَّمِیْعِ ، سَمِیْعٌ بمعنی مُسْمِعٌ ہے، مُبْدِعٌ اور مُخْتَرِعٌ کا معنی ہے کسی سابق مثال کے بغیر ابتداء پیدا کرنے والا (عَالِمُ الْغَیْبِ) غیب وہ ہے جو مخلوقات سے پوشیدہ ہو (وَالشَّهَادَةِ) مخلوقات جس کا مشاہدہ کرے، بعض علماء نے کہا: کہ غیب کا معنی ہے پوشیدہ اور شهادة کا معنی ہے علانیہ، بعض نے کہا: کہ غیب سے مراد آخرت اور شہادت سے مراد دنیا ہے (اَلْکَبِیْرُ) کبریائی والا (الْمُتَعَالِ) عَلِیٌّ کے معنی میں ہے بطور مبالغہ۔

وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْعَظِیْمِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیْتَ بِهٖ اَجَبْتَ

اور میں تجھ سے تیرے اسم اعظم کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں کہ جب اس کے وسیلے سے تجھ سے دعا کی جائے تو قبول فرماتا ہے

وَاِذَا سُئِلْتَ بِهٖ اَعْطَیْتَ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِیْ یَذِلُّ لِعَظَمَتِهِ الْعُظَمَاءُ

او جب اس کے طفیل تجھ سے سوال کیا جائے تو دیتا ہے اور میں تجھ سے تیرے اس نام پاک کے طفیل دعا کرتا ہوں جس کی

وَالْمُلُوْكُ وَالسِّبَاعُ وَالْهَوَامُّ وَكُلُّ شَیْءٍ خَلَقْتَهٗ یَا اَللّٰهُ یَا رَبِّ اسْتَجِبْ

عظمت کے آگے عظمت والے، سلاطین، درندے، حشرات الارض اور تیری پیدا کی ہوئی ہر چیز سرنگوں ہو جاتی ہے، اے اللہ!

دَعْوَتِیْ یَا مَنْ لَّهُ الْعِزَّةُ وَالْجَبَرُوْتُ یَا ذَا الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ یَا مَنْ

اے رب! میری دعا قبول فرما اے وہ ذات جس کے لئے عزت اور سلطنت ہے اے ملک اور ملکوت کے مال! اے وہ

هُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ سُبْحَانَكَ رَبِّ مَا اَعْظَمَ شَانَكَ وَاَرْفَعَ مَكَانَكَ

کہ زندہ ہے اور اسے موت نہیں! اے رب! تو پاک ہے، تیری شان کتنی عظیم ہے؟ تیرا مرتبہ کتنا بلند ہے،

اَنْتَ رَبِّیْ یَا مُتَقَدِّسًا فِیْ جَبَرُوْتِهٖ اِلَیْكَ اَرْغَبُ وَاِیَّاكَ اَرْهَبُ یَا عَظِیْمُ

تو میرا رب ہے، اے وہ ذات کہ اپنی صفات میں پاک ہے میں تیری طرف رغبت کرتا ہوں اور تجھ ہی سے ڈرتا ہوں

یَا كَبِیْرُ یَا جَبَّارُ یَا قَادِرُ یَا قَوِیُّ تَبَارَكْتَ یَا عَظِیْمُ تَعَالَیْتَ یَا عَلِیْمُ سُبْحَانَكَ یَا

اے بزرگ و برتر! اے جبار! اے قدرت اور قوت والے! تو بابرکت ہے اے عظیم تو بلند ہے، اے علم والے

عَظِیْمُ سُبْحَانَكَ یَا جَلِیْلُ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْعَظِیْمِ التَّآمِّ الْكَبِیْرِ اَنْ لَّا

تو پاک ہے، اے عظیم تو پاک ہے، اے جلالت والے! میں تجھ سے تیرے عظیم، کامل اور بڑے نام کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں

تُسَلِّطَ عَلَیْنَا جَبَّارًا عَنِیْدًا وَلَا شَیْطَانًا مَّرِیْدًا وَلَا اِنْسَانًا حَسُوْدًا وَلَا ضَعِیْفًا

کہ تو ہم پر مسلط نہ فرما کسی جابر، جھگڑالو کو اور نہ کسی شیطان سرکش کو، نہ ہی کسی حسد والے انسان کو، نہ اپنی مخلوق

مِنْ خَلْقِكَ وَلَا شَدِيْدًا وَ لَا بَارًّا وَّلَا فَاجِرًا وَّ لَا عَبِيْدًا وَ لَا عَنِيْدًا ۝

میں سے کسی کمزور کو، نہ کسی سخت کو، نہ کسی نیک اور نہ کسی بدکار کو، نہ کسی غلام کو اور نہ کسی بدمزاج کو،

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فَاِنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ

اے اللہ! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں

اِلَّا اَنْتَ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ

تو یکتا ہے، ایک ہے، بے نیاز ہے جس نے نہ کسی کو جنا، نہ کسی نے اس کو جنا اور

لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ یَا هُوَ یَا مَنْ لَّا هُوَ اِلَّا هُوَ یَا مَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یَا

اس کا کوئی ہمسر نہیں، اے وہ ذات جس کی طرف لفظ ھو سے اشارہ کیا جائے اے وہ کہ کوئی ایسا نہیں مگر وہی، اے وہ

اَزَلِیُّ یَا اَبَدِیُّ یَا دَهْرِیُّ یَا دَیْمُوْمِیُّ یَا مَنْ هُوَ الْحَیُّ الَّذِیْ

کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی، اے بے ابتدا! اے بے انتہا! اے ہمیشہ قائم! اے دائم! اے وہ زندہ جسے موت نہیں،

لَا یَمُوْتُ یَا اِلٰهَنَا وَ اِلٰهَ كُلِّ شَیْءٍ اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ۝

اے ہمارے معبود! اور ہر شے کے معبود! یکتا معبود! کوئی معبود نہیں مگر تو،

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنَ

اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! اے غیب و شہادت کے جاننے والے بڑے مہربان،

الرَّحِیْمَ الْحَیَّ الْقَیُّوْمَ الدَّیَّانَ الْحَنَّانَ الْمَنَّانَ الْبَاعِثَ الْوَارِثَ ذَا الْجَلَالِ

نہایت رحم والے، زندہ، پائندہ، جزا دینے والے، بڑے لطف والے، بڑے احسان والے، مردوں کو اٹھانے والے،

وَالْاِكْرَامِ ۝ قُلُوْبُ الْخَلَائِقِ بِیَدِكَ نَوَاصِیْهِمْ اِلَیْكَ فَاَنْتَ تَزْرَعُ الْخَیْرَ

باقی رہنے والے، بزرگی اور بخشش والے، تمام مخلوقات کے دل تیرے ہاتھ میں ہیں، ان کی چوٹیاں تیرے قبضے میں ہیں، تو

فِیْ قُلُوْبِهِمْ وَ تَمْحُو الشَّرَّ اِذَا شِئْتَ مِنْهُمْ ۝ فَاَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ اَنْ تَمْحُوَ

ان کے دلوں میں نیکی کاشت کرتا ہے اور جب چاہتا ہے ان سے شر کو مٹا دیتا ہے اے اللہ! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں

مِنْ قَلْبِیْ كُلَّ شَیْءٍ تَكْرَهُهٗ وَاَنْ تَحْشُوَ قَلْبِیْ مِنْ خَشْیَتِكَ وَمَعْرِفَتِكَ وَ

کہ تو میرے دل سے ہر اس چیز کو مٹا دے جسے تو ناپسند فرماتا ہے اور میرے دل میں اپنا خوف، اپنی معرفت،

رَهْبَتِكَ وَالرَّغْبَةَ فِيْمَا عِنْدَكَ وَالْاَمْنَ وَالْعَافِيَةَ وَاعْطِفْ عَلَيْنَا بِالرَّحْمَةِ

اپنی ہیبت، اپنی رضا کا شوق اور امن و عافیت بھر دے، ہم پر رحمت اور اپنی برکت سے

وَالْبَرَكَةِ مِنْكَ وَاَلْهِمْنَا الصَّوَابَ وَالْحِكْمَةَ ○ فَنَسْئَلُكَ اَللّٰهُمَّ عِلْمَ

مہربانی فرما، اور ہمارے دل میں صواب اور حکمت ڈال دے، اے اللہ! ہم تجھ سے ڈرنے والوں کا علم،

الْخَائِفِيْنَ وَ اِنَابَةَ الْمُخْبِتِيْنَ وَاِخْلَاصَ الْمُوْقِنِيْنَ وَشُكْرَ الصَّابِرِيْنَ وَ تَوْبَةَ

عجز و انکسار والوں کا رجوع، یقین والوں کا اخلاص، صبر کرنے والوں کا شکر اور صدیقین کی توبہ

الصِّدِّيْقِيْنَ ○ وَنَسْئَلُكَ اَللّٰهُمَّ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ مَلَأَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ

کا سوال کرتے ہیں، اور اے اللہ! ہم تیری ذات اقدس کے نور کے طفیل سوال کرتے ہیں جس نے تیرے عرش کے گوشوں

اَنْ تَزْرَعَ فِيْ قَلْبِيْ مَعْرِفَتَكَ حَتّٰى اَعْرِفَكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ كَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ

کو بھر دیا کہ میرے دل میں اپنی معرفت کا پودا لگا تاکہ میں تجھے پہچان سکوں جیسے تیری معرفت کا حق ہے اور جیسے کہ

اَنْ تُعْرَفَ بِهٖ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَاِمَامِ

تجھے پہچاننا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کے ختم کرنے والے، مرسلین کے امام اور ان کی

الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

آل اور ان کے اصحاب پر رحمت و سلامتی نازل فرمائے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے،

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِمُؤَلِّفِهٖ وَارْحَمْهُ وَاجْعَلْهُ مِنَ الْمَحْشُوْرِيْنَ فِيْ زُمْرَةِ النَّبِيِّيْنَ وَ

اے اللہ! اس کتاب کے مولف کو بخش دے، اس پر رحم فرما، اور اسے ان لوگوں میں سے بنا جنہیں اٹھایا جائے گا گروہ انبیاء،

الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ بِفَضْلِكَ يَا رَحْمٰنُ

صدیقین، شہدا اور صالحین میں، اپنے فضل سے اے بہت ہی رحم فرمانے والے

جس اسم پاک کے سبب دعا قبول ہوتی ہے

لے (وَاِذَا سُئِلْتَ بِهٖ اَعْطَيْتَ) امام طبرانی معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک صبح حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ کا وہ اسم مبارک سکھائیں کہ جب اس کے وسیلے سے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اور جب اس کے طفیل سوال کیا جائے تو مقصود عطا

فرمادے' آپ نے انہیں ایک حکم دیا' وہ اٹھیں' وضو کیا اور دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے ہر خیر کا سوال کرتی ہوں' خواہ وہ مجھے معلوم ہے یا نہیں' اور میں تجھ سے تیرے اس عظیم اور اعظم نام پاک کے وسیلے سے سوال کرتی ہوں کہ جب اس کے وسیلے سے دعا کی جائے تو تو قبول فرماتا ہے اور جب اس کے وسیلے سے تجھ سے سوال کیا جائے تو تو عطا فرماتا ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ واللہ! وہ حکم ان اسماء میں ہے۔

(وَاَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِيْ يَذِلُّ لِعَظَمَتِهِ الْعُظَمَاءُ) عظیم کی جمع ہے جس کا معنی ہے جلیل (اور عظمت والا) عظماء میں سے انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام بھی ہیں' ان کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خاکساری اور فروتنی اختیار کرنا' اس کے ہیبت کے آگے جھک جانا اور اس کی عزت کے غلبے کے سامنے خضوع و خشوع سب مشہور و معروف ہے' ہو سکتا ہے کہ عظماء سے مراد وہ لوگ ہوں جو بڑے ہیں' عام ازیں کہ وہ اپنے خیال میں اور اپنے جیسوں کے نزدیک دنیا میں بڑے ہیں یا اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کے نزدیک بڑے ہیں اگرچہ وہ دنیا میں عظیم نہیں ہیں' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف پہلی قسم مراد ہو یا صرف دوسری قسم' اسی پر حضرت مصنف کے قول (وَالْمُلُوْكُ) کے عطف کی بنا ہے کہ یہ خاص کا عام پر عطف ہے (اگر عُظَمَاء سے عام معنی مراد ہے کہ وہ دنیاوی اعتبار سے عظیم ہیں یا دینی اعتبار سے۔ ۱۲ قادری) یا یہ ماقبل کے مغایر ہے (اگر صرف دینی عظماء مراد ہوں' اور اگر صرف دنیاوی اعتبار سے عظماء مراد ہوں' تب بھی یہ خاص کا عام پر عطف ہے' کیونکہ ضروری نہیں کہ ہر دنیاوی عظیم بادشاہ ہی ہو' وزیر اور مشیر بھی ہو سکتا ہے۔ ۱۲ قادری) واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْمُلُوْكُ جمع ہے مَلِكٌ کی میم پر زبر' لام کے نیچے زیر' وہ شخص جو مخلوق کے معاملے کا مالک ہو' ان کے کلمات کو جمع کر لے' ان کے نظم و ضبط اور سیاست کا ذمہ دار ہو اور ان کے منافع کا اہتمام کرے' اس میں لام کو ساکن کر کے تخفیف کی جاتی ہے۔ یہ مَالِكٌ اور مَلِيْكٌ کا اختصار ہے' اس کی جمع مُلُوْكٌ کے علاوہ) اَمْلَاكٌ کے وزن پر بھی ہے' اسم مُلْكٌ ہے اور اسم ظرف مَمْلَكَةٌ ہے۔

(وَالسِّبَاعُ) یہ جمع ہے سَبُعٌ کی' جس کا معنی ہے ہر وہ حیوان جو درندہ ہو جیسے شیر' چیتا' بھیڑیا' لومڑی اور گدھ اور عقاب' عرب میں بعض اوقات اس کا اطلاق خاص طور پر شیر پر کیا جاتا ہے۔ (وَالْهَوَامُّ) جمع ہے هَامَّةٌ کی جس کا معنی ہے زمین کے کیڑے مکوڑے' دو نسخوں میں میم کی تخفیف کے ساتھ (وَالْهَوَام) ہے وہ هَامَةٌ کی جمع ہے جس کا معنی قوم کا سردار ہے' لیکن کثیر نسخوں میں تشدید ہی کے ساتھ ہے' مطلب یہ ہے کہ تمام موجودات اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں' اس کے جبری تصرف کے تحت ہیں' اس کے جلال کے آگے سرنگوں ہیں اور اس کی عظمت کے سامنے دم بخود ہیں۔ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا' ہاتھی اور عادی درندوں سے لے کر ایک ذرے اور حقیر و ضعیف اشیاء تک سب اس کی عظمت و کبریائی' احاطۂ قبضہ اور تصرف کے سامنے برابر ہیں' اسی لئے حضرت مصنف نے اس پر اپنے آئندہ قول کا عطف کیا ہے (وَكُلُّ شَيْءٍ خَلَقْتَهُ يَا اَللّٰهُ يَا رَبِّ) اس جگہ تمام نسخوں میں رب کے نیچے زیر ہی ہے' اس پر پیش بھی صحیح ہے' اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں (۱) وہ منادی جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اس میں ایک لغت یہی ہے (کہ اس پر پیش پڑھا جائے) (۲) یہ اضافت سے جدا کر لیا گیا ہے اور مبنی بر ضم ہے' پہلا

احتمال اس جگہ بہتر اور مناسب ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ندا اسم ربوبیت کے ساتھ

شیخ ابن عطاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے التنویر میں فرمایا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کریم کو اسم ربوبیت کے حوالے سے ندا کی اور عرض کیا: رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ' کیونکہ وہ ہی اس جگہ مناسب ہے اس لئے کہ اَلرَّبُّ ماخوذ ہے اس قول سے رَبَّاكَ بِاِحْسَانِهٖ وَغَذَّاكَ بِاِمْتِنَانِهٖ فلاں شخص نے اپنے احسان سے تیری تربیت کی اور اپنے کرم سے تجھے غذا دی' رب کے عنوان سے ندا کرنے میں اپنے آقا کی رحمت کو متوجہ کرنا ہے' کیونکہ اسے اسم ربوبیت سے بلایا ہے جس کے فوائد ان سے منقطع نہیں ہوئے اور نہ ہی روکے گئے ہیں انتہی۔

علماء نے تصریح کی ہے کہ رب کی ندا میں اغلب یہ ہے کہ یاء کی طرف مضاف ہو اور اگر کہیں سنا جائے کہ وہ مضاف نہیں ہے تو وہ تقدیراً یاء کی طرف مضاف ہے' لیکن اسے مبنی بر ضم اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اسے اس نکرہ سے تشبیہ دی گئی جو لفظاً نکرہ ہے' لیکن عند التحقیق اس لئے معرفہ ہے کہ اضافت نیت میں مراد ہے' نہ اس لئے کہ اس سے مراد معین فرد ہے۔

آسمانوں کے فرشتوں کی حالت

(اِسْتَجِبْ دَعْوَتِیْ) اپنے فضل سے میری دعا قبول فرما (یَا مَنْ لَهُ الْعِزَّةُ وَالْجَبَرُوْتُ) ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ پہلے آسمان کے فرشتے قیامت تک سجدے ہی میں رہیں گے' وہ کہتے ہیں سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ' دوسرے آسمان والے رکوع میں ہیں اور قیامت تک رکوع ہی میں رہیں گے' ان کی تسبیح ہے سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ' تیسرے آسمان کے فرشتے کھڑے ہیں اور قیامت تک کھڑے ہی رہیں گے' ان کی تسبیح ہے سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ۔

عالم دو ہیں

(یَا ذَا الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ) شیخ ابو محمد عبد العزیز مہدوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک دو عالم ہیں (۱) عالم العلم والارادہ اور یہ وہ ہے جسے عالم علوی سے تعبیر کیا جاتا ہے (۲) عالم الغیب والشہادۃ اسے عالم سفلی کہا جاتا ہے' پس عالم ملکوتی وہ ہے' جو ترتیب اور زمان و مکان کا تقاضا نہیں کرتا' وہ تو امر ربانی ہے جس کا تعلق ارادۂ الٰہیہ سے ہے: اِنَّمَاۤ اَمْرُنَا لِشَیْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (الآیہ) اس عالم کے وجود میں تقدیم و تاخیر ہے اور نہ ہی زیادتی اور نقصان یہ عالم ملکوتی سے عبارت ہے جو ایک ہی حقیقت پر رواں دواں ہے۔ یہی ازل ہے جس میں کسب نہیں' کسب صرف عالم الملک والشہادۃ میں ہے۔ حکمت کے تحت تصرف کرنے والی قدرت کی طرف منسوب ہے' اسی میں ترتیب اور کسب ہے اور اسی میں زمان' مکان' اکوان اور احکام

ہیں۔ انہوں نے عالم العلم والارادۃ میں جس کا نام عالم ملکوتی ہے ظاہر ہونے والی اشیاء کو ازل سے تعبیر کیا ہے اور عالم الملک والشہادۃ میں حکمت کے تحت تصرف کرنے والی قدرت کے اختراع سے ظاہر ہونے والی اشیاء کو ابداء سے تعبیر کیا ہے' اسی عالم میں ترتیب حکمی' ارتباط زمانی اور کسب ظاہر ہوا' احکام مشروع ہوئے اور لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ اس طریقے پر دونوں عالموں (جہانوں) کے معنی سے برآمد ہوا۔ جس کا نام عالم الغیب والشہادۃ اور عالم الملکوت والازل ہے۔ پس لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ ازلی ہے کیونکہ مخلوق اس سے فارغ ہے (ممکن ہے اس کا یہ مطلب ہو کہ یہ مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے کا ہے) اور یہ عالم الملکوت کی صفات میں سے ہے' اور مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ابدیہ ہے اور یہ عالم الملک کی صفات سے ہے' پس جو بغیر کسب کے ظاہر ہو وہ ازل کی طرف منسوب کیا جائے گا اور جو ترتیب احکام کے ساتھ کسب سے ظاہر ہو اسے ابد کی طرف منسوب کیا جائے گا انتہی اس عبارت میں کچھ رد و بدل تھا' اس لئے (علامہ فاسی) نے کچھ حصے کی اصلاح کی ہے۔

(یَا مَنْ هُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ) لَا یَمُوْتُ حَیٌّ کی صفت لازمہ ہے (سُبْحَانَكَ) ہم تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور برائی سے براءت بیان کرتے ہیں (رَبِّ) یعنی یَا رَبِّ (مَا اَعْظَمَ شَانَكَ) تیرا وہ امر کتنا عظیم ہے جو تیری طرف منسوب تمام امور کا جامع ہے--- بہتر یہ ہے کہ (شَاْنَكَ کا) ہمزہ چھوڑ دیا جائے' تاکہ بعد والے قول کے موافق ہو جائے (وَارْفَعَ مَكَانَكَ) اور تیری قدر و منزلت کتنی عظیم ہے--- یہ تعجب کا صیغہ ہے اور جس امر سے تعجب کیا گیا ہے اس کی تعظیم مقصود ہے (وَ اِیَّاكَ اَرْهَبُ یَا عَظِیْمُ) اس کا معنی ہے جلیل و کبیر یا وہ ذات جس سے نقص کی تمام علامتیں منتفی ہیں اور کمال کی تمام صفات اس کے لئے واجب ہیں یا وہ ذات کہ عقلوں کے ادراک اور وہموں کے تخیل سے ماوراء ہے' کیونکہ وہ اس بات سے منزہ ہے کہ عقلیں اس کی کنہ ذات و صفات کا احاطہ کریں۔

(یَا كَبِیْرُ) اے کبریائی اور کامل صفات والے (یَا جَبَّارُ) وہ قہار جس کا حکم رد نہیں کیا جاتا اور جس کا بندوں پر حکم قہرا (زبردستی) نافذ ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کہا: کہ اس کا معنی ہے بلند اور عظیم الشان' بعض نے کہا: متکبر' بعض نے کہا: کہ جو ٹوٹے ہوئے کو جوڑدے اور ازراہ کرم امور کی اصلاح کرے' یعنی یہ جبر سے مشتق ہے جس کا معنی اصلاح ہے' اسی سے جَبَرَ الْعَظْمَ ہڈی کو جوڑنا اور جَبَرَ الْفَقِیْرِ فقیر کی حاجت کو پورا کرنا ہے۔ بعض نے کہا: جس تک رسائی نہ ہو اور جس کا ادراک نہ ہو سکے' اسی سے ہے نَخْلَةٌ جَبَّارَةٌ بلند کھجور (یَا قَادِرُ) قادر وہ ہے کہ اگر چاہے تو کرے اور چاہے تو نہ کرے' بعض نسخوں میں ہے یَا قَدِیْرُ صیغہ مبالغہ کے ساتھ (یَا قَوِیُّ) اے مکمل قوت والے! اس کا معنی وہی ہے جو قادر کا ہے (تَبَارَكْتَ) باب تفاعل سے ہے اور برکت سے مشتق ہے اس کا معنی ہے زیادتی' نشو و نما' کثرت اور وسعت یعنی وہ برکت جو تیرے ذکر سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ بعض علماء نے کہا: تَبَارَكْتَ کا معنی ہے تَقَدَّسْتَ وَ تَنَزَّهْتَ' تقدس کا معنی ہے پاک ہونا اور تنزہ کا معنی ہے نقائص سے بعید ہونا۔ بعض نے کہا: اس کا معنی ہے تَعَاظَمْتَ تو عظیم ہے' یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' اس کے غیر کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا۔ اسی لئے اس میں تصرف نہیں کیا جاتا اور اس سے مضارع بھی نہیں آتا۔ (یَا عَظِیْمُ تَعَالَیْتَ) اے عظیم! تو بلند ہے (یَا عَلِیْمُ) اے وہ ذات جس کا علم تمام معلومات کو محیط ہے۔

(اِبِاسْمِكَ الْعَظِيْمِ التَّامِّ) یہ تَمَّ تَمَامًا سے ہے۔ معتمد نسخوں میں نہیں ہے' دو معتمد نسخوں میں ثابت ہے' (سُبْحَانَكَ يَا عَظِيْمُ) یہ نسخہ سہلیہ وغیرہ میں ثابت ہے' نقص کی ضد ہے (بمعنی کامل) (اَنْ لَّا تُسَلِّطَ) تَسْلِيْطٌ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے غالب کرنا۔ قہر اور قدرت کا نفاذ کرنا' یہ فعل مضارع ہے جو اَنْ ناصبہ کی بنا پر منصوب ہے' میرے نانا ابو العباس احمد بن یوسف الفاسی رحمہما اللہ تعالیٰ کے قلم سے مجھے یہ تحریر ملی: بہت دفعہ یہ لفظ صاحب شان فقراء کی زبان پر طاء کی جزم کے ساتھ جاری ہوتا ہے اور میں نے متعدد حضرات کو اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے' اسے غلط کہنا ضروری نہیں ہے' کیونکہ اَنْ کی وجہ سے جزم بھی دی جاتی ہے اور یہ طریقہ بھی محفوظ ہے' ایک شاعر کہتا ہے ؎ تَعَالَوْا اِلٰى اَنْ يَّأْتِنَا الصَّيْدُ نَحْتَطِبْ (يَأْتِنَا کو مجزوم پڑھا گیا ہے) آؤ یہاں تک کہ شکار ہمارے پاس آئے' ہم لکڑیاں اکٹھی کریں گے۔

(عَلَيْنَا جَبَّارًا) اس جگہ اس کا معنی ہے متکبر اور سرکش (عَنِيْدًا) کہا جاتا ہے عَنَدَ عَنِ الطَّرِيْقِ فلاں شخص راستے سے ہٹ گیا' عَنَدَ کا معنی ہے فلاں شخص نے حق کی مخالفت کی اور اسے پہچاننے کے باوجود رد کر دیا فَهُوَ عَنِيْدٌ وَ عَانِدٌ وَ مُعَانِدٌ' یہ نفس کے اوصاف ہیں' لہٰذا نفس سب سے بڑا متکبر اور سرکش ہے' وہ شیاطین سے زیادہ خبیث بلکہ ستر شیطانوں سے بڑا خبیث ہے' اگر وہ نہ ہو تو دشمن کو انسان کی طرف راستہ نہیں ملے گا' اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اس کے شر سے بچائے۔ (وَلَا شَيْطَانًا) اور نہ جنی یا انسانی شیطان مسلط فرما (مَرِيْدًا) سرکش' نافرمان' پیش قدمی اور جرأت والا اور شر میں انتہا کو پہنچنے والا۔ (وَلَا اِنْسَانًا حَسُوْدًا) اور نہ حسد کرنے والا انسان۔۔۔۔ کیونکہ وہ اپنی آنکھ کے زہر سے نقصان دیتا ہے' حق کا انکار کرتا ہے' حق کو چھپاتا ہے اور اسے رد کرتا ہے (وَلَا ضَعِيْفًا) اور نہ کمزور وَلَا شَدِيْدًا) یہ کمزور کے مقابل ہے' طاقت ور' پیش قدمی اور جرأت والا (وَلَا بَارًّا وَلَا فَاجِرًا) یہ اسی طرح ہے جیسے شیخ قطب وقت جمال الدین سیدی یوسف بن عبد اللہ بن عمر بن علی ابن خضر الکورانی العجمی' نزیل مصر سے اس شخص کے بارے میں نقل کیا گیا ہے جو صبح اور مغرب کے بعد یا فرمایا صبح اور عشاء کے بعد باقاعدہ حزب النووی پڑھے گا' کوئی شخص اس میں تصرف نہیں کر سکے گا' نہ تو اہل باطن ارباب قلوب میں سے جو حق کے ساتھ تصرف کرنے والے ہیں یا فرمایا: احوال صحیحہ والے متصرفین ہیں' اور نہ اہل ظاہر شعبدہ باز' سحر' مکر' جنگ' دشمنی اور عداوت والے' واللہ تعالیٰ اعلم' انتہی۔

(وَلَا عَنِيْدًا) عِبَادَةٌ سے مشتق ہے' اس کا معنی عابد ہے' لیکن یہ کہ اس میں مبالغہ ہے' عابد کا اطلاق عالم پر بھی ہوتا ہے اور جاہل پر بھی' اسی طرح منکر پر بھی اور اس جگہ ہر ایک کا احتمال ہے (وَلَا عَنِيْدًا) عبادت بمعنی خدمت سے عَابِدٌ مشتق ہے عنید اس کے مقابل ہے' یا اس جاہل کی ضد ہے جو جہالت کی بنا پر عبادت کو ترک کرتا ہے (عنیدٌ وہ شخص ہوا جو دیدہ دانستہ عبادت کو ترک کرتا ہے۔ ۱۲ قادری) یا یہ عبید بمعنی منکر کا ہم معنی ہے۔

اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا

۷ (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ فَاِنِّیْ اَشْهَدُ) یہ دعا اس جگہ سے لے کر وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ تک اصحاب سنن اربعہ (امام

ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ) نے روایت کی ہے، امام ترمذی نے کہا: کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا، حاکم نے کہا: کہ یہ امام مسلم کی شرط پر ہے، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے وسیلے سے دعا کی ہے، جب اس کے وسیلے سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے طفیل سوال کیا جائے تو وہ عطا فرماتا ہے۔

قولہ فَاِنِّیْ کثیر نسخوں میں فاء کے ساتھ ہے، اور یہ فاء تعلیلیہ ہے، صرف ایک نسخے میں باء کے ساتھ ہے اور وہ سببیہ ہے، حدیث کی اکثر کتابوں میں باء کے ساتھ ہی ہے، بعض کتب میں فاء کے ساتھ بھی ہے، کفایہ ابن ثابت میں بھی فاء کے ساتھ ہے۔ رہا اَشْهَدُ تو اس کے ہمزہ اور ہاء دونوں پر زبر ہے، نسخہ سہلیہ میں ہمزہ پر پیش اور ہاء کے نیچے زیر ہے (اُشْهِدُ)

(اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ) اکثر محدثین کے نزدیک حدیث میں موصول (اَلَّذِیْ) نہیں ہے، تاہم اس کتاب کے جتنے نسخے میں نے دیکھے ہیں، ان سب میں مذکور ہے۔ قولہ اِلَّا اَنْتَ ضمیر خطاب کے ساتھ ہے کیونکہ جب موصول ضمیر متکلم یا ضمیر خطاب پر جاری ہو تو جائز ہے کہ ضمیر غائب لوٹائی جائے یا اول کے موافق ضمیر لائی جائے۔ جیسے ایک شاعر کا قول ہے نَحْنُ الَّذِیْنَ صَبَّحُوا الصَّبَاحَا (صَبَّحُوْا میں ضمیر غائب لائی گئی ہے) (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا): اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَۃْ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے (سَمَّتْنِیْ ضمیر کے ساتھ لائے ہیں)

سورۂ اخلاص کی ہر آیت توحید پر دلیل ہے

(اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ) الاحد کا معنی وہی ہے جو الواحد کا ہے، لیکن الاحد نفی کے ساتھ خاص ہے، اثبات میں نہیں آتا، اور جس جگہ اثبات میں آ جائے تو وہاں واؤ کو الف سے تبدیل کر دیا گیا ہے، تو یہ اَحَدٌ بمعنی واحدٌ ہے، اَحَدٌ کا اصل وَحَدٌ ہے، واؤ کو الف سے بدل دیا گیا ہے، بعض اوقات واؤ مفتوحہ کو بھی ہمزے سے بدل دیا جاتا ہے، جس طرح ہمزہ مکسورہ اور مضمومہ کو واؤ سے بدل دیا جاتا ہے، اسی سے ہے اِمْرَأَۃٌ اور اَسْمَاءُ بمعنی وَسْمَاءُ جو کہ وَسَامَۃٌ سے ہے۔ بعض نسخوں میں الاَحد اور الصمد کے درمیان القَهَّارُ الفردُ کا اضافہ ہے، بعض نسخوں میں صرف الفردُ ہے القَهَّارُ نہیں ہے، اکثر نسخوں میں یہ دونوں نہیں ہیں، نسخہ سہلیہ میں بھی اسی طرح ہے، فرد کا معنی ہے طاق اور وہ (اس جگہ) واحد اور منفرد ہی ہے۔ اس کا معنی بے مثال بھی ہے۔

(وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا) اس کے لئے کوئی مثال اور نظیر نہیں ہے (اَحَدٌ) یہ اس جگہ اپنے طریقے پر ہے، کیونکہ یہ نفی میں ہے، یہ جملہ جو اس جگہ مذکور ہے۔ سورۂ اخلاص کے معانی پر مشتمل ہے، اس کی پہلی آیت عدد اور کثرت کی نفی کرتی ہے۔ دوسری آیت نقص اور تبدیلی کی نفی کرتی ہے، تیسری آیت علت و معلول (یعنی والد اور اولاد) کی نفی کرتی ہے۔ چوتھی آیت شبیہ اور نظیر کی نفی کرتی ہے، لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

(یَاهُوَ) نوادر الاصول میں ہے کہ هُوَ اسم ہے صفت نہیں ہے، هویت کے اقتضاء سے ہی تمام صفات ثابت ہیں۔ ھو، دل کا

اشارہ ہے معروف و موصوف ذات کی طرف' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ھُوَ --- پھر فرمایا: اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ--- پھر (چند صفات کے ذکر کرنے کے بعد) فرمایا: اَلْخَالِقُ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اصل اسماء ہے اور اسی کی طرف قلب اشارہ کرتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ وہ باطن ہے جس کا (مالکنھہ اور بکنھہ) ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ انتہی صاحب التحبیر نے فرمایا: یہ اسم اشارہ کے لئے وضع کیا گیا ہے' اور وہ ایک جماعت کے نزدیک نمایۂ تحقیق کی خبر ہے' اہل ظاہر کے نزدیک جملہ خبریہ اس بات کا محتاج ہے کہ ھُوَ کے بعد ایک امر کا ذکر کیا جائے' تاکہ کلام مفید ہو۔ کیونکہ جب آپ نے کہا ھُوَ اور خاموش ہو گئے تو یہ کلام مفید نہیں ہو گا جب تک کہ آپ اس کے بعد قائمٌ یا قاعدٌ یا اخي وغیرہ نہیں کہیں گے' لیکن اہل باطن (صوفیہ) کے نزدیک جب آپ ھُوَ کہیں گے تو ان کے دلوں میں سوائے حق تعالیٰ کے کسی کا تصور نہیں آئے گا' لہٰذا وہ اسی پر اکتفا کریں گے اور کسی بھی بیان کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے' کیونکہ وہ قرب کے حقائق میں فنا ہو چکے ہیں' اللہ تعالیٰ کا ذکر ان پر حاوی ہو چکا ہے' اور وہ اپنے مشاہدات کی یاد کو بھلا چکے ہیں' چہ جائیکہ انہیں ماسوا کا احساس ہو۔

شیخ زروق (شارح بخاری شریف) نے الحزب الکبیر کے حاشیہ میں فرمایا: قولہ یا مَنْ ھُوَ اس کا معنی ہے وہ ذات جس کے جلال اور عظمت کی طرف اشارہ نہیں کیا جا سکتا "فَھُوَ ھُوَ" پس وہ وہی ہے۔ کچھ لوگ اس اطلاق پر اعتراض کرتے ہیں اور صوفیہ پر انکار کرتے ہیں' اور تحقیق یہ ہے کہ اثبات مطلق کے مقام میں اس کا اطلاق بے ادبی ہے اور مقام تعظیم میں اس کی خبر دیتے ہوئے اور اس کا تصور (بالوجہ یا بوجہ) کرتے ہوئے یا شواہد اور قرائن کی بنا پر ہو تو اس میں اس کے اہل کے لئے حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

النصیحۃ الکافیہ میں ہے کہ یا ھُوَ سے نداء صرف اس شخص کے لئے جائز ہے جو تعظیم میں اس طرح مستغرق ہو گیا ہو کہ اس کے لئے اپنی صفات میں سے سوائے اشارے کے کچھ باقی نہ ہو اور سوائے ابہام کے اس کے لئے کوئی چارہ نہ ہو' اس کے بارے میں یہ حکم لگایا جائے گا کہ اس کے لئے اس طرح ندا کرنا درست ہے' جیسے کہ اس شان کے حامل ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے' واللہ تعالیٰ اعلم' وبہ التوفیق۔

ہمارے مشائخ کے شیخ ابو محمد عبد الرحمٰن نے الحزب الکبیر کے حاشیہ میں (حکیم) ترمذی کا کلام سابق اور اس کے علاوہ اقوال نقل کرنے کے بعد کہا: خلاصہ یہ ہے کہ ھُوَ سے اشارہ ان حضرات سے خاص ہے جو ہویت حقیقیہ میں مستغرق اور محو ہیں' چونکہ بحر احدیت ان پر حاوی ہے اور ان کے نزدیک وجود حقیقی منکشف ہے' اس لئے وہ ھُوَ سے سوائے اس کے کسی دوسرے کی طرف اشارہ نہیں کر سکتے' وجہ یہ ہے کہ چونکہ مشارٌ الیہ ایک ہی ہے' لہٰذا مطلق اشارہ صرف اسی کی طرف ہو گا' کیونکہ ان کی صفات بشریہ بالکل فنا ہو چکی ہیں اور وہ اپنے وجود' احساس اور صفت کو نیہ غائب سے ہو چکے ہیں' یہ توحید اور تعظیم میں درجہ کمال ہے' لہٰذا انہیں ماسوا کا احساس ہی نہیں ہے (اس لئے کسی دوسرے کی طرف اشارہ نہیں کر سکتے۔ ۱۲ق)

پھر صاحب التحبیر کا کلام نقل کرنے اور ابھی ابھی جو ان کا کلام نقل کیا گیا اس کے بعد فرماتے ہیں: یہ صوفیہ کرام کے وجدان اور ذوق پر مبنی حال کا مقتضا ہے۔ ان کے نزدیک ھُوَ اپنے معنی پر دال اسم مستقل ہے' ضمیر غائب نہیں ہے' جیسے کہ وہ

اصل کے اعتبار سے ضمیر ہے' بلکہ اسے نقل کیا گیا ہے اور ان کے نزدیک یہ عرف بن گیا ہے کہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لئے اسی طرح ہے جس طرح اسماء ظواہر کا ہے' اسی لئے اسے ھُوَ سے ندا اور اس پر یا کا داخل کرنا جائز ہے' ان کے نزدیک یہ ضمیر چپ نہیں ہے' حتی کہ یہ اعتراض کیا جائے کہ عرب سے صرف یہ سنا گیا ہے کہ ضمیر خطاب کو ندا کی جائے' اس میں بھی اختلاف ہے' انتہی کلامہ۔

(یَا مَنْ لَا ھُوَ) یہ اسی طرح ہے جس طرح اس سے پہلے ہے' یعنی اے وہ ذات جس کی طرف ھُوَ سے اشارہ نہیں کیا جاتا اور اسی کے لئے وجود حقیقی ہو (اِلَّا ھُوَ) یہ ضمیر موصول کی طرف راجع ہے (یَا اَزَلِیُّ) وہ اول جس کے وجود کا آغاز اور ابتدا نہیں ہے' لہٰذا یہ قدیم کے معنی میں ہے' قرآن و سنت میں اس کا اطلاق وارد نہیں ہے (علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد میں حضرت مصنف کے قول: ولا جوھر کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اگر کہا جائے کہ موجود' واجب اور قدیم کا اطلاق کس طرح صحیح ہوگا؟ جن کے بارے میں شریعت وارد نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اطلاق اجماع کی بنا پر ہے اور وہ بھی شریعت کے دلائل میں سے ہے (ص ۳۱) اسی طرح ازلی کے بارے میں کہا جا سکتا ہے۔ ۱۲ قادری)

(یَا اَبَدِیُّ) بعض علماء نے کہا: اس کا معنی ہے وہ ذات جس کی بقاء کی انتہا نہیں اور نہ ہی اس کا خاتمہ ہے' ابن ماجہ میں اسماء مبارکہ میں اَلْاَبَدُ ہے' بغیر یاء کے' قاموس میں ہے اَلْاَبَدُ باء کی حرکت کے ساتھ دائم اور قدیم ازلی۔ امام ابو حنیفہ کی تسبیح میں ہے' انہیں خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی' رب کریم نے انہیں سکھایا: سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ --- اس میں دونوں کا ذکر ہے۔

(یَا دَھْرِیُّ) میں نے جتنے مستند نسخے دیکھے ہیں ان سب میں دال پر زبر ہے' اس کا معنی ہے باقی' بعض نے کہا: قدیم ازلی جس کی ابتدا نہیں ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس انداز میں نسبت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے فعل کی نسبت دہر کی طرف کرتے ہیں' عرب فاعلیت کی نسبت دہر کی طرف کرتے تھے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دہر کو گالی نہ دو' کیونکہ دہر یعنی ان امور کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے جن کی نسبت تم دہر کی طرف کرتے ہو' لہٰذا یَا دَھْرِیُّ کا معنی ہوا اے فاعل! یا اے خالق! وغیرہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو: اے دہر میں تصرف کرنے والے! حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔ قوت القلوب وغیرہ میں ہے: یَا دَھْرُ یَا دَیْھُوْرُ یَا دَیْھَارُ یَا دَھْرَ الدَّھَارِیْرِ یَا اَبَدِیُّ یَا اَزَلِیُّ۔

آصف بن برخیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے

(یَا دَیْمُوْمِیُّ) اس کا معنی ہے دائم اور باقی جس کی انتہا نہیں ہے (یَا اِلٰھَنَا وَاِلٰہَ کُلِّ شَیْءٍ) بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وَقَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ (الآیتہ) کی تفسیر میں فرمایا: کہا گیا ہے کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خالہ کے بیٹے آصف بن برخیا تھے' ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے اسم اعظم کا علم تھا' انہوں نے جو دعا مانگی تھی وہ یہ تھی: یَا اِلٰھَنَا وَاِلٰہَ کُلِّ شَیْءٍ اِلٰھًا وَّاحِدًا لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ یَا ذَا الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اِئْتِنِیْ بِعَرْشِھَا (انتہی) دیکھئے شیخ زکریا کی فتح الرحمٰن بِکَشْفِ

مَایَلْبِسُ مِنَ الْقُرآن... محشی نے فرمایا: ظاہر یہ ہے کہ وہ بہت جلد آنکھ کے جھپکنے میں لے آئے تھے' جیسے کہ واقعہ کا بیان اس طرف اشارہ کرتا ہے' کیونکہ وہ اہل تصرف اور اہل قبضہ میں سے تھے۔ انتہی۔ (اَللّٰھُمَّ) حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور اس کا عامل معنی ندا ہے۔

۳۔ (اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ) جن کلمات کے ساتھ یہ دعا شروع کی گئی ہے ان کے ساتھ دعا احادیث میں وارد ہے' جس طرح امام احمد' ابوداؤد' ترمذی' طبرانی' ابن حبان اور حاکم وغیرہم نے حضرت ابو ہریرہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی' ہم ان روایات کو ذکر کر کے کلام کو طول نہیں دیتے۔ قرآن عزیز میں ہے: قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ (الآیۃ) فاطر' خالق' باری' مبدع اور منشیء کا ایک معنی ہے۔

(اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ) یعنی قائم بنفسہ اور مخلوق کے امور کو قائم فرمانے والا' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: قیوم وہ ہے جسے زمانے فنا نہیں کرتے اور جسے امور کا انقلاب متغیر نہیں کرتا' بعض علماء نے کہا: کہ قیوم کا معنی ہے غنی' دائم تہم مخلوق کی تدبیر فرمانے والا اور ان سے مستغنی' شیخ زروق نے فرمایا: پہلا اور دوسرا معنی مناسب ہے' کیونکہ وہ صفات ذات میں سے ہے' فافہم۔ اچھی طرح سمجھ لیں۔ (اَلدَّیَّانُ) اس کا معنی ہے فیصلہ کرنے والا' قہار' حاکم اور وہ جزا دینے والا جو کسی عمل کو ضائع نہیں کرتا' بلکہ خیر و شر پر جزا دے گا (اَلْبَاعِثُ) جو مخلوق کو زندہ فرمائے گا اور قیامت کے دن قبروں سے اٹھائے گا (اَلْوَارِثُ) مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی ذات' یا مالکوں کے فنا ہونے کے بعد جس کی طرف تمام ملکیتیں راجع ہوں گی (ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ) پہلی صفات کی طرح یہ بھی منصوب ہے' محشی نے کہا: کہ یہ منادی مضاف کی صفات ہیں' منادی مضاف کا حکم یہ ہے کہ وہ منصوب ہوتا ہے' اس کی صفت بھی منصوب ہوگی' موصوف سے منقطع کر کے اس پر رفع پڑھنا بھی جائز ہے' اصل عبارت یوں ہوگی: اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الی آخرہ' اب یہ ضروری نہیں کہ ذَا الْجَلَالِ کی نصب کو اس بناء پر تبدیل کر دیا جائے کہ ایک دفعہ صفت کو موصوف سے منقطع کر دیا جائے تو اس کے بعد کسی صفت کو تابع بنا کر نہیں لایا جائے گا' کیونکہ قطع کی صورت میں بھی اسے منصوب پڑھ سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ اس سے پہلے اَمْدَحُ فعل مقدر ہو۔ اصل عبارت یوں ہوگی: اَمدحُ ذَا الْجَلَالِ بسم اللہ شریف میں وجوہ اعراب پر جو گفتگو کی گئی ہے اس کا ایک دفعہ پھر مطالعہ کر لیں۔ انتہی

(قُلُوْبُ الْخَلَائِقِ) یعنی انسانوں یا انسانوں اور جنوں یا تمام عقلاء کے دل' تیری صورت میں فرشتے بھی داخل ہوں گے' ان کی طرف دلوں کی نسبت مجازاً ہوگی (لہٰذا اس عبارت کو عموم مجاز پر محمول کیا جائے گا" ۱۲ قادری)' اس صورت میں حضرت مصنف کے قول: وَ تَمْحُو الشَّرَّ اِذَا شِئْتَ مِنْھُمْ اور تو جب چاہے تو ان کے شر کو مٹا دے' میں ضمیر (مِنْھُمْ) ان کی طرف راجع ہوگی جو اس کی صلاحیت رکھتے ہیں (یعنی انسانوں اور جنوں کی طرف راجع ہوگی' فرشتوں کی طرف نہیں' کیونکہ وہ معصوم ہیں' ۱۲ قادری) جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یَخْرُجُ مِنْھُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (اس میں ضمیر تثنیہ کی ہے جب کہ میٹھے اور کھاری دو پانیوں میں سے ایک میں سے موتی اور مرجان برآمد ہوتے ہیں' یعنی سمندر سے۔ ۱۲ قادری) (بِیَدِکَ) باء بمعنی فی ہے' مطلب یہ ہے کہ مخلوقات کے دل تیرے قبضہ میں ہیں' تیرے حکم کے تحت اور تیرے تصرف میں ہیں تو جس طرح چاہے انہیں الٹ پلٹ

رے قولہ قُلُوْبُ الْخَلَائِقِ بِيَدِكَ از قبیل رَكِبَ الْقَوْمُ دَوَابَّهُمْ (یعنی جمع کا جمع سے مقابلہ ہو تو تقسیم آحاد پر ہوتی ہے' ہر ایک مخلوق کا اپنا اپنا دل مراد ہے) اسی طرح آئندہ قول ہے (نَوَاصِيْهِمْ) جمع ہے نَاصِيَةٌ کی یہ وہ بال ہیں جو ماتھے پر لٹکے ہوئے ہوتے ہیں' جن کا جوڑا بنالیا جاتا ہے' یہ استعارہ ہے کیونکہ جو شخص اپنے چارپائے کے معاملے کا مالک ہو اور چارپایہ اس کے قبضے میں ہو اس کی شان یہ ہے کہ اسے اس کی پیشانی سے پکڑے اور جہاں چاہے لے جائے (اِلَيْكَ) اِلٰی بمعنی لام ہے' یعنی تو مخلوقات کا مالک ہے' ان میں جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے' تیرے مقابل مخلوق کی کوئی قدرت نہیں اور کسی نقصان سے بچنے اور فائدہ حاصل کرنے کی طاقت تیری امداد کے بغیر نہیں۔ پس دوسرا جملہ معنی پہلے جملے کی تاکید ہے' یا اس سے بدل ہے' چونکہ ان کے درمیان کمال اتصال ہے' اسی لئے دوسرے جملے کا پہلے پر عطف نہیں لایا گیا۔

(فَاَنْتَ) یہ فاء سببیہ ہے (تَزْرَعُ الْخَيْرَ) تو خیر ڈالتا ہے' یا اگاتا ہے اور اسے نشوونما دیتا ہے' از قبیل خیر وہ چیز ہے جس کا ذکر حضرت مصنف اپنے قول میں کریں گے وَ اَنْ تَحْشُوَ قَلْبِیْ مِنْ خَشْيَتِكَ (اھ) اس پر زرع کا اطلاق مجازا ہے (فِیْ قُلُوْبِهِمْ وَ تَمْحُو الشَّرَّ) اور تو شر کے اثر کو دور کرتا ہے' شر ہر وہ شے ہے جو شرعا پسندیدہ نہیں ہے (اِذَا شِئْتَ) جب تو چاہے--- کیونکہ امر تیرا امر ہے اور حکم تیرا حکم ہے' تیرا ہر انعام فضل ہے اور ہر انتقام عدل ہے اور تیرا ہر فعل حسن ہے کیونکہ تو اس کا فاعل ہے۔ (مِنْهُمْ) یہ ضمیر خلائق کی طرف راجع ہے۔ اور جب تو چاہتا ہے ان سے شر کو دور کر دیتا ہے--- ان کے دلوں کو منور اور دلوں میں ایمان کو مضبوط کر کے' ان کے کلام میں اشارہ ہے کہ اصل چیز جو انسان میں رکھی گئی ہے اور جس خصلت پر اسے پیدا کیا گیا ہے وہ شر ہے' الا یہ کہ اللہ تعالیٰ جس میں سے چاہے شر کو مٹا دے' خیر تو طاری ہے اللہ تعالیٰ جس میں چاہتا ہے اگا دیتا ہے اور اس کی بدولت رحم فرماتا ہے' جیسے ارشاد فرمایا: اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (یوسف ۱۲/ ۵۳) بے شک نفس برائی کا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے۔

(فَاَسْأَلُكَ) فاءِ تعلیلیہ ہے (اَللّٰهُمَّ اَنْ تَمْحُوَ مِنْ قَلْبِیْ كُلَّ شَیْءٍ تَكْرَهُهٗ) اس لئے اے اللہ! میری تجھ سے دعا ہے کہ میرے دل سے ہر ایسی شے کو مٹا دے جسے تو شرعا پسند نہیں فرماتا: (وَاَنْ تَحْشُوَ) اور یہ کہ تو بھر دے (قَلْبِیْ مِنْ) ابتدائیہ ہے یا بمعنی باء ہے (خَشْيَتِكَ) میرے دل کو اپنے خوف سے--- شیخ ابو عبد اللہ الفلالی فرماتے ہیں خشیت وہ ہیبت ہے جس کے ساتھ تعظیم شامل ہو' محشی فرماتے ہیں: اس کا سوال اس لئے کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ثمرہ ہے' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا" اللہ کے بندوں میں سے اس سے صرف علماء ڈرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس علم سے پناہ مانگی جو فائدہ نہ دے اور اس دل سے جو خشوع سے عاری ہو۔ یہ بھی ارشاد فرمایا: ہم تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا علم رکھتے ہیں اور تم سب سے زیادہ اس کا خوف اور خشیت رکھتے ہیں' ابن عطاء اللہ نے فرمایا: بہترین علم وہ ہے جس کے ہمراہ خشیت ہو' اگر خشیت اس کے ساتھ ہو تو وہ علم تیرے لئے مفید ہے ورنہ تیرے لئے نقصان دہ ہے۔ (وَمَعْرِفَتِكَ) اور میرے دل کو اپنی معرفت سے لبریز فرما دے--- تاکہ میں تمام جہانوں کو چھوڑ کر تیری بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں۔

(وَالرَّغْبَةِ فِيْمَا عِنْدَكَ) اور اس اجر و ثواب کی رغبت سے میرا دل بھر دے جو تو نے اپنے نیک بندوں کے لئے تیار کر رکھا

ہے۔ رغبت میں تین احتمال ہیں (۱) زبانی رغبت مراد ہو اور وہ یہ کہ دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور زاری کی جائے (۲) قلبی اور وہ یہ کہ دل حصول مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف التجا کرے' اس بات کا پختہ ظن اور عزم رکھے کہ وہ واقع ہو گا۔ (۳) حالی: اور وہ یہ کہ رغبت حال کے ساتھ ہو اور مطلوب تک پہنچانے والے ذریعے کے اختیار کرنے سے ہو' یہ سب سے قریبی رغبت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ پہلی اور تیسری صورت میں لفظ رغبت منصوب ہے اور اس کا عطف ہے اَسْأَلُكَ کے معمول پر ہے' دوسری صورت میں مِنْ کے مدخول پر عطف کرتے ہوئے اس پر جر پڑھنا صحیح ہے اور اَسْأَلُكَ کے معمول پر عطف کرتے ہوئے نصب پڑھ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بندے کو مقام محبوبیت پر پہنچاتا ہے

(وَالْاَمْنَ) یہ خوف کی ضد ہے' سیدی ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہم پر معاملہ مبہم کر دیا گیا ہے کہ ہم امید رکھیں یا خوف' تو ہمارے خوف کو امن عطا فرما اور ہماری امید کو ناکام نہ فرما۔ ہو سکتا ہے کہ خوف کے ساتھ امید بھی جمع ہو جائے' بسبب دیئے جانے امن کے آخرت میں یا دنیا میں بھی۔ حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بندے کو مقام محبوبیت پر فائز فرماتا ہے اور وہ محبوبیت میں اس مقام تک ترقی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے فرماتا ہے کہ تو جو چاہے کر' میں نے تجھے بخش دیا ہے (جس طرح اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے بارے میں حدیث شریف میں ہے' ۱۲ قادری)۔ سیدی ابوالحسن (شاذلی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ولی اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے کہا جاتا ہے کہ ہم نے تمہیں سلامتی عطا فرمائی اور تجھ سے ملامت اٹھا لی۔

اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال

(وَالْعَافِیَۃَ) اور تجھ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں--- اور یہ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس سے عافیت مانگو اور یہ بھی فرمایا: کہ بندے نے اللہ تعالیٰ سے کبھی ایسی چیز نہیں مانگی' جس کا مانگنا اس کے نزدیک دنیا و آخرت میں عفو اور عافیت کے مانگنے سے زیادہ محبوب ہو۔

محشی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عفو و عافیت کے سوال میں بندے کے ضعف والے وصف کا اظہار ہے' اور اس امر کا اظہار ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا مقابلہ نہیں کر سکتا' اس انداز میں بندہ قوت و اقتدار سے دست بردار ہو کر احتیاج الی اللہ تعالیٰ کے وصف کے ساتھ موصوف ہو چکا ہے۔ انتہی

قولہ وَالْاَمْنَ وَالْعَافِیَۃَ کا اَسْأَلُكَ کے معمول پر عطف ہے' لہٰذا یہ دونوں منصوب ہیں' ان کو ماقبل کی طرح جر جوار کے ساتھ مجرور بھی پڑھ سکتے ہیں' اس قول کے مطابق جس کے اعتبار سے یہ عطف نسق میں بھی جائز ہے۔

شیخ زروق کے قواعد میں ہے کہ عافیت یہ ہے کہ دل اضطراب سے سکون پا جائے۔ پس اگر اس کا سکون اللہ تعالیٰ کی طرف

ہے تو یہ ہر حال میں عافیت کاملہ شاملہ ہے' حتی کہ اگر اس کا صاحب آگ میں بھی داخل ہو گیا تو بھی اپنے رب سے راضی ہو گا' چونکہ امن اور عافیت دو امر باطن ہیں' اس لئے مِنْ کے مدخول پر عطف کرتے ہوئے ان پر جر بھی پڑھ سکتے ہیں' جیسے اَلرَّغْبَۃِ میں جر پڑھی گئی ہے۔

(وَاعْطِفْ) اور توجہ فرما (مِنْكَ) مِنْ ابتداء غایت کے لئے ہے' مطلب یہ ہے کہ اپنے پاس سے (وَاَلْهِمْنَا) اور ہمیں توفیق عطا فرما اور تلقین فرما (الصَّوَابَ) یعنی تمام اقوال' افعال' عقائد اور احوال میں درستی کی توفیق عطا فرما (وَالْحِكْمَۃَ) اور وہ حکمت عطا فرما جو ہمیں خطا' اور استقامت و اعتدال سے خارج ہونے سے منع کرے' بخاری شریف میں ہے کہ حکمت کا معنی ہے صواب کو پہنچنا' یہ نبوت کے علاوہ صفت ہے۔

(فَنَسْأَلُكَ) جملہ نَسْأَلُكَ کا فاء کے ذریعے سابقہ جملے پر عطف ہے' کیونکہ جملہ نَسْأَلُكَ معنی کے اعتبار سے انشائیہ ہے' اس لئے کہ اس کا معنی ہے اَعْطِنَا ہمیں عطا فرما (اَللّٰهُمَّ عِلْمَ الْخَائِفِيْنَ) ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں طلق بن حبیب اور شقیق بن ابراہیم بلخی سے دعا نقل کی ہے جس کا انداز وہی ہے جو اس جگہ ہے' بعض الفاظ میں موافقت ہے' ہر ایک کی ابتدا میں خائفین کے علم کا سوال کیا گیا ہے' امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاربعین میں فرمایا: یاد رہے کہ حقیقت خوف یہ ہے کہ آئندہ آنے والے کسی ناپسندیدہ کے خطرے دل دکھی ہو اور جلے' یہ خوف کبھی تو گناہوں کے صادر ہونے کی بناء پر ہوتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے اس کی ان صفات کی معرفت کی بنا پر جو لازماً خوف کی موجب ہوتی ہیں' یہ خوف زیادہ تام اور کامل ہوتا ہے' کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچانے وہ لازماً اس (کے غضب اور عتاب) سے ڈرے گا' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں انتہی۔ پس علم خوف کا سبب ہے' حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے اس علم کا سوال کیا جس کا نتیجہ خوف ہے' کسی بزرگ نے کہا ہے: اے میرے رب! اس شخص کا کیا علم ہے؟ جو تجھ سے نہیں ڈرتا (یَارَبِّ مَا عِلْمُ مَنْ لَا يَخْشَاكَ۔ اس مطالع المسرات میں لَا ساقط ہو گیا ہے' ۱۲ قادری) اور اس شخص کا خوف کیا ہے جو تیرے حکم کی اطاعت نہیں کرتا۔

خوف کی تعریف

شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے قوت القلوب کی کتاب الخوف میں فرمایا: یاد رہے کہ علماء کے نزدیک خوف کا معنی اس معنی سے مختلف ہے جو عوام کے وہموں میں آتا ہے۔ اور اس بے چینی' جلن' شدت غم اور بے قراری سے بھی مختلف ہے' کیونکہ یہ امور اہل محبت صوفیہ کے خطرات اور احوال وجد ہیں' ان کا حقیقت علم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں' ان کی حیثیت بعض صوفیہ عارفین کے احوال وجد کی ہے جو انہیں راہ محبت میں لاحق ہوتے مثلاً جل جانا اور محبت کی فراوانی' علماء کے نزدیک خوف نام ہے صحیح علم اور سچے مشاہدے کا' جب بندے کو حقیقت علم اور سچا یقین عطا کر دیا جائے تو اسے خوف والا کہا جاتا ہے' اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم تمام مخلوق سے زیادہ خوف خدا رکھنے والے ہیں' کیونکہ آپ کا علم حقیقی ہے' اور آپ

تمام مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت رکھنے والے ہیں' کیونکہ آپ نہایت قرب کے مقام پر فائز ہیں' آپ دونوں حالوں (حقیقت علم اور کامل ترین محبت) میں سکون اور وقار کے حامل ہیں اور تمام احوال میں ثابت قدمی اور استحکام رکھتے ہیں' بے چینی' بے قراری اور شدت غم والم آپ کا وصف نہیں ہے' آپ کو تمام مخلوق سے کئی گنا زیادہ عقل و دانش عطا کی گئی ہے' آپ کے دل میں تمام مخلوق کی وسعت ہے' دنیا والوں کی ایذاء رسانی پر صبر کے لئے آپ کا سینہ کھول دیا گیا۔ انتہی۔

ابن عطاء اللہ کہتے ہیں: اے اللہ! تیری تدبیروں کے اختلاف اور تیری تقدیروں کے نازل ہونے نے تیرے عارف بندوں کو عطیے سے پر سکون ہونے اور مصیبت میں تجھ سے مایوس ہونے سے روک دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا

(وَاَنَابَ) کہا جاتا ہے نَابَ اِلَی اللّٰہِ وَاَنَابَ یعنی فلاں شخص نے توبہ کی اور رجوع کیا۔ محشی نے فرمایا: صوفیہ کے نزدیک انابت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اس کے ماسوا سے الگ ہونا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (الْمُخْبِتِیْنَ) کہا جاتا ہے: اَخْبَتَ فلاں شخص نے عاجزی' انکساری اور فروتنی اختیار کی (وَاِخْلَاصَ الْمُوْقِنِیْنَ) وہ عارف اور موحد ہیں' اور ان کا اخلاص وہ سچائی ہے جسے اپنی طاقت و قوت سے براءت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: موحدین کے نزدیک اخلاص کا مطلب ہے مخلوق کا افعال میں اپنی طرف نظر نہ کرنا اور احوال میں ان کے لئے سکون اور استراحت کا نہ ہونا۔ کتاب الاخلاص میں فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے اعمال سے اس ثواب آخرت کا ارادہ کرے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے تو یہ اس کے اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ ہاں! یہ محبین کے مقام میں نقص اور ان موحدین کے اخلاص میں شرکت ہے جو اخلاص کے ساتھ افعال بندگی ادا کرتے ہیں اور خواہش کی قید سے رہائی پا چکے ہیں' انہیں وحدانیت کے سوا کسی نے غلام نہیں بنایا۔ انہوں نے کتاب التوکل میں بھی اس پر تنبیہہ کی ہے۔ اور فرمایا کہ یہ امر توکل کے خلاف نہیں ہے' تاہم یہ طلب ثواب انہیں محبین کے اخلاص میں داخل نہیں کرے گی۔ اور مقربین عارفین کے درجے تک ترقی نہیں دے گی۔

صدیقین کا اخلاص کامل ہے

حجۃ الاسلام (امام غزالی) رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں فرمایا: صدیقین کا اخلاص کامل اخلاص ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں عمل کے معاوضے کا ارادہ نہیں کیا جاتا' اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی بنا پر صرف اس کی رضا طلب کی جاتی ہے' کیونکہ وہ مستحق اطاعت و بندگی ہے۔ انہوں نے اشارہ فرمایا کہ یہ اخلاص اس شخص کو میسر نہیں ہوتا جو دنیا میں رغبت رکھنے والا ہے۔ شیخ ابن عباد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خفی اور جلی ریا سے صرف عارف اور موحد محفوظ ہوتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شرک کی باریکیوں سے پاک فرما دیا ہے اور چونکہ ان کے دلوں پر یقین و معرفت کے انوار جگمگا رہے ہیں' اس لئے ان کی نظروں سے مخلوق کو اوجھل کر دیا ہے۔ تو وہ عمل سے کسی منفعت کے حصول کی امید نہیں رکھتے اور اپنی طرف سے کسی ضرر کے وجود کا

خوف نہیں رکھتے‘ پس ان کے اعمال خالص ہیں‘ اگرچہ وہ انہیں لوگوں کے درمیان اور ان کے سامنے انجام دیں اور جس شخص کو یہ مقام حاصل نہ ہو‘ وہ مخلوق کا مشاہدہ کرے اور ان سے فوائد کے حصول اور نقصانات کے دفع کرنے کی توقع رکھے تو وہ اپنے عمل میں ریاکار ہے‘ اگرچہ وہ پہاڑ کی ایسی چوٹی پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے جہاں اسے دیکھنے سننے والا کوئی نہ ہو (انتہیٰ)

صرف ایک نسخے میں مُؤْقِنِيْنَ کی جگہ مُوَفَّقِيْنَ ہے۔

صابرین کا شکر

(وَشُكْرُ الصَّابِرِيْنَ) اور صابرین کا شکر---- کیونکہ وہ کامل اور دائم ہے‘ اس لئے کہ صبر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی شے پر ثابت قدمی اور مداومت اختیار کی جائے اور اس جگہ وہ ثابت قدمی مراد ہے جس کا باعث دین ہو نہ کہ خواہش نفس اور وہ طاعت پر ثابت قدمی اور گناہ سے اجتناب ہے‘ نیز نعمت پر صبر ہے اور وہ اس طرح کہ اس کی طرف مائل نہ ہو‘ بلکہ اس کا شکر ادا کرے اور غفلت میں محو نہ ہو جائے‘ اسی طرح مصیبت پر صبر کرے‘ اگر کوئی شخص صبر کی ہر قسم کا حق ادا کرتا ہے تو اس کا صبر تام بھی ہے اور دائم بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شکر کی تعریف

شکر یہ ہے کہ دل منعم سے اس کے انعام کی بنا پر خوش ہو اور اس خوشی کے اثرات اعضاء میں بھی ظاہر ہوں‘ چنانچہ زبان محو ثنا ہو‘ اعضاء مصروف عمل ہوں اور مخالفت سے دور ہوں۔

(وَتَوْبَةُ) حجۃ الاسلام (امام غزالی) نے اربعین میں فرمایا کہ حقیقت توبہ یہ ہے کہ دوری کے راستے کو چھوڑ کر قرب کے راستے کی طرف رجوع کیا جائے‘ لیکن اس کا ایک رکن ہے‘ ایک مبدا اور ایک کمال ہے‘ مبدا ایمان ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ معرفت کا نور دل پر اس طرح چمکے کہ اسے سر کی آنکھوں سے دکھائی دے کہ گناہ مہلک زہر ہے اور اس سے وحشت‘ خوف اور ندامت کی آگ بھڑک اٹھے اور اس آگ سے تلافی اور اجتناب کی سچی رغبت پیدا ہو‘ اس وقت تو اس طرح کے گناہوں کو چھوڑ دے اور آئندہ کے بارے میں عزم کرے کہ گناہ نہیں کروں گا۔ رہا ماضی تو ممکن حد تک اس کی تلافی کرلے‘ اس طرح توبہ کا کمال حاصل ہو جائے گا۔ (فصل) جب تو نے حقیقت توبہ کو پہچان لیا تو تجھ پر واضح ہو جائے گا کہ توبہ ہر شخص پر اور ہر حال میں واجب ہے‘ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا (النور ۳۱/۲۴) تم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو‘ علی الاطلاق سب کو مخاطب فرمایا۔ انتہیٰ

(الصِّدِّيْقِيْنَ) اور صدیقین کی توبہ---- کیونکہ ان کی توبہ سچی‘ پرخلوص‘ تمام چھوٹے بڑے‘ ظاہری اور باطنی گناہوں اور اللہ تعالیٰ کے ہر ماسوا کو شامل ہے‘ آفات‘ بیماریوں اور اپنی ذوات کے دیکھنے سے پاک ہے‘ محشی نے فرمایا: حضرت مصنف کی مراد یہ ہے کہ صدیق وصف صدیقیت کی بنا پر آفات اور (روحانی) بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کامل بندہ بن جاتا

ہے۔

رازوں کے راز کا سوال

شیخ شاذلی نے فرمایا: جو شخص ہمارے اس علم کی گہرائی میں نہیں جاتا وہ بے خبری میں کبیرہ گناہوں میں اصرار کی حالت میں فوت ہو جاتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا: ہم تجھ سے رازوں کے راز کا سوال کرتے ہیں جو گناہوں پر اصرار سے روک دے، یہاں تک کہ ہمارے لئے گناہ یا عیب کے ساتھ قرار نہ ہو--- واللہ تعالیٰ اعلم

۵ (وَنَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ بِنُوْرِ وَجْهِكَ) ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں تیرے وجہ کریم کے ظہور کے طفیل--- شیخ ابو محمد عبد الرحمٰن نے حاشیۃ الحزب میں فرمایا: وَجْہٌ سے مراد وہ تجلی ذاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے لئے ہوتی ہے--- پھر وَجْہٌ کا اطلاق کتاب سنت میں بھی آیا ہے، قرآن پاک میں جو مشکل (بلکہ متشابہ' ۱۲ قادری) کلمات وارد ہیں غیر قرآن میں ان کے اطلاق میں کلام کرنے والوں کا اختلاف ہے، قلانسی اور محدثین و فقہاء کی ایک جماعت نے اسے جائز قرار دیا ہے، اس جگہ جو اطلاق ہے وہ اسی قول کے مطابق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(الَّذِيْ مَلَأَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ) جس نے تیرے عرش کے اطراف اور گوشوں کو بھر دیا ہے، یعنی اس نور کا ظہور اور اس کی تجلی اطراف عرش میں ہے اور وہ ان سب میں اس طرح انتہائی ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ اس کے غیر کا ظہور نہیں ہے، اگر عرش کے گوشوں میں اس نور کا ظہور نہ ہوتا تو وہ گوشے ظاہر نہ ہوتے اور ان پر کوئی نگاہ نہ پڑتی' اَلْحِكَمُ میں ہے کہ کائنات ی اندھیری تھی، حق کے ظہور نے اسے روشن کر دیا' اگر کائنات میں اس کا ظہور نہ ہوتا تو کسی کو دکھائی نہ دیتی۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت سب سے بڑا عطیہ ہے

(اَنْ تَوْزَعَ) یہ کہ تو رکھے اور ثابت کرے (فِيْ قَلْبِيْ مَعْرِفَتَكَ) محشی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی معرفت سب سے بڑا مقصد اور سب سے بڑا عطیہ ہے۔ معرفت سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ تجلی ہے جو اس کے خواص کے دلوں کے لئے ہوتی ہے اور ان کے اسرار اللہ تعالیٰ کی احدیت کا یقین کرتے ہیں، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر شہود کے انوار کا فیضان فرمایا اور انہیں راز وجود سے آگاہ فرمایا' تو وہ انوار کے سمندروں میں ڈوب گئے اور معانی و اسرار میں غوطہ زن ہو گئے' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (الرحمٰن ۴۶/۵۵) اور جو اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو جنتیں ہیں' اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ ایک جنت فوری ملتی ہے اور وہ علوم و معارف کی جنت ہے' دوسری وہ ہے جو ایک وقت کے بعد ملے گی اور وہ قیامت کی جنت ہے اور جو پہلی جنت میں داخل ہوا وہ دوسری جنت کا شوق نہیں رکھے گا' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جنت کی حوروں اور محلات کا شوق نہیں رکھتے گا' رہا وہ قرب اور عرفان جو وہاں حاصل ہو گا تو دنیا کے قرب اور عرفان کو اس سے کوئی مناسبت نہیں ہے' اس لئے کہ عارفین کے دلوں کو جو کچھ دنیا میں عطا کیا جاتا ہے وہ جنت میں ان کے لئے تیار کئے گئے

عرفان کی ایک جھلک ہے' جو بطور اعزاز انہیں دنیا میں دی گئی ہے' واللہ تعالیٰ اعلم

(حتّٰی) یہ إلیٰ کے معنیٰ میں ہے یا کَیْ کے معنیٰ میں (اَعْرِفَكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ) یعنی تیری معرفت حاصل کروں جو واجب ہے' یا تیری واجب معرفت کی حقیقت کو حاصل کر لوں' یا تیری معرفت جو ثابت اور محقق ہے جو میرے لائق اور مجھ سے ممکن ہے اور تیرے حق میں جائز ہے اور یہ معرفت حق ہے معرفت حقیقت نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ابکُنْہِہٖ اور کما حقہٗ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے' بندوں کا علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا' ادراک سے عاجز ہونا بھی ادراک ہے' تمام مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا علم رکھنے والی ہستی ﷺ نے فرمایا: میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا' جس طرح تو نے اپنی تعریف کی ہے' آپ کو فرمایا گیا: وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ ۲۰/ ۱۱۴) اور اے حبیب! آپ عرض کریں کہ میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

(کَمَا یَنْبَغِیْ اَنْ تُعْرَفَ بِهٖ) یعنی ایسی معرفت جو اس لائق ہو کہ تجھے اس کے ذریعے پہچانا جائے اور جو تیرے جلال اور تیری عظیم سلطنت کے لائق ہو--- پس کاف تشبیہ کے لئے ہے جو مصدر محذوف کی صفت ہے' اور مَا موصولہ ہے' یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس معرفت کے ذریعے تیری معرفت طلب کرنے کے لئے' اس صورت میں کاف تعلیلیہ ہے اور مَا مصدریہ ہے۔

کتاب کا اختتام درود پاک کے ساتھ

پھر اپنی دعا اور کتاب (دلائل الخیرات) کو نبی اکرم ﷺ پر درود شریف کے ساتھ ختم کیا ہے' جیسے کہ نسخہ سہلیہ میں ہے' کیونکہ پہلی فصل میں گزر چکا ہے کہ یہ مطلوب ہے' اگرچہ ایک حدیث روایت کی گئی ہے جس میں کتاب کے آخر میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کی ممانعت ہے' لیکن علماء نے ختم کتاب کو ان مقامات میں شمار نہیں کیا جن میں نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنا مکروہ ہے' حضرت مصنف نے کہا: (وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا) بعض نسخوں میں یہ اضافہ ہے: وَنَبِیِّنَا وَمَوْلَانَا (مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَاَمَامِ الْمُرْسَلِیْنَ) یہ دو صفتیں نسخہ سہلیہ میں موجود ہیں' بعض نسخوں میں نہیں ہیں (وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا) اس جگہ نسخۂ سہلیہ میں کتاب ختم ہو گئی ہے' اسی طرح میرے نانا ابو العباس احمد بن یوسف الفاسی رحمہما اللہ تعالیٰ کے پاس موجود نسخے میں بھی اس جگہ کتاب مکمل ہو گئی ہے' دوسرے حضرات کے نزدیک اور بعض دوسرے نسخوں میں یہ اضافہ ہے (وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ) بعض نسخوں میں اس کے بعد ہے (وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ)

اس جگہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے نسخہ سہلیہ کے مطابق کتاب کے آخر میں ایک حاشیہ لکھا ہے' جس کا ذکر ہمارے مذکور نانا (ابو العباس احمد بن یوسف فاسی) نے کیا ہے' اور وہ یہ ہے (اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِمُؤَلِّفِهٖ وَارْحَمْهُ وَاجْعَلْهُ مِنَ الْمَحْشُوْرِیْنَ فِیْ زُمْرَةِ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِفَضْلِكَ یَا رَحْمٰنُ) (ا ھ)

کتاب کی ابتداء میں نسخہ سہلیہ کی تاریخ کا ذکر کیا جا چکا ہے (۶ ربیع الاول ۸۶۲ھ کو یہ نسخہ مکمل کیا' ۱۲ مطالع المسرات (عربی) ص ۱۰۔۱۲ قادری)' جس طرح کہ ہمارے مذکور نانا (ابو العباس) نے نقل کیا' بعض دیگر حضرات جنہوں نے اپنے نسخے کا مقابلہ نسخہ سہلیہ کے ساتھ کیا' اور اس کی عبارات کا تتبع کیا' انہوں نے کہا کہ اس کے نقل کرنے تک اس میں کمی یا زیادتی

نہیں کی گئی' حضرت شیخ نے اس نسخے کی تصحیح ۸۶۸ھ میں کی۔ (عام ثمانیۃ وستین و ثمانمائۃ) لیکن ستین (ساٹھ) سے پہلے کے حروف بوسیدہ ہو گئے ہیں اور مٹ گئے ہیں' چنانچہ ہر ایک نے اپنے خیال کے مطابق لکھ دیا' یا ایک نے مٹ جانے سے پہلے اسے نقل کیا اور دوسرے نے بعد میں تخلیل کے مطابق لکھ دیا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سیدی صغیر (ابو عبد اللہ محمد الصغیر سہلی) کے دو نسخے ہوں' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ دونوں مذکور ناقلوں نے حاشیہ کے لکھنے میں پوری احتیاط نہیں کی' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کچھ اشیاء کے ذکر میں منفرد ہے جن کا ذکر دوسرے نے نہیں کیا' حالانکہ دونوں کی کوشش یہ ہے کہ شیخ نے نسخہ مذکورہ میں جو کچھ لکھا ہے' اسے نقل کیا جائے۔

میرے نانا (شیخ ابو العباس) نے شیخ کے ایک حاشیہ کا ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ کہا گیا ہے کہ یہ شیخ کا کلام ہے' یہ کلام ان کے پاس بالواسطہ ہے' دوسرے نے اس حاشیہ کا ذکر واسطے کے بغیر کیا ہے' میں نے اس شرح میں ان دونوں کے حواشی کا تتبع کیا ہے۔

پھر مجھے شیخ سیدی الصغیر کے نقل کرنے والے پوتے سے بعض نقل کرنے والوں نے بتایا کہ ان کے والد نے بتایا کہ ان کے دادا سیدی الصغیر کے پاس دو نسخے تھے' تاہم یہ بھی کہا کہ ان میں سے ایک حضرت مولف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلم کا لکھا ہوا تھا اور دوسرا نسخہ کسی دوسرے بزرگ کا لکھا ہوا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پھر مجھے ایک دوسرے بزرگ نے بتایا کہ اس پوتے کے والد نے مجھے اپنے والد (سیدی صغیر) کے بارے میں وہی کچھ بتایا جس کا تذکرہ اس سے پہلے کیا جا چکا ہے (کہ ان کے پاس دو نسخے تھے)۔

حضرت شیخ (صاحب دلائل) رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے نسخے کی پشت پر یہ دو شعر لکھے ہیں:

كَتَبْتُ كِتَابِيْ قَبْلَ نُطْقِيْ بِخَاطِرِيْ وَقُلْتُ لِقَلْبِيْ اَنْتَ بِالشَّوْقِ اَعْلَمُ

فَبَلِّغْ سَلَامِيْ يَا كِتَابِيْ وَ قُلْ لَهُمْ مَقَامُكُمْ عِنْدِيْ عَزِيْزٌ مُكَرَّمُ

ایک روایت میں مکرم کی جگہ مُعَظَّم ہے۔

○ میں نے بولنے سے پہلے دل میں کتاب لکھی اور میں نے اپنے دل سے کہا کہ تو شوق کو زیادہ جاننے والا ہے۔

○ اے میری کتاب! میرا سلام پہنچا دے اور انہیں کہہ دے کہ آپ کا مقام میرے نزدیک معزز اور محترم ہے۔

یہ آخر ہے اس کام جس کا میں نے ارادہ کیا اور میں نے جو وعدہ کیا تھا اس کی تکمیل ہے' اور میں اس امر سے محفوظ نہیں ہوں کہ میں نے کوئی لفظ چھوڑ دیا ہو یا کتاب کے متن سے کسی چیز کو بھول کر تبدیل کر دیا ہو' اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو کسی خلل کو دیکھ کر درست کرے' یا کسی لغزش کو دیکھ کر معاف کرے' کیونکہ خطا اور خلل اس انسان سے بعید نہیں ہے جو عدم احسان پر پیدا کیا گیا ہے' خصوصاً مجھ ایسے شخص سے جو کم علم والا' اور علم و فہم میں کم دسترس والا ہو' تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہمیں اس کام کی ہدایت فرمائی' اور اگر وہ ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے' اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قصر نبوت کی آخری اینٹ' چودھویں کے چاند اور مکمل طور پر فضیلت و شرافت

کے جامع ہیں اور آپ کی نیک اور معزز آل پاک اور صحابہ کرام پر' ایسی رحمت اور سلامتی جو ہمیشہ پے در پے نازل ہوتی رہیں۔
اور تمام تعریفیں رب العالمین کے لئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تعالیٰ آج ۲۷ رمضان المبارک ۱۶ جنوری ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۹ء کو رات کے دو بجے یہ ترجمہ مکمل ہوا' اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا فرمائے اور ارباب محبت کے لئے اسے مفید اور مقبول بنائے' آمین یا رب العالمین! وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ و حزبہ اجمعین والحمد للہ تعالیٰ اولا و آخرا۔ ۱۲ شرف قادری)

وَاغْفِرِ اللّٰهُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَلِاَسْتَاذِيْنَا وَلِمَشَآئِخِنَا وَلِجَمِيْعِ

اور اے اللہ! ہمیں بخش دے ہمارے آباء اجداد کو' ہمارے اساتذہ کو' ہمارے بزرگوں کو

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَآءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ

اور تمام ایماندار مردوں عورتوں اور تمام مسلمان مردوں عورتوں کو خواہ وہ زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں

بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○ وَاَنْ تَتُوْبَ عَلَيْهِ

اپنی رحمت سے' اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! اور اس کی توبہ قبول فرما

اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اَللّٰهُمَّ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ثُمَّ

بے شک تو بہت ہی بخشنے والا مہربان ہے' اے اللہ! ایسا ہی ہو' اے تمام جہانوں کے پالنے والے' پھر

تُقْرَاُ هٰذِهِ الْكَلِمَاتُ اَرْبَعَةَ عَشَرَ مَرَّةً وَّهِيَ هٰذِهٖ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

یہ کلمات چودہ مرتبہ پڑھے جائیں' اور وہ یہ ہیں' اے اللہ! چودھویں رات کے

بَدْرِ التَّمَامِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نُوْرِ الظَّلَامِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى

چاند پر رحمت فرما' اے اللہ! چودھویں رات کے چاند پر رحمت فرما' اے اللہ! تاریکیوں کے نور پر رحمت فرما' اے اللہ!

مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الشَّفِيْعِ فِيْ جَمِيْعِ الْاَنَامِ ○

تاریکیوں کے نور پر رحمت فرما' اے اللہ! جنت کی چابی پر رحمت نازل فرما' اے اللہ تمام مخلوق کی شفاعت کرنے والے پر

ثُمَّ تُقْرَاُ هٰذِهِ الْاَبْيَاتُ الْمَنْسُوْبَةُ لِلْمُؤَلِّفِ يَا رَحْمَةَ اللّٰهِ اِنِّيْ خَآئِفٌ

رحمت نازل فرما' پھر یہ شعر پڑھے جائیں جو دلائل الخیرات کے مولف کی طرف منسوب ہیں' اے اللہ کی رحمت! میں خوفزدہ اور

وَّجِلٌ ○ يَا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنِّيْ مُفْلِسٌ عَانٍ ○ وَلَيْسَ لِيْ عَمَلٌ اَلْقَى الْعَلِيْمَ بِهٖ ○

ہراساں ہوں' اے اللہ کی نعمت! میں مفلس اور عاجز ہوں' میرا کوئی ایسا عمل نہیں جسے لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو

سِوٰی مَحَبَّتِكَ الْعُظْمٰی وَاِيْمَانِیْ ○ فَكُنْ اَمَانِیْ مِنْ شَرِّ الْحَيٰوةِ وَمِنْ ○

سکون، سوائے آپ کی عظیم محبت اور اپنے ایمان کے، آپ میرے لئے زندگی اور موت کی برائی

شَرِّ الْمَمَاتِ وَمِنْ اِحْرَاقِ جُثْمَانِیْ ○ وَكُنْ غِنَایَ الَّذِیْ مَابَعْدَهٗ فَلَسْ ○

اور میرے جسم کے جلائے جانے سے جائے پناہ بن جائیں، میرے لئے وہ دولت بن جائیں جس کے بعد افلاس نہیں،

وَكُنْ فِكَاكِیْ مِنْ اَغْلَالِ عِصْيَانِیْ ○ تَحِيَّةُ الصَّمَدِ الْمَوْلٰی وَرَحْمَتُهٗ ○

میرے لئے گناہوں کے طوقوں سے رہائی دلانے والے بن جائیں! بے نیاز آقا کا تحفہ درود اور رحمت

مَاغَنَّتِ الْوُرْقُ فِیْ اَوْرَاقِ اَغْصَانِ ○ عَلَيْكَ يَاعُرْوَتِیَ الْوُثْقٰی وَيَاسَنَدِیْ ○

جب تک قمریاں شاخوں کے پتوں میں چہچہائیں آپ پر نازل ہو، اے میرے مضبوط سہارے اور میرے کامل اعتماد

الْاَوْفٰی وَمَنْ مَّدْحُهٗ رَوْحِیْ وَرَيْحَانِیْ ○ ثُمَّ تُقْرَأُ الْفَاتِحَةُ لِلْمُؤَلِّفِ وَ

کی جگہ اور اے وہ ذات جس کی نعت میرے لئے راحت اور پھول ہے، پھر حضرت مصنف کے لئے فاتحہ پڑھی جائے

هٰذَا الدُّعَآءُ يُقْرَأُ اَعْقَبَ خَتْمِ دَلَآئِلِ الْخَيْرٰتِ

اور یہ دعا دلائل الخیرات ختم کرنے کے بعد پڑھی جائے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع جو بہت ہی مہربان نہایت رحم والا ہے

اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ صُدُوْرَنَا ○ وَيَسِّرْ بِهَا اُمُوْرَنَا ○

اے اللہ! اپنے حبیب کریم پر درود بھیجنے سے ہمارے سینوں کو کھول دے اور درود شریف کی بدولت

وَفَرِّجْ بِهَا هُمُوْمَنَا ○ وَاكْشِفْ بِهَا غُمُوْمَنَا ○ وَاغْفِرْ بِهَا ذُنُوْبَنَا ○

ہمارے کام آسان فرما، ہمارے غم دور فرما، ہمارے غم زائل فرما، ہمارے گناہ بخش دے

وَاقْضِ بِهَا دُيُوْنَنَا ○ وَاَصْلِحْ بِهَا اَحْوَالَنَا ○ وَبَلِّغْ بِهَا اٰمَالَنَا ○

ہمارے قرضوں کو ادا فرما، ہمارے حالات درست فرما، ہماری امیدیں عطا فرما،

وَتَقَبَّلْ بِهَا تَوْبَتَنَا ○ وَاغْسِلْ بِهَا حُوْبَتَنَا ○ وَانْصُرْ بِهَا حُجَّتَنَا ○

ہماری توبہ قبول فرما، ہمارے گناہ دھو ڈال، ہماری حجت کی امداد فرما،

وَطَهِّرْ بِهَا اَلْسِنَتَنَا ○ وَاٰنِسْ بِهَا وَحْشَتَنَا ○ وَارْحَمْ بِهَا غُرْبَتَنَا ○

ہماری وحشت کو سکون عطا فرما' ہماری مفلسی پر رحم فرما'

وَاجْعَلْهَا نُوْرًا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَ مِنْ خَلْفِنَا ○ وَ عَنْ اَيْمَانِنَا ○

اور درود شریف کو نور بنا دے ہمارے آگے' ہمارے پیچھے' ہمارے دائیں'

وَعَنْ شَمَآئِلِنَا ○ وَمِنْ فَوْقِنَا وَ مِنْ تَحْتِنَا ○ وَ فِيْ حَيَاتِنَا

ہمارے بائیں' ہمارے اوپر' ہمارے نیچے' ہماری زندگی

وَ مَوْتِنَا ○ وَ فِيْ قُبُوْرِنَا حَشْرِنَا وَ نَشْرِنَا وَظِلاًّ فِيْ

اور موت میں ہماری قبروں میں اور ہمارے حشر و نشر میں'

الْقِيٰمَةِ عَلٰى رُءُوْسِنَا ○ وَ ثَقِّلْ بِهَا مَوَازِيْنَ حَسَنَاتِنَا ○

اور قیامت کے دن ہمارے سروں پر سایہ بنا اور اس کی برکت سے ہماری نیکیوں کے وزنوں کو بھاری فرما۔

وَ اَدِمْ بَرَكَاتِهَا عَلَيْنَا حَتّٰى نَلْقٰى نَبِيَّنَا وَ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ

اور اس کی برکتیں ہم پر ہمیشہ رکھ' یہاں تک کہ ہم اپنے نبی اور آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ وَ نَحْنُ اٰمِنُوْنَ مُطْمَئِنُّوْنَ فَرِحُوْنَ

سے ملاقات کریں اس حال میں کہ ہم امن والے' مطمئن' اور مسرور و شاداں ہوں'

مُسْتَبْشِرُوْنَ ○ وَلَا تُفَرِّقْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهٗ حَتّٰى تُدْخِلَنَا مُدْخَلَهٗ

اور ہمارے اور ان کے درمیان جدائی نہ فرما یہاں تک کہ تو ہمیں ان کے داخلے کی جگہ داخل فرمائے

وَتُؤْوِيْنَا اِلٰى جِوَارِهِ الْكَرِيْمِ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِّنَ

اور ہمیں ان کے عزت والے پڑوس میں جگہ عطا فرمائے ان لوگوں کے ساتھ جن پر تو نے انعام کیا

النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○

یعنی انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین اور وہ بہت اچھے دوست ہیں'

اَللّٰهُمَّ اِنَّآ اٰمَنَّا بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ لَمْ نَرَهٗ فَمَتِّعْنَا ○

اے اللہ! ہم زیارت کئے بغیر تیرے حبیب کریم ﷺ پر ایمان لائے'

وَطُوْلَ اٰمَالِنَا○ وَفَسَادَ اَعْمَالِنَا○ وَتَكَاسُلَنَا عَنِ الطَّاعَاتِ○

امیدوں کی لمبائی' اعمال کے فساد' طاعتوں سے اپنی سستی'

وَهُجُوْمَنَا عَلَى الْمُخَالَفَاتِ○ فَنِعْمَ الْمُشْتَكٰى اِلَيْهِ اَنْتَ

اور مخالفتوں پر اپنے مائل ہونے کی' پس اے رب! تو کیا اچھا فریاد رس ہے' ہم تجھی سے

يَا رَبِّ بِكَ نَسْتَنْصِرُ عَلٰى اَعْدَآئِنَا○ وَاَنْفُسِنَا فَانْصُرْنَا○

مدد چاہتے ہیں اپنے دشمنوں اور سرکش نفسوں پر' پس تو ہماری مدد فرما'

وَعَلٰى فَضْلِكَ نَتَوَكَّلُ فِيْ صَلَاحِنَا فَلَا تَكِلْنَآ اِلٰى غَيْرِكَ رَبَّنَا○

اور ہم اپنی نیکی میں تیرے ہی فضل پر بھروسہ کرتے ہیں' لہٰذا اے ہمارے رب! ہمیں غیر کے سپرد نہ کر'

اَللّٰهُمَّ وَاِلٰى جَنَابِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَنْتَسِبُ

اے اللہ! ہم تیرے رسول مقبول ﷺ کی بارگاہ کی طرف نسبت رکھتے ہیں' لہٰذا ہمیں دور نہ فرما

فَلَا تُبْعِدْنَا○ وَبِبَابِكَ نَقِفُ فَلَا تَطْرُدْنَا○ وَاِيَّاكَ نَسْئَلُ فَلَا

ہم تیرے دروازے پر حاضر ہیں تو ہمیں رد نہ فرما اور ہم تجھ ہی سے دعا کرتے ہیں تو ہمیں

تُخَيِّبْنَا○ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ تَضَرُّعَنَا وَاٰمِنْ خَوْفَنَا○ وَتَقَبَّلْ اَعْمَالَنَا

ناکام نہ فرما' اے اللہ! ہماری عاجزی پر رحم فرما' ہمیں خوف سے پناہ دے' ہمارے اعمال

وَاَصْلِحْ اَحْوَالَنَا○ وَاجْعَلْ بِطَاعَتِكَ اشْتِغَالَنَا○

قبول فرما' ہمارے حالات درست فرما اور اپنی طاعت میں ہمیں مصروف فرما'

وَاِلَى الْخَيْرِ مَاٰلَنَا○ وَحَقِّقْ بِالزِّيَادَةِ اٰمَالَنَا○ وَاخْتِمْ بِالسَّعَادَةِ

ہمارا انجام بھلائی کی طرف بنا' ہماری امیدوں کو زیادتی کے ساتھ برلا' اور ہماری زندگیاں سعادت کے ساتھ

اٰجَالَنَا○ هٰذَا ذُلُّنَا ظَاهِرٌ بَيْنَ يَدَيْكَ وَحَالُنَا لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ○

ختم فرما' یہ ہماری ذلت' تیرے سامنے ظاہر ہے اور ہمارا حال تجھ سے پوشیدہ نہیں' کہ تو نے ہمیں حکم فرمایا

اَمَرْتَنَا فَتَرَكْنَا○ وَنَهَيْتَنَا فَارْتَكَبْنَا○ وَلَا يَسَعُنَآ اِلَّا عَفْوُكَ○

ہم نے اسے ترک کیا' تو نے ہمیں منع کیا ہم نے اس کا ارتکاب کیا' ہمارے لئے صرف تیری معافی کافی ہے'

اَللّٰھُمَّ فِی الدَّارَیْنِ بِرُؤْیَتِہٖ وَ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی مُحَبَّتِہٖ○

اے اللہ! تو ہمیں دونوں جہانوں میں ان کی زیارت سے بہرہ ور فرما' ہمارے دلوں کو ان کی محبت پر پختگی عطا فرما'

وَاسْتَعْمِلْنَا عَلٰی سُنَّتِہٖ○ وَ تَوَفَّنَا عَلٰی مِلَّتِہٖ○

ہمیں ان کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں ان کے دین پر موت عطا فرما

وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَتِہِ النَّاجِیَۃِ وَحِزْبِہِ الْمُفْلِحِیْنَ○ وَانْفَعْنَا بِمَا

ہمیں ان کے نجات پانے والے گروہ اور کامیاب جماعت میں اٹھا' ہمیں حضور ﷺ کی

انْطَوَتْ عَلَیْہِ قُلُوْبُنَا مِنْ مَّحَبَّتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَوْمَ

اس محبت سے نفع عطا فرما جس پر ہمارے دل مشتمل ہیں' اس دن کہ دولت'

لَا جَدَّ وَ لَا مَالَ وَ لَا بَنِیْنَ○ وَاَوْرِدْنَا حَوْضَہُ الْاَصْفٰی○ وَاسْقِنَا بِکَاْسِہٖ

مال اور بیٹے کسی کام نہ آئیں گے' ہمیں ان کے صاف اور شفاف حوض پر پہنچا' ہمیں ان کے پوری پیاس

الْاَوْفٰی○ وَ یَسِّرْ عَلَیْنَا زِیَارَۃَ حَرَمِکَ وَ حَرَمِہٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُمِیْتَنَا○

بجھانے والے پیالے سے پلا' ہمارے لئے اپنے حرم مکہ اور ان کے حرم مدینہ کی زیارت موت سے پہلے آسان فرما'

وَاَدِمْ عَلَیْنَا الْاِقَامَۃَ بِحَرَمِکَ وَ حَرَمِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

اور ہمارا قیام اپنے اور اپنے حبیب کریم ﷺ کے حرم میں اس وقت تک ہمیشہ رکھ

اِلٰی نُتَوَفّٰی○ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِہٖ اِلَیْکَ اِذْ ھُوَ اَوْجَہُ

کہ ہم فوت ہو جائیں' اے اللہ! ہم ان کی سفارش تیری بارگاہ میں لاتے ہیں کیونکہ وہ تیرے دربار کے

الشُّفَعَآءِ اِلَیْکَ○ وَ نُقْسِمُ بِہٖ عَلَیْکَ اِذْ ھُوَ اَعْظَمُ مَنْ اُقْسِمَ بِحَقِّہٖ عَلَیْکَ○

سب سے مقبول سفارشی ہیں' ہم تجھے ان کی قسم دیتے ہیں' کیونکہ وہ ان حضرات میں سے عظیم ترین ہیں جن کے حق کی

وَ نَتَوَسَّلُ بِہٖ اِلَیْکَ اِذْ ھُوَ اَقْرَبُ الْوَسَآئِلِ اِلَیْکَ○

تجھے قسم دی جاتی ہے' ہم تیری بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرتے ہیں کیونکہ وہ تیری بارگاہ میں قریب ترین وسیلہ ہیں'

نَشْکُوْ اِلَیْکَ یَا رَبِّ قَسْوَۃَ قُلُوْبِنَا○ وَ کَثْرَۃَ ذُنُوْبِنَا○

اے رب! ہم تیری بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں اپنے دلوں کی سختی' اپنے گناہوں کی زیادتی

فَاعْفُ عَنَّا یَا خَیْرَ مَاْمُوْلٍ ○ وَ اَکْرَمَ مَسْئُوْلٍ ○ اِنَّکَ عَفُوٌّ

تو ہمیں معاف فرما' اے بہترین امید کی جگہ اور اے کریم ترین ذات جس سے سوال کیا گیا' بے شک تو معاف فرمانے والا'

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ○ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

بخشنے والا اور مہربان ہے' اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! اللہ تعالیٰ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ' ان کی آل

وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اور ان کے اصحاب پر رحمت اور بہت سلامتی نازل فرمائے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ سب جہانوں کے پالنے والے کے لئے۔

دُعَائے اِعْتِصَام

دعائے اعتصام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع جو بہت ہی مہربان نہایت رحم والا ہے

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ط

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ زندہ اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے' اسے نہ اونگھ آتی ہے' نہ نیند

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِیْ

ی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے' کون ہے جو اس کی بارگاہ میں

یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ط یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ

اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے

وَمَا خَلْفَھُمْ ج وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج

ھ ان کے پیچھے' اور وہ اس کے علم سے اتنا ہی پاتے ہیں جتنا وہ چاہتا ہے'

وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا ج

اس کی کرسی میں آسمان اور زمین سمائے ہوئے ہیں اور اسے ان کی حفاظت مشکل نہیں'

وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ لا قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ

اور وہی ہے بلند بڑائی والا' دین میں کچھ زبردستی نہیں' بے شک نیکی گمراہی سے جدا ہو چکی ہے۔

مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے بڑی

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

مضبوط گرہ تھامی جو کبھی نہ کھلے گی' اور اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا والی ہے' انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکالتا ہے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ

اور کافروں کے حمایتی شیطان ہیں' وہ انہیں نور سے

النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

تاریکیوں کی طرف نکالتے ہیں' یہی لوگ دوزخ والے ہیں' وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے'

خٰلِدُوْنَ ۝ ایکبار اِعْتَصَمْتُ بِاللّٰهِ الْفَتَّاحِ الْقَابِضِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ

میں نے اللہ تعالیٰ کا دامن رحمت پکڑا جو کھولنے والا اور روح کا قبض کرنے والا ہے' میں اللہ تعالیٰ کی

السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

پناہ مانگتا ہوں جو سننے جاننے والا ہے شیطان مردود سے' اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ

جب تمہارے پاس ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے آئیں تو انہیں فرمادو تم پر سلام ہو' تمہارے رب نے

عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءً ۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ

اپنے ذمہ کرم پر رحمت لکھ لی ہے' بے شک تم میں سے جو شخص جہالت کی بنا پر برا کام کرے' پھر اس کے

مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

بعد توبہ کرے اور نیک کام کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا' مہربان ہے' اور اسی طرح آیتوں کی تفصیل

وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ

بیان کرتے ہیں' تاکہ مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے' اور تم فرمادو کہ مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان بتوں کی

الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ

عبادت کروں جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو' تم فرمادو کہ میں تمہاری خواہشوں کی پیروی نہیں کرتا

قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

تب تو میں گمراہ ہوں گا اور ہدایت پانے والوں سے نہیں ہوں گا' پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر پریشانی

مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ لا وَطَآئِفَةٌ

کے بعد امن کی حالت' نیند جیسی نازل کی جس نے تمہاری ایک جماعت کو ڈھانپ لیا' اور ایک گروہ کو

قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ

ان کے نفسوں نے پریشانی میں ڈالا جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق جاہلانہ گمان رکھتے تھے' وہ کہتے تھے

يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ط قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ

کہ کیا ہمارے لئے اس معاملے سے کچھ اختیار نہیں؟ تم فرمادو' اختیار اللہ تعالیٰ کے لئے ہے'

لِلّٰهِ ط يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ط يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ

وہ اپنے دلوں میں ایسی بات چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے' وہ کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کچھ اختیار ہوتا

لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

تو ہم اس جگہ قتل نہ کئے جاتے' تم فرمادو اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو وہ لوگ

لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ج وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ

جن کا قتل لکھا ہوا تھا وہ اپنے قتل کی جگہوں کی طرف نکل آتے' یہ اس لئے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی

مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ

بات کو آزمائش میں ڈالے اور جو تمہارے دلوں میں ہے اسے نکھار دے' اور اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو

الصُّدُوْرِ ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ

جاننے والا ہے' محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

اور آپس میں رحمدل ہیں' تم انہیں رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھو گے' وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی

وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ

رضا تلاش کرتے ہیں، ان کے چہروں میں نشانیاں ہیں سجدے کے اثر سے، یہ ان کی صفت توراۃ

فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ قف كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ

اور انجیل میں ہے، ان کی مثال اس کھیتی ایسی ہے جس نے اپنا سر نکال کر بلند کیا،

فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ

پس وہ سخت ہو کر سیدھی اپنی جڑ پر کھڑی ہو گئی اور کاشتکار کو خوش کرنے لگی، تاکہ ان مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ

الْكُفَّارَ ط وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ

کافروں کو رنج میں ڈالے، اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں اور ان میں سے نیک عمل کرنے

مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ اَلِفْ بَا تَا ثَا جِيْمْ حَا خَا دَالْ ذَالْ رَا

والوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا الف، با، تا، ثا، جیم، حا، خا، دال، ذال، را،

زَا سِيْنْ شِيْنْ صَادْ ضَادْ طَا ظَا عَيْنْ غَيْنْ فَا قَافْ كَافْ لَامْ مِيْمْ

زا سین، شین، صاد، ضاد، طا، ظا، عین، غین، فا، قاف، کاف، لام، میم،

نُوْنْ وَاوُ هَا يَا ۝ يَا رَبِّ سَهِّلْ وَيَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ عَلَيْنَا يَا رَبِّ ۝

نون، واؤ، ہا، یا، اے رب! سہل اور آسان فرما اور ہم پر مشکلات نہ ڈال اے رب!